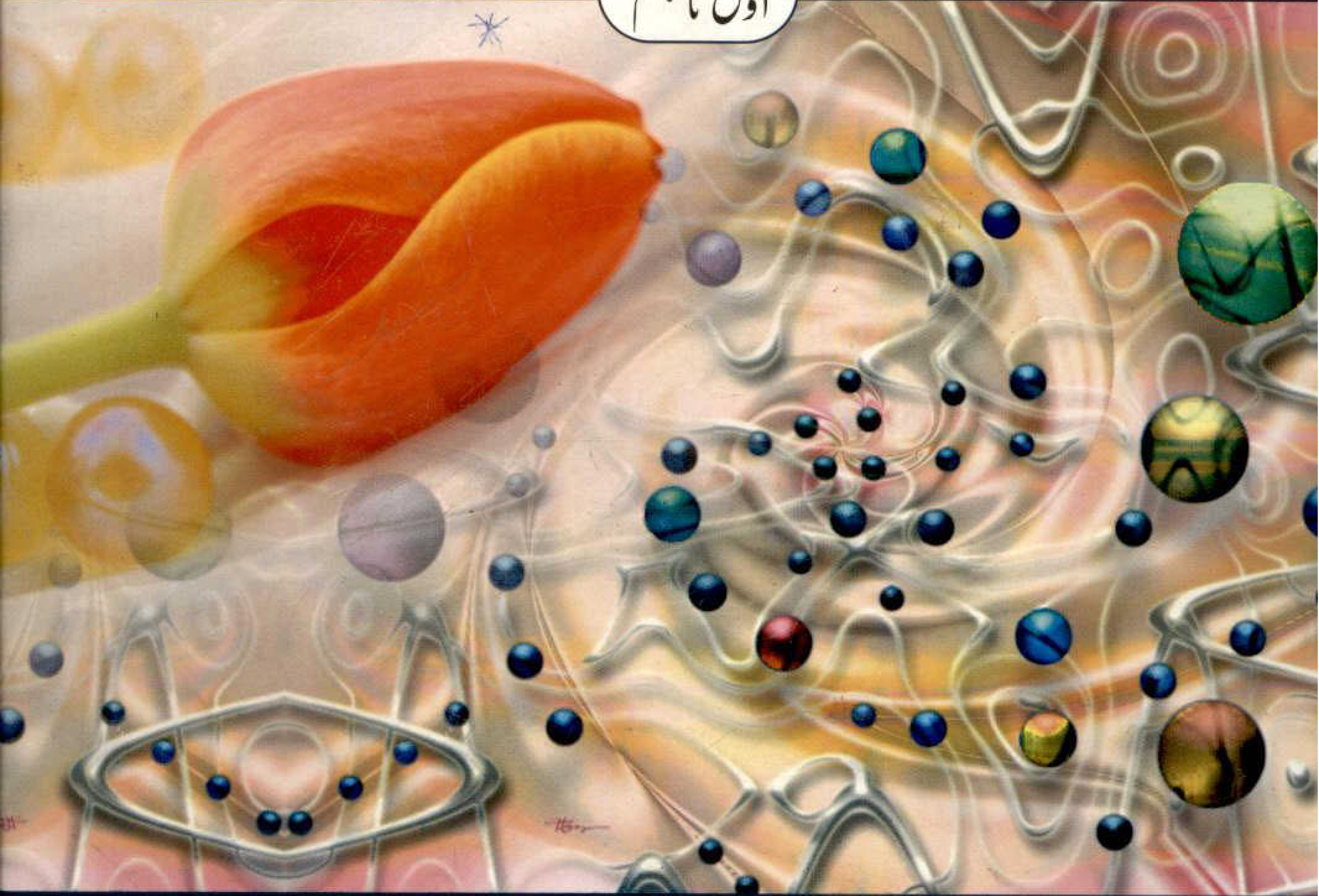
بکھرے موتی

اوّل تا ہشتم



انتخاب و ترتیب
مبلغِ اعظم حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ

تصحیح و نظرثانی
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری ظلہ العالی

مکتبہ عائشہ
MAKTABA AISHA
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ اوّل

حضرت مولانا **محمد یونس** پالنپوری مدظلہ العالی

انتخاب و ترتیب

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم **محمد عمر** صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی **محمد امین** صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... **بکھرے موتی**

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور
[illegible] پبلی کیشنز اسلام آباد
احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور
مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی
داراخلاص محلّہ جنگی، پشاور
مکتبہ قاسمیہ ملتان
کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
مکتبہ حقانیہ ملتان

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی
اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی
مکتبہ امدادیہ ملتان
مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (اول)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

پیش لفظ

از

جناب مولانا محمد عثمان صاحب

اس سال اجتماع رائے ونڈ کے موقع پر مولانا محمد یونس پالن پوری مدظلہ، ابن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ کی ملاقات ہوئی۔ دورانِ ملاقات عالمی اُمور پر گفتگو ہوئی، چلتے چلتے مولانا کی ایک کاپی پر نظر پڑی۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ مختلف کتب کے مطالعہ کے دوران جو مفید اور اہم یا نادر بات سامنے آتی اس کو اپنی کاپی میں لکھتے رہتے تاکہ بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اور یہ ہمارے اکابر اور اہل علم کا طریقہ بھی رہا ہے۔ ورنہ بسا اوقات بہت سی مفید اور اہم باتیں مطالعہ کے دوران آکر گزر جاتی ہیں اور بعد میں یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتیں کہ کہاں پڑھی تھیں۔ اور اس وقت افسوس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہا گیا ہے:

اَلْعِلْمُ صَیْدٌ وَالْکِتَابَۃُ قَیْدٌ

اور یہ مطالعہ کا ذوق بظاہر مولانا کو اپنے والد محترم ''لِسَانُ الدَّعْوَۃِ'' حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملا ہے کہ ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' اور بندہ نے بارہا حضرت پالن پوری کو دیکھا کہ مطالعہ کے دوران استغراق کی کیفیت ہوتی اور ہمہ تن کتاب کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ تفسیر کا حضرت کو انتہائی ذوق تھا۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: جی چاہتا ہے اب کتب حدیث کو دیکھوں لیکن کیا کروں قرآن کریم ایسا گہرا سمندر ہے کہ اس میں غوطے کھاتے جاؤ اور موتیاں نکالتے جاؤ، وہ موتیاں نکلتی ہی رہتی ہیں۔ قرآن کریم کے سمندر میں غوطے کھانے سے فرصت نہیں مل رہی کہ حدیث کے سمندر میں غوطے کھاؤں۔

لیکن وہ تفسیر قرآن میں اوّل درجہ میں تفسیر القرآن بالقرآن (قرآن کریم کی آیات کی تفسیر دوسری آیات سے) دوسرے درجہ میں تفسیر القرآن بالحدیث اور پھر تفسیر قرآن باقوال الصحابہ والتابعین کے قائل اور داعی بھی تھے اور تفسیر بالرائے سے بہت ڈرا کرتے تھے اور اس پر روتے اور لرزتے اور کانپتے دیکھا ہے۔ عربوں کے مجمع میں بھی فرماتے تھے کہ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور تم بھی اپنی اولاد کو اور نسلوں کو نصیحت کر دینا کہ قرآن کریم کو حدیث اور صحابہ کے واسطے کے بغیر نہ سمجھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور گمراہ کر دو گے۔

مطالعہ اور کتب بینی کے ذوق وشوق کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ نظام الدین میں بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ کی الماریوں میں کتابیں سجی ہوئی تھیں، پلنگ پر بیٹھتے ہوئے رو دیئے اور ان کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بندہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مصنّفین کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ انہوں نے کتنی محنت سے یہ کتابیں لکھیں ہیں اور آج صرف ان کا پڑھنا مشکل ہو رہا ہے، لیکن مولوی عثمان! ان کو بے کار نہ سمجھنا کہ خواہ مخواہ اتنی کتابیں لکھ دیں اور پھر فرمایا کہ دل میں بھی یہ بات نہ لانا بلکہ دعوت

تبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کتابوں کی ایک ایک سطر اور ایک ایک مسئلہ و جزئیہ کو انسانوں کی زندگیوں میں زندہ کرے گا، اور کر رہا ہے۔ اور پھر فرمایا: مجھے جینے اور زندہ رہنے کی تمنا صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ تو ان سب کو پڑھ ہی ڈالوں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں کا کیا فائدہ؟ حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر بخاری و مسلم کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما لکھ کر ہم پر احسان نہ فرماتے تو ہمیں یہ حدیثیں کیسے پہنچتیں۔ اسی طرح بقیہ کتب کا حال ہے۔

دعاؤں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بار بار کانوں میں گونجتا ہے: اے اللہ! قرآن وحدیث کا علم بدن سے جاری فرمادے۔ قرآن وحدیث کو عالم میں لے کر پھرنے والا بنادے۔ آمین! جب کوئی مفید کتاب بتلائی جاتی تو فوراً اس کو خرید کر بھیجنے کا حکم فرماتے اور اپنی کتابوں کی الماری میں اس کو رکھتے۔ کئی بار بندہ سے پاکستان میں چھپی ہوئی کتابیں منگوائیں۔ اور علمی ذوق ہی کا نتیجہ تھا کہ خصوصاً اہل علم وعلماء دین و مدارس کے طلباء سے انتہائی محبت اور تواضع وخوش خلقی سے پیش آتے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

لیکن لکھتے وقت کیا کروں ان کی وہ محبت وشفقت، علمی انہماک، تفسیری ذوق، دُعا میں استغراق کی کیفیت اور تضرع وزاری، اُمت کا غم ودرد، ان کا روزانہ صبح نظام الدین کا بیان، اور اجتماع رائے ونڈ کے بیانات اور جماعتوں کو روانگی کی ہدایات اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت وجلال کو بیان کرتے وقت مجمع پر سناٹے کا چھا جانا اور دین کے پورے عالم میں زندہ ہونے کی دلوں میں اُمید کا وابستہ ہو جانا اور باطل کی تمام طاقتوں اور قوتوں کا مکڑی کا جالا محسوس ہونا، غریبوں کی ہمدردی وغم خواری، خوش حال گھرانوں کی فکر، نوجوانوں پر خاص نظر۔ ہر ایک کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانا اور اس کی صلاحیت کے استعمال کا مصرف تلاش کرنا، ان کا تواضع وعجز ومسکنت، ان کی سادگی، ان کی نصیحتیں اور ان کا اپنے بارے میں ڈر، ان کی فکر آخرت، ان کا قرآن کریم کی آیات سے ہر وقت کے حالات میں رہبری کا لینا۔

ان کی اجتماعی مال میں احتیاط کا حال، ان کی پوری عالم کے حالات سے واقفیت، ارتداد کی خبروں سے بے چین ہو جانا اور فوری طور پر جماعتوں کا وہاں بھیجنا، ان کا پرانے کام کرنے والوں کے جوڑوں میں اُمت پر محنت اور اُمت کی فکر کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ خصوصی تعلق حاصل کرنے اور اپنے رذائل روحانیہ، حسد، بغض، کینہ وغیرہ کے دور کرنے پر اور اجتماعیت کی فکر پر زور دینا۔

ان کا امریکہ اور دوسرے ملکوں کے اوقاتِ نماز کے صحیح کرانے کی فکر اور فلکیات میں مہارت اور ماہر فلکیات کی غلطیوں پر متنبہ کرنا، ان کی اپنے امیر کی اطاعت ان کے مشورہ کی پابندی، ان کا علماء ومشائخ سے اپنے بیانات میں غلطیوں کی نشاندہی کے لیے پوچھنا اور علماء و مشائخ کا ان کو اطمینان دلانا اور ان کی دنیا بھر کے علماء ومشائخ کے پاس حتیٰ الامکان ہر سال ہدایا بھیجنا۔

ان کا حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کا اہتمام سے مطالعہ کرنا، ان کا سفر سے پہلے مرکز کے مقیمین سے مل کر جانا اور معافی مانگنا، حتیٰ کہ اپنے چھوٹوں سے بھی، ان کے بیان سے ہر طبقہ کا مستفید ہونا اور یہ سمجھنا کہ یہ ہمارے ہی لیے فرما رہے ہیں۔ ان کا حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے انتہائی ادب وتواضع سے پیش آنا اور ان کا بندہ کو یہ فرمانا کہ میں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو چوس لیا ہے، ان کا ہر وقت گھڑی کو سامنے رکھ کر ایک ایک لمحہ کو قیمتی بنانا اور وصول کرنا اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا۔

ان کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور حضرت شیخ کا اُن سے تعلق، ان کو سرکارِ دو عالم کی خوابوں میں بکثرت زیارتوں کا ہونا، ان کی سیرت نبوی پر نگاہ، ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اقوال سے انفرادی واجتماعی اصولوں کا استنباط۔ ان کے اپنے شب وروز کے اجتماعی وانفرادی معمولات، ان کا بڑھاپے اور ضعف کے حالت میں مرکز کی ساری مشغولیتوں کے ساتھ حفظ قرآن کا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی

اجازت کے ساتھ کرنا، ان کا بیان سے پہلے اور بیان کے بعد اہتمام سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا اور ہر بات میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنا۔

ان کا رمضان المبارک میں اعتکاف، ان کے قرآن کریم پڑھ کر سنانے سے مردہ دلوں کا زندہ ہونا اور سخت سے سخت دلوں کا موم ہونا اور شرابیوں، ڈاکوؤں، ظالموں وغیرہ کا ان کی دعوت سن کر توبہ کرنا۔ ان کے بیان میں مضمون کا ارتباط وغیرہ وغیرہ یہ سب پہلو اُمنڈ اُمنڈ کر سامنے آ رہے ہیں اور مجبور کر رہے ہیں کہ ان سب پر لکھا جائے۔ اگر اللہ کے فضل اور توفیق نے دستگیری کی تو اُن کے قرآنی افادات پر لکھنے کا ارادہ ہے۔

﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (سورت الطلاق: آیت ۳)

بزرگوں کی سوانح اور واقعات بڑے رہبر ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(اَلْحِكَايَاتُ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ يُثَبِّتُ اللّٰهُ بِهَا قُلُوْبَ اَوْلِيَآءِهٖ) کہ ان واقعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دلوں کو مضبوط کرتا اور جماتا ہے۔ یہ اللہ کے لشکر ہیں اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت دلیل ہے:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ (سورۂ ھود: آیت ۱۲۰)

ترجمہ: ''اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے علماء کے قصے اور ان کے محاسن مجھے فقہ سے بہت زیادہ محبوب ہیں، اس لیے کہ وہ اخلاق اور ادب سکھاتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (سورۃ الانعام: آیت ۹۰)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے، سو تو چل ان کے طریقہ پر۔''

اور ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (سورۂ یوسف: آیت ۱۱۱)

ترجمہ: ''البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔''

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(اَلْحِكَايَاتُ تُحَفُ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ''حکایات و واقعات جنت کے تحفے ہیں۔''

''حکایات زیادہ سے زیادہ بیان کرو کہ یہ موتی ہیں اور بہت ممکن ہے کہ ان میں کوئی نادر موتی ہاتھ آ جائے۔''

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(عِنْدَ ذِكْرِ الصّٰلِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ)

ترجمہ: ''صلحاء اور نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت برستی ہے۔''

یہ سب باتیں حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھتے ہی نوک قلم پر آ گئیں اور جی چاہ رہا ہے کہ اس پر لکھتا جاؤں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

مولانا محمد یونس صاحب کی اس کاپی کو دیکھا تو اس میں کتاب کے حوالوں کے ساتھ بہت مفید اور اہم مضامین تھے جن کو جمع کرنا ان کے ذوق کی نشانی ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس کو چھپوا دیا جائے تو بہت ہوگا۔ مولانا منع کرتے رہے کہ یہ تو اپنی ذاتی یادداشت کے لیے لکھا ہے لیکن بندہ نے اصرار کیا کہ اگر اس سے دوسروں کو بھرپور فائدہ پہنچ جائے تو کیا حرج ہے اور یہ ہمارے اکابر کا معمول چلا آرہا ہے۔ کشکول زریں خزانے وغیرہ کے نام سے وہ اپنا عرق مطالعہ چھپواتے رہے ہیں۔

الحمدللہ! ان کے والد صاحب کے تعلق کی وجہ سے بھی انہوں نے میری عاجزانہ درخواست کو قبول کرلیا اور کاپی مجھے دے دی۔ یہ متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جس میں باہمی ارتباط تلاش نہ کیا جائے جیسے جیسے کوئی مفید بات سامنے آتی رہی وہ جمع کرتے رہے۔

اس سے جو جس مضمون کا فائدہ اٹھالے وہ اُٹھا سکتا ہے، اس لیے اس کا نام ''بکھرے موتی'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور ان کو ان کے لیے اور ان کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ ابھی ایک حصہ اس کا پیش کیا جارہا ہے۔ آئندہ انشاء اللہ مزید حصے بھی سامنے آئیں گے جن میں مفید معلومات ہوں گی۔

حق تعالیٰ شانہ بندہ کے لیے بھی اس معمولی سی کوشش کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے اور صلحاء اور نیک لوگوں میں اس کی برکت سے شامل فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۱) کی اس تصحیح اور نظر ثانی کا کام بندہ کے بڑے بھائی مولانا عمر فاروق صاحب زید مجدہ نے کیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد عثمان کراچی

۲۷ رمضان المبارک یوم الثلثاء بعد الظہر ۱۴۲۳ھ

بمقام حرم مدنی مسجد نبوی مدینہ منورہ

---

(۱) اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں۔ (سورۃ فاطر: آیت ۱۷) محمد امین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿۱﴾ اسلام کی محنت

اسلام حق ہے اس کی محنت کے لیے چار ماہ مانگتے ہیں۔ اس کے لیے چار لائن کی محنت ہے:

- سننے کی محنت۔ تعلیم
- بولنے کی محنت۔ دعوت
- سوچنے کی محنت۔ ذکر
- مانگنے کی محنت۔ دعا

ایمان مجاہدہ سے پکے گا...... دعوت دینے سے بنے گا...... ہجرت سفر سے پھیلے گا...... حقوق العباد کی ادائیگی سے بچے گا۔

(مولانا احمد لاٹ صاحب اجتماع بھوپال)

﴿۲﴾ داعی اپنی اجتماعی فکروں کے ساتھ انفرادی نیکیاں بھی کرتا رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں آج روزہ کس نے رکھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے آج کون جنازہ میں شریک ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

﴿۳﴾ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی عجیب فضیلتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید، لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ پسند نہیں ہیں۔ وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں گے تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ ص ۸۰۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں۔

میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آجائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ ۷۰۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستہ پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں۔ ایک جہالت کا نشہ، دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ۔

اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو گے، لیکن جب دنیا کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی تو پھر تم امر المعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرسکو گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد نہ کرسکو گے، اس زمانے میں قرآن اور حدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ ۸۰۵)

﴿۴﴾ نظر بد دور کرنے کا وظیفہ

حضرت جبریل علیہ السلام نے نظر بد دور کرنے کا ایک خاص وظیفہ حضور اکرم ﷺ کو سکھایا اور فرمایا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما پر پڑھ کر دم کیا کرو۔ ابن عساکر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ اس وقت غمزدہ تھے۔ سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو:

(اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطٰنِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمٰتِ التَّآمَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ)

حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھی، وہیں دونوں بچے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں کو، اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو، اس جیسی اور کوئی پناہ کی دُعائیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۵ صفحہ ۴۱۶)

﴿۵﴾ اللہ کے راستے میں قرآن پڑھنے کی ایک خاص فضیلت

مسند احمد میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ لکھا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۱ صفحہ ۵۹۷)

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک چلہ میں سورۃ یٰسین کی روزانہ تلاوت کریں تو انشاء اللہ یہ فضیلت ہمیں بھی حاصل ہو جائے گی۔

﴿۶﴾ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء

میں نور کے تڑکے میں وقت اٹھا سو کر! اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے!
آتی تھی صدا پیہم جو مانگنے والا ہو! ہاتھ اپنے عقیدت سے آگے میرے پھیلائے!
جو رزق کا طالب ہو میں رزق اسے دوں گا! جو طالب جنت ہو جنت کی طلب لائے!
جس جس کو گناہوں سے بخشش کی تمنا ہو! وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے!
وہ مائل توبہ ہو میں مائل بخشش ہوں! میں رحم سے بخشوں گا وہ شرم سے پچھتائے!

یہ سن کر ہوئے جاری آنکھوں سے میری آنسو! قسمت سے محبت میں رونا جسے آ جائے!
آقائے گدا پرور! سائل ہوں تیرے در پر! میں اور تو کیا مانگوں تو ہی مجھے مل جائے!

﴿۷﴾ ایمان اور اسلام کی اللہ کے یہاں قدر ہے، ہر دس سال پر مؤمن کامل کا بھاؤ اور قیمت بڑھتی ہے، اور مؤمن کا درجہ اللہ کے یہاں بڑھتا رہتا ہے

مسند احمد اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا اس کے نیک عمل اس کے والد یا والدین کے حساب میں لکھے جاتے ہیں اور جو کوئی برا عمل کرے تو وہ نہ اس کے حساب میں لکھا جاتا ہے نہ والدین کے۔ پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو قلم حساب اس کے لیے جاری ہو جاتا ہے اور دو فرشتے جو اس کے ساتھ رہنے والے ہیں ان کو حکم دے دیا جاتا ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور قوت بہم پہنچائیں۔ جب حالتِ اسلام میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (تین قسم کی بیماریوں سے) محفوظ کر دیتے ہیں: جنون، جذام اور برص سے۔

جب پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب ہلکا کر دیتے ہیں، جب ساٹھ سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کی توفیق دیتے ہیں، جب ستر سال کو پہنچتا ہے تو سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حسنات کو لکھتے ہیں اور سیئات کو معاف فرما دیتے ہیں۔

پھر جب نوے سال کی عمر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور اس کو اپنے گھر والوں کے معاملے میں شفاعت کرنے کا حق دیتے ہیں اور اس کی شفاعت قبول فرماتے ہیں اور اس کا لقب ''اَمِیْنُ اللّٰہِ'' اور ''اَسِیْرُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ'' (یعنی اللہ کا معتمد اور زمین میں اللہ کا قیدی) ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اس عمر میں پہنچ کر عموماً انسان کی قوت ختم ہو جاتی ہے، کسی چیز میں لذت نہیں رہتی قیدی کی طرح عمر گزارتا ہے اور جب ارذل عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کے تمام وہ نیک عمل نامہ اعمال میں برابر لکھے جاتے ہیں جو اپنی صحت وقوت کے زمانے میں کیا کرتا تھا اور اگر اس سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ لکھا نہیں جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰۔ معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

﴿۸﴾ خدا کی قدرت

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اُس کی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اُڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اُڑتا چلا جائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۴۲۰)

﴿۹﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ معاملہ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھرا ہوا تھا حضرت جریر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے اُنہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں جانب دیکھا، آپ کو بیٹھنے کی جگہ نظر نہ آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اُٹھائی اور اُسے لپیٹ کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے چادر لے کر اسے سینے سے لگائی اور اُسے چوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اکرام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل

احترام آدمی آئے تو اس کا اکرام کرو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۵۶۳)

﴿۱۰﴾ مخصوص اعمال جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں

ابوعبداللہ حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب نوادرالاصول میں یہ بات ذکر کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجب باتیں دیکھیں۔

دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے، آخر اُس کے وضو نے آ کر اُسے چھڑا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے، اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے، جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں، اس کا روزہ آیا اور اُس نے اُسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امتی کو دیکھا کہ انبیاء حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اُسے اٹھا دیتے ہیں، اسی وقت اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھایا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اُسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مؤمنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں، اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو۔ چنانچہ وہ بات چیت کرنے لگے۔ ایک اور امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے، اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی۔

اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اُسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب ہے اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوفِ خدا نے آ کر اُسے اس کے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا، اسی وقت اس کا اللہ سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔

میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اسے اوندھا کر دیا گیا ہے تاکہ جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسی وقت خوفِ خدا سے رونا آیا اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اتر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا، لیکن دروازہ بند ہو گیا، اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی، دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۷۱،۷۲)

﴿۱۱﴾ قرآن کریم کی ایک خاص آیت عزت دلانے والی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں نیز طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا﴾
(سورۂ بنی اسرائیل: ۱۱۱)

ترجمہ: ''تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لیے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور

نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار رہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔" (بیان القرآن)
یہ آیت، آیت عزت ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۶۶)

﴿۱۲﴾ کون سی مخلوق کون سے دن پیدا کی گئی

صحیح مسلم اور نسائی میں حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن، عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک کے وقت میں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۱۰۶)

﴿۱۳﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درہم خرچ کرو اور اللہ کے خزانے سے دس درہم لو

حضرت عبیداللہ بن محمد بن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک سائل امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے اُن میں سے ایک درہم دے دو، وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا امی جان کہہ رہی ہیں وہ چھ درہم تو آپ رضی اللہ عنہ نے آٹے کے لیے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے چھ درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیئے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سائل کو دے دیئے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونٹ کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اسے یہاں باندھ دو، البتہ اس کی قیمت کچھ عرصے بعد دیں گے۔ وہ آدمی اونٹ باندھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ اسے بیچیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ اس آدمی نے کہا: کتنے میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: دو سو درہم میں۔ دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس آدمی سے اونٹ اُدھار خریدا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (سورۃ انعام: آیت ۱۶۰)

ترجمہ: "جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملے گے۔" (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

﴿۱۴﴾ غمگین کے کان میں اذان دینا

جو شخص کسی رنج و غم میں مبتلا ہو اس کے کان میں اذان دینے سے اس کا رنج و غم دور ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا: ابن ابی طالب! میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(فَمُرْ بَعْضَ اَهْلِكَ يُؤَذِّنْ فِيْ اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ دَوَآءُ الْهَمِّ)

ترجمہ: "تم اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان دے کیونکہ یہ غم کا علاج ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو میرا غم دور ہوگیا، اسی طرح حدیث کے تمام راویوں نے آزما کر دیکھا تو سب نے اس کو مجرب پایا۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۶۵۸)

﴿۱۵﴾ بداخلاق کے کان میں اذان دینا

جس کی عادت خراب ہو جائے، خواہ انسان ہو یا جانور، اس کے کان میں بھی اذان دی جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَآءَ خُلُقُهٗ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْ دَآبَّةٍ فَاَذِّنُوْا فِیْ اُذُنِهٖ) (راوہ الدیلمی، مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ: ''جو بداخلاق ہو جائے، خواہ انسان ہو یا چوپایہ اس کے کان میں اذان دو۔''

﴿۱۶﴾ شیطان کے پریشان کرنے اور ڈرانے کے وقت اذان کہنا

جب شیطان کسی کو پریشان کرے اور ڈرائے اس وقت بلند آواز سے اذان کہنی چاہیے، کیونکہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے۔ حضرت سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، اور میرے ہمراہ ایک بچہ یا ساتھی تھا۔ دیوار کی طرف سے کسی پکارنے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی اور اس شخص نے جو میرے ہمراہ تھا دیوار کی طرف دیکھا، اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ پھر میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا، اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تمہیں یہ بات پیش آئے گی تو میں تم کو نہ بھیجتا:

(وَلٰکِنْ اِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ : اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰى وَلَهٗ حُصَاصٌ) (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ: ''لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) جب تم کوئی آواز سنو تو بلند آواز سے اذان کہو، کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔''

﴿۱۷﴾ غولِ بیابانی (بھوتوں) کو دیکھ کر اذان کہنا

اگر کوئی شخص بھوت پریت دیکھے تو اس کو بلند آواز سے اذان کہنی چاہیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

(اِذَا تَغَوَّلَتْ لَکُمُ الْغِيْلَانُ فَاَذِّنُوْا) (مصنف عبد الرزاق جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

ترجمہ: ''جب تمہارے سامنے بھوت پریت مختلف شکلوں میں نمودار ہوں تو اذان کہو۔''

﴿۱۸﴾ اذان کے چند اور مواقع

مذکورہ مواقع کے علاوہ اذان کے درج ذیل مواقع بھی بزرگوں نے ذکر کیے ہیں:

① آگ لگنے کے وقت۔
② کفار سے جنگ کرنے کے وقت۔
③ غصہ کے وقت۔
④ جب مسافر راستہ بھول جائے۔
⑤ اور جب کسی کو مرگی کا دورہ پڑے۔

لہٰذا علاج اور عمل کے طور پر ان مواقع میں اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ امداد الفتاوٰی میں ہے، ان مواقع میں اذان سنت ہے:

① فرض نماز (کے لیے)۔
② بچے کی کان میں وقت ولادت۔

۳۔ آگ لگنے کے وقت۔
۴۔ جنگ کفار کے وقت۔
۵۔ مسافر کے پیچھے جب شیاطین ظاہر ہو کر ڈرائیں۔
۶۔ غم کے وقت۔
۷۔ غضب کے وقت۔
۸۔ جب مسافر راہ بھول جائے۔
۹۔ جب کسی کو مرگی آئے۔
۱۰۔ جب کسی آدمی یا جانور کی بد خلقی ظاہر ہو۔

اس کو صاحب ردالمحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

﴿۱۹﴾ ہر انسان کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں بیس فرشتے رہتے ہیں

تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ فرمائیے! بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے، جب تو کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ ایک کے بجائے دس لکھتا ہے۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے، وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ، شاید توبہ واستغفار کرے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے، تب بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے۔ (اللہ ہمیں اس سے چھڑائے) یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے اللہ کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہے اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ رعد: آیت ۱۱)

ترجمہ: ''ہر شخص (کی حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے، کچھ اس کے آگے کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خداوندی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (بیان القرآن)

اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے، اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں۔ یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس (۲۰) فرشتے من جانب اللہ موکل ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲)

﴿۲۰﴾ معمولی اکرام مسلم پر سارے گناہ معاف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے رکھ دیا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبداللہ! اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تکیہ میرے لیے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لیے تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرما دیتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۱)

﴿۲۱﴾ بری موت سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بینائی جاچکی تھی انہوں نے اپنے نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک ایسی رسی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر دروازے تک جاتے اور خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جا کر مسکین کو دے آتے ہیں۔ وہ فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

﴿۲۲﴾ متکبر کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک مرتبہ اپنی نئی قمیص پہنی، میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی، وہ مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تمہیں (نظر رحمت سے) نہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کیوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندہ میں عجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہو جاتا ہے تو جب تک وہ بندہ زینت چھوڑ نہیں دیتا اس وقت تک اس کا رب اس سے ناراض رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے وہ قمیص اتار کر اسی وقت صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، شاید یہ صدقہ تمہارے اس عجب کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

﴿۲۳﴾ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے پر صدقہ کا ثواب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع والے سال میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے کہا میری بیماری زیادہ ہو گئی ہے اور میں مالدار آدمی ہوں اور میرا اور کوئی وارث نہیں ہے، صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ تہائی مال صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تہائی مال صدقہ کر دو اور تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور تم جو بھی خرچہ اللہ کی رضا کے لیے کرو گے اس پر تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ضرور ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس پر بھی اجر ملے گا۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اور مہاجرین تو آپ کے ساتھ مکہ سے واپس چلے جائیں گے، میں یہاں ہی مکہ میں رہ جاؤں گا اور میرا انتقال یہاں مکہ میں ہو جائے گا، اور چونکہ میں مکہ سے ہجرت کر کے گیا تھا تو میں اب یہ نہیں چاہتا کہ میرا یہاں انتقال ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تمہاری زندگی لمبی ہو گی (اور تمہارا اس مرض میں یہاں انتقال نہ ہو گا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہو گا اور تمہاری عزت میں بھی اضافہ ہو گا اور تمہارے ذریعے سے اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت فائدہ ہو گا اور دوسروں کا بہت نقصان ہو گا (چنانچہ عراق کے فتح ہونے کا یہ ذریعہ بنے)۔

اے اللہ! میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (درمیان میں مکہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکہ میں موت دے کر) انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔ ہاں قابل رحم سعد بن خولہ ہے (کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور اب یہاں فوت ہو گئے ہیں ان کے مکہ میں فوت ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر ترس آ رہا تھا)۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

﴿۲۴﴾ سلفِ صالحین کی اپنے دوستوں کو تین نصیحتیں

(مَنْ عَمِلَ لِاٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ دُنْيَاهُ)
ترجمہ: ''جو آدمی آخرت کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتے ہیں۔''
(وَمَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ)
ترجمہ: ''جو شخص اپنے باطن کو صحیح کرلے اللہ اس کے ظاہر کو صحیح فرمادیتے ہیں۔''
(ومن اَصْلَحَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاس)
ترجمہ: ''جو اللہ سے اپنا معاملہ صحیح کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو صحیح کردیتے ہیں۔''
(معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۶۷۹)

﴿۲۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے، ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا، انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا، راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی، مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے، میں نے کہا: جی ہاں۔
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا: انہیں اپنے سفرحج میں کام میں لے آنا، اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا: لیکن میں تو اسے نہیں بھولا، یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۱۴۵)

﴿۲۶﴾ ظالم کے ظلم سے حفاظت کا نبوی نسخہ

حضرت ابورافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے (مجبور ہوکر) حجاج بن یوسف سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور بیٹی سے کہا کہ جب وہ تمہارے پاس اندر آئے تو تم یہ دعاء پڑھنا:
(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)
ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے، اللہ پاک ہے جو عظیم عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، جب حضور رضی اللہ عنہ کو کوئی سخت امر پیش آتا تو یہ دُعا پڑھتے جب اس نے یہ دُعا پڑھی جس کی وجہ سے حجاج اس کے قریب نہ آسکا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۴۱۲)

﴿۲۷﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مٹھی بھر کھجوریں دیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ستائیس سال تک کھاتے کھلاتے رہے، یہ دین کی برکت تھی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا حادثہ کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ۔ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا: ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: توشہ دان میں کچھ کھجوریں

ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے کھجوریں نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لیے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: دس آدمیوں کو بلاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ پھر اسی طرح دس دس آدمی آکر کھاتے رہے، یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھالیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچ رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم اس توشہ دان میں سے کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے نکال کر کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا۔ اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا۔ کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائیں ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

﴿۲۸﴾ عمل مختصر اور ثواب وفائدہ زیادہ

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اس جگہ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آل عمران کی دو آیتیں ایک آیت: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (آیت ۱۸) آخر تک اور دوسری یہ آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ (آیت ۲۶، ۲۷) تک پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بنا دوں گا اور اس کو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا، اور ان پر اس کو غالب رکھوں گا۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۷)

﴿۲۹﴾ حضور ﷺ کے اخلاق

حضور ﷺ ایک بار راستے میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک صحابی سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی تو اس صحابی نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو مسواکیں پیش کیں حضور ﷺ نے ان کو بخوشی قبول کیا، ان دو مسواکوں میں سے ایک بالکل سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی۔ حضور ﷺ کے اخلاق دیکھئے کہ جو سیدھی تھی وہ اپنے ساتھی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ ﷺ نے اپنے پاس رکھی۔ (احیاء علوم الدین، غزالی)

﴿۳۰﴾ دُعاء

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر — یہ میری نظر کا قصور ہے
تیری رہ گزر میں قدم قدم — کہیں عرش ہے کہیں طور ہے
یہ بجا ہے مالک بندگی — میری بندگی میں قصور ہے
یہ خطا ہے میری خطا مگر — تیرا نام بھی تو غفور ہے
یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں — مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے
کہیں دل کی شرط نہ ڈالنا — ابھی دل نگاہوں سے دور ہے

﴿۳۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے انتقال کے وقت وصیت کرنا

حضرت یحییٰ بن ابی راشد نصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا: اے

میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو (دائیں پہلو کی طرف) موڑ دینا اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا۔ اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے درمیانی قسم کا کفن پہنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دے دیں گے۔ اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے، اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو پھر قبر میرے لیے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے اسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا، کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو، (اس لیے جلدی کرو) اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اٹھا کر لے جا رہے ہو اسے اپنی گردن سے جلد اتار دو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۵۲، ۵۳)

﴿۳۲﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ کلمات سکھائے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پانچ کلمات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے پوری امت کو ملے

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام ایمن موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی تھی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (اندر آگئیں اور انہوں) نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان فرشتوں کا کھانا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہے، ہمارا کھانا کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس (۳۰) دن سے آگ نہیں جلی ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم یہ کہا کرو:

(يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ وَيَا اٰخِرَ الْاٰخِرِيْنَ وَيَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ وَيَا رَاحِمَ الْمَسٰكِيْنِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ)

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۵۶)

﴿۳۳﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دین کو دنیا پر مقدم کر دیا اور پانچ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھا دوں جن سے تمہارا دین اور دنیا دونوں ٹھیک ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ

ہیں، لیکن آپ مجھے وہ کلمات ہی سکھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہو:

(اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ خُلُقِیْ وَطَیِّبْ لِیْ کَسْبِیْ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَلَا تُذْهِبْ قَلْبِیْ اِلٰی شَیْءٍ صَرَفْتَهٗ عَنِّیْ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرا اخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تو نے مجھے عطا فرمائی اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹالے اس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۲۰۸)

نوٹ: آج کا مسلمان ہوتا تو کہتا کہ حضور ﷺ پانچ ہزار بکریاں دیجئے اور پانچ کلمات بھی سکھائیے۔

﴿۳۴﴾ وہ خوش نصیب صحابی جنہیں سجدہ کرنے کیلئے عرش اور کرسی سے بھی افضل جگہ ملی

حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خواب ابوخزیمہ نے آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ لیٹ گئے اور فرمایا: لو اپنا خواب پورا کرلو، انہوں نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کے اوپر سجدہ کرلیا۔ (ترجمان السنۃ جلد۲ صفحہ ۲۵۸۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۶)

﴿۳۵﴾ دو بیویوں میں انصاف کا عجیب قصہ

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے جس کی باری کا دن ہوتا اس دن دوسری کے گھر سے وضو نہ کرتے، پھر دونوں بیویاں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام گئیں اور وہاں دونوں اکٹھی بیماری ہوئیں۔ اور اللہ کی شان دونوں کا ایک ہی دن میں انتقال ہوا۔ لوگ اس دن بہت مشغول تھے اس لیے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دونوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو قبر میں پہلے رکھا جائے۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں جب ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے ہاں سے پانی بھی نہ پیتے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۷۶۹)

﴿۳۶﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لَبَّیْکَ پڑھتے ہوئے سنا۔ اس وقت ہم لوگ عرفات میں کھڑے تھے، ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات سے کب کوچ فرمایا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں (یہ انہوں نے احتیاط کی وجہ سے فرمایا) لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس احتیاط سے بہت حیران ہوئے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۷۶۹)

﴿۳۷﴾ مسلمان پر بہتان باندھنے کا عذاب

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مؤمن مرد یا عورت کو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل وحقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو اولین وآخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے، اور جو شخص کسی مسلمان مرد یا عورت پر بہتان باندھتا ہے اور کوئی ایسا عیب اس کی طرف منسوب کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو آگ کے ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا کریں گے جب تک وہ خود اپنی تکذیب نہ کرے۔ (معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۵۰۱)

﴿۳۸﴾ خطوط میں بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نا جائز

خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کی بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز میں بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک ہو جائے گا۔

آج کل عموماً ایک دوسرے کو جو خط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لیے زبان سے بسم اللہ کہہ لے تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن جلد۶ صفحہ ۵۶۷)

﴿۳۹﴾ قرآن کی دو آیتیں جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے لکھ دیا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں جنت کے خزائن میں سے نازل فرمائی ہیں، جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا۔ جو شخص ان کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لے تو وہ اس کے لیے قیام اللیل یعنی تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔

اور مستدرکِ حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانہ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے اس لیے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔

اسی لیے حضرت فاروق اعظم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔ وہ دو آیتیں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں۔ (معارف القرآن جلد۱ صفحہ ۶۹۴)

﴿۴۰﴾ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ کیا۔ (غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کر لو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملا لو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے پردہ نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جس طرح تم نے میرے لیے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لیے ضرور پردہ کروں گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۸۶۷)

﴿۴۱﴾ دعا کی قبولیت کیلئے مجرب عمل

مشائخ وعلماء نے ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبہ ایمان وانقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دُعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے۔ ہجوم افکار ومصائب کے وقت ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کا پڑھنا مجرب ہے۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ ۲۴۴)

﴿۴۲﴾ امت محمدیہ پر تین باتوں کا خوف

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا خوف ہے:

﴿۱﴾ اوّل یہ کہ مال بہت مل جائے جس کی وجہ سے باہمی حسد میں مبتلا ہو جائیں اور کشت وخون کرنے لگیں۔

﴿۲﴾ دوسری یہ کہ کتاب اللہ سامنے کھل جائے (یعنی ترجمہ کے ذریعہ ہر عامی اور جاہل بھی اس کے سمجھنے کا مدعی ہو جائے) اور اس میں جو باتیں سمجھنے کی نہیں ہیں یعنی متشابہات ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں، حالانکہ ان کا مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿۳﴾ تیسری یہ کہ ان کا علم بڑھ جائے تو اسے ضائع کردیں اور علم کو بڑھانے کی جستجو چھوڑ دیں۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ۲۱)

﴿۴۳﴾ ہر بلا سے حفاظت

مسند بزار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں آیۃ الکرسی اور سورۂ مؤمن (کی پہلی تین آیتیں حٰمٓ سے اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک) پڑھ لے گا تو وہ اس دن ہر برائی سے اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے جس کی سند میں ایک راوی متکلم فیہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۴ صفحہ۶۹۔ معارف القرآن جلد۷ صفحہ۵۷۱)

﴿۴۴﴾ دشمن سے حفاظت

ابوداؤد اور ترمذی میں باسناد صحیح حضرت مہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی جس نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لیے) فرمارہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپہ مارا جائے تو تم ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ'' پڑھ لینا۔ جس کا حاصل لفظ حٰمٓ کے ساتھ یہ دعا کرنا ہے کہ ہمارا دشمن کامیاب نہ ہو اور بعض روایت میں ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْا'' بغیر نون کے آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حٰمٓ کہو گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ حٰمٓ دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن جلد۷ صفحہ۵۸۲)

﴿۴۵﴾ ایک عجیب واقعہ

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفے کے علاقے میں تھا، ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے نماز سے پہلے حٰمٓ الْمُؤْمِنُ کی آیتیں اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک پڑھیں، اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے۔ جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غَافِرِ الذَّنْبِ کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو: ''یَاغَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ'' یعنی اے گناہوں کی مغفرت کرنے والے میری مغفرت کردے، اور جب تم پڑھو: ''قَابِلِ التَّوْبِ'' تو یہ دعا کرو: ''یَاقَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ'' یعنی اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما۔ پھر جب پڑھو: ''شَدِیْدِ الْعِقَابِ'' تو یہ دعا کرو: ''یَاشَدِیْدَ الْعِقَابِ لَاتُعَاقِبْنِیْ'' یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجئے۔ اور جب ''ذِی الطَّوْلِ'' پڑھو تو یہ دعا کرو: ''یَاذَاالطَّوْلِ طُلْ عَلَیَّ بِخَیْرٍ'' یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گزرا ہے؟ سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ الیاس علیہ السلام تھے، دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ (معارف القرآن جلد۷ صفحہ۵۸۲)

﴿۴۶﴾ رزق میں برکت کیلئے ایک مجرب عمل

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ بہت مجرب عمل ہے آیت مندرجہ ذیل ہے:

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌ ۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۱۹) (معارف القرآن جلدے صفحہ ۶۸۷)

﴿۴۷﴾ بے دین کو دیندار بنانے کا ایک عجیب فاروقی نسخہ

ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں مست رہنے لگا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ خط لکھو:

(مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ)

ترجمہ: ”منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک۔ اس کے بعد میں تمہارے لیے اُس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کردی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آ گیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہوجائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو۔ اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لیے دُعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دِلا کر دین سے دور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (معارف القرآن جلدے صفحہ ۵۸۲)

﴿۴۸﴾ غزوۂ بدر میں بے سروسامانی

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا، نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادے چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سوار ہوجائیے ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ چل لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تم سے زیادہ اللہ کے اجر سے بے نیاز نہیں۔ (سیرتِ مصطفیٰ جلد۲ صفحہ ۵۷)

﴿۴۹﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص کا درد بھرا قصہ

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب

رضی اللہ عنہا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں آپ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کی خالہ تھیں، ان کو بمنزلہ اولاد کے سمجھتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے کہہ کر بعثت سے قبل زینب رضی اللہ عنہا کا عقد ابوالعاص سے کیا تھا، ابوالعاص مالدار اور امانت دار اور بڑے تاجر تھے۔ بعثت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی تمام صاحبزادیاں ایمان لائیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے، قریش نے ابوالعاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق دے دو جہاں چاہو گے وہاں تمہارا نکاح کر دیں گے، لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ زینب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا۔ جب قریش جنگ بدر کے لیے روزانہ ہوئے تو ابوالعاص بھی ان کے ہمراہ تھے منجملہ اور لوگوں کے آپ بھی گرفتار ہوئے، اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ اس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو، اس وقت تسلیم اور انقیاد کی گردنیں خم ہو گئیں، قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا، مگر رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے لیا کہ مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ بھیج دیں، ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔ کنانہ نے عین دوپہر کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہاتھ میں تیر کمان لی اور روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی کا علی الاعلان مکہ سے روانہ ہونا قریش کو شاق معلوم ہوا۔

چنانچہ ابوسفیان وغیرہ نے ذی طویٰ میں آ کر اونٹ کو روک لیا اور یہ کہا کہ ہم کو محمد کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں لیکن اس طرح اعلانیہ طور پر لے جانے میں ہماری ذلت ہے، مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو مکہ واپس چلو اور رات کے وقت لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کنانہ نے اس کو منظور کیا۔ ابوسفیان سے پہلے ہبار بن اسود نے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئے) جا کر اونٹ روکا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ڈرایا۔ خوف سے حمل ساقط ہو گیا اس وقت کنانہ نے تیر کمان سنبھال لی اور یہ کہا کہ جو شخص اونٹ کے قریب بھی آئے گا تیروں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔ الغرض کنانہ مکہ واپس آ گئے اور دو تین راتیں گزرنے پر شب کو روانہ ہوئے، ادھر رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم جا کر مقام بطن یاجج میں ٹھہرو، جب زینب آ جائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے آنا، یہ لوگ بطن یاجج پہنچے اور ادھر سے کنانہ بن ربیع آتے ہوئے ملے۔ کنانہ وہیں سے واپس ہو گئے اور زید بن حارثہ مع اپنے رفیق کے صاحبزادی کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے، جنگ بدر کے ایک ماہ بعد مدینہ پہنچیں۔

صاحبزادی آپ ﷺ کے پاس رہنے لگیں، اور ابوالعاص مکہ میں مقیم رہے، فتح مکہ سے قبل ابوالعاص بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے چونکہ اہل مکہ کو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا اس لیے اور لوگوں کا سرمایہ بھی شریک تجارت تھا، شام سے واپس میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل گیا، اس نے تمام مال و متاع ضبط کر لیا اور ابوالعاص چھپ کر مدینہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے چبوترے سے آواز دی، اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

(اَیُّهَا النَّاسُ! هَلْ سَمِعْتُمْ مَا سَمِعْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ! قَالَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ حَتّٰی سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ اَنَّهٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاهُمْ)

ترجمہ: ''اے لوگو! کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سنا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ محمد کی جان اُس کے ہاتھ میں ہے، مجھ کو اس کا مطلق علم نہیں جو اور جس وقت تم نے سنا وہی میں نے سنا۔ تحقیق خوب سمجھ

لو کہ مسلمانوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمتر سے کمتر بھی پناہ دے سکتا ہے۔‘‘

اور یہ فرما کر صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا: اے بیٹی! اس کا اکرام کرنا مگر خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لیے حلال نہیں یعنی تو مسلمان ہے اور وہ مشرک و کافر۔

اور اہل سریہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اس شخص (یعنی ابوالعاص) کا تعلق ہم سے معلوم ہے، اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کر دو ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔ یہ سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کل مال واپس کر دیا، کوئی ڈول لاتا تھا اور کوئی رسی، کوئی لوٹا اور کوئی چمڑے کا ٹکڑا، غرض یہ کل مال ذرہ ذرہ کر کے واپس کر دیا۔

ابوالعاص کل مال لے کر مکہ روانہ ہوئے اور جس جس کا حصہ تھا اس کا حصہ پورا ادا کیا۔ جب شرکاء کے حصے دے چکے تو یہ فرمایا:

(یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ! هَلْ بَقِیَ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ عِنْدِیْ مَالٌ یَأْخُذُهٗ؟ قَالُوْا: لَا فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا فَقَدْ وَجَدْنَاكَ وَافِیًا کَرِیْمًا، قَالَ: فَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهِ! مَامَنَعَنِیْ مِنَ الْاِسْلَامِ عِنْدَهٗ اِلَّا تَخَوُّفُ اَنْ اٰکُلَ اَمْوَالَکُمْ فَلَمَّا اَدَّاهَا اللّٰهُ اِلَیْکُمْ وَفَرَغْتُ مِنْهَا اَسْلَمْتُ)

ترجمہ: ’’اے گروہ قریش! کیا کسی کا کچھ مال میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے جو اس نے وصول نہ کرلیا ہو؟ قریش نے کہا: نہیں۔ پس اللہ تجھ کو جزائے خیر دے۔ تحقیق ہم نے تجھ کو وفادار اور شریف پایا۔ کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اب تک فقط اس لیے مسلمان نہیں ہوا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ میں نے مال کھانے کی خاطر ایسا کیا ہے، جب اللہ نے تمہارا مال تم تک پہنچا دیا اور میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا تب مسلمان ہوا۔‘‘

بعد ازاں ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ چلے آئے رسول اللہ ﷺ نے پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔

(سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ۱۲۴)

﴿۵۰﴾ صالح بیوی

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار و مطیع ہو اس کے لیے پرندے ہوا میں استغفار کرتے ہیں اور مچھلیاں دریا میں استغفار کرتی ہیں، اور فرشتے آسمانوں میں استغفار کرتے ہیں اور درندے جنگلوں میں استغفار کرتے ہیں۔

(معارف القرآن جلد۲ صفحہ۳۹۹)

﴿۵۱﴾ ظلم کی تین قسمیں

ظلم کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشیں گے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی مغفرت ہو سکے گی۔ اور تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ لیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

پہلی قسم کا ظلم شرک ہے۔ دوسری قسم کا ظلم حقوق اللہ میں کوتاہی ہے۔ اور تیسری قسم کا ظلم حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔

(معارف القرآن جلد۲ صفحہ۵۵۰)

﴿۵۲﴾ اسلام میں عید الفطر کی پہلی نماز

بدر سے مراجعت کے بعد شوال کی یکم کو آپ ﷺ نے عید کی نماز ادا فرمائی یہ پہلی عید الفطر تھی۔

(زرقانی جلد۱ صفحہ۴۵۴۔ سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ۱۳۲)

﴿۵۳﴾ وہ صحابی جس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی اور وہ جنتی ہیں

عمرو بن ثابت جو اُصَیْـــرِم کے لقب سے مشہور تھے۔ ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے، جب اُحد کا دِن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے خوب قتال کیا، یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ اُصَیْرِم ہیں تو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو! تیرے لیے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا؟ اسلام کی رغبت یا قومی غیرت وحمیت؟ اُصَیْرِم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

(بَلْ رَغْبَةٌ فِي الْإِسْلَامِ فَآمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاَسْلَمْتُ وَاَخَذْتُ سَيْفِيْ وَقَاتَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصَابَنِيْ مَا اَصَابَنِيْ اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ) (رواہ ابن اسحاق واسنادہ حسن)

ترجمہ: ''بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی، میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مسلمان ہوا اور تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔ یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے۔ بلاشبہ وہ اہل جنت سے ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی؟ وہ یہی صحابی۔

(اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ۲۳۴)

﴿۵۴﴾ ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے

تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ ﴿فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ❶ کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات، قلم کو درست کیا وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (معارف القرآن جلد۳ صفحہ۲۵)

﴿۵۵﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم نصیحت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا، اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن جلد۳ صفحہ۱۱۴)

﴿۵۶﴾ جب تک باوضو رہو گے فرشتے نیکیاں لکھتے رہیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم وضو کرو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کرو (اس کا اثر یہ ہوگا کہ) جب تک تمہارا وضو باقی رہے گا اس وقت تک تمہارے محافظ فرشتے (یعنی کراماً کاتبین اعمال) تمہارے لیے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (معارف الحدیث جلد۳ صفحہ۷۵)

﴿۵۷﴾ چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ کی عجیب مثال

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ بندہ جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا

---

❶ پھر میں کبھی نہ ہوں گا مجرموں کا مددگار (سورۂ قصص: آیت ۱۷)

ہے تو اس کے مداح بھی مذمت کرنے لگتے ہیں اور دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں، گناہوں سے بے پرواہی انسان کے لیے دائمی تباہی کا سبب ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر توبہ اور استغفار کر لیا تو نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اور اُس کا نام قرآن میں رین ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۃ المطففین: آیت ۱۴)

ترجمہ: ''یعنی ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا ان کے اعمال بد نے۔''

البتہ گناہوں کے مفاسد اور نتائج بد اور مضر ثمرات کے اعتبار سے ان کے آپس میں فرق ضروری ہے، اس فرق کی وجہ سے کسی گناہ کو کبیرہ اور کسی کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ کی مثال محسوسات میں ایسی ہے جیسے چھوٹا بچھو اور بڑا بچھو، یا آگ کے بڑے انگارے اور چھوٹی چنگاری، کہ انسان ان دونوں میں سے کسی کی تکلیف کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لیے محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ گناہوں کو ترک کیا جائے، جو لوگ نماز، تسبیح کے ساتھ گناہوں کو نہیں چھوڑتے ان کی عبادت مقبول نہیں۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جس قدر کسی گناہ کو ہلکا سمجھو گے اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہو جائے گا اور سلف صالحین نے فرمایا کہ ہر گناہ کفر کا قاصد ہے جو انسان کو کافرانہ اعمال واخلاق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۸۴)

﴿۵۸﴾ خدا تعالیٰ کا ایگریمنٹ جو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ایک نوشتہ اپنے ذمہ وعدہ کا تحریر فرمایا جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے جس کا مضمون یہ ہے:

(اِنَّ رَحْمَتِىْ تَغْلِبُ عَلٰى غَضَبِىْ)

ترجمہ: ''یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔'' (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

﴿۵۹﴾ اعمال اچھے تو حاکم اچھا، اعمال خراب تو حاکم خراب

مشکوٰۃ میں حلیۃ ابی نعیم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں سب بادشاہوں کا مالک اور بادشاہ ہوں، سب بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں اور حکام کے قلوب میں ان کی شفقت اور رحمت ڈال دیتا ہوں، اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حکام کے دل ان پر سخت کر دیتا ہوں، وہ ان کو ہر طرح کا برا عذاب چکھاتے ہیں، اس لیے حکام اور امراء کو برا کہنے میں اپنے اوقات ضائع نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اپنے عمل کی اصلاح کی فکر میں لگ جاؤ، تاکہ تمہارے سب کاموں کو درست کر دوں۔

﴿۶۰﴾ ایک عالمی آفت کا شرعی حکم

ٹی وی پر میچ دیکھنا جائز نہیں، اس میں کئی گناہ اور خرابیاں ہیں۔ پہلا گناہ کھیلنے والوں کی تصاویر قصداً دیکھنے کا ہے جس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر الفقہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۹ پر لکھا ہے۔ اور ٹی وی میں بے شمار لوگوں کی تصاویر ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر تصویر کو دیکھنے

کا الگ الگ گناہ ہوگا۔

دوسرا گناہ کھیل دیکھنے کے دوران وقتاً فوقتاً ان عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا ہے جو کھیل دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم میں ہوتی ہیں۔

تیسرا گناہ ٹی وی خریدنے اور گھر میں رکھنے کا ہے، اگر چہ اس کو استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ فتاوٰی رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۹۸ پر لکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص گانے بجانے کے آلات اور غفلت میں ڈالنے والے سامان اپنے گھر میں رکھے تو یہ رکھنا مکروہ (تحریمی) ہے اور گناہ ہے اگر چہ وہ ان کو استعمال نہ کرے، اس لیے کہ ایسے آلات کو رکھنا عام طور پر دل لگی کے لیے ہوتا ہے۔ (خلاصۃ الفتاوٰی صفحہ ۳۳۸)

چوتھا گناہ جماعت کی نماز کو چھوڑنے کا ہے جیسا کہ عام طور پر اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

پانچویں خرابی اپنے قیمتی وقت کو برباد کرنا ہوتا ہے۔

چھٹی خرابی لایعنی (بے فائدہ کام) میں اپنے کو مشغول رکھنا ہے جب کہ حدیث میں اسلام کی خوبی یہ بتلائی گئی ہے کہ بے کار کاموں کو چھوڑ دے۔

ساتویں خرابی یہ ہے کہ اس سے دین اور دُنیا کے ضروری کاموں سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

آٹھویں خرابی یہ ہے کہ اس سے ٹی وی سے انسیت پیدا ہوتی ہے، پھر اس کے بعد بہت سے گناہ اور خرابیاں وجود میں آتی ہیں۔

نویں خرابی یہ ہے کہ اس سے روزی میں برکت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ ہر گناہ کا یہی اثر ہے۔

دسویں خرابی یہ ہے کہ ٹی وی کے پروگراموں سے دلچسپی رکھنے والے بھلائی کے کاموں سے محروم رہتا ہے۔

مرتب: مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی — عبدالرحمٰن کا لیڑوی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ نذیریہ کاکوسی — دار الافتاء دار العلوم چھاپی

﴿۶۱﴾ کومینٹری سے دلچسپی رکھنے کی خرابیاں اور گناہ

پہلا گناہ جماعت کی نماز چھوڑنے کا ہے۔

دوسری خرابی لغو (بے کار کام) میں مشغول ہونا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کامیابی کے لیے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ لغو کاموں سے دور رہے۔ (پارہ ۱۸، رکوع ۱)

تیسری خرابی یہ ہے کہ اس میں وقت کی ناقدری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ''والعصر'' میں وقت کی قسم کھا کر اس کی اہمیت اور قدر دانی کی تعلیم دی ہے۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی فکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا کے ضروری کاموں کا نقصان ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

مرتب: مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی — عبدالرحمٰن کا لیڑوی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ نذیریہ کاکوسی — دار الافتاء دار العلوم چھاپی

﴿۶۲﴾ اللہ اور رسول ﷺ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ وہ چھ آدمی یہ ہیں:

﴿۱﴾ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔

﴿۲﴾ اور وہ شخص جو جبر وقہر سے اقتدار حاصل کر کے اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہو اور جس کو اللہ نے عزت عطا کی ہو اس کو ذلیل کرے۔

﴿۳﴾ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ ﴿۴﴾ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا۔

﴿۵﴾ میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو۔ ﴿۶﴾ اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (مشکوٰۃ صفحہ۲۲)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ)

ترجمہ: ”یعنی جو کوئی نامحرم پر بری نظر ڈالے اور جس کے اوپر نظر ڈالے، دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔“

بشرطیکہ جس پر بری نظر پڑی ہے اس کے ارادہ اور اختیار کو اس میں دخل ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنا کر ہجڑے بنیں اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ اُن کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور جو ابرو (یعنی بھوؤں کے بال) چنتی ہیں (تاکہ بھویں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ ۴۴۵)

﴿۶۳﴾ نااہل کو کوئی عہدہ سپرد کرنا

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی وتعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دے دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (جمع الفوائد صفحہ ۳۷۵)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اور سب مسلمانوں کی، آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

(اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)

ترجمہ: یعنی ”جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں، قیامت کا انتظار کرو۔“

یہ روایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ۴۴۶)

﴿۶۴﴾ سورۂ انعام کی ایک خاص فضیلت

بعض روایات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ یہ سورۃ (یعنی سورۂ انعام) جس مریض پر پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد۳ صفحہ۵۱۲)

﴿۶۵﴾ خدا اور آخرت کے خوف سے نکلا ہوا ایک آنسو جہنم کی بڑی سے بڑی آگ بجھا دے گا

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں بروایت حضرت حازم رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ جبرئیل امین تشریف لائے تو وہاں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہا تھا، جبرئیل امین نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا تو وزن ہوگا مگر اللہ و آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جس کو تولا نہ جائے گا بلکہ ایک آنسو بھی جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھا دے گا۔ (معارف القرآن جلد۳ صفحہ۵۳۳)

﴿۶۶﴾ علماء کے قلم کی روشنائی اور شہیدوں کے خون کا وزن

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی جس سے انہوں نے علم دین اور احکام دین لکھے ہیں اور شہیدوں کے خون کو تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔ (معارف القرآن جلد۳ صفحہ۵۲۲)

﴿۶۷﴾ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی ہے

شریعت اسلام جو انسان کی ہر صلاح و فلاح کی کفیل ہے، اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا۔ نماز روزہ وغیرہ سب اس کے بعد ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو اس کو چاہیے کہ لباس پہننے کے وقت یہ دعا پڑھے:

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ)

ترجمہ: ''یعنی شکر اُس ذات کا جس نے مجھے لباس پہنا دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کا پردہ کروں اور زینت حاصل کروں۔''

اور فرمایا کہ جو شخص نیا لباس پہننے کے بعد پرانے لباس کو غرباء و مساکین پر صدقہ کر دے تو وہ اپنی موت و حیات کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور پناہ میں آ گیا۔ (ابن کثیر عن مسند احمد۔ معارف القرآن جلد۳ صفحہ۵۳۴)

﴿۶۸﴾ مایوس ہو کر دعا مانگنا نہ چھوڑو

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ یوں خیال کر بیٹھے کہ میں اتنے عرصہ سے دعا مانگ رہا ہوں، اب تک قبول نہیں ہوئی، یہاں تک کہ مایوس ہو کر دعا چھوڑ دے۔ (مسلم، ترمذی)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگو تو اس حالت میں مانگو کہ تمہیں اس کے قبول ہونے میں کوئی

شک نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۴)

﴿۶۹﴾ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کسی رنگ ونسل پر موقوف نہیں

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حبشی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے حسن صورت اور حسین رنگ میں بھی ممتاز ہیں اور نبوت و رسالت میں بھی۔ اب اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لے آؤں جس پر آپ ﷺ ایمان رکھتے ہیں اور وہی عمل کروں جو آپ ﷺ کرتے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوسکتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور! (تم اپنی حبشیا بدصورتی سے نہ گھبراؤ) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت میں کالے رنگ کے حبشی سفید اور حسین ہو جائیں گے اور ایک ہزار سال کی مسافت سے چمکیں گے۔

اور جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہو اس کی فلاح ونجات اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتی ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

یہ سن کر مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حسنات کی اتنی سخاوت ہے تو ہم پھر کیسے ہلاک ہوسکتے ہیں یا عذاب میں کیسے گرفتار ہوسکتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ بات نہیں) حقیقت یہ ہے کہ قیامت میں بعض آدمی اتنا عمل اور حسنات لے کر آئیں گے کہ اگر اُن کو پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ بھی اُن کے بوجھ کا تحمل نہ کر سکے لیکن اُن کے مقابلہ میں ختم ہو جائیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنی رحمت سے نوازیں۔ اس حبشی کے سوال وجواب ہی پر سورۃ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾ (سورۃ الدہر:۱)

حبشی نے حیرت سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ضرور۔ یہ سن کر حبشی نومسلم نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ روتے روتے وہیں جان دے دی، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی تجہیز وتکفین فرمائی۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۹)

﴿۷۰﴾ مسجد اور جماعت

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (سورۂ توبہ:۱۸)

ترجمہ: ''ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں، سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے۔''

(بیان القرآن)

عمارتِ مساجد سے یہ جگہ مراد ہے، ہمیشہ عبادت، ذکر الٰہی، علم دین اور قرآن کی تعلیم سے مسجدوں کو آباد رکھنا۔

﴿۱﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد کا عادی بن گیا ہے۔ (جب کام سے چھوٹتا ہے مسجد کا رُخ کرتا ہے) تو اس کے مؤمن ہونے کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (سورۂ توبہ:۱۸) (رواہ الترمذی والدارمی والبغوی)

﴿۲﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جاتا ہے، جتنی مرتبہ بھی جائے اللہ (ہر مرتبہ جانے کے بدلے میں) اس کے لیے جنت میں ایک مکان تیار کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

﴿۳﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس روز اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس روز سات آدمیوں کو اللہ اپنے سایہ میں لے لے گا، اُن سات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس آدمی کا شمار کیا کہ جب وہ مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد میں آنے تک دل اُس کا مسجد میں ہی اٹکا رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

﴿۴﴾ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گھر میں اچھی طرح وضو کرنے کے بعد مسجد کو جاتا ہے وہ اللہ کی ملاقات کو آنے والا (یعنی اللہ کا مہمان) ہو جاتا ہے، اور میزبان پر حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(رواہ الطبرانی وعبدالرزاق وابن جریر فی تفسیر یہما والبیہقی فی شعب الایمان)

﴿۵﴾ عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے تھے زمین پر مسجدیں اللہ کے گھر ہیں جو ان مسجدوں میں اللہ کی ملاقات کو آئے اللہ پر حق ہے کہ وہ اُن کی عزت کرے۔ (رواہ البیہقی فی عب الایمان وعبدالرزاق وابن جریر فی تفسیر یہما۔ تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹)

﴿۶﴾ حدیث میں ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔

﴿۷﴾ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن مسجد والوں پر نظر ڈال کر اپنا عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔

﴿۸﴾ حدیث میں ہے کہ اللہ عز وجل فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی، اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور میرے لیے آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظر ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔

﴿۹﴾ ''ابن عساکر'' میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی اِدھر اُدھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو، جماعت کو اور عوام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

﴿۱۷﴾ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات الواح موسیٰ میں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کی خواہش

اَخَذَ الْاَلْوَاحَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین اُمت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے اللہ! وہ اُمت میری اُمت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ! وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

پھر کہا یا رب! ان الواح سے ایک ایسی اُمت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی، اے خدا! وہ میری اُمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یا رب! اس اُمت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے، حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں، اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی اُمت کو نہیں دی گئی۔ یا رب! وہ میری اُمت ہو۔ کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یا رب! وہ اُمت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی، وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی

لڑیں گے۔ الٰہی! وہ میری اُمت ہو۔ اللہ نے کہا یہ احمد کی اُمت ہوگی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یارب! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھالیں گے حالانکہ اس اُمت سے پہلے تک کی اُمتوں کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی صدقہ یا نذر پیش کرتے اور وہ قبول ہوتی تو اللہ آگ کو بھیجتے اور آگ اسے کھا جاتی اور اگر قبول نہ ہوتی اور رد ہو جاتی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھاتے بلکہ درندے اور پرندے آ کر کھا جاتے اور اللہ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا۔ یارب! وہ میری اُمت ہو۔ تو فرمایا یہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یارب! میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک، اے خدا! وہ میری اُمت ہو، تو فرمایا: وہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا کہ الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی۔ اے اللہ! وہ میری اُمت ہو۔ تو کہا نہیں یہ احمد کی اُمت ہوگی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیں اور کہا:

(یَالَیْتَنِیْ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: ''کاش! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوتا۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)

تفسیر مظہری میں بھی تقریباً یہی روایت موجود ہے۔

﴿۷۲﴾ کبھی کافر و فاسق کا خواب بھی سچا ہوتا ہے

اور یہ بات بھی قرآن و حدیث سے ثابت اور تجربات سے معلوم ہے کہ سچے خواب بعض اوقات فاسق فاجر بلکہ کافر کو بھی آ سکتے ہیں۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل کے دو ساتھیوں کے خواب اور ان کا سچا ہونا۔ اسی طرح بادشاہ مصر کا خواب اور اس کا سچا ہونا، قرآن میں مذکور ہے حالانکہ یہ تینوں مسلمان نہ تھے۔ حدیث میں کسریٰ کا خواب مذکور ہے جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق دیکھا تھا وہ خواب صحیح ہوا حالانکہ کسریٰ مسلمان نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ نے بحالتِ کفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سچا خواب دیکھا تھا، نیز کافر بادشاہ بخت نصر کے جس خواب کی تعبیر حضرت دانیال علیہ السلام نے دی تھی وہ خواب سچا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ محض اتنی بات کہ کسی کو کوئی سچا خواب نظر آ جائے اور واقعہ اس کے مطابق ہو جائے اس کے نیک صالح بلکہ مسلمان ہونے کی بھی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام عادۃ اللہ یہی ہے کہ سچے اور نیک لوگوں کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں، فساق وفجار کے عموماً حدیث حدیث النفس، یا تسویل شیطان کی قسم باطل سے ہوا کرتے ہیں مگر کبھی کبھی۔

بہر حال سچے خواب عام اُمت کے لیے حسب تصریح حدیث ایک بشارت یا تنبیہ سے زائد کوئی مقام نہیں رکھتے نہ خود اس کے لیے کسی معاملہ میں حجت ہے نہ دوسروں کے لیے۔ بعض ناواقف لوگ ایسے خواب دیکھ کر طرح طرح کے وساوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی ان کی اپنی ولایت کی علامت سمجھنے لگتا ہے کوئی ان سے حاصل ہونے والی باتوں کو شرعی احکام کا درجہ دینے لگتا ہے یہ سب چیزیں بے بنیاد ہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ سچے خوابوں میں بھی بکثرت نفسانی یا شیطانی یا دونوں قسم کے تصورات کی آمیزش کا احتمال ہے۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۹)

﴿۷۳﴾ چلہ کی فضیلت

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس روز اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔ (روح البیان، معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸)

﴿۷۴﴾ وہ خوش نصیب صحابی جن کی شکل حضور ﷺ کے مشابہ تھی

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے علمبردار، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قریب تھے انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، ان کے بعد آپ ﷺ نے علم (جھنڈا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا۔

چونکہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لیے کسی شیطان نے یہ افواہ اڑا دی کہ نصیب دشمناں آپ ﷺ شہید ہو گئے۔ (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

﴿۷۵﴾ ایک اہم نصیحت

① ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے۔ ② علم سے عمل صحیح ہوتا ہے۔

③ عمل سے حکمت ملتی ہے۔ ④ حکمت سے زہد قائم ہوتا ہے۔

⑤ زہد سے دنیا متروک ہوتی ہے۔ ⑥ اور دنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے۔

⑦ اور آخرت کی رغبت حاصل ہونے سے اللہ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

جو یقین کی راہ پر چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا وہ قدم قدم پر بہک گئے

﴿۷۶﴾ انتقال کے وقت ایک صحابی کے رخسار حضور ﷺ کے قدموں پر

غزوۂ اُحد میں زیادہ ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۴، سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

﴿۷۷﴾ چند اہم تسبیحات

- سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ اللہ جس کا عرش آسمان میں ہے۔''
- سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ اللہ جس کا فرش زمین میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کی راہ سمندر میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کی رحمت جنت میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کی سلطنت دوزخ میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْھَوَآءِ رَحْمَتُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کی رحمت فضا میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقُبُوْرِ قَضَآءُہٗ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کا فیصلہ قبروں میں ہے۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس نے آسمان کو بلند کیا۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس نے زمین کو بچھایا۔''
- سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَنْجٰی اِلَّآ اِلَیْہِ۔ ترجمہ: ''پاک ہے وہ جس کے سوا کوئی جائے نجات نہیں۔''

ان تسبیحات کو بار بار پڑھئے، اللہ کی پاکی اور عظمت کا اقرار کیجئے اور اپنا عقیدہ پاک رکھئے، انشاء اللہ دونوں جہانوں میں کامیاب رہو گے۔

﴿۷۸﴾ شیطان کے منادی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ابلیس زمین پر آنے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار! تو مجھے زمین پر بھیج رہا ہے اور راندۂ درگاہ کر رہا ہے، میرے لیے کوئی گھر بھی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے عرض کیا: میرے لیے کوئی بیٹھک (مجلس) بھی بنا دے۔ فرمایا: بازار اور راستے (تیری بیٹھک ہیں)۔ عرض کیا: میرے لیے کھانا بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیرا کھانا ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

عرض کیا میرے پینے کے لیے بھی کوئی چیز مقرر کردیجئے۔ فرمایا: ہر نشہ آور چیز (تیرا مشروب ہے)۔ عرض کیا: مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ بھی عنایت فرمادے۔ فرمایا: باجے، تاشے، (تیرے منادی ہیں)۔ عرض کیا: میرے لیے قرآن (بار بار پڑھی جانے والی چیز) بھی بنادے۔ فرمایا: (گندے) شعر (تیرا قرآن ہیں)۔ عرض کیا: کچھ لکھنے کے لیے بھی دے دے۔ فرمایا: جسم میں گودنا (تیری لکھائی ہے)۔ عرض کیا: میرے لیے کلام بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: جھوٹ (تیرا کلام) ہے۔ عرض کیا: میرے لیے جال بھی بنادے۔ فرمایا: عورتیں (تیرا جال ہیں)۔ (ندائے منبر ومحراب جلد۱ صفحہ۲۳۹، جامع الاحادیث جلد۲ صفحہ ۵۸)

فائدہ: اس حدیث کے مطابق میوزک اور غنا شیطان کے منادی اور شیطان کے داعی ہیں۔ آج ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں تو اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

﴿۷۹﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک خاص دعا

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ، پاکی ہے اس ذات کیلئے جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔

سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ، پاکی ہے اس ذات کیلئے جو ایک اور یکتا ہے۔

سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ، پاکی ہے اس ذات کیلئے جو تنہا اور بے نیاز ہے۔

سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ پاکی ہے اس ذات کیلئے جو آسمان کو بغیر ستون کے بلند کرنے والا ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَآءٍ جَمَدٍ پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے بچھایا زمین کو برف کی طرح جمے ہوئے پانی پر۔

سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدًا پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے پیدا کیا مخلوق کو، پس ضبط کیا اور خوب جان لیا ان کو گن کر۔

سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ فَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے روزی تقسیم فرمائی، اور کسی کو نہ بھولا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے نہ بیوی اپنائی نہ بچے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے نہ کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا، اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے مندرجہ بالا دعا کا اہتمام کیجئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو سو (۱۰۰) مرتبہ خواب میں دیکھا، جب سوویں مرتبہ خواب میں دیکھا تو انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ! تیرے بندے تیرا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا پڑھیں تو یہ دعا اللہ تعالیٰ نے خواب میں بتلائی۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند، فتاویٰ رحیمیہ جلد ۷ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

نوٹ: صبح وشام یہ دعا سمجھ کر پڑھیں اور مندرجہ بالا دعا میں جن باتوں کی نفی کی گئی ہے ان سے اللہ کو پاک سمجھیں اور جن باتوں کو ثابت کیا گیا ہے ان کو دل سے مانیں، انشاء اللہ قرب خداوندی حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص عربی دعا نہ پڑھ سکتا ہو تو اردو ترجمہ پڑھے اور دعا

میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر یقین وایمان رکھے یہی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، اور یہی توحید ہے۔ (محمد امین)

﴿۸۰﴾ مناجاتِ عربی

۱ یَا رَبِّ اِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِیْ کَثِیْرَةً فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ عَفْوَكَ اَعْظَمُ
۲ اِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ فَمَنِ الَّذِیْ يَدْعُوْا وَيَرْجُوا الْمُجْرِمُ
۳ اَدْعُوْكَ رَبِّیْ كَمَآ اَمَرْتَ تَضَرُّعًا فَاِذَا رَدَدْتَ يَدِیْ فَمَنْ ذَا يَرْحَمُ
۴ مَالِیْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ اِلَّا الرَّجَآءَ بِجَمِيْلِ عَفْوِكَ ثُمَّ اِنِّیْ مُسْلِمُ

ترجمہ:

۱ اے میرے پروردگار! اگر میرے گناہ بڑھ گئے (تو کیا ہوا)۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کی معافی میرے گناہوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

۲ اگر آپ کی رحمت کے امیدوار صرف نیک ہی ہوں تو گنہگار کسے پکاریں اور کس سے توقع رکھیں؟

۳ اے میرے پروردگار! میں تیرے حکم کے مطابق تجھے زاری وعاجزی سے پکارتا ہوں۔ تو اگر میرا ہاتھ ناکام واپس لوٹا دے گا (یعنی مجھے مایوس کردے گا) تو کون ہے رحم کرنے والا؟

۴ میرے پاس تو صرف آپ کے بہترین درگزر کی امید کے سوا کوئی سہارا نہیں، پھر بات یہ ہے کہ مسلمان بھی ہوں۔

﴿۸۱﴾ فضائل رمضان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی رات میں ایک مؤمن بندہ نماز پڑھتا ہے جس نماز کے ہر سجدہ پر اُس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک اتنا بڑا گھر بنایا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے (یعنی گویا ساٹھ ہزار محل بنائے جاتے ہیں) اور پورے ماہ رمضان میں کسی بھی وقت خواہ رات ہو خواہ دن اگر سجدہ کرے تو اس کو ایک اتنا بڑا درخت ملتا ہے جس کے سائے میں سوار پانچ سو سال تک دوڑتا رہے۔ (الترغیب والترہیب جلد۲ صفحہ۹۳)

﴿۸۲﴾ عبدالرزاق نامی آدمی کو رزاق کہہ کر پکارنا گناہ ہے

﴿ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: ”اور چھوڑ دو اُن کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں، ان لوگوں کو ان کے لیے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔“

اسماء الٰہیہ میں تحریف یا کجروی کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں وہ سب اس آیت کے مضمون میں داخل ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ نام استعمال کیا جائے جو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں۔ علماء حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد وثنا کرے بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہیں جو قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ ①

دوسری صورت الحاد فی الاسماء کی یہ ہے کہ اللہ کے جو نام قرآن وسنت سے ثابت ہیں اُن میں سے کسی نام کو نامناسب سمجھ کر چھوڑ دے اس کا بے ادبی ہونا ظاہر ہے۔

---

① شرح عقائد نسفی اور اس کی شرح نبراس میں ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو کسی دوسرے شخص کے لیے استعمال کرے، مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اسماء حسنٰی میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسرے لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لیے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اور جن ناموں کا استعمال غیر اللہ کے لیے قرآن وحدیث سے ثابت ہے ، وہ نام تو اوروں کے لیے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ جیسے رحیم، رشید، علی، کریم، عزیز وغیرہ۔

اور اسماء حسنٰی میں سے وہ نام جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، اُن کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا الحادِ مذکور میں داخل اور ناجائز وحرام ہے۔ مثلاً رحمٰن، سبحان، رزاق، خالق، غفار، قدوس وغیرہ۔ پھر ان مخصوص ناموں کو

فَاِنْ قِيْلَ: فَكَيْفَ يَصِحُّ اِطْلَاقُ الْمَوْجُوْدِ وَالْوَاجِبِ وَالْقَدِيْمِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ كَلَفْظِ خُدَا بِالْفَارِسِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ قُلْنَا بِالْاِجْمَاعِ وَهُوَ مِنْ اَدِلَّةِ الشَّرْعِ (شرح عقائد صفحہ ۳۱، نبراس صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ: ''اگر کہا جائے کہ جو نام اور صفات شریعت یعنی قرآن وسنت میں مذکور نہیں مثلاً واجب' قدیم اور فارسی میں لفظ خدا وغیرہ' ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیونکر جائز ہے؟ ہم جواب دیں گے کہ ان کا جواز اجماع سے ہے اور اجماع شرعی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔'' (محمد امین)

غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا اگر کسی غلط عقیدہ کی بناء پر ہے کہ اس کو ہی خالق یا رزاق سمجھ کر ان الفاظ سے خطاب کر رہا ہے تب تو ایسا کہنا کفر ہے۔ اور اگر عقیدہ غلط نہیں محض بے فکری یا بے سمجھی سے کسی شخص کو خالق، رزاق، یا رحمٰن، سبحان کہہ دیا تو یہ اگرچہ کفر نہیں مگر مشرکانہ الفاظ ہونے کی وجہ سے گناہ شدید ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام مسلمان اس غلطی میں مبتلا ہیں، کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے اسلامی نام ہی رکھنا چھوڑ دیئے، ان کی صورت وسیرت سے تو پہلے بھی مسلمان سمجھنا اُن کا مشکل تھا، نام سے پتہ چل جاتا تھا، اب نئے نام انگریزی طرز کے رکھے جانے لگے، لڑکیوں کے نام خواتین اسلام کے طرز کے خلاف خدیجہ، عائشہ، فاطمہ کی بجائے نسیم، شمیم، شہناز، نجمہ پروین ہونے لگے۔

اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے اسلامی نام ہیں، عبدالرحمٰن، عبدالخالق، عبدالرازق، عبدالغفار، عبدالقدوس وغیرہ، اُن میں تخفیف کا یہ غلط طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے کہ صرف آخری لفظ اُن کے نام کی جگہ پکارا جاتا ہے، رحمٰن، خالق، رزاق، غفار کا خطاب انسانوں کو دیا جا رہا ہے۔

اور اس سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ قدرت اللہ کو اللہ صاحب اور قدرتِ خدا کو خدا صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ سب ناجائز وحرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جتنی مرتبہ یہ لفظ پکارا جاتا ہے، اتنی ہی مرتبہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوتا ہے اور سننے والا بھی گناہ سے خالی نہیں رہتا۔ یہ گناہ بے لذت اور بے فائدہ ایسا ہے جس کو ہمارے ہزاروں بھائی اپنے شب وروز کا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں اور کوئی فکر نہیں کرتے کہ اس ذرا سی حرکت کا انجام کتنا خطرناک ہے۔ جس کی طرف آیت مذکورہ کے آخری جملہ میں تنبیہ فرمائی گئی ہے:

﴿ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورہ اعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: یعنی ''اُن کو اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔''

اُس بدلہ کی تعیین نہیں کی گئی، اس ابہام سے عذابِ شدید کی طرف اشارہ ہے۔

جن گناہوں میں کوئی دنیوی فائدہ یا لذت وراحت ہے اُن میں تو کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں اپنی خواہش یا ضرورت سے مجبور ہو گیا، مگر افسوس یہ ہے کہ آج مسلمان ایسے بہت سے فضول گناہوں میں بھی اپنی جہالت یا غفلت سے مبتلا نظر آتے ہیں جن میں نہ

دنیا کا کوئی فائدہ ہے نہ ادنیٰ درجہ کی کوئی راحت ولذت ہے، وجہ یہ ہے کہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی طرف دھیان ہی نہ رہا۔
نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ (معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۱۳۱)

﴿۸۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا اثر

﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ ﴾ (سورۂ یونس: ۸۸)
ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! ان کے اموال کی صورت بدل کر مسخ وبے کار کردے۔''
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس دُعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ قوم فرعون کے تمام زر وجواہرات اور نقدی سکے اور باغوں، کھیتوں کی سب پیداوار پتھروں کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک تھیلا پایا گیا جس میں فرعون کے زمانے کی چیزیں تھیں اُن میں انڈے اور بادام بھی دیکھے گئے جو بالکل پتھر تھے۔ آئمہ تفسیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام پھلوں، ترکاریوں اور غلہ کو پتھر بنا دیا تھا۔
(معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۵۶۲)

﴿۸۴﴾ نظر بد کی طرح نظر نیک کا اثر بھی برحق ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ نظر بد کا اثر حق ہے، ایک حدیث میں ہے کہ نظر بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی اور اُمت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے ان میں ''مِنْ کُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ'' بھی مذکور ہے یعنی ''پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔'' (قرطبی)
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن حنیف کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لیے کپڑے اتارے تو ان کے سفید رنگ، تندرست بدن پر عامر بن ربیعہ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً سہل بن حنیف کو سخت بخار چڑھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج تجویز کیا اور عامر بن ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں، یہ پانی سہل بن حنیف کے بدن پر ڈالا جائے، ایسا ہی کیا گیا تو فوراً سہل بن حنیف کا بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہوگئے۔ ①
اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے، جب اُن کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو تم نے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ نظر کا اثر حق ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان ومال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہیے کہ اس کے واسطے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ بعض روایات میں ہے کہ ''مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہے اس سے نظر بد کا اثر جاتا رہتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ قرطبی نے فرمایا کہ تمام علماء اُمت اہل سنت الجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ نظر بد لگ جانا اور اس سے نقصان پہنچ جانا حق ہے۔
نوٹ: جب بری نظر میں تاثیر ہے تو اچھی نظر کی بھی تاثیر ہوسکتی ہے۔ اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے خاص بندے) جب نظر ڈالتے ہیں ہدایت عام ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن جلد۵ صفحہ ۹۸)

---

① حضرت سہل بن حنیف اور عامر بن ربیعہ دونوں بدری صحابی ہیں اور یہ روایت مشکوۃ شریف میں بھی ہے۔ (صفحہ ۳۹۰) محمد امین

﴿۸۵﴾ پاؤں کی تکلیف دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت یمن بھیجی اور اُن میں سے ایک صحابی کو اُن کا امیر بنایا جن کی عمر سب سے کم تھی، وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جاسکے، اس جماعت کے ایک آدمی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور ''بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَافِيْهَا'' سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا، وہ آدمی (اُسی وقت) ٹھیک ہوگیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۷۸)

﴿۸۶﴾ روزی میں برکت کے لیے نبوی نسخہ

گھر میں داخل ہو کر سلام کرے، چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے پھر ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ (حصن حصین)

﴿۸۷﴾ پریشانی دور کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا، اسی طرح کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا؟ اُس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے میرا یہ حال کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں، وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں:

(تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا)

ترجمہ: ''میں اس زندہ ہستی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی، تمام خوبیاں اُسی اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجیے۔''

اس کے کچھ عرصہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے تو اُس کو اچھے حال میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے ہیں میں پابندی سے ان کلمات کو پڑھتا ہوں۔ (معارف القرآن جلد۵ صفحہ ۵۳۱)

﴿۸۸﴾ مسلمانوں کے اجتماعی مال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

﴿۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کے مال کو (یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے) اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں، اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اسے لیتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (سورۂ نساء: آیت ٦)

ترجمہ: ''جو شخص غنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھائے۔''

(حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۳۱۱)

﴿۲﴾ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے ان کے لیے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپی موجود تھی۔ (انہوں نے خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ) مسجد جا کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے علاج کے لیے شہد کی ضرورت ہے، اور شہد بیت المال میں موجود ہے، اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اسے لے لوں، ورنہ وہ میرے لیے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۳۱۳)

﴿۳﴾ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اُسے مسلمانوں میں تقسیم کرسکوں۔ ان کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا نے کہا میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لائیے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! تم سے نہیں تلوانا۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی (یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھ کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۳۱۵)

﴿۴﴾ حضرت مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دینار اُدھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ بھیج دیا۔

جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اُسے وہ عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا جاؤ، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دے آؤ

جب یہ شیشیاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر آ گئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام جواہرات لے کر بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لیے بیت المال میں جمع کرا دی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۳۱۶)

﴿۵﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں بیچنے کے لیے بازار لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لیے بھیجے تھے۔ (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو

چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ (میرے بیٹے ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لیے) اے عبداللہ بن عمر! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خرد یے تھے وہ تو لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۳۱۶)

﴿۸۹﴾ جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کو یہ دعا پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بریدہ! جس کے ساتھ اللہ پاک خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو مندرجہ ذیل کلمات سکھا دیتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَائِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَاَغْنِنِیْ یَااَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ)

آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ یہ کلمات سکھاتا ہے پھر وہ مرتے دم تک نہیں بھولتا۔ (احیاء العلوم جلد ا صفحہ ۲۷۷)

﴿۹۰﴾ قبولیت دعا

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

(سورۂ زمر: ۴۶)

ترجمہ: ''آپ کہیے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! چھپی اور کھلی باتوں کے جاننے والے! آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں باہم واختلاف کرتے تھے۔''

(قرطبی، معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

﴿۹۱﴾ مشاجرات صحابہ کے متعلق ایک اہم ہدایت

حضرت ربیع بن خثیم سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ایک آہ بھری اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

ترجمہ: ''آپ کہیے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! چھپی اور کھلی باتوں کے جاننے والے! آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں باہم وہ اختلاف کرتے تھے۔''

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

﴿۹۲﴾ جمعہ کی نماز کے بعد گناہ معاف کروانے کا ایک نبوی نسخہ

جو آدمی جمعہ کی نماز کے بعد سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ'' پڑھے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے والے

کے ایک لاکھ گناہ معاف ہوں گے اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ (۱) (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۲۳۴)

﴿۹۳﴾ وضو کے وقت کی خاص دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت مندرجہ ذیل دعا کو پڑھتا ہے اس کے لیے مغفرت کا ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن تک اس کی مہر نہ توڑی جائے گی اور وہ مغفرت کا حکم برقرار رہے گا:

(سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ) (حصن حصین صفحہ ۱۰۰)

﴿۹۴﴾ تین بڑی بیماریوں سے بچنے کا آسان نبوی نسخہ

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تا کہ مجھے آپ وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اس نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ'' کہو، اس سے تم اندھے پن، کوڑی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ! یہ دعا بھی پڑھا کرو:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِمَّا عِنْدَکَ وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِکَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں، اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کر اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

﴿۹۵﴾ شیطان کا پیشاب انسان کے کان میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ صبح تک سوتا ہی رہتا ہے، نماز کے لیے بھی نہیں اٹھتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ اُذُنِہٖ) (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''یہ ایسا آدمی ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔'' (تاریخ جنات وشیاطین صفحہ ۳۸۵)

﴿۹۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبر میں منکر نکیر سے سوال کرنا

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ منکر نکیر قبر میں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے: مَــــنْ رَبُّکَ؟ اے عمر! تیرا رب کون ہے؟ تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے! تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں، تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے۔ تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے، دیکھو کیا عجیب بات ہے، ہمیں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۹۹)

---

(۱) بخاری اور مسلم شریف کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (متفق علیہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۰)
ترجمہ: ''جس نے ایک دن میں سو مرتبہ کہا: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' (محمد امین)

﴿۹۷﴾ پانچ جملے دنیا کے لیے، پانچ جملے آخرت کے لیے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مندرجہ ذیل دس کلمات کو نمازِ فجر کے وقت (پہلے یا بعد میں) کہا تو وہ شخص ان کلمات کو پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ کو اس کے حق میں کافی اور کلمات پڑھنے اور اجر وثواب دیتے ہوئے پائے گا۔ پہلے پانچ کلمات دنیا سے متعلق ہیں اور باقی پانچ آخرت سے متعلق ہیں۔

دنیا کے متعلق پانچ یہ ہیں:

① حَسْبِیَ اللّٰهُ لِدِیْنِیْ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، میرے دین کے لیے۔''

② حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَآ اَهَمَّنِیْ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، میرے کل کے لیے۔''

③ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، اس شخص کے لیے جو مجھ پر زیادتی کرے۔''

④ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِیْ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ اس شخص کے لیے جو مجھ پر حسد کرے۔''

⑤ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ کَادَنِیْ بِسُوْءٍ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، اس شخص کے لیے جو دھوکہ اور فریب دے مجھے برائی کے ساتھ۔''

اور آخرت کے پانچ یہ ہیں:

① حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، موت کے وقت۔''

② حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِی الْقَبْرِ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، قبر میں سوال کے وقت۔''

③ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، میزان کے پاس (یعنی اس ترازو کے پاس جس میں نامہ اعمال کا وزن ہوگا)۔''

④ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، پل صراط کے پاس۔''

⑤ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

ترجمہ: ''کافی ہے مجھ کو اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا اور میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(در منثور جلد۲ صفحہ ۱۰۳)

﴿۹۸﴾ قید سے چھٹکارے کا نبوی نسخہ

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت عوف اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوا دو کہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے رہیں۔

ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے، راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے، انہیں اپنے ساتھ ہنکا لائے۔

وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ باپ نے آواز سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے۔ ماں نے کہا: ہائے وہ کہاں! وہ تو قید وبند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے، دروازہ کھولا، دیکھا تو ان کے لڑکے سالم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے۔ پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا: اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا یہ سب تمہارا ہے جو چاہو کرو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۶)

﴿۹۹﴾ مصائب سے نجات اور مقاصد کے حصول کا مجرب نسخہ

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لیے یہ تلقین فرمائی کہ کثرت کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی اور دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کرے، اور سو مرتبہ درود شریف اس کے اوّل اور آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دُعا کیا کرے۔

(تفسیر مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۸۸)

﴿۱۰۰﴾ چوتھے آسمان کے فرشتے کو مدد کیلئے حرکت میں لانے والی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے، اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے۔ انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا۔ اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اُس صحابی نے کہا تمہیں مال لینا ہے وہ لے لو۔ ڈاکو نے کہا: نہیں میں تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اُس صحابی نے کہا: مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اُس نے کہا: جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو۔ چنانچہ اُنہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی:

(یَاوَدُوْدُ ! ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ! یَافَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ! اَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَمُلْكِكَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَبِنُوْرِكَ الَّذِیْ مَلَاَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ تَكْفِیَنِیْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ، یَا مُغِیْثُ ! اَغِثْنِیْ !)

تو اچانک ایک گھڑ سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اُٹھا کر وہ اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیے ہوئے تھا، اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا، پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے میری مدد فرمائی۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں، جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنی، جب آپ نے دوبارہ دعا کی میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی، پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دُعا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے تو اس کی دُعا ضرور قبول ہو گی، چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

﴿۱۰۱﴾ تلاوت قرآن کے وقت خاموش نہ رہنا کفار کا شیوہ ہے

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (سورہ حم السجدۃ: ۲۶)

ترجمہ: ''اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت، اور اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو، شاید تم ہی غالب رہو۔''

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن میں خلل ڈالنے کی نیت سے شور و غل کرنا کفر کی علامت ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خاموش ہو کر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے۔ آج کل ریڈیو پر تلاوت قرآن پاک نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ ہر ہوٹل اور

مجمع کے مواقع میں ریڈیو کھولا جاتا ہے، جس میں قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو، اور ہوٹل والے خود اپنے دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور کھانے پینے والے اپنے شغل میں، اس کی صورت وہ بن جاتی ہے جو کفار کی علامت تھی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں کہ یا تو ایسے مواقع میں تلاوتِ قرآن کے لیے ریڈیو نہ کھولیں، اگر کھولنا ہے اور برکت حاصل کرنا ہے تو چند منٹ سب کام بند کر کے خود بھی اس طرف متوجہ ہو کر سنیں اور دوسروں کو بھی اس کا موقع دیں۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۲۴۷)

﴿۱۰۲﴾ انڈا حلال ہے، اس کی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اوّل وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اُس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے، پھر اُس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اُس کے بعد آنے والے کی مثال مرغی پیش کرنے والے کی، اُس کے بعد آنے والے کی مثال انڈا پیش کرنے والے کی۔

پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے شریک ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

﴿۱۰۳﴾ پرانے ہوں تو ایسے ہوں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کھڑے رو رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: میں نے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو متقی ہوں اور چھپے ہوئے ہوں، ایسے کہ اگر مجلس میں آئیں تو کوئی ان کو نہ پہچانے اور اگر مجلس میں نہ ہوں تو کوئی نہ ڈھونڈے کہ فلاں صاحب کہاں گئے؟ مجلس میں کیوں نہ آئے؟ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ پرانے ہوں تو ایسے ہوں کام خوب کریں تعلق مع اللہ بہت ہو۔ مگر چھپے ہوئے ہوں، زمین پر زیادہ لوگ نہ پہچانتے ہوں۔ آسمان پر سب جانتے ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۸۵)

﴿۱۰۴﴾ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان نوک جھونک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو نبھالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی فضیلت بیان فرمائی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے تو تو میں میں کرتے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو اس لیے کہ یہ بدری ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حضرت! یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مجھے بھی کوستے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عوف سے فرمایا کہ خالد کو کچھ نہ کہو اس لیے کہ یہ اللہ کی تلوار ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کر دی، دونوں کو نبھا بھی لیا۔ ساتھیوں کی آپس میں تو تو میں میں ہو جائے تو ذمہ دار دونوں کی تعریف کرے اور دونوں کو نبھالے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

﴿۱۰۵﴾ پرانے قربانیاں دینے والے ساتھیوں کی اولاد کی رعایت اور اُن کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے، ورنہ نفل عبادت قبول ہوگی نہ فرض

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں وصیت فرمادیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین میں سے جو سابقین اولین ہیں میں تمہیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم اس وصیت پر عمل نہیں کرو گے تو تمہارا نہ نفلی عمل قبول ہوگا اور نہ فرض عمل قبول ہوگا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۵)

فائدہ: دین کا کام کرنے والے ساتھیوں کی اولاد کی رعایت ضروری ہے، سب سے اچھا سلوک یہ ہے کہ اُن کو بھی دعوت کے کام میں محنت سے چلایا جائے اور خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔

﴿۱۰۶﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار استعمال کی ہے اس کی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار درہم میں ایک شلوار خریدی میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ شلوار پہنیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دن رات سفر و حضر میں پہنوں گا، کیونکہ مجھے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ستر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۷)

﴿۱۰۷﴾ وہ خوش نصیب صحابی جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا فرشتے ان کے جنازہ کو لے کر تبوک پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز تبوک میں پڑھی

معاویہ بن معاویہ لیثی انصاری کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر مدینہ آئے، ان کے جنازہ کو لے کر تبوک روانہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنازہ کی نماز تبوک میں پڑھی اور جنازہ واپس مدینہ لایا گیا اور تدفین بقیع میں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ اعزاز کیوں ملا؟ فرمایا کہ کثرت سے سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اس لیے یہ اعزاز ملا۔ (تفسیر رازی فی تفسیر قل ھو اللہ احد)

﴿۱۰۸﴾ میت پر رونے والی کو عذاب

نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی، تو اسے قیامت کے دِن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی۔ گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۵)

﴿۱۰۹﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کسی مردے کو زندہ کریں تو دو رکعت نماز پڑھتے، پہلی رکعت میں ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ...... الخ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْلُ﴾ پڑھتے، پھر اللہ کی حمد و ثناء کرتے، پھر یہ سات اسماء باری باری پڑھتے ''يَا قَدِيْمُ، يَا خَفِيُّ، يَا دَائِمُ، يَا فَرْدُ، يَا وِتْرُ، يَا اَحَدُ، يَا صَمَدُ'' اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہوجاتی تو یہ سات نام لے کر دعا کرتے۔ ''يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، يَا اَللّٰهُ، يَا رَحْمٰنُ، يَا ذَا الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ، يَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ يَا رَبِّ''۔

یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۳۶)

﴿۱۱۰﴾ مردوں اور عورتوں کے غصہ اور لڑائی میں فرق

مردوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے اس واسطے ان کی ناراضگی اور غصہ کا اثر مارنے پیٹنے چلانے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے، اور عورتوں کی فطرت میں حیاو برودت رکھی گئی ہے اس واسطے ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ورنہ درحقیقت ناراضگی میں عورتیں مردوں سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ پس ان کو ایسے موقع پر بھی غصہ آجاتا ہے جہاں مردوں کو نہیں آتا کیونکہ ان کی عقل میں نقصان ہے توان کے غصہ کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔

اس کے علاوہ چیخنے چلانے کی نسبت میٹھا غصہ دیرپا ہوتا ہے اور چیخنے چلانے والوں کا غصہ اُبال کی طرح سے اُٹھ کر دب جاتا ہے، اور میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے، اس کو کینہ کہتے ہیں، کینہ کا منشاء غصہ ہے، سوایک عیب تو وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ ہے، تو میٹھے غصے میں دو عیب ہیں اور کینہ میں ایک عیب اور ہے کہ جب غصہ نکلا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات، بہانہ اور رنجید گیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں تو کینہ صرف ایک گناہ نہیں ہے بلکہ بہت سے گناہوں کی جڑ ہے۔ اور کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے تو عورتوں کا غصہ ہزاروں گناہوں کا سبب ہے مردوں کا غصہ ایسا نہیں ہے، مردوں کا غصہ جوشیلا اور عورتوں کا غصہ میٹھا ہے۔

(غوائل الغضب صفحہ۲۲، تحفہ زوجین صفحہ ۱۷)

﴿۱۱۱﴾ عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں:

﴿۱﴾ ایک عورت تو وہ ہے جو پاک دامن، مسلمان، نرم طبیعت، محبت کرنے والی زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو لیکن تمہیں ایسی عورتیں کم ملیں گی۔

﴿۲﴾ دوسری وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت مطالبہ کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں۔

﴿۳﴾ تیسری وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح چمٹی ہوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اُتار لیتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۵۶۲)

﴿۱۱۲﴾ غریب ساتھی کا صدقہ قبول کرنا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک گھوڑی لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا نام ''شبلہ'' تھا اور اُنہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز اس گھوڑی سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور عرض کیا کہ یہ گھوڑی اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اُسامہ بن زید کو سواری کے لیے دے دی۔ (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان کی صدقہ کی ہوئی گھوڑی ان کے ہی بیٹے کو مل گئی، یوں صدقہ کی ہوئی چیز اپنے ہی گھر واپس آ گئی)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناگواری کا اثر ان کے چہرے پر محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس صدقہ کو قبول کر چکے ہیں (لہٰذا اب یہ گھوڑی جسے بھی مل جائے تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۲۱۲)

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے خواب میں (فرشتے کو) اذان دیتے ہوئے دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ انہوں

نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے یہ باغ صدقہ ہے، میں اللہ اور اس کے رسول کو دے رہا ہوں ،وہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔

جب اُن کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا گزر تو اسی باغ پر ہو رہا تھا، ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو پھر وہ باغ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو وراثت میں مل گیا اور وہ وارث بن کر اس باغ کے مالک ہو گئے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

﴿۱۱۳﴾ دنیا کے ہر انار میں جنت کا ایک دانہ ہوتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انار کے ایک دانہ کو اٹھایا اور اس کو کھا لیا۔ ان سے کہا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ زمین کے ہر انار میں جنت کے دانوں میں سے ایک دانہ ڈالا جاتا ہے شاید کہ یہ وہی ہو۔ (طبرانی بہ سند صحیح)

فائدہ: اس ارشاد کو نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے۔ (الطب النبوی، کنز العمال، جنت کے حسین مناظر، مولانا امداد اللہ انور صفحہ ۵۵۸)

﴿۱۱۴﴾ نیند اگر نہ آئے تو یہ دعا پڑھیں

مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہم سوتے وقت پڑھا کریں:

(بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوتے ان کو یہ دعا سکھا دیا کرتے تھے اور جو چھوٹے نا سمجھ ہوتے یا دنہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ ①

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۶۹)

﴿۱۱۵﴾ حضور اکرم ﷺ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو پانچ نصیحتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ فرمایا:

① اے انس! کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی۔
② جو میرا اُمتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔
③ گھر میں اسلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔
④ چاشت کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔
⑤ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر، بڑوں کی عزت و توقیر کر، تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۲۸)

﴿۱۱۶﴾ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خط

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ

---

① عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ (رواہ ابوداؤد والترمذی وَهٰذَا لَفْظُهٗ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۷، باب الاستعاذۃ، سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱، محمد امین پالن پوری)

آپ مجھے کچھ نصیحت اور وصیت فرمائیں لیکن بات مختصر اور جامع ہو، بہت زیادہ نہ ہو۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اُن کو یہ مختصر خط لکھا۔
سلام ہو تم پر۔ امابعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے، لوگوں کو اپنے سے خفا کر کے، تو اللہ مستغنی کر دے گا اس کو لوگوں کی فکر اور بار برداری سے اور خود اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بندوں کو راضی کرنا چاہے گا اللہ کو ناراض کر کے تو اللہ اس کو سپرد کر دے گا لوگوں کے۔ والسلام۔ (جامع ترمذی، معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

﴿۱۱۷﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تین نصیحتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ابو بکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں۔
﴿۱﴾ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔
﴿۲﴾ جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا وہ صلح رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادہ عطا فرمائے گا۔
﴿۳﴾ اور جو شخص مال بڑھانے کے لیے سوال کا دروازہ کھولے گا اِس سے اُس سے مانگتا پھرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی اسے مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابو داؤد میں بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۳)

﴿۱۱۸﴾ دعا کی قبولیت کے لیے چند کلمات

حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد میں آرام کر رہا تھا اچانک غیب سے آواز آئی اے سعید! مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر تو جو دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔
(اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ، مَاتَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ)
فائدہ: حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان جملوں کے بعد میں نے جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔
(روح المعانی فی تفسیر ملیک مقتدر)
(اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَاتَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لِّیْ وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ وَآتِنِیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ)
مذکور دعا اللہ تعالیٰ میرے لیے میرے بیوی بچوں کے لیے اور پوری امت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین! ”اِنَّہٗ ھُوَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ“

﴿۱۱۹﴾ بدبختی کی چار علامتیں

حدیث شریف میں ہے کہ بدبختی کی چار علامتیں ہیں:
﴿۱﴾ آنکھوں سے آنسو کا جاری نہ ہونا۔
﴿۲﴾ دل کی سختی۔
﴿۳﴾ طول امل یعنی لمبی امیدیں باندھنا۔
﴿۴﴾ دنیا کی حرص۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

﴿۱۲۰﴾ تبلیغ والوں کو شب جمعہ کی پابندی کرنا

تعلیم و تبلیغ کے لیے کسی دن یا رات کو مخصوص کر لینا بدعت نہیں نہ اس کا التزام بدعت ہے، دینی مدارس میں اسباق کے اوقات مقرر

ہیں جن کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے اس پر کسی کو بدعت کا شبہ نہیں ہوا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

﴿۱۲۱﴾ حاصل تصوف

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کر کے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضہ کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے، اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔ (کشکول معرفت صفحہ ۵۲۳)

پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام پر جا کر دین کی تبلیغ واشاعت کرو۔ چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں:

﴿۱﴾ کبھی خدائی کا دعویٰ مت کرنا۔ ﴿۲﴾ نبوت کا دعویٰ نہ کرنا۔

وہ حیران ہوا کہ میں برسہا برس آپ کی صحبت میں رہا، کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کروں گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعویٰ کا مطلب سمجھ لو پھر بات کرو۔

خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہہ دے وہ اٹل ہوتا ہے اس سے اختلاف نہیں ہوسکتا، جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل ہو۔ اس کے خلاف نہ ہو سکے تو اس کو خدائی کا دعویٰ ہوگا۔

اور نبی وہ ہے جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے، کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا، جو شخص اپنے قول کے بارے میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، وہ در پردہ نبوت کا مدعی ہے کہ میری بات غلط ہو ہی نہیں سکتی حالانکہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے۔

(حکایتوں کا گلدستہ مولانا اسلم شیخوپوری صفحہ ۹۲)

﴿۱۲۲﴾ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

(قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ رَجُلٍ اَخَذَ بِیَدِ امْرَاَتِهٖ یُرَاوِدُهَا اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ خَمْسَ حَسَنٰتٍ فَاِنْ عَانَقَهَا فَعَشْرُ حَسَنٰتٍ، فَاِنْ قَبَّلَهَا عِشْرُوْنَ، فَاِنْ اَتَاهَا کَانَ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا، فَاِذَا قَامَ لِیَغْتَسِلَ لَمْ یَمُرَّ الْمَآءُ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ اِلَّا مَحَاعَنْهُ سَیِّئَةً وَّرَفَعَ لَهٗ دَرَجَةً وَّیُعْطٰی بِغُسْلِهٖ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُبَاهِیْ بِهِ الْمَلٰٓئِکَةَ یَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ قَامَ فِیْ لَیْلَةٍ قَرٍّ بَارِدَةٍ یَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ یَتَیَقَّنُ بِاَنِّیْ رَبُّهٗ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ غَفَرْتُ لَهٗ)

(البرکۃ صفحہ ۵۶، لابی عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن ۷۸۲ھ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا محبت کے طور پر، اللہ تعالیٰ اس کے لیے پانچ نیکیاں لکھتے ہیں، اگر اس سے معانقہ کی تو دس نیکیاں، اگر بوسہ لیا تو بیس نیکیاں، پھر اگر قربت کرے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پس جب فارغ ہو کر غسل کرے پس اس وقت بدن کی جس جگہ سے پانی بہے اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کو اس غسل پر دنیا و مافیہا سے زیادہ عطا کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندے کو ٹھنڈی رات میں اٹھا جنابت سے پاک ہونے کے لیے اور یقین کرتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں، اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس کو معاف کر دیا۔''

﴿۱۲۳﴾ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ غالباً سورۂ یوسف میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں میں نے اپنی تمام عمر میں یہ تجربہ کیا ہے کہ انسان اپنے کسی کام میں جب غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اعتماد کرتا ہے تو یہ اس کے لیے محنت و مشقت اور سختی کا سبب بن جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوق کی طرف نگاہ نہیں کرتا تو یہ کام ضرور بالضرور نہایت حسن اور خوبی کے ساتھ پورا ہو جاتا ہے۔

یہ تجربہ ابتدائے عمر سے لے کر آج تک (جب کہ میری عمر ستاون سال کی ہے) برابر کرتا رہا اور اب میرے دل میں یہ بات راسخ ہے کہ انسان کے لیے بجز اس کے چارہ نہیں ہے کہ اپنے ہر کام میں حق تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان پر نگاہ رکھے اور دوسری چیز پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ (حیات فخر صفحہ ۳۸)

﴿۱۲۴﴾ بیعت کا ثبوت

(وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا عَلَامَ نُبَايِعُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوْا وَتُطِيْعُوْا وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً وَقَالَ لَا تَسْئَلُنَّ النَّاسَ شَيْئًا وَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَلَا يَسْئَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ) (اخرجہ مسلم ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: ''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم آٹھ یا نو صحابی نبی ﷺ کی مجلس میں تھے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بیعت نہ کرو گے۔ تو ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ سے کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچوں نمازوں کو ادا کرو اور (اطاعت کے جذبہ سے) سنو اور مانو اور ایک چھوٹی سی بات پست آواز سے فرمائی، فرمایا لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا، میں نے بیعت کرنے والوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی کو اس کے اٹھانے کے لیے نہ کہتے کیونکہ یہ بیعت کر چکے تھے کہ کسی سے کوئی سوال نہ کریں گے۔''

(وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ وَلَا تَسْرِقُوْا) (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارد گرد صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نہ ہی چوری کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام جہاد کے علاوہ ترکِ معاصی التزام طاعت کے لیے بھی بیعت ہوتی تھی اور یہ وہی بیعت طریقت ہے جو صوفیاء کرام میں معروف ہے پس اس کا انکار جہالت اور ناواقفی ہے۔ (حقیقۃ التصوف صفحہ ۹)

﴿۱۲۵﴾ دعا کی وجہ سے بچہ کا زندہ ہو جانا

(قَالَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ كُنَّا فِي الصُّفَّةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ مُّهَاجِرَةٌ وَّمَعَهَا ابْنٌ لَّهَا قَدْ بَلَغَ فَاَضَافَ الْمَرْاَةَ اِلَى

النِّسَاءِ وَاَضَافَ اِبْنَهَا اِلَيْنَا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ اَصَابَ وَبَاءُ الْمَدِيْنَةِ فَمَرِضَ اَيَّامًا ثُمَّ قُبِضَ فَغَمَضَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَاَمَرَهُ بِجَهَازِهٖ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَغْسِلَهٗ قَالَ يَا اَنَسُ ائْتِ اُمَّهٗ فَاَعْلِمْهَا فَاَعْلَمْتُهَا قَالَ فَجَاءَتْ حَتّٰى جَلَسَتْ عِنْدَ قَدَمَيْهِ فَاَخَذَتْ اِبْهَامًا ثُمَّ قَالَتْ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ لَكَ طَوْعًا وَّ خَالَفْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا وَهَاجَرْتُ لَكَ رَغْبَةً فَوَاللّٰهِ مَا انْقَضٰى كَلَامُهَا حَتّٰى حَرَّكَ قَدَمَيْهِ وَاَلْقَى الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَعَاشَ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰى هَلَكَتْ اُمُّهٗ)

(البدایہ والنھایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مہاجرہ عورت اپنے بچہ کو لیے ہوئے آئی جو کہ سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے عورت کو تو (مہمان بنا کر) عورتوں کی طرف بھیج دیا اور اس کے بچے کو ہمارے ساتھ رکھا، کچھ دن ہی گزرے تھے کہ وہ بچہ مدینہ میں وبا کی زد میں آ گیا۔ وہ کچھ دن بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی آنکھیں بند کیں اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے اس کو غسل دینا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انس! اس کی ماں کو جا کر خبر کر دو تو میں نے اس کو خبر کر دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آئی اور اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی، اس کا انگوٹھا پکڑا پھر کہنے لگی: اے اللہ! میں تجھ پر خوشی سے اسلام لائی اور میں نے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے بتوں کی (پوجا کی) مخالفت کی اور شوق سے تیری راہ میں ہجرت کی (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم! اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے قدموں نے حرکت کی اور اس نے اپنے چہرہ سے کفن ہٹایا، اور وہ آپ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے اور اس کی ماں کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔''

﴿۱۲۶﴾ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ (حوروں کی مہریں)

(رَفَعَهُ الثَّعْلَبِيُّ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لِاَنَسٍ اَلْمَسْجِدُ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ اِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ قَبَضَاتُ التَّمْرِ وَفِلَقُ الْخُبْزِ ذَكَرَهُ الثَّعْلَبِيُّ اَيْضًا۔

وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَتَزَوَّجُ اَحَدُكُمْ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ بِالْمَالِ الْكَثِيْرِ وَيَدَعُ الْحُوْرَ الْعِيْنَ بِاللُّقْمَةِ وَالتَّمْرِ وَالْكِسْرَةِ۔

يُرْوٰى عَنْ ثَابِتٍ اَنَّهٗ قَالَ اَبِيْ مِنَ الْقَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ قَالَ رَاَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَنَامِيْ اِمْرَاَةً لَا تُشْبِهُ النِّسَاءَ فَقُلْتُ لَهَا مَنْ اَنْتِ؟ فَقَالَتْ حَوْرَاءُ اَمَةُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَهَا زَوِّجِيْنِيْ نَفْسَكِ فَقَالَتْ اُخْطُبْنِيْ مِنْ عِنْدِ رَبِّيْ وَاَمْهِرْنِيْ فَقُلْتُ وَمَامَهْرُكِ ؟ فَقَالَتْ طُوْلُ التَّهَجُّدِ وَاَنْشَدَتْ ...... وَاحِدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَشْعَارِ۔

وَقُمْ اِذَا اللَّيْلُ بَدَا وَجْهُهٗ وَصُمْ نَهَارًا فَهُوَمِنْ مَهْرِهَا) (التذکرۃ للقرطبی جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)

ترجمہ: ''ثعلبی نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مساجد حورعین کا مہر ہیں۔ مساجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا (صاف کرنا) حورعین کا مہر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حورعین کا مہر مٹھی بھر کھجور اور روٹی کا ٹکڑا ہے (یعنی صدقہ و خیرات حورعین کا مہر ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی فلاں کی بیٹی فلاں سے کثیر مال پر شادی کرتا ہے اور لقمہ اور کھجور اور روٹی کے ٹکڑے

کی وجہ سے حورعین کو چھوڑ بیٹھتا ہے (یعنی ان چیزوں کا صدقہ کرنا حورعین کا مہر ہے)۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد رات کی تاریکی میں اللہ (کی رضا) کے لیے عبادت کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو (دوسری) عورتوں سے مختلف تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہنے لگی: حوراء (اللہ کی بندی)۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے شادی کرلو تو وہ کہنے لگی کہ میرے پروردگار کے پاس میرے لیے پیغام بھیجو اور میرا مہرادا کردو۔ میں نے پوچھا تمہارا مہر کیا چیز ہے؟ تو وہ کہنے لگی: طویل تہجد اور اس نے کچھ اشعار پڑھے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے: اور جب رات (کی سیاہی) نمودار ہو تو قیام کر (اُٹھ جا) اور دن کو روزہ رکھ کہ یہ اس کا مہر ہے۔"

﴿۱۲۷﴾ مؤمن کے جوٹھے میں شفاء ہے، یہ حدیث نہیں

(سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ، قَالَ النَّجْمُ لَيْسَ بِحَدِيْثٍ، نَعَمْ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْاِفْرَادِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظِ مِنَ التَّوَاضُعِ اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ اَخِيْهِ " اَنَّهُ حَدِيْثٌ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهٰكَذَا رِيْقُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ) (کشف الخفاء جلد ۱ صفحہ ۴۵۸)

ترجمہ: "مؤمن آدمی کے جوٹھے میں شفاء ہے، نجم نے کہا کہ یہ حدیث نہیں، البتہ اس کو دارقطنی نے "افراد" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "یہ بات تواضع میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جوٹھا پی لے"۔ اس کو حدیث کہنا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے اور اسی طرح مؤمن آدمی کا تھوک شفاء ہے (حدیث نہیں)۔"

(رِيْقُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ لَيْسَ بِحَدِيْثٍ وَلٰكِنْ مَعْنَاهُ صَحِيْحٌ فَفِي الصَّحِيْحَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ اِلَيْهِ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ بِاِصْبَعِهٖ يَعْنِيْ سَبَّابَةً بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا لَهُمْ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا) (کشف الخفاء جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

ترجمہ: "مؤمن آدمی کے تھوک میں شفاء ہے یہ حدیث نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے یہ صحیح ہے، کیونکہ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی شخص کسی (مرض) کی شکایت کرتا یا اُسے پھوڑا یا زخم ہوتا تو آپ ﷺ اپنی انگلی یعنی انگشت شہادت کو زمین سے لگاتے پھر اس کو ان پر لگاتے اور فرماتے: میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے۔ تا کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفاء ہو جائے۔"

﴿۱۲۸﴾ ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ منقول نہیں

ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ یا کوئی خاص دن نبی کریم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ صاحب درمختار جمعہ کے دن خاص طریقہ پر ناخن کاٹنے کی دو روایتیں نقل کر کے لکھتے ہیں:

(قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اَنَّهُ يُسْتَحَبُّ كَيْفَمَا احْتَاجَ اِلَيْهِ، وَلَمْ يَثْبُتْ فِيْ كَيْفِيَّتِهٖ شَيْءٌ وَلَا فِيْ تَعْيِيْنِ يَوْمٍ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۶۰)

اور بذل المجهود میں ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن دقیق العید نے فرمایا کہ ناخن تراشنے میں کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص دن بالیقین حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا طریقہ کے مستحب ہونے کا اعتقاد جائز نہیں ہے۔ (بذل المجهود جلد ۱ صفحہ ۳۳)

﴿۱۲۹﴾ بعض جانور جنت میں جائیں گے

علامہ سید احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الاشباہ والنظائر صفحہ ۳۹۵ میں بحوالہ شرح شرعۃ الاسلام حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ دس جانور جنت میں جائیں گے:

﴿۱﴾ ناقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	﴿۲﴾ ناقہ صالح علیہ السلام	﴿۳﴾ عجل ابراہیم علیہ السلام
﴿۴﴾ کبش اسماعیل علیہ السلام	﴿۵﴾ بقرہ موسیٰ علیہ السلام	﴿۶﴾ حوت یونس علیہ السلام
﴿۷﴾ حمار عزیر علیہ السلام	﴿۸﴾ نملہ سلیمان علیہ السلام	﴿۹﴾ ہدہد سلیمان علیہ السلام
﴿۱۰﴾ کلب اصحاب کہف		

مشکوٰۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ان کا بھی حشر ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۵ صفحہ ۳۷۲)

﴿۱۳۰﴾ منت ماننے کی شرائط

قرآن مجید ختم کروانے کی منت لازم نہیں ہوتی، شرعاً منت جائز ہے مگر منت ماننے کی چند شرطیں ہیں:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کے نام کی منت مانی جائے، غیر اللہ کے نام کی منت جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

﴿۲﴾ منت صرف عبادت کے کام کی صحیح ہے، جو کام عبادت نہیں ہے اس کی منت بھی صحیح نہیں۔

﴿۳﴾ عبادت بھی ایسی ہو کہ اس طرح کی عبادت کبھی فرض یا واجب ہوئی ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ، ایسی عبادت کہ اس کی جنس کبھی فرض واجب نہیں اس کی منت بھی صحیح نہیں، چنانچہ قرآن خوانی کی منت مانی ہو تو لازم نہیں ہوتی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

﴿۱۳۱﴾ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

(قَرَأْتُ فِي التَّوْرٰىةِ اِنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ) (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۶۶)

ترجمہ: ”میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے کی برکت، کھانے کے بعد ہاتھ دھونا، پس یہ بات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔“

﴿۱۳۲﴾ احادیث صحیحہ کی تعداد

امام جعفر محمد بن الحسین البغدادی نے کتاب التمییز میں امام سفیان الثوری، امام شعبہ امام یحییٰ، امام عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ فیصلہ نقل کیا ہے:

(اِنَّ جُمْلَةَ الْاَحَادِيْثِ الْمُسْنَدَةِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْنِى الصَّحِيْحَةَ بِلَا تَكْرَارٍ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَاَرْبَعُ مِائَةٍ)

(توضیح الافکار جلد ۱ صفحہ ۶۲)

ترجمہ: ”مسند احادیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ بلاتکرار مروی ہیں وہ کل چار ہزار چار سو ہیں۔

چنانچہ ارباب صحاح نے بھی مذکورہ تعداد کے قریب قریب اپنی کتابوں میں احادیث کی تخریج کی ہے۔ (رسالہ دارالعلوم صفحہ ۱۰، ماہ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

﴿۱۳۳﴾ جمعہ کے دن ظہر با جماعت پڑھنا

مسئلہ: اگر چند آدمی سفر میں ہوں تو نمازِ ظہر جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔اور ان کو (اگر نماز جمعہ نہ پڑھیں تو) ظہر با جماعت ہی ادا کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند صفحہ ۵۸، قدیم جلد اوّل، مسائلہ سفر صفحہ ۲۹)

﴿۱۳۴﴾ اسٹیل یا لوہے کی چین استعمال کرنا

گھڑی کی گرفت کے لیے چمڑا موجود ہے اور وہ دوسری اشیاءِ کے مقابلہ میں زیادہ موزوں بھی ہے لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ چمڑے کا پٹہ استعمال کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۹)

﴿۱۳۵﴾ الکحل کا استعمال

سوال یہاں مغربی ممالک میں اکثر دواؤں میں ایک فیصد سے لے کر پچیس فیصد تک ''الکحل'' شامل ہوتا ہے۔اس قسم کی دوائیاں عموماً نزلہ، کھانسی اور گلے کی خراش جیسی معمولی بیماریوں میں استعمال ہوتی ہیں اور تقریباً نوے فیصد دواؤں میں الکحل ضرور شامل ہوتا ہے۔اب موجود دور میں الکحل سے پاک دواؤں کو تلاش کرنا مشکل، بلکہ ناممکن ہو چکا ہے، ان حالات میں ایسی دواؤں کے استعمال کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب الکحل ملی ہوئی دواؤں کا مسئلہ اب صرف مغربی ممالک تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلامی ممالک سمیت دنیا کے تمام ممالک میں آج یہ مسئلہ پیش آ رہا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس مسئلہ کا حل آسان ہے، اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنائی ہوئی شراب کو بطورِ دوا کے حصول طاقت کے لیے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس مقدار سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہے۔ (فتح القدیر جلد ۸ صفحہ ۱۶)

دوسری طرف دواؤں میں جو الکحل ملایا جاتا ہے اس کی بڑی مقدار انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً چیڑ، گندھک، شہد، شیرۂ دانہ جو وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے۔

لہٰذا دواؤں میں استعمال ہونے والی الکحل اگر انگور کے علاوہ دوسری اشیاء سے حاصل کی گئی ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دوا کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ حد سکر تک نہ پہنچے، اور علاج کی ضرورت کے لیے ان دونوں اماموں کے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور اگر الکحل انگور اور کھجور ہی سے حاصل کی گئی ہے تو پھر اس دوا کا استعمال ناجائز ہے البتہ اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس مرض کی اس کے علاوہ کوئی دوا نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے استعمال کی گنجائش ہے اس لیے کہ اس حالت میں حنفیہ کے نزدیک تداوی بالمحرم جائز ہے۔ (سلسلہ فقہی مقالات مولانا تقی عثمانی)

﴿۱۳۶﴾ مسواک کے بارے میں عبرت ناک واقعہ

علامہ ابن کثیر نے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی شہرۂ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ (جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۷) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص ابوسلامہ نامی جو بصریٰ مقام کا باشندہ اور نہایت بے باک اور بے غیرت تھا اس کے سامنے مسواک کے فضائل ومناقب اور

محاسن کا ذکر آیا تو اس نے از راہ غیظ وغضب قسم کھا کر کہا کہ میں مسواک کو اپنی سرین میں استعمال کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی سرین میں مسواک گھما کر اپنی قسم کو پورا کر کے دکھایا۔ اور اس طرح مسواک کے ساتھ سخت بے حرمتی اور بے ادبی کا معاملہ کیا جس کی پاداش میں قدرتی طور پر ٹھیک نو مہینہ بعد اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی۔ اور پھر ایک (بدشکل) جانور جنگلی چوہے جیسا اس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کے ایک بالشت چار انگلی کی دم، چار پیر، مچھلی جیسا سر اور چار دانت باہر کی جانب نکلے ہوئے تھے۔ پیدا ہوتے ہی یہ جانور تین بار چلایا جس پر اس کی بچی آگے بڑھی اور سر کچل کر اس نے جانور کو ہلاک کر دیا اور تیسرے دن یہ شخص بھی مر گیا۔

(فضائل مسواک صفحہ ۵۰ مصنف حضرت مولانا اطہر حسین صاحب)

﴿۱۳۷﴾ کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنے کی دلیل

(قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخ، قَالَ اَبُوْرِفَاعَةَ اِنْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! رَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْئَلُ عَنْ دِيْنِهٖ لَا يَدْرِيْ مَادِيْنُهٗ؟ قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ خُطْبَةً حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَيَّ فَاُوْتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهٗ حَدِيْدًا، قَالَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِيْ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَتٰى خُطْبَتَهٗ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا) (اخرجہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الجمعۃ صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ: ''شیبان بن فروخ روایت کرتے ہیں کہ ابو رفاعہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پردیسی آدمی ہے اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے اسے نہیں معلوم کہ دین کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مجھ تک پہنچ گئے تو ایک کرسی لائی گئی جس کے پائے میرے خیال سے لوہے کے تھے، فرماتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور اس علم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا تھا مجھے سکھانے لگے، تعلیم دینے لگے، پھر اپنا خطبہ پورا کیا۔''

﴿۱۳۸﴾ اُنچاس کروڑ کی روایت

(مَنْ غَزَابِنَفْسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَاهٰذِهِ الْاٰيَةَ: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۶۱) (ابن ماجہ صفحہ ۲۰۳ حیاۃ الصحابہ جلد ا صفحہ ۵۶۱)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ کے راستہ میں اپنی جان کے ذریعے جہاد کرے تو اسے ہر درہم کے بدلہ میں سات لاکھ کے بقدر اجر ملے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی بات کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی اور اللہ جس کے لیے چاہتے ہیں اجر کو بڑھا دیتے ہیں۔''

(وَاَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ يُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ)

ترجمہ: ''ابوداود میں سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ کے راستہ میں نماز، روزہ اور ذکر اللہ، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے مقابلہ میں سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔'' سات لاکھ کو سات سو سے ضرب دینے سے انچاس کروڑ بنتا ہے۔

﴿۱۳۹﴾ باوضو مرنے والا بھی شہید ہے

(مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ مَاتَ شَهِيْدًا)

ترجمہ: ''جو شخص رات کو باوضو سوئے پھر (اس حالت میں) اس کو موت آجائے تو وہ شہید مرا۔''

(مَنْ بَاتَ طَاهِرًا بَاتَ مَعَهٗ فِيْ شِعَارِهٖ مَلَكٌ يَّسْتَغْفِرُلَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ بِعَبْدِكَ فُلَانٍ فَاِنَّهٗ بَاتَ طَاهِرًا) (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''جو شخص رات کو باوضو سوتا ہے تو ایک فرشتہ ساری رات اس سے جڑا رہتا ہے اس کے لیے ان کلمات سے استغفار کرتا ہے کہ اے اللہ! اپنے فلاں بندے کی مغفرت کر دے کہ وہ رات باوضو سویا ہے۔''

﴿۱۴۰﴾ ایک مجرب عمل

یہ عمل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص حضرت مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا بارہا آزمایا ہوا نہایت مجرب عمل ہے۔ اس کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں نیکی کرنا اور گناہ سے بچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی اطاعت، عبادت اور نیکیاں بکثرت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دل میں پیدا ہونا پہلے از حد ضروری ہے۔ اس عظیم مقصد نیز بلاؤں کے دور کرنے اور حاجتوں کو پورا کرنے میں بھی اس عمل کو حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑا مجرب بتلاتے ہیں اور ضرورت مند لوگوں کو پڑھنے کے لیے ہدایت فرماتے ہیں۔

ترکیب عمل:

کسی بھی ماہ کو چاند دیکھنے کے بعد پہلے سے مستقل سات دن تک نیچے لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق روزانہ دن میں یا رات میں ایک وقت اور ایک جگہ متعین کر کے پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان مبارک ناموں کا وظیفہ پڑھے اگر کسی مجبوری سے جگہ اور وقت کی تبدیلی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

نوٹ: اگر کسی کو بدرجہ مجبوری یہ عربی یاد نہ ہو سکے تو اس کا اردو ترجمہ ہی پڑھ لے انشاء اللہ محروم نہ رہے گا۔

جمعہ کے دن	يَا اَللّٰهُ يَا هُوَ	ایک ہزار مرتبہ
ہفتہ کے دن	يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ	ایک ہزار مرتبہ
اتوار کے دن	يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ	ایک ہزار مرتبہ
پیر کے دن	يَا صَمَدُ يَا وِتْرُ	ایک ہزار مرتبہ
منگل کے دن	يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ	ایک ہزار مرتبہ
بدھ کے دن	يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ	ایک ہزار مرتبہ
جمعرات کے دن	يَا ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ	ایک ہزار مرتبہ

﴿۱۴۱﴾ جمعہ کے دن بعد از نماز جمعہ کم از کم تین مرتبہ یہ دعا پڑھے

اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں ان عظیم اور مبارک ناموں کے واسطے سے کہ آپ رحمت بھیجئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل پر اور سوال کرتا ہوں یہ کہ مجھے شامل فرما لے اپنے مقرب اور نیک بندوں میں۔ مجھے یقین کی دولت عطا فرما، دنیاوی امراض، مصیبتوں اور آخرت کے عذاب سے اپنی امان میں رکھ، ظالموں اور دشمنوں سے میری حفاظت فرما، ان کے دلوں کو پھیر

دے، ان کی شر سے ہٹا کر خیر کی توفیق عنایت کرنا، آپ ہی کے اختیار میں ہے، یا اللہ! میری اس درخواست کو قبول فرما، یہ میری صرف ایک کوشش ہے، بھروسہ اور توکل آپ ہی پر ہے۔ (بیان کردہ: حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی)

﴿۱۴۲﴾ ایک دعا جو سات ہزار مرتبہ تسبیح پڑھنے سے بہتر ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ فجر کی نماز کے بعد رسول پاک ﷺ کی مجلس شریف میں علمی مذاکرہ ہوتا تھا، آپ ﷺ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابتداء میں جماعت کا سلام پھیر کر گھر تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا: اے معاذ! صبح کو ہماری مجلس میں نہیں آتے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہہ کہ معذرت فرمادی کہ صبح میرا سات ہزار تسبیح پڑھنے کا معمول ہے اگر کہیں بیٹھ جاتا ہوں تو پھر میرا وہ عمل پورا نہیں ہو پاتا۔

فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلا دوں جس کا ایک مرتبہ پڑھ لینا سات ہزار مرتبہ سے بہتر ہے۔ عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ ارشاد فرمایا:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ عَدَدَ رِضَاهُ   لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ زِنَةَ عَرْشِهٖ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ عَدَدَ خَلْقِهٖ   لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مِلْاَ سَمٰوٰتِهٖ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مِلْاَ اَرْضِهٖ   لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مِلْاَ مَابَيْنَهُمَا

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ   وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ

وَالْحَمْدُ لِلّٰـهِ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ

اس دعاء کا ایک دفعہ پڑھ لینا ایسا ہے جیسے سات ہزار تسبیح پڑھ لی ہو۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی صاحبزادیوں کو یہ دعا یاد کرادی تھی کہ یہ دعا پڑھا کرو، میں نے شیخ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: ٹھہر جاؤ جب میں اوپر (اپنے کتب خانہ میں) جاؤں تو میرے ساتھ چلنا، گئے تو کنز العمال اٹھائی اور فرمایا فلاں صفحہ کھولو۔ (کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۴۲)

﴿۱۴۳﴾ تکبر کے ایک جملہ نے خوبصورت کو بدصورت اور پست قد کر دیا

نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور، گٹھے ہوئے بدن والا، بانکا ترچھا، اچھے رنگ وروغن والا خوبصورت شکل ...... میں نگاہیں جما کر اس کے جمال وکمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب ہو رہا ہے، اس نے جواب دیا، تو ہی کیا! خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہو رہا ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ وروپ اُڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا جسے اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آستین میں ڈال کر لے گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۲۳)

﴿۱۴۴﴾ کسی زمانہ میں کھجور کے گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے ہوتے تھے

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانہ میں ایک تھیلی پائی گئی تھی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانہ میں اُگتے تھے جس میں عدل وانصاف کو کام میں لایا جاتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۷۶)

﴿۱۴۵﴾ گناہ گاروں کو تین چیزوں کی ضرورت ہے

﴿۱﴾ ایک تو اللہ تعالیٰ کی معافی کی تا کہ عذاب سے نجات پائیں۔ ﴿۲﴾ دوسرے پردہ پوشی کی تا کہ رسوائی سے بچیں۔
﴿۳﴾ تیسرے عصمت کی تا کہ وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۸۵)

﴿۱۴۶﴾ سونے کے دانتوں کا شرعی حکم

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بمبئی کے ایک دندان ساز ڈاکٹر جو اپنے فن میں بڑے ماہر اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں اس عاجز کے خاص عنایت فرما دوستوں میں سے ہیں، جہاں تک علم و اندازہ ہے اللہ تعالیٰ نے دینداری اور تقوے کی دولت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ ایک دفعہ جب کہ میں بمبئی گیا ہوا تھا، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ دانتوں کے بعض مریض ایسے آتے ہیں کہ ان کے لیے سونے کے دانت ہی مناسب ہوتے ہیں دوسرے دانت کام نہیں دے سکتے، اس میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

میں نے اُن کو بتلایا تھا کہ ایسی صورت میں سونے کے دانت لگوانے کی اجازت ہے۔ کچھ دن ہوئے ان کا خط آیا کہ ایک صاحب جو اچھے دینداروں میں ہیں، میرے پاس آئے، میں نے ان کا حال دیکھ کر سونے کے دانت لگوانے کا مشورہ دیا، وہ دوسرے دن میرے پاس آئے اور بتلایا کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا انہوں نے بتلایا کہ مردوں کو سونے کے دانت لگوانا جائز نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے لکھا کہ آپ اس مسئلے کی پوری تحقیق کر کے مجھے بتلائیں، اگر سونے کے دانت لگوانا مردوں کے لیے جائز نہیں ہے تو آئندہ میں خود بھی احتیاط کروں گا اور اگر جائز ہے تو اس مسئلہ پر تفصیل سے اس طرح روشنی ڈالیں کہ مجھے خود اطمینان ہو جائے اور جن مولوی صاحب نے ناجائز بتلایا ہے وہ بھی آپ کے جواب کی روشنی میں دوبارہ غور کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جو جواب دیا گیا تھا مناسب معلوم ہوا کہ اس کو الفرقان میں شائع کر دیا جائے۔

بِاسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

مخلص مکرم زِیْدَتْ اَلْطَافُکُمْ سلام مسنون!

اخلاص نامہ مؤرخہ ۱۴/ اپریل کو موصول ہوا، آپ کی فرمائش کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتابوں سے بھی مراجعت کی، یہی معلوم ہوا کہ طبی نقطہ نظر سے اگر ماہر ڈاکٹر کا مشورہ سونے کے بنے ہوئے دانت لگوانے یا سوانے کے تاروں سے دانت بنوانے کا ہو تو شرعاً جائز ہے۔ اس کی واضح دلیل عرفجہ ابن اسعد رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور انہی کے حوالے سے صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ایک جنگ میں عرفجہ ابن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی تھی، انہوں نے چاندی کی مصنوعی ناک لگوالی۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں بدبو پیدا ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سونے کی مصنوعی ناک لگوالیں۔

ترمذی کی روایت میں حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:

(فَاَمَرَنِیْ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم اَنِ اتَّخِذْ اَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سونے کی ناک بنوا کر لگوالو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب چاندی کی ناک نے کام نہیں دیا اور اس سے بدبو پیدا ہونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی

ناک لگوانے کی ہدایت فرمائی۔ اس سے دانت کا مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس حدیث سے دانتوں میں سونے کے استعمال کا جواز سمجھا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے:

''بَابُ مَاجَآءَ فِی شَدِّ الْاَسْنَانِ بِالذَّهَبِ''۔ (جامع ترمذی ابواب اللباس)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے:

''بَابُ مَاجَاءَ فِی رَبْطِ الْاَسْنَانِ بِالذَّهَبِ'' (سنن ابی داؤد کتاب الخاتم)

اور بذل المجهود شرح سنن ابی داؤد میں اسی حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

(وَكَذَاحُكْمُ الْاَسْنَانِ فَاِنَّهُ يَثْبُتُ هٰذَا الْحُكْمُ فِيهَا بِالْمُقَايَسَةِ سَوَآءٌ رَبْطُهَا بِخَيْطِ الذَّهَبِ اَوْ صَنْعُهَا بِالذَّهَبِ)

(بذل المجهود جلد۵ صفحہ ۷۸)

''اور دانتوں کا حکم بھی یہی ہے کہ ناک کی طرح ان میں بھی سونے کا استعمال جائز ہے۔ یہ حکم دانتوں کے لیے اس حدیث سے بطور قیاس ثابت ہوتا ہے پھر اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ دانتوں کو سونے کے تاروں سے باندھا جائے یا دانت ہی سونے کے بنائے جائیں یعنی دونوں صورتیں جائز ہیں۔''

اور نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ میں اس مسئلہ سے متعلق چند حدیثیں نقل کی گئیں ہیں۔ ان میں ایک معجم اوسط طبرانی کی یہ روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آگے کے دانت گر گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ وہ ان کو سونے سے بندھوالیں، ''فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَّشُدَّهَا بِذَهَبٍ''۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح وہ حدیث ہے، جس کو امام زیلعی نے ابن قانع کی معجم الصحابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ اُحد میں میرے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں وہ دانت سونے کے لگوالوں، ''فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنِ اتَّخِذْ ثَنِيَّةً بِذَهَبٍ''۔ اور مسند احمد کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں پر سونے کے خول چڑھوائے تھے، ''اَنَّهُ ضَبَّبَ اَسْنَانَهُ بِذَهَبٍ''۔ اور طبرانی کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ ان کے دانت سونے کے تاروں سے بندھے ہوئے تھے۔ (نصب الرایہ لامام زیلعی جلد۴ صفحہ ۲۳۷)

ان روایات کے بعد اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ بضرورت سونے کے دانت لگوانا جائز ہے، ہاں اگر طبی ضرورت نہ ہو اور کوئی شخص صرف اپنی دولت مندی کی خاطر اور تفاخر کے لئے لگوائے تو جائز نہ ہوگا۔

جن صاحب نے ناجائز بتلایا انہوں نے غالباً ہدایہ وغیرہ فقہ حنفی کی کتابوں میں دیکھا ہوگا کہ اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اجازت دی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اجازت کے حق میں نہیں ہیں، مگر صاحب ہدایہ نے امام صاحب کے قول عدم جواز کی وجہ اور بنیاد یہ بتلائی ہے کہ دانت میں سونے کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں ہوتی چاندی وغیرہ کا استعمال ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ جلد۳ صفحہ ۳۸۸)

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ماہر ڈاکٹر اس پر مطمئن ہو کہ سونے کے دانتوں کی ضرورت ہے اور چاندی وغیرہ سے ضرورت پوری نہ ہوگی تو پھر امام صاحب کے اصول پر بھی اجازت ہوگی۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا احادیث وآثار کا تقاضا اور حق ہے کہ فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے۔ واللہ اعلم۔ (الفرقان ماہ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ)

﴿۱۴۷﴾ مداہنت کرنے والا شہداء میں شامل نہ ہوگا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ کوئی آدمی لوگوں کی عزت وآبرو کو مجروح

کرتا ہے اور تم اس کو نہ روکتے ہو، نہ برا مانتے ہو۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ ہم اس کی بدزبانی سے ڈرتے ہیں کہ ہم کچھ بولیں گے تو وہ ہماری عزت وآبرو پر حملہ کرے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو تم شہداء نہیں ہو سکتے۔

ابن اثیر نے یہ روایت نقل کر کے اس کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ ایسی مداہنت کرنے والے ان شہداء میں شامل نہیں ہوں گے جو قیامت کے روز انبیاء سابقین کی امتوں کے مقابلے میں شہادت دیں گے۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۱۲)

﴿۱۴۸﴾ دعوت کے کام کرنے والے ساتھیوں کیلئے چھ ''غ'' کے جملے جن سے بچنا ضروری ہے، بچتے رہیں تو اللہ کی ذات سے ترقی کی امید ہے

غلو سے بچنا:

﴿لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ﴾ (سورۂ مائدہ: ۷۷) ترجمہ: ''تم اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو۔''

غل (کینہ) سے بچنا:

﴿وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (سورۂ حشر: ۱۰)

ترجمہ: ''اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔''

غرور سے بچنا:

﴿لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ﴾ (سورۂ لقمان: ۱۸) ترجمہ: ''لوگوں سے اپنا رخ مت پھیرو۔''

غفلت سے بچنا:

﴿لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ (سورۂ اعراف: ۲۰۵) ترجمہ: ''تو غفلت کرنے والوں میں سے مت ہو۔''

غیبت سے بچنا:

﴿اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾ ترجمہ: ''غیبت (انجام کے اعتبار سے) زنا سے زیادہ سخت ہے۔''

غصہ سے بچنا:

﴿وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ ...... الآیۃ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: ''اور اگر آپ تندخو، سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لیے استغفار کر دیجئے اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو خدا پر اعتماد کیجئے۔''

﴿۱۴۹﴾ چالیس سال کی عمر ہو جانے پر مندرجہ ذیل دعا قرآنی پڑھنے سے اُمید ہے کہ اولاد صالح ہوگی اور نیک کام کی خاص توفیق ہوگی

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورۂ الاحقاف: ۱۵) (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ: ۸۰۶)

﴿۱۵۰﴾ مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارا جائے گا۔

۲ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت ﴿یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ الخ﴾ (سورۂ فجر: ۲۷) کی آیت فرشتے پڑھنے لگے۔ (معارف القرآن: ۸)

۳ اللہ تعالیٰ نے سلام کہلوایا: (حدیث)

۴ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کے ماں باپ و اولاد سب مسلمان ہوئے، روح المعانی میں ہے کہ یہ خصوصیت صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ (معارف القرآن فی تفسیر ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ۔ الخ﴾)

﴿۱۵۱﴾ چار ماہ کے بعد اسقاطِ حمل قتل کے حکم میں ہے

بچوں کو زندہ دفن کر دینا، قتل کر دینا، سخت گناہِ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے، اور چار ماہ کے بعد کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے، کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے، اسی طرح جو شخص کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے اور اس سے بچہ ساقط ہو جائے تو باجماعِ امت مارنے والے پر اس کی دیت میں غرہ یعنی ایک غلام یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

اور بطن سے باہر آنے کے وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو پوری دیت بڑے آدمی کے برابر واجب ہوتی ہے، اور چار ماہ سے پہلے اسقاطِ حمل بھی بدون اضطراری حالت کے حرام ہے مگر پہلی صورت کی نسبت کم ہے کیونکہ اس میں کسی زندہ انسان کا قتل صریح نہیں ہے۔

(مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۶۸۳)

﴿۱۵۲﴾ آج کل ضبطِ تولید کے لیے جو دوائیں یا معالجات کئے جاتے ہیں ان کا شرعی حکم

کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل دنیا میں ضبطِ تولید کے نام سے اس کی سینکڑوں صورتیں رائج ہوگئی ہیں۔ اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وأدِ خفی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کرنا (یعنی قبر میں زندہ دفن کر دینا)۔

(کما رواہ مسلم عن جدامة بنت وہب)

اور بعض دوسری روایتوں میں جو عزل یعنی ایسی تدبیر کرنا کہ نطفہ رحم میں نہ جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکوت یا عدم ممانعت منقول ہے۔ وہ ضرورت کے مواقع کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ ہمیشہ کے لیے قطع نسل کی صورت نہ بنے۔ (مظہری)

آج کل ضبطِ تولید کے نام سے جو دوائیں یا معالجات کئے جاتے ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ہمیشہ کے لیے سلسلہ نسب و اولاد منقطع ہو جائے۔ اس کی کسی حال میں بھی اجازت شرعاً نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۶۸۳)

﴿۱۵۳﴾ دل کی بیماری کو دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میری عیادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میری ساری چھاتی میں پھیل گئی۔ پھر فرمایا کہ اسے دل کا دورہ پڑا ہے اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ جو ثقیف میں مطب کرتا ہے، حکیم کو چاہیے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر اسے کھلا دے۔

فائدہ: کھجور کے فوائد کے بارے میں یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ طب کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مریض

کے دل کے دورہ کی تشخیص کی گئی ہے۔ (مسند احمد، ابونعیم، ابوداؤد)

﴿۱۵۴﴾ دل کی بیماری کے لیے مجرب نسخہ

دل پر ہاتھ رکھ کر ایک سو گیارہ (۱۱۱) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھ کر دم کرے انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ بہت مرتبہ آزمایا گیا ہے۔

﴿۱۵۵﴾ حضور ﷺ پر دعوت کے میدان میں حالت کا اتار چڑھاؤ

﴿۱﴾ کبھی آپ ﷺ کو قاب قوسین کی وسعتوں میں پہنچایا گیا۔
﴿۲﴾ اور کبھی ابوجہل کی جفاؤں کا نشانہ بننے کے لیے بھیجا گیا۔
﴿۳﴾ کبھی شاہد اور بشیر کا لقب دیا گیا۔
﴿۴﴾ اور کبھی شاعر، مجنوں اور ساحر کے آوازے سنوائے گئے۔
﴿۵﴾ کبھی لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر تمہاری قدر و منزلت منظور نہ ہوتی تو ہم عالم کو پیدا نہ کرتے) کے خطاب سے نوازا گیا۔
﴿۶﴾ اور کبھی ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ (سورۂ فرقان:۵۱)
(اگر ہم چاہیں تو تمہاری طرح ہر ہر گاؤں میں ایک پیغمبر بھیج دیں) فرمادیا گیا۔
﴿۷﴾ کبھی تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حجرے کے دروازے پر ڈال دی گئیں۔
﴿۸﴾ اور کبھی ایک مٹھی جو کے لیے ابوشحمہ یہودی کے دروازے پر لے جایا گیا۔ (مکتوبات صدی صفحہ ۵۳۴)

﴿۱۵۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چھ نصیحتیں

﴿۱﴾ جو آدمی زیادہ ہنستا ہے، اس کا رُعب کم ہو جاتا ہے۔
﴿۲﴾ جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اس کو ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔
﴿۳﴾ جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔
﴿۴﴾ جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں، اس کی حیا کم ہو جاتی ہے۔
﴿۵﴾ جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے۔
﴿۶﴾ جس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۲)

﴿۱۵۷﴾ چوری اور شیطانی اثرات سے حفاظت

کسی ظالم کے سامنے پچاس مرتبہ بسم اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو مغلوب کر کے پڑھنے والے کو غالب کر دیں گے۔ (خزانہ اعمال صفحہ ۸)

﴿۱۵۸﴾ غریبی اور خوشحالی

غریبی آتی ہے سات چیزوں کے کرنے سے:

﴿۱﴾ جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔
﴿۲﴾ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے۔
﴿۳﴾ پیشاب کرنے کی جگہ وضو کرنے سے۔
﴿۴﴾ کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔
﴿۵﴾ منہ سے چراغ بجھانے سے۔
﴿۶﴾ دانت سے ناخن کاٹنے سے۔

﴿۷﴾ دامن یا آستین سے منہ صاف کرنے سے۔

خوشحالی آتی ہے سات چیزوں کے کرنے سے:

﴿۱﴾ قرآن کی تلاوت کرنے سے۔ ﴿۲﴾ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے سے۔

﴿۳﴾ خدا کا شکر ادا کرنے سے۔ ﴿۴﴾ غریبوں اور مجبوروں کی مدد کرنے سے۔

﴿۵﴾ گناہوں سے معافی مانگنے سے۔ ﴿۶﴾ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے۔

﴿۷﴾ صبح کے وقت سورۂ یٰسین اور شام کے وقت سورۂ واقعہ پڑھنے سے۔ (تعمیر حیات صفحہ ۲۳، ۲۵/ستمبر ۲۰۰۰ء)

﴿۱۵۹﴾ ذہن اور حافظہ کیلئے

سات سو چھیاسی (۷۸۶) مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پانی پر دم کر کے طلوع آفتاب کے وقت پیئے تو ذہن کھل جائے گا اور حافظہ قوی ہو جائے گا۔ انشاء اللہ!

﴿۱۶۰﴾ برائے حفظ و حافظہ

﴿۱﴾ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ لکھ کر پانی میں گھول کر پلانا حفظِ قرآن کے لیے اور تحصیل علم کے لیے خاص ہے۔

﴿۲﴾ جن کا حافظہ کمزور ہو وہ سات دن تک ان آیات کریمہ کو روٹی کے ٹکڑوں پر لکھ کر کھالیا کریں اس طرح کہ ہفتہ کو یہ آیت لکھ کر کھائے:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ﴾ (سورۂ نور:۱۱۶)

پیر کے روز یہ لکھے: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى﴾ (سورۃ الاعلیٰ:۶)

منگل کے روز یہ لکھے: ﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾ (سورۃ الاعلیٰ:۷)

بدھ کے روز یہ لکھے: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ (سورۃ القیمۃ: ۱۶)

جمعرات کے روز یہ لکھے: ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ (سورۃ القیمۃ: ۱۷)

جمعہ کو یہ لکھے: ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ (سورۃ القیمۃ: ۱۸)

صبح کے وقت باوضو لکھ کر کھلائیں انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا۔ (فلاح دارین، حوالہ خزانہ، اعمال صفحہ ۷۱)

﴿۱۶۱﴾ خواص سورۂ ضحیٰ (حصول ملازمت کیلئے)

سورۂ ضحیٰ کو عاملین نے پر تاثیر مانا ہے اس میں نو مقام پر کاف آیا ہے آپ نماز فجر کے بعد وہیں بیٹھیں، یہ سورۂ پاک اس طرح پڑھیں کہ جب کاف آئے تو ''یا کریمُ'' نو مرتبہ پڑھیں، یہ عمل صرف نو ایام کریں ملازمت ملے گی۔ اگر خدانخواستہ ملازمت نہ ملی تو یہ عمل اٹھارہ مرتبہ پڑھیں۔ اگر پھر بھی حاجت پوری نہ ہو تو ستائیس مرتبہ پڑھیں اور ہر کاف پر ستائیس مرتبہ ''یَا کَرِیْمُ'' پڑھیں۔ بفضل خدا شرطیہ ملازمت مل جائے گی۔ (شرعی علاج، بحوالہ اعمال صفحہ ۱۱)

﴿۱۶۲﴾ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

بعض حاسدوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سخت مار پیٹ کی، خلیفہ وقت سزا دینا چاہتا تھا، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا، میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

﴿۱۶۳﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کوڑے لگواتا۔ امام صاحب ہر روز معاف کر دیتے پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہیں؟ فرمایا میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کو قیامت میں عذاب ہو اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

﴿۱۶۴﴾ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو سپاہی نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے معافی چاہی، فرمایا دوسرا جوتا مارنے سے پہلے پہلے معاف کر دیتا تھا۔ اکابر کے حالات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔

﴿۱۶۵﴾ حالت مرض کی دعا

جو شخص حالت مرض میں یہ دعا چالیس مرتبہ پڑھے، اگر مرا تو شہید کے برابر ثواب ملے گا، اور اگر اچھا ہو گیا تو تمام گناہ بخشے جائیں گے:

(لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۷۸)

﴿۱۶۶﴾ ننگے سر کی شہادت قبول نہیں

اسلام بلند اخلاق و کردار کی تعلیم دیتا ہے اور گھٹیا اخلاق و معاشرت سے منع کرتا ہے، ننگے سر بازاروں اور گلیوں میں نکلنا اسلام کی نظر میں ایک ایسا عیب ہے جو انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے۔ اس لیے حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اسلامی عدالت ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کرے گی۔ مسلمانوں میں ننگے سر پھرنے کا رواج انگریزی تہذیب و معاشرت کی نقالی سے پیدا ہوا ہے ورنہ اسلامی معاشرت میں ننگے سر پھرنے کو عیب تصور کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۴، آپ کے مسائل جلد ۸ صفحہ ۴۷)

﴿۱۶۷﴾ نماز کی برکت

عطاء ارزق کوان کی بیوی نے دو درہم دیئے کہ اس کا آٹا خرید کر لائیں۔ جب آپ بازار کو چلے تو راستہ میں ایک غلام کو دیکھا کہ کھڑا رو رہا ہے۔ جب اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا مجھے مولیٰ نے دو درہم دیئے تھے سودے کے لیے وہ کھو گئے، اب وہ مجھے مارے گا۔ حضرت نے دونوں درہم اُسے دے دیئے اور شام تک نماز میں مشغول رہے اور منتظر تھے کہ کچھ ملے مگر کچھ میسر نہ ہوا۔ جب شام ہوئی تو اپنے ایک دوست بڑھئی کی دُکان پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا: یہ کھورا لے جاؤ تندور (تنور) گرم کرنے کی ضرورت ہو تو کام آئے گا اور کچھ میرے پاس نہیں جو آپ کی خدمت کروں۔ آپ وہ کھورا ایک تھیلے میں ڈال کر گھر تشریف لے گئے اور دروازے ہی سے تھیلا گھر میں پھینک کر مسجد تشریف لے گئے اور نماز پڑھ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے تاکہ گھر والے سو جائیں اور ان سے مخاصمت نہ کریں۔ پھر گھر آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ روٹی پکا رہے تھے۔ فرمایا: تمہیں آٹا کہاں سے ملا؟ کہنے لگے وہ ہے جو آپ تھیلے میں لائے تھے۔ ہمیشہ اسی شخص سے خرید کر لایا کیجئے جس سے آج خریدا ہے۔ فرمایا: انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ (روض الریاحین صفحہ ۲۶۰)

﴿۱۶۸﴾ بچوں کی بدتمیزی کا سبب اور اس کا علاج

بچوں کی بدتمیزی اور نافرمانی کا سبب عموماً والدین کے گناہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کریں اور تین بار سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے بچے کو پلایا کریں۔ (آپ کے مسائل جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

﴿۱۶۹﴾ تہمت کی سزا

زرقانی (شرح مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو عورت آج مر گئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔

غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا، زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے، دیر لگ گئی، میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی! جلدی غسل دو، شام ہونے والی ہے، ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ دن آ گیا پھر ہاتھ چمٹا رہا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا۔ اب کیا کیا جائے؟ وہ فتوی دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے۔

انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے۔ گرمی بھی تھی، دھوپ بھی تھی، بدبو پڑنے لگی، گردونواح کے کئی کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا، چلو مدینہ منورہ میں، وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں، تین دن ہو گئے، کیا فتوی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہاں مجھے لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرارِ جرم کیا تھا؟ کہنے لگی: نہیں۔ فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا: میں نے اس لیے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اُٹھا کر اس کے دروازے سے گزر رہی تھی۔ یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی، پھر فرمانے لگے: قرآن پاک میں آتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً ﴾ (سورۃ النور:۴)

ترجمہ: ''جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسّی کوڑے مارے جائیں۔''

تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلاد و! اسے مارنا شروع کر دو۔ جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارے جا رہے ہیں۔ ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ پچھتّر کوڑے مارے گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا۔ اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا۔ جب اسّی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر

جدا ہو گیا۔ (موت کی تیاری صفحہ ۵۲، بستان المحدثین)

﴿۱۷۰﴾ صلہ رحمی کے فوائد

ہمارے آقا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

﴿۱﴾ صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔
﴿۲﴾ مال بڑھتا ہے۔
﴿۳﴾ عمر بڑھتی ہے۔
﴿۴﴾ رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔
﴿۵﴾ آدمی بری موت نہیں مرتا۔
﴿۶﴾ اس کی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔
﴿۷﴾ ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے۔
﴿۸﴾ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔
﴿۹﴾ نیکیاں معاف کی جاتی ہیں۔
﴿۱۰﴾ جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔
﴿۱۱﴾ صلہ رحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔
﴿۱۲﴾ جس قوم میں صلہ رحمی کرنے والے ہوتے ہیں اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کر سکو، فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے (یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے)۔ (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے سلوک کرتا رہے۔ (الترغیب والترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے۔ اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

رحم، خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے اس سے اللہ نے فرمادیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے ناتوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان، بیہقی)

بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناتوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

ہمارے حضرت اللہ کے رسول ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آ کر آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے اچھا سلوک کرتا رہ۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے

ان کو نہیں دیکھتا۔ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناتے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ (الترغیب، والترہیب)

فرمایا یہ جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت، کی خوبیاں ملتی ہیں اور اپنے رشتے ناتے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا کہ خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (الترغیب والترہیب)

ایک بار سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجمع میں یہ فرمایا کہ جو شخص رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے۔ یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اُس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا۔ پھر آ کر دربارِ نبوت میں شریک ہو گیا۔ جب وہ واپس آ گیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (الترغیب والترہیب)

﴿۱۷۱﴾ صلہ رحمی کا ایک عجیب قصہ

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی کو خیرات کریں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھو، اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمہیں کر دوں، تم بھی تو محتاج ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خود تم جا کر پوچھو۔

یہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا کہ ایک بی بی اور کھڑی تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں۔ ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود نبی کریم ﷺ سے پوچھتیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو، دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں اور یتیم بچوں پر، جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک قبیلہ انصار کی بی بی ہے اور ایک زینب (رضی اللہ عنہا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون زینب؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا، قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ۔ (بخاری و مسلم)

﴿۱۷۲﴾ ذکر و دُعاء کے فوائد

جو شخص ہر چھینک کے وقت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ'' کہے تو ڈاڑھ اور کان کا درد کبھی بھی محسوس نہ کرے گا۔ (حصن حصین، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۵)

حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا جو ابورافع کی اولاد کی والدہ ہیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے چند کلمات بتادیجئے مگر زیادہ نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے لیے ہیں۔ اور دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے لیے ہے۔ اور کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (اے اللہ! مجھے بخش دے)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے بخش دیا۔ پس تم اس کو دس مرتبہ کہو تو اللہ تعالیٰ ہر مرتبہ فرمائے گا: ''میں نے تجھے بخش دیا''۔ (حصن حصین، طبرانی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ صفحہ ۴۰۷)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ان کلمات کو یعنی ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' کے ساتھ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ'' کہے تو یہ کلمات اس طرح جس طرح اس نے کہے، لکھ لئے جاتے ہیں۔ پھر عرش کے ساتھ لٹکا دیئے جاتے ہیں اور کوئی گناہ جو ان سے کیا ہو ان کلمات کو نہیں مٹائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز ملے گا تو وہ کلمے اس طرح سر بمہر ہوں گے جس طرح اس نے کہے تھے۔ (حصن حصین، بزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صفحہ ۴۰۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی مرتبہ سنی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی کئی مرتبہ سنی ہے۔ میں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص صبح اور شام:

۱ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ ''اے اللہ! آپ ہی نے مجھے پیدا کیا۔''
۲ وَاَنْتَ تَهْدِيْنِيْ ''اور آپ ہی مجھے ہدایت دینے والے ہیں۔''
۳ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِيْ ''اور آپ ہی مجھے کھلاتے ہیں۔''
۴ وَاَنْتَ تَسْقِيْنِيْ ''اور آپ ہی مجھے پلاتے ہیں۔''
۵ وَاَنْتَ تُمِيْتُنِيْ ''اور آپ ہی مجھے ماریں گے۔''
۶ وَاَنْتَ تُحْيِيْنِيْ ''اور آپ ہی مجھے زندہ کریں گے۔''

پڑھے تو جو اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عطا فرمائیں گے۔ (۱)

﴿۱۷۳﴾ ابن آدم کی حقیقت...... جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

(وَاَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرٰىةِ اَوْقَالَ فِيْ مُصْحَفِ اِبْرٰهِيْمَ فَوَجَدْتُ فِيْهَا

يَقُوْلُ اللّٰهُ يَاابْنَ اٰدَمَ! مَا اَنْصَفْتَنِيْ خَلَقْتُكَ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا وَّجَعَلْتُكَ بَشَرًا سَوِيًّا وَّخَلَقْتُكَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْتُكَ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْتُ النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْتُ الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْتُ الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْتُ الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَا خَلْقًا اٰخَرَ يَاابْنَ اٰدَمَ! هَلْ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرِيْ؟

ثُمَّ اَوْصَيْتُ اِلَى الْاَمْعَاءِ اَنِ اتَّسِعِيْ وَاِلَى الْجَوَارِحِ اَنْ تَفَرَّقِيْ فَاتَّسَعَتِ الْاَمْعَاءُ مِنْ بَعْدِ ضِيْقِهَا وَتَفَرَّقَتِ الْجَوَارِحُ مِنْ بَعْدِ تَشَبُّكِهَا ثُمَّ اَوْحَيْتُ اِلَى الْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِالْاَرْحَامِ اَنْ يُّخْرِجَكَ مِنْ بَطْنِ اُمِّكَ فَاسْتَخْلَصْتُكَ عَلٰى رِيْشَةٍ مِنْ جَنَاحِهٖ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْكَ فَاِذَا اَنْتَ خَلْقٌ ضَعِيْفٌ لَيْسَ لَكَ سِنٌّ يَقْطَعُ وَلَا ضِرْسٌ يَطْحَنُ فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ فِيْ صَدْرِ اُمِّكَ عِرْقًا يُدِرُّ لَكَ لَبَنًا بَارِدًا فِي الصَّيْفِ، حَارًّا فِي الشِّتَاءِ وَاسْتَخْلَصْتُهٗ لَكَ مِنْ بَيْنِ جِلْدٍ وَلَحْمٍ

(۱) رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن، مجمع الزوائد (منتخب احادیث علم و ذکر، دعا صفحہ ۴۴۲)

وَدَمٍ وَعُرُوْقٍ ثُمَّ قَذَفْتُ لَكَ فِيْ قَلْبِ وَالِدَتِكَ الرَّحْمَةَ وَفِيْ قَلْبِ اَبِيْكَ التَّحَنُّنَ يَكُدَّانِ وَ يَجْهَدَانِ وَيُرَبِّيَانِكَ وَيُغَذِّيَانِكَ وَلَا يَنَامَانِ حَتّٰى يُنَوِّمَاكَ۔

يَاابْنَ آدَمَ اَنَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ بِهٖ لَا بِشَيْءٍ اِسْتَاْهَلْتَهٗ بِهٖ مِنِّيْ اَوْلِحَاجَةٍ اِسْتَعَنْتُ عَلٰى قَضَائِهَا يَاابْنَ آدَمَ! فَلَمَّاقَطَعَ سِنُّكَ وَطَحَنَ ضِرْسُكَ اَطْعَمْتُكَ فَاكِهَةَ الصَّيْفِ فِيْ اَوَانِهَا وَفَاكِهَةَ الشِّتَآءِ فِيْ اَوَانِهَا فَلَمَّا عَرَفْتَ اَنِّيْ رَبُّكَ عَصَيْتَنِيْ فَالْاٰنَ اِذْ عَصَيْتَنِيْ فَادْعُنِيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ وَادْعُنِيْ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)

ترجمہ: ''ابونعیم نے حلیہ میں حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا یا ابراہیم علیہ السلام کے مصحف (صحیفوں) میں پڑھا تو اس میں یہ پایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! (آدم کے بیٹے!) تو نے عدل وانصاف سے کام نہ لیا۔ میں نے تجھے اس وقت پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا اور تجھے ایک معتدل ومناسب انسان بنایا اور تجھ کو مٹی کا خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر میں نے تجھ کو نطفہ بنایا جو کہ ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر میں نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر میں نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنا دیا پھر میں نے اس بوٹی (کے بعض، اجزاء) کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر میں نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر میں نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا۔ اسے ابن آدم! کیا یہ سب میرے علاوہ بھی کوئی کرسکتا ہے؟ پھر میں نے آنتوں کو حکم دیا کہ پھیل جاؤ اور اعضاء کو حکم دیا کہ الگ الگ ہو جاؤ تو آنتیں اپنی تنگ جگہ کے بعد کشادہ ہو گئیں اور اعضاء اپنے آپس میں خلط ملط ہو جانے کے بعد الگ الگ ہو گئے۔ پھر رحم پر مقرر فرشتے کو میں نے حکم دیا کہ تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالے۔ میں نے تجھ کو بازو کے نرم پروں پر نکالا۔ پھر میں تیری طرف متوجہ ہوا تو تو ایک کمزور مخلوق تھا نہ تو تیرے دانت تھے جس سے تو کاٹ سکتا اور نہ داڑھ تھی جس سے تو چبا سکتا، میں نے تیرے لیے تیری ماں کے سینے میں ایک رگ پیدا کی جو تیرے لئے گرمیوں میں ٹھنڈا دودھ نکالتی اور سردیوں میں گرم دودھ اور اسی کو تیری جلد، گوشت، خون اور رگوں (کی افزائش و پیداوار) کا ذریعہ بنایا۔ پھر میں نے تیری ماں کے دل میں تیرے لیے رحمت ڈالی اور والد کے دل میں محبت پیدا کی کہ وہ دونوں محنت ومشقت کرتے ہیں اور تیری پرورش کرتے ہیں اور تجھے غذا فراہم کرتے ہیں اور جب تک تجھے نہ سلا دیں خود نہیں سوتے۔

اے ابن آدم! یہ سب میں نے اس لیے نہیں کیا کہ تو اُن سب چیزوں کا حقدار تھا اور نہ ہی اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا، اے ابن آدم! پھر جب تیرے دانت (چیزوں کو) کاٹنے لگے اور تیری داڑھ (سخت چیز) توڑنے لگی تو میں نے تجھ کو گرمیوں میں اس کے موسمی پھل کھلائے اور سردیوں کے پھل ان کے موسم میں۔ پھر جب تو نے جان لیا کہ میں تیرا پالنہار ہوں تو تو نے میری نافرمانی شروع کردی، اگر اب بھی تو میری نافرمانی کرے پھر مجھے پکارے تو میں قریب ہوں (تیری) دعا کو قبول کرنے والا ہوں۔ تو مجھے پکار کہ میں بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہوں۔''

﴿۱۷۴﴾ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنے میں انسان کی عافیت ہے

(يَاابْنَ آدَمَ خَلَقْتُكَ لِعِبَادَتِيْ فَلَا تَلْعَبْ قَدَّرْتُ لَكَ رِزْقَكَ فَلَا تَتْعَبْ فَاِنْ رَضِيْتَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اَرَحْتُ قَلْبَكَ وَجَسَدَكَ وَكُنْتَ عِنْدِيْ مَحْمُوْدًا وَاِنْ لَّمْ تَرْضَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ سَلَّطْتُ عَلَيْكَ الدُّنْيَا تَرْكُضُ كَمَا تَرْكُضُ الْوُحُوْشُ فَلَا تَزِيْدُ مِمَّا قَسَمْتُ لَكَ وَكُنْتَ عِنْدِيْ مَذْمُوْمًا كَمَا فِي التَّوْرٰتِهِ)

ترجمہ: ''اے ابن آدم! میں نے تجھ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تو تو لہو ولعب میں نہ لگ، اور میں نے تیرے رزق کو مقدر کر دیا ہے تو تو (اس کے حصول میں) مت تھک، اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو گیا تو میری عزت وجلال کی قسم! میں تیرے دل اور جسم کو راحت دوں گا اور تو میرے نزدیک پسندیدہ بن جائے گا، اور اگر تو میرے تقسیم کردہ رزق پر راضی نہ ہوا تو میں تجھ پر دنیا مسلط کر دوں گا، پھر تو ایسا مارا مارا پھرے گا جیسے وحشی جانور پھرتے ہیں اور میری تقسیم سے زیادہ تجھے ملے گا نہیں اور تو میرے نزدیک ناپسندیدہ بن جائے گا۔ تورات میں ایسا ہی ہے۔''

﴿۱۷۵﴾ ذمہ دار کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ دِل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے اس کے خلاف کچھ کہے

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ اُن کے دو بچے تھے بھیڑیا آ کر ایک بچہ کو اٹھا لے گیا۔ اب ہر ایک دوسرے سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا، اور جو ہے، وہ میرا بچہ ہے۔ آخر یہ قصہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دے دی کہ یہ بچہ تیرا ہے۔

یہ یہاں سے نکلیں۔ راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے، آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں۔ اس پر بڑی خاموش ہو گئی، مسکین چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اس بڑی کا ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس معاملہ کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔

(بخاری ومسلم، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

﴿۱۷۶﴾ اہل جنت کو کنگن پہنانے کی حکمت

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (سورۂ حج: ۲۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔''

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کنگن ہاتھوں میں پہننا عورتوں کا کام اور ان کا زیور ہے وہ مردوں کے لیے معیوب سمجھا جاتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں کنگن استعمال کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ مسلمان نہیں تھے اور سفر ہجرت میں آپ کو گرفتار کرنے کے لیے تعاقب میں نکلے تھے۔ جب ان کا گھوڑا باذنِ خداوندی زمین میں دھنس گیا اور اس نے توبہ کی تو آپ ﷺ کی دعا سے گھوڑا زمین سے نکل گیا، اس وقت سراقہ بن مالک سے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے وہ تمہیں دیئے جائیں گے اور جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فارس کا ملک فتح ہوا اور ایران کے یہ کنگن دوسرے اموالِ غنیمت کے ساتھ آئے تو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا اور ان کو دے دیئے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں، بلکہ شاہی اعزاز ہے، اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں اس لیے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے، کنگن کے متعلق اس آیت میں اور سورۂ فاطر میں یہ ہے کہ وہ سونے کے ہوں گے اور سورۃ النساء میں یہ کنگن چاندی کے بتلائے گئے ہیں اس لیے حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ﴿۱﴾ سونے کا ﴿۲﴾ چاندی کا ﴿۳﴾ موتیوں کا۔ جیسا کہ اس آیت میں سونے اور موتیوں کا ذکر موجود ہے۔ (معارف القرآن صفحہ ۲۳۸، پارہ ۱۷)

﴿۱۷۷﴾ جنات کی شرارت سے بچنے کا نبوی نسخہ

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستارہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل آیت پڑھ کر اس کے کان میں دم کیا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾ (سورۂ مومنون: آیت ۱۱۵ تا ۱۱۸)

وہ اچھا ہو گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ! تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ! ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان شخص بالیقین کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۷)

﴿۱۷۸﴾ سفر میں نکل کر صبح وشام مذکورہ دعا پڑھے

ابونعیم نے روایت نقل کی ہے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح وشام مذکورہ آیت تلاوت فرماتے رہیں:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ (سورۂ مومنون: آیت ۱۱۵)

ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی۔ الحمدللہ! ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔

﴿۱۷۹﴾ ڈوبنے سے بچنے کا نبوی نسخہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اُمت کو ڈوبنے سے بچنے کے لیے کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (سورۂ زمر: ۶۷)

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سورۂ ھود: ۴۱) (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۷، پارہ ۱۸ سورۂ مومنون)

﴿۱۸۰﴾ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا درد بھرا خطبہ

بغوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلام کا یہ خطبہ نقل کیا ہے جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ کے وقت دیا تھا۔ خطبہ کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کے فرشتے تمہارے شہر کے گرد احاطہ کیے ہوئے حفاظت میں اس وقت سے مشغول ہیں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف فرما ہوئے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

خدا کی قسم! اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو یہ فرشتے واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی نہ لوٹیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے جو شخص ان کو قتل کردے گا وہ اللہ کے سامنے دست بریدہ حاضر ہوگا، اس کے ہاتھ نہ ہوں گے، اور سمجھ لو کہ اللہ کی تلوار اب بھی میان میں ہے۔

خدا کی قسم! اگر وہ تلوار میان سے نکل آئی تو پھر کبھی میان میں نہ جائے گی کیونکہ جب کوئی نبی قتل کیا جاتا ہے تو اس کے بدلہ میں ستر

ہزار آدمی مارے جاتے ہیں اور جب کسی خلیفہ کو قتل کیا جاتا ہے تو پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) آدمی مارے جاتے ہیں۔ (مظہری)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے جو باہمی خونریزی کا سلسلہ شروع ہوا تھا اُمت میں چلتا ہی رہا اور جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی مخالفت اور استحکام دین کی مخالفت اور ناشکری قاتلانِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی اُن کے بعد روافض اور خوارج کی جماعتوں نے خلفائے راشدین کی مخالفت میں گروہ بنالیے۔ اسی سلسلہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا عظیم حادثہ پیش آیا۔

"نَسْأَلُ اللّٰهَ الْهِدَايَةَ وَشُكْرَ نِعْمَتِهٖ" (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۷، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۱﴾ مسجد کے پندرہ آداب

- اوّل یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے، اور کوئی نہ ہو تو "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ" کہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں۔
- دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے، یہ بھی واجب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو، مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا وقت نہ ہو۔
- تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔
- چوتھے یہ کہ وہاں تیر اور تلوار نہ نکالے۔
- پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔
- چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔
- ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔
- آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔
- نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں پر تنگی پیدا نہ کرے۔
- دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے نہ گزرے۔
- گیارہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔
- بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔
- تیرہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے، ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔
- چودھویں یہ کہ نجاست سے پاک وصاف رہے، اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔
- پندرھویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کیا اور مسجد اس کے لیے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۶، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۲﴾ جو مکانات ذکر اللہ، تعلیم قرآن اور تعلیم دین کیلئے مخصوص ہوں وہ بھی مسجد کے حکم میں ہیں

تفسیر بحر محیط میں ابو حیان نے فرمایا کہ "فِيْ بُيُوْتٍ" کا لفظ قرآن میں عام ہے، جس طرح مساجد اس میں داخل ہیں اسی طرح وہ

مکانات جو خاص تعلیم قرآن، تعلیم دین، یا وعظ ونصیحت یا ذکر وشغل کے لیے بنائے گئے ہوں جیسے مدارس اور خانقاہیں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں، ان کا بھی ادب واحترام لازم ہے۔ (معارف القرآن جلد۶ صفحہ ۴۱۷، پارہ ۱۸، سورنور)

﴿۱۸۳﴾ رفع مساجد کے معنی

(اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے مسجدوں کو بلند کرنے کی۔''

اجازت دینے سے مراد اس کا حکم کرنا ہے اور بلند کرنے سے مراد ان کی تعظیم کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ ومجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ رفع سے مراد مسجد کا بنانا ہے۔ جیسے بناء کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے:

﴿ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ ﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۲۷)

کہ اس میں رفع قواعد سے مراد بناء قواعد ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رفع مساجد سے مراد اُن کی تعظیم واحترام اور ان کو نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں جب کوئی نجاست دلائی جائے تو مسجد اس سے اس طرح سمٹتی ہے جیسے انسان کی کھال آگ سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں سے ناپاکی اور گندگی اور ایذاء کی چیز کو نکال دیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیں گے۔ (ابن ماجہ)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بھی مسجدیں یعنی نمازیں پڑھنے کی مخصوص جگہیں بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں۔ (قرطبی)

اور اصل بات یہ ہے کہ لفظ ﴿ تُرْفَعَ ﴾ میں مسجدوں کا بنانا بھی داخل ہے اور ان کی تعظیم وتکریم اور پاک وصاف رکھنا بھی، پاک وصاف رکھنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر نجاست اور گندگی سے پاک رکھیں، اور یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ہر بدبو کی چیز سے پاک رکھیں۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن یا پیاز کھا کر بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جو عام کتب حدیث میں معروف ہے، سگریٹ، حقہ، تمباکو کا پان کھا کر مسجد میں جانا بھی اس حکم میں ہے، مسجد میں مٹی تیل جلانا، جس میں بدبو ہوتی ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو محسوس فرماتے تھے اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کو لہسن پیاز کھانے ہی ہوں تو ان کو خوب اچھی طرح پکا کر کھائے کہ ان کی بدبو ماری جائے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے استدلال کر کے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ اس کے پاس کھڑے ہوئے والوں کو اس سے تکلیف پہنچے اس کو بھی مسجد سے ہٹایا جا سکتا ہے اس کو خود چاہیے کہ جب ایسی بیماری میں ہے تو نماز گھر میں پڑھے۔

(معارف القرآن جلد۶ صفحہ ۴۱۴، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۴﴾ رفع مساجد کا مفہوم

رفع مساجد کا مفہوم جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک یہی ہے کہ مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے بعض حضرات نے اس میں مسجدوں کی ظاہری شان وشوکت اور تعمیری بلندی کو بھی داخل قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر سال کی لکڑی سے شاندار بنائی تھی۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں نقش ونگار اور تعمیری خوبصورتی کا کافی اہتمام کروایا تھا اور یہ زمانہ اجلہ صحابہ کا تھا کسی نے ان کے فعل پر انکار نہیں کیا۔ اور بعد کے بادشاہوں نے تو مسجدوں کی تعمیرات میں بڑے اموال خرچ کئے ہیں۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر وتزئین پر پورے ملک شام کی سالانہ آمدنی سے تین گنا زیادہ مال خرچ کیا، ان کی بنائی ہوئی مسجد آج تک قائم ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر نام ونمود اور شہرت کے لیے نہ ہو اللہ کے نام اور اللہ کے گھر کی تعظیم کی نیت سے کوئی شخص مسجد کی تعمیر شاندار، بلند ومستحکم اور خوبصورت بنائے تو کوئی ممانعت نہیں، بلکہ امید ثواب کی ہے۔

(معارف القرآن جلد۶ صفحہ ۴۱۵، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بڑھیا کی نصیحت سے رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک بڑھیا ملی جن کی کمر مبارک بھی جھک گئی تھی اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قف یا عمر! عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جارہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہوگئیں، اور فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گذر چکے ہیں۔

ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تھے، صبح سے شام تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ چرا کر آتے تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟ (ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پھلی نہیں پھوٹتی) تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا۔

دوسرا دور وہ آیا کہ لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا، اس لیے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے۔ گھر والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر ہوا اور اس میں ابوجہل مارا گیا اس وقت ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا۔

بڑھیا نے کہا کہ اب تیسرا دور یہ ہے کہ تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر بلکہ امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا: اِتَّقِ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الرَّعِیَّۃِ ''رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' امیر المومنین بننا آسان ہے مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے، کل حقوق کے بارے میں باز پرست ہوگی لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رو رہے ہیں یہاں تک کہ ڈاڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اُٹھ سکی اشارہ سے ہی منع فرمادیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرما رہی ہیں، جب وہ چلی گئی تب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتیں تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں تھا، بجز فجر کی نماز کے۔ یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا وَتَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ...... الآیۃ ﴾ (سورۃ المجادلۃ:۱)

ترجمہ: ''بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے

جھینک رہی تھی۔''

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی۔

(اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام صفحہ ۱۸، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۶﴾ حضرت یحییٰ اُندلسی کی امانت داری

یحییٰ اُندلسی (اُندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا، خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ حمیدی اور شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں) حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک دن حضرت یحییٰ نے پڑھانے کی طویل چھٹی کردی۔ طلباء نے معلوم کیا کہ حضرت! اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں، کس بناء پر کی گئی؟ فرمایا: مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں جانا بڑا ہی مشکل ہے بڑے بڑے بن ہیں اور زہریلے جانور۔ فرمایا کہ ایک بقال یعنی لالہ کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے۔ ان کے ادا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے؟ فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی کہ ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا کہ ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقوق ادا کرنے والے بنائے اور جن لوگوں نے حقوق ادا کئے ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میں ہمیں بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنادے۔ آمین! اَللّٰھُمَّ آمِیْنَ۔

(اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام صفحہ ۳۰، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۷﴾ ایک ہزار جلدوں والی تفسیر

ایک تفسیر ''حَدَائِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ'' ایک ہزار جلدوں میں تھی، اب اس کا وجود باقی نہیں۔ پچیس جلدوں میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر تھی اور پانچ جلدوں میں بسم اللہ کی تفسیر تھی۔ (علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟ صفحہ ۵۲، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۸﴾ اَلتَّحِیَّاتُ سیکھنے کیلئے ایک مہینہ کا سفر

اسی حدائق کے مقدمہ میں ایک واقعہ رُوِی کر کے نقل کیا ہے، کوئی حوالہ یا کوئی تخریج اس کی نہیں فرمائی۔ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، ستر یا اسّی سال ان کی عمر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا دھوپ میں سفر کرنے کی وجہ سے بالکل سیاہ فام ہوگئے ہیں، زمین کا رنگ ان کی رنگت سے زیادہ صاف ہے، بال بڑھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیسے تشریف لائے؟ اس ضعف اور بڑھاپے میں آپ نے اتنا طویل سفر کیوں کیا؟ بڑے میاں نے کہا: اَلتَّحِیَّات سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ اتنی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے روئے کہ صاحب حدائق کے الفاظ ہیں: ''حَتّٰی ابْتَلَّتْ لِحْیَتُہٗ'' اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دیر تک روتے رہے اور پھر قسم کھا کر فرمایا: قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ کیوں؟ دین کی ایک بات سننے اور سیکھنے کے لیے انہوں نے اپنے گھر کو چھوڑا اور اونٹ کی پیٹھ کے اوپر انہوں نے وقت گزارا۔

تشہد سیکھنے کیلئے سفر کی وجہ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ انتظام نہیں تھا کہ کوئی کسی کو نماز سکھا سکے؟ جواب یہ ہے کہ انتظام تھا بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ملک شام سے مدینہ طیبہ کا سفر کیا؟

تشہد نقل کرنے والے صحابہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلتَّحِیَّات کے نقل کرنے والے چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہما ہیں۔ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صیغوں میں اور الفاظ میں جزوی اختلاف ہے کہیں تو ہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ کہیں ہے: شَھِدْتُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَشَھِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ غرض کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اَلتَّحِیَّات اور ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اَلتَّحِیَّات اور ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اَلتَّحِیَّات اور ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اَلتَّحِیَّات اور ہے۔ اسی طرح چوبیس صحابہ اَلتَّحِیَّات نقل کرنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی اَلتَّحِیَّات اختیار فرمائی ہے۔ اور ترجیح کی بائیس وجوہات شراح حدیث نے بیان فرمائی ہے۔ عنایہ، فتح القدیر ارفقہ کی مختلف کتابوں میں ان وجوہات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے میاں اس لیے سفر کر کے آئے تھے تا کہ یہ معلوم کریں کہ اہل مدینہ کا عمل کون سی اَلتَّحِیَّات کا ہے؟ کیونکہ مدینہ پاک میں ابھی وہ صحابہ بھی موجود تھے جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی ہے تو معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کون سی اَلتَّحِیَّات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، یہ سفر اس لیے کیا۔

﴿۱۸۹﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

قبا تشریف لے جانے کے لیے حمار (گدھے) کی ننگی کمر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ارشاد فرمایا کہ اچھا آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں کافی وزن تھا۔ چڑھنے کے لیے اُچھلے مگر نہیں چڑھ سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے جس سے دونوں گرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں بھی سوار کرلوں؟ عرض کیا جیسے رائے عالی ہو۔ فرمایا کہ اچھا چڑھو۔ وہ نہیں چڑھ سکے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار کرنے کے لیے پوچھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ تیسری دفعہ میں آپ کو نہیں گراؤں گا لہٰذا اب سوار نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ ایک بکری پکانے کی تجویز ہوئی۔ ایک شخص نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرا بولا کہ اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ، تیسرے نے کہا کہ اس کا پکانا میرے ذمہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں اکٹھا کرنا میرے ذمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرلیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! مجھے معلوم ہے کہ تم میری طرف سے کرلو گے لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہے کہ میں اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہوں، اور اللہ پاک کو (بھی) ناپسند ہے اپنے بندے کی یہ بات (کہ اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں نماز کے لیے اترے اور مصلےٰ کی طرف بڑھے، پھر لوٹے، عرض کیا گیا کہ کہاں کا ارادہ فرمالیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھتا ہوں۔ عرض کیا کہ اتنے سے کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے، ہم خدام ہی اس کو باندھ دیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے لوگوں سے مدد نہ طلب کرے، اگرچہ مسواک توڑنے میں ہو۔

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھجوریں نوش فرما رہے تھے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آشوبِ چشم کی وجہ سے

آنکھ کو ڈھانکے ہوئے آ گئے۔ سلام کر کے کھجوروں کی طرف جھکے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھ دکھ رہی ہے اور شیرینی کھاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی اچھی آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

ایک روز رطب نوش فرما رہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آ گئے، ان کی آنکھ دُکھ رہی تھی، وہ بھی کھانے کے قریب ہو گئے۔ ارشاد فرمایا کہ آشوب چشم کی حالت میں بھی شیرینی کھاؤ گے۔ وہ پیچھے ہٹ کر ایک طرف جا بیٹھے۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف کھجور پھینک دی، پھر ایک اور، پھر ایک اور، اس طرح سات کھجوریں پھینکیں، فرمایا کہ تم کو کافی ہیں جو کھجور طاق عدد کے موافق کھائی جائے وہ مضر (نقصان دہ) نہیں۔ (ماہانہ المحمود، ۲۰ مئی، جون ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۰﴾ مہنگا بیچنے کیلئے غلہ جمع رکھنا مہلک بیماری کا سبب ہے

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے تو اناج پھیلا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ غلہ کہاں سے آ گیا ہے۔ لوگوں نے کہا بکنے کے لیے آیا ہے۔ آپ نے دعا کی یا اللہ! اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لیے پہلے سے جمع کر لیا گیا تھا؟ پوچھا کس نے جمع کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مولی ہیں، اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے۔ آپؓ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں، لہٰذا جب چاہیں بیچیں۔ ہمیں اختیار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ تعالیٰ مفلس کر دے گا یا جذامی۔

یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے اللہ تعالیٰ سے، پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہیں کروں گا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام نے پھر بھی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی بنا پھرتا تھا۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لیے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

﴿۱۹۱﴾ انسان کے تین دوست

علم، دولت اور عزت تینوں دوست تھے۔ ایک مرتبہ ان کے بچھڑنے کا وقت آ گیا، علم نے کہا مجھے درسگاہوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے، دولت کہنے لگی مجھے امراء اور بادشاہوں کے محلات میں تلاش کیا جا سکتا ہے، عزت خاموش رہی۔ علم اور دولت نے عزت سے اُس کی خاموشی کی وجہ پوچھی تو عزت ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہنے لگی کہ جب میں کسی سے بچھڑ جاتی ہوں تو دوبارہ نہیں ملتی۔

﴿۱۹۲﴾ داعی کی دس صفات

﴿۱﴾ (فَلِذٰلِكَ فَادْعُ) ترجمہ: ''سو آپ اسی طرح (ان کو برابر) بلاتے رہیے۔''

﴿۲﴾ (وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ) ترجمہ: ''اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے۔''

﴿۳﴾ (وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ) ترجمہ: ''اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلیے۔''

﴿۴﴾ (وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ) ترجمہ: ''اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں۔''

﴿۵﴾ (وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ) ترجمہ: ''اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں۔''

۶ (اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے۔''

۷ (لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ) ترجمہ: ''ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔''

۸ (لَا حُجَّۃَ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ) ترجمہ: ''ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں۔''

۹ (اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا۔''

۱۰ ﴿وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ﴾ (سورۂ شوریٰ:۱۵) ترجمہ: ''اور (اس میں شک ہی نہیں کہ) اس کے پاس جانا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے، اور ہر جملہ خاص احکام پر مشتمل ہے گویا اس میں احکام کی دس فصلیں مذکور ہیں، اس کی نظیر پورے قرآن میں ایک آیت الکرسی کے سوا کوئی نہیں۔ آیت الکرسی میں بھی دس احکام کی دس فصلیں آتی ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۶۸۰)

﴿۱۹۳﴾ توبہ کی حقیقت

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں کسی گناہ سے باز آنے کو توبہ کہتے ہیں اور اس کے صحیح و معتبر ہونے کے لیے تین شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ جس گناہ میں فی الحال مبتلا ہے اس کو فوراً ترک کر دے۔ دوسرے یہ کہ ماضی میں جو گناہ ہوا ہو اس پر نادم ہو، اور تیسرے یہ کہ آئندہ اسے ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے۔

اور کوئی شرعی فریضہ چھوڑا ہوا ہو تو اسے ادا یا قضا کرنے میں لگ جائے اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا مال اپنے اوپر واجب ہے اور وہ شخص زندہ ہے تو یا اسے وہ مال لوٹائے یا اس سے معاف کرائے اور اگر وہ زندہ نہیں ہے اور اس کے ورثہ موجود ہیں تو ان کو لوٹائے اگر ورثہ بھی موجود نہیں ہیں تو بیت المال میں داخل کرائے۔ بیت المال بھی نہیں ہے یا اس کا انتظام صحیح نہیں ہے تو اس کی طرف سے صدقہ کردے اور اگر کوئی غیر مالی حق کسی کا اپنے ذمہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو ناحق ستایا ہے، برا بھلا کہا ہے یا اس کی غیبت کی ہے تو اسے جس طرح ممکن ہو راضی کر کے اس سے معافی حاصل کرے۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۶۹۵)

﴿۱۹۴﴾ نیت پر مدار ہے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک درویش کا انتقال ہوا، کسی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے اور درویش دوزخ میں پڑا ہے۔ کسی بزرگ سے تعبیر معلوم کی تو کہا کہ وہ بادشاہ صاحب تخت و تاج تھا مگر درویشی کی تمنا کرتا تھا اور درویشوں کی طرف بڑی حسرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اور یہ درویش تھے جو فقیر بے نوا! مگر بادشاہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح اگر کوئی مسجد میں ہے اور اس کا دل لگا ہوا ہے کہ جلدی نماز ہو اور میں اپنے کام کو جاؤں تو گویا وہ مسجد سے نکل چکا، اور کوئی بازار میں ہے اور اس کا دل مسجد و نماز میں لگا ہوا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے۔ یہی معنی ہے اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ کے۔ زہد خانقاہ میں صرف بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔ معلوم نہیں ہم کہاں ہیں اس کا حال تو قیامت میں معلوم ہوگا:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ المؤمنون)

وہاں اِدھر کا پلہ بھاری ہوا تو اُدھر، اگر اُدھر کا پلہ بھاری ہوا تو اِدھر۔

(حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ ماخوذ از صحبتے با اہل دل، تعمیر حیات صفحہ ۲۱، ۱۰ ستمبر ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۵﴾ ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھا ہے ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے بڑے ہی عبرت ناک واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، جن سے ہمیں سبق لینا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعہ اسی لیے دکھاتے ہیں تا کہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ ایک رسالہ ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' میں ایک عورت کا بڑا عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں اور ایک بیٹی تھی۔ ماں نے بیٹی سے کہا کہ آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں، افطاری تیار کرنی ہے، اس لیے تم بھی میری مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کراؤ۔

بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک پروگرام آرہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں، اس سے فارغ ہوکر کچھ کروں گی۔ چونکہ وقت کم تھا اس لے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی اَن سنی کردی، اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لیے بلائے گی۔ چنانچہ اوپر کمرے میں اندر جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی۔ نیچے ماں بے چاری آواز دیتی رہ گئی لیکن اس نے کچھ پروانہ کی۔ پھر ماں نے افطاری کے لیے جو تیاری ہوسکی کرلی۔ اتنے میں مہمان بھی آگئے، اور سب لوگ افطاری کے لیے بیٹھ گئے۔ ماں نے پھر بیٹی کو آواز دی تا کہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے۔ لیکن بیٹی نے جواب نہیں دیا، تو ماں کو تشویش ہوئی، چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ چنانچہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا۔ انہوں نے آواز دی اور دستک دی مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا۔ جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہے اور انتقال ہو چکا ہے۔

اب سب گھر والے پریشان ہوگئے۔ اس کے بعد اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اٹھی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہوگئی ہے۔ اب سب لوگ پریشان ہوگئے کہ اس کی لاش کیوں نہیں اُٹھ رہی ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی۔ اب صورت حال یہ ہوگئی کہ اگر ٹی وی اُٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی ہوجائے، اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہوجائے۔ اس ٹی وی کو اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے اور اس کو غسل دیا، کفن دیا۔

جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چارپائی ایسی ہوگئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے چارپائی بھی اُٹھ گئی۔ تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے۔ بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے باہر نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے۔ آگے ٹی وی، پیچھے جنازہ چلا، پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اس کو ٹھیک کر کے جب واپس لوگ جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو، لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ (اے عقل مندو! عبرت حاصل کرو)۔ لوگوں نے جلدی سے ٹی وی کو وہیں رکھا اور دوبارہ اس لاش کو قبر کے اندر دفن کر کے بند کر دیا اور دوبارہ اُٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی۔ اب لوگوں نے کہا کہ یہ ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہوگی اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی۔

آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی کو بھی اس کے سرہانے رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کر دینا پڑا۔ العیاذ باللہ۔

اب ذرا سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا؟ اور کیا انجام ہوگا؟ ہماری عبرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھادیا۔ اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو ہماری ہی نالائقی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ (تعمیر حیات ۱۰ دسمبر ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۶﴾ دل چار قسم کے ہیں

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دل چار قسم کے ہیں:

① ایک تو صاف دل جو روشن چراغ کی طرح چمک رہا ہو۔ ② دوسرے وہ دل جو غلاف آلود ہو۔

③ تیسرے وہ دل جو اُلٹے ہیں۔ ④ چوتھے وہ دل جو مخلوط ہیں۔

پہلا دل تو مؤمن کا ہے جو پوری طرح نورانی ہے...... دوسرا کافر کا دل ہے جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں...... تیسرا منافق کا ہے جو جانتا ہے اور انکار کرتا ہے...... چوتھا دل اس منافق کا ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہیں۔

ایمان کی مثال اس سبزے کی طرح ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھ رہا ہو اور نفاق کی مثال پھوڑے کی طرح ہے جس میں پیپ اور خون بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اب جو مادہ بڑھ جائے وہ دوسرے پر غالب آجاتا ہے۔ اس حدیث کی اسناد بہت ہی عمدہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۸۹)

﴿۱۹۷﴾ تکبر کی دو علامتیں

حدیث میں ہے:

(اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) (رواہ مسلم، مشکوۃ صفحہ ۴۳۳)

"① حق کا انکار ② اور لوگوں کو حقیر سمجھنا کبر ہے۔"

﴿۱۹۸﴾ ہر کام میں اعتدال چاہیے

ایک رات نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا تو دیکھا کہ وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہ اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس سے مصروف مناجات تھا وہ میری آواز سن رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو قدرے بلند کرو، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی آواز کو کچھ پست رکھو۔ (تفسیر مسجد نبوی صفحہ ۹۸۷، تفسیر ابن کثیر سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)

﴿۱۹۹﴾ سب سے زیادہ قابل رشک بندہ

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو سب بار (یعنی دنیا کے ساز و سامان اور مال وعیال کے لحاظ سے بہت ہلکا پھلکا) ہو نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو، اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ اور صفتِ احسان کے ساتھ کرتا ہو، اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اس کا شعار ہو، اور یہ سب کچھ اخفا کے ساتھ اور خلوت میں کرتا ہو اور وہ چھپا ہوا اور گمنامی کی حالت میں ہو، اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جاتے ہوں اور اس کی روزی بھی بقدر کفاف ہو اور وہ اس پر صابر و قانع ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی (جیسے کہ کسی چیز کے ہوجانے پر اظہارِ تعجب یا

اظہارِ حیرت کے لیے چٹکی بجاتے ہیں) اور فرمایا جلدی آ گئی اس کو موت، اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں اس کا ترکہ بھی بہت تھوڑا سا ہے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے دوستوں اور اللہ کے مقبول بندوں کے الوان واحوال مختلف ہیں، لیکن ان میں بہت زیادہ قابلِ رشک زندگی ان اہل ایمان کی ہے، جن کا حال یہ ہے کہ دنیا کے ساز وسامان اور مال وعیال کے لحاظ سے وہ بہت ہلکے، مگر نماز اور عبادات میں ان کا خاص حصہ ہے، اور اس کے باوجود ایسے نامعروف اور گمنام کہ آتے جاتے کوئی ان کی طرف انگلی اٹھا کے نہیں کہتا کہ یہ فلاں بزرگ اور فلاں صاحب ہیں، اور ان کی روزی بس بقدر کفاف، لیکن وہ اس پر دل سے صابر وقانع۔ جب موت کا وقت آیا تو دم رخصت، نہ پیچھے زیادہ مال ودولت اور نہ جائیدادوں، مکانات اور باغات کی تقسیم کے جھگڑے اور نہ زیادہ ان پر رونے والیاں۔ بلاشبہ بڑی قابلِ رشک ہے اللہ کے ایسے بندوں کی زندگی اور الحمد للہ اس قسم کی زندگی والوں سے ہماری یہ دنیا اب بھی خالی نہیں۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۸۸)

﴿۲۰۰﴾ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبل از اسلام اور قبل از ظہورِ نبوت شام کی طرف تجارت کے لیے سفر فرمایا، شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی اس راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو خواب سچا کرے گا، آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو صدیق نے چھپایا، کسی سے ظاہر نہیں کیا یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد ﷺ! آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ بس غلبہ خوشی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے معانقہ فرمایا اور آپ ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۹، کشکول معرفت صفحہ ۹۷، حضرت مولانا محمد اختر صاحب)

﴿۲۰۱﴾ ایک مجرب عمل برائے عافیتِ اہل وعیال

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں خوفِ ضرر رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا صبح وشام یہ پڑھ لیا کرو:

(بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى دِيْنِيْ وَنَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ)

چند دن کے بعد یہ شخص آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اب کیا حال ہے؟ عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، میرا سب خوف غائب ہوگیا۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۳۶، کشکول معرفت صفحہ ۵۷، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب)

﴿۲۰۲﴾ طالبِ دنیا گناہوں سے نہیں بچ سکتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے، اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ عرض کیا گیا حضرت! ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (شعب الایمان بیہقی)

فائدہ: صاحب الدنیا (دنیادار) سے مراد وہی شخص ہے جو دنیا کو مقصود ومطلوب بنا کر اس میں لگے، ایسا آدمی گناہوں سے کہاں محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر بندہ کا حال یہ ہو کہ مقصود ومطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت ہو اور دنیا کی مشغولی کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور

آخرت کی فلاح کا ذریعہ بنائے تو وہ شخص دنیادار نہ ہوگا اور دنیا میں بظاہر پوری مشغولی کے باوجود گناہوں سے محفوظ بھی رہ سکے گا۔

(معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۷۰)

﴿۲۰۳﴾ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے

قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے جب کہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو۔

(جامع ترمذی، مسند احمد)

فائدہ: دنیا دراصل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو، پس اللہ تعالیٰ جن بندوں سے محبت کرتا ہے اور اپنے خالص انعامات سے ان کو نوازنا چاہتا ہے ان کو اس مردار دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کہ ہم لوگ اپنے مریضوں کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۷۰)

﴿۲۰۴﴾ خوش حالی چاہنے والی بیوی کو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی اُمّ الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا بات ہے تم مال ومنصب کیوں نہیں طلب کرتے جس طرح کہ فلاں اور فلاں طلب کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تمہارے آگے ایک بڑی دشوار گزار گھاٹی ہے اس کو گراں بار اور زیادہ بوجھ والے آسانی سے پار نہ کرسکیں گے اس لیے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے ہلکا پھلکا رہوں (اس وجہ سے میں اپنے لیے مال ومنصب طلب نہیں کرتا)۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۸۹)

﴿۲۰۵﴾ کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، (اگر ایسا کروگے تو ہوسکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کردے۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: جب دو آدمیوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور وہ ترقی کرکے دشمنی اور عداوت کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کے مبتلائے مصیبت ہونے سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اس کو "شماتت" کہتے ہیں، حسد اور بغض کی طرح یہ خبیث عادت بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والی ہے، اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات دنیا ہی میں اس کی سزا اس طرح دے دیتے ہیں کہ مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دے کر اس پر خوش ہونے والے مبتلائے مصیبت کردیتے ہیں۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۲۲۰)

﴿۲۰۶﴾ ریاکاروں کو فضیحت اور رسوائی کی سزا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی عمل سنانے اور شہرت کے لیے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا اور جو کوئی دکھاوے کے لیے نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو خوب دکھائے گا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دکھاوے اور شہرت کی غرض سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایک سزا ان کے اس عمل کی مناسبت سے یہ بھی دی جائے گی کہ ان کی اس ریاکاری اور منافقت کو خوب مشہور کیا جائے گا اور سب کو مشاہدہ کرادیا جائے گا کہ بدبخت لوگ یہ نیک

اعمال اللہ کے لیے نہیں کرتے تھے، بلکہ نام ونمود اور دکھاوے اور شہرت کے لیے کیا کرتے تھے۔ الغرض جہنم کے عذاب سے پہلے ان کو ایک سزا یہ ملے گی کہ سر محشر ان کی ریا کاری اور منافقت کا پردہ چاک کر کے سب کو ان کی بد باطنی دکھادی جائے گی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

(معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

﴿۲۰۷﴾ دین کے نام پر دنیا کمانے والے ریا کاروں کو سخت تنبیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے، وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا (ان کے بارے میں) فرمان ہے: کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟ یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے میں جرأت کر رہے ہیں؟ پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان میں کے عقل مندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کر چھوڑے گا۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریا کاری کی یہ خاص قسم کی عابدوں، زاہدوں کی صورت بنا کر اور اپنے اندرونی حال کے بالکل برعکس ان خاصانِ خدا کی سی نرم وشریں باتیں کر کے اللہ کے سادہ لوح بندوں کو اپنی عقیدت کے جال میں پھنسا جائے اور ان سے دنیا کمائی جائے، بدترین قسم کی ریا کاری ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں بھی سخت فتنوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

﴿۲۰۸﴾ آسان حساب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا:

(اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا)

ترجمہ: ”اے اللہ! میرا حساب آسان فرما۔“

میں نے عرض کیا حضرت آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کی جائے (یعنی کوئی پوچھ گچھ اور جرح نہ کی جائے) بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ (اس کی خیر نہیں) وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (رواہ احمد، معارف الحدیث جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

﴿۲۰۹﴾ راتوں کو اللہ تعالیٰ کیلئے جاگنے والوں کا جنت میں بے حساب داخلہ

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ (زندہ کئے جانے کے بعد) ایک وسیع اور ہموار میدان میں جمع کئے جائیں گے (یعنی سب میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے) پھر اللہ کا منادی پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جن کے پہلو راتوں کو بستروں سے الگ رہتے ہیں (یعنی بستر چھوڑ کر جو راتوں کو تہجد پڑھتے تھے) وہ اس پکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور ان کی تعداد زیادہ نہ ہوگی، پھر وہ اللہ کے حکم سے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد تمام لوگوں کے لیے حکم ہوگا کہ وہ حساب کے لیے حاضر ہوں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

﴿۲۱۰﴾ اُمت محمدیہ کی بہت بڑی تعداد کا حساب کے بغیر جنت میں داخلہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے

وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار کو وہ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور تین حثیے میرے پروردگار کے حثیات میں سے (میری اُمت میں سے بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے جائیں گے)۔

فائدہ: جب دونوں ہاتھ بھر کر کسی کو کوئی چیز دی جائے تو عربی میں اس کو حثیہ کہتے ہیں جس کو اردو، ہندی میں لپ بھر کر دینا کہتے ہیں تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے گا اور پھر ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور بھی اسی طرح بلا حساب وعذاب جنت میں جائیں گے۔ اور اس سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص شانِ رحمت سے اس امت کی بہت بڑی تعداد کو تین دفعہ کر کے جنت میں بھیجے گا اور یہ سب وہ ہوں گے جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ''سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ''۔

انتباہ: اس قسم کی حدیثوں کی پوری حقیقت اسی وقت کھلے گی جب یہ سب باتیں عملی طور پر سامنے آئیں گی اس دنیا میں تو ہمارا علم وادراک اتنا ناقص ہے کہ بہت سے ان واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے سے بھی قاصر رہتے ہیں جن کی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں مگر اس قسم کے واقعات کا کبھی ہم نے تجربہ اور مشاہدہ کیا ہوا نہیں ہوتا۔

صَدَقَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ ...... وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ، معارف الحدیث جلد ا صفحہ ۲۳۳،۲۳۴)

﴿۲۱۱﴾ خزانہ غیب سے دعا پر روزی کا ملنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقر وفاقہ کی حالت میں دیکھا تو (الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کے لیے) جنگل کی طرف چل دیا جب اس کی نیک بیوی نے دیکھا (کہ شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اس نے تیاری شروع کر دی) وہ اُٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا (تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہیں سے کچھ غلہ آئے تو جلدی سے اس کو پیسا جا سکے) پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا (تاکہ آٹا پیس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے۔

پھر اس نے خود بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے مالک! ہمیں رزق دے، اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی کے گرداگرد آٹے کے لیے جو جگہ بنی ہوتی ہے (جس کو چکی کا گرانڈ اور کہیں چکی کی بھر بھی کہتے ہیں) وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر تنور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تنور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے (اور جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہیں لگی ہوئی ہیں)۔

اس کے بعد اس بیوی کا شوہر واپس آیا اور بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے کچھ ملا ہے (یعنی براہِ راست خزانہ غیب سے اس طرح ملا ہے) یہ سن کر یہ بھی چکی کے پاس گئے (اور اس کو اٹھا کر دیکھا یعنی تعجب اور شوق میں غالباً اس کا پاٹ اُٹھا کر دیکھا) پھر جب یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اس کو اٹھا کر نہ دیکھتے تو چکی قیامت تک یونہی چلتی رہتی اور اس سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا۔

(مسند احمد، معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۳۱۸)

﴿۲۱۲﴾ دولت کی حرص کے بارے میں حضور ﷺ کی نصیحت

حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال طلب کیا، آپ ﷺ نے مجھے عطا فرما دیا،

میں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے پھر عطا فرما دیا، پھر آپ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال سب کو بھلی لگنے والی اور لذیذ وشیریں چیز ہے۔ پس جو شخص اس کو بغیر حرص اور طمع کے سیر چشمی اور نفس کی فیاضی کے ساتھ لے اس کے واسطے اس میں برکت دی جائے گی، اور جو شخص دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اس کے واسطے اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا حال جوع البقر کے اس مریض کا سا ہوگا جو کھائے اور پیٹ نہ بھرے، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی دینے والے کا مقام اونچا ہے اور ہاتھ پھیلا کر لینا ایک گھٹیا بات ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہیے)۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ (حضور ﷺ کی یہ نصیحت سن کر) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، اب آپ کے بعد مرتے دم تک میں کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس حدیث شریف کے بارے میں صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جو عہد کیا تھا اس کو پھر ایسا نبھایا کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں (جب کہ سب ہی کو وظیفے اور عطیے دیئے جاتے تھے) ان کو بھی بلا کر بار بار کچھ وظیفہ یا عطیہ دینا چاہا لیکن یہ لینے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے مسند اسحاق بن راہویہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شیخین کے بعد حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت وامارت میں بھی انہوں نے کبھی کوئی وظیفہ یا عطیہ قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ایک سو بیس سال کی عمر میں ۵۴ ہجری میں وفات پائی۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

﴿۲۱۳﴾ جو اپنی مصیبت کسی پر ظاہر نہ کرے اس کیلئے بخشش کا وعدہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔ (معجم الاوسط)

فائدہ: صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار بھی نہ ہو، اور ایسے صابروں کے لیے اس حدیث میں مغفرت کا پختہ وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مواعید پر یقین اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

﴿۲۱۴﴾ رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی کو صبر کی تلقین کرنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے نبی کریم ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور چل چلاؤ کا وقت ہے لہٰذا آپ اس وقت تشریف لے آئیں۔ آپ نے اس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی! اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اس کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے۔

الغرض ہر چیز ہر حال میں اسی کا ہے (اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے اور کسی سے لیتا ہے تو اپنی چیز لیتا ہے) اور ہر چیز کے لیے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے (اور اس وقت کے آجانے پر وہ چیز اس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) پس چاہیے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر وثواب کی طالب بنو، صاحبزادی صاحبہ نے پھر آپ کے پاس پیام بھیجا اور قسم دی کہ اس وقت حضور

حضور ﷺ تشریف لے آئیں۔ پس آپ اٹھ کر چل دیئے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت بن جبل اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور بعض اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے۔ پس وہ بچہ اٹھا کر آپ ﷺ کی وگود میں دیا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، اس کے اس حال کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ کیا؟!!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت کے اس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت ان ہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا جذبہ ہو (اور جن کے دل سخت اور رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں اور اللہ کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے)۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا صبر کے منافی نہیں، صبر کا مقتضی صرف اتنا ہے کہ بندہ مصیبت اور صدمہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت یقین کرتے ہوئے اس کو بندگی کی شان کے ساتھ انگیز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور اس کا شاکی نہ ہو اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کا پابند رہے۔

باقی طبعی طور پر دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا قلب کی رقت اور اس جذبہ رحمت کا لازمی نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے، اور جو دل اس سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت سے محروم ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر تعجب کے ساتھ سوال اس لیے کیا کہ اس وقت ان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ دل کا یہ تاثر اور آنکھوں سے آنسو گرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

﴿۲۱۵﴾ خاصانِ خدا عیش و تنعّم کی زندگی نہیں گزارتے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو نصیحت فرمائی کہ معاذ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا! اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔ (مسند احمد)

فائدہ: دنیا میں آرام وراحت اور خوش عیشی کی زندگی گزارنا اگرچہ حرام اور ناجائز نہیں ہے لیکن اللہ کے خاص بندوں کا مقام یہی ہے کہ وہ دنیا میں تنعّم کی زندگی اختیار نہ کریں۔ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۹۷)

﴿۲۱۶﴾ خادم اور نوکر کا قصور معاف کرو اگرچہ وہ ایک دن میں ستر دفعہ قصور کرے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر روز ستر دفعہ۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت! اگر میرا خادم، غلام یا نوکر بار بار قصور کرے تو کہاں تک میں اس کو معاف کروں اور کتنی دفعہ معاف کرنے کے بعد میں اس کو سزا دوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر بالفرض روزانہ ستر دفعہ بھی وہ قصور کرے تو تم اس کو معاف ہی کرتے رہو۔

حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حسن اخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے۔

فائدہ: جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے ستر کا عدد ایسے موقعوں پر تحدید کے لیے نہیں ہوتا بلکہ صرف تکثیر کے لیے ہوتا ہے اور خاص کر اس حدیث میں یہ بات بہت ہی واضح ہے۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۱۸۶)

﴿۲۱۷﴾ دل کی قساوت اور سختی کا علاج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (مسند احمد)

فائدہ: سخت دلی اور تنگ دلی ایک روحانی مرض اور انسان کی بدبختی کی نشانی ہے سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل اور اپنی روح کی اس بیماری کا حال عرض کر کے آپ سے علاج دریافت کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو باتوں کی ہدایت فرمائی ایک یہ کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا کرو اور دوسرا یہ کہ فقیر مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا یہ علاج علم النفس کے ایک خاص اصول پر مبنی ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اس اصول کی تائید اور توثیق ہوتی ہے، وہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نفس یا قلب میں کوئی خاص کیفیت نہ ہو اور وہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو ایک تدبیر اس کی یہ بھی ہے کہ اس کیفیت کو اور لوازم کو وہ اختیار کرے انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد وہ کیفیت بھی نصیب ہو جائے گی۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے کثرت ذکر کا طریقہ جو حضرات صوفیائے کرام میں رائج ہے اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے۔

بہر حال یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا دراصل جذبہ رحم کے آثار میں سے ہے لیکن جب کسی کا دل اس جذبہ سے خالی ہو وہ اگر یہ عمل بہ تکلف ہی کرنے لگے تو انشاء اللہ اس کے قلب میں بھی رحم کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ ۱۷۹)

﴿۲۱۸﴾ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت

صحیح بخاری میں ایک آیت کے تحت میں بروایت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر چلے گئے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو منانے کے لیے چلے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ مانے، یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ مجبوراً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور یہ بھی گھر سے نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا واقعہ عرض کیا۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عتاب ہونے لگا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زیادہ قصور میرا ہی تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ میرے ایک ساتھی کو اپنی ایذاؤں سے چھوڑ دو، کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب میں باذنِ خداوندی یہ کہا کہ:

(یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا)

''اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔''

تم سب نے مجھے جھٹلایا، صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے پہلی بار میری تصدیق کی۔

(قصص معارف القرآن، ماخوذ از تعمیر حیات ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

﴿۲۱۹﴾ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آ کر اپنا قرض مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کچھ مہلت دے دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ اس جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضب ناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تاڑ لیا اور رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ ﷺ کو قید کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کے مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ میں معاہد وغیرہ پر ظلم کروں۔ یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔اس طرح مشرف بہ اسلام ہو کر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اور قسم ہے اللہ کی! میں نے اس وقت جو کچھ کہا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

"محمد بن عبداللہ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف، اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے، نہ سخت بات کرنے والے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔"

میں نے اب تمام صفات کا امتحان کر کے آپ ﷺ کو صحیح پایا، اس لیے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ میرا آدھا مال ہے، آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں اور یہ یہودی بہت مالدار تھا، آدھا مال بھی ایک بہت بڑی دولت تھی۔ اس روایت کو مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی نقل فرمایا ہے۔

(قصص معارف القرآن، ماخوذ از "تعمیر حیات" صفحہ ۹۷، ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

﴿۲۲۰﴾ مقروض کی نمازِ جنازہ نبی کریم ﷺ نہیں پڑھتے تھے

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پاک ﷺ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جن کے اوپر دوسروں کا حق ہوتا، اس لیے نماز سے پہلے حضور ﷺ معلوم کر لیا کرتے تھے کہ اس پر کسی کا حق تو نہیں، اسی وجہ سے ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا، مگر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لی اس کے بعد آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو کیونکہ ان کے ذمہ قرض ہے تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پورا کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں! میں ادا کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے ان صحابی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (نسائی شریف صفحہ ۳۱۵)

نوٹ: جب آپ ﷺ پر فتوحات ہوئیں تو مقروض کے قرض کا ذمہ خود لے لیتے تھے اور جنازہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱، رحمۃ للعالمین جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

﴿۲۲۱﴾ خلافِ شرع خواہشات کی پیروی ایک قسم کی بت پرستی ہے

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ (سورۂ فرقان: ۴۳)

ترجمہ: ''اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔''

اس آیت میں اس شخص کو جو اسلام و شریعت کے خلاف اپنی خواہشات کا پیرو ہو یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی خواہشات کو معبود بنالیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خلاف شرع خواہشات نفسانی بھی ایک بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے، پھر استدلال میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (قرطبی، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۲)

﴿۲۲۲﴾ خاصانِ خدا کے قریبی رشتے دار عام طور سے محروم رہتے ہیں

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (سورۃ الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے۔''

ابن عساکر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے، فتوے دے رہے تھے، مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے۔ لیکن آپ کے لڑکے اور گھر کے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ کسی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی کہ وہ سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں آپ کے اہل بیعت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں، وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور اسی بارے میں آیت ﴿وَاَنْذِرْ﴾ سے ﴿تَعْمَلُوْنَ﴾ تک ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۵)

﴿۲۲۳﴾ روغن زیتون کی برکات

﴿ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ﴾ (سورۃ النور: ۳۵)

اس سے زیتون اور اس کے درخت کا مبارک اور نافع و مفید ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بے شمار منافع اور فوائد رکھے ہیں، اس کو چراغوں میں روشنی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی روشنی ہر تیل سے زیادہ صاف شفاف ہوتی ہے، اور اس کو روٹی کے ساتھ سالن کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس کے پھل کو بطور تفکہ کے کھایا بھی جاتا ہے اور یہ ایسا تیل ہے جس کے نکالنے کے لیے کسی مشین یا چرخی وغیرہ کی ضرورت نہیں خود بخود اس کے پھل سے نکل آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغن زیتون کو کھاؤ بھی اور بدن پر مالش بھی کرو کیونکہ یہ شجرۂ مبارکہ ہے۔ (رواہ البغوی والترمذی عن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً، مظہری، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۴)

﴿۲۲۴﴾ اللہ تعالیٰ کے آٹھ نام جو سورج پر لکھے ہوئے ہیں

① اَلْحَيُّ	② اَلْعَالِمُ	③ اَلْقَادِرُ	④ اَلْمُرِيْدُ
⑤ اَلسَّمِيْعُ	⑥ اَلْبَصِيْرُ	⑦ اَلْمُتَكَلِّمُ	⑧ اَلْبَاقِيْ (الیواقیت والجواہر بحث ۱۶)

﴿۲۲۵﴾ شریعت اسلام میں شعر و شاعری کا درجہ

﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ (سورۂ شعراء: ۲۲۴)

''اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔''

آیت مذکورہ کے شروع سے شاعری کی سخت مذمت اور اس کا عنداللہ مبغوض ہونا معلوم ہوتا ہے مگر آخر سورت میں جو استثناء مذکور ہے اس سے ثابت ہوا کہ شعر مطلقاً بُرا نہیں بلکہ جس شعر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنا یا جھوٹ یا ناحق کسی انسان کی مذمت اور توہین ہو یا فحش کلام اور فواحش کے لیے محرک ہو وہ مذموم و مکروہ ہے۔ اور جو اشعار ان معاصی اور مکروہات سے پاک ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... الآیۃ ﴾ کے ذریعہ مستثنیٰ فرما دیا ہے، اور بعض اشعار تو حکیمانہ مضامین اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے طاعت و ثواب میں داخل ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ (اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً) یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکم سے مراد سچی بات ہے جو حق کے مطابق ہو۔ ابن بطال نے فرمایا جس شعر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کا ذکر اسلام سے الفت کا بیان ہو وہ شعر مرغوب و محمود ہے، اور حدیث مذکور میں ایسا ہی شعر مراد ہے اور جس شعر میں جھوٹ اور فحش بیان ہو وہ مذموم ہے اس کی مزید تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے:

﴿۱﴾ حضرت عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے سو (۱۰۰) اشعار سنے۔

﴿۲﴾ مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ سے بصرہ تک حضرت عمران بن حصین کے ساتھ سفر کیا اور ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے۔

﴿۳﴾ طبری نے کبارِ صحابہ اور کبارِ تابعین کے متعلق کہا کہ وہ شعر کہتے تھے سنتے تھے اور سناتے تھے۔

﴿۴﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شعر کہا کرتی تھیں۔

﴿۵﴾ ابو یعلی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے شعر ایک کلام ہے، اگر اس کا مضمون اچھا اور مفید ہے تو یہ شعر اچھا ہے اور مضمون برا یا گناہ کا ہے تو شعر برا ہے۔ (فتح الباری)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ مدینہ منورہ کے فقہائے عشرہ جو اپنے علم و فضل میں معروف ہیں ان میں سے عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور قادر الکلام شاعر تھے، اور قاضی زبیر بن بکار کے اشعار ایک مستقل کتاب میں جمع تھے۔ پھر قرطبی نے لکھا ہے کہ ابو عمرو نے فرمایا ہے کہ اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں سے کوئی برا نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اکابر صحابہ جو ان کے مقتدا ہیں ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے ہوں یا سنے ہوں اور پسند نہ کیا ہو۔

جن روایتوں میں شعر و شاعری کی مذمت مذکور ہے ان سے مقصود یہ ہے کہ شعر میں اتنا مصروف اور منہمک ہو جائے کہ ذکر اللہ، عبادت اور قرآن سے غافل ہو جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک مستقل باب میں بیان فرمایا ہے اور اس بات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

(لَاَنْ یَّمْتَلِیَٔ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیْہِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّمْتَلِیَٔ شِعْرًا)

ترجمہ: ”یعنی کوئی آدمی پیپ سے اپنا پیٹ بھرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے پیٹ بھرے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ شعر جب ذکر اللہ اور قرآن اور علم کے اشتغال پر غالب آ جائے، اور اگر شعر مغلوب ہے تو پھر برا نہیں ہے، اسی طرح وہ اشعار جو فحش مضامین یا لوگوں پر طعن و تشنیع یا دوسرے خلاف شرع مضامین پر مشتمل ہوں وہ باجماع امت حرام و ناجائز ہیں اور یہ کچھ شعر کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ جو نثر کلام ایسا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (قرطبی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر عدی بن نضلہ کو ان کے عہدہ سے اس لیے برخاست کر دیا کہ وہ فحش اشعار کہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن ربیعہ اور ابوالعاص کو اسی جرم میں جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ عمرو بن ربیعہ نے توبہ کر لی وہ

قبول کی گئی۔ (قرطبی، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۵۴، ۵۵۵)

﴿۲۲۶﴾ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق حیرت انگیز واقعہ

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے، اس نے آپ ﷺ کی بڑی خاطر تواضع کی، واپسی میں آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا۔ کچھ دنوں بعد اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ چاہیے؟ اس نے کہا: ہاں! ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے، اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس! تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے۔ ہزار کوشش کی لیکن راہ نہ ملی۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا: بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخر وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا ہم نہیں جانتے، ہم میں ایک بڑھیا کے سوا اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔

آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اسے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھلا۔ بڑھیا نے کہا: ہاں! دکھلاؤں گی، لیکن پہلے اپنا حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔

آپ علیہ السلام پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا۔ اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو، اس کی شرط منظور کر لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا، کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو۔ جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا: اب یہاں کھودو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی۔ تابوت ساتھ رکھ لیا۔ اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۳)

﴿۲۲۷﴾ دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیم عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو، اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں، اور اسے بہت عمدہ کپڑے بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں۔

سپہ سالارِ اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے، وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا، مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے۔ لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں، یہاں کی بود و باش ترک کر دیں۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربارِ خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا، اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر دریائے نیل میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس پر تحریر تھا کہ:

''خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ

ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو خیر نہ بہہ، اور اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔''

یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ (۱۶) ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۳)

﴿۲۲۸﴾ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت سانپ کے ذریعے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گم ہو گئے ہیں۔ اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اُٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ لے کر چل پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تھا کہ بچوں کو آگے جانے سے روکے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے ناگ کی طرف بڑھے، اس ناگ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل احترام ہو، پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا۔ میں نے کہا تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والدین دونوں سے بہتر ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۶۹)

﴿۲۲۹﴾ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے لقمہ کی برکت سے بے حیا عورت باحیا بن گئی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بدکلام تھی۔ ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے۔ اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے، ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہے۔ پھر اُس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھالے۔ اس نے کہا: مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا، جسے اس نے کھا لیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم و حیا غالب آ گئی اور اس کے بعد اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

﴿۲۳۰﴾ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے واقعات

پہلا واقعہ:

ایک شخص تھا، اس کی بیوی اس کو منہ نہیں لگاتی تھی اور وہ سو جان سے اس کا عاشق تھا۔ بیوی کی طبیعت شوہر سے نہیں ملتی تھی اس لئے

وہ طلاق لینا چاہتی تھی مگر مرد طلاق نہیں دیتا تھا۔ مرد اس کو یہی نہیں کہ ستاتا نہیں تھا بلکہ محبت کرتا تھا مگر وہ رہنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے، بیوی کچھ کہہ رہی تھی، مرد نے بھی کوئی جملہ کہا، بس وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ مرد نے کہا کہ اگر صبح صادق سے پہلے پہلے تو نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے۔ وہ چپ ہوگئی اور ارادہ کر لیا کہ میں خاموش رہوں گی تا کہ اس سے کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے وہ بے چارہ پریشان ہوا، وہ ہر چند بلوانا چاہتا تھا مگر وہ بولتی ہی نہیں تھی۔

اب وہ سمجھ گیا کہ یہ طلاق لینا چاہتی ہے اور اس طرح بیوی مجھ سے جدا ہو جائے گی۔ اب اس نے فقہاء کے دروازے جھانکنے شروع کئے، ان سے جا کر اپنا حال بیان کیا، انہوں نے یہی کہا کہ جا کر اس کی خوشامد کرو اور صبح صادق سے پہلے کسی طرح بلواؤ ورنہ صبح صادق ہوتے ہی وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ سب نے یہی جواب دیا۔ پھر وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا، وہ وہاں کا حاضر باش تھا۔ متفکر اور پریشان بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت! واقعہ یہ ہے کہ بیوی سے میں نے کہہ دیا کہ تو اگر صبح صادق تک نہ بولی تو تجھ پر طلاق، اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طلاق نہیں پڑے گی مطمئن رہیے، اب وہ مطمئن ہو کر آ گیا۔ فقہاء نے امام صاحب پر طعن شروع کیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حرام کو حلال بتانا چاہتے ہیں۔ ایک صریح حکم ہے اس کو کہہ دیا کہ طلاق نہیں پڑے گی۔

امام صاحب نے یہ کیا کہ صبح صادق میں جب آدھ گھنٹہ رہ گیا تو مسجد میں جا کر زور زور سے تہجد کی اذان دینا شروع کر دی۔ اس عورت نے جب اذان کی آواز سنی تو سمجھی کہ صبح صادق ہوگئی، بس بول پڑی اور کہنے لگی صبح صادق ہوگئی، میں مطلقہ ہوگئی، اب تیرے پاس نہیں رہوں گی۔ جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ صبح صادق نہیں ہوئی، وہ تہجد کی اذان تھی۔ لوگ قائل ہو گئے کہ واقعی امام صاحب فقیہ بھی ہیں اور مدبر بھی۔ (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۲۱۴)

دوسرا واقعہ:

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی اور چور اُسی محلے کے تھے۔ چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بے چارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لیا۔ وہ چور اس کا سارا سامان لے کر چلے گئے۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا مگر بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے تو مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا، یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے، اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ عہد کر چکا تھا۔

پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا، اور وہ بہت غمگین، اداس اور پریشان تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت! میں کہہ بھی نہیں سکتا، فرمایا کہ کچھ تو کہو۔

اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت! چوری ہوگئی ہے، میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق۔ مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں؟ وہ تو محلے کے ہیں لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مطمئن رہ بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تو ہی پتہ بتلائے گا۔ کوفہ میں پھر شور ہو گیا کہ ابوحنیفہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا نہ کرے گا تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی اور نہ مال جائے گا۔ علماء اور فقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا۔ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے۔

وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں، کوئی باہر نہ جائے، اس میں چور بھی تھے، اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا، ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ بھی چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں، اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اس نے کو بتلایا نہیں مگر بلا بتلائے سارے چور متعین ہو گئے کہ یہ سب چور ہیں۔ چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی، یہ تدبیر کی بات تھی۔ (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۲۱۶)

﴿۲۳۱﴾ باغی، ڈاکو اور ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں

سوال قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر والدین کا قاتل ہو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ فاسق فاجر اور زانی کی موت پر اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب نماز جنازہ ہر گنہگار مسلمان کی ہے۔ البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلہ میں مارے جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے، اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کر دیا ہو اور اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو اس کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی، اور اگر وہ اپنی موت مرے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ تاہم سر برآوردہ، مقتدا (یعنی دین میں باحیثیت) لوگ اس میں شرکت نہ کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)

﴿۲۳۲﴾ چلہ کی اصلیت

سوال تبلیغ والے چلہ میں نکلنے پر بہت زور دیتے ہیں کیا چلہ کی کوئی اصلیت ہے کہ جس کی بناء پر یہ لوگ چلہ لگانے کے لیے کہتے ہیں؟

جواب چلہ یعنی چالیس دِن لگاتار عمل کی بہت برکت اور تاثیر ہے، چالیس دِن تک عمل کرنے سے روح اور باطن پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر چالیس یوم کا اعتکاف فرمایا اس کے بعد آپ کو تورات ملی۔ صوفیائے کرام کے یہاں بھی چلہ کا اہتمام ہے، لہٰذا یہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ صَلّٰی لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فِیْ جَمَاعَۃٍ یُدْرِکُ التَّکْبِیْرَۃَ الْاُوْلٰی کُتِبَ لَہٗ بَرَآءَتَانِ بَرَآءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَآءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ)

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۳)

ترجمہ: ”جس شخص نے صرف اللہ کی رضامندی کے لیے چالیس دِن تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لیے دو پروانے لکھے جاتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے نجات کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔“ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ چلہ کو حالات کے بدلنے میں خاص اثر ہے۔ دیکھئے جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو پہلے چلہ میں وہ نطفہ، علقہ (یعنی بندھا ہوا خون) بنتا ہے، اور دوسرے چلہ میں وہ علقہ، مضغہ (یعنی گوشت کی بوٹی بنتا ہے) اور تیسرے چلہ میں مضغہ کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا جاتا ہے اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے۔ پھر اس کے بعد (یعنی تین چلوں کے بعد جس کے چار ماہ ہوتے ہیں) اس میں جان پڑتی ہے۔ (بیان القرآن)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ وہ عورت بڑی پاک دامن عفیفہ اور سمجھدار تھی۔ اس نے اس شخص کو کہلوایا کہ چالیس دِن تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھو اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔ اس نے چالیس دِن تک اسی طرح نماز پڑھی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور اس کا عشق مجازی عشق حقیقی میں بدل گیا، ابھی

تک وہ اس عورت کا عاشق تھا اب اللہ کا عاشق ہوگیا۔ اور عشق بھی ایسا کہ اللہ کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کرگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا:

(صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾) (سورۂ عنکبوت: ۴۵)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا یقیناً نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے۔''

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۳۸۴)

نوٹ: ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس (۴۰) روز اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے تو اللہ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں۔ (روح البیان، معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸)

﴿۲۳۳﴾ خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھے یا نہیں

سوال خودکشی کرنے والے مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب بے شک خودکشی گناہِ کبیرہ ہے مگر شریعت مطہرہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اگر بعض مذہبی مقتداز جراً لوگوں کی عبرت کے لیے نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں تو اس کی گنجائش ہے، مگر عوام پر ضروری ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھیں، نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر لازم ہے وہ نیک ہو یا بد۔ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، درمختار میں ہے:

(وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ وَلَوْ عَمَدًا يُغْسَلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ، بِهٖ يُفْتٰى) (درمختار مع الشامی جلد ۱ صفحہ ۸۱۵)

ترجمہ: ''جو آدمی خود کو عمداً قتل کرے تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے، اس پر فتویٰ ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۷)

﴿۲۳۴﴾ جمعہ کے دِن وفات پانے کی فضیلت

سوال جمعہ کے دن موت کی فضیلت وارد ہوئی ہے یہ فضیلت کب سے ہے، اور کہاں تک ہے؟

جواب حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دِن یا شب جمعہ کو وفات پانے والا مسلمان منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہتا ہے:

(ثُمَّ ذَكَرَ اَنَّ مَنْ لَّا يُسْئَلُ ثَمَانِيَةٌ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْمَيِّتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَتَهَا) (درمختار مع الشامی جلد ۱ صفحہ ۷۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ) (رواہ احمد الترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے (یعنی سوال و جواب یا عذاب قبر) سے بچالیتے ہیں۔'' (محمد امین)

﴿۲۳۵﴾ انبیاء کے ناموں کی وجہ تسمیہ

﴿۱﴾ آدم: کے معنی گندم گوں ہیں، ابوالبشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

﴿۲﴾ نوح: کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام وراحت کا موجب قرار دیا۔

﴿۳﴾ اسحاق: کے معنی ضاحک یعنی ہنسنے والا ہیں، اسحاق علیہ السلام ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

﴿۴﴾ یعقوب: پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔

﴿۵﴾ موسیٰ: پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا تب یہ نام رکھا گیا۔

﴿۶﴾ یحیٰ: عمر دراز، بڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان ہے۔

﴿۷﴾ عیسیٰ: سرخ رنگ، چہرہ گل گوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۳ صفحہ ۱۴)

﴿۲۳۶﴾ پانچ آدمی اللہ کی ذمہ داری میں ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

﴿۱﴾ جو آدمی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ اور جو صبح یا شام کو مسجد میں جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ اور جو مدد کرنے کے لیے امام کے پاس جاتا ہے، وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

﴿۵﴾ اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۵)

﴿۲۳۷﴾ عیادت کرنے کا عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ جب آپ مرض وفات میں تھے لوگ آپ کی عیادت کرنے کے لیے آنے لگے، عیادت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ (مَنْ عَادَ مِنْکُمْ فَلْیُخَفِّفْ)

یعنی جو شخص تم میں سے کسی بیمار کی عیادت کرنے جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ ہلکی پھلکی عیادت کرے، بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے، کیونکہ بعض اوقات مریض کو خلوت کی ضرورت ہوتی ہے اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اپنا کام بے تکلفی سے انجام نہیں دے سکتا، اس لیے مختصر عیادت کر کے چلے آؤ اور اُس کی راحت پہنچاؤ، تکلیف مت پہنچاؤ۔

بہر حال حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے، ایک صاحب عیادت کے لیے آ کر بیٹھ گئے اور ایسے جم کر بیٹھ گئے کہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے اور بہت سے لوگ عیادت کے لیے آتے رہے اور مختصر ملاقات کر کے جاتے رہے مگر وہ صاحب بیٹھے رہے، نہ اُٹھے۔ اب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس انتظار میں تھے کہ یہ صاحب چلے جائیں تو میں خلوت میں بے تکلفی سے اپنی ضروریات کے کچھ کام کرلوں مگر خود سے اس کو چلے جانے کے لیے بھی کہنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

جب کافی دیر گزر گئی اور وہ اللہ کا بندہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب سے فرمایا: یہ بیماری کی تکلیف تو اپنی جگہ پر ہے ہی، لیکن عیادت کرنے والوں نے علیحدہ پریشان کر رکھا ہے کہ عیادت کے لیے آتے اور پریشان کرتے ہیں۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ شاید یہ میری بات سمجھ کر چلا جائے مگر وہ اللہ کا بندہ پھر بھی نہیں سمجھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت! اگر آپ اجازت دیں تو کمرے کا دروازہ بند کردوں؟ تا کہ کوئی دوسرا شخص عیادت کے لیے نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا: ہاں بھائی! بند کردو مگر اندر سے بند کرنے کے بجائے باہر سے جا کر بند کردو۔

بہر حال بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ ایسا معاملہ بھی کرنا پڑتا ہے اس کے بغیر کام نہیں چلتا، لیکن عام حالت میں حتیٰ الامکان یہ کوشش کی جائے کہ دوسرا آدمی یہ محسوس نہ کرے کہ مجھ سے اعراض برتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو ان سنتوں

پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

﴿۲۳۸﴾ حضور ﷺ کی زیارت کا طریقہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق ہو وہ جمعہ کی رات میں دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ (۱۱) مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ (۱۱) مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور پھر سلام پھیرنے کے بعد سو (۱۰۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ)

اگر کوئی شخص چند مرتبہ یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب فرما دیتے ہیں بشرطیکہ شوق اور طلب کامل ہو اور گناہوں سے بھی بچتا ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۱۰۴)

﴿۲۳۹﴾ آٹھ قسم کے لوگ جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا

شامی میں لکھا ہے کہ جن لوگوں سے سوال نہیں کیا جائے گا وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں:

﴿۱﴾ شہید۔ ﴿۲﴾ اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا۔ ﴿۳﴾ مرض طاعون سے فوت ہونے والا۔

﴿۴﴾ طاعون کے زمانہ میں طاعون کے علاوہ کسی مرض سے فوت ہونے والا جب کہ وہ اس پر صابر اور ثواب کی اُمید رکھنے والا ہو۔

﴿۵﴾ صدیق۔ ﴿۶﴾ بچے۔ ﴿۷﴾ جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا۔

﴿۸﴾ ہر رات سورۂ تبارک (سورۂ ملک) پڑھنے والا۔

اور بعض حضرات نے اس سورت کے ساتھ سورۂ سجدہ کو بھی ملایا ہے اور اپنے مرض موت میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے والا۔

اور شارح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان میں انبیاء علیہم السلام کا اضافہ کیا جائے گا اس لیے کہ وہ صدیقین سے درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

﴿۲۴۰﴾ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا خوفِ خدا

مذکور ہے کہ ایک دن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گزر ہوا آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی نکلتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ نہر مذکور میں ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے، خیال کیا کہ اس کے کھالینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اُٹھا کر کھالیا۔ جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور ناجائز طریقہ پر کھالیا ہے۔ اس خیال سے مالک کے باغ کے پاس گئے کہ اسے اس امر کی اطلاع دے دیں تاکہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہوجائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے کو جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا، آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں، اُسے بھیج دو۔ اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس سے پوچھ لو۔ میں خود حاضر ہوجاؤں۔

چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا، خاتون مذکور نے جواب دیا کہ نصف باغ تو میرا ہے اور نصف سلطان کا ہے، اور وہ یہاں نہیں ہے بلخ تشریف لے گئے ہیں جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کردیا۔

اب باقی رہا دوسرا نصف، اسے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی، اس حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی اور نصف سیب کی معافی کے طالب ہوئے، بادشاہ نے فرمایا: اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا کل میرے پاس تشریف لے آیئے، اس کی ایک حسینہ و جمیلہ لڑکی تھی اور بہت سے شہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے لیے آ چکے تھے لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا کیونکہ لڑکی عبادت اور نیک کاروں کو بہت دوست رکھتی تھی اس لیے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کسی متورع (پرہیزگار) زاہد سے اس کا نکاح ہو۔

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادھم کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا متورع (پرہیزگار) شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے کے لیے بخارا سے آیا ہے۔ جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا۔

جب دوسرے دِن ادھم بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے اُن سے کہا کہ جب تک میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے آپ سے نصف سیب معاف نہیں کروں گا۔ ادھم نے کمال انکار کے بعد چار و نا چار نکاح کرنا منظور کر لیا۔

چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادھم سے نکاح کر دیا۔ جب ادھم خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے۔ ادھم ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہو گئی اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ اور اب تک سلطان نے سیب کا نصف انہیں معاف نہ کیا تھا، اس لیے آپ نے بادشاہ کو یاد دہانی کے لیے کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرما دیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع کا اتفاق نہ ہوگا میں معاف نہ کروں گا۔ آخر کار شب ہوئی اور ادھم اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے۔ آپ نے غسل کیا نماز پڑھی اور چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادھم رحمۃ اللہ علیہ مردہ تھے۔

بعد ازاں لڑکی سے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، چونکہ ابراہیم کے نانا کا کوئی لڑکا نہ تھا، اس لیے سلطنت ابراہیم کو ملی۔ آپ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے، اس کی اصل بھی یہی ہے۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ا صفحہ ۱۰۶)

﴿۲۴۱﴾ ایک نیکی پر جنگ میں داخلہ

قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو حاضر کیا جائے گا جس کے میزان کے دونوں پلڑے نیکی اور بدی کے برابر ہوں گے اور ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس سے نیکی کا پلڑا جھک جائے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جا کر تلاش کرو کہ تمہیں کوئی نیکی مل جائے جس سے تم کو جنت میں پہنچاؤں۔ وہ شخص بہت حیران و پریشان لوگوں میں تلاش کرتا رہے گا لیکن ہر شخص یہی کہے گا مجھے اپنے بارے میں ڈر ہے کہ میری نیکی کا پلڑا ہلکا نہ ہو جائے، اور میں تجھ سے نیکی کا زیادہ محتاج ہوں۔ وہ شخص بہت مایوس ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص پوچھے گا تجھے کیا چاہیے؟ وہ کہے گا: مجھے ایک نیکی چاہیے اور میں بہت لوگوں سے مل چکا ہوں جن کی ہزاروں نیکیاں ہیں لیکن ہر ایک نے مجھ سے بخیلی کی۔ وہ شخص کہے گا میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تھی اور میرے صحیفے میں صرف ایک ہی نیکی ہے، اور مجھے یہ گمان ہے کہ اس سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا تو ہی اس کو میری طرف سے ہدیہ لے جا (اور اپنی جان بچا)۔

وہ شخص اس کی نیکی کو لے کر بہت مسرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اللہ تعالیٰ اپنے علم کے باوجود اس سے پوچھیں گے کہ تیری کیا خبر ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! اس نے اپنا کام اس طریقہ سے پورا کیا (وہ شخص اپنی پوری حالت وہاں بیان کرے گا) پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو حاضر کرے گا جس نے اس کو نیکی دی تھی، اور اس سے اللہ تعالیٰ کہے گا آج کے دن میری سخاوت تیری سخاوت سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور تم دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (التذکرۃ جلد ا صفحہ ۳۱۰، زرقانی جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۰)

﴿۲۴۲﴾ والد کے ساتھ خیر خواہی پر جنت میں داخلہ

ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک شخص کے میزان کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نہ جنتی ہے اور نہ جہنمی ہے۔ اتنے میں ایک فرشتہ ایک صحیفہ لا کر اس کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھے گا جس میں ''اُف'' (والدین کی تکلیف و صدمہ کی آواز) لکھا ہوا ہوگا، جو بدی کے پلڑے کو وزنی کر دے گا، اس لیے کہ وہ (اُف) ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں کے مقابلہ میں بھاری ہے۔ چنانچہ اس کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات کی درخواست کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو واپس لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے کہیں گے اے ماں باپ کے نافرمان! تو کس بناء پر جہنم سے چھٹکارے کی درخواست کرتا ہے؟ وہ شخص کہے گا؟ اے رب! میں جہنم میں جانے والا ہوں، مجھے وہاں سے چھٹکارا نہیں کیونکہ میں والد کا نافرمان تھا، اور میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ میرا باپ بھی میری طرح جہنم میں جانے والا ہے، لہٰذا میرے باپ کے بدلہ میرا عذاب دوگنا کر دیا جائے اور اُن کو جہنم سے چھٹکارا دیا جائے۔

یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے: دنیا میں تو ان کا نافرمان تھا اور آخرت میں تو نے اس کو بچا دیا۔ پکڑ اپنے باپ کا ہاتھ اور دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (التذکرۃ للقرطبی جلد ا صفحہ ۳۱۹، زرقانی جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۹)

﴿۲۴۳﴾ امانت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا عجیب واقعہ

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بہت سی کتابوں میں یہ روایت دیکھی ہے جس کو زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے، تو ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لیے ہوئے حاضر مجلس ہوا، اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی کوے کو جو زیادہ مشابہ ہو اس کوے سے یعنی ایک کوا دوسرے کوے سے جیسی مشابہت رکھتا ہو ایسی مشابہت باپ اور بیٹے میں ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جب کہ وہ مرچکی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔ چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! ایک مرتبہ میں نے سفر کا ارادہ کیا اس وقت اس کی والدہ کو اس کا حمل تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم اس حال میں مجھ کو چھوڑ کر جا رہے ہو کہ میں حمل کی وجہ سے بوجھل ہو رہی ہوں۔ میں نے کہا:

(اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ مَافِیْ بَطْنِكِ)

ترجمہ: ''میں اس بچہ کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر میں سفر میں روانہ ہوگیا اور کئی سال کے بعد گھر واپس آیا تو گھر کا دروازہ مقفل پایا۔ اوروں سے معلوم کیا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ میں نے اِنَّـا لِلّٰـهِ پڑھا، اس کے بعد اپنی بیوی کی قبر پر گیا۔ میرے چچازاد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں کافی دیر تک قبر پر رُکا رہا، اور روتا رہا۔ میرے بھائی نے مجھے تسلی دی اور واپسی کا ارادہ کیا اور مجھے لانے لگے۔ چند گز ہی ہم چلے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے پوچھا: یہ آگ کیسی ہے؟

انہوں نے کہا یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابھی مرحومہ کی قبر میں نمودار ہوتی ہے۔ میں یہ سن کر اِنَّـا لِلّٰـهِ پڑھا اور کہا کہ عورت بہت نیک اور تہجد گزار تھی تم مجھے دوبارہ اس قبر پر لے جاؤ۔ چنانچہ وہ مجھے قبر پر لے گئے۔ جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو میرے چچازاد

بھائی وہیں ٹھٹک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے۔ ابھی میں اس طرف متوجہ تھا کہ ایک غیبی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے، اپنی امانت واپس لے لے۔ اور اگر تو اس کی والدہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی۔ یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھالیا۔ میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہوگئی۔ امیر المومنین! یہ قصہ جو میں نے بیان کیا اللہ کی قسم! صحیح ہے۔ (حیاۃ الحیوان جلد۲ صفحہ ۱۸۰)

﴿۲۴۴﴾ ستائیس سال کے بعد اللہ کے راستہ سے واپس آنا

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ کے والد ابو عبدالرحمٰن فروخ کو بنوامیہ کے عہد میں خراسان کی طرف ایک مہم پر جانا پڑا، اس وقت ربیعہ شکم مادر میں تھے، فروخ نے چلتے وقت اپنی بیوی کے پاس تیئس (23) ہزار دینار گھر کے اخراجات کے لیے چھوڑ دیئے تھے۔ خراسان پہنچ کر کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ فروخ پورے ستائیس برس تک وطن (مدینہ) واپس نہ آسکے۔

ربیعہ کی والدہ نہایت روشن خیال اور عقل مند تھیں، ربیعہ سن شعور کو پہنچے تو انہوں نے ان کے لیے تعلیم کا اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا، اور اس سلسلہ میں جتنا روپیہ ان کے پاس تھا سب خرچ کر ڈالا۔ ستائیس برس کے بعد جب فروخ مدینہ واپس آئے تو اس شان سے کہ گھوڑے پر سوار تھے اور ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مکان پر پہنچ کر نیزے کی نوک سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دستک سن کر ربیعہ دروازے پر آئے، باپ بیٹے آمنے سامنے، لیکن ایک دوسرے سے بالکل ناآشنا تھے۔ ربیعہ نے فروخ کو اجنبی سمجھ کر کہا:

(يَا عَدُوَّ اللّٰهِ ! أَتَهْجُمُ عَلٰى مَنْزِلِيْ ؟ فَقَالَ لَا، وَقَالَ فَرُّوْخُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ ! أَنْتَ رَجُلٌ دَخَلْتَ عَلٰى حُرْمَتِيْ)

ترجمہ: ''اے اللہ کے دشمن! تو میرے مکان پر حملہ کرتا ہے۔ فروخ بولے: نہیں! بلکہ اے اللہ کے دشمن! تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے۔''

اسی میں بات بڑھ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوگئے۔ اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز سے آس پاس کے لوگ جمع ہوگئے۔ شدہ شدہ خبر امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہنچ گئی۔

ربیعہ اس وقت عمر کے لحاظ سے نوجوان تھے لیکن ان کے علم و فضل کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعض دوسرے مشائخ وقت اس لیے یہاں آئے تھے کہ اپنے استاد حضرت ربیعہ کی امداد کریں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جس وقت یہاں پہنچے تو ربیعہ اس وقت فروخ سے کہہ رہے تھے: خدا کی قسم! میں تم کو بادشاہ کے پاس لے جائے بغیر نہیں مانوں گا۔

اس وقت فروخ کہتے ہیں: اور میں تم کو کس طرح بادشاہ کے سامنے پیش کرنے سے باز رہ سکتا ہوں، جبکہ تم یہاں میری بیوی کے پاس ہو۔ لوگ درمیان میں بیچ بچاؤ کرا رہے تھے۔ شور و شغب برابر بڑھتا ہی رہا، یہاں تک کہ لوگوں نے امام عالی حضرت مالک بن انس کو آتے ہوئے دیکھا تو سب چپ ہوگئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ہی فروخ سے مخاطب ہو کر فرمایا: بڑے میاں! آپ کسی دوسرے گھر میں قیام کر لیجئے۔ فروخ بولے: یہ تو میرا ہی گھر ہے۔ میرا نام فروخ ہے اور میں فلاں کا غلام ہوں۔

حضرت ربیعہ کی ماں نے اندر سے جو سنا باہر نکل آئیں، اور انہوں نے کہا: ہاں! یہ فروخ میرے شوہر ہیں۔ اور یہ ربیعہ میرے لڑکے ہیں۔ فروخ جب خراسان کی مہم پر جا رہے تھے ربیعہ میرے شکم میں تھے۔ اس حقیقت کے کھل جانے پر باپ بیٹے دونوں سے معانقہ کیا اور خوب مل کر روئے اور فروخ گھر میں داخل ہوئے اور بیوی سے ربیعہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ میرا لڑکا ہے؟ وہ بولیں: ہاں۔

تھوڑی دیر کے بعد فروخ نے بیوی سے اس روپیہ کے متعلق دریافت کیا جو وہ خراسان جاتے ہوئے ان کو دے گئے تھے اور کہا کہ چلو

میرے ساتھ یہ چار ہزار دینار ہیں، یہاں یہ سب روپیہ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم پر خرچ ہو چکا تھا۔ بیوی بولیں میں نے وہ مال دفن کردیا ہے چند روز میں نکال دوں گی۔ ابھی ایسی جلدی کیا ہے؟ معمول کے مطابق حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ وقت پر مسجد میں تشریف لے گئے اور درس شروع کردیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حسن بن زید رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی علی اور دوسرے اعیانِ مدینہ شریک تھے۔

والدہ نے ربیعہ کے درس کا وقت پہچان کر فروخ سے کہا کہ جاؤ نماز مسجد نبوی میں پڑھنا۔ اب فروخ یہاں آئے، نماز پڑھی، پھر انہوں نے دیکھا کہ درسِ حدیث کا ایک زبردست حلقہ قائم ہے، ان کو سننے کا شوق ہوا تو حلقہ کے قریب چلے آئے۔ لوگوں نے اُن کو دیکھ کر راستہ دینا شروع کیا۔ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا، اور ایسے ہو گئے کہ گویا انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ فروخ اس حالت میں ان کو شناخت نہ کر سکے۔ لوگوں نے پوچھا:

(مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ ؟ فَقَالُوْا لَهٗ هٰذَا رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ)

ترجمہ: ''یہ کون ہیں؟ لوگوں نے ان کو جواب دیا: یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن۔''

ابوعبدالرحمٰن فروخ فرطِ مسرت سے بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کا مرتبہ بلند کیا ہے۔ گھر واپس آئے تو بیوی سے بولے میں نے آج تمہارے بیٹے کو ایسی شان میں دیکھا کہ کسی صاحب علم وفقہ کو نہیں دیکھا۔

اب حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے کہا آپ کو کیا چیز زیادہ پسند ہے؟ وہ (23) ہزار دینار یا یہ جاہ ومنزلت علمی؟ فروخ بولے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وجاہت زیادہ محبوب ہے۔ کہنے لگیں: میں نے وہ سب روپیہ اس پر صرف کردیا ہے۔ فروخ نے کہا: تم نے وہ روپیہ صحیح مصرف میں خرچ کیا ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۸ صفحہ ۴۲۰)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ دوم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... **بکھرے موتی**

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وعمر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

بااہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
ملت پبلی کیشنز اسلام آباد	مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی	دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور	اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
دار اخلاص محلہ جنگی، پشاور	ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ قاسمیہ ملتان	مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان	مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (دوم)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدا کے نام سے آغاز کررہا ہوں میں
جو مہربان ہے بہت اور رحم والا ہے



یہ مانا کہ پر خطا ہوں مگر ہوں تو تیرا بندہ
اگر تو مجھے نباہ لے تو تیری بندہ پروری ہے



انقلاباتِ زمانہ واعظِ رب ہیں سن لو!
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافۡهَمۡ! فَافۡهَمۡ!



جب دنیا جاتی ہے تو حسرت چھوڑ جاتی ہے
اور جب آتی ہے تو ہزاروں غم ساتھ لاتی ہے



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿۱﴾ حضور اکرم ﷺ کا کئی دن کا فاقہ

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے، بھوک سے آپ ﷺ کو تکلیف ہونے لگی، آپ اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے، لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی! تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں کھالوں؟ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کچھ بھی نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر لگن میں رکھ لیا، اور فرمانے لگیں: گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھی بھوک ہے، لیکن ہم سب فاقہ سے گزار دیں گے اور خدا تعالیٰ کی قسم! آج تو یہ رسول اللہ ﷺ کو ہی دوں گی۔ پھر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ﷺ کو بلا لائیں۔ حضور اکرم ﷺ راستے ہی میں تھے لوٹ آئے۔ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، خدا تعالیٰ نے کچھ بھجوا دیا ہے، جسے میں نے آپ ﷺ کے لیے چھپا کر رکھ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پیاری بچی! لے آؤ۔ اب جو کونڈا کھولا تو دیکھتی ہیں کہ برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے۔ دیکھ کر حیران ہو گئیں، لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہوئی ہے۔ اللہ کا شکر کیا، نبی خدا پر درود پڑھا اور آپ ﷺ کے پاس لا کر پیش کر دیا۔

آپ ﷺ نے بھی اسے دیکھ کر خدا کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی! یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا کہ ابا جان! خدا تعالیٰ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی! تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار (یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا) جیسا کر دیا۔ انہیں جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ خدا کے پاس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا، اور آپ ﷺ نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے اور آپ ﷺ کی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا، جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔ یہ تھی خیر کثیر اور برکت خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/۴۰۶)

فائدہ: اس واقعے سے ایک طرف حضور اکرم ﷺ کا بھوک کی شدت اور فاقہ برداشت کرنے کا سبق ملا، دوسری طرف نیک اور دیندار عورتوں کے لیے یہ سبق بھی ہے کہ جب کہیں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت ملے اور کوئی پوچھے کہ کس نے دیا؟ تو جواب میں کہیں:

﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۳۷)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔''

﴿۲﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ پی جانا

عبداللہ بن محمد صیادفی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اندر سے آپ کی کنیز آئی اور تیزی سے نکل گئی، پاؤں کی ٹھوکر سے راستہ میں رکھی ہوئی روشنائی کی شیشی اُلٹ گئی، امام صاحب نے ذرا غصے سے فرمایا کیسے چلتی ہے؟ کنیز بولی: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلیں۔ امام صاحب یہ جواب سن کر انتہائی تحمل اور بردباری سے فرماتے ہیں: جا میں نے تجھے آزاد

کیا۔صیادفی کہتے ہیں، میں نے کہا: اس نے تو آپ کو غصہ دلانے والی بات کہی تھی، آپ نے آزاد کر دیا؟ فرمایا: اس نے جو کچھ کہا اور کیا میں نے اپنی طبیعت کو اسی پر آمادہ کر لیا۔ (ترجمہ صحیح بخاری از علامہ وحید الزماں صاحب ص ۱۳)

حدیث شریف میں آیا ہے، اے ابن آدم! جب تجھے غصہ آئے تو اسے پی جا۔ جب مجھے تجھ پر غصہ آئے گا تو میں پی جاؤں گا۔ بعض روایتوں میں ہے اے ابن آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا، یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/ ۴۵۷)

﴿۳﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہندوستانی راجاؤں کا اسلام قبول کرنا

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے راجاؤں کو سات خطوط لکھے اور ان کو اسلام اور اطاعت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کو اپنی سلطنتوں پر باقی رکھا جائے گا اور ان کے حقوق وفرائض وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار کی خبریں وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں اس لیے انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے نام عربوں ہی کے نام پر رکھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۱/ ۴۹)

﴿۴﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے افریقہ میں زکوٰۃ کی تحصیل پر مقرر کیا، میں نے زکوٰۃ وصول کی، جب میں نے اس کے مستحق تلاش کیے جن کو وہ رقم دی جائے تو مجھے ایک بھی محتاج نہیں ملا، اور ایک شخص بھی ایسا دستیاب نہیں ہوا جس کو زکوٰۃ دی جا سکے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو غنی بنا دیا، بالآخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کیے اور ان کے حقوق کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا۔ ایک دوسرے قریشی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر مدتِ خلافت میں یہ حال تھا کہ لوگ بڑی بڑی رقمیں زکوٰۃ کی لے کر آتے تھے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دے دیا جائے، لیکن مجبوراً واپس کرنی پڑتی تھیں کہ کوئی لینے والا نہیں ملتا۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں سب مسلمان غنی ہو گئے اور زکوٰۃ کا کوئی مستحق نہیں رہا۔

ان ظاہری برکات کے علاوہ جو صحیح اسلامی حکومت کا ثانوی نتیجہ ہے، بڑا انقلاب یہ ہوا کہ لوگوں کے رجحانات بدلنے لگے، اور قوم کے مزاج و مذاق میں تبدیلی ہونے لگی۔ ان کے معاصر کہتے ہیں کہ ہم جب ولید کے زمانہ میں جمع ہوتے تھے، تو عمارتوں اور طرزِ تعمیر کی بات چیت کرتے تھے، اس لیے کہ ولید کا یہی اصل ذوق تھا، اور اس کا تمام اہل مملکت پر اثر پڑ رہا تھا۔ سلیمان کھانوں اور عورتوں کا بڑا شائق تھا، اس کے زمانہ میں مجلسوں کا موضوع سخن یہی تھی، لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں نوافل و طاعات، ذکر و تذکرہ، گفتگو اور مجلسوں کا موضوع بن گیا، جہاں چار آدمی جمع ہوتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۱/ ۵۰)

﴿۵﴾ غموں سے نجات پانے کا آسان نسخہ

حضرت شاہ پھولپوری قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ کتنا ہی شدید قبض طاری ہو، قلب میں انتہائی ظلمت اور جمود پیدا ہو گیا ہو اور سالہا سال سے دل کی یہ کیفیت نہ جاتی ہو تو ہر روز وضو کر کے پہلے دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھ، پھر سجدہ میں جا کر بارگاہِ رب العزت میں عجز وندامت کے ساتھ خوب گریہ وزاری کرے اور خوب استغفار کرے۔ پھر اس وظیفہ کو تین سو ساٹھ (360) مرتبہ پڑھے:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

وظیفہ مذکور میں ﴿ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ ﴾ دو اسماءِ الٰہیہ ایسے ہیں جن کے اسم اعظم ہونے کی روایت ہے اور آگے وہ خاص آیت ہے جس

کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام نے تین تاریکیوں سے نجات پائی۔ پہلی تاریکی اندھیری رات کی، دوسری پانی کے اندر کی، تیسری مچھلی کے شکم (پیٹ) کی۔ ان تین تاریکیوں میں حضرت یونس علیہ السلام کی کیا کیفیت تھی اس کو خود حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴾ (سورۂ قلم: ۴۸)

ترجمہ: ''اور وہ گھٹ رہے تھے۔''

کظم عربی لغت میں اس کرب و بے چینی کو کہتے ہیں جس میں خاموشی ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اسی آیت کریمہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے غم سے نجات عطا فرمائی اور آگے یہ بھی ارشاد ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (سورۂ انبیاء: ۸۸)

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات عطا فرماتے رہتے ہیں۔''

پس معلوم ہوا کہ قیامت تک کے لیے غموں سے نجات پانے کے لیے یہ نسخہ نازل فرما دیا گیا۔ جو کلمہ گو بھی کسی اضطراب و بلا میں کثرت سے اس آیت کریمہ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ نجات پائے گا۔

(شرح مثنوی مولانا روم اردو، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ، حصہ اوّل ص ۱۳۶)

﴿۶﴾ مثالی ماں کی مثالی تربیت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دین کے بہت بڑے عالم اور اللہ کے ولی تھے، ان کی زندگی کو آپ دیکھئے ان کے پیچھے ان کی ماں کا کردار نظر آئے گا۔ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ دو بھائی تھے، یہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں یتیم ہو گئے تھے، ان دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی، ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھی کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتیٰ کہ عالم بن گئے۔ مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ ان کے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ ہے مسجد کا امام بھی ہے، مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ امی! آپ بھائی سے کہئے کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے۔ ماں نے بلا کر نصیحت کی، چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھانے لگے، اور ان کے بھائی نے ان کے پیچھے نیت باندھ لی، لیکن عجیب بات ہے کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے بھائی نے نماز توڑ دی، اور جماعت میں سے باہر نکل آئے۔ جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مکمل کی اور ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی، وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے اور مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے۔

ماں نے پوچھا: بیٹا! بڑے پریشان نظر آتے ہو؟ کہنے لگے امی! بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر رہتا۔ یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں واپس آ گیا اور اس نے آ کر الگ نماز پڑھی۔ ماں نے اس کو بلا کر پوچھا: بیٹا! ایسا کیوں کیا؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا: امی! میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا پہلی رکعت تو انہوں نے ٹھیک پڑھائی مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کے بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا اس لیے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔

ماں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی! بالکل ٹھیک بات ہے، میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور نفاس کے کچھ مسائل تھے جن پر غور و خوض کر رہا تھا، جب نماز شروع ہوئی تو پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی نفاس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے، ان میں تھوڑی دیر کے لیے ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا اس

لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی۔

ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا: افسوس ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا۔اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو معافی مانگ لی، امی! مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا امی! مجھے تو کشف ہوا تھا اس کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑ دی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ ماں نے جواب دیا کہ:

''تم میں سے ایک نفاس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا، اور دوسرا پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا، لہٰذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے۔'' (دوائے دل ص ۲۱۱)

﴿۷﴾ شہداء کی قسمیں

① راہِ خدا میں جس کو قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
② پیٹ کی بیماری میں یعنی دست اور استسقاء میں مرنے والا شہید ہے۔
③ پانی میں بے اختیار ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے۔
④ دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑤ طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑥ ذات الجنب یعنی نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑦ جل کر مرنے والا شہید ہے۔
⑧ حالت حمل میں مر جانے والی عورت شہید ہے۔
⑨ کنواری مر جانے والی عورت شہید ہے۔
⑩ جو عورت حاملہ ہونے کے بعد سے بچے کی پیدائش تک یا بچہ کا دودھ چھڑانے تک مر جائے وہ شہید ہے۔
⑪ سل یعنی دِق کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑫ حالت سفر میں مرنے والا شہید ہے۔
⑬ سفر جہاد میں سواری سے گر کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑭ مرابط یعنی اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کے دوران مر جانے والا شہید ہے۔
⑮ گڑھے میں گر کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑯ درندوں یعنی شیر وغیرہ کا لقمہ بن جانے والا شہید ہے۔
⑰ اپنے مال، اپنے اہل وعیال، اپنے دین، اپنے خون، اور حق کی خاطر قتل کیا جانے والا شہید ہے۔
⑱ دورانِ جہاد اپنی موت مر جانے والا شہید ہے۔
⑲ اور جسے شہادت کا پر خلوص تمنا اور لگن ہو مگر شہادت کا موقع اسے نصیب نہ ہو اور اس کا وقت پورا ہو جائے اور شہادت کی تمنا دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو جائے وہ شہید ہے۔
⑳ جس شخص کو حاکم وقت ظلم وتشدد کے طور پر قید خانہ میں ڈال دے اور وہ وہیں مر جائے وہ شہید ہے۔
㉑ جو شخص توحید کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کر دے وہ شہید ہے۔

(۲۲) تپ یعنی بخار میں مرنے والا شہید ہے۔

(۲۳) جو شخص ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اسے اچھا اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے اور وہ حاکم اس شخص کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے۔

(۲۴) جس شخص کو گھوڑا یا اونٹ کچل اور روند ڈالے اور وہ مر جائے، یعنی کسی حادثہ میں مر جائے جیسے کار کا حادثہ، ہوائی جہاز کا حادثہ وغیرہ وغیرہ، وہ شہید ہے۔

(۲۵) جو زہریلے جانور کے کاٹنے سے مر جائے وہ شہید ہے۔

(۲۶) پاکباز اور پرہیز گار عاشق جس نے اپنے عشق کو چھپایا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا وہ شہید ہے۔

(۲۷) جو شخص کشتی میں بیٹھا اور دورانِ سفر قے میں مبتلا ہوا تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے۔

(۲۸) جس عورت نے اپنی سوکن کی موجودگی میں صبر وضبط سے کام لیا اسے شہید کا ثواب ملے گا۔

(۲۹) جو شخص روزانہ یہ دعاء (اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ) پچیس (۲۵) مرتبہ پڑھے گا اور اپنی فطری موت مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا ثواب عنایت فرمائیں گے۔

(۳۰) جو شخص اشراق اور چاشت کی نماز کا اہتمام کرے اور مہینہ میں تین روزے رکھے اور حالت سفر وحضر میں وتر کی نماز نہ چھوڑے اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے۔

(۳۱) جب امت میں اعتقادی اور عملی گمراہی پھیل جائے اس وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے والا شہید ہے۔

(۳۲) طلب علم میں مرنے والا شہید ہے، اور طلب علم میں مرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو حصول علم اور درس وتدریس میں مشغول ہو یا تصنیف وتالیف میں مصروف ہو یا کسی علمی مجلس میں حاضر ہو۔

(۳۳) جس شخص نے اپنی زندگی لوگوں کی مہمان داری اور خاطر داری اور خاطر وتواضع میں گزاری وہ شہید ہے۔

(۳۴) جو شخص میدان کارزار میں زخمی ہو کر فوراً نہ مر جائے بلکہ کم سے کم اتنی دیر تک زندہ رہے کہ دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھائے وہ بھی شہید ہے۔

(۳۵) شریق یعنی وہ شخص جو گلے میں پانی پھنس جانے اور دم گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے۔

(۳۶) جو شخص مسلمانوں کے لیے گلہ فراہم کرے وہ شہید ہے۔

(۳۷) جو شخص اپنے اہل وعیال اور اپنے غلام لونڈی کے لیے کمائے وہ شہید ہے۔

(۳۸) جو مسلمان اپنے مرض میں حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ چالیس (۴۰) مرتبہ پڑھے اور اسی مرض میں مر جائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس مرض سے اسے چھٹکارا مل جائے تو وہ اس حال میں صحت مند ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔

(۳۹) یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(۴۰) جو شخص جمعہ کی شب میں مر جاتا ہے وہ شہید ہے۔

(۴۱) حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ بلا اجرت صرف رضائے الٰہی کی خاطر اذان دینے والا مؤذن اس شہید کی مانند ہے جو اپنے خون میں لت پت تڑپتا ہو، نیز وہ مؤذن جب مرتا ہے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑتے۔

(۴۲) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر سو مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ اور جو شخص مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برأت یعنی نفاق اور آگ سے نجات لکھ دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

(۴۳) منقول ہے کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں، وہ فرشتے اس کے لیے شام تک بخشش کی دعا کرتے ہیں اور وہ شخص اگر اس دن مرجائے تو اس کی موت شہید کی موت ہوتی ہے، اور جو شخص شام کو یہ آیتیں پڑھتا ہے وہ بھی اسی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب تم رات میں سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھ لو اور فرمایا کہ اگر تم رات میں یہ پڑھنے کے بعد سوئے اور اسی رات میں مرگئے تو شہید کی موت پاؤ گے۔

(۴۴) منقول ہے کہ جو شخص مرگی کے مرض میں مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

(۴۵) جو شخص حج اور عمرہ کے دوران مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

(۴۶) جو شخص باوضو مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

(۴۷) اسی طرح رمضان کے مہینے میں بیت المقدس، مکہ یا مدینہ میں مرنے والا شخص شہید ہوتا ہے۔

(۴۸) دبلاہٹ کی بیماری میں مرنے والا شخص شہید ہوتا ہے۔

(۴۹) جو شخص کسی آفت وبلا میں مبتلا ہو اور اس آفت وبلا پر صبر و رضا کا دامن پکڑے ہوئے مرجائے وہ شہید ہے۔

(۵۰) جو شخص صبح و شام (لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) پڑھے وہ شہید ہے۔

(۵۱) منقول ہے کہ جو شخص نوے (۹۰) برس کی عمر میں مرے۔

(۵۲) یا آسیب زدہ ہوکر مرے۔

(۵۳) یا اس حال میں مرے کہ اس کے ماں باپ اس سے خوش ہوں۔

(۵۴) یا نیک بخت بیوی اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو وہ شہید ہے۔

(۵۵) اسی طرح عادل حاکم و بادشاہ اور شرعی قاضی، یعنی وہ قاضی جو ہمیشہ حق وانصاف کی روشنی میں فیصلہ کرے وہ شہید ہے۔

(۵۶) جو مسلمان کسی کمزور مسلمان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے وہ بھی شہید ہے۔ (ماخوذ از مظاہر حق جدید: ۲/۳۴۷)

﴿۸﴾ تین بیماریوں جن میں بیمار کی عیادت کرنے یا نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری عیادت فرمائی جبکہ میری آنکھوں میں درد تھا۔ (احمد، ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُس شخص کی عیادت کرنا سنت ہے جو آنکھ دُکھنے یا آنکھ کی دوسری بیماری میں مبتلا ہو۔

اور جامع صغیر میں ایک روایت ہے، جس کا مفہوم ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں جن میں بیمار کی عیادت نہ کی جائے:

(۱) آنکھیں دُکھنے میں۔ (۲) داڑھ درد میں۔ (۳) اور دُنبل (پھوڑے) میں۔

چونکہ ان دونوں حدیثوں میں (بظاہر) تعارض ہے اس لیے ان دونوں میں اس تاویل کے ذریعے تطبیق پیدا کی جائے گی کہ ان

بیماریوں میں بیمار کی عیادت وہ لوگ نہ کریں جن کے لیے بیمار کو تکلف کرنا پڑے، یا ان کا آنا بیمار کے لیے گراں ہو کیونکہ اگر وہ لوگ ایسے بیمار کی عیادت کے لیے جائیں گے تو آنکھ دُکھنے یا آنکھ کی دوسری بیماری کی شکل میں بیمار کو اپنی آنکھ کھولنے پر مجبور ہونا پڑے گا، یا داڑھ دُکھنے کی صورت میں اسے گفتگو کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیف ہوگی۔ اسی طرح اگر دُنبل ہوگا تو وہ ان کی وجہ سے ٹھیک طریقہ سے بیٹھنے پر مجبور ہوگا اور ظاہر ہے کہ پھوڑے کی وجہ سے اس کے لیے کسی ایک اور ٹھیک ہیئت پر بیٹھنا بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا۔ ہاں! اگر ایسے لوگ عیادت کے لیے جائیں جن کی وجہ سے بیمار کو تکلف نہ کرنا پڑے، یا ان کا جانا بیمار پر گراں نہ گزرے تو ان بیماریوں میں بھی عیادت کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۳۵۲/۲)

﴿۹﴾ حضرت رابعہ بصریہ کا بچپن اور ان کا زہد و تقویٰ

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ سے، جو اولیائے کاملین میں سے تھیں، کسی شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کا راستہ آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟ یعنی خدا کی طلب کی ابتداء کیونکر ہوئی، فرمایا کہ میں سات برس کی تھی کہ بصرہ میں قحط پڑا، میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی اور میری بہنیں متفرق ہوگئیں اور مجھے رابعہ (چوتھی) اس لیے کہتے ہیں کہ میری تین بہنیں اور تھیں، چوتھی میں تھی، پس میں ایک ظالم کے ہاتھ پڑی اس نے مجھ کو چھ درہم میں بیچ ڈالا۔ جس شخص نے مجھ کو خریدا تھا وہ مجھ سے سخت سے سخت کام لیتا تھا۔ ایک روز میں کوٹھے سے گر پڑی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ میں نے اپنا چہرہ زمین پر رکھا اور عرض کیا: بار خدا! میں ایک غریب یتیم لڑکی ہوں، ایک شخص کی قید میں پڑی ہوں، مجھ پر رحم فرما، میں تیری رضا چاہتی ہوں، مجھ پر رحم فرما، میں تیری رضا چاہتی ہوں، اگر تو راضی ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں۔ اس کے جواب میں میں نے ایک آواز سنی کہ اے ضعیفہ! غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک ایسا مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقربان آسمان تجھ کو اچھا جاننے لگیں گے۔

اس کے بعد میں اپنے مالک کے گھر آئی تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور شب کو ایک گوشہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں آدھی رات کو حق تعالیٰ سے مناجات کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی الٰہی! تو جانتا ہے کہ میرے دل میں خواہش تیرے فرمان کی موافقت میں ہے، اور میری آنکھ کی روشنی تیری خدمت کرنے میں ہے، اور تو میری نیت کو جانتا ہے کہ اگر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت نہ ہوتی تو گھڑی بھر کے لیے بھی تیری عبادت سے آسودہ نہ ہوتی، لیکن تو نے مجھ کو ایک مخلوق کے ہاتھ قید کر دیا ہے۔ میں یہ دعا کر رہی تھی کہ میرے مالک نے میرے سر پر ایک قندیل نور کی بغیر زنجیر کے لٹکی ہوئی دیکھی جس کے سبب سارا گھر روشن ہو گیا تھا۔ دوسرے دن مالک نے مجھے بلایا اور بہت خاطر کی اور آزاد کر دیا۔ بس میں نے اس سے اجازت لی اور آبادی سے باہر نکلی اور ویرانہ کی راہ لی جہاں کوئی آدمی نہ تھا، اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔ چنانچہ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔ (مثالی خواتین محمد اسحاق ملتانی)

﴿۱۰﴾ قیامت کی بہتر (۷۲) نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب بہتر (۷۲) باتیں پیش آئیں گی:

① لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے، یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا، یہ بات اگر اس زمانے میں کہی جائے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جائے گی، اس لیے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو نماز کی پابند نہیں ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نماز کو کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل قرار دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں مؤمن کتنا ہی برے سے برا ہو، فاسق و فاجر ہو، بدکار ہو، لیکن نماز نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔

(۲) امانت ضائع کرنے لگیں گے یعنی جو امانت ان کے پاس رکھی جائے گی اس میں خیانت کرنے لگیں گے۔
(۳) سود کھانے لگیں گے۔
(۴) جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں گے یعنی جھوٹ ایک فن اور ہنر بن جائے گا۔
(۵) معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے، ذرا سی بات پر دوسرے کی جان لے لیں گے۔
(۶) اونچی اونچی بلڈنگیں بنائیں گے۔
(۷) دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔
(۸) قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔
(۹) انصاف نایاب ہو جائے گا۔
(۱۰) جھوٹ سچ بن جائے گا۔
(۱۱) لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔
(۱۲) ظلم عام ہو جائے گا۔
(۱۳) طلاقوں کی کثرت ہوگی۔
(۱۴) ناگہانی موت عام ہو جائے گی یعنی ایسی موت عام ہو جائے گی جس کا پہلے سے پتہ نہیں ہوگا بلکہ اچانک پتہ چلے گا کہ فلاں شخص ابھی زندہ ٹھیک ٹھاک تھا اور اب مر گیا۔
(۱۵) خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔
(۱۶) امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا یعنی امانت دار پر تہمت لگائی جائے گی کہ یہ خائن ہے۔
(۱۷) جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔
(۱۸) سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔
(۱۹) تہمت درازی عام ہو جائے گی یعنی لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی تہمتیں لگائیں گے۔
(۲۰) بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔
(۲۱) لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہیت کریں گے یعنی جس طرح لوگ اولاد ہونے کی دعائیں کرتے ہیں، اس کے بجائے لوگ یہ دعائیں کریں گے کہ اولاد نہ ہو۔ چنانچہ آج دیکھ لیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ ”بچے دو ہی اچھے“۔
(۲۲) کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں گے یعنی کمینے لوگ بڑے ٹھاٹھ سے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔
(۲۳) شریفوں کا ناک میں دم آجائے گا یعنی شریف لوگ شرافت کو لے کر بیٹھیں گے تو دنیا سے کٹ جائیں گے۔
(۲۴) امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے یعنی سربراہِ حکومت اور اس کے اعوان و انصار اور وزراء جھوٹ کے عادی بن جائیں گے اور صبح و شام جھوٹ بولیں گے۔
(۲۵) امین خیانت کرنے لگیں گے۔
(۲۶) سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔
(۲۷) عالم اور قاری بدکار ہوں گے یعنی عالم بھی ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کر رہے ہیں، مگر بدکار ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(۲۸) لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔

(۲۹) مگران کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ یعنی لوگ جانوروں کی کھالوں سے بنے ہوئے اعلیٰ درجے کے لباس پہنیں گے، لیکن ان کے دِل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔

(۳۰) اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔

(۳۱) سونا عام ہوجائے گا۔

(۳۲) چاندی کی مانگ ہوگی۔

(۳۳) گناہ زیادہ ہوجائیں گے۔

(۳۴) امن کم ہوجائے گا۔

(۳۵) قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا اور اس پر نقش ونگار بنایا جائے گا۔

(۳۶) مسجدوں میں نقش ونگار کئے جائیں گے۔

(۳۷) اونچے اونچے مینار بنیں گے۔

(۳۸) لیکن دل ویران ہوں گے۔

(۳۹) شرابیں پی جائیں گی۔

(۴۰) شرعی سزاؤں کو معطل کردیا جائے گا۔

(۴۱) لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے آقا اپنی کنیز کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

(۴۲) جولوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مہذب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے یعنی کمینے اور نیچ ذات کے لوگ جونسب اور اخلاق کے اعتبار سے کمینے اور نیچے درجے کے سمجھے جاتے ہیں اور سربراہ بن کر حکومت کریں گے۔

(۴۳) تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرکت کرے گی جیسے آج کل ہورہا ہے کہ عورتیں زندگی کے ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کررہی ہیں۔

(۴۴) مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔

(۴۵) عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔ یعنی مرد عورتوں جیسا حلیہ بنائیں گے اور عورتیں مردوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔ آج دیکھ لیں نئے فیشن نے یہ حالت کردی ہے کہ دور سے دیکھو تو پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔

(۴۶) غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، یعنی قسم تو صرف اللہ کی یا اللہ کی صفت کی اور قرآن کی کھانا جائز ہے۔ (۱) دوسری چیزوں کی قسم کھانا حرام ہے۔ لیکن اس وقت لوگ اور چیزوں کی قسم کھائیں گے۔ مثلاً: تیرے سر کی قسم، تیرے باپ کی قسم! (غوث پاک کی قسم! مولیٰ علی کی قسم!) وغیرہ۔

(۴۷) مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا۔ لفظ ''بھی'' کے ذریعہ یہ بتادیا کہ اور لوگ تو یہ کام کرتے ہی ہیں، لیکن اس وقت مسلمان بھی جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوجائیں گے۔

---

(۱) حضرت سہل بن حنیف اور عامر بن ربیعہ دونوں بدری صحابی ہیں اور یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ (صفحہ ۳۹۰) محمد امین

(۴۸) صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کہیں سے گزر رہے ہیں تو ان لوگوں کو سلام نہیں کیا جائے گا جن سے جان پہچان نہیں ہے، اگر جان پہچان ہے تو سلام کرلیں گے۔ حالانکہ حضور اقدس ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ:

(وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ)

ترجمہ: ''جس کو تم جانتے ہو اس کو بھی سلام کرو اور جس کو تم نہیں جانتے اس کو بھی سلام کرو۔''

خاص طور پر اس وقت جب کہ راستہ میں اِکا دُکا آدمی گزر رہے ہوں تو اس وقت سب آنے جانے والوں کو سلام کرنا چاہیے۔ لیکن اگر آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو اور اسلام کی وجہ سے اپنے کام میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو پھر سلام نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اِکا دُکا آدمی گزر رہے ہوں گے تب بھی سلام نہیں کریں گے اور سلام کا رواج ختم ہو جائے گا۔

(۴۹) غیر دین کے لیے شرعی علم پڑھا جائے گا۔ یعنی شرعی علم دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے پڑھا جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ اور مقصد یہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ ہمیں ڈگری مل جائے گی، ملازمت مل جائے گی، پیسے مل جائیں گے، عزت اور شہرت حاصل ہو جائے گی۔ ان مقاصد کے لیے دین کا علم پڑھا جائے گا۔

(۵۰) آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔

(۵۱) مال غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا جائے گا۔ مال غنیمت سے مراد قومی خزانہ ہے یعنی قومی خزانے کو ذاتی جاگیر اور ذات دولت سمجھ کر معاملہ کریں گے۔

(۵۲) امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا، یعنی اگر کسی نے امانت رکھوادی تو سمجھیں گے کہ یہ لوٹ کا مال حاصل ہوگا۔

(۵۳) زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

(۵۴) سب سے رذیل آدمی قوم کا لیڈر اور قائد بن جائے گا، یعنی قوم میں جو شخص سب سے زیادہ رذیل اور بدخصلت انسان ہوگا اس کو قوم کے لوگ اپنا قائد، اپنا ہیرو اور اپنا سربراہ بنالیں گے۔

(۵۵) آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔

(۵۶) آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔

(۵۷) دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔

(۵۸) بیوی کی اطاعت کرے گا۔

(۵۹) بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔

(۶۰) گانے والی عورتوں کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔ یعنی جو عورتیں گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی ہیں ان کی تعظیم اور تکریم کی جائے گی، اور ان کو بلند مرتبہ دیا جائے گا۔

(۶۱) گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔

(۶۲) سرراہ شرابیں پی جائیں گی۔

(۶۳) ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔

(۶۴) انصاف بکنے لگے گا یعنی عدالتوں میں انصاف فروخت ہوگا۔ لوگ پیسے دے کر اس کو خریدیں گے۔

(۶۵) پولیس والوں کی کثرت ہو جائے گی۔

(۶۶) قرآن کریم کونغمہ سرائی کا ذریعہ بنالیا جائے گا یعنی موسیقی کی لے میں قرآن کی تلاوت کی جائے گی تا کہ اس کے ذریعہ ترنم کا خط اور مزہ حاصل ہو، اور قرآن کی دعوت اور اس کو سمجھنے یا اس کے ذریعہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لیے تلاوت نہیں کی جائے گی۔

(۶۷) درندوں کی کھال استعمال کی جائے گی۔

(۶۸) اُمت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے یعنی ان پر تنقید کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کریں گے اور تنقید کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ بات غلط کہی اور یہ غلط طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ آج بہت بڑی مخلوق صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کر رہی ہے، بہت سے لوگ اُن ائمہ دین کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں جن کے ذریعہ یہ دین ہم تم تک پہنچا، اور ان کو بے وقوف بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھتے، دین کو نہیں سمجھتے، آج ہم نے دین کو صحیح سمجھا ہے۔

(۶۹) یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے۔

(۷۰) یا زلزلے آجائیں۔

(۷۱) یا لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔

(۷۲) یا آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔ العیاذ باللہ۔

اب آپ ان علامات میں ذرا غور کر کے دیکھیں کہ یہ سب علامات ایک ایک کر کے کس طرح ہمارے معاشرے پر صادق آرہی ہیں اور اس وقت جو عذاب ہم پر مسلط ہے وہ درحقیقت انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ (درمنثور: ۶/۵۲، بحوالہ اصلاحی خطبات: ۷/۲۱۴ تا ۲۲۰)

﴿۱۱﴾ جنات کی دعوت پر حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس وقت میں شام میں تھا۔ اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو راستے میں رات ہوگئی۔ میں نے کہا: میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جن) کی پناہ میں ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جن کی حکومت ہوتی ہے۔ جب میں بستر پر لیٹا تو ایک منادی نے آواز لگائی، وہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے کہا: تم اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اَن پڑھ ہوں، اللہ کی طرف سے آنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو چکے ہیں، ہم نے (مکہ میں) ''حَجون'' مقام پر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے، اور ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے اتباع اختیار کر لی ہے اور اب جنات کے تمام مکر وفریب ختم ہو گئے ہیں۔ اب (وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو) ان کو ستارے مارے جاتے ہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو رب العالمین کے رسول ہیں، اور مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں صبح کو ''دیر ایوب'' بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصہ سنا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: جنات نے تم سے سچ کہا ہے، وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بہتر ہیں۔ کوئی اور تم سے پہلے ان تک نہ پہنچ جائے، اس لیے جلدی جاؤ۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہمت کر کے چل پڑا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۴۹)

﴿۱۲﴾ زبور اور تورات میں اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

(۱) زبور میں تحریر ہے کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دِن انبیائے کرام علیہم السلام کا نور دیا جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۱/۴۵)

(۲) تورات میں ہے کہ اُمت محمدیہ کی اذانیں آسمانی فضا میں گونجیں گی (یعنی میناروں اور بلند جگہوں پر اذانیں دیں گے)۔

(۳) پانچوں نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں گے اگر چہ کوڑے کرکٹ والی جگہ پر ہوں، اور وسطِ بدن یعنی کمر پر لنگی باندھیں گے اور وضو میں

اعضاء کو دھوئیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ:۱/۴۶)

نوٹ: کوڑے کرکٹ والی جگہ پر نمازیں پڑھیں گے۔ الحمدللہ! یہ بات ہمارے ساتھیوں میں پائی جاتی ہے، آج کل ہمارے ساتھی اسٹیشن ہر، ٹرین میں، بس اڈے پر، جہاں جگہ مل گئی نماز ادا کرتے ہیں۔

﴿۱۳﴾ ظالم قوم کے ظلم سے بچنے کیلئے نبوی نسخہ

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری قوم ہے، میرا خاندان ہے، اگر اسلام لاؤں گا تو ان سے مجھے خطرہ ہے اس لیے میں کیا کہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

(اَللّٰھُمَّ اَسْتَھْدِیْکَ لِاَ رْشَدِ اَمْرِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا یَّنْفَعُنِیْ)

''اے اللہ! میں اپنے معاملہ میں زیادہ رشد و ہدایت والے راستے کی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع اور زیادہ عطا فرما۔''

چنانچہ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ (حیاۃ الصحابہ:۱/۹۳)

﴿۱۴﴾ اُمت گنہگار اور رب بخشنے والا ہے

جنت کے دونوں طرف سونے کے پانی سے تین سطریں تحریر ہیں:

پہلی سطر:

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

دوسری سطر:

جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ خیرات وغیرہ کر دیا اس کا ثواب مل گیا، اور جو دنیا میں ہم نے کھا پی لیا اس کا ہم نے نفع اُٹھالیا، اور جو کچھ ہم چھوڑ آئے اس میں ہمیں نقصان ہوا۔

تیسری سطر:

امت گنہگار ہے اور ربّ بخشنے والا ہے۔ (منتخب احادیث ص ۴۷)

﴿۱۵﴾ اللہ تعالیٰ بھی دعوت دیتے ہیں

﴿۱﴾ ﴿ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ﴾ (سورۂ یونس:۲۵)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں سلامتی کے گھر کی طرف۔''

﴿۲﴾ ﴿ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۱)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے۔''

﴿۳﴾ ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

﴿۴﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّ احِدَةٍ ﴾ (سورۂ نساء: ۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے ربّ سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔''

﴿۵﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ ﴾ (سورۂ حج: ۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! ڈرو اپنے ربّ سے، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔''

﴿۶﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے، اور نہ مرو مگر مسلمان یعنی مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔''

﴿۷﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (سورۂ نساء: 59)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں جو امیر و حاکم ہیں اُن کی بھی۔''

﴿۸﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ (سورۂ تحریم: ۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔''

﴿۹﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ (سورۂ تحریم: ۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔''

﴿۱۰﴾ ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ (سورۂ حج: ۷۷، ۷۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے ربّ کی عبادت کیا کرو، اور نیک کام کیا کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے، اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔'' (بیان القرآن)

﴿۱۶﴾ صبر کرنے کا وقت

صبر اپنے وقت پر ہوتا ہے، مدت گزر جانے کے بعد تو ہر ایک کو صبر آ ہی جاتا ہے، وہ باعث اجر نہیں ہوتا، صبر وہی باعث اجر ہوتا ہے جو ارادہ اور اختیار سے مصیبت کو دبانے کے لیے کیا جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا کا جوان بیٹا مر گیا۔ نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے، بڑھیا واویلا فریاد اور خوبیاں بیان کر کے رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر کرو۔ وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی، جواب دیا کہ ہاں! تمہارا جوان بیٹا مر گیا ہوتا تو پتہ چلتا! آپ ﷺ چل دیئے۔ کسی نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ دوڑی دوڑی آئی اور کہا: اب میں صبر کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی) (خطبات حکیم الاسلام: ۵/۳۸۰)

ترجمہ: ''صدمہ اور رنج پہنچتے ہی آدمی صبر کرے تو موجب اجر ہوتا ہے۔''

﴿۱۷﴾ دو جھگڑنے والوں کی دیوار کی نصیحت (ایک عجیب واقعہ)

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہو گیا، اس کے دو بیٹے تھے، ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا، جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو کیونکہ میری حقیقت یہ ہے

کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحبِ مملکت رہا، پھر میرا انتقال ہوگیا اور میرے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ مل گئے، پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنا دیا۔ ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔ پھر ایک لمبی مدت تک ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد میں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اس مٹی سے اینٹیں بنا ڈالیں، اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا تم ایسی مذموم وقبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

غرور تھا نمود تھی، ہٹو بچو کی تھی صدا   اور آج تم سے کیا کہوں، لحد کا بھی پتہ نہیں

آہ! آہ! یہ دنیا بڑی فریب دہندہ ہے، فانی ہونے کے باوجود یہ لوگوں کی محبوب بنی ہوئی ہے۔ یہ اپنی ظاہری رنگینی اور رعنائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے آخرت سے غافل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں کو جنسی مسرات کے شوق سے ہم آغوش فرمائیں۔

(گلستان قناعت تالیف علامہ محمد موسیٰ روحانی بازی ص ۴۹۲)

﴿۱۸﴾ اولاد کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں

اولاد کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (سورۂ شوریٰ: ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے، یا اُن کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں، اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ، وہ سب کچھ جانتا، کرسکتا ہے۔''

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

① وہ جن کو صرف بیٹے دیئے۔ ② وہ جن کو صرف بیٹیاں دیں۔
③ وہ جن کو بیٹے، بیٹیاں دیئے۔ ④ وہ جن کو بیٹا دیا نہ بیٹی۔

لوگوں کے درمیان یہ فرق وتفاوت اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس تفاوت الٰہی کو دنیا کی کوئی طاقت بدلنے پر قادر نہیں۔ یہ تقسیم اولاد کے اعتبار سے ہے۔

﴿۱۹﴾ والدین کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

والدین کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں:

① حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا، ان کا باپ ہے نہ ماں۔
② حضرت حوا علیہا السلام کو صرف مرد سے پیدا کیا، ان کی ماں نہیں ہے۔
③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے پیدا کیا، ان کا باپ نہیں ہے۔
④ اور باقی تمام انسانوں کو مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے پیدا کیا گیا، ان کے باپ بھی ہیں اور مائیں بھی۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيْمِ الْقَدِيْرِ۔

﴿۲۰﴾ ایمان کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

ایمان کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنی آدم مختلف اقسام پر پیدا کئے گئے ہیں:

﴿۱﴾ کچھ لوگ مؤمن پیدا ہوتے ہیں (یعنی مؤمن ماں باپ کے یہاں پیدا ہوتے ہیں) اور مؤمن زندہ رہتے ہیں (یعنی زندگی بھر ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں) اور مؤمن مرتے ہیں۔

﴿۲﴾ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں (یعنی کافروں کے یہاں پیدا ہوتے ہیں) اور کافر زندہ رہتے ہیں (یعنی پوری زندگی کافر رہتے ہیں) اور کافر مرتے ہیں۔

﴿۳﴾ کچھ مؤمن پیدا ہوتے ہیں، مؤمن زندہ رہتے ہیں (یعنی زندگی بھر مؤمن رہتے ہیں) اور کافر مرتے ہیں (یعنی مرنے سے کچھ پہلے کافر ہو جاتے ہیں)۔

﴿۴﴾ کچھ کافر پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر کافر رہتے ہیں، اور مؤمن مرتے ہیں (یعنی وفات سے کچھ پہلے ایمان لے آتے ہیں اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے)۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔ آمین یا ربّ العالمین!

﴿۲۱﴾ غصہ کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

غصہ کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

﴿۱﴾ کچھ لوگوں کو جلدی غصہ آتا ہے اور جلدی زائل ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ نہ قابل تعریف ہیں، نہ قابل مذمت۔

﴿۲﴾ کچھ لوگوں کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے۔ یہ بھی نہ قابل تعریف، نہ قابل مذمت۔

﴿۳﴾ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلدی زائل ہو جاتا ہے۔ ربّ کریم! ہمیں بہترین انسان بنادے۔ آمین!

﴿۴﴾ اور تم میں بدترین وہ لوگ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے، اور دیر سے زائل ہوتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۷)

﴿۲۲﴾ قرض کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

قرض کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

﴿۱﴾ کچھ لوگ قرض ادا کرنے میں اچھے ہوتے ہیں لیکن قرض وصول کرنے میں سختی کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہ قابل تعریف ہیں نہ قابل مذمت۔

﴿۲﴾ کچھ لوگ قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے ہیں لیکن قرض وصول کرنے میں نرمی برتتے ہیں۔ یہ بھی نہ قابل تعریف ہیں نہ قابل مذمت۔

﴿۳﴾ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں بھی اچھے ہوں اور قرض وصول کرنے میں بھی اچھے ہوں۔

﴿۴﴾ اور تم میں بدترین وہ لوگ ہیں جو نہ قرض ادا کرنے میں اچھے ہیں نہ وصول کرنے میں اچھے ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۸)

﴿۲۳﴾ سلام کی ابتداء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے اندر روح پھونک دی تو ان کو چھینک آئی۔ انہوں نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہا۔

ان کے ربّ نے ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' فرمایا۔ اور فرمایا کہ اے آدم! ان فرشتوں کی طرف جاؤ جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو جا کر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کہا تو فرشتوں نے اس کے جواب میں ''وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ'' کہا۔ پھر واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ تحیہ ہے تمہارا اور آپس میں تمہارے بیٹوں کا۔ (رواہ الترمذی، مشکوۃ ص ۴۰۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں سلام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کو جا کر سلام کرو۔

﴿۲۴﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا مال تجارت شام اور مصر لے جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ عراق لے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لینے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو رزق کا کوئی سبب کسی طریقہ پر بنا دے تو اس کو نہ چھوڑے جب تک کہ وہ خود ہی نہ بدل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جس سبب سے روزی ملتی ہے اسے مت چھوڑو۔ ہاں! اگر وہ خود ہی بدل جائے مثلاً حالات سازگار نہ رہیں، مال میں نقصان ہونے لگے یا کوئی مجبوری پیش آئے تو اور بات ہے۔ (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ص ۲۴۶)

﴿۲۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا خاص سبب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ نے سورۂ حاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا۔ آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴾ (سورۂ حاقہ: ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: ''یہ قول رسول کریم ﷺ کا ہے، شاعر کا نہیں ہے، تم میں ایمان ہی کم ہے۔''

تو میں نے خیال کیا کہ اچھا! شاعر نہ سہی، کاہن تو ضرور ہے، ادھر آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ آیت آئی:

﴿ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ (سورۂ حاقہ: آیت ۴۲)

ترجمہ: ''یہ کاہن کا قول بھی نہیں ہے، تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔''

اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کرلی۔ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا، اور رونگھٹے رونگھٹے میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔ پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۴۲۵)

﴿۲۶﴾ اللہ تعالیٰ کی مؤمن بندے سے عجیب سرگوشی

حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مؤمن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب بلائے گا اور اپنا بازو اس پر رکھ دے گا، اور لوگوں سے اُسے پردے میں کرلے گا، اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا: یاد ہے! فلاں گناہ تو نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا، اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھ! دنیا میں، میں نے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور آج ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اُسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۸۲)

﴿۲۷﴾ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو درج ذیل کلمات بکثرت کہا کرو

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو تم ان کلمات کو کثرت سے کہا کرو:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الۡاَمۡرِ وَالۡعَزِیۡمَةَ عَلَی الرُّشۡدِ ، وَاَسۡئَلُكَ شُکۡرَ نِعۡمَتِكَ ، وَاَسۡئَلُكَ حُسۡنَ عِبَادَتِكَ وَاَسۡئَلُكَ قَلۡبًا سَلِیۡمًا وَاَسۡئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا، وَاَسۡئَلُكَ مِنۡ خَیۡرِ مَا تَعۡلَمُ ، وَاَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّمَا تَعۡلَمُ وَاَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا تَعۡلَمُ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ) (ابن کثیر: ۳۵۲/۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور رشد و ہدایت کی پختگی طلب کرتا ہوں، اور تیری نعمتوں کا شکریہ، اور تیری عبادتوں کی اچھائی چاہتا ہوں ، اور سلامتی والا دل اور سچی زبان مانگتا ہوں ، اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے اس کو طلب کرتا ہوں ، اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ چاہتا ہوں ، اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں، بے شک تو تمام غیوب کو خوب جانتا ہے۔''

﴿۲۸﴾ موت کے سوا ہر چیز سے حفاظت کا نبوی نسخہ

مسند بزار میں حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم بستر پر لیٹتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ پڑھ لو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں رہو گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۳/۱)

﴿۲۹﴾ جھاڑ پھونک کر کے رقم لینا جائز ہے۔

صحیح بخاری شریف فضائل قرآن میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں تھے، ایک جگہ اترے ہوئے تھے، ناگاہ ایک لونڈی آئی اور کہا کہ یہاں کے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے، ہمارے آدمی یہاں موجود نہیں۔ آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو جھاڑ پھونک کر دے؟

ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا، ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کچھ دم جھاڑ بھی جانتا ہے، اس نے وہاں جا کر کچھ پڑھ کر دم کیا، خدا کے فضل سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ تیس (۳۰) بکریاں اس نے دیں، اور ہماری مہمانی کے لیے دودھ بھی بہت سارا بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ہم نے کہا کہ کیا تم کو اس کا علم تھا؟ اس نے کہا: میں نے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا: اس آئے ہوئے مال کو نہ چھیڑو، پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھ لو۔ مدینہ منورہ میں آ کر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ پڑھ کر دم کرنے کی سورت ہے؟ اس مال کے حصے کر لو، میرا بھی ایک حصہ لگانا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۰/۱)

﴿۳۰﴾ شکر کرنے والے سائل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک سائل گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ایک کھجور دی، وہ بہت بڑ بڑایا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے (مزید) بیس (۲۰) درہم دینے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادمہ سے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس (۴۰) درہم ہیں وہ اسے دلوا دو۔ (ابن کثیر: ۵۷/۳)

﴿۳۱﴾ ریا کاری والے اعمال پھینک دیئے جائیں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا: اسے پھینک دو، اسے قبول کرو، اسے قبول کرو، اسے پھینک دو۔ اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے خداوند قدوس! جہاں تک ہمارا علم ہے ہم تو اس شخص کے نیک اعمال ہی جانتے ہیں۔ جواب ملے گا جن کو میں پھنکوار ہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریا کاری تھی، آج میں صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے ہی لیے کئے گئے ہوں۔ (بزار، ابن کثیر: ۳/۲۸۲)

﴿۳۲﴾ عظیم نور حاصل کرنے کا نبوی نسخہ

حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص رات کے وقت یہ آیت پڑھے گا:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (سورۂ کہف: ۱۱۰)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائیں گے جو عدن سے مکہ تک (کی مسافت کے بقدر) ہوگا۔'' (ابن کثیر: ۳/۲۹۶)

﴿۳۳﴾ چار چیزوں میں خیر و برکت اور شفاء ہے

ابن جریر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے (کاغذ) پر لکھ لے، اور اسے بارش کے پانی سے دھولے، اور اپنی بیوی کے مال (مہر) سے اس کی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے، اور اُسے پی لے، پس اُس میں کئی وجہ سے شفاء آجائے گی۔ قرآن کریم کے بارے میں خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل: ۸۲)

ترجمہ: ''ہم نے قرآن میں سے وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لیے۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ﴾ (سورۂ ق: ۹)

ترجمہ: ''ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں۔''

اور فرمان ہے:

﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ (سورۂ نساء: ۴)

ترجمہ: ''اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دے دیں تو بے شک تم اسے کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر۔''

شہد کے بارے میں فرمانِ خدا تعالیٰ ہے:

﴿ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ (سورۂ نحل: ۶۹)

ترجمہ: ''شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔''

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔" (تفسیر ابن کثیر: ۱۲۹/۳)

فائدہ: چار چیزوں میں خیر و برکت اور شفاء ہے:

﴿۱﴾ قرآن کریم ﴿۲﴾ بارش کا پانی ﴿۳﴾ شہد ﴿۴﴾ اور بیوی کا مہر

علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کاروبار کرے تو اپنی بیوی کے مہر میں سے کچھ رقم کاروبار میں لگائے، انشاء اللہ کاروبار میں فائدہ ہوگا، مہر کی رقم طرفین کے لیے خیر و برکت کی چیز ہے۔

﴿۳۴﴾ جنت کا مؤمنین کے نام پیغام

یہ نہایت اہم پیغام ہے، جو شخص اس پر عمل کرے گا وہ جنت الفردوس کا وارث ہوگا۔

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور آیتیں تلاوت کیں جو قرآن ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا: کچھ بول۔ اس نے درج ذیل آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (سورۂ مؤمنون: ۱۔۱۱)

ترجمہ: "بے شک اعلیٰ کامیابی حاصل کرلی اور مؤمنین نے جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور جو لغو اور نکمی باتوں سے بچتے ہیں، اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں، یا جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیبیوں اور باندیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں، ہاں! جو اس کے علاوہ (شہوت رانی کی جگہ کا) طلب گار ہو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔"

مفلحین کی چھ صفات و خصائل:

ان آیتوں میں مؤمنین مفلحین کی چھ صفات و خصائل بیان کی گئی ہیں:

﴿۱﴾ خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔

﴿۲﴾ باطل، لغو اور نکمی باتوں سے علیحدہ رہنا۔

﴿۳﴾ زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا۔

﴿۴﴾ یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا۔

﴿۵﴾ امانت اور عہد و پیمان یعنی قول و قرار کی حفاظت کرنا، گویا معاملات کو درست رکھنا۔

﴿۶﴾ اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے؟ اور کس قدر مہتم بالشان چیز ہے کہ اس سے شروع کر کے اسی پر ختم کیا۔ (فوائد عثمانی)

یہ ہے جنت کو مؤمنین کے نام پیغام، جو خوش نصیب اس پیغام کو قبول کرے گا اور مذکور بالا چھ صفتوں اور خصلتوں کو اپنائے گا، انشاء

اللہ العزیز وہ جنت الفردوس کا ضرور وارث ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے اوصاف و اخلاق:

نسائی نے کتاب التفسیر میں یزید بن بابنوس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق کیسا اور کیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کا خلق یعنی طبعی عادت وہ تھی جو قرآن کریم میں ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دس آیتیں تلاوت کر کے فرمایا کہ بس یہی خلق و عادت تھی رسول اللہ ﷺ کی۔ (معارف القرآن: ۶/۲۹۳)

﴿۳۵﴾ ہاتف غیب کا پیغام

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا، ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بآواز بلند کہہ رہا ہے:

”خدایا! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا اور دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔“

پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز لگائی اور کہا:

”پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔“

یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان! جواب آیا کہ میں انسان ہوں، تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے تو تجھے فائدہ نہ دیں اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۷۴)

﴿۳۶﴾ اپنے رب کی رحمتوں سے مواقع تلاش کرتے رہو

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان کی تلوار کی میان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع تلاش کرتے رہو، بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو، اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑے۔ (ابن کثیر)

﴿۳۷﴾ انکساری کرنے اور تکبر کرنے والوں کا انجام

بیہقی کی شعب الایمان میں ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تواضع اور انکساری کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

(مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيْرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ) (مشکوۃ ص: ۴۳۴)

ترجمہ: ”جو اللہ کے لیے انکساری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائیں گے، پس وہ اپنی نظر میں حقیر ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں بزرگ ہے۔ اور جو تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پست کریں گے، پس وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہے اور اپنی نظر میں بزرگ ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہے۔“

﴿۳۸﴾ تین نجات دینے والی اور تین تباہ کرنے والی چیزیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں، اور تین چیزیں تباہ کرنے والی ہیں۔

نجات دینے والی تین چیزیں:

﴿۱﴾ اللہ سے ڈرنا خلوت وجلوت میں۔ ﴿۲﴾ حق بات کہنا خوشی و ناخوشی میں۔

﴿۳﴾ اور (خرچ میں) میانہ روی اختیار کرنا، مالداری اور غریبی میں۔

اور تباہ کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:

﴿۱﴾ خواہش نفس کی پیروی کرنا۔ ﴿۲﴾ حرص و بخل کرنا۔

﴿۳﴾ گھمنڈ کرنا، اور یہ تینوں میں سخت تر ہے۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۴)

﴿۳۹﴾ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمانوں کے مشابہ ہے

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے، جس کے پتے جھڑتے نہیں، نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں، جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کھجور کا ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ رہا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

جب یہاں سے اُٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے یہ ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ (ابن کثیر: ۲۲/۳)

﴿۴۰﴾ حسد، بدگمانی اور شگونِ بد سے بچنے کا نبوی فارمولہ

طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں اُمت میں رہ جائیں گی:

﴿۱﴾ شگون لینا ﴿۲﴾ حسد کرنا ﴿۳﴾ بدگمانی کرنا۔

ایک شخص نے پوچھا: ''حضور ﷺ پھر ان کا تدارک کیا ہے؟'' فرمایا:

''جب حسد کرے تو استغفار کر لے...... جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر...... اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رُک، اسے پورا کر۔ (ابن کثیر، سورۂ حجرات آیت ۱۲)

﴿۴۱﴾ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا

سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۂ جمعہ: ۸)

ترجمہ: ’’آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت ایک روز) تم کو آ پکڑے گی، پھر تم پھیرے جاؤ گے چھپی اور کھلی (تمام) باتوں کے جاننے والے کی طرف، پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا۔‘‘

یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو، ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ جاؤ، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں، اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ (فوائد عثمانی)

﴿۴۲﴾ موت سے بھاگنے والے کی مثال

معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو، وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے بھاگے اور بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اسے بھٹ میں گھس جائے، جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی! میرا قرض ادا کر، وہ پھر وہاں سے دُم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی، آخر یونہی بھاگتے بھاگتے مرگئی۔ (ابن کثیر)

﴿۴۳﴾ اُمت محمدیہ ﷺ چار جاہلیت کے کام نہ چھوڑے گی

حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی

ابویعلیٰ میں ہے کہ میری اُمت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی:

① حسب نسب پر فخر کرنا۔ ② انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا۔

③ ستاروں سے بارش طلب کرنا۔ ④ اور میت پر نوحہ کرنا۔

اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مرجائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیراہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اُڑھائی جائے گی۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(ابن کثیر، سورۂ صف سے پہلے)

﴿۴۴﴾ لا علاج امراض کا علاج

بغوی اور ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے بیمار کے پاس سے ہوا جو شخص امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مؤمنون کی درج ذیل آیتیں پڑھیں، وہ اسی وقت اچھا ہوگیا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ○ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ○ ﴾ (سورۃ المومنون: ۱۱۵، ۱۱۸)

ترجمہ: ’’ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے؟ اور تمہارے پاس پھر کر نہ آؤ گے؟ سو اللہ

تعالیٰ بہت ہی عالی شان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، سو اس کا حساب اس کے ربّ کے یہاں ہوگا۔ بے شک کافروں کا بھلا نہ ہوگا، اور آپ یوں کہا کریں، اے میرے رب! (میری خطائیں) معاف فرما، اور مجھ پر رحم فرما، اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیتیں پڑھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (قرطبی، مظہری بحوالہ معارف القرآن: ۶/ ۳۳۸)

﴿۴۵﴾ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل چیزوں میں بڑی شفاء رکھی ہے

﴿۱﴾ قرآن میں شفاء ہے۔
﴿۲﴾ صدقہ میں شفاء ہے۔
﴿۳﴾ زمزم میں شفاء ہے۔
﴿۴﴾ شہد میں شفاء ہے۔
﴿۵﴾ صلہ رحمی میں شفاء ہے۔
﴿۶﴾ سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے۔
﴿۷﴾ کلونجی میں شفاء ہے۔
﴿۸﴾ سفر کرنے میں شفاء ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حج کرو غنی ہوگے، سفر کرو صحت یاب ہوگے، یعنی تبدیلی، آب و ہوا اکثر صحت کا سبب ہوتی ہے، اور بہت کثرت سے اس کا تجربہ ہوا ہے۔ (فضائل حج ص ۲۸)

﴿۴۶﴾ خوبصورت لڑکوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا موجب فتنہ ہے

ہم جنسی سے بچنے کے لیے وہ تمام دروازے بند کرنا ضروری ہے جو اس منحوس عمل (لواطت) تک پہنچاتے ہیں۔ بے ریش نوعمر بچوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ بعض تابعین کا قول ہے کہ دیندار عبادت گزار نوجوانوں کے لیے پھاڑ کھانے والے درندے سے بھی بڑا دشمن اور نقصان دہ، وہ نامرد لڑکا ہے جو اس کے پاس آتا جاتا ہے۔

حسن بن ذکوان کہتے ہیں مالداروں کے بچوں کے ساتھ زیادہ اُٹھا بیٹھا نہ کرو، اس لیے کہ ان کی صورتیں عورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ کنواری عورتوں سے زیادہ سنگین ہے۔ (شعب الایمان: ۴/ ۳۵۸)

کیونکہ عورتیں تو کسی صورت میں حلال ہوسکتی ہیں، لیکن لڑکوں میں حلت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حمام میں داخل ہوئے تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا بھی آ گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے باہر نکالو، کیونکہ عورت کے ساتھ تو ایک شیطان ہوتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ دس سے زائد شیطان ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان: ۴/ ۳۶۰)

اسی بناء پر نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ جب بچے سمجھدار ہو جائیں تو ان کے بستر علیحدہ کر دو، تا کہ ابتداء ہی سے وہ بری عادتوں سے محفوظ ہو جائیں۔ نیز بچوں پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ زیادہ وقت بالخصوص تنہائی کے اوقات بڑے لڑکوں کے ساتھ نہ گزاریں۔ اگر کئی بچے ایک کمرے میں رہتے ہوں تو ہر ایک کا بستر اور لحاف الگ ہونا چاہیے۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ صرف اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ باندیوں سے ہی شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اس

کے علاوہ قضائے شہوت کا کوئی بھی طریقہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور پردے وغیرہ کے یا اجنبی عورتوں مردوں سے اختلاط کی ممانعت کے جو بھی احکام ہیں ان کا مقصد صرف یہی ہے کہ معاشرہ سے غلط طریقہ پر قضائے شہوت کا رواج ختم ہو۔ جو شخص ان باتوں کو سامنے رکھ کر اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرلے گا اور اپنی جوانی کو ان فواحش سے بچالے گا تو اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ اسے اس کا بدلہ جنت کی صورت میں عطا فرمائے گا۔ (انشاء اللہ)

﴿۴۷﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کفن

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے اور اسے میں آپ ﷺ کی خدمت میں لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ اسے زیب تن فرمالیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بہت شوق سے وہ چادر قبول فرمالی۔ پھر اسی چادر کو ازار کی جگہ پہن کر مجمع میں تشریف لائے۔ اسی وقت ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضرت! یہ چادر مجھے عنایت فرمادیں، یہ تو بہت عمدہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا۔ پھر کچھ دیر تشریف رکھنے کے بعد آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور دوسری ازار بدل کر وہ چادر سوال کرنے والے کو بھجوادی۔

یہ ماجرا دیکھ کر رضی اللہ عنہم نے ان صحابی پر نکیر کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ پیغمبر ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے تو تم نے یہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”میں نے تو اپنے کفن میں استعمال کرنے کے لیے یہ درخواست پیش کی تھی۔“ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہوا، جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

(بخاری شریف: ۱/۱۷۰، ۲۸۱، ۲/۲، ۸۶۴، ۸۹۲۔ مکارم اخلاق ص ۲۴۵)

﴿۴۸﴾ میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں

(یہ مضمون ضرور پڑھیں اور نسیان کے مرض سے بچیں)

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ زوجین بھی آپس میں بالکل بے شرم نہ ہوجایا کریں بلکہ حتیٰ الامکان ستر کا خیال رکھیں۔ چنانچہ ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

(اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ فَلْیَسْتَتِرْ وَلَا یَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعِیْرَیْنِ)

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی الامکان ستر پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہو جایا کریں۔“

معلوم ہوا کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پوری زندگی نہ میں نے نبی کریم ﷺ کا ستر دیکھا نہ آپ ﷺ نے میرا دیکھا۔ اس بات کا خاص لحاظ رکھ کر شرم وحیاء کا ثبوت دینا چاہیے۔ والدین کے اعمال واخلاق کا اولاد پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اگر ہم شرم وحیاء کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ہماری اولاد بھی ان ہی صفات وخصائل کی حامل ہوگی، اور اگر ہم شرم وحیاء کا خیال نہ رکھیں گے تو اولاد میں بھی اسی طرح کے خراب جراثیم سرایت کرجائیں گے۔

آج ٹیلی ویژن کے پردے پر ننگے اور انسانیت سے گرے ہوئے مناظر دیکھ کر ہمارے معاشرے میں ان کی نقل اتارنے کی کوشش

کی جاتی ہے، اور اس کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ ربّ اور ہمارا خالق و مالک تنہائیوں میں بھی ہمارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے ،وہ اس بدترین حالت میں ہمیں دیکھے گا تو اسے کس قدر ناگوار گزرے گا۔ اس لیے اللہ سے شرم کرنی ضروری ہے۔ یہ شرم وحیاء ہی ہمیں ایسی بری باتوں سے بچا سکے گی۔ علاوہ ازیں ستر پوشی میں لاپرواہی کا ایک اور نقصان حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی پر بھول اور نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ضروری باتیں بھی اسے یاد نہیں رہتیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھول کا مرض پیدا کرنے والی چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی شرمگاہ سے کھیل کرے اور اس کی طرف دیکھے۔ (شامی: ۱/۲۲۵، کتاب الطہارۃ مطلب ست تورث النسیان)

بہرحال نظر سے صادر ہونے والی نامناسب باتوں میں سے اپنے ستر پر بلاضرورت نظر بھی ہے، جس سے نظر کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

﴿۴۹﴾ چغل خوری کی تباہی

چغل خوری کے مفاسد بیان کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص بازار میں غلام خریدنے گیا۔ ایک غلام اسے پسند آ گیا۔ بیچنے والے نے کہا کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے، بس یہ ہے کہ اس میں چغلی کی عادت ہے۔ خریدار راضی ہو گیا اور غلام خرید کر گھر لے آیا۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ غلام کی چغل خوری کی عادت نے یہ گل کھلایا کہ اس نے اس شخص کی بیوی سے تنہائی میں جا کر کہا کہ تمہارا شوہر تمہیں پسند نہیں کرتا اور اب اس کا ارادہ باندی رکھنے کا ہے۔ لہٰذا رات کو جب وہ سونے آئے تو استرے سے اس کے کچھ بال کاٹ کر مجھے دے دو، تاکہ میں اس پر عمل سحر کرا کر تم دونوں میں دوبارہ محبت کا انتظام کر سکوں۔ بیوی اس پر تیار ہو گئی اور اس نے استرے کا انتظام کر دیا۔ ادھر غلام نے اپنے آقا سے جا کر یوں بات بنائی کہ تمہاری بیوی نے کسی غیر مرد سے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور اب وہ تمہیں راستہ سے ہٹا دینا چاہتی ہے۔ اس لیے ہوشیار رہنا۔

رات کو جب وہ بیوی کے پاس گیا تو دیکھا کہ بیوی استرہ لا رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ غلام نے جو خبر دی تھی وہ سچی تھی۔ اس لیے قبل اس کے بیوی کچھ کہتی اس نے اسی استرے سے بیوی کا کام تمام کر دیا۔ جب بیوی کے گھر والوں کو اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر شوہر کو قتل کر دیا۔ اس طرح اچھے خاصے خاندانوں میں خونریزی کی نوبت آ گئی۔ (احیاء العلوم: ۳/۹۰)

الغرض چغلی ایسی بری بیماری ہے جس سے معاشرہ فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے، اسی لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ) (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۴۱۱)

''چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

﴿۵۰﴾ بہترین بندے اور بدترین بندے

حضرت عبداللہ بن غنم اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے ،اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہیں، اور جو اس بات کے طالب اور کوشاں رہتے ہیں کہ پاک دامن بندوں کو کسی گناہ کے ساتھ ملوث کر دیں۔ (مشکوۃ ص ۴۱۵)

﴿۵۱﴾ عذاب قبر کا ایک عجیب واقعہ

تجارت میں لوگوں کو دھوکہ مت دو

عبدالحمید بن محمود مغولی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر تھا، کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے ہیں، جب ہم ذات الصفاح (ایک مقام کا نام) پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی، پھر قبر کھودنے کا ارادہ کیا، جب ہم قبر کھود چکے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بڑے کالے ناگ نے پوری قبر کو گھیر رکھا ہے، اس کے بعد ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی سانپ تھا۔ اب ہم میت کو ویسے ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں کہ اب ہم کیا کریں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سانپ اس کا وہ بدعمل ہے جس کا وہ عادی تھا۔ جاؤ اسے اسی قبر میں دفن کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کے لیے پوری زمین کھود ڈالو گے پھر بھی وہ سانپ اس کی قبر میں پاؤ گے۔ بہرحال اسے اسی طرح دفن کر دیا گیا۔ سفر سے واپسی پر لوگوں نے اس کی بیوی سے اس شخص کا عمل پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا یہ معمول تھا کہ وہ غلہ بیچتا تھا، اور روزانہ بوری میں سے گھر کا خرچ نکال کر اس میں اسی کے بقدر بھس ملا دیتا تھا۔ گویا دھوکہ سے بھس کو غلہ کی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔

(بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ شرح الصدور ص۲۳۹)

﴿۵۲﴾ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

(قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ: اِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا مَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (الآية) وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم سب کو ننگے پیر ننگے بدن ختنہ کے بغیر جمع کیا جائے گا (ارشاد خداوندی ہے) جیسے ہم نے پہلی مرتبہ بنایا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے اور مخلوقات میں جسے قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو قبطی کپڑوں کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی دائیں جانب دھاری دار جوڑا زیب تن کرایا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ اعزاز سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کئے جانے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں:

﴿۵۳﴾ اللہ کیلئے ہجرت کرنے والے فقراء کا اعزاز و اکرام

قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اُمتی انشاء اللہ حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہوگا، لیکن کچھ خوش نصیب اور سعادت مند حضرات ایسے ہوں گے جن کو سب سے پہلے سیراب ہونے کا اعزاز ملے گا۔ ان کی صفات بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَيْهِ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُؤُوْسًا الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِيْنَ لَا يَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ) (ترمذی شریف: ۶۸/۲)

ترجمہ: ”سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین فقراء ہوں گے (دنیا میں) پراگندہ بال والے اور میلے کچیلے کپڑے والے ہوں گے، جن کا ناز و نعم میں رہنے والی عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا اور گھر کے دروازے ان کے لئے کھولے نہیں جاتے۔“

یعنی ان کی بے کسی دیکھ کر کوئی ناز و نعم میں پلنے والی عورت ان سے نکاح کرنے پر تیار نہ ہوگی، اور اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو ان کے لیے لوگ دروازہ کھولنا بھی پسند نہ کریں۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال ہوگا اور آخرت میں ان کا وہ اعزاز و اکرام ہوگا کہ سب سے پہلے

حوض کوثر پر بلائے جائیں گے۔

﴿۵۴﴾ اُمت محمدیہ کے بدترین افراد

شوقین مزاج اور فیشن کے دلدادہ لوگ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو امت کے بدترین افراد میں شمار کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

(شِرَارُ اُمَّتِي الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي النَّعِيْمِ وَغُذُوْا بِهٖ هِمَّتُهُمْ اَلْوَانُ الطَّعَامِ وَاَلْوَانُ الثِّيَابِ يَتَشَدَّقُوْنَ فِي الْكَلَامِ)

ترجمہ: ''میری اُمت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو ناز ونعم میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے اور بڑھے، جن کو ہر وقت بس انواع واقسام کے کھانوں اور طرح طرح کے لباس زیب تن کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور جو (تکبر کی وجہ سے) مٹھار مٹھار (چبا چبا کر) بات چیت کرتے ہیں۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم (زیب وزینت کے لیے) بار بار غسل خانوں کے چکر لگانے اور بالوں کی بار بار صفائی سے بچتے رہو، اور عمدہ عمدہ قالینوں کے استعمال سے بھی بچو، اس لیے کہ اللہ کے خاص بندے عیش وعشرت کے دلدادہ نہیں ہوتے۔

(کتاب الزہد ص:۲۶۳)

﴿۵۵﴾ سب سے بڑی دولت سکون اور عافیت ہے

دنیا میں رہ کر دنیا میں مدہوش نہ رہنا انسان کے لیے سب سے بڑا سکون کا ذریعہ ہے، ایسا شخص ظاہری طور پر کتنا ہی خستہ حال کیوں نہ ہو مگر اسے اندرونی طور پر وہ قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے جو بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بھی میسر نہیں آتا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَلزُّهْدُ الدُّنْيَا يُرِيْحُ الْقَلْبَ وَالْجَسَدَ)

ترجمہ: ''دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لیے راحت بخش ہے۔''

دنیا میں سب سے بڑی دولت سکون اور عافیت ہے، اگر سکون نہ ہو تو سب دولتیں بے کار ہیں اور یہ سکون جبھی مل سکتا ہے جب ہم دنیا سے صرف بقدر ضرورت اور برائے ضرورت تعلق رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار رہ کر اس کی رضا پر راضی رہیں۔ حضرت لقمان حکیم نے ارشاد فرمایا:

''دین پر سب سے زیادہ مددگار صفت دنیا سے بے رغبتی ہے کیونکہ جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے وہ خالص رضائے خداوندی کے لیے عمل کرتا ہے، اور جو شخص اخلاص سے عمل کرے اس کو اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے سرفراز فرماتا ہے۔''

(کتاب الزہد ص۲۷۴)

﴿۵۶﴾ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے آدمی کا حال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کا حال یہ ہوگا کہ وہ گرتا پڑتا چل رہا ہوگا اور جہنم کی آگ اسے جھلسا رہی ہوگی۔ بالآخر جب وہ جہنم سے بمشکل نکل پائے گا تو جہنم کی طرف دیکھ کر بے اختیار کہے گا: وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے مجھے، تجھ (جہنم) سے نجات عطا فرمائی اور بے شک اللہ نے مجھے وہ نعمت بخشی ہے جو اوّلین وآخرین میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔

پھر اس کے سامنے ایک درخت ظاہر ہوگا تو وہ عرض کرے گا کہ اے ربّ کریم! آپ مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تا کہ میں اس کے سایہ میں بیٹھوں، اور اس کے پانی سے پیاس بجھاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدمی! اگر میں تیری مراد پوری کر دوں تو تو کچھ اور مانگے گا؟ وہ شخص کہے گا کہ نہیں پروردگار! اور مزید سوال نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرے گا۔ چنانچہ باری تعالیٰ اس کی معذرت کو قبول فرمائے گا کیونکہ وہ اس کی بے صبر طبیعت سے واقف ہے اور اسے اس کے مطلوب درخت کے نیچے پہنچا دے گا۔ وہ شخص اس کے قریب جا کر اس کے سایہ میں بیٹھے گا اور وہاں موجود پانی پیئے گا۔

پھر اس کے سامنے دوسرا درخت لایا جائے گا یہ پہلے درخت سے اور اچھا ہوگا۔ تو پھر وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس کے قریب جانے کی درخواست کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدمی! کیا تو نے کچھ اور سوال نہ کرنے کا عہد نہیں کیا تھا؟ اگر میں تیری مراد پوری کر دوں تو پھر تو کچھ اور سوال کرے گا؟ چنانچہ پھر وہ شخص سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کی بے صبری کو جانتے ہوئے چشم پوشی فرما کر اسے اس درخت کے قریب پہنچا دے گا، اور وہ اس کے سایہ اور پانی سے فائدہ اُٹھائے گا۔

پھر ایک تیسرا درخت جنت کے دروازے کے بالکل قریب نمودار ہوگا، جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا، تو یہ شخص اس کے قریب جانے کی بھی درخواست کرے گا۔ بالآخر جب اسے اس درخت کے قریب پہنچا دیا جائے گا تو اسے وہاں اہل جنت کی آوازیں سنائی دیں گی۔ تو وہ درخت کرے گا کہ اے ربّ کریم! اب بس مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ آخر تیرا سوال کرنا کب ختم ہوگا؟ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے دنیا کی دگنی جنت عطا کر دوں؟ تو وہ شخص حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ اے ربّ کریم! آپ رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟!

اتنی روایت بیان کر کے اس حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے، اور حاضرین سے فرمایا کہ مجھ سے نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ چنانچہ حاضرین نے یہی سوال آپ رضی اللہ عنہ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح اس روایت کو بیان کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا، اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں رب العالمین کے ہنسنے کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ کیونکہ جب وہ بندہ یہ عرض کرے گا کہ الٰہ العالمین! آپ رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟! تو رب العالمین فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں جس چیز کو چاہوں اس کو پورا کرنے پر قادر ہوں۔ (مسلم شریف: ۱/۱۰۵)

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کا مطلب اس کا راضی اور خوش ہونا ہے۔

﴿۵۷﴾ نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم

مصر میں ایک شخص مسجد کے برابر رہتا تھا، پابندی سے اذان دیتا اور جماعت میں شرکت کرتا، چہرے پر عبادت اور اطاعت کی رونق بھی تھی۔ اتفاق سے جب ایک دن اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر چڑھا تو قریب میں ایک عیسائی شخص کی خوبصورت لڑکی پر نظر پڑی، جسے دیکھ کر وہ اس پر دِل و جان سے فریفتہ ہوگیا، اور اذان چھوڑ کر وہیں سے سیدھا اس مکان میں پہنچا۔ لڑکی نے اسے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میرے گھر میں کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا میں تجھے اپنا بنانے آیا ہوں۔ اس لیے کہ تیرے حسن و جمال نے میری عقل کو ماؤف کر دیا ہے۔

لڑکی نے جواب دیا: میں کوئی تہمت والا کام نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ تو اس نے پیشکش کی کہ میں تجھ سے نکاح کروں گا۔ لڑکی نے کہا کہ تو مسلمان اور میں عیسائی ہوں، میرا باپ اس رشتے پر تیار نہ ہوگا۔ اس شخص نے کہا کہ میں خود ہی عیسائی بن جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے محض اس لڑکی سے نکاح کی خاطر عیسوی مذہب قبول کرلیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

لیکن ابھی وہ دن بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ شخص اس گھر میں رہتے ہوئے کسی کام کے لئے چھت پر چڑھا، اور کسی طرح سے وہاں سے گر پڑا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ افسوس! صد افسوس! دین بھی گیا اور لڑکی بھی ہاتھ نہ آئی۔ (التذکرہ ص ۴۳)

﴿۵۸﴾ سب سے زیادہ عظمت والا گھونٹ اور اس کا عظیم اجر و ثواب

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلَى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ أَيَّ حُوْرٍ شَاءَ)

(شعب الایمان: ۶/ ۳۱۳)

ترجمہ: ''جو شخص باوجود غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کی قدرت کے، غصہ کو پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا، اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کو چاہے پسند کرلے۔''

اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا جَرَعَ عَبْدٌ جَرْعَةً أَعْظَمَ أَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)

(شعب الایمان: ۶/ ۳۱۴)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظمت والا گھونٹ وہ غصہ کا گھونٹ ہے جسے محض رضائے خداوندی کی نیت سے انسان پی جائے گا۔''

حقیقت یہ ہے کہ غصہ کو پی جانا اور مخاطب کو معاف کردینا اعلیٰ درجہ کا کمال ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ اعمال میں سے یہ تین اعمال ہیں:

① قدرت کے باوجود معاف کردینا۔ ② تیزی اور شدت کے ساتھ غصہ کو قابو میں رکھنا۔

③ اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا۔ (شعب الایمان: ۶/ ۳۱۸)

﴿۵۹﴾ شیطان انسان کی ناک میں رات گزارتا ہے

ایک حدیث شریف میں اس کی تائید آئی ہے کہ جب سویرے بیدار ہو کر وضو کرو تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر ضرور جھاڑ لیا کرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان، انسان کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے، اس میں پیشاب اور غلاظت کرتا ہے، اور جب سونے کے بعد انسان اٹھتا ہے تو ناک کے اندر میل کچیل بھرے ہوئے ملتے ہیں۔ اس میں شیطان کی غلاظت کے اثرات ہوتے ہیں۔ جب وضو میں ناک اچھی طرح جھاڑ لی جائے گی تو شیطان کے اثرات صاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

(عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ، فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهِ) (بخاری شریف: ۱/ ۴۶۵، حدیث: ۳۱۸۹)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرے تو ضرور تین مرتبہ ناک جھاڑ لے اس لیے کہ شیطان اس کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے۔''

﴿۶۰﴾ درج ذیل کلمات سیکھ لو اور اپنی اولاد کو بھی سیکھاؤ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ میں اپنے ہونٹوں کو ہلا رہا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا اے

ابوامامہ! تم ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے دن رات ذکر کرنے سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیں۔ فرمایا تم یہ کلمات کہا کرو:

(سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَمَا خَلَقَ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْاَ مَا خَلَقَ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْاَمَا فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَمَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْاَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ ...... سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْاَ کُلِّ شَیْءٍ ...... اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْاَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْاَ کُلِّ شَیْءٍ)

طبرانی میں یہ مضمون ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی زبردست چیز نہ بتاؤں کہ اس کے کہنے پر تمہیں اتنا زیادہ ثواب ملے گا کہ اگر تم دن رات عبادت کر کے تھک جاؤ تب بھی اس کے ثواب تک نہیں پہنچ سکو؟ میں نے کہا: ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ '' آخر تک کہو، لیکن یہ کلمات مختصر ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' اسی طرح سے اور ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' اسی طرح سے آخر تک کہو۔

طبرانی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کلمات کو سیکھ لو اور اپنے بعد اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

(حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۳۶)

﴿۶۱﴾ ایک جملے پر حجاج بن یوسف کی مغفرت کی اُمید

حجاج بن یوسف، خلفائے بنوامیہ کا انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کو تو کوئی گن ہی نہ سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین کو اس نے قتل کیا، یا قید و بند رکھا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں، تو ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔

حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی، یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا۔ دعا یہ تھی:

''اے اللہ! تیرے بندے، بندیاں میرے بارے میں کہتے ہیں کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ مگر مجھے تجھ سے امید ہے کہ تو مجھے معاف فرمادے گا۔ مجھے معاف فرمادے۔''

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج بن یوسف کی زبان سے مرتے وقت یہ دعا بہت اچھی لگی، اور اُن کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا۔ اور جب خواجہ حسن بصری سے لوگوں نے حجاج کی اس دُعا کا ذکر کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا واقعی حجاج نے یہ دُعا مانگی تھی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس نے یہ دعا مانگی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ شاید خدا اس کو بخش دے۔ (احیاء العلوم: ۴/۴۰۱)

﴿۶۲﴾ مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جائے گی قبول ہوگی

حدیث شریف میں ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے کے بعد جو دُعا مانگی جاتی ہے قبول ہوتی ہے:

(لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِیْرٌ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) (طبرانی بحوالہ منتخب احادیث ص:۴۴۶)

﴿۶۳﴾ کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ

(یہ مضمون ضرور پڑھیں)

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب وغریب مقولہ اور نصیحت ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اعلیٰ درجے کی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اُڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے: (البدایہ والنہایہ:۱۱/۳۵)

﴿۶۴﴾ پانچواں نہ بن

(یہ مضمون پڑھیں اور اس پر عمل کریں)

ارشاد نبوی ہے:

(① كُنْ عَالِمًا ② اَوْمُتَعَلِّمًا ③ اَوْمُسْتَمِعًا ④ اَوْمُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ ⑤ وَالْخَامِسَةُ : اَنْ تُبْغِضَ الْعِلْمَ وَاَهْلَهٗ)

"① عالم بن ② یا متعلّم یعنی علم حاصل کرنے والا بن ③ یا غور سے سننے والا بن ④ یا (علم اور اہل علم سے) محبت کرنے والا بن۔ اور پانچواں نہ بن، ورنہ ہلاک ہوجائے گا، ⑤ اور پانچواں یہ ہے کہ تو علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔"

(منتخب احادیث ص:۳۰۹)

﴿۶۵﴾ مصیبتوں سے نجات اور حصول مقاصد کیلئے خاص ورد

اوّل اور آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ درج ذیل گنتی کے مطابق پڑھیں:

۱. شرور وفتن سے حفاظت کے لیے تین سو اکتالیس مرتبہ۔
۲. وسعت رزق اور ادائے قرض کے لیے تین سو آٹھ مرتبہ۔
۳. خاص کام کی تکمیل کے لیے ایک سو گیارہ مرتبہ۔
۴. مصائب وپریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک سو چالیس مرتبہ۔ (بیان فرمودہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۶۶﴾ سات رذائل سے بچو، ایک اچھی صفت پیدا کرو، محبت عام ہو جائے گی

حدیث شریف میں ہے:

۱. بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔
۲. کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔
۳. جاسوسی نہ کیا کرو۔
۴. ایک دوسرے پر بے جا بڑھنے کی ہوس نہ کرو۔
۵. حسد نہ کرو۔

⑥ بغض نہ رکھو۔

⑦ ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔

یہ سات زہریلے رذائل ہیں جو اُمت کی صفوں کو منتشر کرتے ہیں، اجتماعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے، ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔
اچھی صفت جس کو اپنانے سے محبت عام ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:

(كُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا) (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (معارف الحدیث: ۲/۲۱۲)

﴿ ٦٧ ﴾ ٹی وی پر کرکٹ کا کھیل دیکھنا نامناسب ہے

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ﴾ (سورۂ لقمان: ٦)

ترجمہ: ''اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں۔''

اس سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلاتِ ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسان کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔ اس میں قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر رسالے اور بے حیائی کے پرچار کے اخبارات سب ہی آ جاتے ہیں، اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔ عہدِ رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اس مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دِل گانے سنا کر بہلاتی رہیں، تاکہ قرآن و اسلام سے وہ دور رہیں، اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آ جاتی ہیں جو آج کل فنکار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر، اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب، خوش نما اور دل فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔ اور اس ''لہوالحدیث'' میں کرکٹ کا کھیل بھی آ گیا خواہ کھیل ہو یا کرکٹ کا ٹی وی پر دیکھنا ہو، یا ریڈیو پر سننا ہو۔ کیونکہ یہ چیز بھی انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دیتی ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی)

﴿ ٦٨ ﴾ اسلام بے جا تکلفات سے روکتا ہے اور سادگی کی ترغیب دیتا ہے

سورۂ صٓ میں ہے:

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (سورۂ صٓ: ٨٦)

ترجمہ: ''اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔''

اس آیت سے عام معاملاتِ زندگی میں بھی تکلفات و تصنع سے اجتناب کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۸۲۹۳)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لیے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لباس، خوراک، رہائش، اور دیگر معاملات میں تکلفات جو آج کل معیارِ زندگی بلند کرنے کے عنوان سے اصحابِ حیثیت کا شعار اور وطیرہ بن چکا ہے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اس میں سادگی اور بے تکلفی اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی)

﴿ ٦٩ ﴾ اولاد میں بھی برابری کرنی چاہیے

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (سورۂ مائدہ: ۸)

ترجمہ: ''عدل وانصاف کرو، یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقوٰی سے۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا: اس عطیے پر آپ جب تک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح کا عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف کرو، اور فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (صحیح بخاری و مسلم، تفسیر مسجد نبوی ص ۲۸۸)

﴿۷۰﴾ روزانہ سورج اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو یہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عرش تلے جا کر خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے، پھر (طلوع ہونے کی) اجازت طلب کرتا ہے، تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے، اور قریب ہے کہ سورج سجدہ کرے اور قبول نہ کیا جائے، اجازت طلب کرے اور اجازت نہ دی جائے اور سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہاں سے لوٹ جا، پس آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ﴾ (سورۂ یٰس: ۳۸)

ترجمہ: ''اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی قرار گاہ عرش کے نیچے ہے۔'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۷۲)

﴿۷۱﴾ ہوائیں آٹھ قسم کی ہوتی ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں: چار رحمت کی، چار زحمت کی۔

① نَاشِرَات ② مُبَشِّرَات ③ مُرْسَلَات ④ ذَارِیَات رحمت کی اور
⑤ عَقِیْم ⑥ صَرْصَرْ ⑦ عَاصِفْ ⑧ قَاصِف عذاب کی۔

ان میں سے پہلی دو خشکیوں کی اور آخری دو تری کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے عاد والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا اور ہواؤں کے داروغہ کو اس کا حکم دیا تو اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ! کیا میں ہواؤں کے خزانوں میں اتنا سوراخ کروں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! نہیں! اگر ایسا ہوا تو زمین اور زمین کی کل چیزیں اُلٹ پلٹ جائیں گی۔ اتنا نہیں بلکہ اتنا سوراخ کرو جتنا انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا، جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (ابن کثیر)

﴿۷۲﴾ عزت کا معیار نسب نہیں بلکہ تقوٰی ہے

اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات، خاندان اور نسب سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے، نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم اور

حوا علیہما السلام پر منتہی ہوتے ہیں۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کئے ہیں۔ بلاشبہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی شریف اور معزز گھرانے میں پیدا کردے وہ ایک موہوب شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز وفخر کرنے کے لائق نہیں ہے کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت ٹھہرالیا جائے، اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں! شکرادا کرنا چاہیے کہ اس نے بلا اختیار وکسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور وتفاخر سے باز رہے، اور اس نعمت کو کمینے اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ عزت کا اصلی معیار نسب نہیں ہے، تقوی اور طہارت ہے، اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟

﴿۷۳﴾ مؤمن حقیقی

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: حارث! صبح کیسے گزری؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک حقیقی مؤمن کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خوب سمجھ کر کہو، کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔ تو حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کرلی ہے، راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں، دِن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں، اور اپنے کو یوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرش ربّ کھلا ہوا ہے، اور گویا میں اہل جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں، اور اہل دوزخ کو گرفتار بلا دیکھتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں اے حارث! تم ایمان کی حقیقت تک پہنچ چکے ہو، اس پر قائم رہنے کی کوشش کرنا۔ یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔ (ابن کثیر)

﴿۷۴﴾ یک طرفہ بات سن کر کوئی رائے قائم نہ کی جائے

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں قاضی شریح کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اپنے خاوند کے خلاف شکایت لے کر آئی، جب عدالت میں حاضر ہوئی اپنا بیان دیتے وقت زار وقطار رونا شروع کردیا، مجھ پر اس کی آہ وبکا کا بہت اثر ہوا اور میں نے قاضی شریح سے کہا:

''ابوامیہ! اس عورت کے رونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً مظلوم اور بے کس ہے، اس کی ضرور دادرسی کرنی چاہیے۔''

میری یہ بات سن کر قاضی شریح نے کہا:

''اے شعبی! یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی انہیں کنویں میں ڈالنے کے بعد اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے ہی آئے تھے۔''

تشریح: یعنی یک طرفہ بات سن کر کبھی رائے قائم نہ کرنی چاہیے، دونوں کی بات سنو، دونوں سے خوب حالات معلوم کرو، پھر فیصلہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۷۵﴾ غیبت کرنے پر عبرت ناک انجام

ایک تابعی جن کا نام ربعی رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کررہے ہیں، میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اب باتیں کرنے کے درمیان کسی کی غیبت شروع ہوگئی، مجھے یہ بات بری لگی کہ ہم یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی کی غیبت کریں، چنانچہ میں اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا، اس لیے کہ اگر کسی مجلس میں غیبت ہورہی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس کو روکے، اور اگر روکنے کی طاقت نہ ہو تو کم ازکم اس گفتگو میں شریک نہ ہو، بلکہ اُٹھ کر چلا جائے۔ چنانچہ میں اُٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہوگیا ہوگا، اس لئے دوبارہ اس مجلس میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اب تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر غیبت شروع ہوگئی، لیکن اب میری ہمت کمزور پڑگئی، اور میں مجلس سے اُٹھ نہ سکا، اور جو غیبت وہ لوگ کرتے رہے میں اسے سنتا رہا، پھر میں نے بھی غیبت کے ایک دو جملے کہہ دیئے۔

جب میں اس مجلس سے گھر آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی کو دیکھا تو ایک بڑے طشت میں میرے پاس گوشت لے کر آیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خنزیر کا گوشت ہے اور وہ سیاہ فام آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ خنزیر کا گوشت کھاؤ۔ میں نے کہا: میں مسلمان ہوں خنزیر کا گوشت کیسے کھاؤں؟ اس نے کہا: یہ تمہیں کھانا پڑے گا۔ پھر زبردستی اس گوشت کے ٹکڑے میرے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ اب میں منع کرتا جاتا ہوں اور وہ ٹھونستا جارہا ہے، یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی مگر وہ ٹھونستا جارہا تھا۔ پھر اسی شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب بیدار ہونے کے بعد میں نے کھانے کے وقت کھانا کھایا تو خواب میں جو خنزیر کے گوشت کا خواب اور بدبودار ذائقہ تھا وہ ذائقہ مجھے اپنے کھانے میں محسوس ہوا، اور تیس دن تک میرا یہ حال رہا، جس وقت بھی میں کھانا کھاتا تو ہر کھانے میں اس خنزیر کے گوشت کا بدترین ذائقہ میرے کھانے میں شامل ہو جاتا اور اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذراسی دیر میں نے مجلس میں غیبت کی تھی اس کا برا ذائقہ میں تیس دن تک محسوس کرتا رہا۔ (تعمیر حیات)

﴿۷۶﴾ دین میں کامیابی کی ایک عجیب مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار دین پر رکھا ہے۔ جس طرح شہد کی مٹھاس کو شہد سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور پھول کی خوشبو کو پھول سے جدا نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح کامیابی کو دین سے الگ کرنے کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دین کیا ہے؟ جس کام کے کرنے کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اس کو کرنا اور جس کام کے کرنے سے منع کیا ہے اس کو نہ کرنا دین ہے۔

حالات کے بننے اور بگڑنے کا مدار اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے اور اعمال کے بننے اور بگڑنے کا مدار ایمان کے بننے بگڑنے پر ہے، ایمان بگڑے گا اعمال بگڑیں گے اور اعمال بگڑیں گے اللہ تعالیٰ حالات کو بگاڑیں گے۔ اس لیے مسلمان اپنی حالت بدل لیں اللہ تعالیٰ حالات کو بدل دیں گے۔

﴿۷۷﴾ سب سے زیادہ عظمت والی آیت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! (یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس قرآن کریم میں سے کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب میں سے کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے جواب دیا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ یعنی آیت الکرسی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ:۱۸۵)

﴿۷۸﴾ جان ومال کی حفاظت اور شیطان کے شر سے بچنے کا بہترین نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان المبارک کی زکوٰۃ یعنی صدقۃ الفطر کی حفاظت اور نگرانی کے لیے مقرر فرمایا، چنانچہ (میں اس کی حفاظت اور نگرانی کررہا تھا کہ ایک رات) میرے پاس کوئی آنے والا آیا، اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں، میرے ذمہ بال بچوں کا بوجھ ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے (یعنی غربت اور تنگی نے مجھے چوری کرنے پر ابھارا ہے)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے ابوہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کے بوجھ کا شکوہ کیا تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے تمہارے سامنے جھوٹ بولا، وہ دوبارہ آئے گا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے پورا یقین تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں اس کی نگرانی اور انتظار کرتا رہا۔ چنانچہ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے، آئندہ میں نہیں آؤں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس پر ترس آیا، چنانچہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا شکوہ کیا تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے تمہارے سامنے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے پورا یقین تھا کہ وہ پھر سے آئے گا۔ چنانچہ میں اس کی نگرانی اور انتظار کرتا رہا۔ وہ پھر سے آیا اور دونوں ہاتھوں سے (اپنے برتن میں) غلہ بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، یہ آخری تیسری دفعہ ہے، ہر دفعہ تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا، مگر پھر آتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائیں گے۔ جب تم بستر پر لیٹو تو پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اللہ کی طرف سے ایک محافظ برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھے چند کلمات سکھائے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دیں گے (اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنو! اس نے یہ بات سچ کہی جب کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو یہ شخص جس سے تم تین راتوں سے گفتگو کر رہے ہو کون ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ (رواہ البخاری، بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص لیٹتے وقت پوری آیت الکرسی پڑھے گا، اس کا مال چوری وغیرہ سے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۷۹﴾ وضو کے فضائل و برکات

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اُمت کو وضو کا طریقہ اور اس کے متعلق احکام بتلائے ہیں، اُسی طرح آپ ﷺ نے اس کے فضائل و برکات بھی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے وضو کیا اور (بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق) خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کے سارے جسم سے گناہ نکل جائیں گے، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے آداب وسنن وغیرہ کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے گا تو اُس سے صرف اعضائے وضو کی میل کچیل اور باطنی ناپاکی ہی دور نہ ہوگی بلکہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم سے گناہوں کی ناپاکی بھی نکل جائے گی، اور وہ شخص حدث (باطنی ناپاکی) سے پاک ہونے کے علاوہ گناہوں سے بھی پاک صاف ہو جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرہ سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے ہوئے ہیں، اس کے بعد جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو وہ

سارے گناہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھ سے ہوئے ، اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے نکل جاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے ، یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

تشریح: یہاں چند باتیں وضاحت طلب ہیں:

﴿۱﴾ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے جسم سے نکل جانے اور دُھل جانے کا ذکر ہے، حالانکہ گناہ میل کچیل اور ظاہری نجاست جیسی کوئی چیز نہیں ہے، جو پانی کے ساتھ نکل جائے اور دُھل جائے۔

بعض شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ گناہوں کے نکل جانے کا مطلب صرف معافی اور بخشش ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ بندہ جو گناہ جس عضو سے کرتا ہے اس کا ظلمانی اثر اور اس کی نحوست پہلے اس عضو میں اور پھر اس شخص کے دِل میں قائم ہو جاتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے کو پاک کرنے کے لیے وہ بندہ سنن وآداب کے مطابق وضو کرتا ہے تو جس جس عضو سے اُس نے گناہ کئے ہوتے ہیں اور گناہوں کے جو گندے اثرات اور ظلمتیں اس کے اعضاء اور اس کے قلب میں قائم ہو چکی ہوتی ہیں، وضو کے پانی کے ساتھ وہ سب دُھل جاتی اور زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی اور مغفرت بھی ہو جاتی ہے۔ یہی دوسری توجیہ اس عاجز کے نزدیک حدیث کے الفاظ سے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿۲﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں چہرہ کے دھونے کے ساتھ صرف آنکھوں کے گناہوں کے دُھل جانے اور نکل جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے، حالانکہ چہرہ میں آنکھوں کے علاوہ ناک اور زبان ودہن (منہ) بھی ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق انہیں سے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعضائے وضو وا ستیعاب نہیں فرمایا، بطور تمثیل کے آنکھوں اور ہاتھ پاؤں کا ذکر فرما دیا ہے۔ اس مضمون کی ایک دوسری حدیث میں (جس کو امام مالک اور امام نسائی رحمہما اللہ نے عبداللہ ضابحی سے نقل کیا ہے) اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ اس میں کلی اور ناک کے پانی (مضمضہ اور استنشاق) کے ساتھ زبان ودہن (منہ) اور ناک کے گناہوں کے نکل جانے اور دُھل جانے کا اور اسی طرح کانوں کے مسح کے ساتھ، کانوں کے گناہ نکل جانے کا بھی ذکر ہے۔

﴿۳﴾ نیک اعمال کی یہ تاثیر ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتے اور اُن کے داغ دھبوں کو دھوڈالتے ہیں، قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود: ۱۱۴)

ترجمہ: ''نیک اعمال گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔''

اور احادیث میں خاص خاص اعمال حسنہ کا نام لے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ فلاں نیک عمل گناہوں کو مٹا دیتا ہے، فلاں نیک عمل گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، فلاں نیک عمل گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، اس قسم کی بعض حدیثیں اس سلسلہ میں پہلے بھی گزر چکی ہیں، اور آئندہ بھی مختلف ابواب میں آئیں گی۔ ان میں سے بعض حدیثوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ اُن نیک اعمال کی برکت سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اسی بناء پر اہل حق اہل السنہ اس کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف صغائر ہی تطہیر ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ (سورۂ نساء: ۳۱)

ترجمہ: ''اگر تم کبائر منہیات (بڑے بڑے گناہوں) سے بچتے رہو گے تو تمہاری (معمولی) برائیاں اور غلطیاں ہم تم سے

دفع کر دیں گے۔"

الغرض مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں وضو کی برکت سے جن گناہوں کے نکل جانے اور دُھل جانے کا ذکر ہے، اُن سے **مراد صغائر** ہی ہیں۔ کبائر کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ اس کا زہر کا تریاق صرف توبہ ہی ہے۔ (معارف الحدیث:۳/۴۴تا۴۷)

﴿۸۰﴾ جنت کے سارے دروازوں کی کنجی

(عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْفَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُهَا مِنْ اَيِّهَا شَاءَ) (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلسلہ کلام میں) **فرمایا: جو کوئی تم میں سے** وضو کرے (اور پورے آداب کے ساتھ خوب اچھی طرح) اور مکمل وضو کرے پھر وضو کے بعد کہے: **اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** تو لازمی طور پر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے **کھل جائیں گے، وہ جس دروازے** سے بھی چاہے گا جنت میں جا سکے گا۔"

تشریح: وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضائے وضو کی صفائی ہوتی ہے اس لیے مؤمن بندہ وضو کرنے کے **بعد محسوس کرتا ہے کہ** میں نے حکم کی تعمیل میں اعضائے وضو تو دھولئے اور ظاہری طہارت اور صفائی کر لی، **لیکن اصل گندگی تو ایمان کی کمزوری، اخلاص کی کمی، اور** اعمال کی خرابی کی گندگی ہے۔ اس احساس کے تحت وہ کلمہ شہادت پڑھ کے، **ایمان کی تجدید اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کی پوری پیروی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے **اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور** جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (معارف الحدیث:۳/۴۷، ۴۸)

﴿۸۱﴾ جھوٹ کی بدبو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (انسان کی حفاظت** کرنے والے) فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں اس بات کی بدبو کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔"

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص۴۱۳)

تشریح: جس طرح مادی چیزوں میں خوشبو اور بدبو ہوتی ہے اسی طرح اچھے اور برے **کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے،** جس کو اللہ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم مادی چیزوں کی خوشبو اور بدبو کا احساس کرتے ہیں، **اور کبھی کبھی اللہ کے وہ** بندے بھی اس کو محسوس کرتے ہیں جن کی روحانیت ان کی مادیت پر غالب آ جاتی ہے۔ (اصلاح معاشرہ ص:۵۵)

﴿۸۲﴾ جھوٹے خواب بیان کرنے والوں کے بارے میں وعید

جھوٹا خواب بیان کرنے سے بہت احتراز کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ **جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے گا قیامت میں اللہ** تبارک وتعالیٰ اسے دو جو کے دانے دیں گے اور فرمائیں گے اس میں گانٹھ لگا۔ (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مولانا عاشق الٰہی بلندی شہری)

﴿۸۳﴾ عمل کی توفیق سلب ہونے کا سبب

عمل کی توفیق سلب ہونے کے اسباب میں سے مشتبہ اور حرام کمائی ہے کہ آدمی احتیاط سے نہ کمائے، **حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہ**

کرے، مشتبہ اور غیر مشتبہ کو نہ دیکھے، پیسہ مقصود ہو جائے کہ جس طرح ہو پیسہ بٹورلو، ڈکیتی سے ہو، چوری سے ہو، رشوت سے ہو، سود سے ہو، دھوکے سے ہو، جھوٹ سے ہو، کسی بھی انداز سے پیسہ آنا چاہیے، ایسے پیسے کا اثر تو یہی ہوتا ہے کہ توفیق جاتی رہتی ہے۔

بہر حال حاصل یہ نکلا کہ عبادت کی توفیق اس وقت ہوتی ہیے جب قلب میں نور ہو اور نور قلب میں تب ہوتا ہے جب کمائی ٹھیک ہو، حلال کی ہو اور حلال کا لقمہ میسر ہو۔ رزق حلال میں قلت و برکت ہوتی ہے۔

نیز حلال کی کمائی ہمیشہ تھوڑی ہوتی ہے۔ زیادہ نہیں ہوا کرتی، حرام کی کمائی تو ہوسکتا ہے کہ زیادہ ہو لیکن عادتاً حلال کی کمائی کم ہوتی ہے۔ الا ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کسی کو بڑھادے، مگر عادتاً لازمی بات یہ ہے کہ ضرورت کے موافق ملتا ہے مگر برکت اس میں زیادہ ہوتی ہے اس کی خیر زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ والسلام۔ (از: محمد یونس پالن پوری)

بمبئی میں ایک خاتون نے سوال کیا تھا کہ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی، قرآن کھول کر بیٹھوں پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، اس سوال پر مذکورہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے۔

﴿۸۴﴾ بات کرنے میں اختصار سے کام لیجئے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جب ایک شخص نے (ان کی موجودگی میں) کھڑے ہو کر (وعظ وتقریر کے طور پر) بات کی، اور بہت لمبی بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بات مختصر کرتا تو اس کے لیے زیادہ بہتر ہوتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ بات کرنے میں اختصار سے کام لوں کیونکہ بات میں اختصار بہتر ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تجربہ شاہد ہے کہ بہت لمبی بات سے سننے والے اکتا جاتے ہیں، اور دیکھا ہے کہ بعض اوقات کسی تقریر وعظ سے سامعین شروع میں بہت اچھا اثر لیتے ہیں، لیکن جب بات حد سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے تو لوگ اُکتا جاتے ہیں اور وہ اثر بھی زائل ہو جاتا ہے، اس لیے بات مختصر اور عام فہم ہونی چاہیے۔

﴿۸۵﴾ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے قتل کی سازش

صاحب مجمع الفوائد نے طبرانی کی معجم کبیر کے حوالہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کسی قدر تفصیل سے اسماعیل بن راشد کی روایت سے نقل کیا ہے۔ ذیل میں پہلے فرقہ خوارج کا کچھ تعارف، پھر اس واقعہ کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

خوارج:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر ہی کا ایک خاص گروہ تھا جو اپنی حماقت اور ذہنی کجروی کی وجہ سے ان کے فیصلہ کو غلط اور معاذ اللہ قرآن مجید کے صریح خلاف سمجھ کر ان کا مخالف اور آمادۂ بغاوت ہو گیا تھا، ان کی تعداد کئی ہزار تھی، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افہام وتفہیم کے نتیجہ میں ان میں سے ایک خاص تعداد راہ راست پر آگئی، لیکن ان کی بڑی تعداد اپنی گمراہی پر قائم رہی، اور قتل وقتال پر آمادہ ہوگئی۔ بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنی پڑی، جس کے نتیجے میں ان سے اکثر کا خاتمہ ہو گیا، کچھ باقی رہ گئے۔ ان باقی رہ جانے والوں میں سے تین شخص ﴿۱﴾ برک بن عبداللہ ﴿۲﴾ عمرو بن بکر تمیمی اور ﴿۳﴾ عبدالرحمٰن بن ملجم مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے صورتِ حال پر تبادلہ خیال کیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ سارا فتنہ ان لوگوں کی وجہ سے ہے جن کے ہاتھوں میں حکومت ہے، ان کو کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے تین حضرات کو متعین طور پر نامزد کیا: ﴿۱﴾ حضرت معاویہ ﴿۲﴾ حضرت عمرو

بن عاص ﴿۳﴾ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔

برک نے کہا کہ معاویہ کو قتل کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عمرو بن تمیمی نے کہا کہ عمرو بن عاص کو ختم کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا کہ علی کو قتل کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ پھر انہوں نے آپس میں اس پر عہد و پیمان کیا اور اس کے لیے یہ اسکیم بنائی کہ ہم میں سے ہر ایک ۱۷/ رمضان المبارک کو جب کہ یہ لوگ فجر کی نماز پڑھانے کے لیے نکل رہے ہوں، حملہ کر کے اپنا کام کریں۔ اس دور میں نماز کی امامت خلیفہ وقت یا ان کے مقرر کیے ہوئے امیر ہی کرتے تھے۔

اپنے بنائے ہوئے اس پروگرام کے مطابق برک بن عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دارالحکومت دمشق روانہ ہوگیا اور عمرو تمیمی مصر کی طرف جہاں کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اور عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دارالحکومت کوفہ کے لیے روانہ ہوگیا۔

۱۷/ رمضان المبارک کی صبح فجر کی نماز پڑھانے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لے جا رہے تھے، برک نے تلوار سے حملہ کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ محسوس ہوگیا اور انہوں نے دوڑ کر اپنے کو بچانا چاہا پھر بھی برک کی تلوار سے ان کی ایک سرین پر گہرا زخم آ گیا۔ برک کو گرفتار کر لیا گیا (اور بعد میں قتل کر دیا گیا)۔ زخم کے علاج کے لیے طبیب بلایا گیا، اس نے زخم کو دیکھ کر جس تلوار کا زخم ہے، اُس کو زہر میں بجھایا گیا ہے، اس کے علاج کی ایک صورت یہ ہے کہ گرم لوہے سے زخم کو داغ دیا جائے، اس صورت میں اُمید ہے کہ زہر سارے جسم میں سرایت نہیں کر سکے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں آپ کو ایسی دوا تیار کر کے پلاؤں جس کا اثر یہ ہوگا کہ اس کے بعد آپ کی کوئی اولاد نہ ہو سکے گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گرم لوہے کے داغ کو تو میں برداشت نہ کر سکوں گا اس لیے مجھے وہ دوا تیار کر کے پلا دی جائے، میرے لیے دو بیٹے یزید اور عبداللہ کافی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحت یاب ہوگئے۔

عمرو تمیمی اپنے پروگرام کے مطابق حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ختم کرنے کے لیے مصر پہنچ گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ۱۷/ رمضان کی رات میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایسی شدید تکلیف ہوگئی کہ وہ فجر کی نماز پڑھانے مسجد میں نہیں آ سکے، انہوں نے ایک دوسرے صاحب خارجہ بن حبیب کو حکم دیا کہ وہ ان کی جگہ مسجد جا کر نماز پڑھائیں، چنانچہ وہ آئے اور نماز پڑھانے کے لیے امام کے مصلےٰ پر کھڑے ہوئے تو عمرو نے اس کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر تلوار سے وار کیا اور وہ وہیں شہید ہوگئے۔ عمرو گرفتار کر لیا گیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، اس نے دیکھا کہ لوگ ان کو امیر کے لفظ سے مخاطب کر رہے ہیں، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا میں نے جس شخص کو قتل کیا وہ کون تھا؟ بتلایا گیا کہ وہ خارجہ بن حبیب تھا۔ اُس بد بخت نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اے فاسق! میں نے تجھ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے یہ ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا وہ ارادہ تھا جو ہوگیا، اس کے بعد خارجہ بن حبیب کے قصاص میں عمرو تمیمی کو قتل کر دیا گیا۔

ان میں تیسرا خبیث ترین اور شقی ترین بد بخت عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے پروگرام کے مطابق کوفہ پہنچ گیا، وہ ۱۷/ رمضان کو فجر سے پہلے مسجد کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ گھر سے نکل کر اَلصَّلٰوۃ! اَلصَّلٰوۃ! پکارتے ہوئے اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاتے ہوئے مسجد تشریف لاتے تھے، اس دن بھی حسب معمول اسی طرح تشریف لا رہے تھے کہ بد بخت ابن ملجم نے سامنے سے آ کر اچانک آپ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا اور بھاگا، لیکن تعاقب کر کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو اس قاتل ابن ملجم کے

بارے میں جیسا چاہوں گا فیصلہ کروں گا، چاہوں گا تو معاف کردوں گا اور چاہوں تو قصاص میں قتل کرادوں گا، اور اگر میں اس میں فوت ہوجاؤں تو پھر اس کو شرعی قانون قصاص کے مطابق قتل کردیا جائے لیکن مثلہ نہ کیا جائے (یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء الگ الگ نہ کاٹے جائیں) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کٹ کھنے کتے کو بھی مارا جائے تو اس کا مثلہ نہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کی اس ضرب کے نتیجے میں واصل بحق ہوگئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس بدبخت کو قتل کیا گیا اور غیظ وغضب سے بھرے لوگوں نے اس کی لاش کو مثلہ بھی کیا۔ (معارف الحدیث: ۳۹۹/۸)

﴿۸۶﴾ دو شریکوں کا عجیب قصہ

دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئیں، ایک چونکہ پیشے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا، اس لیے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے، آپ اپنا حق لے کر الگ ہوجایئے، آپ کام کاج سے ناواقف ہیں، چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ کرلئے اور جدا ہوگئے۔

پھر پیشے سے واقف کار نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا، اور اپنے ساتھی کو بلاکر اسے دکھایا اور کہا: بتلاؤ! میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس کے ساتھی نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید لیا ہے، اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کردیئے۔

پھر اس دُنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کرکے اپنا نکاح کیا، دعوت میں اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کرکے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس کے ساتھی نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نیت سے ایک ہزار دینار نکالے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بارِ الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کرکے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے، اور میں اس رقم سے تجھ سے حورعین کا طالب ہوں۔ اور پھر وہ رقم راہِ خدا میں صدقہ کردی۔

پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیادار نے اس کو بلاکر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید لئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آکر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خدایا! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خرید کئے ہیں، میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں۔ چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کردیا۔

پھر جب فرشتہ ان کو فوت کرکے لے گیا، اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچادیا، جہاں ایک حسین عورت بھی اسے ملی، اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، تو اُسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آگیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اُسے دیکھ سکتے ہو۔ اس نے جب اُسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۶۷/۴، ۳۶۸)

﴿۸۷﴾ دل کو اتنا مانجھو کہ آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوجائے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان کی ہے جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دفعہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان جھگڑا ہوا، رومیوں نے کہا کہ ہم اچھے صناع اور کاری گر ہیں، چینیوں نے کہا ہم ہیں۔ بادشاہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے کہا: تم دونوں اپنی صفائی دکھلاؤ! اس وقت دونوں صناعوں کا موازنہ کرکے فیصلہ کیا جائے گا۔

اور اس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے ایک مکان بنوایا اور اس کے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کردی۔ چینیوں سے کہا کہ نصف مکان میں تم اپنی کاری گری دکھلاؤ اور رومیوں سے کہا کہ دوسرے نصف میں تم اپنی ضاعی کا نمونہ پیش کرو۔ چینیوں نے تو دیوار پر پلاستر کر کے قسم قسم کے بیل بوٹے اور پھول پتے رنگ برنگ کے بنائے اور اپنے حصے کے کمرے کو مختلف نقش ونگار رنگ بیل بوٹوں سے گل گلزار بنادیا۔ ادھر رومیوں نے دیوار پر پلاستر کر کے ایک بھی پھول پتہ نہ بنایا، اور نہ ہی کوئی ایک بھی رنگ لگایا بلکہ دیوار کے پلاستر کو صیقل کرنا شروع کردیا، اور اتنا شفاف اور چمک دار کردیا کہ اس میں آئینہ کی طرح صورت نظر آنے لگی۔

جب دونوں نے اپنی اپنی کاریگری اور ضاعیٔ ختم کرلی تو بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ درمیان سے دیوار نکال دی جائے۔ جونہی دیوار بیچ میں سے ہٹی چینیوں کو وہ تمام نقاشی اور گلکاری رومیوں کی دیوار میں نظر آنے لگی اور تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں منعکس ہو گئے جسے رومیوں نے صیقل کر کے آئینہ بنادیا تھا۔ بادشاہ سخت حیران ہوا کہ کس کے حق میں فیصلہ دے، کیونکہ ایک ہی قسم کے نقش ونگار دونوں طرف نظر آرہے تھے۔ آخر کار اس نے رومیوں کے حق میں فیصلہ کردیا کہ ان کی ضاعی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ضاعی بھی دکھلائی اور ساتھ ہی چینیوں کی کاری گری بھی چھین لی۔

مولانا روم نے اس قصے کو نقل کر کے آخر میں بطورِ نصیحت کے فرمایا ہے: اے عزیز! تو اپنے دل پر رومیوں کی ضاعی جاری کر یعنی اپنے قلب کو رضاضت ومجاہدہ سے مانجھ کر اتنا صاف کرلے کہ تجھے گھر بیٹھے ہی دنیا کے سارے نقش ونگار اپنے دل میں نظر آنے لگیں۔

یعنی تو اپنے دل سے ہر قسم کا مادی میل کچیل نکال پھینک اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کردے تجھے دنیا وآخرت کے حقائق ومعارف گھر بیٹھے ہی نظر آنے لگیں گے، ایسے قلب صافی پر بے استاد وکتاب براہِ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے، اور وہ روشن سے روشن تر ہو جاتا ہے۔

﴿۸۸﴾ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کا قصہ

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے، سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا، حضور اقدس کے لیے تحفہ لایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے، اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت اور کمال اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جب یہ حضور اقدس ﷺ کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ ﷺ بھی ان کا کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرمارہے تھے، حضور اقدس ﷺ نے چپکے سے پیچھے سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کر کے دبالیا۔ اب ان کو تو نظر نہیں آیا اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے۔ زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس ﷺ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ جب حضور اقدس ﷺ کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضور اقدس ﷺ کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر وبرکت ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کہنے لگے: اس بندے کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لیے کہ مجھ بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں۔ (شمائل ترمذی ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دِلوں پر ہے، جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے، اس نے جب خدا اور حبِ رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ

رضی اللہ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ میں حضور اقدس ﷺ کو حضرت اسامہ کی محبت سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

﴿۸۹﴾ جب امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو بلائیں نازل ہوں گی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو اُمت پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

① جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے گا۔
② اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔
③ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا۔
④ اور علم دین دنیا طلبی کے لیے سیکھا جائے گا۔ ⟨۱⟩
⑤ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔
⑥ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔
⑦ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے گا۔
⑧ اور مسجد میں شور و غل ہونے لگے گا۔
⑨ جب قبیلہ کا سردار بدترین شخص بن جائے گا۔
⑩ اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔
⑪ آدمی کا اعزاز و اکرام اس کے شر سے بچنے کے لیے کیا جائے گا۔
⑫ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔
⑬ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔
⑭ ناچنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنا لیا جائے گا۔
⑮ اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔

تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

(ترمذی شریف: ۲/ ۴۴)

﴿۹۰﴾ پانچ چیزوں کی محبت پانچ چیزوں کو بھلا دے گی

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں لوگوں کو پانچ چیزوں سے محبت ہوگی اور پانچ چیزوں کو بھلا دیں گے۔

﴿۱﴾ دنیا سے محبت کریں گے اور آخرت کو بھلا دیں گے۔
﴿۲﴾ مال سے محبت کریں گے اور حساب و کتاب کو بھلا دیں گے۔

⟨۱⟩ ان دونوں باتوں کا تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد ہے (محمد امین پالن پوری)

﴿۳﴾ مخلوق سے محبت کریں گے اور خالق کو بھلا دیں گے۔
﴿۴﴾ گناہ کی چیزوں سے محبت کریں گے، توبہ کو بھلا دیں گے۔
﴿۵﴾ بڑے بڑے محل اور کوٹھیوں سے محبت کریں گے اور قبر کو بھلا دیں گے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۴)

﴿۹۱﴾ اندھیری رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوئی مل گئی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کنز العمال میں ایک حدیث مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا سے عاریت پر ایک سوئی لے رکھی تھی، اس سے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا سیا کرتی تھی۔ اندھیری رات میں وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، بہت تلاش کی نہیں ملی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے نور کی شعاؤں سے سوئی دکھائی دینے لگی۔ میں نے ہنس کر سوئی اٹھالی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْآفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِیْ أَفْضَلُ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

''ہمارے ایک سورج ہے اور دنیا والوں کا بھی ایک سورج ہے، اور میرا سورج آسمان کے سورج سے افضل ہے۔''
(منتخب از کنز العمال علی ہامش مسند احمد: ۲۹/۳)

﴿۹۲﴾ بے عمل عالم جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا

(عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ رِیْحَهَا) (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علم جس سے اللہ کی رضا چاہی جاتی ہے (یعنی دین اور کتاب وسنت کا علم) اگر اس کو کوئی شخص دنیا کی دولت کمانے کے لیے حاصل کرے تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔''

(عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِغَیْرِ اللّٰهِ اَوْ اَرَادَ بِهٖ غَیْرَ اللّٰهِ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ) (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے علم دین اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لیے (یعنی دنیوی اور نفسانی اغراض کے لیے) حاصل کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔''

اللہ تعالیٰ نے دین کا علم انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اور آخر میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کے ذریعے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کی روشنی اور رہنمائی میں اس کے بندے اللہ کی رضا کے راستے پر چلتے ہوئے اس کے دارِ رحمت یعنی جنت تک پہنچ جائیں۔ اب جو بدنصیب آدمی اس مقدس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیوی دولت کمانے کا وسیلہ بناتا ہے اور اس کے واسطے اس کو حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اس مقدس علم پر ظلم عظیم کرتا ہے، اور یہ شدید ترین معصیت ہے۔ اور ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ اس کی سزا جنت کی خوشبو تک سے محرومی اور جنت کا عذاب الیم ہے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا ! (عَنْ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَیَنْسٰی نَفْسَہٗ کَمَثَلِ السِّرَاجِ یُضِیْءُ النَّاسَ وَ یُحْرِقُ نَفْسَہٗ) (رواہ الطبرانی والضیاء المقدسی)

ترجمہ: ''حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عالم کی مثال جو دوسرے لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے کو بھولے رہتا ہے اس چراغ کی سی ہے جو آدمیوں کو تو روشنی فراہم کرتا ہے لیکن اپنی ہستی کو جلاتا رہتا ہے۔''

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ عِلْمُہٗ)

(رواہ الطیالسی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ وابن عدی فی الکامل والبیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم نے نفع نہیں پہنچایا (یعنی اس نے اپنی علمی زندگی کو علم کے تابع نہیں بنایا)۔''

بعض گناہ ایسے ہیں جن کو بلاتفریق مؤمن و کافر سب ہی انسان شدید و سنگین جرم اور سخت سزا کا مستوجب سمجھتے ہیں جیسے ڈاکہ زنی، خون ناحق، زنا بالجبر، چوری، رشوت ستانی، یتیموں اور بیواؤں اور کمزوروں پر ظلم و زیادتی اور ان کی حق تلفی جیسے ظالمانہ گناہ۔ لیکن بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کو عام انسانی نگاہ اس طرح شدید و سنگین نہیں سمجھتی، لیکن اللہ کے نزدیک اور فی الحقیقت وہ ان کبائر و فواحش ہی کی طرح یا ان سے بھی زیادہ شدید و سنگین ہیں، شرک و کفر بھی ایسے ہی گناہ ہیں، اور علم دین جو نبوت کی میراث ہے) اس کی بجائے دینی مقاصد کے دینوی اغراض کے لیے سیکھنا اور دنیا کمانے کا وسیلہ بنایا، علی ہذا اپنی عملی زندگی کو اس کے تابع نہ بنانا بلکہ اس کے خلاف زندگی گزارنا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

پہلی قسم کی معصیتوں میں مخلوق کا مخلوق پر ظلم ہوتا ہے، اس لیے اس کو خدا نا آشنا کافر بھی محسوس کرتا ہے، اور ظلم و پاپ سمجھتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کے گناہوں میں اللہ و رسول اور ان کی ہدایت و شریعت اور اس مقدس علم کی حق تلفی اور ان پر ایک طرح کا ظلم ہوتا ہے، اس کی سنگینی اور شدت کو وہی بندے محسوس کر سکتے ہیں جن کے قلوب اللہ و رسول اور دین و شریعت اور ان کے علم کی عظمت سے آشنا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم دین کو بجائے رضائے الٰہی اور اجر اخروی کے دینوی اغراض کے لیے سیکھنا اور اس کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا، اسی طرح خود اس کے خلاف زندگی گزارنا، شرک و کفر اور نفاق کی قبیل کے گناہ ہیں، اس لیے ان کی سزا وہ ہے جو مندرجہ بالا حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہے (یعنی جنت کی خوشبو تک سے محروم رہنا، اور دوزخ کا عذاب)۔ اللہ تعالیٰ حاملین علم دین کو توفیق عطا فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات و تنبیہات ہمیشہ ان کے سامنے رہیں۔

﴿۹۳﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہزار قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی۔ وہ اس سے بہت پریشان ہوئے، چنانچہ انہوں نے ایک سوار یمن بھیجا، دوسرا شام اور تیسرا عراق بھیجا تاکہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لے کر آیا، اور لا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ٹڈیوں کو دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوق پیدا کی ہے، چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں، اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی، جب ٹڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہو جائیں

گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۱، حیاۃ الصحابہ: ۸۲/۳)

﴿۹۴﴾ دیہاتیوں کے عجیب وغریب سوالات

حضرت سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں:

﴿۱﴾ ایک دِن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا: بیری کا درخت، کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴾ (سورۂ واقعہ: ۲۸)

ترجمہ: ''وہاں اُن باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کر دیئے ہیں، اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر (۷۲) قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔

﴿۲﴾ حضرت عتبہ بن عبد سلیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر سنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کانٹے والا درخت کوئی اور نہیں ہوگا یعنی ببول کا درخت۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر کانٹے کی جگہ بھرے ہوئے گوشت والے بکرے کے خصیہ کے برابر پھل لگا دیں گے اور اس پھل میں ستر (۷۰) قسم کے ذائقے ہوں گے ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔

﴿۳﴾ حضرت عتبہ بن عبد سلیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کے بارے میں پوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا، پھر اس دیہاتی نے کہا کیا جنت میں پھل بھی ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور چیز کا بھی ذکر کیا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی؟ اس دیہاتی نے کہا: ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے علاقہ کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے، ایک تنے پر اُگتا ہے اور اس کے اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رُکے ایک مہینہ مسلسل اُڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے، اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔

﴿۴﴾ پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پوچھا: انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تیری ماں کو دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لیے ڈول بنا دے؟

اس دیہاتی نے کہا: جی ہاں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: (جب دانہ ڈول کے برابر ہوگا) پھر تو ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۶۶، ۶۷)

﴿۵﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ اس دیہاتی نے کہا: ربّ کعبہ کی قسم پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے دیہاتی کیسے؟ اس نے کہا: کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے۔

(حیاۃ الصحابہ:۳/۴۱)

﴿۹۵﴾ چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے موت بہتر ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے چھ چیزیں ظاہر ہونے لگیں تو تمہارے لیے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

(عَنْ عَبَسٍ الْغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا ① اِمْرَةَ السُّفَهَاءِ ② وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ ③ وَبَيْعَ الْحُكْمِ ④ وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ ⑤ وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ ⑥ وَنَشْأً يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا) (مسند احمد:۳/۴۹۴)

ترجمہ: ”حضرت عبد غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھ چیزوں پر موت کے ذریعہ سبقت کر جاؤ یعنی ان سے پہلے مرجاؤ۔ ① بے وقوفوں اور نااہلوں کی امارت اور سربراہی پر۔ ② پولیس کی کثرت پر۔ ③ فیصلہ کی فروختگی پر۔ ④ خون ریزی کی معمولی سمجھے جانے پر۔ ⑤ رشتہ ناتا توڑے جانے پر۔ ⑥ ایسی نسل پر جو قرآن کریم کو باجا گانا بنائے گی، وہ تلاوت کرنے والے کو آگے کریں گے جو ان کو قرآن گانے کی لے میں سنائے گا اگرچہ وہ دین کے فہم میں ان سے کم تر ہوگا (مگر محض خوش الحانی کی وجہ سے آگے بڑھایا جائے گا)۔“

اس حدیث پاک میں جناب رسالت مآب ﷺ نے چھ قسم کی تباہ کن چیزوں کی پیشین گوئی فرمائی ہے جن سے اُمت کا حال بد سے بدتر ہو جائے گا، معاشرہ نہایت خراب ہو جائے گا، اسلام کا پورا حلیہ بدل جائے گا۔ اس وقت کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں نااہل اور نادان لوگ حاکم سربراہ ہوں گے، ان کی امارت وحکومت میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حکام اور لیڈر تم میں سب سے گھٹیا اور بدترین ہوں گے، اور بخیل تمہارے مالدار ہوں گے، اور تمہارے معاملات عورتوں کے مشوروں سے طے ہونے لگیں گے تو تمہارا دنیا میں زندہ رہنے سے مر کر قبروں میں دفن ہو جانا زیادہ بہتر ہوگا۔ (ترمذی شریف:۲/۵۲)

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں پولیس والے ایسے نہیں تھے جیسے اب ہیں، پولیس کی ضرورت صرف مقامی حالات بہتر کرنے اور لوگوں کو ظلم وزیادتی سے روک تھام کرنے کے لیے پڑتی ہے۔ لیکن اب ظلم وزیادتی کو روکنے کے بجائے پولیس والوں کی طرف سے جو ظلم و زیادتیاں ہوتی ہیں، ان کی انتہاء نہیں رہی۔ راستوں میں گاڑی گھوڑوں کی ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کے لیے کتنی ہی پولیس کو متعین

کر دیا جائے مگر بجائے حفاظت کرنے کے خود ہی مسافروں اور گاڑی والوں کو پریشان کرتے ہیں اور خوب رشوت لیتے ہیں، آج کل پولیس کی کس قدر کثرت ہے سب دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسی رذیل ترین پولیس کی کثرت ہو جائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو قسم کے لوگ اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں، وہ آئندہ چل کر پیدا ہوں گے۔

﴿۱﴾ وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور راستہ میں نہایت سنور کر بے پردہ چلیں گی، ننگے سر ہونے کی وجہ سے چلتے وقت ان کے سر اونٹوں کی کوہان کی طرح ہلتے رہیں گے۔ ایسی عورتوں کو جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی۔

﴿۲﴾ وہ پولیس، پی۔ اے۔ سی جن کے ہاتھوں میں جانوروں کی دُم کی طرح ڈنڈے ہوں گے، ان سے غریبوں اور نہتوں کو ماریں گے، ان کو بھی جنت نصیب نہ ہوگی۔ (مسلم شریف: ۲/ ۲۰، مشکوٰۃ ص ۳۰۲)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں حاکموں اور قاضیوں کے فیصلے فروخت ہوں گے، جس کے پاس پیسہ ہوگا وہ رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالے گا، عدل وانصاف نام کا بھی نہیں رہے گا، حق وانصاف کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ رشوت کا فیصلہ ہوا کرے گا، حاکم وقاضی خود کہے گا کہ ہمارا قلم تو یہ بتا رہا ہے کہ ہم اس کے حق میں فیصلہ لکھیں گے جو موٹا لفافہ پیش کرے۔

بھائیو! پہلے تو حاکم وقاضی کا پیش کار، کلرک وغیرہ چھپ چھپا کر رشوت کی بات کیا کرتے تھے، مگر اب تو سرعام حاکم وقاضی کی کرسی پر ہی معاملہ طے کیا جاتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسا وقت آجائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہے۔

بھائیو! خوب اچھی طرح سن لو! نبی کریم ﷺ نے تین لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

﴿۱﴾ رشوت لینے والے پر۔

﴿۲﴾ رشوت دینے والے پر۔

﴿۳﴾ ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر۔

مسند احمد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا) (مسند احمد: ۴/ ۲۰۵)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں قتل وغارت گری اور بات بات پر خون خرابہ کرنا کوئی اہم بات نہ ہوگی، ذرا ذرا سی بات پر چاقو، تلوار، بندوق نکل آئیں گی، منٹوں میں قتل وخون ریزی ہونے لگے گی۔ کون کس پر حملہ کر رہا ہے کس کی گردن مار رہا ہے، اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ جب ایسا فتنہ وفساد کا زمانہ آجائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہر خطبہ میں بار بار یہ فرمایا ہے کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا اس سے تم پر خطرہ ہے کہ کفار و مرتد بن کر اسلام سے ہی پھر جاؤ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عزیز واقارب کے ساتھ ہمدردی صلہ رحمی سب ختم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنے رشتہ داروں اور قرابتداروں سے دور رہنے میں عافیت اور خیر سمجھنے لگیں گے۔ کچھ تو اس لیے دور رہنے لگیں گے کہ ان کو قرابت داروں سے بجائے ہمدردی کے تکلیف اور ایذا پہنچی ہے، اور کچھ اس لیے دوری اختیار کریں گے تاکہ مدد نہ کرنی پڑے۔

ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت سخت ناراض ہیں، وہ ابغض الناس الی اللہ ہیں۔

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

﴿۲﴾ قرابت داروں کے ساتھ بے دردی سے ناتا توڑنے والے۔

﴿۳﴾ منکر اور برائی کا حکم کرنے والے اور بھلائی سے روکنے والے۔ (ترغیب وترہیب: ۳/۲۲۷)

ایک حدیث شریف میں دو کام کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کی بشارت ہے، وہ دو کام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہے تقویٰ وورع اختیار کرے۔

﴿۲﴾ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے۔

جو یہ دو کام کرے گا اس کے لیے یہ تین بشارتیں ہیں:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے گا، حیات دراز کرے گا۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں فراوانی کرے گا۔

﴿۳﴾ بری موت سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُمَدَّ لَهٗ فِيْ عُمْرِهٖ وَيُوَسَّعَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيْتَةُ السَّوْءِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَ لْيَصِلْ رَحِمَهٗ) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی عمر دراز کی جائے، اور اس کے رزق میں وسعت پیدا کر دی جائے، اور اس سے بری موت کو دور کر دیا جائے تو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے تقویٰ اختیار کرے اور چاہیے کہ صلہ رحمی کا عادی بن جائے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں لوگ قرآن کریم کو گانا اور باجا بنا لیں گے یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا گانے کی طرز پر پڑھے گا، اور لوگ کھیل تماشہ کی طرح دیکھنے اور سننے کے لیے جمع ہو جائیں گے، ان میں سے کسی فرد میں یہ داعیہ نہ ہوگا کہ قرآن سن کر اس کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ آج کل ہوٹلوں اور چوراہوں اور دکانوں میں عمدہ ترین قاری کی قرأت کیسٹوں میں چالو کر دی جاتی ہے اور دور دور تک اس کی آواز پہنچتی ہے، اور وہیں پر کوئی سگریٹ پی رہا ہے، اور کوئی چائے پی رہا ہے، اور کوئی باتیں کر رہا ہے، اور کوئی واہ واہ کر رہا ہے، کیا یہ قرآن کریم کی سخت ترین بے ادبی اور گستاخی اور توہین نہیں ہے؟ ایک صاحب ایمان مسلمان اس کو کیسے برداشت کر رہا ہے؟ اسی لیے جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایسا زمانہ آجائے تو تمہارے لیے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

﴿۹۶﴾ نماز کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کی گردن کا پھوڑا ٹھیک ہو گیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی گردن میں پھوڑا نکل آیا، انہوں نے نماز پڑھی تو وہ پھوڑا نیچے اتر کر سینے پر آگیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پھر نماز پڑھی تو وہ کوکھ میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو ٹخنے میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو انگوٹھے میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ چلا گیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۰۷)

﴿۹۷﴾ نماز کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو، اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیے دروازہ ضرور کھلتا ہے۔

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنی ضرورتیں فرض نمازوں پر اُٹھا رکھو یعنی فرض نمازوں کے بعد اپنی ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اس وقت تک ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک کے درمیان جتنے گناہ کئے ہوں گے وہ سارے گناہ نماز سے معاف ہو جائیں گے۔

﴿۴﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازیں بعد والے گناہوں کے لیے کفارہ ہوتی ہیں۔

﴿۵﴾ حضرت آدم علیہ السلام کے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا پھر وہ پھوڑا چڑھ کر پاؤں کی جڑ یعنی ایڑی میں آ گیا، پھر چڑھ کر گھٹنوں میں آ گیا پھر کوکھ میں آ گیا، پھر چڑھ کر گردن میں آ گیا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا کندھوں سے نیچے آ گیا، انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ نکل کر ان کی کوکھ پر آ گیا، پھر نماز پڑھی تو اُتر کر گھٹنوں پر آ گیا، پھر نماز پڑھی تو اُتر کر قدموں میں آ گیا، پھر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا ختم ہو گیا۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۱۰۷)

﴿۹۸﴾ ایک عورت کا عجیب قصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا: کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے زنا کیا تھا جس سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر میں نے اس بچہ کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا نہیں (تم نے دو بڑے گناہ کئے ہیں اس لیے) نہ تو تمہاری آنکھ کبھی ٹھنڈی ہو، اور نہ تجھے شرافت و کرامت حاصل ہو۔ اس پر وہ عورت افسوس کرتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئی۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، اور اس عورت نے جو کچھ کہا تھا اور میں نے اسے جو جواب دیا تھا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اسے برا جواب دیا، کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۸، ۷۰)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا، مگر جو (شرک اور معاصی سے) توبہ کر لے اور (ایمان) بھی لے آوے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔''

پھر میں نے یہ آیتیں اس عورت کو پڑھ کر سنائیں، اس نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری خلاصی کی صورت بنا دی۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ وہ افسوس کرتے ہوئے ان کے پاس سے چلی گئی اور وہ کہہ رہی تھی ہائے افسوس! کیا یہ حسن

جہنم کے لیے کیا گیا ہے؟ اس روایت میں آگے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور انہوں نے مدینہ کے تمام محلوں اور گھروں میں اس عورت کو ڈھونڈھنا شروع کیا، اسے بہت ڈھونڈھا لیکن وہ عورت کہیں نہ ملی، اگلی رات کو وہ خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو حضور اکرم ﷺ نے جو جواب دیا تھا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُسے بتادیا، وہ فوراً سجدہ میں گر گئی اور کہنے لگی۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے خلاصی بنادی، اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہوگیا تھا اس سے توبہ کا راستہ بتا دیا اور اس عورت نے اپنی ایک باندی اور اس کی بیٹی آزاد کی، اور اللہ کے سامنے سچی توبہ کی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۲)

﴿۹۹﴾ ایک ہزار برس تک جہنم میں یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ کہنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا: یَـاحَنَّـانُ یَـامَنَّـانُ! تب اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا: ''جاؤ! دیکھو! یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' جبرئیل علیہ السلام آکر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال میں سر جھکائے آہ وزاری کررہے ہیں، جاکر جنابِ باری تعالیٰ میں خبر کریں گے۔ اللہ فرمائے گا: ''پھر جاؤ! فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے، جاؤ! اسے لے آؤ۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام بحکم خدا تعالیٰ جائیں گے اور اسے لاکر خدا کے سامنے کھڑا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خدایا! ٹھہرنے کی بھی بری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔

خدا تعالیٰ فرمائے گا: اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کرآؤ، گو یہ گڑگڑائے گا، عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ تو پھر مجھے اس میں داخل کردے، مجھے تجھ سے رحم وکرم ہی کی اُمید ہے۔ خدایا! بس اب مجھ پر کرم فرما! جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہوگیا تھا کہ اب تو اس میں نہیں ڈالے گا۔ اس مالک ورحمان ورحیم خدا کو بھی رحم آجائے گا اور فرمائے گا: ''اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۹)

﴿۱۰۰﴾ سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ یہ ایک گناہ گار بندہ ہوگا جسے خدا کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرست کرو، چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دِن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کرسکے گا، اقرار کرے گا۔ آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی۔ اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی، اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا۔ یہ فرما کر حضور اقدس ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے۔ (مسلم، بحوالہ ابن کثیر: ۴/۲۱)

﴿۱۰۱﴾ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ مٹادیتا ہے

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے کہ مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے۔ وہ دے دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے میں دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹادیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے تو وہ تینتیس دفعہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' تینتیس دفعہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور چونتیس دفعہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے۔ یہ مل کر سو مرتبہ ہوگیا۔ (ابن ابی الدنیا بحوالہ ابن کثیر: ۴/۲۱)

﴿۱۰۲﴾ قیامت کے دن نیک لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا

حضرت سلمان ؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا۔ وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اس میں اس کی برائیاں درج ہوں گی، جنہیں پڑھ کر یہ کچھ نا اُمید سا ہونے لگے گا۔ اس وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھیں ہوئی پائے گا۔ جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی، اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں اس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خدا کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے، پوچھا گیا وہ کون سے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۱)

﴿۱۰۳﴾ ہر شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ

حضرت عبداللہ بن خبیب ؓ صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کو بارش کی رات اور سخت اندھیرے میں تلاش کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کو ہم پا گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور تین بار ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور تین مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ صبح شام پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے ہر شے سے کافی ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۸)

یہ وظیفہ ہر شر سے بچانے کے لیے کافی ہے یعنی نفس و شیطان اور جنات و آسیب جادو، حاسد و دشمنوں کے ہر شر اور بری نظر کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ ہے، نیز یہ وظیفہ ہر وظیفہ کی طرف سے بھی کافی ہے۔

﴿۱۰۴﴾ ہر غم سے نجات کا بہترین نسخہ

﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ ق لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (سورۂ توبہ: ۱۲۹)

ترجمہ: ”کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔“

ابوداؤد شریف میں ہے کہ جو شخص اس کو سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام پڑھ لیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم اور فکر کے لیے کافی ہو جائے گا۔ مشہور مفسر علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ ورد اس فقیر کا بھی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

﴿۱۰۵﴾ حضرت معاذ اور ان کی اہلیہ میں نوک جھونک

حضرت سعید بن مسیّب ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت معاذ ؓ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر صدقات وصول کر کے ان میں ہی تقسیم کر دیئے اور اپنے لیے کوئی چیز نہ چھوڑی، اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے اسے ہی اپنی گردن میں رکھے ہوئے واپس آئے، تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لیے جو ہدیہ لایا کرتے ہیں وہ کہاں ہیں؟

حضرت معاذ ؓ نے کہا: میرے ساتھ مجھے دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا۔ اس لیے ہدیے نہیں لا سکا۔ اس کی بیوی نے کہا: حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاں تو آپ امین تھے، حضرت عمر ؓ نے آپ کے ساتھ دبا کر رکھنے والا ایک نگران بھی بھیج دیا؟ وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے۔ ان کی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا، اور حضرت عمر ؓ کی شکایت کی۔ جب حضرت عمر ؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذ ؓ کو بلا کر پوچھا: کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذ ؓ نے کہا: مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لیے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔ یہ سن کر حضرت عمر ؓ ہنسے اور انہیں کوئی چیز دی، اور

فرمایا: یہ دے کر اسے راضی کرلو۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ نگراں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۴۲)

﴿۱۰۶﴾ محبت بڑھانے کیلئے میاں بیوی کا آپس میں جھوٹ بولنا جائز ہے

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے، ان کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی۔ یہ اُٹھ کر اس کے پاس چلے گئے اور اس میں مشغول ہوگئے۔ ان کی بیوی گھبرا کر اُٹھی، اور ان کو بستر پر نہ پایا تو وہ اُٹھ کر باہر چلی گئی اور انہیں باندی میں مشغول دیکھا، وہ اندر واپس آئی اور چھری لے کر باہر نکلی۔ اتنے میں یہ فارغ ہو کر کھڑے ہو چکے تھے، اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے۔ بیوی نے چھری اُٹھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا: ہاں! کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پالیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھری گھونپ دیتی۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا، میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا، اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جنبی ہوتا) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں)۔ ان کی بیوی نے کہا: اچھا قرآن پڑھو۔ انھوں نے یہ اشعار پڑھے:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
كَمَا لَاحَ مَشْهُوْرٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

ترجمہ: ''ہمارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمک دار صبح کی طرح چمکتی ہے۔''

أَتٰى بِالْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

ترجمہ: ''جب مشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے۔''

یہ اشعار سن کر ان کی بیوی نے کہا: میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہوں۔ پھر صبح کو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔

﴿۱۰۷﴾ مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالنا شیطانی حرکت ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (اپنے آقا) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، اتنے میں ہم لوگ مسجد میں داخل ہوگئے، تو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے بیچ میں ایک آدمی پیٹھ اور ٹانگوں کو

کپڑے سے باندھ کر بیٹھا ہوا ہے، اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال رکھی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہ سکا، تو حضور ﷺ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو اپنی انگلیاں ہرگز ایک دوسرے میں نہ ڈالے، کیونکہ یہ شیطانی حرکت ہے، اور جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہوتا ہے تو وہ مسجد سے باہر جانے تک نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۳۳)

﴿۱۰۸﴾ ایک بڑے عالم کی گمراہی کا عبرت ناک واقعہ

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۷۵)

ترجمہ: ”اور سنا دیجئے آپ ﷺ ان کو اس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔“

مذکورہ بالا آیت میں جس شخص کا قصہ بیان کیا گیا ہے، چونکہ قرآن کریم میں اس کا کوئی نام اور تشخیص مذکور نہیں ہے اس لیے اس کی تعیین کے بارے میں ائمہ تفسیر صحابہ اور تابعین کے درمیان اختلاف ہے، اور متعدد روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، سب سے زیادہ قابل اعتماد اور مشہور روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، جس کو حضرت ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعورا تھا، بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا عالم اور مشہور مقتدا تھا، وسیع علم اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ملہ رکھتا تھا، بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھا، اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا تھا، مگر جب نفسانی خواہشات واغراض اور دنیا کی طرف میلان کا غلبہ ہوا اور ہوا پرستی میں مبتلا ہوا تو سب علم ومعرفت ختم ہو گیا، اور دفعتہً عروج اور ہدایت کے بعد گمراہی میں پھنس گیا، اور عنداللہ تمام محبوبیت ومقبولیت زائل ہو کر ذلیل وخوار ہو گیا۔

جناب رسول کریم ﷺ کو ان آیات میں حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے اس عبرت ناک قصہ کو سنائیے تاکہ آپ کی قوم اس کو سن کر عقل وفہم سے کام لے اور عبرت حاصل کرلے اور ایمان لے آئے۔

﴿۱۰۹﴾ بلعم بن باعورا کا واقعہ

جب فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اور مصر فتح ہو کر بنی اسرائیل کے ساتھ آگیا، اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ہوا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مجاہدین کفر شکن کو لے کر وہاں پہنچے، کنعان کی زمین میں مجاہدین کے خیمے استادہ کر دیئے اور شہر بلقاء پر حملہ کا ارادہ کیا۔

قوم جبارین نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے حملہ کرنے والے ہیں، چونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون اور اس کا لشکر شکست کھا گیا اور غرق ہو کر تباہ وبرباد ہو گیا، اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے قوم کے سرآوردہ اور معزز لوگ جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور کہا موسیٰ علیہ السلام بہت تندمزاج ہیں، بڑی قوت اور شوکت ودبدبہ والے آدمی ہیں، بہت بڑا لشکر لے کر ہمارے ملک پر حملہ کرنے والے ہیں، وہ ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور ہم کو ہمارے ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں، آپ سے ہماری یہ التجاء ہے کہ آپ دعا کر دیں کہ وہ واپس چلے جائیں اور ہم سے مقابلہ نہ کریں۔ بلعم بن باعورا نے جواب دیا:

(دِيْنُهٗ وَدِيْنِيْ وَاحِدٌ وَهٰذَا شَيْءٌ لَا يَكُوْنُ)

ترجمہ: ”ایسا نہیں ہو سکتا وہ تو میرے ہم مذہب ہیں جو ان کا دین ہے وہی میرا دین ہے۔“

میں ان کے حق میں بددُعاء کیسے کرسکتا ہوں؟ میں جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اوران کی مدد کے لیے اللہ کے فرشتے اور ایمان والے ان کے ساتھ ہیں، اگر میں نے بددعا کردی تو دنیا اور آخرت میں برباد ہوجاؤں گا، دونوں جہانوں میں رسوائی وذلت ہوگی۔

جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو بلعم نے کہا: اچھا! میں رب سے ان کے بارے میں معلوم کرلوں کہ ان کے لیے بددُعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ حسب معمول بلعم نے استخارہ یا کوئی عمل کیا، خواب میں بلعم کو بتایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے کفرشکن مجاہدین کے لیے ہرگز ہرگز بددعا نہ کرے۔ بلعم نے استخارہ کے بعد صاف انکار کردیا کہ مجھے بددُعا کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ شاہ بلقاء نے دھمکی دی کہ اگر بددُعا نہ کی تو تم کو سولی دے دی جائے گی، جب کہ بعض مفسرین اس کے قائل ہیں کہ قوم نے ایک بہت بڑی رقم رشوت کی ہدایا کے نام پر اس کی بیوی کو دے کر اس کو آمادہ اور تیار کیا۔ بلعم کو بیوی سے بے انتہا محبت تھی، بیوی نے اس کو بددعا کے لیے تیار کرلیا۔ بادشاہ کو تخویف اور قوم کی آہ وزاری اور تضرع بہت زیادہ ہوئی، نیز بیوی کی ہٹ حد سے زیادہ ہوئی، اور بیوی کی محبت اور مال کی طلب میں بالکل اندھا ہوگیا اور اپنے گدھے پر سوار ہوا، مقام ''حسبان'' جہاں مسلمانوں کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف بددعا کرنے کے لیے جارہا تھا تو راستہ میں گدھا گر پڑا۔ بلعم جبر سے اس کو آگے چلانا چاہتا تھا، سواری کے رُکنے اور اس کے گرنے سے اس کو کوئی تنبیہ نہ ہوئی تو بحکم قادر مطلق گدھا بولا کہ اے بلعم! تمہارے لیے خرابی وبربادی ہو! تم سوچتے اور دیکھتے نہیں ہو، میرے سامنے فرشتے موجود ہیں جو مجھے آگے نہیں جانے دیتے، پیچھے کی طرف مجھے لوٹا رہے ہو۔ یہ سن کر بلعم کچھ جھجکا، مگر شیطان نے اس کو بہکا دیا، بالآخر وہ آگے بڑھا اور بددعا کرنے میں مشغول ہوگیا۔

اس وقت قدرتِ الٰہی کا عجیب وغریب کرشمہ ہوا کہ بلعم بددعا کے جو الفاظ وکلمات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا وہ سب قوم جبارین ہی کے لیے اس کی زبان سے نکل رہے تھے اور اپنی قوم کے لیے جو دعائیہ الفاظ بولنا چاہتا تھا، وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کے لیے بولنے لگا۔ قوم جبارین نے جب یہ دیکھا تو وہ چلا اُٹھے اور کہنے لگے کہ تم تو ہمارے لیے بددعا کررہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ میری زبان میرے اختیار سے باہر ہے۔ یہ سب کچھ جو میں کررہا ہوں اس کے کہنے پر قادر نہیں ہوں، بے اختیار نکل رہے ہیں۔ اس بددعا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بلعم کی زبان اس کے سینے پر لٹک گئی اور اس کی قوم تباہی وبربادی میں مبتلا ہوگئی۔

جب بلعم نے دیکھ لیا کہ میری تو دنیا وآخرت برباد ہوگئی تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میں ایک حیلہ کرتا ہوں اور ایک مکروفریب تمہیں بتلاتا ہوں، تم اس کو اختیار کرلو، شاید تم موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم پر غالب آجاؤ۔ بلعم نے اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر پر غالب آنے کے لیے ایک چال بتائی۔

﴿۱۱۰﴾ بلعم کی بتائی ہوئی چال

بلعم نے اپنی قوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تم اپنی حسین اور خوبصورت لڑکیوں کو تاجروں کی شکل میں مجاہدین کے لشکر میں بھیج دو، اور ان لڑکیوں سے یہ کہو کہ اگر بنی اسرائیل کا کوئی آدمی تم کو کچھ کہے، چھیڑ خانی کرے تو تم ان کو منع نہ کرنا، وہ جو چاہیں کرنے دینا۔ بلعم سمجھ رہا تھا کہ یہ مجاہدین بڑی لمبی مدت سے اپنی بیوی بچوں سے الگ ہیں، مسافر ہیں، وطن سے نکلے ہوئے طویل عرصہ گزر گیا، ان کا بدکاری میں مبتلا ہوجانا اس کو آسان معلوم ہورہا تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ بدکاری اور زناکاری میں پھنس گئے تو وہ ہرگز کامیاب اور کامران نہیں ہوسکیں گے۔ چنانچہ لڑکیوں کو تیار کرکے بھیج دیا، اور سوئے اتفاق کہ ان کی یہ چال کچھ کام آگئی، اور ایک اسرائیلی ایک لڑکی کے ساتھ زناکاری کے گناہ میں ملوث ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بہت روکا مگر نہ مانا۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک طاعون پھیلا اور ایک ہی دن میں ستر ہزار اسرائیلی مرگئے، یہاں تک کہ اس زانی اسرائیلی اور اس لڑکی کو قتل کیا گیا، اور ان کی لاشوں کو منظر عام پر لٹکا

دیا گیا، پھر وہ طاعون رفع ہوا۔

﴿۱۱۱﴾ بلعم کی مثال

انسان بلکہ ہر جاندار اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ اندر کی گرم اور زہریلی ہوا کو باہر پھینکے اور باہر سے سرسبز اور تازہ ہوا کو ناک کے نتھنوں اور گلے کے ذریعہ اندر لے جائے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ زندگی ہر جاندار کی اسی پر موقوف ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہوا کی اس آمد و رفت کو ہر جاندار پر اتنا آسان اور سہل کر دیا ہے کہ وہ بلا محنت اور مشقت کے اندر آتی ہے، اور اندر سے باہر نکلتی ہے، قدرتی طور پر یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے، کوئی زور اور طاقت یا کسی اختیاری عمل کی اس کے لیے ضرورت نہیں ہے۔

لیکن کتا ایسا جانور ہے کہ وہ اپنے ضعف قلب کی وجہ سے اس ہوا کی آمد و رفت پر ہانپتا کانپتا رہتا ہے، اور اس کو سانس لینے کے لیے زبان باہر نکالنی اور محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے، دوسرے جانوروں کی یہ حالت بعض مخصوص حالت میں ہو جاتی ہے کہ وہ بھی زور لگا کر سانس لیتے ہیں مگر یہاں عارض ہے جس کا اعتبار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی مثال کتے جیسی بیان کی ہے کہ کتے پر حملہ کرو اور اس کو جھڑکو، تب بھی زبان نکالتا ہے اور ہلاتا ہے اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے اس کو کچھ نہ کہا جائے تب بھی وہ زبان کو نکالے ہوئے رہتا ہے۔ بس یہی حال بلعم کا بھی ہوا کہ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرنے اور اتباع ہوا کی وجہ سے اس کی زبان سینہ پر لٹک گئی، اور وہ بھی کتے کی طرح زبان نکالے ہوئے ہانپتا رہتا تھا۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ میں گو خاص طور پر اس کی مثال بیان کی گئی ہے، مگر اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے، جس کو اللہ رب العزت علم عطا فرمائے اور اپنی معرفت سے سرفراز فرمائے اور پھر وہ ان کو چھوڑ کر دنیا کا طلب گار ہو جائے، اور نفسانی خواہشات کے حصول میں لگ جائے۔ نیز اس میں اہل نظر و فکر کے لیے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، چند کی نشاندہی کی جاتی ہے جو بہت ہی اہم ہیں:

﴿۱﴾ انسان کو اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ پر ناز اور غرور نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہئے، اور اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ناز اور غرور کرنے کی صورت میں اس کا حشر بلعم کی طرح نہ ہو جائے۔

﴿۲﴾ بلعم کو یہ سزا نافرمانوں اور گمراہ لوگوں کے ہدایا قبول کرنے کی وجہ سے ملی ہے، لہٰذا ظالموں اور گمراہ لوگوں کے ساتھ تعلقات اور ان کی دعوت اور ہدایا وغیرہ قبول کرنے سے انتہائی احتیاط برتنی چاہیے۔

﴿۳﴾ نیکی اور بدی کا اثر دنیا میں دوسروں کے اوپر بھی ہوتا ہے، چند فقراء و مساکین اور اللہ، اللہ کرنے والوں کی برکت سے ہزاروں بلائیں اور مصائب دور ہو کر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اور چند گناہ گاروں کی شامت اعمال اور ان کی نحوست کی وجہ سے شہر کے شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ ایک اسرائیلی کے بے حیائی کا کام کرنے کی وجہ سے ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک و برباد ہو گئے۔ لہٰذا جو قوم اپنے آپ کو تباہی اور بربادی سے بچانا چاہیے اس پر لازم ہے کہ وہ بے حیائی اور بری باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے وہ قوم خدا کے غضب اور قہر کی مستحق ہو جاتی ہے۔ قحط سالی اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

(اِذَاظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَافِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ)

ترجمہ: ''جب کسی بستی میں زنا کاری اور سودی لین دین ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیا۔''

(الترغیب والترہیب)

حضرات مفسرین نے اور بھی قیمتی نصیحتیں مذکورہ بالا واقعہ سے اخذ کی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ: عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے سچے قصے اور حکایات بیان کرنا اور سننا مستحب ہے، اور دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے قصے بیان کرنا مباح ہے، لہو ولعب کی غرض سے بیان کرنا تضییع اوقات کی وجہ سے منع ہے۔ (تفسیر رازی، ابن کثیر وغیرہ وغیرہ)

﴿۱۱۲﴾ ضیاع وقت خودکشی ہے

سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کردیتی ہے، اور تضییع اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بنا دیتی ہے۔ یہی منٹ، گھنٹہ اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزر جاتا ہے، اگر انسان حساب کرے تو ان کی مجموعی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے کہ آپ کی عمر میں سے دس پانچ سال کم کردیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوگا، لیکن وہ معطل بیٹھا ہوا خود اپنی عمر عزیز کو ضائع کر رہا ہے، مگر اس کے زوال پر اس کو کچھ افسوس نہیں ہوتا۔

نیز وقت ضائع کرنے میں بہت بڑا نقصان اور خسارہ ہے کہ بے کار آدمی طرح طرح کے جسمانی و روحانی عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے، حرص و طمع، ظلم و ستم، قمار بازی، زناکاری اور شراب نوشی عموماً وہی لوگ کرتے ہیں جو معطل اور بے کار رہتے ہیں۔ جب تک انسان کی طبیعت، دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہوگا اس کا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا، پس انسان اسی وقت صحیح انسان بن سکتا ہے، جب وہ اپنے وقت پر نگراں رہے، ایک لمحہ بھی فضول نہ کھوئے، ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر کردے۔

وقت خام مسالے کی مانند ہے جس سے آپ جو کچھ چاہیں بنا سکتے ہیں، وقت وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکساں عطا کیا گیا ہے، جو حضرات اس سرمایہ کو مناسب موقع پر کام میں لاتے ہیں ان ہی کو جسمانی راحت اور روحانی مسرت نصیب ہوتی ہے، وقت ہی کے صحیح استعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے، اس کی برکت سے جاہل، عالم...... مفلس، تونگر...... نادان، دانا بنتے ہیں۔

وقت ایسی دولت ہے جو شاہ و گدا، امیر و غریب، طاقتور اور کمزور سب کو یکساں ملتی ہے، جو اس کی قدر کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے، جو ناقدری کرتا ہے وہ رسوا ہوتا ہے۔

اگر آپ غور کریں گے تو نوے فیصد لوگ صحیح طور پر یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ کہاں اور کیوں صرف کرتے ہیں؟ جو شخص دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر وقت ضائع کرتا ہے تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں ڈالے گا۔

آپ کی کامیابی کا واحد علاج یہ ہے کہ آپ کا وقت کبھی فارغ نہیں ہونا چاہیے۔ سستی نام کی کوئی چیز نہ ہو، کیونکہ سستی نسوں (رگوں) کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح لوہے کو زنگ۔ زندہ آدمی کے لیے بے کاری زندہ درگور ہونا ہے۔

﴿۱۱۳﴾ جس مسلمان کی بھلائی کی شہادت دو آدمی دیں وہ جنتی ہے

مسند احمد میں ہے ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا، یہاں بیماری تھی، لوگ بکثرت مر رہے تھے۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جنازہ نکلا اور لوگوں نے مرحوم کی نیکیاں بیان کرنی شروع کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ اتنے میں دوسرا جنازہ نکلا، لوگوں نے اس کی برائیاں بیان کیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے لیے واجب ہوگئی۔ میں نے کہا امیر المومنین! کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: میں نے وہی کہا جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی بھلائی کی شہادت چار شخص دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ ہم نے کہا حضور! اگر تین دیں؟ آپ نے فرمایا: تین بھی۔ ہم نے کہا: اگر دو

دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کی بابت سوال نہ کیا۔

ابن مردویہ کی ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنے بھلوں اور بروں کو پہچان لیا کرو۔ لوگوں نے کہا: حضور! کس طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی تعریف اور بری شہادت سے، تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۰)

﴿۱۱۴﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ مہربان ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا جس سے اس کا بچہ چھوٹ گیا تھا، وہ اپنے بچے کو باؤلوں کی طرح تلاش کر رہی تھی، اور جب وہ نہیں ملا تو قیدیوں میں سے جس بچہ کو دیکھتی اسی کو گلے لگا لیتی، یہاں تک کہ اس کا اپنا بچہ مل گیا، خوشی خوشی لے کر اسے گود میں اُٹھا لیا، سینے سے لگا کر پیار کیا اور اس کے منہ میں دودھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے رضی اللہ عنہم سے فرمایا: بتلاؤ! یہ اپنا بس چلتے ہوئے اس بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس قدر یہ ماں اپنے بچہ پر مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف و رحیم ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۱)

﴿۱۱۵﴾ حلال لقمہ کھاتے رہو اللہ دُعا قبول کرے گا

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

(سورۂ بقرہ: ۱۶۸)

ترجمہ: ''اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطانی راہ نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے اسے ان کے لیے حلال کر دیا ہے، میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا، مگر شیطان نے دین حنیف سے انہیں ہٹا دیا اور میری حلال کردہ چیزوں کو ان پر حرام کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے سامنے جس وقت اس آیت کی تلاوت ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: حضور ﷺ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے رہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے چالیس دن اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۳۵)

﴿۱۱۶﴾ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا:

''لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی امانت سے انہیں لیا ہے، اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہ مارو کہ ظاہر ہو۔ ان کا تم پر حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اُڑھاؤ۔'' (ابن کثیر)

﴿۱۱۷﴾ بیوی کو خوش کرنے کیلئے شوہر کو زینت کرنی چاہیے

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: ''اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے مطابق۔''

ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیج دو، وہاں گھر میں ہی رکھو۔

اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لیے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۱/۳۱۳)

﴿۱۱۸﴾ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے

﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: ''اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔''

پھر فرمایا کہ فردوں کو ان پر فضیلت ہے، جسمانی حیثیت سے بھی، اخلاقی حیثیت سے بھی مرتبہ کی حیثیت سے بھی، حکمرانی کی حیثیت سے بھی، خرچ اخراجات کی حیثیت سے بھی دیکھ بھال اور نگرانی کی حیثیت سے بھی۔ غرض دنیوی اور اخروی فضیلت کے ہر اعتبار سے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے پر غالب ہے اور اپنے احکام میں حکومت والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۱/۳۱۳)

﴿۱۱۹﴾ حضور ﷺ بہت رحم دِل تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بہت رحم دل تھے، جو بھی آپ ﷺ کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپ ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے۔ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی، ایک دیہاتی نے آکر آپ ﷺ کے کپڑے کو پکڑ لیا، اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۱۵۰)

﴿۱۲۰﴾ ظہر کی چار رکعت سنت تہجد کے برابر ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ظہر سے پہلے نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ نماز تہجد کی نماز کی طرح ہے۔''

حضرت اسود، حضرت مرہ اور حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں رات کی تہجد کے برابر ہیں، اور دن کی تمام نمازوں پر ان چار رکعتوں کو ایسی فضیلت ہے جیسے نماز باجماعت کو اکیلے کی نماز پر۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۱۲۴)

﴿۱۲۱﴾ نوجوان کے بدن سے مشک وعنبر کی خوشبو

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فن تصوف میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ''الترغیب والترہیب'' ہے، اس میں

انہوں نے ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی، اس کے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلا وجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی۔ سائل نے کہا: تو پھر یہ خوشبو کہاں سے کیسے مہکتی ہے؟ نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں۔ سائل نے کہا: آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا۔

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا، اور والد صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے، تاکہ میں اس کے ساتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا، اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، فوراً اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لیے صاف کر دو میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو! یہ مجنون ہے۔

میرے پاس ایک درہم تھا۔ میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لیے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔ جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آکر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے، اور معصیت سے بچنے کے لیے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

﴿۱۲۲﴾ کاپی میں اپنے گناہ تحریر کیجئے پھر توبہ کیجئے

علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الترغیب والترہیب'' میں ایک واقعہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک نوجوان نہایت بدکار تھا لیکن وہ جب بھی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا اس کو ایک کاپی میں نوٹ کر لیتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نہایت غریب، اس کے بچے تین دن سے بھوکے تھے، بچوں کی پریشانی نہیں برداشت کر سکی تو اس نے اپنے پڑوسی سے ایک عمدہ ریشم کا جوڑا عاریت پر لیا اور اسے پہن کر نکلی تو اس نوجوان نے دیکھ کر اپنے پاس بلایا، جب اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو عورت روتی ہوئی تڑپنے لگی، اور کہا میں فاحشہ زانیہ نہیں ہوں، میں بچوں کی پریشانی کی وجہ سے اس طرح نکلی ہوں، جب تم نے مجھے بلایا تو مجھے خیر کی اُمید ہوئی، اس نوجوان نے اسے کچھ درہم و روپے دے کر چھوڑ دیا اور خود رونے لگا، اور اپنی والدہ سے آکر پورا واقعہ سنا دیا۔

اس کی والدہ اس کو ہمیشہ معصیت سے روکتی اور منع کرتی تھی۔ آج یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا بیٹا! تو نے زندگی میں یہی ایک نیکی کی ہے، اس کو بھی اپنی کاپی میں نوٹ کر لے۔ بیٹے نے کہا کہ کاپی میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔ والدہ نے کہا کہ کاپی کے حاشیہ پر نوٹ کر لے۔ چنانچہ حاشیہ پر نوٹ کر لیا اور نہایت غمگین ہو کر سویا، جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ پوری کاپی سفید اور صاف کاغذوں کی ہے، کوئی چیز لکھی ہوئی باقی نہیں رہی، صرف حاشیہ پر جو آج کا واقعہ نوٹ کیا تھا، وہی باقی ہے۔ اور کاپی کے اوپر کے حصہ میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی:

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ (سورۂ ہود:۱۱۴)
''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''
اس کے بعد اس نے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی اور اسی پر قائم رہ کر مرا۔

﴿۱۲۳﴾ ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے

حضور اکرم ﷺ جب بھی کہیں کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس لشکر کے اُمیر کو تاکید سے یہ ہدایت فرماتے تھے کہ اپنے زیردستوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، ان کو تنگی میں مبتلا نہ کرنا۔ ان کو بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا۔ اسی طرح جب کسی کو کسی علاقہ یا قوم کا گورنر اور امین بنا کر بھیجتے تو ان کو ہدایت فرما دیتے کہ قوم کے ساتھ عدل وانصاف اور ہمدردی کا معاملہ کرنا، اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، انہیں تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کرنا ان کو دنیا وآخرت میں کامیابی کی بشارت دینا، اور آخرت کی رغبت دلاتے رہنا اور ان میں نفرت نہ پھیلانا۔ اور ان کے درمیان موافقت اور اتحاد پیدا کرنا اور اختلاف نہ پھیلانا۔ حدیث شریف کے الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا، اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ تم دونوں نرمی اور آسانی کا معاملہ کرتے رہنا، اور لوگوں کے ساتھ تنگی اور سختی کا معاملہ نہ کرنا، اور لوگوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی کی بشارت دیتے رہنا، اور لوگوں میں تنفر نہ پیدا کرنا کہ جس سے لوگ فرار کا راستہ اختیار کریں، اور آپس میں محبت وشفقت کا معاملہ کرتے رہنا اور اختلاف وپھوٹ کی باتیں نہ کرنا۔''

(بخاری شریف:۱/۴۲۶، حدیث نمبر۲۹۴۲)

نوٹ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلام میں نرمی اختیار کیجئے، کیونکہ الفاظ کی بہ نسبت لہجہ کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حرام کتنا ہی تھوڑا ہو حلال پر ہمیشہ غالب رہے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بددعا فرمائی اے اللہ! جو میری اُمت کا والی ہوا گر وہ اُمت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا، اور اگر وہ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا۔ اس لئے ہر جگہ ذمہ دار اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں۔ (سیرۃ عائشہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۲)

﴿۱۲۴﴾ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تین نصیحتیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہوں، انہیں اچھی طرح یاد رکھنا:

﴿۱﴾ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابل اعتماد آدمی ہی سے لینا کسی اور سے نہ لینا۔
﴿۲﴾ قرضہ کی عادت نہ بنا لینا چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے۔
﴿۳﴾ اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ ان میں تمہارے دل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ جاؤ گے۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۲۳۱)

﴿۱۲۵﴾ حضرت ذوالکفل کا عجیب واقعہ

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانہ کے نبی سے عہد وپیمان کئے اور ان پر قائم رہے، قوم میں عدل وانصاف کیا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت یسع بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل

کرتا ہے؟ چنانچہ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں:

﴿۱﴾ دن بھر روزہ سے رہے۔ ﴿۲﴾ رات بھر قیام کرے۔ ﴿۳﴾ اور کبھی بھی غصہ نہ ہو۔

کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا، ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں اس شرط کو پورا کر دوں گا۔ آپ نے پوچھا: کیا تو دنوں کو روزہ سے رہے گا، اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا، اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت یسع نے فرمایا: اچھا اب کل سہی۔

دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس عام میں سوال کیا لیکن اس شخص کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوا، چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کو بہکانے کے لیے بھیجنا شروع کر دیا، مگر کسی کی کچھ نہ چلی۔ ابلیس خود چلا، دوپہر کو قیلولے کے لیے آپ لیٹے ہی تھے کہ خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں، فریادی ہوں، میری قوم مجھے ستا رہی ہے، میرے ساتھ اس نے یہ کیا، یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا، نیند کا سارا وقت اس میں چلا گیا، اور حضرت ذوالکفل دِن رات میں بس اسی وقت ذرا اسی دیر کے لیے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اچھا شام کو آنا، میں تمہارے ساتھ انصاف کروں گا۔ اب شام کو جب آپ فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر اِدھر اُدھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔

دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا، پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹے تو یہ خبیث آ گیا، اور دروازہ ٹھونکنے لگا۔ آپ نے کھلوا دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا، میں منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت! کیا بتلاؤں؟! جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں، میں رُک گیا۔ پھر انہوں نے اب انکار کر دیا، پھر لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج کی نیند بھی کھوئی۔ اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔

تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی آدمی دروازے پر نہ آنے پائے، مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ آپ ابھی لیٹے ہی تھے کہ وہ مردود پھر آ گیا۔ چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر آنے سے نہیں روکا؟ اس نے کہا: نہیں! میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے دیکھا تو دروازہ کو بند پایا اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے۔ اس وقت شیطان نے کہا: اے اللہ کے ولی! میں تجھ سے ہارا، نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا، نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصہ ہوا۔ پس خدا نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۹۲)

﴿۱۲۶﴾ نبی کریم ﷺ اور رُکانہ پہلوان کی کشتی

عرب میں ایک پہلوان تھا، رُکانہ ان کا نام تھا، وہ بڑے زبردست پہلوان تھے اور مشہور یہ تھا کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار آدمیوں سے مقابلہ کر سکتا ہے، بہت ہی قوی تھے، ان کے بدن کے وزن کی کیفیت تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کی کھال بچھا دی جاتی، اور رُکانہ اس پر بیٹھتے اور نوجوانانِ عرب اس کھال کو کھینچتے تو وہ کھال ٹوٹ جاتی پھٹ جاتی مگر وہ حصہ جنبش نہیں کرتا تھا جس پر رُکانہ بیٹھے ہوتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا: رُکانہ! آخرت آنے والی ہے، کیوں اپنی عمر ضائع کر رہے ہو؟ اسلام قبول کر لو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد! میں نہ تو کوئی عالم وفقیہ ہوں نہ سمجھدار۔ میں تو ایک پہلوان ہوں، مجھ سے کشتی لڑو، اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کا دین قبول کر لوں گا۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ۔ وہ لنگوٹ کس کر آ گیا، اور حضور

اکرم ﷺ بھی آستین چڑھا کر میدان کشتی میں آ گئے۔ ایک دو داؤ پیچ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا، اور ایک ہاتھ سے اس طرح اٹھایا جیسے کوئی چڑیا کو اُٹھاتا ہے، اور آہستہ سے زمین پر رکھ کر چھاتی پر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''رُکانہ! اب کہو''۔ مگر رُکانہ کو یقین نہیں آیا کہ میں پچھڑ گیا ہوں کیونکہ کسی نے آج تک اُسے پچھاڑا ہی نہیں تھا اور حضور اکرم ﷺ نے اس طرح پچھاڑا کہ اتنی وزنی لاش کو ایک ہاتھ سے اُٹھا کر نچایا اور آہستہ سے رکھ دیا۔ اس نے کہا میں پچھڑ گیا ہوں، مجھے تو یقین نہیں آیا، ایک دفعہ اور کشتی لڑو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ۔ پھر آپ نے ایک دو داؤ پیچ کے بعد کمر میں ہاتھ ڈال کر اُٹھا کر نچایا، اور آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا: اب بتاؤ، یہی شرط تو ٹھہری تھی کہ اگر تم پچھڑ گئے تو اسلام قبول کرلو گے۔ اس نے کہا کہ محمد! یہ تو آپ کے بدن کی قوت تو ہے نہیں کہ میری لاش کو چڑیا کی طرح اُٹھا کر نچا دے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی چیز ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اُس اندر والی چیز ہی کی دعوت دے رہا ہوں، بدن کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ چنانچہ رُکانہ نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام میں پختہ ہو گئے اور بڑے بڑے کام بھی کئے۔

ایک مرتبہ بہت سے چور آئے اور رات کو بہت سے اُونٹ بیت المال سے چرا کر چلتے بنے، صبح کو پتہ چلا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! ان کے پیچھے دوڑو۔ رُکانہ نے کہا کہ میں تنہا کافی ہوں۔ چور رات میں ہی نکل کھڑے ہوئے تھے اور تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ معلوم نہیں کتنے دور چلے جا چکے ہوں گے۔ رُکانہ دوڑ پڑے اور راستہ میں اُن کو تھام لیا اور کہا کہ سامان اور اونٹ لے کر واپس چلو۔ چنانچہ ان کو پکڑ کر لائے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو سزائیں دیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے دل میں حق آ جاتا ہے اگر تعصب نہ ہو اور واقعی حق طلبی ہے تو حق ضرور کھل جاتا ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام ص ۱۶۲)

﴿۱۲۷﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی عجیب وغریب فضیلت

ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک آیت اتری ہے کہ کسی نبی پر سوائے سلیمان علیہ السلام کے ایسی آیت نہیں اتری، وہ آیت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری:

﴿۱﴾ بادل مشرق کی طرف چھٹ گئے۔ ﴿۲﴾ ہوائیں ساکن ہوگئیں۔ ﴿۳﴾ سمندر ٹھہر گیا۔

﴿۴﴾ جانوروں نے کان لگا لئے۔ ﴿۵﴾ شیاطین پر آسمان سے شعلے گرے۔

﴿۶﴾ پروردگارِ عالم نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس چیز پر میرا یہ نام لیا جائے گا اس میں ضرور برکت ہوگی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے انیس داروغوں سے جو بچنا چاہے وہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھے، اس کے بھی انیس حروف ہیں، ہر حرف ہر فرشتہ سے بچاؤ بن جائے گا۔ اسے ابن عطیہ نے بیان کیا ہے، اور اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ میں نے تیس سے اوپر اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا جب ایک شخص نے ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ'' پڑھا تھا۔ اس میں بھی تیس سے اوپر اوپر حروف ہیں اتنے ہی فرشتے اترے۔ اسی طرح ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں بھی انیس حروف ہیں اور وہاں فرشتوں کی تعداد بھی انیس ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے جو صحابی سوار تھے ان کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ذرا پھسلی تو میں نے کہا شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو، اس سے شیطان پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا۔ ہاں! بسم اللہ کہنے سے وہ مکھی کی طرح ذلیل وپست ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس کام کو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۳۸)

﴿۱۲۸﴾ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات

انسان کا اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے، اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے، اور اس کے احترام ورعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، یہاں تک کہ اس کو جزو ایمان اور جنت میں داخلہ کی شرط، اور اللہ ورسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے درج ذیل ارشادات پڑھئے:

﴿۱﴾ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چلا، وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب کھڑے ہیں اور حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہیں، میں نے خیال کیا کہ شاید انہیں آپ ﷺ سے کام ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہیں اور ان سے باتیں ہو رہی ہیں۔ بڑی دیر ہوگئی، یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کے تھک جانے کے خیال نے بے چین کر دیا، بہت دیر کے بعد آپ ﷺ لوٹے اور میرے پاس آئے۔ میں نے کہا حضور! اس شخص نے تو آپ کو بہت دیر تک کھڑا رکھا، میں تو پریشان ہوگیا، آپ کے پاؤں تھک گئے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تم نے ان کو دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں! خوب اچھی طرح دیکھا۔ فرمایا: جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک ان کے حقوق بیان کئے کہ مجھے کھٹکا ہوا کہ غالباً آج تو پڑوسی کو وارث ٹھہرا دیں گے۔ (مسند امام احمد)

﴿۲﴾ بزار میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں:

- ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہے، اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجہ کا پڑوسی ہے۔
- دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔
- اور تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں۔

ایک حق والا وہ مشرک (غیر مسلم) پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو، اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے۔

اور دو حق والا وہ پڑوسی ہے، جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہو، اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے ہے، اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو، مسلمان بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو، تو اس کا ایک حق مسلمان ہونے کا ہوگا، دوسرا پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں صراحت اور وضاحت فرما دی گئی ہے کہ پڑوسیوں کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کے اکرام اور رعایت وحسن سلوک کی جو تاکیدیں فرمائی گئی ہیں، اُن میں غیر مسلم پڑوسی بھی شامل ہیں، اور ان کے بھی وہ سب حقوق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے یہی سیکھا۔ جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک دِن اُن کے گھر بکری ذبح ہوئی، وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا:

”تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: آپ ﷺ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔“

افسوس ہے کہ عہد نبوی سے جتنا بعد ہوتا گیا، اُمت آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات سے اُسی قدر دور ہوتی چلی گئی، رسول اللہ ﷺ نے پڑوسیوں کے بارے میں جو وصیت اور تاکید اُمت کو فرمائی تھی، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بھی اس پر اُمت کا عمل رہا ہوتا تو یقیناً آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم وہدایت کی قدر و قیمت سمجھیں اور اس کو اپنا دستور العمل بنائیں۔

(معارف الحدیث: ۱۰۰/۶)

﴿۳﴾ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں ایک کو ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں تو کسے بھجواؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا دروازہ قریب ہو۔ (ابن کثیر)

﴿۴﴾ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو لینا اور ملنا شروع کیا۔ آپ نے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ خوش لگے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

﴿۵﴾ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو جھگڑا خدا کے سامنے پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا ہوگا۔

﴿۶﴾ مسند احمد میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت ونصیحت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیں گے۔

﴿۷﴾ آپ ﷺ فرماتے ہیں، بہتر ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خوش سلوک زیادہ ہو، اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ہمسایوں سے نیک سلوک زیادہ ہو۔

﴿۸﴾ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: وہ حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے، اور قیامت تک وہ حرام ہی رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! دس عورتوں سے زنا کرنے والا اس شخص کے گناہ سے کم گنہگار ہے جو اپنی پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ پھر دریافت فرمایا: تم چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، اور وہ بھی قیامت تک حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! دس گھروں سے چوری کرنے والے کا گناہ اس شخص کے گناہ سے ہلکا ہے جو اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرائے۔

﴿۹﴾ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی ایک نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: تو اپنی پڑوسن سے زنا کرے۔

﴿۱۰﴾ مسند عبد بن حمید میں ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص عوالی مدینہ سے آیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں جنازوں کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا: حضور ﷺ کے ساتھ یہ دوسرا کون سا شخص نماز پڑھ رہا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے انہیں دیکھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم نے بہت بڑی بھلائی دیکھی، یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵۶۱/۱)

﴿۱۲۹﴾ پڑوسی کے یہاں کھانا بھیجنا

مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بطور وصیت کے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب کھانے کی ہنڈیا تیار کرو تو اس میں ذرا شوربہ زیادہ کر دیا کرو تا کہ تم اپنے پڑوسی کے پاس بھی کچھ بھیج سکو۔ (مسلم شریف:۲/۲۹)

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی اور پوری اُمت کے لیے ہے، تنہا ان کے لیے نہیں۔

﴿۱۳۰﴾ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے

بخاری شریف میں ایک روایت ہے جو بخاری میں چار مقامات پر مذکور ہے۔ حضور اکرم نے اس روایت کے اندر پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا، جو شخص پڑوسیوں کے ساتھ غمخواری و ہمدردی کا معاملہ نہیں کرتا ہے وہ مؤمن کامل نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور اکرام کا معاملہ کرے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور مہمانوں کی مہمانداری اور ان کے ساتھ عزت و اکرام کا معاملہ کرے۔ (بخاری شریف:۲/۹۷۷، حدیث نمبر ۴۹۹۱)

جب پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا معاملہ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے تو یہی اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کی علامت ہوگی، جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہیں اس کا اللہ و رسول سے محبت کا دعویٰ سچا ہوگا۔ اور جس شخص کے اندر پڑوسی کی ہمدردی نہیں ہے اس کا اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

﴿۱۳۱﴾ پڑوسیوں کی دِل شکنی سے بچتے رہو

حضرت امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں نقل فرمایا ہے کہ تم اپنے گھر کی عمارت کو اتنی اونچی نہ کرو جس سے پڑوسی کا گھر ڈھک جائے اور اس کے گھر میں ہوا پہنچنے سے رکاوٹ بن جائے۔ البتہ پڑوسی تمہارے گھر کے اونچا کرنے پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اونچی اونچی عمارتوں کے ذریعہ غرب پڑوسی کو مت ستایا کرو کہ اس کا گھر بے کار نہ ہو جائے، اور اس کے گھر میں دھوپ اور ہوا داخل نہ ہو۔ اور جب تم بازار سے پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو پڑوسی کے یہاں بھی اس میں سے بھیج دو، ورنہ اس کو اپنے گھر میں خفیہ طور پر داخل کرلو، اور تمہارے بچے پھل لے کر باہر نہ نکلیں کہ اس سے پڑوسی کے بچے کبیدہ خاطر ہوں گے۔ اور اپنی پکی ہوئی ہانڈی سے اور اپنے پکوان کی خوشبو سے پڑوسی کو مت ستاؤ۔ ہاں! البتہ پڑوسی کے یہاں اس میں سے کچھ بھیجنے کا ارادہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(احیاء العلوم:۲/۱۱۹)

﴿۱۳۲﴾ پڑوسیوں کے بعض متعین حقوق

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں:

﴿۱﴾ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو۔

﴿۲﴾ اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ (اور تدفین کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ)۔

﴿۳﴾ اور اگر وہ (اپنی ضرورت کے لیے) قرض مانگے تو (بشرط استطاعت) اس کو قرض دو۔

﴿۴﴾ اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو۔
﴿۵﴾ اور اگر اُسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو۔
﴿۶﴾ اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔
﴿۷﴾ اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔
﴿۸﴾ اور (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ) تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے (اور اس کے بچوں کے لیے) باعثِ ایذاء نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ جائے) الّا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو (اس صورت میں کھانے کی مہک اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں)۔ (معجم کبیر طبرانی)

تشریح: اس حدیث میں ہمسایوں کے جو متعین حقوق بیان کئے گئے ہیں، اُن میں سے آخری دو خاص طور سے قابلِ غور ہیں:
ایک یہ کہ اپنے گھر کی تعمیر میں اس کا لحاظ رکھو اور اس کی دیواریں اس طرح نہ اُٹھاؤ کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور اس کو تکلیف پہنچے۔

اور دوسرے یہ کہ گھر میں جب کوئی اچھی مرغوب چیز پکے تو اس کو نہ بھولو کہ ہانڈی کی مہک پڑوسی کے گھر تک جائے گی اور اس کے یا اس کے بچوں کے دل میں اس کی طلب اور طمع پیدا ہوگی جو اُن کے لیے باعثِ ایذا ہوگی، اس لیے یا تو اپنے پر لازم کرلو کہ اس کھانے میں سے کچھ تم پڑوسی کے گھر میں بھی بھیجو گے، یا پھر اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی مہک پڑوسی کے گھر تک نہ جائے جو ظاہر ہے کہ مشکل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ان دو ہدایتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پڑوسیوں کے بارے میں کتنے نازک اور باریک پہلوؤں کی رعایت کو آپ ﷺ نے ضروری قرار دیا ہے۔

قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث ابن عدی نے ''کامل'' میں اور خرائطی نے ''مکارم الاخلاق'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے:
﴿۹﴾ اور اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو۔
﴿۱۰﴾ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کو چھپا کر لاؤ (کہ پڑوس والوں کو خبر نہ ہو اور اس کے بھی احتیاط کرو کہ) تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اُسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔ (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ اُمت کو توفیق دے کر وہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایتوں کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اپنی زندگی کا معمول بنا کر ان کی بیش بہا برکات کا دنیا ہی میں تجربہ کریں۔ (معارف الحدیث: ۶/ ۹۷، ۹۸)

﴿۱۳۳﴾ پڑوسیوں کے بارے میں دو حدیثیں اور پڑھ لیجیے

﴿۱﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ کثرت سے روزہ نماز اور صدقہ خیرات کرنے والی ہے (لیکن) اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے یعنی برا بھلا کہتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دوزخ میں ہے۔''
پھر اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ نفلی روزہ، صدقہ خیرات اور نماز تو کم کرتی ہے بلکہ اس کا صدقہ و خیرات پنیر کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے کوئی تکلیف نہیں دیتی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ جنت میں ہے۔'' (مسند احمد)

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ کام اچھا کیا ہے اور یہ کام برا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا کیا تو یقیناً تم نے اچھا کیا اور جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کیا تو یقیناً تم نے برا کیا۔ (رواہ ابن ماجہ، مشکوۃ ص۴۲۴)

﴿۱۳۴﴾ کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے دین کی فکر کے ساتھ دوسرے بندگانِ خدا کے دین کی فکر اور اس سلسلہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی دینی فریضہ اور خداوندی مطالبہ ہے، اس لیے اس کو برابر کرتے رہو، ہاں! جب اُمت میں مندرجہ ذیل رذائل آجائیں:

﴿۱﴾ دولت کی پوجا ہونے لگے۔

﴿۲﴾ بخل، کنجوسی اُمت کا مزاج بن جائے۔

﴿۳﴾ خواہشات نفسانی کا اتباع کیا جانے لگے۔

﴿۴﴾ آخرت کو بھلا کر دُنیا ہی کو مقصود بنالیا جائے۔

﴿۵﴾ خود رائی، خود بینی کی وباء عام ہو جائے۔

تو اس بگڑی ہوئی فضا میں چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاثیر وافادیت اور عوام کی اصلاح پذیری کی اُمید نہیں ہوتی اس لیے چاہیے کہ بندہ عوام کی فکر چھوڑ کر بس اپنی ہی اصلاح اور معصیت سے حفاظت کی فکر کرے۔

آخر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بعد میں ایسے دور بھی آئیں گے جب دین پر قائم رہنا اور اللہ ورسول کے احکام پر چلنا ہاتھ میں آگ لینے کی طرح تکلیف دہ اور صبر آزما ہوگا۔

ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں خود دین پر قائم رہنا ہی بہت بڑا جہاد ہوگا، دوسروں کی اصلاح کی فکر اور اس سلسلے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری باقی نہیں رہے گی اور ایسی ناموافق فضا اور سخت حالات میں اللہ ورسول کے احکام پر صبر وثابت قدمی کے ساتھ عمل کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو تمہارے جیسے پچاس افراد کے عمل کے برابر اجر وثواب ملے گا۔

(معارف الحدیث: ۱۰۳/۸)

﴿۱۳۵﴾ پیر کے دِن چھ خصوصیتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پیر کے دن کو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ ﷺ کی سیرت کے ساتھ ایک خاص مناسبت اور خصوصیت ہے، وہ یہ ہے کہ:

﴿۱﴾ پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

﴿۲﴾ پیر ہی کے دن آپ ﷺ کو نبوت ملی۔

﴿۳﴾ آپ ﷺ نے پیر کے دن حجر اسود کو اپنی جگہ رکھا۔

﴿۴﴾ پیر کے دن آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے غار ثور سے سفر کی ابتداء فرمائی۔

﴿۵﴾ پیر کے دن آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے۔

﴿۶﴾ پیر ہی کے دن آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ (مسند احمد: ۲۷۷/۱، رقم حدیث ۲۵۰۶)

﴿۱۳۶﴾ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے درخت بھی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے مگر آج کا اُمتی حضور ﷺ کو نہیں پہچانتا

حدیث کی متعدد کتابوں میں صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سید الکونین ﷺ ایک سفر میں تھے۔ اثنائے سفر ایک دیہاتی آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس دیہاتی نے کہا: میں اپنے گھر جارہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر جا رہے ہو تو ہمارے پاس سے ایک خیر کی بات لے کر جاؤ۔ اس دیہاتی نے کہا: وہ کون سی خیر کی بات ہے جو آپ ﷺ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت کے یہ الفاظ سنا دیئے:

(اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)

''تم اس بات کی شہادت دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس پر اس دیہاتی نے کہا کہ اس کی سچائی پر کون گواہی دے گا؟ وہاں سے کچھ دوری پر وادی کے کنارے ایک درخت تھا۔ آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درخت شہادت دے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس درخت کو اپنے پاس بلایا تو وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بارہ گاہ میں حاضر ہوا، اور اس نے کلمہ شریف کی تین مرتبہ شہادت دی، اس کے بعد وہ درخت جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ معجزہ جب اس دیہاتی نے دیکھا تو بے ساختہ پکار اُٹھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں یہاں سے جا کر اپنے قبیلے کے سامنے یہ کلمہ پیش کردوں گا۔ اگر وہ لوگ اس کو قبول کریں گے تو میں ان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور اگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے تو میں اپنے قبیلے کو چھوڑ کر اکیلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ہی کے ساتھ رہوں گا۔ (مجمع الزوائد: ۸/۲۹۲، حدیث نمبر ۵۶۳۶)

﴿۱۳۷﴾ ہجری اور اسلامی سنہ کی اہمیت اور اس کی تاریخ

اسلام سے پہلے صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۱۷ ہجری میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی اور تاریخ لکھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے حکم جاری ہوا، اور کب پہنچا اور کب اس پر عمل ہوا۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کا مدار تاریخ لکھنے پر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نہایت معقول بات سمجھا اور فوری طور پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک میٹنگ بلائی اس میں مشورہ دینے والے اکابر صحابہ کی طرف سے چار قسم کی رائیں سامنے آئیں:

۱۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی ولادت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
۲۔ دوسری جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ نبوت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
۳۔ تیسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
۴۔ چوتھی جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی وفات سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسم کی رائے سامنے آنے کے بعد ان پر باضابطہ بحث ہوئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ولادت یا نبوت سے اسلامی سال کی ابتداء کرنے میں اختلاف سامنے آسکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا دن اسی طرح آپ ﷺ کی بعثت کا دن قطعی طور پر اس وقت متعین نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے، اور وفات سے شروع کرنا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ وفات کا سال اسلام اور مسلمانوں کے غم اور صدمہ کا سال ہے، اس لیے مناسب یہ ہوگا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے، اس میں چار خوبیاں ہیں:

﴿۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کردیا۔

﴿۲﴾ یہی وہ سال ہے جس میں اسلام کو عزت اور قوت ملی۔

﴿۳﴾ یہی وہ سال ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور مسلمان امن وسکون کے ساتھ بغیر خوف وخطرے کے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

﴿۴﴾ اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

ان تمام خوبیوں کی بناء پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ ہجرت کے سال ہی سے اسلامی سال کی ابتداء ہوئی۔ (بخاری شریف: ۱/۵۶۰، حدیث نمبر ۳۷۹۴۔ فتح الباری، عمدۃ القاری، الروض الانف: ۴/۲۵۶)

پھر اسی مجلس میں دوسرا مسئلہ اُٹھا کہ سال میں بارہ مہینے ہیں ان میں چار ماہ حرمت والے ہیں ﴿۱﴾ ذیقعدہ ﴿۲﴾ ذی الحجہ ﴿۳﴾ محرم اور ﴿۴﴾ رجب، جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ (بخاری شریف: ۲/۶۳۲، حدیث نمبر ۴۲۲۸)

سال کے مہینے کی ابتداء میں بھی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مختلف آراء سامنے آئیں کہ سال کے مہینے کی ابتداء کس مہینے سے کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے چار قسم کی رائیں سامنے آئیں:

﴿۱﴾ ایک جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رجب کے مہینے سے سال کے مہینہ کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ رجب سے ذی الحجہ تک چھ مہینے ہوتے ہیں، پھر محرم سے رجب کی ابتداء تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔

﴿۲﴾ دوسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رمضان کے مہینہ سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ رمضان سب سے افضل ترین مہینہ ہے جس میں پورا قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

﴿۳﴾ تیسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ ماہ محرم میں حجاج کرام حج کرکے واپس آتے ہیں۔

﴿۴﴾ چوتھی جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ ربیع الاوّل سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ اسی مہینے میں حضور اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی کہ شروع ربیع الاوّل میں مکہ مکرمہ سے سفر شروع فرمایا، اور ۸/ ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے نہایت احترام کے ساتھ سنی۔ پھر آخر میں یہ فیصلہ دیا کہ محرم کے مہینے سال کے مہینے کی ابتداء ہونی چاہیے۔ اس کی دو خوبیاں سامنے ہیں:

- حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے بیعت عقبہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ ہجرت کرکے تشریف لانے کی دعوت پیش فرمائی تھی اور آپ نے انصار کی دعوت قبول فرمائی اور یہ ذی الحجہ کے مہینے میں حج کے بعد پیش آیا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے محرم کے شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کے لیے روانہ کرنا شروع فرما دیا تھا، لہٰذا ہجرت کی ابتداء محرم کے مہینہ سے ہوئی اور اس کی تکمیل ربیع الاوّل میں آپ ﷺ کی ہجرت سے ہوئی۔
- حج اسلام کی ایک تاریخی عبادت ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتی ہے اور حج سے فراغت کے بعد محرم کے مہینہ میں حاجی لوگ

اپنے گھر واپس آتے ہیں ان خوبیوں کی بناء پر سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے مناسب ہے۔ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہوا کہ سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے ہو۔ لہٰذا اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے اور اسلامی مہینہ کی ابتداء محرم الحرام سے مان لی گئی اور اسی پر اُمت کا عمل جاری ہے۔

نوٹ: ہمارے پروگرام، ہماری شادی بیاہ کی تاریخیں، سفر کی تاریخیں، کاروبار شروع کرنے کی تاریخیں اور معاملات و معاشرت میں جو بھی پروگرام طے ہو اس پر عمل اسلامی سال اور اسلامی تاریخوں کے مطابق ہونا چاہیے، اس لیے کہ اسلامی سال اور اسلامی مہینہ کے مطابق پروگرام بنانے سے اس پروگرام میں روحانیت و نورانیت آئے گی۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ اُمت کا بہت بڑا طبقہ اسلامی سال اور اسلامی مہینوں کو جانتا ہی نہیں، لہٰذا اپنے بچوں کو اسلامی سال اوا سلامی مہینہ کی اہمیت بتلایا کرو۔ اللہ نے روزہ، عید، حج کا مدار اسلامی سال و اسلامی تاریخوں پر رکھا ہے، عیسوی تاریخوں پر نہیں رکھا۔ عیسوی تاریخ تابع ہے اسلامی تاریخ کے اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

﴿۱۳۸﴾ علم اور مال میں فرق (ایک خط کا جواب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم اور مال میں فرق ہے، وہ یہ کہ مال کو جتنا خرچ کرو گھٹتا ہے اور علم کو جتنا خرچ کرو اتنا بڑھتا ہے۔ اگر علم کہیں گھٹ جایا کرتا تو جو حافظ قرآن شریف پڑھانے بیٹھتا تو اجنبی آیتیں بچوں کو سکھلایا کرتا خود بھول جایا کرتا۔ اس کا علم دوسرے کے پاس منتقل ہو جایا کرتا، حالانکہ جتنا پڑھاتا ہے اتنا استاد کا حفظ پختہ ہو جاتا ہے، اس کا علم ترقی کر جاتا ہے۔ غرض علم کو جتنا خرچ کرو بڑھتا ہے، دولت کو جتنا خرچ کرو گھٹتی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ مال کی حفاظت مالک کو کرنی پڑتی ہے۔ چار پیسے ہوں گے تو آپ کو فکر ہوگی کہ کہیں چور نہ لے جائے، تالا لاؤں، تجوری میں رکھوں، گھر کی کوٹھڑی میں رکھوں، اور سو رہے ہوں تو فکر ہے کہ رات کو کوئی چور نہ آجائے، تو آپ کو خود مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور علم عالم کی حفاظت کرتا ہے۔ عالم کو ضرورت نہیں۔ علم خود بتائے گا کہ یہ خطرہ کا راستہ ہے، یہ نجات کا۔ تو علم اپنے عالم کی خود حفاظت کرتا ہے، مگر مال اپنے مالک کی حفاظت نہیں کرتا، مالک کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ مال آئے تو سو مصیبتیں ساتھ لے کر آئے گا کہ حفاظت کرو چور سے اور ڈاکو وغیرہ سے۔ اور علم آئے تو احسان جتلاتا ہوا آئے گا کہ میں تیرا محافظ ہوں، میں تیری خدمت کروں گا، میں تجھے نجات کا راستہ بتلاؤں گا۔ لہٰذا اگر کوئی علم سکھائے تو وہ سب سے بڑا محسن ہے کہ اس نے دنیا اور آخرت کا راستہ کھول دیا۔

دولت سے راستے نہیں کھلتے اس سے تو آدمی بہکتا ہے، ہاں! اگر کوئی علم کے مطابق کمائے اور علم کے مطابق خرچ کرے تو دولت کام دے گی، اور اگر جاہلانہ طریقے سے کمائے حلال و حرام کا امتیاز نہ کرے اور خرچ کرنے میں حلال و حرام کا امتیاز نہ ہو تو دولت مصیبت بن جاتی ہے۔

اب تک تو ہم عقیدے سے سمجھتے تھے کہ دولت کو بے جا طریقے سے کماؤ تو مصیبت بن جاتی ہے مگر آج تو دنیا میں مشاہدہ ہو رہا ہے یعنی جن کے پاس ناجائز طریقے سے کمائی ہو دولت تھی آج وہ مصیبت میں مبتلا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے دولت نکلے، جان تو ہماری بچ جائے، کوئی پہاڑوں میں چھپا رہا ہے، کوئی سمندر میں ڈال رہا ہے، مگر گورنمنٹ ہے کہ کھوج کر ان چیزوں کو نکال رہی ہے تو مالداروں پر ایک عجیب مصیبت گزر رہی ہے۔

یہ اللہ میاں کا فضل ہے کہ اس وقت ہم جیسے لوگ جو یہ کہا کرتے تھے کہ تھوڑے پیسے کافی ہیں، جو غریب یا زاہد تھے آج انہیں یہ کہنے کا

موقع ہے کہ آرام میں تو ہم ہیں تمہاری دولت نے تمہیں فائدہ نہیں دیا۔ ہماری غربت نے ہمیں فائدہ دیا۔ فقیر کے گھر گورنمنٹ کا کوئی آدمی نہیں آئے گا کہ ٹیکس ادا کرو۔ وہ کہے گا کہ میرے پاس کچھ نہیں میں کہاں سے ادا کروں، وہ آرام سے ہے، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ ہم کچھ نہیں رکھتے، اس لیے غم بھی کچھ نہیں رکھتے۔ ہم دستار بھی نہیں رکھتے، پیچ کا غم کہاں سے رکھتے؟ جس پر دستار ہو وہ پیچ وخم کی فکر کرے یہاں تو دستار ہی ندارد ہے، یہاں کپڑا ہی ندارد ہے تو کلی اور دامن کی فکر کیوں ہو گی؟

بہر حال جو لوگ آج کم یعنی بقدر ضرورت رکھتے ہیں وہ آرام میں ہیں اور جو زیادہ رکھتے ہیں وہ مصیبت میں مبتلا ہیں مگر کیوں مبتلا ہیں، محض زیادہ رکھنے کی وجہ سے نہیں، اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تم مفلس اور قلاش بنو، ناجائز طریقے پر زیادہ رکھتے ہیں، اس لیے پریشان ہو، جس کے پاس جائز طریقہ سے ہے وہ آج بھی پریشان نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز راستہ پر چلنا ہمیشہ راحت کا باعث بنتا ہے، ناجائز راستہ پر چلنا ہمیشہ مصیبت کا موجب ہوتا ہے، خواہ وہ قانوناً ناجائز ہو یا شرعاً ناجائز ہو۔ جب کسی ناجائز چیز کا آدمی ارتکاب کرے گا تو مصیبت میں مبتلا ہو گا۔

نوٹ: ایک صاحب جن کے پاس کافی مال تھا اور کافی رقم تھی، اچانک ان پر نامناسب حالات آئے اور راتوں رات اس کا سارا مال ضائع ہو گیا، چونکہ وہ عالم بھی تھے اور مال والے بھی تھے، انہوں نے خط لکھا، اس کے جواب میں مندرجہ بالا مضمون لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نامناسب حالات سے سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔



﴿۱۳۹﴾ مجربات

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

ساٹھ روحانی نسخے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص الماری سے ملے

غم مت کر

(۱) ناسور یا داغ دھبہ کا روحانی علاج:

﴿ مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيهَا ﴾ (سورۂ بقرہ: ۷۱)

اگر آپ کے بدن پر ناسور ہو، یا کوئی داغ دھبہ ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار دوا یا مرہم پر پڑھ کر پھونکیں پھر استعمال کریں، انشاء اللہ داغ دھبہ دور ہو جائے گا۔

غم مت کر

(۲) گردے اور پتے کی پتھری کا روحانی علاج:

﴿ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ، وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۷۴)

اگر آپ کو گردے اور پتے کی پتھری پریشان کرتی ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار پڑھ کر پانی پر دم کریں اور اس وقت تک پیتے رہیں جب تک کامیابی نہ ہو۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ شفاء عطا فرمائیں گے۔

غم مت کر

(۳) موذی جانور یا دشمن سے حفاظت کا نسخہ:

﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَايَرْجِعُوْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۸)

اگر راستہ میں کسی موذی جانور یا دشمن سے خوف محسوس ہو تو سات (۷) دفعہ اس پر مذکورہ آیت پڑھ کر پھونکیں۔

غم مت کر

(۴) غفلت دور کرنے کا نسخہ:

﴿ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۵)

اگر آپ دین سے غافل اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، یا برے افعال میں مبتلا ہیں، تو مذکورہ آیت کو پانی پر ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں اور اکتالیس (۴۱) دن تک پیتے رہیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۵) ہر درد سے شفاء حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (سورۂ انعام:۱۷)

اگر آپ کو ہر قسم کی تکلیف اور درد سے شفا حاصل کرنی ہو تو سات (۷) یا گیارہ (۱۱) دفعہ مذکورہ آیت کو جس جگہ تکلیف ہو وہاں ہاتھ رکھ کر پڑھیں اور دم کریں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۶) تنگی سے نجات حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴾

(سورۂ مائدہ:۱۱۴)

اگر آپ رزق کی تنگی سے پریشان ہیں یا کسی خاص چیز کی حاجت ہو تو مذکورہ آیت کو سات (۷) دفعہ پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۷) اولاد کے رشتہ کیلئے مجرب عمل:

﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ (سورۂ نمل:۶۲)

اگر آپ کی اولاد کا رشتہ نہیں ملتا تو اٹھتے بیٹھتے مذکورہ آیت کا ورد جاری رکھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۸) مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۱)

اگر آپ کو مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنی ہو تو روزانہ کسی نماز کے بعد ایک سو تینتیس (۱۳۳) دفعہ مذکورہ آیت پڑھ لو اگر حق پر ہو تو تب، ورنہ ناحق پڑھنے والا خود مصیبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۹) غصہ کو دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۳۴)

اگر آپ کا غصہ شدید ہے اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ مذکورہ آیت اکیس (۲۱) دن تک چینی یا شکر پر پڑھیں پھر اس کو چائے یا پانی میں ڈال کر پی جائیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۰) دل کی گھبراہٹ اور بیماری سے نجات کا نسخہ:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ﴾ (سورۂ رعد: ۲۸)

اگر آپ کو دل کی گھبراہٹ اور بیماری دور کرنی ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار پانی پر دم کر کے پی لو۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۱) لڑکی کے رشتہ کیلئے ایک مجرب عمل:

﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ (سورۂ قصص: ۲۴)

اگر آپ کی لڑکی کے لیے رشتہ نہ آتا ہو، یا آتا ہو مگر رشتہ پسند نہ آتا ہو تو ایک سو بارہ (۱۱۲) مرتبہ اس دعا کو اور تین (۳) دفعہ سورۂ ضحیٰ پڑھیں، ہر مہینہ گیارہ (۱۱) دن تک پڑھیں اور تین مہینہ یہ عمل جاری رکھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۲) تنگی اور پریشانی دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۰)

اگر آپ کے پاس رہنے کی جگہ یا مکان نہ ہو، یا روزگار کا ذریعہ نہ ہو، یا آپ رزق سے تنگ ہیں، یا مسافر ہیں اور سامان آپ کے پاس کچھ نہیں، تو مذکورہ آیت کو ایک سو اکاون (۱۵۱) مرتبہ روزانہ پڑھ لو جب تک کامیابی نہ ہو۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۳) عزت حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (سورۂ یٰسین: ۸۳)

اگر آپ لوگوں کی نظروں سے گر گئے ہو اور چاہتے ہو کہ آپ کی عزت قائم ہو جائے تو آپ مذکورہ آیت کو گیارہ (۱۱) دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لو، انشاء اللہ آپ کامیاب ہو جاؤ گے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۴) نرینہ اولاد کے حصول اور رزق کی تنگی دور کرنے کیلئے بہترین نسخہ:

﴿ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴾ (سورۂ نوح: ۱۲)

اگر آپ کے یہاں اولاد نرینہ نہیں ہے تو حمل ٹھہرتے ہی نو مہینے تک گیارہ (۱۱) مرتبہ روزانہ یہ آیت پڑھئے۔ رزق کی تنگی کو دور کرنے کے لیے بھی اس آیت کو روزانہ سات مرتبہ پڑھئے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۵) میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا نسخہ:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴾ (سورۂ روم:۲۱)

اگر آپ کو اپنی بیوی سے اختلاف ہے، آپس میں محبت نہیں ہے تو اس آیت کو ننانوے (۹۹) دفعہ کسی مٹھائی پر تین (۳) دن پڑھ کر دم کریں اور دونوں کھائیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۶) جادو کا روحانی علاج:

﴿ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ○ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۶۹،۶۸)

اگر آپ کو شک ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، یا علامتیں محسوس ہو رہی ہوں تو جادو کے اثر کو ختم کرنے کے لیے گیارہ (۱۱) دن تک سو (۱۰۰) دفعہ مذکورہ آیت پڑھ کر اپنے اوپر پھونکیں یا اور کسی پر شک ہو تو اس پر پڑھ کر پھونکیں۔ اس عمل کے دوران کوئی دوسرا عمل نہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۷) خاوند کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

(سورۂ مائدہ: ۱۰۰)

اگر کسی کا خاوند دوسری عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہو یا حرام کی کمائی گھر میں لاتا ہو تو اسے باز رکھنے کے لیے گیارہ (۱۱) دن تک ایک سو اکتالیس (۱۴۱) مرتبہ مذکورہ آیت کو کسی کھانے کی چیز پر پڑھ کر دم کر کے کھلائیں۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۸) ہر جائز مراد کے لیے مجرب عمل:

﴿ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ ﴾ (سورۂ انفال:۹)

مسلمانوں پر واجب ہے کہ تمام امور میں اللہ پر توکل کریں، اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں، مدد اور کامیابی اسی کے ہاتھ میں ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہر جائز مراد کے لیے چودہ (۱۴) دفعہ مذکورہ آیت گیارہ (۱۱) دن تک پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۱۹) عزت، نیک نامی اور صحت بدن کے لیے مجرب عمل:

﴿ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ

الْحَكِيْمُ ﴾ (سورۂ جاثیہ:۳۶،۳۷)
اگر آپ کو عزت و آبرو اور وقار حاصل کرنا ہو یا بخار کو دور کرنا ہو، یا زخم کو ٹھیک کرنا ہو، یا اچھے کاموں میں نام پیدا کرنا ہو، یا عمل کا وزن بھاری کرنا ہو تو روزانہ مذکورہ آیت سات (۷) دفعہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۲۰) کند ذہن کا روحانی علاج:

﴿ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ (سورۂ نساء:۱۱۳)
اگر آپ کا بچہ یا کوئی طالب علم کند ذہن ہو تو ایک سو اکیس (۱۲۱) مرتبہ یہ آیت پانی پر دم کر کے روزانہ پلائیں، انشاء اللہ اس کی برکت سے عالم فاضل ہو جائے گا۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۲۱) ہر رنج وغم دور کرنے کا بہترین نسخہ:

﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ ﴾ (سورۂ مؤمن:۴۴)
عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ پڑھنے سے ہر رنج وغم دور کرنے کے لیے غیب سے مدد کا دروازہ کھلتا ہے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۲۲) امتحان وغیرہ میں کامیابی کیلئے مجرب عمل:

﴿ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ط هُوَ الَّذِیْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (سورۂ انفال:۶۲)
فتح اور کامیابی کے لیے، یا امتحان میں آسان پرچوں کے لیے جانے سے پہلے سات (۷) دفعہ یہ آیت پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۲۳) اپنی اور اولاد کی اصلاح کیلئے مجرب عمل:

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّيَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (سورۂ احقاف:۱۵)
اگر آپ اپنی اولاد کی فرمانبرداری چاہتے ہیں اور خدا کے لیے پسندیدہ عمل کرنا چاہتے ہیں تو مذکورہ آیت تین (۳) دفعہ روزانہ پڑھیں، انشاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگی۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۲۴) دل اور چہرے کو نورانی بنانے کا مجرب عمل:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط

﴿ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (سورۂ نور:۳۵)
اگر آپ کو اپنے دل میں اور چہرے میں نور پیدا کرنا ہے تو روزانہ مذکورہ آیت ایک مرتبہ اپنے اوپر پڑھ کر پھونکیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۲۵) بھٹکے ہوئے کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ (سورۂ صفت: ۱۱۸)
اگر آپ سیدھی راہ سے بھٹک جائیں، اچھائی برائی کی تمیز نہ رہے تو آپ تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ مذکورہ آیت پانی پر دم کر کے اس وقت تک پیتے رہیں جب تک آپ کی حالت سدھر نہ جائے۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۲۶) معذور کیلئے بہترین عمل:

﴿ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ (سورۂ اعراف:۱۹۵)
اگر کوئی ہاتھ، پیر، کان، آنکھ یا ٹانگ وغیرہ سے معذور ہے تو اس آیت کو کثرت سے پڑھیں اور پانی پر دم کر کے معذور کو پلائیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۲۷) یرقان کا روحانی علاج:

اگر کسی کو یرقان ہو گیا ہو تو پہلے سورۂ فاتحہ ایک بار، پھر سورۂ حشر سات (۷) دفعہ، پھر ایک بار سورۂ قریش پڑھ کر پانی پر دم کریں، اور مریض کو جب تک فائدہ نہ ہو پلاتے رہیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۲۸) لاعلاج بیماری اور ظالم کے ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کا بہترین نسخہ:

﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ (سورۂ قمر: ۱۰)
اگر آپ کو کوئی بیماری ہو اور ڈاکٹر کی سمجھ سے باہر ہو، یا کوئی دوا اثر نہ کرتی ہو، یا کوئی شخص مظلوم ہو اور ظالم کا ظلم انتہاء تک پہنچ چکا ہو تو روزانہ تین سو تیرہ مرتبہ (۳۱۳) مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے پھونکیں اور مریض کو پانی پر دم کر کے پلائیں، یہ عمل اکیس (۲۱) روز تک کریں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۲۹) رزق میں برکت اور کام میں آسانی کیلئے مجرب عمل:

رزق میں ترقی اور برکت کے لیے یا کوئی کام بس سے باہر ہو اور کوئی وسیلہ نظر نہ آتا ہو، یا کسی کام میں آسانی اور جلدی مطلوب ہو تو سورۂ مزمل ایک بیٹھک میں اکتالیس (۴۱) مرتبہ تین (۳) دن تک پڑھیں، انشاء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی۔ لیکن اس عمل سے دوسروں

کونقصان پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہیے۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۳۰) حج کی استطاعت حاصل کرنے کیلئے مجرب عمل:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سورۂ فتح:۲۷)

اگر آپ کو حج پر جانے کی طلب ہے اور کوئی وسیلہ جانے کا نہ ہو تو کثرت سے مذکورہ آیت کا ورد کریں، اس وقت تک جب تک اُمید پوری نہ ہو۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۳۱) اُلفت ومحبت پیدا کرنے کا بہترین طریقہ:

﴿ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّـهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (سورۂ انفال:۶۳)

اگر آپ کسی کے دل میں اُلفت ومحبت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یا خاندان میں نا اتفاقی ہو تو اتفاق پیدا کرنے کے لیے یہ آیت گیارہ (۱۱) مرتبہ روزانہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۳۲) ظالم کو دفع کرنے کیلئے جلالی عمل:

﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورۂ انعام:۴۵)

ظالم کو دفع کرنے کے لیے یہ آیت تین (۳) دِن تک اکیس (۲۱) دفعہ پڑھنا مفید ہے، یہ آیت بڑی جلالی ہے اس کو ناجائز موقع پر پڑھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جب ظالم کا ظلم نا قابل برداشت ہو تب یہ عمل کریں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۳۳) طالب اولاد کیلئے مجرب عمل:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَايَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سورۂ المائدہ:۱۷)

اگر آپ اولاد سے محروم ہیں تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ تین سو (۳۰۰) دفعہ کسی میٹھی چیز پر دم کر کے آدھی خاوند اور آدھی بیوی کھائے۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۳۴) رزق میں کشادگی اور کاروبار کی ترقی کیلئے مجرب عمل:

﴿لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ (سورۂ لقمان:۲۶)

رزق میں کشادگی کے لیے، کاروبار کی ترقی کے لیے، یا نیا کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس آیت کو روزانہ ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دفعہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۳۵) دشمن کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ:۵۱)

اگر کسی شخص کو دشمن سے تکلیف یا نقصان پہنچے تو اندیشہ ہو، یا تکلیف پہنچا تا ہو تو اس آیت کو روزانہ سات (۷) دفعہ پڑھے، انشاء اللہ اس کی اذیت سے محفوظ رہے گا۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۳۶) حضور اکرم ﷺ کی زیارت کیلئے مجرب عمل:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۂ احزاب:۵۶)

جو حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا یا ان کی زیارت کا خواہش مند ہو وہ رات کو سوتے وقت اس کی تسبیح پڑھے۔ انشاء اللہ جلد ہی نبی کریم کی زیارت ہوگی۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۳۷) اولاد کی حیات اور مصیبت سے نجات کا نسخہ:

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ (سورۂ صافات:۷۶)

اگر کسی شخص کی اولاد مر جاتی ہو زندہ نہ رہتی ہو، یا وہ کسی سخت مصیبت میں مبتلا رہتا ہو تو اس آیت کو روزانہ صبح و شام گیارہ دفعہ پڑھے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۳۸) جنت الفردوس کا وارث بننے کے لیے مجرب عمل:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (سورۂ مؤمنون:۱۔۱۱)

رات کو سوتے وقت مذکورہ آیتیں ضرور پڑھیں۔ کیونکہ یہ آیتیں عزت کی حفاظت کرتی ہیں ...... بے نمازیوں کو نماز کی رغبت دلاتی ہیں ...... بے ہودہ اور بری باتوں سے روکتی ہیں ...... اور جنت الفردوس کا وارث بنا دیتی ہیں۔

غَمَ مَتْ کَرْ

(۳۹) محروم اولاد کیلئے مجرب عمل:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴾ (سورۂ شوریٰ:۴۹)

جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ یہ آیتیں ایک سو تینتیس (۱۳۳) مرتبہ پانی پر دم کر کے فجر کی نماز کے بعد میاں بیوی دونوں پئیں۔

غَمَ مَتْ کَرْ

(۴۰) بیماری یا کمزوری کو دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (سورۂ یوسف:۵۶)

اگر کوئی بچہ یا شخص بیمار ہو، یا کمزور ہو، یا سوکھتا چلا جا رہا ہو اور بظاہر کوئی بیماری نظر نہ آتی ہو تو اوّل و آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور اکیس (۲۱) دن تک ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دفعہ یہ آیت پڑھے، اور مریض پر دم کرے۔

غَمَ مَتْ کَرْ

(۴۱) اولاد سے محروم حضرات کیلئے بہترین تحفہ:

اگر آپ اولاد سے محروم ہیں تو روزانہ ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ سورۃ الکوثر بسم اللہ کے ساتھ پڑھیں۔ انشاء اللہ آپ کی مراد ضرور پوری ہوگی۔

غَمَ مَتْ کَرْ

(۴۲) رزق میں کشادگی کیلئے مجرب عمل:

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (سورۂ عنکبوت:۶۲)

اگر آپ کو رزق میں کشادگی مطلوب ہے تو مذکورہ آیت گیارہ (۱۱) دفعہ فجر کی نماز کے بعد پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کَرْ

(۴۳) جنون اور جادو وغیرہ کا شبہ زائل کرنے کا نسخہ:

﴿ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورۂ تکویر:۲۰،۲۹)

اگر کسی پر شبہ ہو کہ اس کا دماغی توازن بگڑتا جا رہا ہے، یا اپنی اصل حالت میں نہیں ہے، یا شبہ ہو کہ کسی نے اس پر کچھ کر دیا ہے تو اس آیت کو اکتالیس (۴۱) دفعہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۴۴) بخار کی تیزی، غصہ اور ضد کو ختم کرنے کیلئے نہایت مفید عمل:

﴿ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴾ (سورۂ انبیاء:۶۹)

بخاری کی تیزی ختم کرنے کے لیے یہ دعاء بار بار پڑھ کر مریض پر دم کریں، اور غصہ اور ضد کو ختم کرنے کے لیے بھی اس دعا کا استعمال کریں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۴۵) جھوٹے مقدموں، تہمتوں اور بے عزتی سے نجات پانے کا نسخہ:

﴿ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ (سورۂ یونس:۸۲)

اگر کوئی جھوٹے مقدمہ میں پھنس گیا ہو یا کسی نے کسی پر جھوٹی تہمت لگائی ہو یا کسی کی عزت پر کوئی حرف آیا ہو وہ اس آیت کو اٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھے۔ انشاء اللہ اسے کامیابی حاصل ہوگی۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۴۶) حصول نعمت کیلئے مجرب عمل:

﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ (سورۂ آل عمران:۳،۷۳،۷۴)

اگر آپ کو اللہ کی ہر نعمت حاصل کرنی ہے تو یہ دعا صبح و شام روزانہ سات (۷) دفعہ پڑھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے رہیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۴۷) نافرمان اولاد کی اصلاح کیلئے مجرب عمل:

﴿ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ ؕ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (سورۂ ہود:۵۶)

اگر آپ کی اولاد نافرمان ہے تو ان کی پیشانی کے بال پکڑ کر گیارہ (۱۱) مرتبہ یہ دعا پڑھیں اور اُن پر دم کریں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۴۸) مرتے دم تک صحیح سلامت رہنے کا نسخہ:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۂ روم:۳۰)

جو شخص چاہے کہ مرتے دم تک اس کے تمام اعضاء درست رہیں، اور وہ تندرست رہے تو یہ آیت روزانہ تین (۳) دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۴۹) اولاد سے محروم حضرات کیلئے بہترین ورد:

﴿ اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (سورۂ سجدہ:۷،۹)

اگر آپ اولاد کی نعمت سے محروم ہیں تو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے کثرت سے ان آیات کا ورد کریں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۵۰) نامعلوم اور لاعلاج بیماری سے شفاء کیلئے مجرب عمل:

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ (سورۂ انبیاء:۸۳)

اگر آپ ایسی بیماری میں مبتلا ہیں جو سمجھ میں آنے والی نہیں، یا لاعلاج ہے تو مریض بذاتِ خود اس آیت کو کثرت سے ورد کرے۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۵۱) بیٹے یا بیٹی کے نکاح کیلئے بہترین عمل:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴾ (سورۂ فرقان:۵۴)

اگر آپ کے بیٹے یا بیٹی کا عقد نہ ہوتا ہو تو آپ اپنی اس مراد کے لیے یہ آیت اکیس (۲۱) دن تک تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۵۲) ہر مشکل کی آسانی کیلئے مجرب عمل:

﴿ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴾ (سورۂ روم:۴،۵)

ہر جائز مراد کے لیے اور ہر مشکل کی آسانی کے لیے ان آیتوں کو ایک سو تیرہ دفعہ پڑھیں۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۵۳) استخارہ میں درست بات معلوم کرنے کا نسخہ:

﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴾

(سورۂ ملک:۱۳،۱۴)

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں اس کے بعد ان آیتوں کو ایک سو ایک (۱۰۱) بار پڑھ کر بغیر بات کئے سو جائیں۔ انشاء اللہ درست بات معلوم ہو جائے گی۔

غَمَ مَتْ کرُ

(۵۴) دشمن سے حفاظت کا نسخہ:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴾ (سورۂ حج:۳۸)

اگر کسی شخص کو ہر وقت دشمن سے خوف رہتا ہو، یا اس کی دشمنی بڑھتی جارہی ہو تو دشمن سے حفاظت اس آیت کو گیارہ (۱۱) دفعہ روزانہ پڑھے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۵۵) سرطان، طاعون اور پھوڑے پھنسی سے بچنے کیلئے مجرب عمل:

﴿ یَامَالِکُ، یَاقُدُّوْسُ، یَاسَلَامُ ﴾

ہر شخص کو چاہیے کہ سرطان یا طاعون یا پھوڑے پھنسی کی بیماری سے بچنے کے لیے اس دعا کو صبح وشام گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ آپ محفوظ رہیں گے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۵۶) گناہوں میں مبتلا اور غافل کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ (سورۂ نازعات:۱۹)

جو سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہو یا برے افعال میں پڑ گیا ہو، یا اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا ہو تو اس آیت کو روزانہ ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ پانی پر دم کر کے اسے پلائیں۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۵۷) مصائب سے نجات کا بہترین نسخہ:

﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (سورۂ رعد:۲۴)

اگر کسی شخص کو حوادثِ روزگار نے ستا رکھا ہو، یا کسی شخص سے دُکھ پہنچا ہو تو وہ اس دُعا کو پڑھے۔ انشاء اللہ اس کے لیے دین و دنیا میں فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے

غَمَ مَتْ کرْ

(۵۸) بدنامی سے بچنے کا عمدہ نسخہ:

﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (سورۂ یونس: ۶۵)

اگر کوئی کسی کو بدنام کرنے پر تلا ہے اور اس کو اپنی عزت کا خطرہ ہے تو وہ اس دعا کو صبح وشام اکتالیس (۴۱) مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونک دے۔

غَمَ مَتْ کرْ

(۵۹) غم اور پریشانی کو دور کرنے اور مالی حالت کو درست کرنے کا نسخہ:

﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۷)

اگر کوئی شخص غم میں یا اور کسی پریشانی میں ہو یا اس کی مالی حالت بگڑتی جارہی ہو تو اُٹھتے بیٹھتے اس آیت کا ورد جاری رکھے۔

غم مت کر۔

(۶۰) دنیا اور آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا شاندار نسخہ:

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَرٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّرِبِينَ ۚ وَأَنْهَرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ﴾ (سورۂ محمد: ۱۵)

اگر کوئی شخص چاہتا ہو کہ دنیا میں بھی وہ ہر نعمت سے نوازا جائے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو نعمت سے محروم نہ کریں تو وہ اس آیت کو صبح وشام تین مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ وہ دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے گا۔

﴿۱۴۰﴾ شرک کی ابتداء تصویر سے ہوئی اس لیے تصویر سے بچیے

حضرت نوح علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے اس قوم میں پانچ بزرگ تھے، ان کی مجلسوں میں لوگ بیٹھ کر خدا کو یاد کرتے تھے اور مسائل سنتے تھے، اس سے ان کے دین کو تقویت پہنچتی تھی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو قوم پریشان ہوئی کہ اب نہ وہ مجالس رہیں اور نہ وہ مسائل رہے، اب ہم کہاں بیٹھیں گے؟ اس وقت شیطان نے ان کے دل میں یہ پھونک ماری کہ ان بزرگوں کی تصویریں بنا کر اپنے پاس رکھ لو، جب ان تصویروں کو دیکھو گے ان کا زمانہ یاد آجائے گا اور وہ کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ تو ان پانچوں کے مجسمے بنائے گئے، ان کے نام: ﴿۱﴾ وَدّ ﴿۲﴾ سواع ﴿۳﴾ یغوث ﴿۴﴾ یعوق ﴿۵﴾ اور نسر ان کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ یہ پانچ بت بنا کر رکھے گئے، ان کا مقصد محض تذکیر تھا کہ ان تصویروں کے ذریعہ یاددہانی ہو جائے گی، ان تصویروں کو پوجنا مقصد نہیں تھا، ابتداء میں جب تک لوگوں کے دلوں میں معرفت رہی اور ان بزرگوں کے اثرات رہے، قوم توحید پر برقرار رہی اور کسی نے ان مجسموں کو معبود نہیں جانا۔

لیکن جب دوسری نسل آئی تو ان کے دلوں میں وہ معرفت نہیں رہی اُن کے سامنے تو یہی بت تھے، چنانچہ وہ کچھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ بتوں کی طرف متوجہ ہوئے، اس طرح ان کا دین مخلوط ہو گیا۔ اور جب تیسری نسل آئی تو ان کے دلوں میں اتنی بھی معرفت نہیں رہی، ان کے سامنے بت ہی بت رہ گئے، لوگ انہیں سجدہ کرنے لگے، ان کے سامنے نذرونیاز گزارنے لگے اور شرک کرنے لگے۔

الغرض شرک کی ابتداء تصویر سے ہوئی اس لیے تصویر سے بچنا چاہیے، کیونکہ تصویر کے دلدادہ یا تو مذہبی لوگ ہوتے ہیں جو بزرگوں کی یادگار کے طور پر تصویر بناتے ہیں مگر آگے چل کر یہ تصویر شرک کا ذریعہ بن جاتی ہے، یا تصویروں سے دِل بہلانے والے لوگ ہوتے ہیں، یہ لوگ صورتوں میں اُلجھ کر حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں، اس دور میں تصویروں کا غلبہ ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ تصویروں کی وہ قدر ومنزلت ہے جو اصلی انسان کی تو نہیں، جو تصویریں پرانی ہوتی ہیں وہ شاہکار سمجھی جاتی ہیں، مالدار لوگ دس دس ہزار روپیہ دے کر خریدتے ہیں کہ یہ ایک نایاب چیز ہے، اور پرانے زمانے کی ہے، آدمی کے دام اتنے نہیں اٹھتے جتنے ان تصویروں کے اُٹھتے ہیں۔

آج کل سینما میں تصویریں ہی تو ہیں جو گاتی ناچتی نظر آتی ہیں، اس پر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ انسان چاہے بھوکا مرے مگر ان تصویروں کی بڑی عظمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اصل کو فراموش کر گئے اور صورتوں میں اُلجھ گئے۔ حضرات صوفیائے محققین لکھتے ہیں کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خاتمہ بالخیر ہو تو صورتوں کی طرف توجہ مت کرو۔ انسان کی صورت جو خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے ان میں مت الجھو، بلکہ ان کی سیرتوں کو دیکھو۔ اس لیے کہ صورت پسندوں سے سیرت پسندی ختم ہو جاتی ہے، اور اصل مقصود ہے سیرتوں کا اتباع، تاکہ اخلاق آئیں، علم آئے، عقل اور عمل آئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام نے توحید کی تعلیم دی ہے اور شرک سے روکا ہے، مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے اسباب شرک سے

بھی روک دیا کہ بعید سے بعید سبب جو شرک تک پہنچ سکتا ہے اس سے بھی بچو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کا اہتمام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، طواف ہو رہا تھا، لوگ حجر اسود پر گر رہے تھے اور عوام الناس یہ سمجھتے تھے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ نہ دیا تو حج ہی مکمل نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی طواف میں شریک تھے۔ آپ نے با آواز بلند یہ اعلان کیا اور حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

(اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ لَوْلَآ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَبَّلَکَ مَاقَبَّلْتُکَ)

''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تجھ میں نفع پہنچانے کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی قدرت ہے، اگر میں حضور اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

مطلب یہ ہے کہ تیری تقبیل سنت کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے نہیں کہ تجھ میں نفع اور ضرر پہنچانے کی طاقت ہے، اس قول سے شرک کا مادہ ختم کرنا مقصود تھا۔

﴿۱۴۱﴾ رحمت خداوندی سے محرومی

آج دوسروں کی طرح مسلمانوں میں بھی گھروں کو تصویروں سے مزین کرنے اور سجانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ گھر میں کسی بھی جاندار کی تصویر رکھنا رحمت خداوندی سے محرومی کا سبب ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَعَلَا تَصَاوِیْرُ) (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

ترجمہ: ''اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہوتا ہے، نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوتی ہیں۔''

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

(اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَہٗ) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں تصویریں ہوں مگر اس کو توڑ دیتے تھے۔''

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں، جب رسول اکرم ﷺ نے اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہوئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ میں نے چہرۂ انور میں ناگواری کے آثار پہچان کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتی ہوں (یعنی گناہ سے توبہ کرتی ہوں مگر آپ یہ بتائیں کہ) میں نے کیا گناہ کیا ہے (کہ آپ گھر میں تشریف نہیں لاتے)؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اس کو میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ صورتیں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: زندہ کرو اس چیز کو جس کو تم نے بنایا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

﴿۱۴۲﴾ بُرے لٹریچر کا اثر

پاکیزہ مضامین اور دینی کتابوں کے دیکھنے اور پڑھنے سننے سے اخلاق و عادات سنورتے ہیں اور نظریات و خیالات میں جلا پیدا ہوتی ہے، اس کے برخلاف برے اور گندے لٹریچر سے بداخلاقی، بے حیائی اور گندے خیالات کو فروغ ملتا ہے، اس لیے برے اور گندے لٹریچر سے خود کو اور معاشرے کو بچانا چاہیے، اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کو معاشرے میں زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہیے۔ حضرت جابر

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

(فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)

(رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۲۷)

ترجمہ: ''بہترین بات اللہ کا کلام (قرآن کریم) ہے اور بہترین طریقہ زندگی محمد (ﷺ) کا طریقہ زندگی ہے اور بدترین باتیں بدعات (اور خرافات) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

﴿۱۴۳﴾ ماحول کا اثر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو سلیم الفطرت بنایا ہے، لیکن ماحول انسان کو خراب کر دیتا ہے، اور سلامت روی سے محروم کر دیتا ہے، اس لیے جہاں تک ہو سکے بروں کی صحبت سے بچنا چاہیے، اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ خصوصاً بچوں کو بری صحبت سے بچانا بہت ہی ضروری ہے، ورنہ لا اُبالی پن کی وجہ سے وہ اپنی عاقبت خراب کر بیٹھیں گے، اور معاشرے کے لیے مصیبت بن جائیں گے۔

آج معاشرے میں جو خرابیاں پھیل رہی ہیں اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ماں باپ شروع میں بچوں کو بہت ہی پیار و محبت سے رکھتے ہیں، اور ان کو کسی حرکت پر کوئی روک ٹوک نہیں کرتے، پھر جب وہ بگڑ جاتے ہیں اور ماں باپ کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں تو روتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

(مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ) (متفق علیہ، مشکوۃ شریف ص ۲۱)

ترجمہ: ''ہر بچہ صحیح اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا پارسی بنا دیتے ہیں۔''

یعنی بچہ جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے وہی رنگ اس پر چڑھتا ہے، اس لیے بچوں کو بری صحبت سے بچانا سب سے زیادہ ضروری ہے، صرف بڑوں کا نیک اور اچھا ہونا معاشرے کو ہمیشہ صالح اور پاکیزہ نہیں رکھ سکتا، بڑے آج ہیں کل نہیں ہوں گے، اور یہی بچے دنیا کے مالک ہوں گے، اگر یہ نیک اور صالح نہیں ہوں گے تو معاشرہ کبھی صالح اور پاکیزہ نہیں رہ سکتا۔

﴿۱۴۴﴾ مغربی تہذیب کا اثر

آج پوری دنیا مغربی تہذیب پر فریفتہ ہے، ہر شخص مغربی لباس، مغربی وضع قطع اور مغربی طور وطریقہ کو اپنانے میں فخر محسوس کرتا ہے اور اسلامی تہذیب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت وضع قطع اور لباس میں مغربی قوموں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے قابل فخر سمجھتی ہے، اور سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا باعث ننگ و عار خیال کرتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وضع میں تو ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

ٹوپ ٹوپی کی جگہ، کوٹ بجائے اچکن
داڑھی بالکل صفا، مونچھیں ہیں، کرزن فیشن

عورتیں پھرتی ہیں انداز سے بازاروں میں
لڑکیاں کھانے ہوا جاتی ہیں گلزاروں میں

ان لادینی ماحول میں سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ مسلمان غیروں کی مشابہت چھوڑ کر اسلامی تہذیب اپنائیں، لباس، وضع قطع، چال ڈھال نشست وبرخاست، اسلام وکلام اور زندگی کے تمام شعبوں میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی سنتوں اور ہدایتوں پر عمل کریں، اور غیروں کی

مشابہت سے بچنے کی پوری جدوجہد کریں، ورنہ رہی سہی عزت خاک میں مل جائے گی، اور نصرت خداوندی سے مسلمان محروم ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) (رواہ احمد وابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۳۷۵)

ترجمہ: ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے۔“

یعنی جو شخص کافروں، فاجروں اور فاسقوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ فاسقوں اور فاجروں میں سے ہے، اور جو شخص نیک لوگوں اور اللہ والوں کے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ نیکوں اور اللہ والوں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے جو لباس، وضع قطع، چال ڈھال اور دیگر طور وطریق میں صالحین اور نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے سخت ترین وعید ہے، جو کافروں، فاجروں اور فاسقوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اسی طرح جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یا جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ان کے لیے بھی احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص ۳۸۰)

ترجمہ: ”اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔“

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

(لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ ، وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ)

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص ۳۸۰)

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ بنتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بنتی ہیں، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو!“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غیروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یا جو مرد عورتوں کی اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں ملعون ہیں، اور رحمت خداوندی سے محروم ہیں۔ لیکن جو خوش نصیب اس لادینی ماحول میں طعن وتشنیع کے سینکڑوں تیر کھا کر سرکار دوعالم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں ان کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملتا ہے وہ جنت میں سرکار دوعالم ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

ترجمہ: ”جس نے میرے طریقے کو مضبوطی سے تھام لیا میری اُمت کے فساد اور بگاڑ کے وقت اس کے لیے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔“

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ ، وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ) (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”جس نے میرے طریقے سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“

ان احادیث کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ اس زمانے میں اسلامی تہذیب اپنانے میں کتنا بڑا ثواب ہے، اور مغربی تہذیب کو اختیار کرنے میں کتنی بڑی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مغربی تہذیب کے سیلاب سے بچائیں۔ اور اسلامی تہذیب اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا ربّ العالمین!

﴿۱۴۵﴾ فضول بحثوں سے احتراز کیجئے

آج کل انگریزی تعلیم یافتہ حضرات جو دینی تعلیم سے نا آشنا ہیں وہ بحث و تحقیق میں شریعت کی حدود کا پاس و لحاظ نہیں کرتے، چاہے مسئلہ قابل فہم ہو یا نہ ہو، ہر شخص اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہے، حالانکہ بحث و تحقیق کا ایک دائرہ ہے جس سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، اور کوئی باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اس کو روک دینا چاہیے۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے روح کی حقیقت دریافت کی تھی، قرآن کریم نے اجمالی جواب دیا کہ وہ میرے ربّ کے حکم سے ایک چیز ہے، اس کے بعد یہ کہہ کر تفصیل پیش کرنے سے انکار کر دیا کہ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے، یعنی تم اس بحث کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن کریم کی متعدد سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات ہیں جن کے مطلب کے درپے ہونے سے روک دیا گیا ہے اور مؤمن کو عملی طور پر مشق کرائی گئی ہے کہ:

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

ترجمہ: ”ہر جگہ بحث کا گھوڑا نہیں دوڑانا چاہیے، کسی جگہ تحقیق کے ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ برابر ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے، یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ کائنات کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جو شخص ایسی بات محسوس کرے اس کو کہنا چاہیے کہ:

(اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهٖ) (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۸)

ترجمہ: ”میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔“

﴿۱۴۶﴾ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

سلمان آپ کا نام ہے، ابوعبداللہ آپ کی کنیت ہے، سلمان الخیر کے لقب سے مشہور ہیں۔ گویا سلمان کیا تھے؟ خیر مجسم تھے۔ ملک فارس کے رام ہرمز“ کے مضافات میں قصبہ ”جیؔ“ کے رہنے والے تھے۔ شاہانِ فارس کے خاندان سے تھے۔ جب کوئی شخص سلمان سے پوچھتا: (اِبْنُ مَنْ اَنْتَ ؟) ”آپ کس کے بیٹے ہیں؟“ تو یہ جواب دیتے: (اَنَا سَلْمَانَ بْنُ الْاِسْلَامِ) ”میں سلمان کا بیٹا اسلام کا ہوں۔“
(الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ: ۲/۵۶)

یعنی میرے روحانی وجود کا سبب اسلام ہے اور وہی میرا مربی ہے۔

(فَنِعْمَ الْاَبُ وَنِعْمَ الْاِبْنُ)

”پس کیا اچھا باپ ہے! اور کیا اچھا بیٹا!“

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا زمانہ پایا، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا زمانہ تو نہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی حواری اور وصی کا زمانہ پایا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ جس قدر اقوال بھی ان کی عمر کے بارے میں پائے جاتے ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں کہ آپ کی عمر ڈھائی سو سال سے متجاوز ہے۔ ابوالشیخ طبقات الاصبہانیین میں لکھتے ہیں کہ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ساڑھے تین سو سال زندہ رہے، لیکن ڈھائی سو سال

میں تو کسی کو شک نہیں۔ (اصابہ ترجمہ سلمان: ۶۲/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان کیا کہ میں ملک فارس میں سے قریہ ''جیٔ'' کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ اپنے شہر کا چوہدری تھا، اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا۔ جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت کرتا تھا، اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا۔ ہم مذہباً مجوسی تھے۔ میرے باپ نے مجھے آتش کدہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا تھا کہ کسی وقت آگ بجھنے نہ پائے۔ ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا، اس لیے بہ مجبوری مجھ کو کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لیے بھیجا اور یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا۔ میں گھر سے نکلا۔ راستہ میں ایک گرجا پڑتا تھا۔ اندر سے کچھ آواز سنائی دی۔ میں دیکھنے کے لیے اندر گھسا۔ دیکھا تو نصاریٰ کی ایک جماعت ہے جو نماز میں مشغول ہے۔ مجھ کو ان کی عبادت پسند آئی، اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ دین، ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ملک شام میں۔ اسی میں آفتاب غروب ہوگیا۔ باپ نے انتظار کر کے تلاش میں قاصد دوڑائے۔ جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا: اے بیٹے! تو کہاں تھا؟ میں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ باپ نے کہا: اس دین (نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے ہی باپ دادا کا دین (آتش پرستی) بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ باپ نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا، جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴾ (سورۂ شعراء: ۲۹)

ترجمہ: ''اگر تو نے میرے سوا کو کسی معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔''

میں نے پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھ کو اطلاع کرنا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ کو ایک موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے۔ میں نے موقع پا کر بیڑیاں اپنے پیر سے نکال پھینکیں، اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہولیا۔ شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتلایا۔ میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے۔ آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں رہ پڑوں اور دین سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں۔ اس نے کہا: بہتر ہے۔ لیکن چند روز کے بعد تجربہ ہوا کہ وہ اچھا آدمی نہ تھا۔ بڑا ہی حریص اور طامع تھا۔ دوسروں کو صدقات اور خیرات کا حکم دیتا اور جب لوگ روپیہ لے کر آتے تو جمع کر کے رکھ لیتا اور فقراء و مساکین کو نہ دیتا۔ اسی طرح اس نے اشرفیوں کے ساتھ مٹکے جمع کر لیے۔ جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی تجہیز کے لیے جمع ہوئے تو میں نے لوگوں سے اس کا حال بیان کیا اور وہ سات مٹکے دکھلائے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا: خدا کی قسم! ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ بالآخر اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ کسی اور عالم کو بٹھا دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زائد کسی کو عالم اور اس سے بڑھ کر کسی کو عابد و زاہد، دنیا سے بے تعلق اور آخرت کا شائق اور طلب گار نمازی اور عبادت گزار نہیں دیکھا۔ اور جس قدر مجھ کو اس عالم سے محبت ہوئی، اس سے پیشتر کبھی کسی سے اس قدر محبت نہیں ہوئی۔ میں برابر اس عالم کی خدمت میں رہا۔ جب ان کا اخیر وقت آ گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو وصیت کیجیے اور بتلایئے کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جا کر رہوں۔ کہا کہ موصل میں ایک عالم ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔

چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس جا کر رہا، اور ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا۔ جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم

کے پاس رہا۔اب آپ بتلائیں کہ میں کہاں جاؤں؟

اس عالم نے کہا: میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا علم نہیں جو صحیح راستہ پر ہو اور میں تم کو اس کا پتہ بتاؤں۔البتہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیمی پر ہوگا۔عرب کی سرزمین پر اس کا ظہور ہوگا۔ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔اگر تم سے وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے، ہدیہ قبول کریں گے، دونوں شانوں کے قریب مہر نبوت ہوگی، جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔

اس اثناء میں میرے اس کچھ گائیں اور بکریاں بھی جمع ہو گئی تھی۔اتفاق سے ایک قافلہ عرب کو جانے والا مجھ کو مل گیا۔میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو ساتھ لے چلو۔یہ گائیں اور بکریاں سب کی سب تم کو دے دوں گا۔ان لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مجھ کو ساتھ لے لیا۔ جب وادی قری میں پہنچے تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔جب اس کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہے، لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریظہ کا ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ لے آیا۔جب میں مدینہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کیا کہ یہ وہی شہر ہے جو مجھ کو بتلایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں (لوگوں نے سلمان کو بار بار بے رغبتی کے ساتھ دراہم معدودہ (چند درہموں) میں خریدا لیکن اس کی اصلی قیمت کو کسی نے نہ پہچانا) میں مدینہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنو قریظہ میں اس کے درختوں کا کام کرتا رہا۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں مبعوث فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے مطلق علم نہ ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا، اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک یہودی آیا جو میرے آقا کا چچازاد بھائی تھا، اور یہ کہنے لگا خدا بنی قیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ قباء میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! یہ سنتا تھا کہ مجھ کو لرزا اور کپکپی نے پکڑا اور مجھ کو یہ غالب گمان ہو گیا کہ اپنے آقا پر اب گرا، وہ دونوں یہودی ان کی اس حالت اور کیفیت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے، اور سلمان کی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

خَلِیْلِیْ لَا وَاللّٰهِ! مَا اَنَا مِنْكُمَا

اِذَا عَلَمٌ مِنْ اٰلِ لَیْلٰی بَدَالِیَا

ترجمہ: ''اے میرے دوست! خدا کی قسم! میں اب تم میں سے نہیں رہا، جب کہ مجھ کو دیارِ لیلیٰ کا کوئی پہاڑ نظر آ گیا۔''

بہر حال دل کو تھام کر درخت سے اُترا اور اس آنے والے یہودی سے پوچھنے لگا، بتاؤ تو سہی، تم کیا بیان کر رہے تھے؟ وہ خبر ذرا مجھ کو بھی تو سناؤ۔یہ دیکھ کہ میرا آقا کو غصہ آ گیا اور زور سے ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ تو اپنا کام کر۔جب شام ہوئی اور کام سے فراغت ہوئی تو جو کچھ میرے پاس جمع تھا، وہ ساتھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قباء میں تشریف فرما تھے۔میں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفقاء کے پاس کچھ نہیں ہے۔آپ سب حضرات صاحب حاجت ہیں، اس لیے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور آپ کے رفقاء کے لیے صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ مطہرہ کے لیے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں صدقہ نہیں کھاتا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ تم لے لو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم! یہ ان تین علامتوں میں سے ایک ہے۔میں واپس ہو گیا، اور پھر کچھ جمع کرنا شروع کر دیا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ

آپ (ﷺ) کی خدمت میں کچھ پیش کروں۔ صدقہ تو آپ (ﷺ) قبول نہیں فرماتے، یہ ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا، اور خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دوسری علامت ہے۔

میں واپس آ گیا اور دو چار روز کے بعد پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ بقیع میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ہمراہ تھی۔ آپ ﷺ درمیان میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اسلام کیا اور سامنے سے اُٹھ کر پیچھے آ بیٹھا تا کہ مہر نبوت دیکھوں۔ آپ ﷺ سمجھ گئے، پشت مبارک سے چادر اُٹھادی۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اُٹھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور رو پڑا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سامنے آؤ۔ میں سامنے آیا۔ اور جس طرح اے ابن عباس! میں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا اسی طرح میں نے تفصیل کے ساتھ یہ تمام واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے صحابہ کی مجلس میں بیان کیا، اور اسی وقت مشرف باسلام ہوا۔ آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔

اس کے بعد اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ اسی وجہ سے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان! اپنے آقا سے کتابت کرلو۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا سے کہا: آقا نے یہ جواب دیا کہ تم چالیس اوقیہ سونا ادا کرو اور تین سو درخت کھجور کے لگا دو۔ جب وہ بار آور ہو جائیں تو تم آزاد ہو۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ارشاد سے یہ عقد کتابت قبول کیا اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی کھجور کے پودوں سے امداد کرو۔ چنانچہ کسی نے تیس پودوں سے اور کسی نے بیس پودوں سے اور کسی نے پندرہ اور کسی نے دس پودوں سے امداد کی۔ جب پودے جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا: اے سلمان! ان کے لئے گڑھے تیار کرو۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے اُن تمام پودوں کو لگایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ایک سال گزرنے نہ پایا کہ سب کو پھل آ گیا، اور کوئی پودا ایسا نہ رہا کہ جو خشک ہو گیا ہو۔ سب کے سب سرسبز و شاداب ہو گئے اور سب پر پھل آ گیا۔

درختوں کا قرض تو ادا ہو گیا، صرف دراہم باقی رہ گئے۔ ایک روز ایک شخص آپ ﷺ کے پاس ایک بیضہ کی مقدار سونا لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مسکین مکاتب یعنی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ اس کو بلاؤ۔ تو آپ ﷺ نے وہ بیضہ کی مقدار سونا عطا فرمادیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قرضہ ادا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ سونا بہت تھوڑا ہے۔ اس سے میرا قرض کہاں ادا ہوگا؟! آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اللہ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کردے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو تولا تو پورا چالیس اوقیہ تھا۔ میرا کل قرض ادا ہو گیا، اور غلامی سے آزاد ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۷۳)

نوٹ: حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

① سلمان کا اگر نام پوچھو تو عبداللہ ہے۔
② نسبت پوچھو تو اِبْنُ الْاِسْلَام یعنی اسلام کا فرزند ارجمند ہے۔
③ سرمایہ اور دولت پوچھو تو فقر ہے۔
④ دکان ان کی مسجد ہے۔
⑤ کمائی ان کا صبر ہے۔
⑥ لباس ان کا تقوی ہے۔
⑦ تکیہ ان کا بیداری ہے۔
⑧ ان کا خاص اعزاز حضور اکرم ﷺ کا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَیْتِ (سلمان ہمارے گھرانہ کا ایک فرد ہے) فرمانا ہے۔
⑨ اور اگر ان کا قصد اور ارادہ پوچھتے ہو تو اللہ کی ذات اور اس کی خوشنودی ہے۔
⑩ اور اگر یہ پوچھتے ہو کہ کہاں جارہے ہیں تو سمجھ لو کہ جنت کی طرف جارہے ہیں۔
⑪ اور اگر یہ پوچھتے ہو کہ اس سفر میں ان کا ہادی اور رہنما کون ہے تو خوب جان لو کہ وہ امام المتقین ہادی الخلائق الیٰ ربّ العالمین۔

الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ ہیں۔ (کذافی الفوائد لابن القیم ص ۴۱)

﴿۱۴۷﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ قوی تھا اس کی وجہ

﴿۱﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے، میں نے عرض کیا میں تو آپ ﷺ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے آپ (ﷺ) اس میں سے مجھ بھی سکھائیں۔ اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اُتار کر اپنے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان بچھا دی، اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو اس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے حدیث سنائی، جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو (میں نے ایسا ہی کیا) اس کے بعد حضور اکرم ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے میں اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔

﴿۲﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتا ہے، خدائے پاک کی قسم! ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے (اگر میں غلط حدیث بیان کروں گا تو اللہ میری پکڑ فرمائیں گے اور جو میرے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں اللہ ان سے بھی پوچھیں گے)۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں: دوسرے مہاجرین اور انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے، اور میرے انصاری بھائیوں کو اپنی زمینوں اور مویشیوں کی مشغولی تھی، اور میں ایک مسکین نادار آدمی تھا۔ پھر بھی حاضر خدمت رہتا جب کہ دیگر صحابہ کرام کام کاج کی وجہ سے غائب رہتے، اور جو حضرات موجود ہوتے تھے وہ حضور اکرم ﷺ سے سن کر اپنے کاموں میں لگ کر بھول جاتے، میں سب کچھ یاد رکھتا۔

﴿۳﴾ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو آدمی بھی اپنا کپڑا میرے سامنے پھیلائے گا اور جب میں اپنی بات پوری کر لوں وہ اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا وہ کبھی بھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔ میں نے فوراً اپنی دھاری دار چادر بچھا دی، میری کمر پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ پھر جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی وہ بات پوری فرمائی تو میں نے چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائی، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس میں سے ایک بات بھی آج تک نہیں بھولا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (جن میں علم کو چھپانے کی ممانعت ہے) تو آپ لوگوں کو کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ وہ دو آیتیں یہ ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

(سورۂ بقرہ: ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ: ''جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کے لیے) ہادی ہیں اس کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب الٰہی (تورات و انجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور (آئندہ کے لیے) اس کی اصلاح کر لیں، اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔''

﴿۴﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ میں

ہر وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کر لیتا تھا، ان دنوں میں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی، اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت، اور بعض مرتبہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تاکہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی میں کمی آجائے) اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قرآن کی آیت مجھے معلوم ہوتی تھی لیکن میں کسی آدمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو، تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے، اور مجھے کچھ کھلا دے۔ اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ شہد یا گھی کی کپی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے، اُسی کپی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اُسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اُسے چاٹ لیتے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۸۹)

﴿۱۴۸﴾ ایک مریض کی تسلی کیلئے خط اور شفاء کیلئے چودہ روحانی نسخے

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بعضے بندوں سے پوچھیں گے کہ اے بندے! میں بیمار ہوا تو مجھے پوچھنے نہ آیا؟ میں مریض ہوا، تو میری مزاج پرسی کو نہ حاضر ہوا؟

بندہ کہے گا! اے اللہ! آپ تو رب العالمین ہیں، آپ کو بیماری سے کیا تعلق؟ بیماری تو عیب اور نقص کی چیز ہے۔ آپ ہر نقص اور برائی سے بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، اگر تو بیمار پرسی کے لیے جاتا مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۴)

کسی تندرست کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تندرست تھا تو میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ بیمار کے بارے میں فرمایا کہ میں بیمار ہوا تو مجھے پوچھنے نہ آیا۔ اس کا مقصد بیمار کو تسلی دینا اور یہ خوشخبری سنانا ہے کہ بیماری میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، اور یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی معیت اور قرب نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، ایک ناسور پھوڑے کے اندر بتیس برس مبتلا رہے۔ جو پہلو میں تھا اور چت لیٹے رہتے تھے کروٹ نہیں لے سکتے تھے۔ بتیس برس تک چت لیٹے لیٹے کھانا بھی، پینا بھی، عبادت کرنا بھی، قضائے حاجت کرنا بھی۔ آپ اندازہ کیجئے بتیس برس ایک شخص ایک پہلو پر پڑا رہے اس پر کتنی عظیم تکلیف ہوگی؟ کتنی بڑی بیماری ہے؟

یہ تو بیماری کی کیفیت تھی، لیکن چہرہ اتنا ہشاش بشاش کہ کسی تندرست کو وہ چہرہ میسر نہیں، لوگوں کو حیرت تھی کہ بیماری اتنی شدید کہ برسوں گزر گئے کروٹ نہیں بدل سکتے اور چہرہ دیکھو تو ایسا کھلا ہوا کہ تندرستوں کو بھی نصیب نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ بیماری تو اتنی شدید اور اتنی طویل اور لمبی چوڑی، اور آپ کے چہرے پر اتنی بشاشت اور تازگی کہ کسی تندرست کو بھی نصیب نہیں۔

فرمایا: جب بیماری میرے اوپر آئی میں نے صبر کیا، میں نے یہ کہا کہ اللہ کی طرف سے میرے لیے عطیہ ہے، اللہ نے میرے لیے یہی مصلحت سمجھی، میں بھی اس پر راضی ہوں، اس صبر کا اللہ نے مجھے یہ پھل دیا کہ میں اپنے بستر پر روزانہ ملائکہ علیہم السلام سے مصافحہ کرتا ہوں، مجھے عالم غیب کی زیارت نصیب ہوتی ہے، عالم غیب میرے اوپر کھلا ہوا ہے۔

تو جس بیمار کے اوپر عالم غیب کا انکشاف ہو جائے، ملائکہ کی آمد و رفت محسوس ہونے لگے، اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ تندرستی چاہے؟ اس کے لیے تو بیماری ہزار درجے کی نعمت ہے۔

حاصل یہ کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی، بیمار کو کہا کہ تیری بیماری اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے تو اگر اس حالت پر صابر اور راضی رہے گا تو تیرے لیے درجات ہی درجات ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو علاج مت کر، علاج کرا اور دوا دارو بھی کر، مگر نتیجہ جو بھی نکلے اس پر راضی رہ، اپنی جدوجہد کیے جا، باقی افعال خداوندی میں مداخلت مت کر، تیرا کام دوا کرنا ہے، تیرا یہ کام نہیں ہے کہ دوا کے اوپر نتیجہ بھی مرتب کر دے اور صحت یاب ہو جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو اپنا کام کر، اللہ کے کام میں دخل مت دے، دوا دارو کر، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ہو جائے اس پر راضی رہ کر جو کچھ ہو رہا ہے۔ میرے لیے خیر ہو رہا ہے۔ اس پر صبر کرو گے تو بیماری ترقی درجات اور اخلاق کی بلندی کا ذریعہ بنتی جائے گی، اس سے آدمی کے روحانی مقامات طے ہوں گے۔ تندرست کو روحانیت کے وہ مقامات نہیں ملتے جو بیمار کو ملتے ہیں، ان روحانی ترقیوں اور مقامات کی وجہ سے بیمار، یوں کہے گا: مجھے میری بیماری مبارک، مجھے تندرستی کی ضرورت نہیں۔ تندرستی میں مجھے یہ مقامات مل نہیں سکتے تھے جو بیماری میں ملے۔

تو اسلام نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی کہ تو اس کو مجھ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا، بیمار کو بیماری میں تسلی دی کہ تو بیماری کو مجھ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا تو بیماری کی وجہ سے محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ خیال مت کر کہ جو کچھ ملنا تھا، تندرست کو مل گیا، میرے واسطے کچھ نہیں رہا۔ تیری بیماری میں تیرے لیے سب کچھ ہے۔ الغرض ہر حال میں ایک کو اپنے دائرے اور اپنے مقام پر تسلی دینا یہ اسلام کا کام ہے۔

نوٹ:

- سورۂ فاتحہ اکیس مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کیجئے۔
- سورۂ فاتحہ اکیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔
- یَاسَلَامُ ایک سو تینتالیس مرتبہ پڑھ کر دم کر لیا کیجئے۔
- صدقہ کیجئے۔
- خالص شہد استعمال کیا کیجئے۔
- آپ جیسی بیماری میں کوئی دوسرا ابتلا ہو تو اس کے لیے دعا کیجئے۔
- جو بھی ساتھی آپ کی عیادت کے لیے آئے اسے دین پر ثابت قدم رہنے کی دعوت دیجئے۔
- آپ کے لیے زمزم روانہ کر رہا ہوں اس کو شفاء کی نیت سے استعمال کیجئے۔
- اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صلہ رحمی شفاء ہے۔
- حدیث میں آتا ہے کہ قرآن میں شفاء ہے اگر آپ پڑھ سکتے ہیں تو خود پڑھیں اور نہ پڑھ سکتے ہوں تو اپنے بیٹے یا بیٹی سے سنیں۔
- کوئی سنانے والا موجود نہ ہو تو صرف قرآن مجید کی طرف دیکھ لیا کریں۔
- کلونجی آپ کے لیے بھیج رہا ہوں، اس کو استعمال کیجئے۔
- حدیث میں آتا ہے کہ بیمار کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، آپ کی دعا ہماری نسبت زیادہ قبول ہوگی، اس لیے اپنے لیے گریہ وزاری کے ساتھ خوب دعا کریں۔
- حدیث شریف میں ہے: ''سفر کرو صحت یاب ہو گے۔''

بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو شفائے کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین! اپنے گھر میں درجہ بدرجہ سب کو سلام

﴿۱۴۹﴾ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت سے دین پھیلایا

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا واقعہ لکھا ہے کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہوئے کہ انہیں کوئی پوچھنے

والا نہیں رہا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود عالم تھے، اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے، انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہیے۔

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جو دکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں، چنانچہ جو دکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں، وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی۔ بادشاہ بہت راضی ہے، نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آ کر وضو کرانا شروع کر دیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟ انہوں نے ساری عمر کبھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی۔ اب وہ حیران، کیا جواب دیں۔ پوچھا واجبات کتنے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں۔ پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟ جواب ندارد۔

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو، لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو میں فرض، واجب، سنتیں کتنی ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں۔

ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں۔ اس نے کہا: جہاں پناہ! یہ تو عزت افزائی ہے، ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں۔ جب افطار کا وقت ہوا تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے، کتنے ہیں؟ انہوں نے اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا۔ انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں۔ اب چپ ہیں، کیا جواب دیں؟

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر، والی ملک اور نواب کہلاتے ہو، ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں، تم مسلمان، ریاست اسلامی اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا۔ کسی سے حج وغیرہ کا۔ غرض سارے فیل ہوئے اور عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں۔

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے، اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو مولویوں کی تلاش شروع ہوئی۔ اب مولویوں نے نخرے شروع کئے۔ کسی نے کہا: ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے۔ انہوں نے کہا: حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے اس لیے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا۔ ریاست چھن جاتی، پھر بھی مولوی نہ ملے، تمام ملک کے اندر مولویوں کی تلاش شروع ہوئی۔ جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے، بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہو گئیں، اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہو گئے اور دین پر انہوں نے علم شروع کر دیا۔

﴿۱۵۰﴾ ریاست بھوپال کا ایک قابل تقلید دستور

بھوپال میں ایک عام دستور تھا کہ اگر کسی غریب آدمی سے اپنے بچے کو مکتب میں بٹھا دیا تو آج مثلاً اس نے الٓمٓ کا پارہ شروع کیا تو ریاست کی طرف سے ایک روپیہ ماہوار اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا، جب دوسرا پارہ لگا تو دو روپے ماہوار ہو گئے، تیسرا پارہ لگا تو تین روپے ماہوار ہو گئے، یہاں تک کہ جب تیس پارے ہوتے تو تیس روپے ماہوار بچے کا وظیفہ ہوتا۔

اور اس زمانے میں، ساٹھ برس پہلے تیس پارے ماہوار ایسے تھے جیسے تین سو روپے ماہور، بہت بڑی آمدنی تھی۔ سستا زمانہ تھا، ارزانی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے غریب لوگ تھے جنہیں کھانے کو نہیں ملتا تھا وہ بچوں کو مدرسہ میں داخل کرا دیتے تھے کہ قرآن کریم حفظ کرے گا تو اسی دن سے وظیفہ جاری، ہزاروں ایسے گھرانے تھے اور ہزاروں حافظ پیدا ہو گئے، ساری مسجدیں حافظوں سے آباد ہو گئیں۔

﴿۱۵۱﴾ علم دین سکھانے والے عالم کے آداب وفضائل اور طالب علم کا اعزاز واکرام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ:

- تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو، یعنی اسے مجبور نہ کرو۔
- اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے، تو پھر اس پر اصرار نہ کرو۔
- اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو۔
- اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو، اور نہ آنکھوں سے۔
- اور اس کی مجلس میں کچھ نہ پوچھو۔
- اور اس کی لغزش تلاش نہ کرو۔
- اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم لغزش سے رجوع کا انتظار کرو۔
- اور جب وہ رجوع کر لے تو تم اسے قبول کرلو۔
- اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی۔
- اور اس کے کسی راز کو افشاء نہ کرو۔
- اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔
- اس کے سامنے اور اس کی پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو۔
- اور تمام لوگوں کو سلام کرو، لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو۔
- اور اس کے سامنے بیٹھو۔
- اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو۔
- اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگ دل نہ ہونا، کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے۔ اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو۔ جب ایسا عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہوسکتا۔
- اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ اکرام کے لیے چلتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۴۲)

﴿۱۵۲﴾ واعظ مدینہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تین اہم نصیحتیں

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تین کاموں میں میری بات مانو، ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔

حضرت ابن ابی سائب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ تین کام کیا ہیں؟ اُمّ المومنین! میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

- پہلی بات یہ ہے کہ تم دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے بچو۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح قصداً

نہیں کیا کرتے تھے۔

- دوسری بات یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو، اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ، ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو، اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اُکتا جائیں گے۔
- تیسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ اور وہاں والے آپس میں بات کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کر دو، بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔ (حیاۃ الصحابہ: ۲۳۹/۳)

﴿۱۵۳﴾ تصوف کی حقیقت

تصوف کے کئی نام ہیں: علم القلب، علم الاخلاق، احسان، سلوک اور طریقت، یہ سب ایک ہی چیز کے نام ہیں، قرآن وسنت میں اس کے لیے زیادہ تر ''احسان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور ہمارے زمانہ میں لفظ ''تصوف'' زیادہ مشہور ہوگیا ہے۔ بہر حال حقیقت ان سب کی ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افعال جس طرح ہمارے ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں، اسی طرح بہت سے اعمال ہمارا قلب انجام دیتا ہے، جن کو ''اعمال باطنہ'' کہا جاتا ہے، جس طرح ہمارے ظاہری افعال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور فرض وواجب ہیں، اور کچھ ناپسندیدہ اور حرام ومکروہ۔ اسی طرح باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں کچھ پسندیدہ اور فرض وواجب ہیں، جیسے تقوی، اللہ کی محبت، اخلاق، توکل، صبر وشکر، تواضع، قناعت، حلم، سخاوت، حیاء رحم دلی وغیرہ۔ ان باطنی پسندیدہ اخلاق کو ''فضائل'' اور ''اخلاق حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔ اور کچھ باطنی اعمال برے اور حرام ہیں۔ (ردالمختار مع الدر المختار: ۴۰/۱) جیسے: تکبر، عجب، غرور، ریاء، حب مال، حب جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگدلی اور بے رحمی یا حد سے زیادہ غصہ وغیرہ۔ ان کو ''رذائل یا اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔

''فضائل'' اور ''رذائل'' دونوں کا تمام تر تعلق قلبی احوال اور نفس کی اندرونی کیفیتوں سے ہے، مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے یہی قلبی احوال اور اندرونی کیفیتیں درحقیقت ہمارے تمام ظاہری افعال کی بنیاد اور اساس ہیں، ظاہری اعضاء سے ہم اچھا یا برا جو بھی کام کرتے ہیں، درحقیقت وہ انہی باطنی ''فضائل یا رذائل'' کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثلاً تقوی (خوف خدا) اور اللہ کی محبت، یہ قلب کی اندرونی کیفیتیں ہیں، مگر ان کا اثر ہمارے تمام ظاہری اعمال پر پڑتا ہے، ہماری ہر عبادت روزہ، نماز وغیرہ انہی دو باطنی اخلاق کی پیداوار ہے، ہم نفسانی اور شیطانی تقاضوں کے باوجود اگر بدنظری، لڑائی جھگڑے اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں، تو اس اجتناب کا اصل محرک بھی یہی تقوی اور اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح ظاہری اعضاء سے جو بھی گناہ کرتے ہیں اس کا سبب بھی کوئی نہ کوئی باطنی خصلت ہوتی ہے۔ مثلاً مال کی محبت یا جاہ پسندی یا عداوت یا حسد یا غصہ یا آرام طلبی یا تکبر وغیرہ۔

تمام ظاہری اعمال کا حسن وقبح اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول یا مردود ہونا بھی ہمارے باطنی اخلاق پر موقوف ہے۔ مثلاً: اخلاق وریا یہ قلب ہی کے متضاد اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا حسن وقبح ان سے وابستہ ہے، کوئی بھی عبادت نماز، حج وغیرہ جو محض ریاء کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لیے کی جائے عبادت نہیں رہتی، اور تجارت ومزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیا داری کا کام ہے مگر حکم خداوندی کی تعمیل میں اللہ کی رضا کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت ومزدوری باعثِ اجر وثواب اور عبادت بن جاتی ہے، یہ ریا اور اخلاق ہی کا کرشمہ ہے کہ جس نے عبادت کو دنیا داری، اور دنیا داری کو اللہ کی عبادت بنا دیا ہے۔ یہی مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا کہ:

(اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) [1]

''تمام اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔''

تقریباً یہی حال تمام باطنی ''فضائل ورذائل'' کا ہے کہ ہمارے ظاہری اعمال کے حسن وقبح، ردوقبول اور اجر وثواب، بلکہ بہت سے

اعمال کا وجود بھی انہی کا رہین منت ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد میں فرمائی ہے کہ:

(اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً ، اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ ، اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ) [2]

ترجمہ: ''ہوشیار رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہوتو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے، ہوشیار رہو کہ وہ دل ہے۔''

اسی لیے تمام علماء وفقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ''رذائل'' سے بچنا اور ''فضائل'' کو حاصل کرنا ہر عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار: ۱/۴۰) یہی فریضہ ہے جس کو اصلاح نفس یا تزکیہ نفس اور تزکیہ اخلاق یا تہذیب اخلاق کہا جاتا ہے، اور یہی تصوف کا حاصل ومقصود ہے۔ [3]

دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوتوں کا مقصود رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے جو چار مقاصد قرآن حکیم میں بتائے گئے ہیں ان میں دوسرا یہ ہے کہ:

﴿ وَیُزَکِّیْهِمْ ﴾ (سورۂ بقرہ، آل عمران، جمعہ)

ترجمہ: ''آپ مسلمانوں (کے اخلاق واعمال) کا تزکیہ فرماتے رہیں۔''

قرآن نے ہر انسان کی کامیابی ونامرادی کا مدار بھی اسی تزکیہ نفس پر رکھا ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ (سورۃ الشمس: ۹، ۱۰)

ترجمہ: ''یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے نفس کو پاک کر لیا، اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اسے (رذائل میں) دھنسا دیا۔''

اور بتایا گیا ہے کہ گناہ ظاہری اعضاء ہی سے نہیں ہوتے بلکہ باطن کے بھی گناہ ہیں، دونوں سے بچنا فرض عین ہے، اور ہر گناہ موجب عذاب، خواہ ظاہر کا ہو یا باطن کا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴾ (سورۂ انعام: ۱۲۰)

ترجمہ: ''تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی، بلاشبہ جو لوگ گناہ (ظاہر یا باطن کا) کر رہے ہیں ان کو ان کے کیے کی سزا عنقریب ملے گی۔''

باطنی گناہ قلب کے وہی گناہ ہیں جن کے متعلق پیچھے عرض کیا گیا ہے کہ وہ ہمارے تمام ظاہری گناہ کا منبع ہیں، ہمارے ہر گناہ کا سوتا وہیں سے پھوٹتا ہے، تصوف کی اصطلاح میں انہی کو ''رذائل یا اخلاق رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔ ان کے بالمقابل دل کی نیکیاں اور عبادتیں ہیں جو ہماری تمام ظاہری عبادتوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ہیں، ہر عبادت اور ہر نیکی انہی کا مرہون منت ہے، قلب کے ان نیک اعمال کو تصوف کی اصطلاح میں ''فضائل یا اخلاق حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔

جس طرح اچھے برے ظاہری اعمال کی ایک طویل فہرست ہے جن کے شرعی احکام فقہ میں بتائے جاتے ہیں، اسی طرح باطنی اعمال یعنی ''رذائل یا فضائل'' کی تعداد بھی بہت ہے جو تصوف کا موضوع ہے۔ یہاں چند فضائل اور چند رذائل بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ قرآن وسنت سے فضائل کی تاکید اور رذائل کی ممانعت کتنے شد ومد سے کی ہے، اور یہ تاکید کسی طرح اس تاکید سے کم نہیں جو ظاہری اعمال کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت میں کی گئی ہے۔

---

[1] یہ مشکوٰۃ شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من استبرأ لدینه وصحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترک الشبهات)

[3] تصوف کے مشہور امام حضرت عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں تصوف کی جو حقیقت تفصیل سے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے، دیکھیے ''عوارف المعارف'' ۱/۲۹۰ برحاشیہ احیاء العلوم للغزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۱۵۴﴾ فضائل کی ترغیب وتاکید

تقویٰ کی تاکید:

ایک باطنی عمل ''تقویٰ'' ہے قرآن حکیم نے اپنی دوسری سورت میں اعلان کیا ہے کہ اس کی تعلیم سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (سورۂ بقرہ:۲)

ترجمہ: ''یہ کتاب (قرآن) تقویٰ والوں کو راہ دکھاتی ہے۔''

تقویٰ والوں کے لیے آخرت کی لازوال نعمتوں کی جگہ جگہ بشارت ہے۔ مثلاً:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ﴾ (سورۂ طور:۱۷)

ترجمہ: ''بے شک تقویٰ والے باغوں میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔''

قرآن نے جابجا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتادیا ہے کہ سچے لوگوں کی معیت اور صحبت اختیار کرو:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ﴾ (سورۂ توبہ: ۱۱۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ رہو جو نیت اور بات میں سچے ہیں۔''

اللہ کے نزدیک ہر عزت و برتری کا معیار بھی یہی تقویٰ ہے۔ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (سورۂ حجرات:۱۳)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔''

یہ چند آیات بطورِ نمونہ ہیں، سب آیات جمع کی جائیں تو کئی ورق درکار ہوں گے۔

اخلاص کی تاکید:

اسی طرح ''اخلاق'' دل کا عمل ہے، قرآن حکیم نے اس کی تاکید میں بھی کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ زمر:۲)

ترجمہ: ''سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے، اسی کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے۔''

﴿قُلْ إِنِّي اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ زمر:۱۱)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں۔''

قرآن پاک میں سات جگہ یہ ارشاد ہے:

﴿مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ البینۃ:۵)

ترجمہ: ''اطاعت گزاری کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے۔''

توکل کی ترغیب:

اسی طرح ''توکل'' جو نفس کا اندرونی عمل ہے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا اور ساتھ ہی بشارت سنائی گئی کہ:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ''تو آپ اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

سب مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ:

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۲۲)

ترجمہ: ''پس مسلمان تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں۔''

قرآن پاک نے بتایا کہ پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی اُمت کو توکل کی تعلیم دیتے رہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب فرمایا کہ:

﴿ يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴾ (سورۂ یونس:۸۴)

ترجمہ: ''اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو، اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اصول کا اعلان عام فرمایا دیا ہے کہ:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ (سورۂ طلاق:۳)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔''

صبر کی تلقین:

اسی طرح ''صبر'' باطنی فضائل میں سے ہے، جس کے معنی ہیں ''طبیعت کے خلاف باتیں پیش آنے پر نفس کا اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا، اور ثابت قدم رکھنا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں اس صبر کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ قرآن حکیم میں آپ کو ہدایت کی گئی ہے کہ:

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (سورۂ احقاف:۳۵)

ترجمہ: ''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ویسا ہی) صبر کیجئے جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔''

﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ نحل:۱۲۶)

ترجمہ: ''صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے۔''

اور حکم کے ساتھ بشارت دی گئی کہ:

﴿ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ انفال:۴۶)

ترجمہ: ''اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

جنت کی نعمت عظمیٰ بھی صبر کرنے والوں کا حصہ ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۴۲)

ترجمہ: ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کو (آزما کر) نہیں دیکھا جنہوں نے خوب جہاد کیا، اور صبر کرنے والے ہوں۔''

یہ صرف چار فضائل کے متعلق آیات قرآنیہ کی چند مثالیں ہیں، تمام آیات واحادیث جمع کی جائیں تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے، ان مثالوں سے بتانا یہ مقصود ہے کہ شرعی فرائض صرف ظاہری اعمال پر منحصر نہیں، فضائل کا حاصل کرنا بھی نماز، روزہ وغیرہ کی طرح فرض ہے، بلکہ خود نماز، روزہ وغیرہ بھی ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔

﴿۱۵۵﴾ رذائل کی قباحت وممانعت

تکبر کی مذمت:

رذائل وہ ناپاک باطنی اخلاق واعمال ہیں جن کو قرآن وسنت میں حرام قرار دیا گیا ہے، ان کی یہاں فہرست دینا نہ ممکن ہے نہ مقصود۔ چند مثالیں یہ ہیں:

﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾ (سورۂ نحل:۲۳)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔''

اور جسے اللہ پسند نہ کرے اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا کہاں ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (سورۂ زمر:۶۰)

ترجمہ: ''کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟''

شافع محشر رحمۃ للعالمین ﷺ نے بھی صاف صاف بتادیا ہے کہ:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ) (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب تحریم الکبیر وبیانہ: ۶۵/۱)

ترجمہ: ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

ریاکاری کی شناخت:

ریاء، ایسا خطرناک باطنی رذیلہ ہے کہ وہ انسان کی بہتر سے بہتر عبادت کو تباہ کرتا بلکہ اُلٹا عذاب میں گرفتار کرا کے چھوڑتا ہے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ﴾ (سورۂ ماعون:۴،۷)

ترجمہ: ''بڑا عذاب ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ریا کو ''چھوٹی قسم کا شرک'' قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

(إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ: الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: إِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ، اِذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمُ الْجَزَاءَ) (مسند احمد، طبرانی، بیہقی، شعب الایمان)

ترجمہ: ''تمہارے متعلق جن چیزوں کا مجھے ڈر ہے ان میں سب سے زیادہ خوفناک ''چھوٹا شرک'' ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! ''چھوٹا شرک'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ریاء''۔ قیامت کے دن جب اللہ عزوجل اپنے بندوں کو ان کے کاموں کا ثواب عطا فرمائے گا تو دکھاوے کے لیے کام کرنے والوں سے فرمادے گا کہ جاؤ ان لوگوں کے پاس جنہیں دکھانے کے لیے تم دنیا میں کام کرتے تھے، اور دیکھو ان سے تمہیں ثواب ملتا ہے کہ نہیں۔'' [1]

حسد کی قباحت:

حسد، وہ باطنی بیماری ہے کہ اس کا بیمار، دنیا میں تو چین پاتا ہی نہیں، اس کی آخرت بھی برباد ہوکر رہتی ہے۔ قرآن پاک کے بیان

[1] حافظ زین العابدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح احیاء العلوم میں کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں، دیکھئے احیاء العلوم مع شرح: ۲۵۴/۳

کردہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں کیا گیا، اور سب سے پہلا گناہ ہے جو زمین پر کیا گیا۔ (احیاء العلوم وتفسیر معارف القرآن: ۸/۸۴۵، بحوالہ تفسیر قرطبی) کیونکہ آسمان پر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور زمین پر سب سے پہلا قتل جو قابیل نے ہابیل کا کیا تھا وہ بھی اسی حسد کا شاخسانہ تھا۔ حسد کا شر اتنا خطرناک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تلقین کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شر سے پناہ مانگیں:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (سورۂ فلق: ۵)

ترجمہ: ''اور (آپ کہیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ:

(اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنٰتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ) (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد: ۲/۶۷۲، اصح المطابع)

ترجمہ: ''تم حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے (برباد کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔''

بخل کی برائی:

اسی طرح بخل باطن کی وہ رذیل خصلت ہے جو انسان کو ہر مالی ایثار قربانی سے روکتی ہے، اس باطنی بیماری کا ذکر قرآن حکیم نے ان خصلتوں کے ساتھ کیا ہے جو کافروں کا خاصہ ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○ وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی﴾ (سورۂ الليل: ۸، ۱۱)

ترجمہ: ''اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا، ہم اس کو رفتہ رفتہ سختی میں پہنچا دیں گے، اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ جب وہ (جہنم کے) گڑھے میں گرے گا۔''

جس شخص کا بخل اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ شریعت نے جو مالی واجبات اس کے ذمہ کیے ہیں، ان کی ادائیگی سے بھی محروم ہو جائے، اس کے لیے قرآن حکیم میں سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے:

﴿ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۸۰)

ترجمہ: ''جو لوگ ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ بات ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی، بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے، ان لوگوں کو قیامت کے دن اس مال کا (سانپ بنا کر) طوق پہنایا جائے گا، جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔''

بخل کا بیمار دوسروں کے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت وہ خود اپنے ساتھ بخل کرتا ہے، وہ اس کی بدولت اس دنیا میں اپنے آپ کو ہر دلعزیزی اور نیک نامی بلکہ جائز آرام وراحت تک سے اور آخرت میں ثواب کی نعمت سے محروم رکھتا ہے، قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ:

﴿فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ﴾ (سورۂ محمد: ۳۸)

ترجمہ: ''پس تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔''

بخل ہی کے بدترین درجہ کا نام ''شح'' ہے۔ قرآن پاک نے بتایا کہ فلاح وکامیابی انہی لوگوں کا مقدر ہے جو شح سے محفوظ ہوں:

﴿ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورۂ حشر: ۹۰)

ترجمہ: ''اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

﴿۱۵۶﴾ تصوف اور علم تصوف کی اصطلاحی تعریف

غرض ''فضائل اور''رذائل'' کی ایک طویل فہرست ہے، تمام باطنی خصلتوں کا الگ الگ بیان، ہر ایک کی حقیقت و ماہیت، اس کے اسباب و علامات، فضائل حاصل کرنے کے طریقے، اور رذائل سے چھٹکارا پانے کی تدابیر۔ یہ تفصیلات تو تصوف کی کتابوں [1] اور صوفیاء کرام کی مجلسوں میں ملیں گی، یہاں ان مثالوں سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ظاہر کے کچھ اعمال فرض عین اور کچھ حرام ہیں، اسی طرح باطن کے اعمال میں بھی کچھ فرض عین ہیں، اور کچھ حرام اور ان باطنی فرائض پر عمل کرنا اور باطن کی حرام خصلتوں سے اجتناب کرنا ہی تصوف ہے۔ چنانچہ علم تصوف کی اصطلاحی تعریف جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بیان کی ہے۔ (دیکھئے احیاء العلوم: ۱/ ۱۹۔ مطبوعہ مصر) اس کا جامع مانع خلاصہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ:

(هُوَ عِلْمٌ يُّعْرَفُ بِهٖ أَنْوَاعُ الْفَضَائِلِ وَ كَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا، وَأَنْوَاعُ الرَّذَائِلِ وَ كَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا) (رد المختار مع الدر المختار: ۱/ ۴۰)

ترجمہ: ''تصوف وہ علم ہے جس سے اخلاق حمیدہ کی قسمیں اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ اور اخلاق رذیلہ کی قسمیں اور ان سے بچنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔''

﴿۱۵۷﴾ فقہ کی طرح علم تصوف کا بھی ایک حصہ فرض عین اور پورا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے

جس طرح ہر مرد و عورت پر اپنے اپنے حالات و مشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرض ہے اور پورے فقہ کے مسائل میں بصیرت و مہارت حاصل کرنا اور مفتی بننا سب پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ [2] ہے، اسی طرح جو اخلاق حمیدہ کسی میں موجود نہیں انہیں حاصل کرنا اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے علم پر موقوف ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے، یہ فرض کفایہ ہے۔

(رد المختار مع الدر المختار: ۱/ ۴۰، تفسیر معارف القرآن: ۴/ ۴۹۰، سورۂ توبہ: ۱۲۲)

﴿۱۵۸﴾ صوفی و مرشد کی تعریف

جس طرح فقہ کے ماہر کو ''فقیہ''، ''مفتی'' اور ''مجتہد'' کہتے ہیں اسی طرح تصوف و سلوک کے ماہر کو ''صوفی''، ''مرشد''، ''شیخ'' اور عام زبان میں ''پیر'' کہا جاتا ہے۔ جس طرح قرآن و سنت سے فقہی مسائل اور احکام نکالنا اور حسب حال شرعی حکم معلوم کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں، بلکہ رہنمائی کے لیے استاد یا ''فقیہ اور مفتی'' کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطنی اخلاق کو قرآن و سنت کے

---

[1] مثلاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ''احیاء العلوم جلد ثالث'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''التشرف''، اور ''تعلیم الدین''، اور ''روح تصوف''، اور ''قصد السبیل''، وغیرہ

[2] فرض کی دو قسمیں ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ، فرض عین اس فرض کو کہا جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے، بعض مسلمانوں کے کر لینے سے باقی مسلمان سبکدوش نہیں ہوتے۔ جیسا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ...... اور فرض کفایہ وہ فرض ہے جو بعض لوگوں کے بقدر ضرورت ادا کرنے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، جیسے مسلمان میت کے کفن دفن کا انتظام، نماز جنازہ اور جہاد وغیرہ پورے فقہ اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا بھی فرض کفایہ ہے کہ اگر کسی بستی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو جو وہاں کے مسلمانوں کو پیش آنے والے شرعی مسائل بتا سکے اور ان کے تزکیہ اخلاق کا کام بقدر ضرورت کر سکے تو اس بستی کے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اگر اس شہر میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر فرض ہے کہ ایسا عالم اپنے یہاں تیار کریں یا کہیں اور سے بلا کر رکھیں ورنہ سب اہل شہر گناہگار رہوں گے۔ (تفسیر معارف القرآن: ۴/ ۴۸۷ تا ۴۹۰)

مطابق ڈھالنا ایک نازک اور قدرے مشکل کام ہے، جس میں بسا اوقات مجاہدوں، ریاضتوں اور طرح طرح کے نفسیاتی علاجوں کی ضرورت پیش آتی ہے، اور کسی ماہر کی رہنمائی کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا، اس نفسیاتی علاج اور رہنمائی کا فریضہ شیخ و مرشد انجام دیتا ہے۔

اسی لیے ہر عاقل و بالغ مرد و عورت کو اپنے تزکیہ اخلاق کے لیے ایسے شیخ و مرشد کا انتخاب کرنا پڑتا ہے جو قرآن و سنت کا متبع ہو، اور باطنی اخلاق کی تربیت کسی مستند شیخ کی صحبت میں رہ کر حاصل کر چکا ہو۔ [1]

﴿۱۵۹﴾ بیعت فرض و واجب نہیں

بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مرشد اور اس کے شاگرد (مرید) کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، مرشد یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا سکھائے گا، اور مرید وعدہ کرتا ہے کہ مرشد جو بتلائے گا اس پر عمل ضرور کرے گا، یہ بیعت فرض و واجب تو نہیں، اس کے بعد بھی مرشد کی رہنمائی میں اصلاح نفس کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے، لیکن بیعت چونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، اور معاہدہ کی وجہ سے فریقین کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی قوی رہتا ہے، اس لیے بیعت سے اس مقصد کے حصول میں بہت برکت اور آسانی ہو جاتی ہے۔

﴿۱۶۰﴾ کشف و کرامات مقصود نہیں

جب اصلاحِ نفس کا مقصد ضروری حد تک حاصل ہو جاتا ہے، یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی زندگی کے ہر گوشہ میں ہونے لگتی ہے، تو ایسے بعض لوگوں پر بعض حالات میں کشف اور الہام اور کرامات کا ظہور بھی ہو جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے، جیسا کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کے واقعات مشہور ہیں، مگر یہ کشف و کرامات نہ فقہ کا مقصود ہیں نہ تصوف کا، نہ ان پر دین کا کمال موقوف ہے، نہ علم دین کا، بلکہ بعض پوشیدہ آئندہ پیش آنے والی باتیں معلوم ہو جانا، عجیب و غریب واقعات کا پیش آ جانا تو کمال دین کی بھی دلیل نہیں کیونکہ اس کی چیزیں تو مشق کرنے سے بعض اوقات ایسے لوگوں کو بھی پیش آ جاتی ہیں جو دین کے پابند نہ ہوں۔ مسمریزم اور جادو کرنے والوں کی شعبدہ بازیاں بھی دیکھنے میں تو عجیب و غریب ہی ہوتی ہیں، مگر ان کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ کشف و کرامات شعبدہ بازی نہیں ہوتی، بلکہ محض اللہ جل شانہ کا عطیہ ہے، جو وہ اپنے کسی نیک بندے کو بعض حالات میں دے دیتا ہے، مگر یہ تصوف کا مقصود نہیں، اور دین کا کوئی کمال اس پر موقوف نہیں۔

﴿۱۶۱﴾ مقصود صرف اتباعِ شریعت اور اللہ کی رضا ہے

دین کا کمال تو اپنے ظاہر و باطن میں شریعت پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے میں ہے، اسی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اور یہی فقہ اور تصوف کا حاصل و مقصود ہے۔ یہ مقصود نہ فقہ پر عمل کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے نہ تصوف کے بغیر۔ تصوف کا مقصود نہ بیعت ہے نہ ریاضتیں اور مجاہدے ہیں، اور نہ کشف و کرامات، بیعت اور مجاہدے مقصود حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، اور کشف و کرامات مقصود حاصل ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے ایک قسم کا مزید انعام ہیں، کسی کو یہ انعام ملتا ہے، کسی کو کسی اور انعام سے نوازا جاتا ہے۔ بالفرض جسے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بغیر ہی اپنی ظاہر و باطن کی اصلاح نصیب ہو جائے اور زندگی بھر ایک بار بھی سچا خواب نظر نہ آئے، نہ کسی کشف و کرامات کا ظہور ہو، اس کے بھی ولی اللہ اور مومن کامل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے کشف و کرامات کا ظہور

---

[1] شیخ میں کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اس کے لئے ملاحظہ فرمائیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "قصد السبیل" ہدایت سوم: ص ۵

ہوتا ہو وہ اس کے مقابلے میں زیادہ کامل و افضل ہو، مدار کمال و افضلیت تو صرف اور صرف تقویٰ پر ہے، جس میں زیادہ تقویٰ ہے وہی زیادہ افضل، اور اللہ عزوجل کا زیادہ مقرب ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۂ حجرات: ۱۳)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔''

تصوف کی حقیقت جو ان صفحات میں بیان کی گئی، تصوف کی تمام مستند کتابیں اسی اجمال کی تفصیل ہیں، تمام فقہاء اور صوفیائے کرام اس کی تعلیم و تربیت کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ اسی تصوف اور اسی فقہ پر عمل کا کامل نمونہ ہے، اور یہی ایمان کے بعد قرآن و سنت کی تعلیمات کا حاصل ہے۔ (نور اور الفقہ: ۱/۴۲ تا ۵۹)

﴿۱۶۲﴾ باپ اور بیٹے کا عجیب واقعہ

قرطبی نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ۔ اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو اس سے پوچھئے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔ جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے والد سے کہا کہ کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں۔ والد سے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اِیْـــــــہ'' (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی، اب وہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں)۔

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے)۔

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ۔ اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّمُنْتُكَ يَافِعًا ... تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتُنْهَلُ

ترجمہ: میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اُٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

اِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسَّقْمِ لَمْ اَبِتْ ... لِسَقْمِكَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ

ترجمہ: جب کسی میں تمہیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری۔

كَاَنِّيْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ ... طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِيْ فَعَيْنِيْ تَهْمَلُ

ترجمہ: گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے، تمہیں نہیں، جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا۔

تَخَافُ الرَّدٰى نَفْسِيْ عَلَيْكَ وَاَنَّهَا ... لِتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُّوَجَّلُ

ترجمہ: میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ　　اِلَيْهَا مَدٰى مَا كُنْتُ فِيْكَ أُؤَ مِّلُ

ترجمہ: پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کرتا تھا۔

جَعَلْتَ جَزَآئِيْ غِلْظَةً وَّ فِظَاظَةً　　كَاَنَّكَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

ترجمہ: تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان و انعام کر رہے ہو۔

فَلَيْتَكَ اِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِيْ　　فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ يَفْعَلُ

ترجمہ: کاش! اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔

فَاَوْ لَيْتَنِيْ حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ　　عَلَيَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

ترجمہ: تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

رسول کریم ﷺ نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا:

(اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ) (قرطبی بحوالہ معارف القرآن: ۵/۴۶۸)

یعنی ''جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے۔''

﴿۱۶۳﴾ میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا آسان نسخہ

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ انشاء اللہ چند دنوں میں ایسی عجیب محبت پیدا ہو جائے گی کہ جس کا دونوں کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

یاد رکھئے! اینٹ کو اینٹ سے ملانے کے لیے سیمنٹ کی ضرورت ہے، لکڑی کو لکڑی سے ملانے کے لیے کیل کی ضرورت ہے، کاغذ کو کاغذ سے ملانے کے لیے گوند کی ضرورت ہے۔ لیکن دو دلوں کو ملانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ظاہری تدبیر بیوی کی طرف سے جائز کاموں میں شوہر کی پوری اطاعت اور درج ذیل الفاظ کہنا ہے:

﴿۱﴾ جی ہاں! جی ہاں! جی ہاں۔　﴿۲﴾ اچھا! اچھا! اچھا۔

﴿۳﴾ آئندہ نہیں ہوگا، آئندہ نہیں ہوگا۔　﴿۴﴾ جیسے آپ کہیں گے ویسے ہی کروں گی، جیسے آپ کہیں گے ویسے ہی کروں گی۔

﴿۵﴾ معاف فرما دیجئے، معاف فرما دیجئے۔　﴿۶﴾ آپ صحیح فرما رہے ہیں، آپ صحیح فرما رہے ہیں۔

اور باطنی تدبیر یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے دل سے دعائیں کریں۔ ایک دوسرے کو خوب معاف کر کے ایک دوسرے کو اپنے حالات سے مجبور سمجھ کر بے قصور سمجھیں۔ اس کی غلطیوں پر دل میں اس کے خلاف اٹھنے والے غم و غصہ کے جذبات کو پیار و محبت، شفقت اور رحمت کی تھپکی دے کر سلا دیں۔

﴿۱۶۴﴾ بے خوابی کا بہترین علاج

طبرانی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اُچاٹ ہو جایا کرتی تھی، تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اس امر کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔

(اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ! يَا قَيُّوْمُ! اَنِمْ عَيْنِيْ وَاهْدِئْ لَيْلِيْ) (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۶۸)

ترجمہ: ''میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ دور ہو گئی۔''

﴿۱۶۵﴾ چار صفتیں پیدا کیجئے

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں جب تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں:

﴿۱﴾ امانت کی حفاظت۔ ﴿۲﴾ بات کی صداقت۔

﴿۳﴾ حسن اخلاق۔ ﴿۴﴾ حلال روزی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۸۴)

﴿۱۶۶﴾ دو سوکنوں کا تقویٰ

بغداد میں ایک بڑا سوداگر رہتا تھا۔ یہ بڑا ہی دیانت دار و ہوشیار تھا۔ خدا نے اس کا کاروبار بھی خوب ہی چمکایا تھا۔ دور دور سے خریدار اس کے یہاں پہنچتے اور اپنی ضرورت کا سامان خریدتے۔ اسی کے ساتھ ساتھ خدا نے اس کو گھریلو سکھ بھی دے رکھا تھا۔ اس کی بیوی نہایت خوبصورت، نیک، ہوشیار اور سلیقہ مند تھی۔ سوداگر بھی دل و جان سے اس کو چاہتا تھا اور بیوی بھی سوداگر پر جان چھڑکتی تھی، اور نہایت عیش و سکون اور میل محبت کے ساتھ ان کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔

سوداگر کاروباری ضرورت سے کبھی کبھی باہر بھی جاتا، اور کئی کئی دن گھر سے باہر سفر میں گزارتا۔ بیوی یہ سمجھ کر کہ یہ گھر سے غائب رہنا کاروباری ضرورت سے ہوتا ہے، مطمئن رہتی۔ لیکن جب سوداگر جلدی جلدی سفر پر جانے لگا اور زیادہ زیادہ دنوں تک گھر سے غائب رہنے لگا، تو بیوی کو شبہ ہوا اور اس نے سوچا ضرور کوئی راز ہے۔

گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی۔ سوداگر کی بیوی کو اس پر بڑا بھروسہ تھا، اور اکثر باتوں میں وہ اس ملازمہ کو اپنا راز دار بنا لیتی۔ ایک دن اس نے بڑھیا سے اپنے شبہ کا اظہار کیا اور بتایا کہ مجھے بہت بے چینی ہے۔ بڑھیا بولی: اے بی بی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں؟ پریشان ہوں آپ کے دشمن۔ آپ نے اب کہا ہے، دیکھئے میں چٹکی بجانے میں سب راز معلوم کئے لیتی ہوں۔ اور بڑھیا ٹوہ میں لگ گئی۔ اب جو سوداگر گھر سے چلے تو یہ بھی پیچھے لگ گئی، اور آخر کار اس نے پتہ لگا لیا کہ سوداگر صاحب نے دوسری شادی کر لی ہے اور یہ گھر سے غائب ہو کر اس نئی بیوی کے پاس عیش کرتے ہیں۔

بڑھیا یہ راز معلوم کر کے آئی اور بی بی کو سارا قصہ سنایا۔ سنتے ہی بی بی کی حالت غیر ہو گئی۔ سوکن کی جلن مشہور ہی ہے، لیکن جلد ہی اسی بی بی نے اپنے کو سنبھال لیا، اور سوچا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے، اب میں پریشان ہو کر اپنی زندگی کیوں اجیرن بناؤں۔ اور اس نے میاں پر قطعاً ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اس راز سے واقف ہے، وہ ہمیشہ کی طرح سوداگر کی خدمت کرتی رہی، اور اپنے برتاؤ اور خلوص و محبت میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

دوسری طرف شریف سوداگر نے بھی اپنی بیوی کے حقوق میں کوئی کمی نہ کی، اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی اور ہمیشہ کی طرح اسی خلوص و محبت سے بیوی کے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ شوہر کے اس نیک برتاؤ نے بیوی کو سوچنے پر مجبور کر دیا، اور اس نے یہ طے کر لیا کہ وہ شوہر کے اس جائز حق میں ہرگز روڑا نہ بنے گی۔ اس نے سوچا کہ آخر میاں مجھ سے ظاہر کر کے بھی تو دوسرا نکاح کر سکتا تھا۔ میاں نے اس طرح چھپا کر یہ نکاح کیوں کیا؟ اسی لئے کہ میرے دل کو تکلیف ہو گی۔ میں سوکن کے جلاپے کو برداشت نہ کر سکوں گی۔

کتنا پیارا ہے میرا شوہر! اس نے میرے نازک جذبات کا کیسا خیال رکھا۔ پھر اس نے اس نئی دلہن کی محبت میں مست ہو کر میرا کوئی حق تو نہیں مارا۔ اس کے سلوک اور محبت میں بھی تو کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر مجھے کیا حق ہے کہ میں اس کو اس حق سے روکوں جو خدا نے اس کو دے رکھا ہے۔ مجھ سے زیادہ ناشکرا اور نالائق کون ہو گا۔ جو ایسے مہربان شوہر کے جائز جذبات کا لحاظ نہ کرے، اور اس کے دل کو تکلیف پہنچائے۔ بیوی یہ سوچ کر بالکل ہی مطمئن ہو گئی۔

سوداگر اپنی بیوی کا خوش گوار سلوک اور محبت کا برتاؤ دیکھ کر یہی سمجھتے رہے کہ شاید خدا کی اس بندی کو یہ راز معلوم نہیں ہے، اور پوری احتیاط کرتے رہے کہ کسی طرح معلوم نہ ہونے پائے۔ اور دونوں ہنسی خوشی پیار و محبت کی زندگی گزارتے رہے۔ آخر کچھ سالوں کے بعد سوداگر کی زندگی کے دن پورے ہوئے اور ان کا انتقال ہوگیا۔ سوداگر نے چونکہ دوسری شادی شہر سے دور بہت خاموشی سے کی تھی، اس لیے اس کے رشتہ داروں میں سے کسی کو بھی یہ راز معلوم نہ تھا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ سوداگر کی بس یہی ایک بیوی تھی۔

چنانچہ جب ترکے کی تقسیم کا وقت آیا تو لوگوں نے یہی سمجھ کر ترکہ تقسیم کیا اور اس نیک بیوی کو اس کا حصہ دے دیا۔ سوداگر کی بیوی نے بھی حصہ لے لیا، اور یہ پسند نہ کیا کہ اپنے مرے ہوئے شوہر کے اس راز کو فاش کرے جو زندگی بھر سوداگر نے لوگوں سے چھپایا۔ لیکن اس نیک بی بی نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ وہ سوداگر کی دوسری بیوی کا حق مار بیٹھے۔ بے شک کسی کو یہ خبر نہ تھی اور نہ اس کی طرف سے کوئی دعویٰ کرنے والا تھا۔ لیکن اس خدا کو تو سب کچھ معلوم تھا جس کے حضور ہر انسان کو کھڑے ہو کر اپنے اچھے برے اعمال کا جواب دینا ہے۔ سوداگر کی بیوہ یہ سوچ کر کانپ گئی اور اس نے یہ طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہوگا وہ اپنے حصے میں سے آدھی رقم ضرور اپنی سوکن بہن کو بھجوائے گی، اور اس نے ایک نہایت معتبر آدمی کو یہ ساری بات بتا کر اپنے حصہ میں سے آدھی رقم حوالے کی اور اپنی سوکن کے پاس روانہ کیا، اور اس کے یہاں کہلوا بھیجا کہ افسوس آپ کے شوہر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مجھے ان کی جائیداد اور ترکے میں سے جو کچھ ملا ہے، اسلامی قانون کی رو سے آپ اس میں برابر کی شریک ہیں۔ میں اپنے حصے کی آدھی رقم آپ کو بھیج رہی ہوں، اُمید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ یہ پیغام اور رقم بھیج کر نیک بی بی بہت مطمئن تھیں، ان کو ایک روحانی سکون تھا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ شخص واپس آ گیا اور اس نے وہ ساری رقم واپس لا کر سوداگر کی بیوی کو دی۔ سوداگر کی بیوہ فکرمند ہوئی اور وجہ پوچھی۔ قاصد نے جیب سے ایک خط نکالا اور کہا اس کو پڑھ لیجئے، اس میں سب کچھ لکھا ہے، آپ فکرمند نہ ہوں۔

﴿۱۶۷﴾ سوکن کا سبق آموز خط

پیاری بہن! آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑا رنج ہوا کہ آپ کے اچھے شوہر کا انتقال ہوگیا اور آپ ان کی سرپرستی سے محروم ہوگئیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش فرمائے۔ میں کس دل سے آپ کے خلوص و ایثار کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے ان کے ترکے میں سے اپنے حصے کی آدھی رقم مجھ کو بھیجی۔ میں آپ کی اس نیک روش سے بہت ہی متاثر ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سوداگر کے اس راز سے کوئی واقف نہ تھا۔ میرا نکاح بہت ہی پوشیدہ طریقے پر ہوا تھا، مجھے تو یقین تھا کہ آپ کو بھی اس کی خبر نہیں ہے۔ اور میں کیا، خود سوداگر مرحوم بھی یہی سمجھتے رہے کہ آپ کو اس دوسری شادی کی اطلاع نہیں ہے۔ اب آپ کے اس خط سے یہ راز کھلا کہ آپ ہمارے راز سے واقف تھیں۔ سوکن کی جلن طبعی بات ہے۔ آپ کو ضرور اس واقعے سے تکلیف پہنچی ہوگی۔ لیکن اللہ اکبر! آپ کا صبر و ضبط! حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس صبر و ضبط سے کام لیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ کبھی اشارے کنائے سے بھی تو آپ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ ہماری اس خفیہ شادی سے واقف ہیں۔ آپ کا یہ ایثار اور صبر و تحمل واقعی حیرت انگیز ہے، میں تو آپ کے اس کمال سے انتہائی متاثر ہوں۔ دولت کسی کو کاٹتی ہے۔ دولت کے لیے لوگ کیا کچھ نہیں کرتے۔ لیکن آفریں آپ کی ایمانداری کو، یہ جانتے ہوئے کہ میرا نکاح راز میں ہے، اور وہاں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی خبر ہو، اور جو میری طرف سے وکالت کرے، مگر آپ نے محض خدا کے خوف سے میرے حق کا خیال رکھا اور اپنے حصے میں سے آدھی رقم مجھے بھیج دی۔ خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہو تو ایسا ہو، اور خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ ہو تو ایسا ہو۔

اچھی بہن! میں آپ کی اس دیانت، خلوص اور حق شناسی سے بہت متاثر ہوں، خدا آپ کو خوش رکھے اور دنیا و آخرت میں سرخرو

فرمائے۔ لیکن بہن! میں اب اس حصے کی مستحق نہیں رہی ہوں، خدا آپ کا یہ حصہ آپ ہی کو مبارک کرے۔ یہ صحیح ہے کہ سوداگر مرحوم نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ میرے پاس آکر کئی دن رہتے تھے۔ بے شک ہم نے بہت دنوں عیش و مسرت کی زندگی بسر کی ،لیکن ادھر کچھ دنوں سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ سوداگر مرحوم نے مجھے طلاق دے دی تھی اس راز کی آپ کو خبر نہیں ہے۔ میں اس خط کے ساتھ آپ کی بے مثال محبت، عنایت، ایثار، خلوص اور ہمدردی کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔

والسلام

آپ کی بہن

سوداگر کی بیوہ نے اس خاتون کا یہ خط پڑھا تو بہت متاثر ہوئی اور اس کی سچائی دیانت اور نیکی نے اس کے دل میں گھر کرلیا، اور پھر دونوں میں مستقل طور پر خلوص و محبت اور رفاقت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ (صفۃ الصفوۃ، اسلامی معاشرہ ص ۱۵۲)

﴿۱۶۸﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین عجیب سوال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عجیب جواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! کئی مرتبہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: وہ تین باتیں کیا ہیں؟

﴿۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی، اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس میں کوئی بری بات نہیں ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے......؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی تھیں، وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آکر آپس میں ملتی تھیں، جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان میں یہاں دنیا میں اُلفت ہو جاتی ہے، اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک بات کا جواب مل گیا۔

﴿۲﴾ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے، کبھی اسے بھول جاتا ہے، کبھی یاد آجاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے......؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے ہی دل کے لیے بھی بادل ہے، چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے، بادل اس کے سامنے آجاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے، اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند بھی چمکنے لگتا ہے، ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے، اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آجاتی ہے۔...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو باتوں کا جواب مل گیا۔

﴿۳﴾ تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا، اس کی کیا وجہ ہے؟...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: جی ہاں! اس کا جواب بھی معلوم ہے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے، جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پا لیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۴۹)

﴿۱۶۹﴾ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب و غریب سوال

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی پڑوسن تھی، میں نے (ان کے گھر میں جاکر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا یہ بتائیں کہ جب عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی ہے تو کیا

اسے غسل کرنا پڑے گا؟...... یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم نے اللہ کے رسول کے سامنے عورتوں کو رسوا کر دیا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے حیا نہیں کرتے، ہمیں جب مسئلہ میں مشکل پیش آئے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسے ہی اندھیرے میں رہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ میں خاک آلود ہوں، اگر اسے (کپڑوں پر یا جسم پر) پانی نظر آئے تو غسل کرنا پڑے گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کا بھی پانی ہوتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر بچہ ماں کے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟ عورتیں مزاج اور طبیعت میں مردوں جیسی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۵۴)

﴿۱۷۰﴾ ایک دیہاتی کا نہایت عمدہ اور قابل تعریف سوال اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

دوران سفر ایک دیہاتی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو جانا اور ''دوزخ سے دور اور جنت کے قریب کرنے والی بات'' پوچھنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی شفقت کے ساتھ جواب دینے کے بعد فرمانا کہ اچھا! اب ہماری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔

(عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ، اَنَّ اَعْرَابِیًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ فِیْ سَفَرٍ فَاَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِہٖ۔ اَوْ بِزِمَامِھَا۔ ثُمَّ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم!۔ اَوْیَامُحَمَّدُ!۔ اَخْبِرْنِیْ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَکَفَّ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ نَظَرَ فِیْ اَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ وُفِّقَ۔ اَوْلَقَدْ ھُدِیَ۔ قَالَ کَیْفَ قُلْتُ؟ فَاَعَادَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَۃَ) (رواہ مسلم: ۱/۳۱)

ترجمہ: ''حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک دیہاتی سامنے آ کھڑا ہوا، اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی، پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے وہ بات بتاؤ جو مجھے جنت سے قریب اور آتش دوزخ سے دور کر دے؟ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، پھر اپنے رفقاء کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور (ان کو متوجہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو اچھی توفیق ملی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی سے فرمایا: ہاں! ذرا پھر کہنا! تم نے کس طرح کہا: سائل نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا (مجھے وہ بات بتا دو! جو مجھے جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کر دے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف اللہ کی بندگی کرتے رہو، اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو، نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔ اب اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔'' (مسلم شریف)

مسلم شریف ہی کی اسی حدیث کی دوسری روایت کے آخر میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ ''جب وہ دیہاتی چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مضبوطی سے ان احکام پر عمل کرتا رہا تو یقیناً جنت میں جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق اور جنت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

فائدہ: اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتِ پیغمبرانہ کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں، اونٹنی پر سوار چلے جا رہے ہیں، اثنائے راہ میں ایک بالکل ناآشنا دیہاتی سامنے آ کر اچانک اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور پوچھتا ہے کہ مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والی بات بتلاؤ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے طرز عمل سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ اس کی دینی حرص کی ہمت افزائی فرماتے ہیں، اور اپنے رفقائے سفر کو متوجہ کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو اچھی توفیق ملی۔ پھر اپنے ان رفیقوں کو بھی سائل کی زبان ہی سے اس کا سوال سنوانے کے لیے اسے فرماتے ہیں: ذرا پھر کہو! تم نے کیسے کہا؟ اس کے بعد جواب دیتے ہیں، اور آخر میں فرماتے ہیں: اچھا! اب ہماری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔ اللہ اکبر! پیغمبری کیا ہے؟!! شفقت و رحمت کا ایک مجسم پیکر ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ سوم

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

انتخاب و ترتیب

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی
انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالیٰ
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح وعمر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی
مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز
ناشر .... **مکتبہ عائشہ**
حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

فہرست (سوم)

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس

حضرت مولانا مفتی سعید **احمد** صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

''بکھرے موتی'' میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگ رنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجدہم کا کشکول ہے جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کیے ہیں۔ ایک حسین دسترخوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لیے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں، جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو ایک گونہ عملیات کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب میں چار چاند لگائے ہیں۔ اس لیے اُمید ہے کہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور اُمت کو اس سے فیض یاب بنائیں۔

والسلام سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۱۶/صفر ۱۴۲۶ھ

☆.................☆☆☆.................☆

تعارف وتبصرہ

— از —

حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی زیدمجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب وواعظ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنھوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد تو بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دعا بھی طویل فرماتے تھے، مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گزارتے ہیں، مولانا کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے حضرت کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں۔ بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی ۹/ ذی الحجہ کو عشق وسرمستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے، یہ ایک دور افتادہ کی دعا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور تقاریر اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات وحکایات اور نصائح وحِکَم کو بیان کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاوٰی کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت ودلکش ہار ہے، جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد بمبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دعا پر ہوتا ہے۔ لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں جس سے گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع ومناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے جاتے ہیں، جواب کتابی شکل میں آگئے ہیں، ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے، زبان وبیان آسان ورواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (تعمیر حیات۔ ۲۵/ جنوری ۲۰۰۵ء صفحہ ۲۶)

☆.................☆☆☆.................☆

تقریظ

مولانا مفتی **محمد امین** صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ!

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں، موصوف نے ۱۲۹۳ ہجری مطابق ۱۹۷۳ء میں مظاہر علوم سہارن پور سے علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی ہے، طالب علمی کے زمانے سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تک والد محترم کے زیر سایہ دعوت وتبلیغ کے کام میں شب وروز لگے رہے، اور والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زید مجدہم جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے، اور رمضان المبارک میں تراویح کے بعد بمبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے آپ کی علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے۔ ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔ دوسری طرف مولانا زید مجدہم اُن پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانے سے اب تک منتخب ومحفوظ فرما رہے ہیں "بکھرے موتی" کے نام سے شائع فرما کر پوری اُمت مسلمہ کو فیض پہنچا رہے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے، جو خوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کئے بغیر دم نہیں لیتا۔

اس کتاب کے دو حصے نظر ثانی اور مفید اضافوں کے بعد شائع ہو چکے ہیں اور اب تیسرا حصہ پہلی بار "مکتبہ مدینہ" سے شائع ہو رہا ہے۔ اس حصے کے تمام مضامین نہایت قیمتی ہیں، خصوصاً اسمائے حسنٰی کے تعلق سے موصوف نے بڑی کارآمد باتیں جمع کر دی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے اور موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری
خادم حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
۱۵/ رجب ۱۴۲۶ ہجری

☆..............☆☆☆..............☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد باری تعالیٰ

زمین تیری زماں تیرا ، ہے امر کن فکاں تیرا
تو اَلخَلّاقِ جہاں یا رب! ہے مخلوق آسمان تیرا

شجر تیرے ثمر تیرے ہے اور آبِ رواں تیرا
فلک پر ضوفشاں وہ کاروانِ کہکشاں تیرا

تو متاعِ گل خنداں ، گلوں میں بوئے گل تیری
طیوران چمن تیرے ، نظام گلستان تیرا

بہر گوشہ بہر جانب تجلی عام ہے تیری
بہرسو ہیں تیرے جلوے، ہر ایک شئے میں نشاں تیرا

ہیں اوصاف و ثناء تیرے لبِ خارِ بیاباں پر
وُحوشِ دشت کی یاربّ زباں پر ہے بیاں تیرا

درخشاں کوکب و شمس وقمر ہیں نور سے تیرے
اُجالا ظلمتوں میں ہر طرف ہے ضوفشاں تیرا

تو پوشیدہ میں ہے ظاہر، تو ظاہر میں ہے پوشیدہ
حقیقت یہ ہے کہ بے شک عیاں تیرا نہاں تیرا

ثناء خواں صرف گلشن میں عنادِل ہی نہیں تیرے
گلوں میں خار بھی پایا گیا تسبیح خواں تیرا

حوادثِ موج و طوفان و بھنور گرداب ہیں تیرے
تیری رحمت میری کشتی ہے بحر بے کراں تیرا

قلم میں ہے نہ وہ قوت، زباں میں ہے نہ وہ طاقت
بیاں ہو وصف کیسے اے مکین لامکاں تیرا

بوقت مرگ راغبؔ ہے یہ تجھ سے التجا یاربّ
میسّر دیدِ آقا نام ہو وِردِ زباں تیرا

لُغَات:

حمد: تعریف...... امر: حکم، فرمان...... کُنْ فَکَانَ: ہوجاتو ہوگیا (اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَإِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۱۷) اور جب حکم کرتا ہے تو کسی کام کا تو یہی فرماتا ہے کہ ہوجا، پس ہوجاتا ہے)...... خَلَّاقِ جہاں: دنیا کو پیدا کرنے والا...... شَجَرْ: درخت...... ثَمَرْ: پھل...... آبِ رواں: بہتا ہوا پانی...... فَلَكْ: آسمان...... ضوفشاں: روشن، روشنی دینے والا...... کارواں: قافلہ...... کہکشاں: باریک باریک ستاروں کی لمبی سفیدی جو آسمان پر رات کے وقت لمبی گلی کے مانند معلوم ہوتی ہے...... متاع: پونجی...... گل خنداں: کھلا ہوا پھول...... بوئے گل: پھول کی خوشبو...... طیورانِ چمن: باغ کے پرندے...... تجلی: روشنی، چمک، جلوہ...... جَلْوَہْ: روشن...... شئے: چیز...... اوصاف: خوبیاں...... ثناء: تعریف...... لب: ہونٹ...... خارِ بیاباں: جنگل کے کانٹے...... وحوشِ دشت: جنگلی جانور...... درخشاں: چمکتا ہوا، روشن...... کوکب: ستارہ...... شمس: آفتاب، سورج...... قمر: چاند...... عیاں: ظاہر، کھلا ہوا...... نہاں: پوشیدہ، چھپا ہوا...... ثناخواں: تعریف کرنے والا...... گلشن: چمن، باغ...... عنادل: بلبلیں...... خار: کانٹا...... تسبیح خواں: پاکی بیان کرنے والا...... بحر بے کراں: نہایت وسیع سمندر...... مکین لامکان: ایسا مالک جو کسی جگہ میں نہیں یعنی اللہ تعالیٰ...... مرگ: موت...... راغب: شاعر کا نام ہے...... التجاء: گزارش، درخواست...... مُیَسَّر: دستیاب، حاصل...... دیدِ آقا: خدا تعالیٰ کا دیدار...... وردِ زباں: زبان پر چڑھا ہوا، وہ بات جو ہر وقت زبان پر جاری رہے۔ (محمد امین پالن پوری)

مناجاتِ باری تعالیٰ

ڈھل گیا دن زندگی کا آ گئی شام اجل، اے خدائے عزوجل
ہے سفر لمبا، نہیں دامن میں کچھ نقد عمل اے خدائے عزوجل

آدمی ہی آدمی کو کر رہا ہے اب ذلیل، اے میرے رب جلیل
آدمیت کی حدوں سے جا رہا ہے یہ نکل، اے خدائے عزوجل

ہوتے ہوتے زندگی ساری کی ساری کٹ گئی بے عمل آ گہی
موت بڑھتی آ رہی ہے لحہ لحہ، پل بہ پل، اے خدائے عزوجل

آدمی مختار بھی ہے آدمی مجبور بھی ، پاس بھی ہے دور بھی
دور اپنے آپ سے ہونے لگا ہے آج کل، اے خدائے عزوجل

دولت علم و یقیں سے مجھ کو مالا مال کر ، مجھے خوشحال کر
بے یقینی کو مرے ایمان کامل سے بدل ، اے خدائے عزوجل

بند ہیں سوچوں کے دروازے، دریچے فکر کے یا الٰہی کھول دے
ذہن ہے مفلوج، جذبات واحساسات شل، اے خدائے عزوجل

ہو سفر مکے کا منزل ہو مدینہ آخری ، آرزو ہے ایک یہی
جی دیارِ ہند میں لگتا نہیں ہے آج کل ، اے خدائے عزوجل

بھیج دے ایک بار ابابیلوں کا لشکر بھیج دے، اپنے کعبے کے لیے
ابرہہ والے ہیں پھر آمادۂ شر آج کل ، اے خدائے عزوجل

میں نے پابندی ہمیشہ تیرے احکام کی کی ہے، اور دن رات کی
اور ہوتی بھی رہی کوتاہی فکر و عمل ، اے خدائے عزوجل

میری ہمت، میری قوت جو بھی کچھ ہے سب تیرا، کچھ نہیں اس میں میرا
تو نے دی ہے جو نقاہت تو ہی دے گا مجھ کو بل، اے خدائے عزوجل

کیا کرے تیری ثنا؟! ہے راہی بے نطق ونوا، اس کی پھر اوقات کیا؟
ہیں سدا محو ثنا ارض و سما، دشت و جبل، اے خدائے عزوجل

لُغَات:

مناجات: دعا، وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا مانگی جائے ...... اجل: موت، قضا...... ذلیل: رسوا...... جلیل: بزرگ ...... بے آگہی: بے خبری ...... دریچہ: چھوٹا دروازہ، کھڑکی ...... مفلوج: بے حس ...... شل: بے حس ...... نقاہت: کمزوری...... بل: طاقت...... راہی: شاعر کا تخلص ہے...... نُطق: گویائی...... نوا: آواز، صدا...... اوقات: حیثیت...... سدا: ہمیشہ ہر وقت...... محوثنا: تعریف میں منہمک...... ارض: زمین...... سما: آسمان...... دشت: جنگل...... جبل: پہاڑ۔ (محمد امین پالن پوری)

☆☆☆ ☆

﴿۱﴾ پریشانیوں سے نجات کا نبوی نسخہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہو اُسے چاہیے کہ اذان کے وقت منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد مندرجہ ذیل دعاء پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور خوش حالی کی دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ دعائے مبارک یہ ہے:

(اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الصَّادِقَۃِ الْمُسْتَجَابُ لَھَا دَعْوَۃِ الْحَقِّ وَکَلِمَۃِ التَّقْوٰی اَحْیِنَا عَلَیْھَا وَاَمِتْنَا عَلَیْھَا وَابْعَثْنَا عَلَیْھَا وَاجْعَلْنَا مِنْ خِیَارِ اَھْلِھَا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتًا) (حصن حصین ص ۱۱۸)

﴿۲﴾ زبان کی تیزی کا نبوی علاج

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم استغفار سے کہاں غفلت میں پڑے ہو؟! میں تو روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ ابونعیم کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری زبان گھر والوں کے بارے میں تیز ہو جاتی ہے۔ جس سے مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھے آگ میں داخل کردے گی، آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے کہ ''میں روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں، تم بھی استغفار کرو! استغفار کی کثرت سے زبان کی تیزی زائل ہو جائے گی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

﴿۳﴾ نیت میں بھی اجر ہے

ایک صاحب نے گھر تعمیر کروایا اور اس میں روشن دان بھی رکھے، پھر اپنے گھر ایک بزرگ کو حصولِ برکت اور دعا کی غرض سے لے گئے۔ بزرگ نے پوچھا: مکان میں روشن دان کیوں بنوائے؟ انہوں نے جواب دیا ان کے ذریعہ روشنی اندر آتی ہے۔ بزرگ نے کہا یہ نیت کیوں نہ کی کہ اس کے ذریعہ اذان کی آواز آئے گی، روشنی اور ہوا تو یوں ہی آجاتی ہے۔ (حکایات رومی صفحہ ۸۹)

﴿۴﴾ سب سے زیادہ محبوب عمل

حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل سُبْحَۃُ الْحَدِیْث ہے، اور اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند عمل تحریف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سُبْحَۃُ الْحَدِیْث کیا ہے؟ فرمایا: سُبْحَۃُ الْحَدِیْث یہ ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں اور ایک آدمی تسبیح و تہلیل اور اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تحریف کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحریف یہ ہے کہ لوگ خیریت سے ہوں، اچھے حال میں ہوں اور کوئی پڑوسی یا ساتھی پوچھے تو یوں کہہ دے کہ ہم برے حال میں ہیں۔ حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو تو لوگ لامحالہ باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ لہٰذا جب تم دیکھو کہ لوگ اللہ سے غافل ہو گئے ہیں تو تم اس وقت اپنے رب کی طرف پورے ذوق و شوق سے متوجہ ہو جاؤ۔ ولید راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس حدیث کو ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے حضرت ابوطلحہ حکیم بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ مقبول دعا کی نشانی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو غافل دیکھو تو اس وقت تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۳)

﴿۵﴾ بازار میں بھی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بازار میں دو آدمیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی، ایک نے دوسرے سے کہا لوگ اس وقت (اللہ سے) غافل ہیں، آؤ! ہم اللہ سے مغفرت طلب کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے ایسا کیا، پھر دونوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا۔ دوسرے دن اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب شام کو بازار میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہماری مغفرت کردی تھی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۴)

﴿۶﴾ جنات کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ

حضرت عبداللہ بن یسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں حمص سے چلا اور رات کو زمین کے ایک خاص ٹکڑے میں پہنچا تو اس علاقہ کے جنات میرے پاس آگئے اس پر میں نے سورۂ اعراف کی یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا، وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِأَمْرِهٖ، أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ، تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(سورۃ الاعراف: آیت ۵۴)

اس پر ان جنات نے ایک دوسرے سے کہا، اب تو صبح تک اس کا پہرہ دو (چنانچہ انہوں نے ساری رات میرا پہرہ دیا) صبح کو میں سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)

﴿۷﴾ اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور ضرور سیکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اعمال فرض کیے ہیں وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں۔

حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خط میں یہ لکھا کہ سورۂ نساء، سورۂ احزاب اور سورۂ نور سیکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ برأت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ اور انہیں چاندی کے زیور پہناؤ۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۰)

﴿۸﴾ شادی سادی ہونی چاہیے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ طواف کررہے تھے، میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے۔ اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے۔ میں بعد میں مدینہ آیا۔ چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا: ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ طواف کررہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جمارہے تھے، اُس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا، حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے۔ میں نے کہا: ایسا ہونا مقدر تھا، اس لیے ایسا ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا: اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے

کہا: اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔

(حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۳۵۴)

﴿۹﴾ ایک تاریخی شادی

ایک باپ جب اپنی لڑکی کو کسی کے حوالے کرتا ہے تو یہ اس کے لیے نازک ترین وقت ہوتا ہے، اس کا اندازہ شاید وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود اس تجربے سے گزرے ہوں۔ بڑے بڑے لوگوں کے قدم اس مقام پر آ کر پھسل جاتے ہیں۔

ان حالات میں بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایک باپ اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے امیر کبیر شہزادے کے بجائے ایک غریب طالب علم کو پسند کرے۔ موجودہ زمانے میں تو اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ مگر تاریخ کا ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جب یہ ناممکن چیز نہ تھی بلکہ وقوع پر آئی تھی۔ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ کے ایک صحابی کے گھر میں پیدا ہوئے، اور پچھتر (۷۵) برس کی عمر میں ۹۴ ہجری میں انتقال فرمایا:

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مشہور حافظ حدیث صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے خسر تھے۔ اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان سے استفادہ کا موقع ملا۔ چنانچہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کا بڑا حصہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی احادیث پر مشتمل ہے، وہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب مدینہ گیا اور وہاں کے سب سے بڑے فقیہ کو پوچھا تو لوگوں نے مجھے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچا دیا۔ ابن حبان کے الفاظ ہیں: ''وہ تمام اہل مدینہ کے سردار تھے۔'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو وہ ان کے پاس لکھ بھیجتے تھے۔

زہد وتقوی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔'' نماز با جماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ چالیس سال تک ایک وقت کی بھی نماز با جماعت ناغہ نہیں ہوئی۔ مدینہ کی تاریخ میں ''حرہ'' کا واقعہ نہایت مشہور واقعہ ہے۔ یہ واقعہ یزید اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے زمانے میں پیش آیا۔ اہل مدینہ نے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر یزید کی بیعت توڑ دی، اس وقت یزید کی فوجیں تین دن تک برابر مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی رہیں اور اس کو لوٹتی رہیں۔ اس پر آشوب زمانہ میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر کہتے: ''ذرا اس بوڑھے مجنون کو دیکھو کہ اس حالت میں بھی مسجد نہیں چھوڑتا۔''

اموی حکومت کا بانی مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا۔ مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور ہوا۔ اس نے عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہا، لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے رُک گیا۔ عبدالملک کی خوش قسمتی کہ جلد ہی عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔

اب عبدالملک کے لیے میدان صاف تھا اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر اُن کی بیعت کے لیے صوبیداروں کے نام فرمان جاری کر دیئے۔ ہشام بن اسماعیل جو مدینہ کا ولی تھا، اس نے اہل مدینہ سے بیعت کے لیے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ انہوں نے جواب دیا: ''میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا۔''

یہ ایک بہت سنگین معاملہ تھا، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک بھی ہاتھ بیعت کے لیے نہ بڑھے۔ چنانچہ ہشام نے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے سے پٹوایا اور ان کو سخت سزائیں دیں۔ اس کے بعد ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو ان سے گفتگو کے لیے بھیجا گیا۔ واپسی کے بعد ہشام نے پوچھا: ''کیا سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے؟'' ابوبکر نے جواب دیا: ''تمہارے اس سلوک کے بعد خدا کی قسم وہ پہلے سے زیادہ سخت ہوگئے ہیں، اپنا ہاتھ روک لو۔''

اب عبدالملک نے تدبیر سوچی اور جو شخص کوڑوں کی مار سے راضی نہیں ہوا تھا، اس کو دنیا کے لالچ سے رام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لڑکی جو صورت اور سیرت دونوں میں بہت ممتاز تھی اور اس کے ساتھ اعلیٰ تعلیم (یافتہ) بھی تھی۔ اس نے سوچا کہ ولی عہد سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی بہو بنالے۔ اس طرح باپ خود نرم پڑ جائے گا۔ اس نے امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل المخزومی (جو سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز بھی تھے) کے ذمہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کرنے کا کام سپرد کیا۔

ہشام کو اپنی ناکامی کی پوری امید تھی لیکن خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں سعید بن مسیّب رحمتہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا: ''جیسا کہ آپ کو علم ہے، عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لیے عوام سے بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے، بیعت لینے سے قبل امیر المومنین یہ بھی چاہتے ہیں کہ ولید کو آپ اپنی دامادی کا شرف بخشیں۔'' یہ سنتے ہی سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ غصہ سے متغیر ہوگیا۔ انہوں نے کہا: ''مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی منظور نہیں۔''

اس انکار کے نتیجے میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ مختلف قسم کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور طرح طرح سے ان پر دباؤ ڈالے گئے، مگر وہ اپنے انکار پر برابر قائم رہے۔ اور دوسری طرف یہ سوچتے رہے کہ کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے تو لڑکی کا عقد کر دیا جائے، اس کے بعد قریش کے ایک گمنام اور غریب آدمی ابووداعہ کے ساتھ اس کی شادی کردی۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابووداعہ کی زبانی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ کچھ مدت تک حاضر نہ ہوسکا۔ اس کے بعد جب گیا تو انہوں نے پوچھا اتنے دنوں تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا تھا، اس کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ انہوں نے کہا: پھر ہمیں کیوں نہ تم نے خبر کی؟ ہم بھی اس تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے۔ اس کے بعد جب میں اُٹھنے لگا تو انہوں نے کہا: تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا۔ میں نے کہا: خدا آپ پر رحم فرمائے، کون مجھ سے ساتھ شادی کرے گا جبکہ میں دو چار درہم سے زیادہ کی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر میں کروں تو تم کرنے کے لیے تیار ہو؟ میں نے کہا: بہت خوب! اس سے بہتر کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا۔

ابووداعہ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد وہاں سے اُٹھا اور میری خوشی کا عالم یہ تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنے مکان پر پہنچا اور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب رخصتی وغیرہ کے لیے قرض کہاں سے حاصل کروں؟ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس دن میں روزہ سے تھا۔ نماز کے بعد میں نے چاہا کہ کھانا کھاؤں، جو کہ روٹی تھی اور زیتون کا تیل۔ اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی سعید۔ میں نے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کو تصور کیا، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے۔ اُٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ شاید ان کا خیال بدل گیا ہے اور وہ فسخ نکاح کرانے آئے ہیں۔ میں نے کہا: اے ابومحمد (ابن

مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت) آپ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے بلا بھیجا ہوتا۔ انہوں نے کہا: نہیں! اس وقت مجھی کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا: پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر میں تنہا ہو گے، حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو اور یہ ہے تمہاری بیوی۔ اس وقت ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی ٹھیک ان کے پیچھے کھڑی تھیں، انہوں نے صاحبزادی کو دروازہ کے اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا اور واپس چلے گئے۔

میری بیوی شرم کے مارے گر پڑی، پھر میں نے اندر سے دروازہ بند کیا، اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ وہ لوگ جمع ہوئے اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے آج اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا اور آج ہی اچانک وہ اسے میرے گھر بھی پہنچا گئے، اور یہاں وہ گھر میں موجود ہے۔ لوگوں نے آ کر اسے دیکھا اور میری ماں کو خبر ہوئی تو وہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا اس کو چھونا تمہارے لیے حرام ہے جب تک میں حسب دستور تین دن تک اسے بنا سنوار نہ لوں۔ چنانچہ میں تین دن تک رُکا رہا۔ اس کے بعد اس کے پاس گیا، میں نے پایا کہ وہ ایک حسین و جمیل خاتون ہے، کتاب اللہ کی حافظہ اور سنت رسول اللہ کی عالمہ ہے اور حقوق شوہری کو خوب پہچاننے والی ہے۔

ابووداعہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ایک ماہ تک میں گھر ہی پر رہ گیا۔ اس دوران میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا نہ کوئی حال معلوم ہوا، اور نہ ان سے ملاقات ہوئی، پھر ایک مہینہ کے بعد میں ان کی صحبت میں حاضر ہوا، اس وقت وہاں مجلس قائم تھی۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی، یہاں تک کہ جو لوگ مسجد میں تھے سب چلے گئے۔ اس کے بعد جب میرے سوا کوئی وہاں نہیں رہ گیا تو انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا بہترین حال ہے۔ انہوں نے کہا:

(اِنْ رَابَکَ شَیْءٌ فَالْعَصَا)

یعنی "وہ کوئی ناپسندیدہ حرکت کرے تو اس کو مارو۔"

پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا، اور یہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی تھی جس کے لیے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کا پیغام دیا تھا، جب اس نے اس کو ولی عہد بنایا تھا تو سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے شہزادہ ولید سے رشتہ کرنے سے انکار کیا، جس کی وجہ سے عبدالملک، سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ سخت سردی کے دن میں انہیں کوڑے سے پیٹا گیا اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔

(ماہنامہ رضوان، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۶۶ء، ص ۸، ۱۱)

﴿۱۰﴾ آسمان کی طرف سر اُٹھا کر استغفار کیجئے اللہ مسکرا کر معاف کر دیں گے

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حرہ کی طرف لے گئے، پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما! کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا، پھر مجھے "حرہ" کی طرف لے گئے تھے۔ پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے

لگے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے (اور کہتا ہے) اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۳۵۰)

﴿۱۱﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا گھر کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھنے کا معمول تھا

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیت آلکرسی پڑھتے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۳۲۷)

﴿۱۲﴾ چند نصیحت آموز اشعار

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ غَافِلًا يَأْتِيْكَ بِالْاَرْزَاقِ مِنْ حَيْثُ لَا تَدْرِيْ

ترجمہ: ضروری ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اگر تم غفلت میں ہو، وہ تمہیں ایسی جگہ سے روزی دے گا جس کی تمہیں خبر بھی نہیں۔

فَكَيْفَ تَخَافُ الْفَقْرَ وَاللّٰهُ رَازِقًا فَقَدْ رَزَقَ الطَّيْرَ وَالْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ

ترجمہ: جب اللہ رازق ہے تو تمہیں فقر کا خوف کیوں ہے؟ وہ تو پرندے کو اور مچھلی کو دریا میں کھلاتا ہے۔

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ الرِّزْقَ يَاْتِيْ بِقُوَّةٍ مَا اَكَلَ الْعُصْفُوْرُ شَيْئًا مَعَ النَّسْرِ

ترجمہ: اور جو یہ سمجھے کہ روزی طاقت سے ملتی ہے (اگر یہ بات ہوتی تو) گدھ کے ہوتے ہوئے گوریا کو کچھ بھی نہ ملتا۔

تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْيَا فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اِذَا جَنَّ عَلَيْكَ اللَّيْلُ هَلْ تَعِيْشُ اِلَى الْفَجْرِ

ترجمہ: دنیا کو بقدر توشہ حاصل کرو اس لیے کہ تمہیں خبر نہیں کہ جب رات کی تاریکی تم پر چھا گئی تو تم صبح تک زندہ رہ سکو گے۔

فَكَمْ مِنْ صَحِيْحٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَكَمْ مِنْ سَقِيْمٍ عَاشَ حِيْنًا مِّنَ الدَّهْرِ

ترجمہ: کتنے صحت مند بلا کسی مرض کے موت کے منہ میں چلے گئے اور بہت سے بیمار مدتوں زندہ رہے۔

وَكَمْ مِّنْ فَتًى اَمْسٰى وَاَصْبَحَ ضَاحِكًا وَاَكْفَانُهٗ فِي الْغَيْبِ تُنْسَجُ وَهُوَ لَا يَدْرِيْ

ترجمہ: اور کتنے ہی نوجوان صبح و شام ہنستے رہتے ہیں لیکن انہیں خبر نہیں کہ ان کے کفن کی تیاری اوپر ہو رہی ہے۔

فَمَنْ عَاشَ اَلْفًا وَّ اَلْفَيْنِ فَلَا بُدَّ مِنْ يَّوْمٍ يَسِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ

ترجمہ: جو ہزار دو ہزار سال تک زندہ رہا اس کو بھی ضرور ایک نہ ایک دن قبر میں جانا ہے۔ (دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ)

﴿۱۳﴾ فتنوں سے نہیں بلکہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگنی چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ فتنہ سے پناہ مانگ رہا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اس کی دعا کے الفاظ سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پھر اس آدمی نے کہا: کیا تم اللہ سے یہ مانگ رہے ہو کہ وہ تمہیں بیوی بچے اور مال نہ دے؟ (کیونکہ قرآن میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے) تم میں سے جو بھی فتنہ سے پناہ مانگنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۳۲۰)

﴿۱۴﴾ شیطان سے حفاظت کا عجیب نسخہ

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو رات کو کسی گھر میں سورۂ بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا اس

گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوگا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں: سورۂ بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی، اس کے بعد دو آیتیں اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)

﴿۱۵﴾ قسطوں میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو دکان دار قسطوں میں اشیاء فروخت کرتے ہیں وہ عام بازاری قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ مثلاً ایک موٹر سائیکل کی قیمت عام بازار میں تیس ہزار روپے ہے، لیکن قسطوں پر فروخت کرنے والے پینتیس ہزار روپے اس کی قیمت لگائیں گے، اب اگر اس کی قیمت طے ہو جائے اور قسطیں ہو جائیں کہ کتنی قسطوں میں اس کی ادائیگی کی جائے گی تو یہ صورت جائز ہے۔ البتہ اگر خریدار نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی تو اس کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جب ایک مرتبہ قیمت متعین ہوگئی تو اس میں اضافہ کرنا بعد میں جائز نہیں۔ (درس ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۰۴، مولانا تقی عثمانی)

﴿۱۶﴾ ظالم اور مظلوم کے درمیان اللہ صلح کرائے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کون سی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ فرمایا کہ میرے دو اُمتی خدا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ ایک خدا سے کہتا ہے کہ یا ربّ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس (ظالم) سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کردو۔

ظالم جواب دیتا ہے، یا ربّ! اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اُسے دے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے خدا! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے نبی کریم ﷺ آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ لوگ اس بات کے حاجت مند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔

اب اللہ پاک طالب انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اُٹھا کر جنت کی طرف دیکھ۔ وہ سر اُٹھائے گا، جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں، موتیوں کے بنے ہوئے ہیں یا رب! یہ کسی نبی اور کسی صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا کہ یا رب! کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب! کس طرح؟ اللہ جل شانہ ارشاد فرمائے گا: اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا: یا رب! میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا: اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو، آپس میں صلح قائم رکھو، کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مؤمنین کے درمیان آپ میں صلح کرانے والا ہے" (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

﴿۱۷﴾ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا عجیب قصہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مشہور انصاری صحابی) سعد بن معاذؓ کی وفات ہوئی، تو ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُس کے جنازے پر گئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتار کر قبر برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا (آپ کو دیکھ کر آپ کی اتباع میں) ہم بھی دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا، تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ

ﷺ! اس وقت آپ کی اس تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی (جس سے اس کو کوئی تکلیف تھی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی کی اس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرما دی اور اس کی تکلیف دور کردی۔ (مسند احمد)

توضیح: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے مشہور وممتاز صحابہ میں سے تھے:

﴿۱﴾ غزوۂ بدر میں شرکت کی فضیلت وسعادت انہیں حاصل تھی۔
﴿۲﴾ ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔
﴿۳﴾ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھولے گئے۔
﴿۴﴾ ان کی وفات پر رحمٰن کا عرش حرکت میں آ گیا۔
﴿۵﴾ حضور ﷺ کے سینہ یاران پران کا وصال ہوا۔
﴿۶﴾ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے لیے قبر کھودی۔
﴿۷﴾ ہر پھاوڑے کی چوٹ پران کی قبر سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔
﴿۸﴾ بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا، اس فیصلہ پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سعد! تو نے جو فیصلہ کیا ہے یہی فیصلہ اللہ نے آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔
﴿۹﴾ قبر سے مشک کی خوشبو جب نکلتی تھی آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے، واہ! واہ! کتنی اچھی ہے مرد مؤمن کی قبر کی خوشبو۔
﴿۱۰﴾ جس کمرے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نعش رکھی ہوئی تھی وہ کمرہ فرشتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ایک فرشتہ نے پر ہٹایا، تب جا کر حضور اکرم ﷺ کو بیٹھنے کی جگہ ملی۔
﴿۱۱﴾ جب جنازہ اُٹھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس کے جنازے کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے قبر کی تنگی کی تکلیف سے اُن کو بھی واسطہ پڑا (اگرچہ فوراً ہی وہ اُٹھالی گئی) اس میں ہم جیسوں کے لیے بڑا انتباہ اور بڑا سبق ہے۔

(اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا)

''اے اللہ! ہم پر رحم فرما، اے اللہ! ہماری عذاب قبر سے حفاظت فرما۔''

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دومۃ الجندل کے امیر نے ایک ریشمی جبہ بھیجا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا قیمتی اور شاندار جبہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ صحابہ اس کو بار بار چھوتے اور اس کی نرمی ونزاکت پر تعجب کا اظہار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم کو یہ بہت اچھا معلوم ہو رہا ہے؟! جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بہت زیادہ بہتر اور نرم ونازک ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۲۸۴ تا ۲۹۶، صحیح مسلم، فضائل سعد بن معاذ، سنن نسائی فی الجنائز، جامع الترمذی فی اللباس، حیاۃ الصحابۃ)

﴿۱۸﴾ بیوی کیسی ہونی چاہیے

عورت میں درج ذیل عمدہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے، اس سے نکاح میں مداومت اور خیر وبرکت ہوتی ہے:

﴿۱﴾ عورت نیک بخت اور دیندار ہو، یہ خصلت بہت ہی ضروری ہے، اگر عورت اپنی ذات میں اور شرمگاہ کی حفاظت میں کچی ہوگی تو معاملہ بگڑ جائے گا، اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

(تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ)

(بخاری ومسلم، بروایت ابوہریرہ، مشکوٰۃ ص ۲۶۷)

ترجمہ: ''عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے ﴿۱﴾ اس کے مال کی وجہ سے ﴿۲﴾ اس کے خاندان کی وجہ سے

﴿۳﴾ اس کے جمال کی وجہ سے ﴿۴﴾ اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دیندار کو اختیار کر۔''

﴿۲﴾ عورت خوش خلق ہو، جو شخص فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہاں ہو اس کے لیے خوش خلق عورت کا ہونا ضروری ہے، مل جائے تو بسا غنیمت!

کسی عورت نے کہا ہے، چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو:

- اَنَّانَۃٌ: وہ عورت جو ہر وقت کراہتی رہے، تھوڑی سی پریشانی پر واویلا شروع کر دے۔
- مَنَّانَۃٌ: وہ عورت ہے جو خاوند پر ہر وقت احسان جتلائے کہ میں نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔
- حَنَّانَۃٌ: وہ عورت جو پہلے شوہر پر یا پہلے شوہر کی اولاد پر فریفتہ ہو۔
- حَدَّاقَۃٌ: وہ عورت جو ہر چیز کی خواہش رکھے اور اپنے شوہر سے مانگے۔
- بَرَّاقَۃٌ: وہ عورت جو ہر وقت بناؤ سنگھار میں لگی رہے۔
- شَدَّاقَۃٌ: وہ عورت جو زیادہ بکتی رہے۔

ان چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

(اِنَّ اللّٰہَ یَبْغَضُ الثَّرْثَارِیْنَ الْمُتَشَدِّقِیْنَ) (ترمذی بروایت جابر رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں زیادہ بکنے والوں اور منہ پھیلا پھیلا کر باتیں کرنے والوں سے۔''

﴿۳﴾ خوب صورت عورت سے نکاح کرے، عورت خوب صورت ہوگی تو کسی اور طرف نگاہ نہیں جائے گی۔ اس لیے نکاح سے پہلے دیکھ لینا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کی تعریف میں فرمایا ہے: ﴿خَیْرَاتٌ حِسَانٌ﴾ یعنی ''خوش خلق اور خوبصورت عورتیں'' اور ﴿قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ﴾ ''نیچی نگاہ رکھنے والی عورتیں۔'' لہٰذا جس عورت میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ جنت کی حور ہے۔

﴿۴﴾ مہر تھوڑا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمدہ بیبیاں وہ ہیں جو خوبصورت ہوں اور ان کا مہر تھوڑا ہو۔ اور فرمایا کہ عورت میں زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہے۔ جس طرح عورت کی جانب سے مہر میں زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مرد کا عورت کے مال کا حال دریافت کرنا اور اس سے مال حاصل کرنا بھی برا ہے۔ مال کی خاطر عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا ہے؟ کتنا مال ہے؟ تو جان لو کہ وہ چور ہے، اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال میں بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ ان کے یہاں سے اس کے بدلہ میں زیادہ ملے، اسی طرح لڑکی والے یہ نیت نہ کریں کہ لڑکے والوں کے ہاں سے زیادہ ملے۔ یہ نیت خراب ہے۔ باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو یہ دوستی کا سبب ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (تَھَادَوْا تَحَابُّوْا) یعنی ''ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہو باہم محبت ہوگی۔''

﴿۵﴾ عورت بانجھ نہ ہو، اگر اس کا بانجھ ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے نکاح نہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (عَلَیْکُمْ بِالْوَلُوْدِ الْوَدُوْدِ) یعنی ''نکاح ایسی عورت سے کرو جس سے اولاد ہوتی ہو اور شوہر سے محبت رکھتی ہو۔''

﴿۶﴾ عورت کنواری ہو، کنواری ہونے سے شوہر کو عورت کے ساتھ محبت کامل ہو جاتی ہے۔

﴿۷﴾ عورت حسب نسب والی ہو، یعنی ایسے خاندان والی ہو جس میں دیانت اور نیک بختی پائی جائے۔ کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر سکتی ہے، کم ظرف خاندان کی عورت نہیں کر سکتی۔ (مختصر مذاق العارفین جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

﴿۱۹﴾ کام کاج سویرے شروع کرو، انشاءاللہ برکت ہوگی

صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! سویرے میں میری اُمت کے لیے برکت عطا فرما۔'' چنانچہ خود نبی کریم ﷺ جب کوئی لشکر جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو صبح سویرے روانہ کرتے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنا تجارتی مال ہمیشہ صبح سویرے بھیجا کرتے تھے۔ اس کی برکت سے وہ خوش حال اور سرمایہ دار ہو گئے۔

(ابن ماجہ، ترجمان السنہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۷)

﴿۲۰﴾ کسی قوم کا سردار اگر تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرنا چاہیے

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال

حضرت جریر رضی اللہ عنہ اگرچہ بہت تاخیر سے اسلام لائے لیکن ان کا شمار اعیان صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کے مدینہ طیبہ حاضر ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ ان کے ایمان لانے کے واقعہ سے بھی ان کی عظمت اور جلالت کا پتہ چلتا ہے، یہ جس وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور مسجد بھری ہوئی تھی، ان کو بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر مبارک، جس کو آپ زیب تن فرمائے ہوئے تھے، بچھادی۔ اور فرمایا: اس پر بیٹھو۔ انہوں نے وہ چادر اٹھا کر اپنے سینے سے لگائی اور عرض کیا:

(اَكْرَمَكَ اللّٰهُ كَمَا اَكْرَمْتَنِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ)

ترجمہ: ''یارسول اللہ! اللہ آپ کو بھی ایسے ہی اکرام واعزاز سے نوازے جیسے کہ آپ نے مجھے اکرام واعزاز سے نوازا ہے۔''

اس مجلس میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے ہیں۔ اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس غیر معمولی اکرام کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(اِذَااَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ)

ترجمہ: ''اگر کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرنا چاہیے۔''

بعد میں بھی رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل ان کے اکرام واعزاز ہی کا رہا ہے۔ خود حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(مَا حَجَبَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ)

ترجمہ: ''اسلام لانے کے بعد جب بھی میں حاضر خدمت ہوتا اور آپ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کی اجازت چاہتا، آپ ﷺ ہمیشہ مجھے اندر آنے کی اجازت دے دیتے اور ہمیشہ مجھے دیکھ کر تبسم فرماتے۔''

زمانہ جاہلیت میں اہل یمن نے اپنے یہاں ایک نقلی کعبہ بنالیا تھا۔ جس کا نام ''ذوالخلصة'' تھا، اس کو وہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ اس میں کچھ بت رکھ چھوڑے تھے جن کی پوجا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں اس کی طرف سے مسلسل خلش رہتی تھی۔

آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم اس جھوٹے اور نقلی کعبہ کو منہدم کردو تو میرے دل کو سکون نصیب ہو جائے۔''

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ایک سو پچاس (۱۵۰) طاقتور شہسواروں کو لے کر یمن کے سفر کا ارادہ کرلیا، لیکن میرا حال یہ تھا کہ گھوڑے کی سواری سے واقف نہ تھا اور گھوڑے پر سے گر جایا کرتا تھا۔ میں نے اپنا یہ حال آپ ﷺ

سے عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا کی:
(اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًا)

ترجمہ: ”اے اللہ! جریر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی کمر پر جمادے اور اُس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادیجئے۔“

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے میں ایسا شہسوار ہو گیا کہ پھر کبھی بھی گھوڑے سے نہیں گرا، اور پھر میں نے اور میرے ساتھیوں نے جا کر اس ”ذوالخلصة“ یعنی نقلی کعبہ کو منہدم کر دیا اور اس میں آگ لگا کر اس کو خاکستر کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو میری کامیابی کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے میرے لیے اور میرے ساتھیوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے خطبہ (یہاں خطبہ سے جمعہ یا عید کا خطبہ مراد نہیں، یہاں خطبہ سے مراد تقریر ہے (محمد امین) کے وقت فرمایا تھا کہ لوگوں کو خاموش کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو عراق کی جنگوں میں شرکت کے لیے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے ان جنگوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ فتح قادسیہ میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔ ان جنگوں سے فارغ ہو کر وہ کوفہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ خصوصاً انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑی محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ راستہ میں میری خدمت کرتے تھے۔ میرے منع کرنے پر فرمانے لگے میں نے حضرات انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو طرز عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے اس کے بعد سے میں نے قسم کھالی ہے کہ جب بھی مجھے کسی انصاری صحابی کی صحبت کا موقع نصیب ہوگا میں ان کی خدمت ضرور کروں گا۔ صحیح مسلم میں اس روایت کے راوی محمد بن المثنی اور محمد بن بشار رحمہ اللہ نے روایت نقل کرنے کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑے تھے۔ باطنی کمالات کے ساتھ اللہ نے (ان کو) حسن ظاہری سے بھی بہت نوازا تھا۔ وہ انتہائی حسین و جمیل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو یُوسُفُ ھٰذِہِ الْاُمَّة کہتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ اس اُمت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل ہیں۔ (معارف الحدیث جلد ۸ صفحہ ۶۸۲)

﴿۲۱﴾ دنیا کی تکلیف میں پانچ چیزیں بہت سخت ہیں

دانش مندوں نے کہا ہے کہ ہم نے دنیا کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھا تو پانچ چیزوں بہت سخت نظر آئیں:

﴿۱﴾ پردیس میں بیماری۔ ﴿۲﴾ بڑھاپے میں مفلسی۔
﴿۳﴾ جوانی کی موت۔ ﴿۴﴾ بینائی کے بعد آنکھوں کی روشنی کا چلا جانا۔
﴿۵﴾ وصل کے بعد جدائی۔ (مکتوبات صدی صفحہ ۲۵۹)

﴿۲۲﴾ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ”حضرموت“ میں زمین کا ایک ٹکڑا بطور جاگیر عطا فرمایا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ زمین ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ”حضرموت“ کے بڑے نواب اور بڑے سردار تھے، واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ

''حضرموت'' کی طرف روانہ کیا تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی، اس لیے وہ پیدل ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں جب صحرا (ریگستان) میں دھوپ تیز ہوگئی اور گرمی بڑھ گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں جلنے لگے، انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور میرے پاؤں جل رہے ہیں، تم مجھے اپنے اونٹ پر پیچھے سوار کرلو، تاکہ میں گرمی سے بچ جاؤں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا:

(لَسْتَ مِنْ اَرْدَافِ الْمُلُوْكِ)

''تم بادشاہوں کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔''

لہٰذا تم ایسا کرو کہ میرے اونٹ کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے، تم اس سایہ میں چلتے ہوئے میرے ساتھ آجاؤ۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے یمن تک پورا راستہ اسی طرح قطع کیا۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کران کو زمین دی پھر واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بن گئے۔ اس وقت یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے یمن سے دمشق تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کا بڑا اکرام کیا اور حسن سلوک فرمایا۔ (درس ترمذی جلد۴صفحہ۳۴۷)

﴿۲۳﴾ خودکشی کرنے والا کافر نہیں ہے، اس کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ (اپنے قبیلہ کی ہجرت کرنے کی درخواست لے کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مضبوط قلعہ اور محافظ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرماسکتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوش نصیبی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر فرمادی تھی، ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہ آئی، ان کا رفیق بیمار پڑ گیا اور تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ اس نے اپنے تیر کا پیکان (بھالا) نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی۔

طفیل بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم کے ساتھ ہجرت کرنے کی برکت سے مجھے بخش دیا گیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تم اپنے ہاتھ ڈھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو؟ اس نے کہا: مجھ سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ تم نے جو خود بگاڑا، ہم اسے نہیں سنواریں گے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی بخشش فرمادے۔

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ (تقسیم وبٹوارہ) ہوسکتا ہے، یہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گھیر لیا تھا مگر امانت الٰہیہ میں بے جا دست اندازی کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ شخص کیا ہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدمہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ اس کی سفارش کے لیے اُٹھ گئے، پھر کیا تھا رحمت نے اس کی رگ رگ کو گھیر لیا۔ (مسلم، ترجمان السنہ جلد۲صفحہ۱۲۴)

﴿۲۴﴾ دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیجئے گناہوں سے محفوظ رہو گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ
﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام تین مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ والناس) پڑھ کرو، ان کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرے گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ۳۲۴)

﴿۲۵﴾ شب معراج میں فرشتوں نے پچھنا لگانے کی تاکید فرمائی تھی مگر آج لوگوں نے اسے بالکل چھوڑ دیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پیش آنے والی جو باتیں بیان فرمائیں اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرے، انہوں نے کہا کہ آپ اپنی اُمت کو حجامت یعنی پچھنے لگانے کا حکم دیجئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۹)

عرب میں پچھنے لگانے کا بہت رواج تھا، اس سے زائد خون اور فاسد خون نکل جاتا ہے۔ بلڈ پریشر کا مرض جو عام ہوگیا ہے، اس کا بہت اچھا علاج ہے۔ لوگوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر اور مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگوائے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۹)

﴿۲۶﴾ جنات کے شر سے بچنے کا بہترین نسخہ

موطا امام مالک میں بروایت یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ (مرسلاً) نقل کیا ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات میں سے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کر رہا تھا۔ آپ جب بھی (دائیں بائیں) التفات فرماتے وہ نظر پڑ جاتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتادوں کہ ان کو آپ پڑھ لیں گے تو اس کا شعلہ بجھ جائے گا اور یہ اپنے منہ کے بل گر پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! بتادو۔ اس پر جبرئیل امین نے کہا کہ یہ کلمات پڑھیں:
(اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ اللَّاتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَشَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَشَرِّ مَا ذَرَاَ فِی الْاَرْضِ، وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمَانُ)

﴿۲۷﴾ جہنم کی آگ سے بچنے کا بہترین نسخہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص بیماری میں مندرجہ ذیل کلمات پڑھے پھر وہ مر جائے تو جہنم کی آگ اسے چکھے گی بھی نہیں:
(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَآ اِلٰهَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) (ترمذی شریف حدیث نمبر۳۴۳۰)

﴿۲۸﴾ ترکِ خواہش آدمی کو امیر بنادیتی ہے اور خواہش کی پیروی امیر کو اسیر بنادیتی ہے

◆ خواہش سے منہ پھیر لینا سرداری کی باتیں ہیں۔ ◆ خواہش کا ترک کرنا پیغمبری کی طاقت ہے۔

◆ جب تیری طبیعت کا گھوڑا تیرا فرمانبردار ہو جائے تو اخلاص کا سکہ تیرے نام ہو جائے گا۔

خواہش کی دو قسمیں ہیں: ایک لذت وشہوت کی خواہش، دوسری مرتبہ وعہدہ اور ریاست کی خواہش۔ جس کو لذت وشہوت کی خواہش ہوتی ہے وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے فتنہ وشر سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر جس کو ریاست ومنصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں، خانقاہوں اور دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کے لیے فتنہ ہوتا ہے۔ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جس کے تمام افعال خواہش کے مطابق ہوں اور نفس کی رضامندی ہی اس کا مقصود ہو، وہ اگر آسمان پر بھی پہنچا جائے تو وہ خدا سے دور ہی رہے گا۔ (جب تیری گدڑی میں سینکڑوں بت چھپے ہوئے ہیں تو خود کو لوگوں کے سامنے صوفی کیوں ظاہر کرتا ہے؟)

اور جو کوئی خواہش سے دور ہوگا اور نفس کی متابعت سے کنارہ کشی اختیار کرے گا وہ اگر بت خانے میں بھی ہوگا تو خدا کے ساتھ ہوگا، (جس نے اس کتے کو بھاری زنجیر میں جکڑ لیا، اس کی خاک دوسروں کے خون سے بہتر ہے)۔

خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن سنا کہ روم کا ایک راہب ساٹھ برس سے رہبانیت کے طریقہ پر قائم ہے۔ مجھ کو تعجب ہوا کہ رہبانیت کی شرط تو چالیس سال سے زیادہ نہیں ہے، وہ کس مقصد کو لے کر اب تک دیر (گرجا) میں ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس کے پاس پہنچا تو اس نے کھڑکی کھولی اور کہا: ''اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! تم جس کام کے لیے آئے ہو میں جانتا ہوں۔ میں یہاں رہبانیت کے لیے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میرے پاس شوریدہ (بری) خواہشات رکھنے والا ایک کتا ہے اُس کو یہاں بند کر کے اس کی نگہبانی کر رہا ہوں، تا کہ اس کی شرارت مخلوق تک نہ پہنچے۔ ورنہ میں وہ نہیں جیسا تم نے سمجھا، سمجھے'' (یہ نفس کا فرسخت نافرمان ہے، اس کا مار ڈالنا کوئی آسان کام نہیں ہے)۔

خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں سن کر میں نے کہا:

''خداوندا! تو ایسا قادر مطلق ہے کہ عین گمراہی میں بندے کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور یہ درجہ عنایت فرماتا ہے۔''

اُس نے مجھ سے کہا: ''اے ابراہیم! تو کب تک آدمیوں کو ڈھونڈ کرے گا، جا اپنے آپ کو تلاش کر اور جب پا جائے تو خود اپنا نگہبان ہو جا۔'' یہی ہوائے (خواہش) نفس روزانہ الوہیت کے تین سو ساٹھ لباس پہن کر سامنے آتی ہے اور بندوں کو گمراہی کی طرف بلاتی ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ (سورۂ جاثیہ: ۲۳)

''کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں؟''

یہی راز ہے کہ عزیزوں کے دل اس میں خون ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہزاروں دل اس غم سے کشتہ ہو گئے مگر یہ کافر خونخوار کتا ایک ساعت بھی نہ مرا۔ ترک خواہش بندے کو امیر بنا دیتی ہے اور خواہش کی پیروی امیر کو اسیر بنا دیتی ہے۔ جس طرح زلیخا نے خواہش کی پیروی کی امیر تھی، اسیر ہو گئی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خواہش کو ترک کیا، اسیر تھے امیر ہو گئے۔ (مکتوبات صدی: ۴۹۷)

﴿۲۹﴾ ایک عورت نے اپنا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب پسند تھا۔ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے خوش ہوتے تو اُسے بہت اچھا لگتا۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا، پھر میں نے ایک دھماکہ سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی۔ میں نے جو نظر اُٹھا کر دیکھا

تو فلاں بن فلاں کو دیکھا۔ بارہ شخصوں کے نام لیے۔ انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر نبی کریم ﷺ نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا۔ فرماتی ہیں انہیں لایا گیا۔ یہ اطلس (ریشم) کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں۔ حکم ہوا کہ انہیں نہر ''بیدخ'' میں لے جاؤ...... یا نہر بیذخ کہا...... جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے۔ پھر ایک سونے کی سینی (تھالی) میں گدری (نیم پختہ) کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشاء کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف چنے ہوئے تھے، جس میوے کو ان کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے۔

مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں اشخاص جنہیں آپ ﷺ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے۔ ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لیے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بی بی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان نیک بخت صحابیہ کو پھر بلوایا اور فرمایا اب اپنا خواب دوبارہ بیان کرو۔ اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لیے جن کے نام قاصد نے لیے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۵ صفحہ ۲۵۱)

﴿۳۰﴾ کھانے میں شیطانی تصرفات کے واقعات حقیقت پر مبنی ہیں مندرجہ ذیل مضمون ضرور پڑھیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ تمہارے ہر کام کے وقت یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا جب کھانا کھاتے وقت، کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اُسے چاہیے کہ اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے چھوڑ نہ دے۔ پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس جز میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم)

حدیث کے آخری حصہ میں تو کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ کر صاف کر لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، جس کے بارے میں ابھی عرض کیا جا چکا ہے، اور ابتدائی حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کھاتے وقت کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس کو مستغنی اور متکبر لوگوں کی طرح نہ چھوڑ دے بلکہ ضرورت مند اور قدردان بندہ کی طرح اس کو اُٹھا لے، اور اگر نیچے گر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ لگ گیا ہو تو صاف کر کے اس لقمہ کو کھالے۔ اس میں مزید یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ کھانے کے وقت بھی شیطان ساتھ ہوتا ہے، اگر گرا ہوا لقمہ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ شیطان کے حصہ میں آئے گا۔

جیسا کہ عرض کی جا چکا ہے فرشتے اور شیاطین اللہ کی وہ مخلوق ہیں جو یقیناً اکثر اوقات میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں لیکن ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ رسول اللہ نے ان کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے علم سے بتلایا ہے اور وہ بالکل حق ہے، اور آپ کو کبھی کبھی ان کا اس طرح مشاہدہ بھی ہوتا تھا جس طرح ہم اس دنیا کی مادی چیزوں کو دیکھتے ہیں، جیسا کہ بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی حدیثوں کو جن میں مثلاً کھانے کے وقت شیاطین کے ساتھ ہونے، اور کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو اس میں شیاطین کے شریک ہو جانے، یا گرے ہوئے لقمہ کا شیطان کا حصہ ہو جانے کا ذکر ہے، تو ان حدیثوں کو مجاز پر محمول کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن ہمارے دوست (شاگرد یا مرید) ہمارے ہاں آئے، ان کے لیے کھانا لایا گیا۔ وہ کھا رہے تھے کہ اُن کے ہاتھ سے ایک ٹکڑا گر گیا اور لڑھک کر زمین میں چلا گیا۔ انہوں نے اس کو اُٹھا لینے کی کوشش کی اور اس کا پیچھا کیا مگر وہ ان سے اور دور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جو لوگ وہاں موجود تھے (اور اس تماشے کو دیکھ رہے تھے) انہیں اس پر تعجب ہوا، اور وہ صاحب جو کھانا کھا رہے تھے انہوں نے جدوجہد کر کے آخر

کار اس کو پکڑ لیا اور اپنا نوالہ بنالیا۔ چند روز کے بعد کسی آدمی پر ایک جنی شیطان مسلط ہوگیا اور اس آدمی کی زبان سے باتیں کیں اور ہمارے اس مہمان دوست کا نام لے کر یہ بھی کہا کہ فلاں آدمی کھانا کھا رہا تھا، میں اس کے پاس پہنچا، مجھے اس کا کھانا بہت اچھا معلوم ہوا مگر اس نے مجھے نہیں کھلایا تو میں نے اس کے ہاتھ سے اُچک لیا (اور گرادیا) لیکن اُس نے مجھ سے پھر بھی چھین لیا۔

اسی سلسلہ میں دوسرا واقعہ اپنے گھر ہی کا شاہ صاحب نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھر کے کچھ لوگ گاجریں کھا رہے تھے۔ ایک گاجر ان میں سے گرگئی۔ ایک آدمی اس پر جھپٹا اور اس نے جلدی سے اُٹھا کر اس کو کھالیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے پیٹ اور سینہ میں سخت درد اُٹھا، پھر اُس پر شیطانی جن کا اثر ہوگیا تو اس نے اس آدمی کو زبان میں بتایا کہ اس آدمی نے میری گاجر اُٹھا کر کھالی تھی۔

یہ واقعات بیان فرمانے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس طرح کے واقعات ہم نے بکثرت سنے ہیں، اور ان سے ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ یہ احادیث (جن میں کھانے، پینے وغیرہ کے سلسلہ میں شیاطین کی شرکت اور ان کے افعال وتصرفات کا ذکر آیا ہے) مجاز کی قبیل سے نہیں ہیں، وہی حقیقت ہے۔ واللہ اعلم۔ (معارف الحدیث جلد ۶ صفحہ ۲۶۹)

﴿۳۱﴾ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی عجیب وغریب فضیلت

۞۱۞ صحیح بخاری میں ہے کہ جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اُسے یہ دونوں کافی ہیں۔

۞۲۞ مسند احمد میں ہے کہ میں سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں، مجھ سے پہلے کوئی نبی یہ نہیں دیا گیا۔

۞۳۞ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی اور آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، جو ساتویں آسمان میں ہے...... جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے...... اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں:

◆ پانچوں وقت کی نمازیں۔ ◆ سورۂ بقرہ کی خاتمہ کی آیتیں۔ ◆ اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔

۞۴۞ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو، میں انہیں عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں۔

۞۵۞ ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں، میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو یہ مجھ سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

۞۶۞ ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیئے گئے ہیں۔

۞۷۞ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی، جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورۂ بقرہ ختم کی۔ جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائے اُس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جاسکتا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب بتلاتے ہیں، لیکن حاکم اپنی مستدرک میں اسے صحیح کہتے ہیں۔

۞۸۞ ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سورۂ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے کہ یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں، اور جب آیت ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (سورۂ نساء: آیت ۱۲۳) ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۖ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى﴾ (سورۂ النجم: آیت ۳۹ تا ۴۱) پڑھتے زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ ...... الخ نکل جاتا اور ست

ہو جاتے۔

﴿۹﴾ ابن مردویہ میں ہے کہ مجھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں، اور مفصل کی سورتیں اور زیادہ ہیں۔

﴿۱۰﴾ حدیث میں ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھماکہ کی آواز آسمان سے آئی، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے اوپر کو آنکھیں اُٹھائیں اور فرمایا کہ آسمان کا یہ وہ دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا۔ اس سے ایک فرشتہ اترا، اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ خوش ہو جایئے! آپ کو وہ دو نور دیئے جاتے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا۔ (مسلم)

پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت میں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۸۳)

﴿۳۲﴾ مسلمان کو کپڑا پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے، اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے اوپر احسان کریں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے کپڑا دیا اور فرمایا:

''میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

﴿۳۳﴾ قرآن کی ایک دعا جس کے ہر جملے کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں نے قبول کیا، اچھا میں نے دیا''

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ ﷺ کی آسانیاں بخشنے کا خوب مشاہدہ کر چکا ہوں۔ اگلی اُمتوں میں بڑی سختیاں تھیں، اس اُمت پر وہ احکام ہلکے کر دیئے گئے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت سے دل کے خیالات اور ارادوں پر گرفت نہیں کرتا جب تک وہ زبان سے بول نہ چکیں یا عمل نہ کر چکیں۔ فرمایا کہ میری اُمت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا۔ بھول چوک سے اگر کچھ ہو یا بحالت جبر کیا ہو تو اس کو قابل معافی سمجھا گیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ کی آخری آیت)

ترجمہ: ''﴿۱﴾ اے ہمارے ربّ! ہم پر دارو گیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ ﴿۲﴾ اے ہمارے ربّ! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ ﴿۳﴾ اے ہمارے ربّ! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے

جس (کے اُٹھانے) کی ہم میں سکت نہ ہو۔ ﴿۴﴾ اور درگزر کیجئے ہم سے ﴿۵﴾ اور بخش دیجئے ہم کو ﴿۶﴾ اور رحم کیجئے ہم پر ﴿۷﴾ اور آپ ہمارے کارساز ہیں، سومدد کیجئے ہماری (اور غالب کیجئے ہم کو) کافرلوگوں پر۔''

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ اس دعا کے ذریعہ خدا سے مانگا جاتا ہے تو ہر سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اچھا میں نے دیا، میں نے قبول کیا۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

﴿۳۴﴾ مرگی کی بیماری پر صبر کرنے والی خاتون کو حضور ﷺ کی بشارت

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اُس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگی! یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ سے میری شفاء کے لیے دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفاء دے گا، اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروزِ قیامت حسب تجھ پر سے اُٹھ جائے۔ وہ کہنے لگی: اچھا میں بیماری پر صبر کرلوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے۔ ہوش وحواس رخصت ہوجاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے، برہنہ ہوجاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہوتو نہ ہو دعا کیجئے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت مرگی کپڑا اس کے جسم سے نہ ہٹا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

﴿۳۵﴾ قبر سے آواز آئی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں

کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا۔ ایک عورت اس کی دیوانی ہوگئی، اُس کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی، حتیٰ کہ ایک دِن وہ اس کے گھر آ ہی گیا، اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آ گئی:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: آیت ۲۰۱)

ترجمہ: ''جو لوگ خداترس ہیں جب اُن کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ (فوراً خدا کی) یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

اور ساتھ ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا، پڑھتے پڑھتے جان دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اُس کے باپ سے تعزیت کی، وہ رات کو دفن کردیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اُس کی قبر پر گئے اُس کی نماز مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہوکر یوں بولنے لگے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾ (سورۂ رحمٰن: ۴۶)

ترجمہ: ''اے نوجوان! جو خدا تعالیٰ سے ڈر گیا اس کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔''

اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

﴿۳۶﴾ دنیا قیامت کے دن خطرناک بڑھیا کی شکل میں لائی جائے گی

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دنیا قیامت کے دن ایسی بڑھیا کی شکل میں لائی جائے گی جس کے سر کے بال کھچڑی ہورہے ہوں گے، جس کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی، جو دانت پھاڑ رہی ہوگی، جو نہایت بدشکل ہوگی اور مخلوقات کو جھانک کر دیکھے گی۔ لوگوں سے دریافت کیا جائے گا: اسے جانتے ہو؟ لوگ جواب دیں گے، پناہ بخدا! جو ہم اسے جانیں۔

انہیں جتلایا جائے گا کہ وہ دنیا ہے جس کی خاطر تم باہم جھگڑتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، ایک دوسرے پر جیتے تھے، اور باہم بغض ونفرت رکھتے تھے اور دھوکے میں رہتے تھے، پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ پکارے گی: ''میرے ربّ! میرے پیرو اور میرے چیلے کہاں ہیں؟'' اللہ عزوجل حکم دیں گے کہ ''اس کے مریدوں اور چیلوں کو اس کے ساتھ ملا دو۔'' (رحمۃ اللہ الواسعہ جلد ا صفحہ ۸۲۱)

﴿۳۷﴾ یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں؟

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر — یہ میری نظر کا قصور ہے
تیری راہ گزر میں قدم قدم — کہیں عرش ہے کہیں طور ہے
یہ بجا ہے مالک بندگی — میری بندگی میں قصور ہے
یہ خطا ہے میری خطا مگر — تیرا نام بھی تو غفور ہے
یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں؟ — مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے
کہیں دل کی شرط نہ ڈالنا — ابھی دل نگاہوں سے دور ہے

﴿۳۸﴾ بے حقیقت نام

حضرت ہود علیہ السلام نے جب تبلیغ کا آغاز کیا تو قوم کے افراد نے ان کو بیوقوف اور جھوٹا کہا۔ قوم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اللہ واحد کی عبادت کے کیا معنی؟ صرف ایک ہستی اتنے بڑے نظام کائنات کا انتظام کیونکر کرسکتی ہے؟

ان لوگوں کا خیال تھا کہ کائنات کے لاکھوں شعبوں کے لیے ایک خدا کی کارسازی ممکن نہیں، اس لیے انہوں نے دنیا کے مختلف اُمور کے لیے الگ الگ معبود قرار دے لیے تھے اور ان کے مختلف نام بھی گھڑ لیے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی اس تجویز پر بار ہا اعتراض کیا کہ اے قوم! کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ جن کے لیے اللہ نے کوئی سند ودلیل نازل نہیں کی ہے۔

یعنی یہ صرف نام ہی نام ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو، ان ناموں کے پیچھے کوئی طاقت واقتدار نہیں۔ تم کسی کو بارش کا رب اور کسی کو ہوا کا، کسی کو پانی کا، کسی کو دولت کا، کسی کو صحت و بیماری کا خدا کہتے ہو، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی فی الحقیقت کسی چیز کا بھی رب نہیں ہے۔ لیکن قوم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہوئی۔ انہیں کسی طرح بھی یقین نہ آتا کہ صرف ایک ہستی اتنے بڑے نظام کائنات کو کیونکر قائم رکھ سکتی ہے؟ کائنات کے لیے تقسیم کار ضروری ہے۔ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے لیے اہل کار تجویز کرتی تھی، مگر اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتی تھی۔ کائنات کے لیے اللہ کا وجود جانتے و مانتے ہوئے بھی فرضی ہستیوں کو حاجت روائی کے لیے پکارا کرتی تھی، ان کے نام پر نذر و نیاز بھی کی جاتی تھی، ان سے دُکھ درد میں استغاثہ و فریاد بھی کرتے تھے اور خوشی ومسرت میں ان کے نام کا وظیفہ بھی پڑھتے تھے، اور یہ اتنا قدیم طریقہ تھا کہ اس کو چھوڑنا ان کے لیے تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ اس طریقے پر ان کی پشتیں گزر گئی تھیں۔

موجودہ زمانے میں بھی بعض لوگ کسی انسان کو ''مشکل کشا'' کہتے ہیں حالانکہ مشکل کشائی کی کوئی طاقت اس کے پاس نہیں ہوتی ہے...... کسی کو ''گنج بخش'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، حالانکہ اس کے پاس کوئی گنج نہیں کہ کسی کو بخشے...... کسی کو ''داتا'' کہتے ہیں حالانکہ وہ کسی شئے کا مالک ہی نہیں کہ داتا بن سکے...... کسی کو ''غریب نواز'' کہا جاتا ہے حالانکہ وہ غریب اس اقتدار میں کوئی حصہ نہیں رکھتا کہ کسی

غریب کونواز سکے...... کسی کو ''غوث'' (فریادرس) کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ کوئی زور نہیں رکھتا کہ کسی کی فریاد کو پہنچ سکے...... کسی کو ''بندہ نواز'' سمجھا جاتا ہے، حالانکہ وہ خود بندہ ہے، بندگی کے بندھنوں میں کسا ہوا...... کسی کو ''دستگیر'' کہا جاتا ہے باوجود یہ کہ وہ خود دست نگر (حاجت مند) تھا کسی کی کیا دستگیری کرتا؟ درحقیقت یہ اور ایسے سب نام محض نام ہی نام ہیں جن کے پیچھے کوئی اقتدار، قدرت اور طاقت نہیں۔ جو ان کے لیے جھگڑا کرتا ہے وہ دراصل صرف ناموں کے لیے جھگڑتا ہے نہ کسی حقیقت کے لیے۔ سیدنا داوٗد علیہ السلام نے اپنے قوم کو یہی حقیقت سمجھانی چاہی لیکن اتنی کھلی حقیقت سمجھی نہ گئی۔ یہ دنیا کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے کہ مجبور اور بے بس انسانوں نے اپنے ہی وہم وگمان سے خدائی کا جتنا حصہ جس کو چاہا اور اس کو اپنا مذہب وایمان بھی بنالیا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ (ہدایت کے چراغ جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

﴿۳۹﴾ بُری صحبت کا انجام

بری صحبت زہر سے زیادہ مہلک ہوتی ہے جس کا انجام ذلت ورسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح نیک صحبت تریاق ہوتی ہے جو سینکڑوں برائیوں سے حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔ عقل مند انسان کو جیسے نیکی کی تلاش رہتی ہے ویسے ہی بدی سے اجتناب (پرہیز) رہتا ہے۔ انسان کو جس طرح نیکی کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ نیک صحبت کی ضرورت ہے، اور جس طرح بدی سے بچنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جس نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور بیوی جو زندگی بھر رفیقہ حیات رہی دونوں کا کافروں کی صحبت سے کفر پر خاتمہ ہوا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اپنی رباعی میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس طرح ادا کیا ہے:

پسر نوح بابداں بہ نسبت خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد
صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح تر طالح کند

ترجمہ

﴿۱﴾ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا تو اس سے نبوت کا خاندان چھوٹ گیا۔
﴿۲﴾ اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیکوں کی صحبت اختیار کی تو آدمی بن گیا۔
﴿۳﴾ نیکوں کی صحبت تجھ کو نیک بنادیتی ہے، بروں کی صحبت تجھے برا بنادیتی ہے۔

﴿۴۰﴾ نماز جنازہ سیکھو اور پڑھو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مکرم ومحترم مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام مسنون وتحیات عرض ہے کہ بندہ کو ایک بات پوچھنی ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو شریعت میں اس کے اولیاء میں جو قریب ترین ہوتا ہے اس کو نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق ہے، مثلاً بیٹا ہے یا باپ وغیرہ ہے، تو سوال ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ مطلع فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

جواب آپ نے جو سوال کیا ہے کہ ولی اقرب کو زیادہ حق ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میرے ذہن میں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نماز میں مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا ہوتی ہے تو ولی اقرب جس درد وغم اور دل سے دعا کرے گا، اتنا کوئی اور نہیں کر سکتا، اور جب کوئی دعا دل سے کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔ علماء نے اور بھی وجوہات لکھی ہوں گی لیکن بندہ کے ذہن میں یہ وجہ ہے۔ آج کل بہت سے لوگ نماز جنازہ نہیں جانتے، ان کو نماز جنازہ سیکھنی چاہیے۔ تاکہ وقت آنے پر مرحوم آپ کی دعائے مغفرت سے محروم نہ رہے۔

﴿۴۱﴾ نماز کب گناہوں سے روکتی ہے؟

سوال بعد سلام یہ عرض ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور گناہوں سے بچاؤ نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن میں ہے کہ نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے؟

جواب اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جس طرح دواؤں کی مختلف تاثیرات ہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں دو فلاں بیماری کو روکتی ہے اور واقعتاً ایسا ہوتا ہے لیکن کب؟ جب دو باتوں کا التزام کیا جائے۔

﴿۱﴾ دوا کو پابندی سے اس طریقہ اور شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے جو حکیم یا ڈاکٹر بتلائے۔

﴿۲﴾ پرہیز یعنی ایسی چیزوں سے اجتناب کیا جائے جو اس دوا کے اثرات کو زائل کرنے والی ہوں۔

اسی طرح نماز کے اندر بھی یقیناً اللہ نے ایسی روحانی تاثیر کر رکھی ہے کہ یہ انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، لیکن اسی وقت جب نماز کو سنت نبوی کے مطابق ان آداب و شرائط کے ساتھ پڑھا جائے جو اس کی صحت وقبولیت کے لیے ضروری ہیں۔

﴿۴۲﴾ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں شیطان قدم نہیں رکھ سکتا

سوال کافی عرصہ سے پریشان ہوں، گھر میں جنات بہت پریشان کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل بتائیے؟

جواب اس کا حل یہ ہے کہ:

﴿۱﴾ نماز کی پابندی، قرآن شریف کی تلاوت، صبح وشام کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں۔

﴿۲﴾ گھر میں داخل ہو کر گھر کے چاروں کونوں میں آیت الکرسی پڑھ کر دم کریں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوتے ہی گھر کے چاروں کونوں میں آیت الکرسی پڑھ کر دم کرتے تھے۔

﴿۳﴾ سورۂ بقرہ گھر میں پڑھیں، اس کی تائید میں تیرہ (۱۳) حدیثیں نقل کرتا ہوں۔ غور سے حدیثوں کو پڑھئے اور ان پر عمل کیجئے:

- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اُس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسّی (۸۰) اسّی (۸۰) فرشتے نازل ہوئے تھے اور بالخصوص آیت الکرسی تو خاص عرش تلے سے نازل ہوئی اور اس سورت کے ساتھ ملائی گئی۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے جو شخص اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت طلبی کے لیے پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے۔ اس سورت کو مرنے والوں کے سامنے پڑھا کرو۔
- مسند احمد، صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔
- ایک اور حدیث ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

- ابن مردویہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ پیر پر پیر چڑھائے بڑھتا چلا جائے لیکن سورۂ بقرہ نہ پڑھے۔ سنو! جس گھر میں یہ مبارک سورت پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے، سب گھروں میں بدترین اور ذلیل ترین گھر وہ ہے جس میں کتاب اللہ کی تلاوت نہ کی جائے۔
- مسند دارمی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ ہر چیز کی اونچائی ہوتی ہے اور قرآن کی اونچائی سورۂ بقرہ ہے۔ ہر چیز کا لباب ہوتا ہے اور قرآن کا لباب مفصل کی سورتیں ہیں۔
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی چار پہلی آیتیں اور آیت الکرسی اور دو آیتیں اس کے بعد کی اور تین آیتیں سب سے اخیر کی۔ یہ جملہ دس آیتیں رات کے وقت پڑھ لے اس گھر میں شیطان اس رات نہیں جاسکتا اور اس کے گھر والوں کو اس دن شیطان یا کوئی اور بری چیز ستا نہیں سکتی۔ یہ آیتیں مجنون پر پڑھی جائیں تو اس کا دیوانہ پن بھی دور ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جس طرح ہر چیز کی بلندی ہوتی ہے قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔ جو شخص رات کے وقت اسے اپنے گھر میں پڑھے تین راتوں تک شیطان اس گھر میں نہیں جاسکتا اور دن کو اگر گھر میں پڑھ لے تو تین دن تک شیطان اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا۔
- طبرانی، ابن حبان، ابن مردویہ، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر ایک جگہ بھیجا اور اس کی سرداری آپ ﷺ نے انہیں دی جنہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے سورۂ بقرہ یاد ہے۔ اس وقت ایک شریف شخص نے کہا: میں بھی اسے یاد کر لیتا ہوں، لیکن مجھے ڈر لگا کہ ایسا نہ ہو میں اس پر عمل نہ کرسکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قرآن سیکھو، قرآن کو پڑھو۔ جو شخص اسے سیکھتا ہے پھر اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بھرا ہوا برتن جس کی خوشبو ہر طرف مہک رہی ہے۔ اسے سیکھے ہوئے سو جانے والے کی مثال اس برتن کی سی ہے جس میں مشک تو بھری ہوئی ہے لیکن اوپر سے منہ بند کر دیا گیا ہے۔
- صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ اُن کا گھوڑا جوان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا، اس نے اچھلنا کودنا بدکنا شروع کیا۔ آپ نے قرأت چھوڑ دی، گھوڑا بھی سیدھا ہو گیا۔ آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا، گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کیا۔ آپ نے پھر پڑھنا موقوف کیا، گھوڑا بھی ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ چونکہ ان کے صاحبزادے یحییٰ گھوڑے کے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے اس لیے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں بچہ کو چوٹ نہ آ جائے، قرآن کا پڑھنا بند کر کے اُسے اُٹھا لیا۔ آسمان کی طرف دیکھا کہ جانور کے بدکنے کی کیا وجہ ہے؟ صبح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ سنتے جاتے اور فرماتے جاتے ہیں: اُسید! پڑھتے چلے جاؤ۔ حضرت اُسید نے کہا: حضور! تیسری مرتبہ کے بعد تو یحییٰ کی وجہ سے پڑھنا میں نے بالکل بند کر دیا۔ اب جو نگاہ اُٹھی تو دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی چیز سایہ دار ابر (بادل) کی طرح ہے اور اس میں چراغوں کی طرح کی روشنی ہے۔ بس میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر کو اُٹھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ جانتے ہو یہ کیا چیز تھی؟ یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کو سنکر قریب آ گئے تھے، اگر تم پڑھنا موقوف نہ کرتے تو وہ صبح تک یوں ہی رہتے اور ہر شخص انہیں دیکھ لیتا کسی سے نہ چھپتے۔
- اس کے قریب قریب واقعہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ گذشتہ رات ہم نے دیکھا کہ ساری رات حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا گھر نور کا بقعہ (مکان) بنا رہا ہے اور چمکدار روشن چراغوں سے جگمگا تا رہا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید انہوں نے رات کو سورۂ بقرہ پڑھی ہوگی۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: سچ ہے، رات کو

میں سورۂ بقرہ کی تلاوت میں مشغول تھا۔

- نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ سیکھو، اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے۔ جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر کچھ دیر چپ رہنے کے بعد فرمایا: سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران سیکھو، یہ دونوں نورانی سورتیں ہیں اپنے پڑھنے والے پر سائبان یا بادل یا پرندوں کے جھنڈ کی طرح قیامت کے روز سایہ کریں گی۔
- مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ قرآن اور قرآں پڑھنے والوں کو قیامت کے دن بلوایا جائے گا، آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہوں گی بادل کی طرح یا سائبان کی طرح، یا پر کھولے پرندوں کے جھرمٹ کی طرح۔ یہ دونوں پروردگار سے ڈٹ کر سفارش کریں گی۔
- ایک شخص نے اپنی نماز میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی، اس کے فارغ ہونے کے بعد حضرت کعب نے فرمایا: خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان میں خدا کا وہ نام ہے کہ اس نام کے ساتھ جب کبھی اُسے پکارا جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ اب اس شخص نے حضرت کعب سے عرض کیا کہ مجھے بتلائیے کہ وہ نام کون سا ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسے انکار کیا اور فرمایا: اگر میں بتادوں تو خوف ہے کہ کہیں تو اس نام کی برکت سے ایسی دعا نہ مانگ لے جو میری اور تیری ہلاکت کا سبب بن جائے۔
- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمہارے بھائی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ گویا لوگ ایک بلند و بالا پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں، پہاڑ کی چوٹی پر دو سرسبز درخت ہیں، اور ان میں سے آوازیں آرہی ہیں کہ کیا تم اس سے کوئی سورۂ بقرہ کا پڑھنے والا ہے، جب کوئی کہتا ہے کہ ہاں تو وہ دونوں درخت اپنے پھلوں سمیت اس کی طرف جھک آتے ہیں اور یہ اس کی شاخوں پر بیٹھ جاتا ہے، اور وہ اسے اوپر لے لیتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۹)

﴿۴۳﴾ ایک دعا جس کا ثواب اللہ نے چھپا رکھا ہے

ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے ایک مرتبہ کہا: (يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ) فرشتے گھبرا گئے کہ ہم اس کا اکتنا اجر لکھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ سے انہوں نے عرض کیا کہ تیرے ایک بندے نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے کس طرح لکھیں؟ پروردگار نے باوجود جاننے کے ان سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ فرمایا: تم یونہی اسے لکھ لو میں آپ اسے اپنی ملاقات کے وقت اس کا اجر دے دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۶)

﴿۴۴﴾ مجامعت کی رُکاوٹ دور کرنے کیلئے مجرب عمل

سوال ایک خفیہ مرض میں مبتلا ہوں، کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتا، اور ظاہر کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے، اور زندگی بہت پریشانی میں گزر رہی ہے۔ آپ براہِ کرم میرا نام نہ بتائیں اور اس کا حل بتائیں۔ وہ خفیہ مرض یہ ہے کہ بیوی سے روک دیا گیا ہوں۔ ڈاکٹری بہت علاج کروایا، مرض نہیں ہے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ پر جادو کا اثر ہے۔

جواب بندہ عامل نہیں ہے، مگر حدیث شریف میں یا اقوال سلف میں کوئی بات بندہ کو مل جاتی ہے، بندہ بنا دیتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں اور پانی ملالیا جائے پھر آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کردیا جائے اور جس پر جادو کیا گیا ہے اُسے تین گھونٹ پلادیا جائے، اور باقی پانی سے غسل کرادیا جائے، انشاء اللہ جادو کا

اثر جاتا رہے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔

جادو کو دور کرنے اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سب سے اعلیٰ چیز ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ کی سورتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان جیسا کوئی تعویذ نہیں۔ اسی طرح آیت الکرسی بھی شیطان کو دفع کرنے میں اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

﴿۴۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا لقب کیوں ملا؟

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے۔ کوئی نہ ملا، واپس آئے، گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ پوچھا اے اللہ کے بندے! تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا: اس مکان کے حقیقی مالک نے۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ اُسے یہ بشارت سنادوں کہ خدا نے اُسے اپنا خلیل کرلیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: پھر تو مجھے ضرور بتائیے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ خدا کی قسم گو وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں، میں ضرور ان سے جا کر ملاقات کروں گا۔ پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزار دوں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا: وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا: کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا: ہاں! آپ ہی ہیں آپ نے پھر دریافت کیا کہ کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ کس بنا پر کن امور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا: اس لیے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود طلب نہیں کرتے۔ اور روایت میں ہے کہ جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوفِ خدا اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندوں کی پرواز کی آواز۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

﴿۴۶﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے احوال واقوال

① مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا:

مہمان نوازی اسلامی زندگی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے، اس میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ معروف تھے، ان کا دسترخوان ان کے احباب، اعزہ، پڑوسی اور اجنبی سب کے لیے خوان یغما تھا۔ وہ کبھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے، اس بارے میں کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا۔ سال کے بیشتر حصہ میں وہ روزہ رکھتے تھے۔ جس دن وہ روزہ سے ہوتے اس دن دوسروں کو عمدہ عمدہ کھانا پکوا کر کھلاتے۔ ابواسحاق کا بیان ہے کہ کسی سفر جہاد یا حج میں جا رہے تھے تو ان کے ساتھ دو اونٹنیوں پر بھنی ہوئی مرغیاں لدی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان ان مسافروں کا تھا جو ان کے ہم سفر تھے۔ (سیر صحابہ: جلد ۸ صفحہ ۳۱۹)

② صرف ایک قلم لوٹانے کیلئے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں میل کا سفر کیا:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار شام میں کسی شخص سے قلم مستعار لیا۔ اتفاق سے قلم اس شخص کو واپس کرنا بھول گئے۔ جب ''مرو'' پہنچے تو قلم پر نظر پڑی۔ ''مرو'' سے شام پھر واپس گئے اور قلم صاحب قلم کو واپس کیا۔

تنہا یہ واقعہ ان کی اخلاقی زندگی کا بہترین مظہر ہے، اور دنیا کی اخلاقی تاریخ کا غیر معمولی واقعہ ہے۔ ''مرو'' شام سے سینکڑوں میل

دور ہے اور پھر یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب رسل رسائل کے ذرائع صرف گھوڑے اونٹ اور خچر ہوتے تھے۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۱۸)

③ مسلمان کے دل کو اچانک خوش کرو اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ بخش دے گا:

ایک شخص سات سو (۷۰۰) درہم کا مقروض تھا۔ کچھ لوگوں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ اس کا قرض ادا کردیں۔ انہوں نے منشی کو لکھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ یہ تحریر لے کر مقروض ان کے منشی کے پاس پہنچا، اس نے خط پڑھ کر حامل رقعہ سے پوچھا کہ تم کو کتنی رقم چاہیے، اس نے کہا: میں سات سو کا مقروض ہوں، اور اسی رقم کے لیے لوگوں نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے میری سفارش کی ہے۔ منشی کو خیال ہوا کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سبقت قلم ہوگئی ہے، اور وہ سات سو کے بجائے سات ہزار لکھ گئے ہیں۔ منشی نے حامل رقعہ سے کہا کہ خط میں کچھ غلطی معلوم ہوئی ہے، تم بیٹھو! میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ دریافت کرکے تم کو رقم دیتا ہوں۔ اس نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ خط لانے والا تو صرف سات سو درہم کا طالب ہے اور آپ نے سات ہزار دینے کی ہدایت کی ہے، سبقت قلم تو نہیں ہوگئی ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جس وقت تم کو یہ خط ملے اسی وقت اس شخص کو تم چودہ ہزار درہم دے دو۔ منشی نے ازراہِ ہمدردی ان کو دوبارہ لکھا کہ اگر اسی طرح آپ اپنی دولت لٹاتے رہے تو جلد ہی سارا سرمایہ ختم ہوجائے گا۔ منشی کی یہ ہمدردی اور خیرخواہی ان کو ناپسند ہوئی اور ذرا سخت لہجہ میں لکھا کہ اگر تم میرے ماتحت و مامور ہو تو میں جو حکم دیتا ہوں اس پر عمل کرو، اور اگر تم مجھے اپنا مامور و محکوم سمجھتے ہو تو پھر تم آکر میری جگہ پر بیٹھو، اس کے بعد جو تم حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گا۔ میرے سامنے مادی دولت و ثروت سے زیادہ قیمتی سرمایہ آخرت کا ثواب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو اچانک اور غیر متوقع طور پر خوش کردے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔''

اس نے مجھ سے سات سو درہم کا مطالبہ کیا تھا، میں نے سوچا کہ اس کو سات ہزار ملیں گے تو یہ غیر متوقع رقم پاکر بہت زیادہ خوش ہوگا، اور فرمان نبوی کے مطابق میں ثواب کا مستحق ہوں گا۔ دوبارہ رقعہ میں چودہ ہزار انہوں نے اس لیے کرایا کہ غالباً لینے والے کو سات ہزار کا علم ہوچکا تھا، اس لیے اب زائد ہی رقم اس کے لیے غیر متوقع ہوسکتی ہے۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲)

④ باخبر ہوکر بے خبر ہونا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی چھپی ہوئی نیکی:

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ طرطوس (شام) اکثر آیا کرتے تھے، راستہ میں ''رقہ'' پڑتا تھا (خلفائے عباسیہ عموماً ''رقہ'' میں گرمی گزارتے تھے، یہ مقام نہایت ہی سرسبز اور شاداب ہے)۔

یہاں جس سرائے میں وہ قیام کرتے تھے، اس میں ایک نوجوان بھی رہا کرتا تھا، جب تک ان کا قیام رہتا یہ نوجوان ان سے سماع حدیث کرتا اور ان کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ ایک بار یہ پہنچے تو اس کو نہیں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ قرض کے سلسلہ میں قید کردیا گیا ہے۔ انہوں نے قرض کی مقدار اور صاحب قرض کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ فلاں شخص کا دس درہم کا مقروض تھا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قید کردیا گیا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے قرض خواہ کو تنہائی میں بلایا اور اس سے کہا کہ بھائی اپنے قرض کی رقم مجھ سے لے لو اور اس نوجوان کو رہا کردو۔ یہ کہہ کر اس سے یہ قسم بھی لی کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گا۔ اس نے اسے منظور کرلیا۔ ادھر آپ نے اس کی رہائی کا انتظام کیا اور اسی رات رخت سفر باندھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ نوجوان رہا ہوکر سرائے میں پہنچا تو اس کو آپ کی آمد و رفت کی اطلاع ملی۔ اس کو ملاقات نہ ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ اسی وقت طرطوس کی طرف روانہ ہوگیا۔ کئی منزل کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کا

حال دریافت کیا۔اس نے اپنے قید ہونے اور رہا ہونے کا ذکر کیا۔آپ نے پوچھا: رہائی کیسے ہوئی؟ بولا کہ کوئی اللہ کا بندہ سرائے میں آ کر ٹھہرا تھا، اسی نے اپنی طرف سے قرض ادا کر کے مجھے رہا کر دیا، مگر میں اسے جانتا نہیں فرمایا کہ اللہ کا شکر کرو اس مصیبت سے تمہیں نجات ملی۔محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے بعد قرض خواہ نے اس واقعہ کو لوگوں سے بیان کیا۔ (سری صحابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۳)

۵ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کئی لوگوں کو اپنے خرچے سے حج کراتے تھے:

ان کی زندگی کا یہ خاص معمول زیارت حرمین شریف بھی تھا۔قریب قریب ہر سال اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ سفر حج کے موقع پر ان کا معمول تھا کہ سفر سے پہلے اپنے تمام رفقائے سفر سے کہتے کہ اپنی اپنی رقم سب لوگ میرے حوالہ کر دیں۔ جب وہ لوگ حوالہ کر دیتے تو ہر ایک کی رقم کو الگ الگ ایک ایک تھیلی میں ہر ایک کا نام لکھ کر صندوق میں بند کر دیتے، اور پورے سفر میں جو کچھ خرچ کرنا ہوتا وہ اپنی جیب سے کرتے۔ ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے، ان کی دوسری ضرورت پوری کرتے۔ جب فریضہ حج ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچتے تو رفقاء سے کہتے کہ اپنے اہل وعیال کے لیے جو چیزیں پسند ہوں خرید لیں۔ سفر حج ختم کر کے جب گھر واپس آتے تو تمام رفقائے سفر کی دعوت کرتے، پھر وہ صندوق کھولتے جس میں لوگوں کی رقمیں رکھی ہوئی تھیں اور جس تھیلی پر جس کا نام ہوتا اس کے حوالہ کر دیتے۔راوی کا بیان ہے کہ زندگی بھر ان کا یہی معمول رہا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۴)

۶ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ساتھی کو درد بھرا خط لکھا کہ تم خود مجنون ہو گئے جبکہ تم مجنونوں کے معالج تھے:

ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کے ممتاز محدث اور امام تھے۔ وہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص احباب میں تھے۔تجارت میں بھی وہ ان کے شریک تھے۔ اُٹھنا بیٹھنا بھی ساتھ تھا، مگر انہوں نے بعض اُمراء کی مجالس میں جانا شروع کر دیا تھا۔عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا، اور ایک روز مجلس میں آئے تو ان سے مخاطب نہیں ہوئے۔ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے، مجلس میں تو کچھ نہ کہہ سکے۔گھر پہنچے تو بڑے اضطراب کی حالت میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط لکھا:

''اے میرے سردار! مدتوں سے آپ کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہوں۔قسم ہے خدا کی! ان احسانات کو میں اپنے متعلقین کے حق میں برکت شمار کرتا تھا۔آپ نے مجھ کو نہ جانے کیوں اپنے سے جدا کر دیا؟ اور مجھ کو میرے ہم نشینوں میں کم رتبہ بنا دیا۔ میں آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، لیکن آپ نے میری طرف توجہ تک نہ کی۔اس عدم توجہی سے مجھے آپ کی ناراضگی کا علم ہوا اور مجھے اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ میری کون سی غلطی آپ کے غضب وغصہ کو سبب بنی ہے۔

اے میرے محترم! میری آنکھوں کے نور! میرے استاذ! خدا کی قسم! آپ نے کیوں نہیں بتلایا کہ وہ کیا خطا ہوئی جس کی بنا پر میں آپ کی ان تمام نوازشوں اور کرم فرمائیوں سے جو میری غایت تمنا تھیں محروم ہو گیا۔''

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پراثر خط پڑھا مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چند اشعار جواباً ان کے پاس لکھ کر بھیج دیئے۔ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- اے علم کو ایک ایسا باز بنانے والے جو غریبوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتا ہے۔
- تم نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لیے ایسی تدبیر کی ہے جو دین کو مٹا کر رکھ دے گی۔
- تم خود مجنون ہو گے جبکہ تم مجنونوں کا علاج کرتے تھے۔
- وہ تمام روایتیں آپ کی کیا ہوئیں جو ابن عون اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بیان کرتے ہیں۔

◆ وہ روایتیں کہاں گئیں جن میں سلاطین سے ربط وضبط رکھنے کی وعید آئی ہے۔ اگر تم کہو میں اس پر مجبور کیا گیا تو ایسا کیوں ہوا؟

ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاصد یہ اشعار لے کر پہنچا اور انہوں نے پڑھا تو ان پر رقت طاری ہوگئی اور اسی وقت اپنے عہدہ سے استعفہ لکھ کر بھیج دیا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۷)

⑦ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑا:

ایک بار عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ رقہ (خلفائے عباسیہ عموماً رقہ میں گرمی گزارتے تھے، یہ مقام نہایت ہی سرسبز وشاداب ہے) آئے، اس کا علم ہوا تو پورا شہر استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا۔ ہارون رشید کی ایک لونڈی محل سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی، اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے ہیں، انہی کے استقبال کے لیے یہ مجمع اُمڈ آیا ہے۔ اس نے بے ساختہ کہا کہ:

(هُوَ الْمَلِكُ لَا مَلِكَ هَارُوْنَ الَّذِيْ لَا يَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَيْهِ اِلَّا بِشُرُوْطٍ وَّاَعْوَانٍ)

ترجمہ: ''حقیقت میں خلیفہ وقت یہ ہیں، ہارون نہیں، اس لیے کہ اس کے گرد کوئی مجمع بغیر پولیس، فوج اور اعوان وانصار اکٹھا نہیں ہوتا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۹)

⑧ خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے:

اُمت محمدیہ صلوات اللہ علیہا کے پانچ طبقے ہیں جب ان میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے

ایک روز مسیّب بن واضح نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ عام بگاڑ اور فساد کیسے پیدا ہوتا ہے؟ مسیّب نے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ فرمایا کہ خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اُمت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے۔

① علماء: یہ انبیاء کے وارث ہیں مگر جب دنیا کی حرص وطمع میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدا بنایا جائے؟

② تجار: یہ اللہ کے امین ہیں جب یہ خیانت پر اُتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے؟

③ مجاھدین: یہ اللہ کے مہمان ہیں جب یہ مال غنیمت کی چوری شروع کردیں تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعے حاصل کی جائے۔

④ زُھاد: یہ زمین کے اصل بادشاہ ہیں، جب یہ لوگ برے ہوجائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے؟

⑤ حکام: یہ مخلوق کے نگران ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہوجائے تو گلہ کو کس کے ذریعہ بچایا جائے۔

﴿۴۷﴾ کیا عورتیں مکر وفریب کی پیکر ہیں؟

سوال بعد سلام یہ عرض ہے کہ بہت سے لوگ عورتوں کو طعنہ دیتے ہیں اور مکر وفریب کی پیکر بتلاتے ہیں اور دلیل میں قرآن کی آیت ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾ (سورۂ یوسف: ۲۸) (بے شک تمہاری چالبازی بہت بڑی ہے) پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ برائے کرم مطلع فرمائیں۔ (ایک دینی بہن)

جواب یہ عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کو حرکت قبیحہ (بری حرکت) دیکھ کر عورتوں کی بابت کہا ہے، اللہ نے سورۂ یوسف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہ اللہ کا قول ہے اور نہ ہر عورت کے بارے میں صحیح ہے، اس لیے اسے ہر عورت پر چسپاں کرنا اور اُس بنیاد پر عورت

کومکروفریب کا پتلا باور کرنا قرآن کا ہرگز منشاء نہیں ہے۔ واللہ علم

﴿۴۸﴾ دین میں زیادہ باریکیاں نکالنا کس کیلئے مناسب ہے اور کس کیلئے نامناسب

یہاں ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ شبہات کے بارے میں زیادہ باریکیاں نکالنا اس شخص کے لیے مناسب ہے۔ جس کے اور حالات بھی بلند ہوں۔ اس کے ورع وتقوٰی کا معیار بھی اونچا ہو۔ لیکن جو شخص کھلم کھلا محرمات کا ارتکاب کرے اس کے بعد باریکیاں نکال نکال کر متقی بننے کا شوق رکھے تو اس کے لیے یہ صرف ناموزوں ہی نہیں بلکہ قابل مذمت ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر حالت احرام میں مچھر مار دے تو اس کی کیا جزاء دینی چاہیے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو شہید کرڈالا، اب مجھ سے مچھر کے خون کا فتوٰی پوچھنے چلے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ دنیا میں وہ میرے دو پھول ہیں۔

اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی والدہ یہ کہتی ہے کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دے دے۔ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا: اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر چکا ہے اور اس کی فرماں برداری اس معاملہ کے سوا اور کوئی بات باقی نہیں رہی تو اسے طلاق دے دینی چاہیے، اور اگر ابھی کچھ اور مراحل بھی باقی ہیں تو طلاق نہ دینی چاہیے۔ (ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

﴿۴۹﴾ ایک پیچیدہ مقدمہ اور اس کا فیصلہ

یہ واقعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور مبارک کا ہے۔ دو مسافر کافی چلنے کے بعد تھک گئے تو انہیں شدت سے بھوک محسوس ہوئی۔ دونوں ایک سایہ دار درخت کے نیچے اطمینان سے بیٹھ گئے اور اپنے اپنے توشے دسترخوان پر رکھ دیئے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ ابھی کھانا شروع بھی نہیں کیا تھا کہ ایک تیسرا مسافر پاس سے گزرا، اس نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اسے کھانے کی دعوت دی، وہ بے تکلف ہوکر شریک ہوگیا۔ تینوں نے روٹیاں برابر کھائیں۔ کھانا ختم ہونے کے بعد وہ صاحب کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے پاس آٹھ درہم رکھتے ہوئے کہا: میں نے آپ دونوں صاحبان کا جو کھانا تناول کیا ہے اس کے عوض یہ درہم رکھ لیجئے۔

وہ صاحب تو دام دے کر چلے گئے مگر ان دونوں حضرات کے درمیان بٹوارے کو لے کر تنازع (جھگڑا) شروع ہوگیا۔ جن صاحب کی پانچ روٹیاں تھیں ان کا کہنا تھا کہ ''پانچ درہم میرے اور تین تمہارے۔'' انہوں نے یہ فیصلہ شاید اس لیے کیا کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ رقم دینے والے نے آٹھ درہم اسی لیے دیئے کہ ہر روٹی کے عوض ایک درہم دیا جائے۔ اس لیے پانچ روٹی کے مالک اپنے حق میں پانچ درہم رکھنا چاہتے تھے اور دوسرے صاحب کو تین روٹی کے عوض تین درہم دینا چاہتے تھے۔

مگر دوسرے صاحب تین درہم لینے کے لیے تیار نہیں تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ رقم چونکہ دونوں کو ایک ساتھ دی ہے، اس لیے اس کے برابر حصے کیجئے اس طرح میرے حصے میں چار درہم آنے چاہئیں۔ وہ چار درہم لینے کے لیے بضد تھے۔

آخر باہمی گفت وشنید (کہنے سننے) سے مسئلہ حل نہ ہوسکا تو وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ دونوں نے پورا واقعہ تفصیلاً بیان کردیا۔ پورا واقعہ سننے کے بعد آپ نے تین روٹی والے سے فرمایا کہ جب تمہارا ساتھی تین درہم تمہیں دینے کے لیے تیار ہے تو تم تین درہم پر راضی ہوجاؤ۔ لیکن وہ چار پر ہی اڑ گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ویسے وہ تمہیں تین درہم

دے کرتم پر احسان ہی کرنا چاہتا ہے، ورنہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تمہیں ایک ہی درہم ملنا چاہیے۔ اس شخص نے بہت ہی ادب سے کہا: سبحان اللہ! اگر انصاف کا یہی تقاضہ ہے تو مجھے اس کی وجہ بتایئے میں اسے قبول کرلوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا: روٹیاں آٹھ تھیں، اور کھانے والے تین۔ ظاہر ہے کہ تین پر آٹھ برابر تقسیم نہیں ہو سکتے۔ اس لیے مانا یہ جائے گا کہ سب نے برابر روٹیاں کھائی ہیں تو سب کو مساوی کرنے کے لیے روٹیوں کے حصہ یا ٹکڑے مانے جائیں۔ ہر روٹی کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے چوبیس (۲۴) ٹکڑے ہوئے۔ اس حساب سے ہر شخص نے روٹی کے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ اب چونکہ تمہاری تین روٹیاں تھیں، اس لیے اس کے نو (۹) ٹکڑے ہوئے، جس میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے کھالئے، باقی بچا ایک ٹکڑا جو تیسرے شخص نے کھایا۔ تمہارے ساتھی کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، ان کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ ٹکڑے اس نے کھائے، باقی بچے سات ٹکڑے جو تیسرے صاحب نے کھائے۔ تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے تمہاری روٹی کا صرف ایک ٹکڑا ہی کھایا، اس لیے تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، اور تیسرے نے اس ساتھی کی روٹی کے سات ٹکڑے کھائے اس لیے اس کا حق سات درہم ہے۔ وہ شخص اس فیصلہ پر راضی ہوگیا۔ غور فرمایئے! مقدمہ کتنا پیچیدہ تھا اور کتنی آسانی سے فیصلہ ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۵۹)

﴿۵۰﴾ یہودیوں کے شر سے بچنے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دعاء سکھائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ اَدْعُوْكَ، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ الصَّمَدِ اَدْعُوْكَ، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْوِتْرِ الَّذِیْ مَلَاَ الْاَرْكَانَ كُلَّهَا اِلَّا مَافَرَّجْتَ عَنِّیْ مَآاَمْسَيْتُ فِيْهِ وَمَآ اَصْبَحْتُ فِيْهِ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعاء مانگی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندے کو میرے پاس لے آؤ۔

(الارج فی الفرج للسیوطی ص ۴۱)

﴿۵۱﴾ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سال قحط پڑا تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کرلے جاتا اور اسے اپنا مہمان بنالیتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔

چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا (اسے حضور اکرم ﷺ اپنے ہاں لے آئے)۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضور اکرم ﷺ کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔ حضور اکرم ﷺ ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا۔ اس پر میں نے عرض کیا: اے اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیونکہ یہ حضور ﷺ کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اسے پھر حضور اکرم ﷺ ایک رات ساتھ لے کر آئے، اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یہ وہی آدمی ہے (جو پہلے سارا کھانا کھالیا کرتا تھا)؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: (ہاں! یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اور اب مسلمان ہوگیا ہے) کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

﴿۵۲﴾ فتنوں کے دور میں امت کو کیا کرنا چاہیے کامیابی کا راز جوش کے ساتھ ہوش میں چھپا ہوا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان کے لیے سب سے بہتر چند بکریاں ہوں گی، جنہیں لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔

(بخاری ومسلم)

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو فتنوں سے محفوظ رہا وہ بڑا خوش نصیب ہے (تین بار فرمایا) اور جو شخص ان میں پھنس گیا پھر اس نے ان پر صبر کیا اس کے تو کیا ہی کہنے۔ (ابوداؤد)

تشریح: فتنوں کی ذات میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ بے دین ناسمجھی سے اُن کو دین سمجھ کر ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، اور جو دین دار ہیں وہ ان میں شرکت کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ان کی مثال ان متعدی امراض کی سی ہوتی ہے جو فضائے عالم میں دفعتہً پھیل جائیں۔ ایسی فضاء میں جا جا کر گھسنا صحت کی قوت کی علامت نہیں، بلکہ اس سے لاپرواہی کی بات ہے، عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ اس فضاء ہی سے نکل بھاگے۔ اس حقیقت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل باب قائم کر کے متنبہ کیا ہے۔ اس کے بعد گزشتہ فتنوں کی تاریخ پر نظر ڈالو گے تو تم کو سلف صالح کا یہی طرزِ عمل نظر آئے گا کہ جب کبھی ان کے دور میں فتنوں نے منہ نکالا، اگر وہ ان کو کچل نہیں سکے، تو ان میں کودنے کے بجائے ہمیشہ اُن سے کنارہ کش ہو گئے۔

اگر اُمت اسی ایک حدیث کو سمجھ لیتی ہے تو کبھی فتنے زور نہ پکڑتے اور اگر بے دین اس میں مبتلا ہو جاتے تو کم از کم دینداروں کا دین تو ان کی مضرتوں سے محفوظ رہ جاتا۔ مگر جب اس حدیث کی رعایت نہ رہی تو بے دینوں نے فتنوں کو ہوا دی اور دینداروں نے اصلاح کی خاطر ان میں شرکت کی، پھر ان کی اصلاح کرنے کے بجائے خود اپنا دین بھی کھو بیٹھے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

اُمت میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے، اس کے بارے میں یہ خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس کو دیکھنے کے لیے نہ جائے کہ اس کے چہرے کی نحوست بھی مؤمن کے ایمان پر اثر انداز ہو گی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان اور تلوار دونوں کا جہاد اس اُمت کے فرائض میں سے ہے۔ مگر یہاں وہ زمانہ مراد ہے جبکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے۔ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے اور اصلاح کا قدم اُٹھانا اُلٹا فساد کا باعث بن جائے۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحابہ کے اندرونی مشاجرات میں جنگ کی شرکت کے لیے کہا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (سورۃ انفال: ۳۹)

ترجمہ: ”کافروں سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کہ فتنہ نہ رہے۔“

تو انہوں نے فرمایا: فتنوں کے فرو کرنے کے لیے جو جنگ تھی وہ ہم کر چکے، اب تم اُس جنگ کا آغاز کر رہے ہو جس سے اور فتنے پیدا ہوں گے۔ اپنی مادی اور روحانی طاقت کا اندازہ کئے بغیر فتنوں سے زور آزمائی کرنا صرف ایک جذبہ ہے اور فتنوں کو کچلنے کے لیے پہلے سامان مہیا کر لینا عقل اور شریعت کا حکم ہے۔ جذبات جب انجام بینی سے یکسر خالی ہوں تو وہ بھی صرف دماغی فلسفہ میں مبتلا ہو کر رہ جاتے ہیں، کامیابی کا راز جوش کے ساتھ ہوش میں چھپا ہوا ہے۔ (ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

﴿۵۳﴾ زبان کا عالم دل کا جاہل اس امت کیلئے خطرناک ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بصرہ کا وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے، سب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جانے دیا، لیکن حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا۔ اس کے بعد فرمایا: تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو، مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو، لیکن (میں نے ایک سال پرکھ کر دیکھ لیا کہ) انشاء اللہ تم ان میں سے نہیں۔

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اس منافق سے بچو جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا: منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟ فرمایا: بات تو حق کہے گا لیکن عمل منکرات پر کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ اس اُمت کو وہ منافق ہلاک کرے گا جو زبان کا عالم ہو۔

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق سے ہے جو عالم ہو۔'' لوگوں نے پوچھا: ''امیر المومنین! منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟'' فرمایا: ''وہ زبان کا تو عالم ہوگا لیکن دل اور عمل کا جاہل ہوگا۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۴)

﴿۵۴﴾ حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت کا عجیب قصہ

قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ﴾ (سورۂ لقمان: ۱۲)

''اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر۔''

حضرت لقمان علیہ السلام اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی عقل وفہم اور دینی بصیرت میں ممتاز مقام عطا فرمایا تھا۔ ان سے کسی نے پوچھا: تمہیں یہ فہم وشعور کس طرح حاصل ہوا؟ انہوں نے فرمایا: راست بازی، امانت داری اختیار کرنے اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کی وجہ سے۔

ان کی حکمت کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ یہ غلام تھے ان کے آقا نے کہا کہ بکری ذبح کرکے اس کے دو بہترین حصے لاؤ۔ چنانچہ وہ زبان اور دل نکال کر لے گئے۔ ایک مدت کے بعد پھر آقا نے اس سے کہا کہ بکری ذبح کرکے اس کے سب سے بدترین حصے لاؤ، وہ پھر وہی زبان اور دل لے کر آئے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ زبان اور دل اگر صحیح ہوں تو یہ سب سے بہترین ہیں، اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۵۵﴾ ایک دینی پیشوا کی ایک گناہ کی وجہ سے گھر بیٹھے رسوائی

• ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی، اس کے چار بھائی تھے۔ ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا، وہ اس سے زنا کر بیٹھا، اسے حمل رہ گیا۔ شیطان نے راہب کے دل میں (یہ بات) ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی، اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کردے، تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا، بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی۔ ایک روز رات

کے وقت موقع پر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اُجڑی جگہ زمین میں دبا آیا۔

اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا، اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا، اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا کہ آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے، ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں، دوسرے نے کہا نہیں کہو تو سہی، چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس (کی بہن) سے بدکاری کی، پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا: مجھے بھی یہی خواب آیا ہے۔ اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔

چنانچہ انہوں نے جا کر حکومت کو اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو خانقاہ سے ساتھ لیا، اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے۔ اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب میرے کئے کوتک (کرتوت) ہیں، اب بھی اگر تو مجھے راضی کرلے تو جان بچادوں گا۔ اس نے کہا: جو تو کہے۔ کہا مجھے سجدہ کرلے۔ اس نے یہ بھی کر دیا۔ پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے: ''میں تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں۔'' چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳)

﴿۵۶﴾ ایک دیہاتی کے پچیس سوالات

از

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات

سوال میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** فرمایا قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے۔
سوال میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** تقوی اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔
سوال عزت والا بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کر دو باعزت بن جاؤ گے۔
سوال اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔
سوال عادل بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** جسے اپنے لیے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو۔
سوال طاقتور بننا چاہتا ہوں؟	**جواب** اللہ پر توکل (بھروسہ) کرو۔

سوال: اللہ کے دربار میں خاص درجہ چاہتا ہوں؟ جواب: کثرت سے ذکر کرو۔

سوال: رزق کی کشادگی چاہتا ہوں؟ جواب: ہمیشہ باوضو رہو۔

سوال: دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں؟ جواب: حرام نہ کھاؤ۔

سوال: ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں؟ جواب: اخلاق اچھے کرلو۔

سوال: قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں؟

جواب: جنابت کے بعد فوراً غسل کیا کرو۔

سوال: گناہوں میں کمی چاہتا ہوں؟ جواب: کثرت سے استغفار کرو۔

سوال: قیامت کے روز نور میں اُٹھنا چاہتا ہوں؟ جواب: ظلم کرنا چھوڑ دو۔

سوال: میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم کرے؟ جواب: اللہ کے بندوں پر رحم کرو۔

سوال: میں چاہتا ہوں کہ اللہ میری پردہ پوشی کرے؟ جواب: لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

سوال: رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں؟ جواب: زنا سے بچو۔

سوال: میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جاؤں؟

جواب: جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہو اسے اپنا محبوب بنالو۔

سوال: اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔ جواب: فرائض کا اہتمام کرو۔

سوال: احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں؟

جواب: اللہ کی اس طرح بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

سوال: یارسول اللہ ﷺ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلائے گی؟ جواب: آنسو...... عاجزی...... اور بیماری۔

سوال: کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟ جواب: دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔

سوال: اللہ کے غصہ کو کیا چیز ٹھنڈا کرے گی؟ جواب: چپکے چپکے صدقہ...... اور صلہ رحمی۔

سوال: سب سے بڑی برائی کیا ہے؟ جواب: برے اخلاق...... اور بخل۔

سوال: سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟ جواب: اچھے اخلاق...... تواضع...... اور صبر۔

سوال: اللہ کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں؟ جواب: لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔ (کنز العمال، مسند احمد)

اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ

اس میں اسمائے حسنیٰ پڑھنے والوں کے لیے اہم ہدایات، اسمائے حسنیٰ کے معنی اور فوائد کا خاص تذکرہ ہے

انتخاب وترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری

تصحیح ونظر ثانی

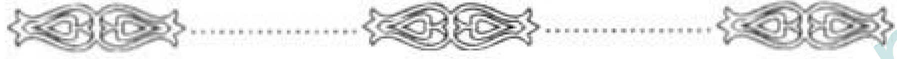
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (سورۂ اعراف:۱۸۰)

''اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، سوتم (ہمیشہ) اس کو اچھے ناموں سے پکارو۔''



بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا: مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) یعنی ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کرلیا (یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا) وہ جنت میں پہنچ گیا۔''



اسمائے حسنیٰ پڑھنے والوں کیلئے اہم ہدایات

① انسان اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے ترغیب کا محتاج ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب اسے پتہ چلتا ہے میرے پیارے رب کے پیارے نام ہیں اور اس نے ان ناموں کے ذریعہ خود کو پکارنے اور مانگنے کا حکم دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ان ناموں کو یاد کرلے گا، جنت میں جائے گا۔ تو فوراً ان ناموں (اسماحسنیٰ) میں مگن ہو جاتا، اور اپنی زندگی کے ہر سانس کو ان ناموں کے ذکر سے معطر کر کے ان خزانوں کو پالیتا جو ان ناموں کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ مگر اکثر انسان ایسا نہیں کرتے۔ ان ہی کی ترغیب کے لیے اسماء حسنیٰ کے کچھ خواص جمع کر دیئے گئے ہیں، یہ خواص قرآن وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں، بلکہ ماضی میں اللہ تعالیٰ نے ان پیارے ناموں سے جو منافع کمائے انہوں نے ان کو لکھ دیا، تاکہ دوسرے لوگ بھی ان منافع کو حاصل کرسکیں۔ یہ خواص اسماء حسنیٰ کے فوائد کا احاطہ نہیں کر سکتے، بلکہ یہ تو ایسا ہے جس طرح جنت کے پھلوں کو سونگھا کر جنت کی ترغیب دی جائے، خوشبو اپنی جگہ مگر ذائقہ یقیناً اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ پس یہ خواص خوشبو کی طرح ہیں، مگر جو یقین وایمان کے ساتھ ان اسماء کو پڑھے گا وہ انشاء اللہ اس ذائقے کو پائے گا، جو خوشبو سے بہت افضل واعلیٰ ہے۔

② اسمائے حسنیٰ کے بعض خواص کو دیکھ کر لوگ حیرانی سے پوچھتے ہیں کہ چند بار یہ نام پڑھ کر اتنا بڑا فائدہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے لیے بس اتنی گزارش ہے کہ وہ دوبارہ اپنے کو یہ بات یاد دلائیں کہ آخر یہ نام کس ذات کے ہیں؟ کیا اس سے بڑھ کر یا اس سے بڑی بھی کوئی چیز ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! تو پھر شک، شبہ اور خلجان کی کیا بات ہے؟ بے شک اسماء حسنیٰ کے ورد سے ان خواص سے بڑھ کر فوائد ملتے ہیں، کوئی کر کے تو دیکھے۔

③ عدد اور تعداد کا اپنا ایک اثر ہے۔ حکیم کا نسخہ پڑھیں، چھٹانک، تولے اور ماشے کے فرق سے دوا کی تاثیر بدل جاتی ہے، حالانکہ چیز وہی ہوتی ہے مگر مقدار اور وزن اس کے اثر کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

ایک انسان کوئی بات ایک بار سن کر یاد کر لیتا ہے مگر دوسرے انسان کو یہی بات تین بار سننے سے یاد ہوتی ہے۔ حالانکہ زبان اور کان ایک جیسے ہیں، ایک شخص کتنی قوت برداشت رکھتا ہے، اس کا تعلق بھی بعض اوقات عدد اور مقدار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح گرمی، سردی، آگ اور پانی کے درجہ حرارت اور درجہ برودت (ٹھنڈک) کے اپنے آثار ہوتے ہیں۔ آج کل کے ریڈیائی آلات بھی عدد اور مقدار کے اثر کا برملا اعلان کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بعض دعاؤں اور کلمات کے ساتھ ان کی تعداد بھی متعین فرمائی، جو عدد اور مقدار کے مؤثر ہونے کی قوی، مضبوط اور معتبر دلیل ہے۔

④ انسانوں نے دین ودنیا کو الگ الگ کر دیا جبکہ اسلام میں یہ دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔ پس جن اسماء کے خواص میں کچھ دنیاوی فوائد لکھے ہیں ان کے ساتھ ان اسماء میں بے شمار دینی فوائد بھی ہیں۔ اسی طرح جن اسماء کے دینی خواص لکھے ہیں ان کے ورد میں بے شمار دنیاوی فوائد بھی ہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ مؤمن کو وہ دین دیتا ہے جس میں دنیا کی بھلائی بھی ہوتی ہے اور اسے وہی دنیا دیتا ہے جو اس کے دین کے لیے نافع ہوتی ہے۔

⑥ نفع دینا اور نقصان سے بچانا یہ سب صرف اور صرف اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لیے وہی ورد، وظیفہ اور دعا پر اثر ہوتی ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو باقی خواص کا درجہ ثانوی ہے، اللہ تعالیٰ راضی ہوگا تو سارے خواص وفوائد نصیب ہوں گے، لیکن

اگر وہ راضی نہ ہوا تو پھر کیا ورد؟ کیا وظیفہ؟ اور کیا خواص؟

⑦ پاک چیزوں کو ناپاک مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا، کھانا کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو، اگر ناک میں ڈالا جائے یا کان میں گھسایا جائے تو وہ فائدہ نہیں نقصان دے گا۔ اسی طرح اسماء حسنٰی کے ذریعے ناپاک مقاصد حاصل کرنے والے اپنی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں پاتے۔ لہٰذا اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس کے ناموں کے ذریعہ اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

⑧ خاص خاص مقاصد کے لیے خاص خاص اسماء پڑھنا کچھ برا نہیں، لیکن کام کی بات یہ ہے کہ پہلے ان اسماء کو اختیار کیا جائے جو نفس کی اصلاح مخلوق سے بے نیازی اور محبت الٰہی کے خصوصی خواص رکھتے ہیں، پھر باقی اسماء کو پڑھا جائے اور اس بات کو ہرگز نہ بھلایا جائے کہ یہ سارے اسماء اعلیٰ وارفع ہیں اس لیے ان تمام کے ورد سے غفلت نہ کی جائے بلکہ نثر یا نظم کی صورت میں تمام اسماء کے ورد کو معمول بنایا جائے۔

⑨ یہ سارے اسماء گھر کے بچوں کو بھی یاد کرائے جائیں اور ان کے ذکر سے اپنے گھروں اور محفلوں کو ایمانی نور اور روحانی سکون بخشا جائے۔

⑩ گناہوں کے مارے اور مصیبتوں کے پسے ہوئے، پریشان حال، دکھی اور زخم خوردہ مسلمان جنہیں ایک طرف ان کا اژدھا صفت نفس امارہ ہر گھڑی ڈستا ہے اور انہیں ذلت وپستی کے گڑھوں میں ہر آن گھسیٹتا ہے، دوسری طرف شیطان ان پر ہر دم اپنے سوار اور پیادہ دستوں کے ذریعے حملہ آور ہوتا ہے اور ان کو اسلام اور انسانیت کے سیدھے راستے سے ہٹا کر ظلم، تکبر، شہوت پرستی، بدفعلی، حرام خوری، حرام کاری اور حرام بینی کے جہنمی راستوں کی طرف کھینچتا ہے، اور انہیں اپنی خلقت وفطرت تک تبدیل کرنے اور حزب الشیطان کے ناری ٹولے میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے، نفس اور شیطان کی مار سے خستہ حال ان مسلمانوں کو دنیاوی مصائب، پریشانیاں، فقر وفاقہ اور ذلت بھی اپنا شکار بناتی ہے...... یہ بے چارے کہاں جائیں؟

یہ مجموعہ اسی سوال کا جواب ہے۔ انسان کو پیدا کرنے والا اور اس سے محبت کرنے والا اللہ جل شانہ جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی ہے، قوی بھی ہے اور رحمان بھی ہے، ودود بھی ہے اور قیوم بھی ہے، اس درماندہ پریشان حال، زخم خوردہ، دکھی اور خستہ حال انسان کو تھام سکتا ہے۔ بندہ ذرا ادھر توجہ کرے تو دیکھے اور اسماء حسنٰی کے خوبصورت باغ کی سیر تو کرے، انشاء اللہ ہر قدم پر چونکے گا اور خوشی سے مست ہو کر اس باغ کے پھلوں، پھولوں اور سیرگاہوں سے سکون پائے گا، ہر لمحہ سیر ہوگا اور جتنا سیر ہوتا جائے گا، اسی قدر اس کی روحانی تشنگی بڑھتی چلی جائے گی۔ کاش بندے اسماء حسنٰی کو یاد کریں!!

صفات خداوندی کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

قرآن کریم میں اسماء حسنٰی اور صفاتِ خداوندی کو جگہ جگہ نہایت وضاحت اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر خالق کائنات کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی جو انسانوں کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ سودمند اور مفید چیز ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ رزّاق ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود بہت سی چیزوں کو رزاق سمجھنے لگتے ہیں۔ کوئی باپ کو، کوئی شوہر کو، کوئی بادشاہ کو رزاق خیال کرتا ہے، تو کوئی کھیتی اور دکاں کو رزاق سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَاب اور ذُوالطَّوْل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود جرائم پیشہ ہو جاتے ہیں اور گناہوں سے باز نہیں آتے، اور جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہیں، وہ رحمت خداوندی سے نااُمید اور مایوس ہو جاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے پاپی ہیں کہ ہماری ہرگز بخشش نہیں ہوسکتی، پھر وہ بے لگام ہو جاتے ہیں۔ الغرض اسماء الٰہی اور صفات خداوندی کی معرفت کے بغیر انسانوں

کی اصلاح اور نفوس کا تزکیہ نہیں ہوسکتا، اس لیے صفات خداوندی کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

اسمائے حسنیٰ کی تعداد اور ان کو یاد کرنے کا عظیم ترین فائدہ

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا : مِائَۃً اِلَّا وَاحِدَۃً ، مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ) (مشکوۃ شریف ص۱۹۹)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) یعنی ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کرلیا (یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا) وہ جنت میں پہنچ گیا۔''

یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے (۹۹) نام نہیں ہیں، قرآن وحدیث میں ان ناموں کے علاوہ اور بہت سے اچھے اچھے نام ہیں، نیز دیگر آسمانی کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے کئی نام بیان کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کچھ نام ایسے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخاری اور مسلم شریف کی مذکورہ بالا روایت میں صرف ان ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے جن کو محفوظ کرنے والا جنت کا مستحق بن جاتا ہے، اس لیے یہ مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام اور صفات ہیں ان ناموں کو محفوظ کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، یعنی سمجھ کر ان ناموں کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف وکمالات کے ساتھ متصف جاننا اور ماننا چاہئے تاکہ آپ کا عقیدہ درست ہو، نیز ان ناموں کو بار بار پڑھنا چاہیے اور ان کا خوب ورد کرنا چاہیے تاکہ آپ فضائل اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور رذائل وگناہوں سے پاک صاف ہوجائیں۔ یہی ان ناموں کو یاد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین یا ربّ العالمین!

ترمذی شریف کی روایت اور اس کا ترجمہ

بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے اس کی تفصیل ترمذی شریف کی روایت میں ہے، اس لیے پہلے ترمذی شریف کی روایت اور اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، پھر نام کے معنی اور اس کے خواص ذکر کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا ، مِائَۃً غَیْرَ وَاحِدَۃٍ مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ، الرَّحِیْمُ ، الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ ، السَّلٰمُ ، الْمُؤْمِنُ، الْمُھَیْمِنُ، الْعَزِیْزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَکَبِّرُ، الْخَالِقُ ، الْبَارِیُٔ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْقَھَّارُ، الْوَھَّابُ ، الرَّزَّاقُ ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِیْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ ، الْمُذِلُّ ، السَّمِیْعُ، الْبَصِیْرُ، الْحَکَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِیْفُ، الْخَبِیْرُ، الْحَلِیْمُ ، الْعَظِیْمُ ، الْغَفُوْرُ ، الشَّکُوْرُ، الْعَلِیُّ، الْکَبِیْرُ، الْحَفِیْظُ، الْمُقِیْتُ، الْحَسِیْبُ، الْجَلِیْلُ، الْکَرِیْمُ ، الرَّقِیْبُ، الْمُجِیْبُ ، الْوَاسِعُ، الْحَکِیْمُ ، الْوَدُوْدُ، الْمَجِیْدُ، الْبَاعِثُ، الشَّھِیْدُ، الْحَقُّ، الْوَکِیْلُ ، الْقَوِیُّ، الْمَتِیْنُ، الْوَلِیُّ ، الْحَمِیْدُ، الْمُحْصِیْ، الْمُبْدِئُ، الْمُعِیْدُ، الْمُحْیِیْ ، الْمُمِیْتُ، الْحَیُّ، الْقَیُّوْمُ، الْوَاجِدُ، الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخِّرُ، الْاَوَّلُ، الْاٰخِرُ ، الظَّاھِرُ ، الْبَاطِنُ ، الْوَالِیْ ، الْمُتَعَالِیْ، الْبَرُّ ، التَّوَّابُ ، الْمُنْتَقِمُ ، الْعَفُوُّ ، الرَّءُوْفُ ، مَالِکُ الْمُلْکِ ، ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ، الْمُقْسِطُ ، الْجَامِعُ ، الْغَنِیُّ ، الْمُغْنِیْ، الْمَانِعُ ، الضَّارُّ ، النَّافِعُ ، النُّوْرُ، الْھَادِیْ، الْبَدِیْعُ ، الْبَاقِیْ ، الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ ، الصَّبُوْرُ) (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان ناموں کو محفوظ کیا وہ جنت میں پہنچ گیا۔

① وہی اللہ یعنی حقیقی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ② بڑا مہربان ہے ③ نہایت رحم والا ہے ④ تمام جہانوں کا بادشاہ ہے ⑤ نہایت پاک ہے ⑥ اور تمام عیوب و کمزوریوں سے سالم ہے ⑦ امن وامان دینے والا ہے ⑧ تمام مخلوق کی نگہبانی کرنے والا ہے ⑨ کامل غلبہ والا ہے، کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوتا ⑩ بگڑے ہوئے کاموں اور حالات کو درست کرنے والا ہے ⑪ بڑی عظمت والا ہے ⑫ جان ڈالنے والا ہے ⑬ اور پیدا کرنے والا ہے ⑭ صورت بنانے والا ہے ⑮ بہت معاف کرنے والا ہے ⑯ سب کو قابو میں رکھنے والا ہے ⑰ بہت دینے والا ہے ⑱ خوب روزی پہنچانے والا ہے ⑲ فتح بخش اور رزق ورحمت کے دروازے کھولنے والا ہے ⑳ خوب جاننے والا ہے ㉑ روزی تنگ کرنے والا ㉒ روزی کو کشادہ کرنے والا ہے ㉓ (اور نیکوکاروں کو) بلند کرنے والا ہے ㉔ (نافرمانوں کو) پست کرنے والا ہے ㉕ (مسلمانوں کو) عزت دینے والا ㉖ (اور کافروں کو) ذلیل ورسوا کرنے والا ہے ㉗ خوب سننے والا ㉘ سب کو دیکھنے والا ㉙ اور سب کا حاکم ہے ㉚ نہایت انصار پرور ㉛ بڑا باریک بیں اور بندوں پر نرمی کرنے والا ہے ㉜ بڑا باخبر ㉝ بڑا بردبار ㉞ اور عظمت والا ہے ㉟ بہت بخشنے والا ㊱ اور بڑا اقدرداں یعنی تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب دینے والا ㊲ بہت بلند ㊳ اور بہت بڑا ہے ㊴ سب کی حفاظت کرنے والا ㊵ اور غذا بخش ہے ㊶ حساب لینے والا ㊷ بڑی شان والا ㊸ بڑی سخی ㊹ اور خوب نگہبانی کرنے والا ہے ㊺ سب کی دعائیں سننے اور قبول کرنے والا ہے ㊻ بڑی وسعت والا ㊼ اور بڑی حکمت والا ہے ㊽ (نیک بندوں سے) بے حد محبت کرنے والا ㊾ بڑا بزرگ ㊿ اور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے (۵۱) حاضر وناظر (۵۲) اور ثابت و برحق ہے (۵۳) بڑا کارساز (۵۴) بڑی قوت والا (۵۵) اور مضبوط اقتدار والا ہے (۵۶) (نیکوکاروں کا) مددگار (۵۷) تمام خوبیوں کا مالک (۵۸) خوب شمار کرنے والا اور گھیرنے والا ہے (۵۹) پہلی بار پیدا کرنے والا (۶۰) اور دوبارہ زندہ کرنے والا ہے (۶۱) زندگی بخشنے والا (۶۲) اور موت دینے والا ہے (۶۳) ہمیشہ زندہ رہنے والا (۶۴) اور خوب تھامنے والا ہے (۶۵) ایسا غنی و بے نیاز ہے کہ کسی چیز کا محتاج نہیں (۶۶) بزرگی والا (۶۷) اپنی ذات وصفات میں یکتا (۶۸) بڑا بے نیاز (۶۹) اور بڑی قدرت والا ہے (۷۰) قدرت کاملہ رکھنے والا (۷۱) (نیکوکاروں کو) آگے کرنے والا (۷۲) (اور بدکاروں کو) پیچھے کرنے والا (۷۳) سب سے پہلا (۷۴) سب سے پچھلا (۷۵) خوب نمایاں (۷۶) اور نہایت پوشیدہ ہے (۷۷) سب پر حکومت کرنے والا (۷۸) بہت بلند وبرتر (۷۹) اور نیک سلوک کرنے والا (۸۰) توبہ قبول کرنے والا (۸۱) بدلہ لینے والا (۸۲) بہت معاف کرنے والا (۸۳) اور خوب شفقت کرنے والا (۸۴) سارے جہاں کا مالک (۸۵) عظمت وجلال اور انعام واکرام والا ہے (۸۶) عدل وانصاف کرنے والا ہے (۸۷) (قیامت کے دن) سب کو جمع کرنے والا ہے (۸۸) بڑا بے نیاز (۸۹) (اور بندوں کو) بے نیاز کرنے والا ہے (۹۰) (ہلاکت کے اسباب کو) روکنے والا (۹۱) نقصان پہنچانے والا (۹۲) اور نفع پہنچانے والا ہے (۹۳) نہایت روشن اور سارے جہاں کو روشن کرنے والا ہے (۹۴) ہدایت دینے والا (۹۵) بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا (۹۶) اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے (۹۷) تمام چیزوں کا وارث مالک ہے (۹۸) سب کا راہ نما اور سب کو راہ راست دکھانے والا ہے (۹۹) بہت برداشت کرنے والا اور بڑا بردبار ہے۔''

نوٹ: اگر کوئی عربی اسماء حسنیٰ پڑھنے سے عاجز ہو تو ان کا ترجمہ سمجھ کر پڑھ لیا کرے، اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف جانے اور مانے انشاء اللہ آپ کو بھی اسماء حسنیٰ کے فوائد وبرکات حاصل ہوں گے۔ (محمد امین پالن پوری)

اسمائے حسنیٰ کے معنی اور خواص

ترمذی شریف کی روایت میں جو اسمائے حسنیٰ اور صفات خداوندی مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے ان مبارک ناموں کو یاد کیا وہ جنت میں پہنچ گیا، ان میں سے ہر ایک کے معنی اور خواص الگ الگ لکھتا ہوں، تاکہ آپ ان ناموں کے فوائد و برکات جان کر انکا خوب ورد کریں اور جنت میں پہنچ جائیں۔

☆..................☆☆☆..................☆

ترمذی شریف میں ننانوے (۹۹) نام ہیں لیکن مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں اَلْوَاحِدُ اور بعض نسخوں میں اَلْاَحَدُ ہے اس لیے میں نے اَلْاَحَدُ کے معنی اور اس کے خواص بھی لکھ دیئے ہیں تا کہ پورے سو (۱۰۰) نام ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ناموں کے فوائد و برکات سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

☆..................☆☆☆..................☆

نوٹ: اسماء حسنیٰ کے فوائد و برکات سے وہی حضرات پورے طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں جو ان اسماء کے معنی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف جانتے اور مانتے ہیں اور ذات وصفات میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اسی لیے تمام اسماء حسنیٰ کے معنی لکھے گئے ہیں تا کہ آپ ان اسماء حسنیٰ کے معنی جان کر اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف مانیں اور اپنا ایمان مضبوط کریں، اور شرک جلی و خفی سے اپنا ایمان کو پاک رکھیں۔



اللّٰہُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱﴾ اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(یہ ذاتی نام ہے، معبود برحق، خدا تعالیٰ، معبود حقیقی)

﴿۱﴾ روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنے سے کمال یقین نصیب ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے پاک وصاف ہو کر خلوت میں پڑھنے سے مقصود آسان ہو جاتا ہے خواہ کیسا ہی مشکل ہو۔

﴿۳﴾ جس مرض کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے ہوں اس پر پڑھا جائے تو اچھا ہو جاتا ہے، بشرطیکہ موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔

﴿۴﴾ ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھنے والا صاحب باطن وصاحبِ کشف ہو جاتا ہے۔

﴿۵﴾ چھیاسٹھ (٦٦) بار لکھ کر دھو کر مریض کو پلانے سے اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتا ہے، خواہ آسیب کا اثر کیوں نہ ہو۔

﴿۶﴾ آسیب زدہ کے لیے کسی برتن پر ﴿اللّٰہُ﴾ اس برتن کی گنجائش کے بقدر لکھ کر اس کا پانی آسیب زدہ پر چھڑکیں تو اس پر مسلط شیطان جل جاتا ہے۔

﴿۷﴾ جو شخص ﴿اللّٰہُ﴾ کا محبت الٰہی کی وجہ سے ذکر کرے گا اور شک نہیں کرے گا وہ صدیقین میں سے ہو گا۔

﴿۸﴾ جو ہر نماز کے بعد سات (۷) بار ﴿هُوَ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ﴾ پڑھتا رہے گا اس کا ایمان سلب نہیں ہوگا، اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۹﴾ جو شخص ایک ہزار (۱۰۰۰) بار ﴿یَااللّٰہُ یَاھُوَ﴾ پڑھے گا اس کے دل میں ایمان اور معرفت کو مضبوط کر دیا جائے گا۔

﴿۱۰﴾ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر قبلہ رُخ بیٹھ کر مغرب تک ﴿یَااللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ﴾ پڑھتا رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے۔

اَلرَّحْمٰنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲﴾ اَلرَّحْمٰنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا مہربان، زبردست رحمت والا...... یہ صرف اللہ تعالیٰ کا وصف خاص ہے، غیر اللہ کے لیے یہ وصف جائز نہیں)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھنے سے قلب کی غفلت اور نسیان دور ہو جاتا ہے، اور دنیا کے معاملات میں مدد کی جاتی ہے۔

﴿۲﴾ اس اسم کو کثرت سے پڑھنے والا ہر امر مکروہ سے محفوظ رہتا ہے۔

﴿۳﴾ اسے لکھ کر اور دھو کر پلانے سے گرم بخار سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو صبح کی نماز کے بعد دو سو اٹھانوے (۲۹۸) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر بہت رحم فرمائے گا۔

﴿۵﴾ جو کوئی اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ اکتالیس (۴۱) بار ﴿یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَیَا رَحِیْمَهُمَا﴾ پڑھے گا اس کی ضروری حاجت پوری ہو جائے گی۔

﴿۶﴾ جو کوئی جابر حاکم کے پاس جاتے وقت ﴿یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ﴾ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ظالم کے شر سے بچا لیتے ہیں، اور خیر عطا فرماتے ہیں۔

اَلرَّحِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳﴾ اَلرَّحِیْمُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(نہایت رحم والا)

خواص دس ہیں:

﴿۱﴾ جو ہر روز سو (۱۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے اور لوگوں کے قلوب اس کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

﴿۲﴾ جو اس کا کثرت سے ورد کرتا ہے وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور زمانے کے مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

﴿۳﴾ جو کسی جابر حکمران کے پاس جاتے وقت ﴿یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ﴾ پڑھتا جائے، اللہ تعالیٰ اسے ظالم کے شر سے بچا لیتے ہیں، اور خیر عطا فرماتے ہیں۔

﴿۴﴾ جو کوئی ہر روز یہ اسم پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا دولت پائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس پر مہربان و شفیق ہوگی۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کو صبح کی نماز کے بعد (۱۰۰) بار پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق مہربانی اور شفقت کرے گی۔

﴿۶﴾ جو اسے صبح کی نماز کے بعد پانچ سو پچپن (۵۵۵) بار پڑھتا رہے وہ ہر حاجت سے غنی رہے گا۔

﴿۷﴾ جو ﴿یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَیَا رَحِیْمَھُمَا﴾ اکتالیس (۴۱) روز تک پڑھے اس کی حاجت پوری ہوگی۔
﴿۸﴾ جو کوئی اسے روزانہ سو (۱۰۰) بار پڑھے اس کے دل میں رقت اور شفقت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی یہ دل کی قساوت (سختی) کا علاج ہے۔
﴿۹﴾ جس کسی کو کسی ناگوار کام کا اندیشہ ہو وہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ کو کثرت سے پڑھے، انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔
﴿۱۰﴾ اگر اسے لکھ کر پانی سے دھو کر پانی کسی درخت کی جڑ میں ڈالا جائے تو پھل میں برکت ہوتی ہے۔

اَلْمَلِكُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴﴾ اَلْمَلِكُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سارے جہان کا بادشاہ)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص اس اسم کو زوال کے وقت ایک سو بیس (۱۲۰) بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو صفائی قلب اور غنا عطا فرماتا ہے، خواہ غنا ظاہری ہو خواہ باطنی۔
﴿۲﴾ جو شخص اس اسم کو پڑھتا ہے اس کا نفس اس کی اطاعت کرتا ہے اور اسے عزت و حرمت حاصل ہوتی ہے۔
﴿۳﴾ جو سورج نکلنے کے وقت تین ہزار (۳۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، وہ جو مراد مانگے گا حاصل ہو جائے گی۔
﴿۴﴾ مال و ملک والا آدمی (حکمران یا بڑا عہدیدار) اگر یہ اسم ﴿اَلْقُدُّوْسُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھے گا تو اس کا مال و ملک قائم رہے گا۔
﴿۵﴾ جو اس اسم کو فجر کے بعد ایک سو بیس (۱۲۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی عنایات کے ذریعہ غنی فرما دیتا ہے۔
﴿۶﴾ اگر حکمران اسے پڑھنے کا معمول بنائیں تو بڑے بڑے فراعنہ (سرکش و متکبر لوگ) ان کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔
﴿۷﴾ جو کوئی روزانہ صبح کی نماز کے بعد ﴿یَا مَلِكُ﴾ کثرت سے پڑھا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دے گا۔

اَلْقُدُّوْسُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵﴾ اَلْقُدُّوْسُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نہایت پاک)

خواص نو (۹) ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے گا سب سے بے پروا ہوگا (یہاں تک کہ ناجائز شہوات سے بھی)۔
﴿۲﴾ جو شخص دشمن سے بچنے کے لیے بھاگتے وقت اس کو کثرت سے پڑھے گا وہ محفوظ رہے گا۔
﴿۳﴾ جو سفر میں اس کی مداومت کرے گا کبھی نہیں تھکے گا۔
﴿۴﴾ جو اس کو تین سو انیس (۳۱۹) بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو دشمن مہربان ہو جائے گا۔
﴿۵﴾ جو زوال کے بعد ایک سو ستر (۱۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا دل منور ہوگا اور روحانی امراض سے پاک ہو جائے گا۔
﴿۶﴾ جو کوئی چالیس (۴۰) دِن تک خلوت میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا مقصد حاصل ہوگا، اور دنیا میں اس کی قوتِ تاثیر ظاہر ہو جائے گی۔
﴿۷﴾ اگر کوئی اس کو رات کے آخری حصہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے تو بیماری اور بلا اس کے جسم سے دور ہو جاتی ہے۔

۸ نماز جمعہ کے بعد ایک سو پچاس (۱۵۰) بار ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ﴾ کہہ کر پھر اس کو ایک روٹی پر لکھ کر جو شخص کھائے وہ تمام آفات سے محفوظ رہے اور اسے عبادت کی توفیق حاصل ہو۔

۹ جو جمعہ کی نماز کے بعد ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ﴾ روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھاتا رہے فرشتہ صفت ہو جائے۔

اَلسَّلَامُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶﴾ اَلسَّلَامُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(سب عیوب و آفات سے سالم، سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، سلامت و بے عیب ذات)

خواص دس ہیں:

۱ جو ہمیشہ صبح کی نماز کے بعد ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے گا، اس کا علم زیادہ ہوگا۔

۲ اگر کوئی اس اسم کو ایک سو اکتیس (۱۳۱) بار یا ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) بار پڑھ کر بیمار پر دم کرے تو بیمار صحت پائے۔

۳ جو اس اسم کو کثرت سے پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے وہ دشمن سے بے خوف رہے گا۔

۴ بیمار یا خائف اگر ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھ کر دم کرے تو بیماری اور خوف سے محفوظ رہے گا۔

۵ یہ اسم مبارک چھ سو نوے (۶۹۰) بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو دشمن مہربان ہو جائے۔

۶ اگر کوئی ایک سو اکیس (۱۲۱) بار یہ اسم اور ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ کسی مرض پر پڑھے تو مریض شفا پائے گا، یا کم از کم مرض میں تخفیف ہو جائے گی۔

۷ اگر کوئی شخص مریض کے پاس اس کے سرہانے بیٹھ کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ اسم ایک سو چھتیس (۱۳۶) بار اتنی بلند آواز سے پڑھے کہ مریض سن لے تو انشاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔

۸ ہر فرض نماز کے بعد پندرہ (۱۵) مرتبہ ﴿اَللّٰهُمَّ يَاسَلَامُ سَلِّمْ﴾ پڑھنا ہر طرح کی سلامتی کے لیے مفید ہے۔

۹ جو کوئی کثرت سے اس اسم کو پڑھتا رہے گا، انشاء اللہ تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

۱۰ جو کوئی ایک سو پندرہ (۱۱۵) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر بیمار پر دم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی صحت و شفاء عطا فرمائے گا۔

اَلْمُؤْمِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷﴾ اَلْمُؤْمِنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(امن و امان دینے والا)

خواص نو ہیں:

۱ جو کثرت سے اس کا ورد کرے اس کا ایمان قائم رہے اور مخلوق اس کی مطیع و معتقد ہو جائے۔

۲ جو کوئی روزانہ تین (۳) بار یہ اسم مبارک پڑھنے کا معمول رکھے اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔

۳ جو کوئی ایک سو چھتیس (۱۳۶) بار یہ اسم مبارک پڑھا کرے ظالموں کے ظلم اور جملہ آفات سے محفوظ رہے گا۔

﴿۴﴾ خوف زدہ آدمی اگر فرضوں کے بعد چھتیس (۳۶) بار اس اسم کا ورد رکھے تو اس کی جان و مال محفوظ رہیں گے۔

﴿۵﴾ جس پر رُعب اور خوف طاری ہو وہ ﴿یَا سَلَامُ یَا مُؤْمِنُ﴾ کا ورد رکھے، خصوصاً مسافر اگر اس کا ورد رکھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و سلامتی نصیب ہو۔

﴿۶﴾ جو شخص کسی خوف کے وقت چھ سوتیس (۶۳۰) بار اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ العزیز ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

﴿۷﴾ جو اس اسم کو ایک سو پندرہ (۱۵) بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے گا انشاء اللہ ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

﴿۸﴾ جو کوئی کسی خوف کے وقت دو سوتیس (۲۳۰) بار اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

﴿۹﴾ جو شخص اس اسم کو پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔

اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸﴾ اَلْمُهَيْمِنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(سب کی نگہبانی کرنے والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی غسل کرے پھر خلوت میں توجہ کے ساتھ نماز پڑھے اور سو (۱۰۰) بار یہ اسم پڑھے، اس کے دل میں نور پیدا ہوگا اور اس کی مراد پوری ہو جائے گی اور عالی ہمت ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اسے اُنتیس (۲۹) بار پڑھے گا اس کو کوئی غم نہ ہوگا۔

﴿۳﴾ جو یہ اسم ہمیشہ پڑھتا رہے گا تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اَلْعَزِيْزُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹﴾ اَلْعَزِيْزُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(ایسا غالب و طاقتور جو کسی سے مغلوب نہ ہو)

خواص دس ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص چالیس (۴۰) دن تک چالیس (۴۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو معزز و مستغنی بنا دیں گے۔

﴿۲﴾ جو شخص نمازِ فجر کے بعد اکتالیس (۴۱) مرتبہ پڑھتا رہے وہ انشاء اللہ کسی کا محتاج نہ ہو اور ذلت کے بعد عزت پائے۔

﴿۳﴾ اگر لوگ رات کے آخری حصے میں جمع ہو کر دو دو ہزار بار یہ اسم مبارک پڑھیں تو رحمت کی بارش ہوگی۔

﴿۴﴾ جو ﴿یَا عَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ بِحَقِّ یَا عَزِیْزُ﴾ پڑھے تو تمام مخلوق میں عزیز ہو۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کو چورانوے (۹۴) دن تک چورانوے (۹۴) مرتبہ پڑھ لیا کرے وہ معزز و کامران رہے۔

﴿۶﴾ جو اس کو چار سو گیارہ (۴۱۱) دن تک دو سو (۲۰۰) بار اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھے گا اس کے سب کام درست ہو جائیں گے۔

﴿۷﴾ جو اکتالیس (۴۱) بار صبح کو روز حاکم کے پاس جانے کے وقت ﴿یَا عَزِیْزُ﴾ پڑھ لیا کرے حاکم مہربان رہے۔

﴿۸﴾ جو عشاء کے بعد دوسو (۲۰۰) بار ﴿يَاعَزِيْزُ يَاعَزِيْزُ مِنْ كُلِّ عَزِيْزٍ اَدْعُوْ بِلُطْفِكَ يَاعَزِيْزُ﴾ پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوجائے۔

﴿۹﴾ جو متواتر سات (۷) دن تک ایک ہزار بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا دشمن ہلاک ہوجائے۔

﴿۱۰﴾ جو کسی (دشمن کے) لشکر کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے ستر (۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے وہ لشکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے شکست کھا جائے۔

اَلْجَبَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۰﴾ اَلْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بگڑے ہوئے کاموں اور حالات کو درست کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص روزانہ صبح وشام دوسو چھبیس (۲۲۶) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ ظالموں کے ظلم وقہر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ اگر کوئی بادشاہ اس کو پڑھا کرے تو دوسرا بادشاہ اس پر غالب نہ ہوگا۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے وہ مخلوق کی غیبت اور بدگوئی سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ہر ظالم وجابر سے حفاظت فرماتا ہے۔

﴿۴﴾ اس اسم کے ساتھ ﴿ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ملا کر پڑھنا بھی حفاظت کے لیے بہت مفید ہے۔

اَلْمُتَكَبِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۱﴾ اَلْمُتَكَبِّرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑی عظمت والا)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو بغیر تھکے اسے کثرت سے پڑھتا رہے اسے بلند قدر ومنزلت نصیب ہوتی ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

﴿۲﴾ کسی کو بے حیائی سے روکنے کے لیے اس کا دس (۱۰) بار اس پر پڑھنا مفید ہے۔

﴿۳﴾ جو کوئی ہم بستری سے پہلے دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اللہ جل شانہ اسے پرہیزگار اور نیک فرزند عطا فرمائے گا۔

﴿۴﴾ جو اسے ہر کام کے آغاز میں کثرت سے پڑھے گا اس کے کام میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔

﴿۵﴾ جو اس کو اکیس (۲۱) بار پڑھے گا، انشاء اللہ خواب میں نہیں ڈرے گا۔

﴿۶﴾ جو اس کو چھ سو باسٹھ (۶۶۲) دن تک چھ سو باسٹھ (۶۶۲) مرتبہ روزانہ پڑھے گا، صاحب صولت وسیاست ہوگا۔

﴿۷﴾ جو دشمن سے ڈرتا ہو اس اسم کی مداومت کرے، دشمن بدگوئی سے باز آجائے گا۔

اَلْخَالِقُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۲﴾ اَلْخَالِقُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پیدا کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص آدھی رات کے بعد ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل اور چہرے کو منور فرمادے گا۔

﴿۲﴾ جس کا مال یا بیٹا گم ہوگیا ہو اگر وہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) بار اس کا ورد کرے تو گمشدہ واپس آجائے گا۔

﴿۳﴾ جو سات (۷) روز تک متواتر اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے تمام آفات سے سالم رہے۔

﴿۴﴾ جو اسے ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے اسے اولا دِ نرینہ نصیب ہو۔

﴿۵﴾ اگر کوئی شخص ہمیشہ ﴿اَلْخَالِقُ﴾ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کر دیتے ہیں جو اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ منور رہتا ہے۔

﴿۶﴾ جو کوئی لڑائی میں تین سو (۳۰۰) بار اس کو پڑھے گا اس کا دشمن مغلوب ہوگا۔

اَلْبَارِئُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۳﴾ اَلْبَارِئُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(جان ڈالنے والا)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ اگر طبیب اس اسم کو پابندی سے ہمیشہ پڑھے تو اس کے ہاتھ میں شفا ہوگی۔

﴿۲﴾ جو کوئی ہفتہ کے دِن اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس کی طرف لے جائے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو دوسو چوالیس (۲۴۴) بار پڑھے اس کی جو بھی مراد ہوگی وہ پوری ہوگی۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کی مداومت کرے گا، حق تعالیٰ اس کے لیے ایک مونس پیدا کرے گا۔

﴿۵﴾ اگر بانجھ عورت سات (۷) روز روزے رکھے اور پانی سے افطار کرنے کے بعد اکیس (۲۱) مرتبہ ﴿اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ پڑھے تو انشاء اللہ اولا دِ نرینہ نصیب ہو۔

﴿۶﴾ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے صنائع عجیبہ کا ایجاد آسان ہو جاتا ہے۔

﴿۷﴾ جو شخص سات (۷) دِن تک روزانہ اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے امراض سے شفاء اور آفات سے سلامتی عطا فرمائے گا۔

اَلْمُصَوِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۴﴾ اَلْمُصَوِّرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(صورت بنانے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ اگر کوئی شخص سات (۷) دن تک روزہ رکھے اور غروب آفتاب کے بعد افطار سے پہلے اکیس (۲۱) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر دم کرے اور پانی بانجھ عورت کو پلائے تو انشاء اللہ اس کا بانجھ پن دور ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ جو اپنے بستر پر آ کر سات (۷) بار یہ اسم پڑھے، پھر ہم بستری کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد عطا فرمائے گا۔

﴿۳﴾ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے صنائع عجیبہ کا ایجاد آسان ہو جاتا ہے۔

﴿۴﴾ جو اس کا بکثرت ورد کرے اس کے لیے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

﴿۵﴾ جو کوئی وضو کرنے کے بعد شہادت کی اُنگلی سے اس کی اپنی پیشانی پر لکھے تو جس سے ملاقات کرے وہ اس کا دوست ہو جائے۔

﴿۶﴾ جو اسے پانی پر پڑھ کر دم کرے اور پی لے تو اعلیٰ مرتبہ پائے۔

اَلْغَفَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۵﴾ اَلْغَفَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت معاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی ﴿یَاغَفَّارُ﴾ کی مداومت کرے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے نفس کی بری خواہشات دور ہوں گی۔

﴿۲﴾ جو ﴿یَا غَفَّارُ! اِغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ﴾ جمعہ کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور آخرت میں لطف و مغفرت کا اُمیدوار بنائے گا۔

﴿۳﴾ جو شخص نماز عصر کے بعد روزانہ ﴿یَاغَفَّارُ! اِغْفِرْلِیْ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ بخشے ہوئے لوگوں کے زمرہ میں داخل کرے گا۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو جمعہ کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھے گا تو مغفرت کے آثار پیدا ہوں گے، تنگی دفع ہوگی اور بے گمان رزق ملے گا۔

﴿۵﴾ غصہ کرنے والوں پر یہ اسم پڑھا جائے تو ان کا غصہ زائل ہو جاتا ہے۔

اَلْقَهَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۶﴾ اَلْقَهَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو قابو میں رکھنے والا، وہ ذات جو سب پر غالب ہو اور اس کے غلبہ کو کوئی طاقت نہ روک سکے)

خواص نو ہیں:

﴿۱﴾ جس شخص کی کوئی حاجت ہو وہ اپنے گھر یا مسجد میں سر ننگا کر کے ہاتھ اُٹھا کر سو (۱۰۰) بار ﴿یَـاقَهَّـارُ﴾ کہے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

﴿۲﴾ جو اشراق کی نماز کے بعد سجدہ کر کے سات (۷) بار ﴿یَاقَہَّارُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دے گا۔
﴿۳﴾ جس شخص کو دشمنوں سے خطرہ ہو وہ سورج نکلتے وقت اور رات کے آخری حصہ میں دشمنوں کی ہلاکت کے لیے سو (۱۰۰) بار یہ پڑھے: ﴿یَاجَبَّارُ یَاقَہَّارُ یَاذَاالْبَطْشِ الشَّدِیْدُ﴾ پھر کہے: ﴿خُذْ حَقِّیْ مِمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَعَدَا عَلَیَّ﴾۔
﴿۴﴾ بکثرت اس کا ذکر کرنے سے دنیا کی محبت اور ماسوٰی اللہ کی عظمت دل سے جاتی رہے، اور دشمنوں پر غلبہ ہو۔
﴿۵﴾ اگر چینی کے برتن پر لکھ کر ایسے شخص کو پلایا جائے جو بوجہ سحر کے عورت پر قادر نہ ہو، سحر دفع ہو۔
﴿۶﴾ جو شخص دنیا کی محبت میں گرفتار ہو وہ کثرت سے اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ دنیا کی محبت جاتی رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔
﴿۷﴾ جو کوئی کسی ظالم سے ڈرتا ہو وہ اس اسم کو فرض نماز کے بعد تین سو چھ (۳۰۶) بار پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اسے امن وامان میں رکھے گا، اور دشمن پر غالب ہوگا، حاکم مہربان ہوگا اور خوف دل سے جاتا رہے گا۔
﴿۸﴾ جو کسی مشکل کے واسطے اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے مشکل حل ہو۔
﴿۹﴾ دشمن کو مغلوب کرنے کے فرض وسنت کے درمیان سو (۱۰۰) بار اس اسم کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

اَلْوَھَّابُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۷﴾ اَلْوَھَّابُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا فیاض، بہت دینے والا)

خواص بارہ ہیں:

﴿۱﴾ جو سات (۷) بار اس کو روز پڑھے گا مستجاب الدعوات ہوگا۔
﴿۲﴾ جو اس اسم کو عشاء کی نماز کے بعد چودہ سو چودہ (۱۴۱۴) بار پڑھے گا اسے رزق کی فراخی نصیب ہوگی۔
﴿۳﴾ جو کوئی فقر و فاقہ سے پریشان ہو وہ اس اسم کی مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسی راحت عطا فرمائے گا کہ حیران رہ جائے گا۔
﴿۴﴾ جو چاشت کی نماز کے بعد سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ میں سات (۷) بار ﴿اَلْوَھَّابُ﴾ پڑھے گا مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے گا۔
﴿۵﴾ جو کوئی رزق کی فراخی چاہتا ہو، چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھے، پھر سلام کے بعد سجدے میں جا کر ﴿اَلْــوَھَّـــابُ﴾ ایک سو چار (۱۰۴) بار اور اگر فرصت نہ ہو تو پچاس (۵۰) بار پڑھے مالدار ہو جائے گا۔
﴿۶﴾ کوئی بھی حاجت پیش آئے تو آدھی رات کے وقت گھر یا مسجد کے صحن میں تین (۳) بار سجدہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر سو (۱۰۰) بار اس کو پڑھے۔ یہ عمل تین (۳) یا سات (۷) رات کرے، انشاء اللہ العزیز حاجت پوری ہو جائے گی۔
﴿۷﴾ جو اسے عشاء کے بعد ساڑھے گیارہ سو (۱۱۵۰) بار پڑھے مقروض نہ رہے گا۔
﴿۸﴾ جو شخص فقر وفاقہ میں گرفتار ہو وہ کثرت سے اس اسم کو پڑھا کرے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے یا چاشت کی نماز کے آخری سجدہ میں چالیس (۴۰) بار پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فقر وفاقہ سے انشاء اللہ حیرت انگیز طریق پر نجات دے دیں گے۔
﴿۹﴾ حفاظتِ ایمان کے لیے ہر نماز کے بعد سات (۷) بار یہ آیت پڑھنا مجرب ہے:
﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۸)

⑩ برکت کے لیے اس اسم کو ﴿اَلْکَرِیْمُ ذُوالطَّوْلِ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھنا مفید ہے۔
⑪ ہر چیز میں برکت کے لیے اس کو اسم کو ﴿اَلْکَافِیْ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھنا مفید ہے۔
⑫ جب کوئی مشکل پیش آئے کسی میدان میں جا کر دُعا کی طرف ہاتھ اُٹھا کر سو (۱۰۰) بار ﴿یَاوَھَّابُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گا۔

اَلرَّزَّاقُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۸﴾ اَلرَّزَّاقُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب روزی پہنچانے والا)

خواص نو ہیں:

① جو اس اسم کو نہار منہ بیس (۲۰) مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائے اللہ تعالیٰ ایسا ذہن عطا فرماتا ہے جو باریکیوں اور مشکلات کو سمجھ لیتا ہے۔
② جو شخص اپنے مکان کے چاروں کونوں میں نمازِ صبح سے پہلے دس دس مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رزق کے دروازے انشاء اللہ کھول دیں گے، بیماری اور مفلسی اس کے گھر میں ہرگز نہ آئے گی۔ پڑھنے کا آغاز داہنے کونہ سے کرے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے۔
③ جو فجر کے فرض وسنت کے درمیان اکتالیس (۴۱) دن تک ساڑھے پانچ سو (۵۵۰) مرتبہ یہ اسم روز پڑھے گا، دولت مند ہوگا۔ اس میں فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا اور اسم مبارک کے اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھنا شرط ہے۔
④ جو عشاء کی نماز کے بعد سر ننگا کر کے
﴿یَارَزَّاقُ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ یَارَزَّاقُ﴾
گیارہ (۱۱) بار اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ اکتالیس (۴۱) روز پڑھا کرے گا اس کے لیے رزق کے دروازے کھلیں گے۔
⑤ جو کوئی اس کو پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) بار روز پڑھے گا، رزق اس کا کشادہ ہوگا اور کوئی دشواری اور درماندگی نہ آئے گی۔
⑥ جو اسم کو روزانہ تنہائی میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ خاص روحانی مقام پائے گا۔
⑦ جو ہر نماز کے بعد اس کے پڑھنے کا معمول بنائے گا غیب سے روزی پائے گا۔
⑧ جو شخص اس اسم کو سترہ (۱۷) بار اس شخص کے سامنے پڑھے جس سے کوئی حاجت ہو، انشاء اللہ وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔
⑨ جو اللہ اسم کو سو (۱۰۰) بار قیدی کی رہائی کے لیے پڑھے گا اسے خلاصی ملے گی، اور اگر بیمار کی صحت یابی کے لیے پڑھے گا اسے شفاء ملے گی، انشاء اللہ (مجرب ہے)۔

اَلْفَتَّاحُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۹﴾ اَلْفَتَّاحُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(فتح بخشش، رزق ورحمت کے دروازے کھولنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر نماز فجر کے بعد اکہتر (۷۱) بار یہ اسم پڑھے گا اس کا دل پاک اور منور ہو جائے گا اور حق کے راستے کا

حجاب اس سے ہٹالیا جائے گا اور اسے انشاء اللہ تمام امور میں آسانی اور رزق میں برکت عطا کی جائے گی۔

۲ اگر کند ذہن چینی کی رکابی پر اس کو لکھ کر زبان سے چاٹے، ذہین ہو جائے گا۔

۳ جو اسے سات (۷) بار پڑھے گا دل کی تاریکی جاتی رہے گی۔

۴ جو اس کا بکثرت ورد رکھے، اس کے دل کی کدورت دور ہو جائے گی اور فتوحات کے دروازے اس پر کھل جائیں گے۔

اَلْعَلِيْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۰﴾ اَلْعَلِيْمُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(وسیع علم والا، خوب جاننے والا)

خواص سات ہیں:

۱ جو کثرت سے ﴿يَا عَلِيْمُ﴾ کا وِرد کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر انشاء اللہ علم و معرفت کے دروازے کھول دے گا اور اللہ تعالیٰ سے مانگے گا جلد ملے گا اور حافظہ قوی ہوگا۔

۲ جو کوئی اس اسم کو دل میں پڑھے، صاحب معرفت ہو جائے۔ اور اگر فرض نماز کے بعد ڈیڑھ سو (۱۵۰) بار پڑھا کرے، صاحب یقین ہو جائے۔

۳ جو کوئی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار ﴿يَا عَالِمَ الْغَيْبِ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو صاحب کشف بنا دے گا۔

۴ جو استخارہ کرنا چاہے شب جمعہ کو نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار مسجد میں یہ اسم مبارک پڑھ کر سو رہے، مطلوبہ حال سے آگاہی پالے گا۔

۵ جو کوئی نامعلوم امر دریافت کرنا چاہے اوّل دو (۲) رکعت نماز پڑھے پھر درود شریف، پھر ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ستر (۷۰) بار پڑھ کر ﴿يَا عَلِيْمُ عَلِّمْنِيْ يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ يَا مُبِيْنُ بَيِّنْ لِيْ﴾ سوسو بار پڑھ کر اپنا مطلب تصور کر کے لیٹ جائے، اگر نیند نہ آئے تو اٹھ کر کسی مجمع میں چلا جائے، وہاں لوگوں کی باتوں سے بطریق اشارہ مطلب معلوم کرے۔

۶ جو ہر نماز کے بعد ایک سو (۱۰۰) بار ﴿يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ کو معمول بنائے گا انشاء اللہ صاحب کشف ہو جائے گا۔

۷ اگر کوئی شخص ﴿يَا عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ کو اس قدر پڑھے کہ اس پر حال طاری ہو جائے تو اس کی روح کو عالم بالا کی سیر نصیب ہوگی۔

اَلْقَابِضُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۱﴾ اَلْقَابِضُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(روزی تنگ کرنے والا)

خواص تین ہیں:

۱ جو اس اسم کو ہر روز تیس (۳۰) بار پڑھے انشاء اللہ دشمن پر فتح پائے گا۔

۲ جو کوئی اسے چالیس (۴۰) دن تک ہر روز چار (۴) یا چالیس (۴۰) نوالوں پر لکھ کر کھالیا کرے گا، وہ بھوک اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح زخم اور درد وغیرہ کی تکلیف سے بھی محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ۔

۳ جو کوئی اس کو آدھی رات کے وقت پڑھا کرے دشمن اس کا مقہور ہوگا۔

تنبیہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ ﴿اَلْقَابِضُ﴾ کو ﴿اَلْبَاسِطُ﴾ کے ساتھ ﴿اَلْمُذِلُّ﴾ کو ﴿اَلْمُعِزُّ﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمُمِيْتُ﴾ کو ﴿اَلْمُحْيِي﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کو ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمَانِعُ﴾ کو ﴿اَلْمُعْطِي﴾ کے ساتھ، اور ﴿اَلضَّارُّ﴾ کو ﴿اَلنَّافِعُ﴾ کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے، اور ان میں ہر پہلے اسم (مثلاً اَلْمُذِلُّ) کو دوسرے اسم (مثلاً اَلْمُعِزُّ) کے ساتھ ملائے بغیر پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصوب۔

اَلْبَاسِطُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۲﴾ اَلْبَاسِطُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(روزی کشادہ کرنے والا)

خواص دس ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو چاشت کی نماز کے بعد دس (۱۰) بار پڑھے گا، اسے ہر معاملے میں کشادگی نصیب ہوگی اور ان شاء اللہ کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔

﴿۲﴾ جو دس (۱۰) بار آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہ اسم پڑھے اور پھر ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے تو اس کے لیے غنا کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

﴿۳﴾ جو اسے چالیس (۴۰) بار پڑھے گا، ان شاء اللہ مخلوق سے بے پرواہ ہوگا۔

﴿۴﴾ مشکلات سے نجات کے لیے ہر نماز کے بعد ایک سو چالیس (۱۴۰) بار ہر روز اس کا پڑھنا مفید ہے۔

﴿۵﴾ کشائش کے لیے بہتر (۷۲) دن تک روزانہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بار یہ اسم پڑھے۔

﴿۶﴾ جو کوئی تین رات میں سوا لاکھ (۱۲۵۰۰۰) بار ﴿یَا بَاسِطُ﴾ ختم کرے اور اوّل و آخر سو سو بار درود شریف پڑھے، اسے ان شاء اللہ غیب سے روزی ملے گی۔ تین راتوں کے بعد روزانہ سو (۱۰۰) بار پڑھ لیا کرے۔

﴿۷﴾ جو کوئی سحر کے وقت آنکھیں بند کر کے گیارہ (۱۱) مرتبہ یہ اسم پڑھے اور ہاتھ پر دم کر کے منہ پر پھیرے پھر آنکھیں کھول کر ہاتھوں کو دیکھے پھر بہتر (۷۲) بار پڑھ کر یہ دعا مانگے: (اَللّٰهُمَّ زِدْنَا زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) ان شاء اللہ اس دن بھوکا نہ رہے گا۔

﴿۸﴾ جو بہتر (۷۲) بار روزانہ اس اسم کو پڑھا کرے اُسے حق تعالیٰ تمام آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

﴿۹﴾ جو کوئی اس اسم کو رات کے آخری حصہ میں ہاتھ اُٹھا کر دس (۱۰) بار کہے، ہمیشہ خوش دل رہے، کوئی غم و الم نہ ہو، اور ایسی جگہ سے نفع ہو جس کی اُمید نہ ہو۔

﴿۱۰﴾ جو اس اسم کو ہر روز پڑھا کرے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے اس کو ان شاء اللہ غم نہیں پہنچے گا اور وہ غیب سے روزی پائے گا، کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اَلْخَافِضُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۳﴾ اَلْخَافِضُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پست کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی اور کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ دشمن کے صدمہ سے بچ

جائے گا اور حفاظت الٰہی اس کے شامل حال رہے گی۔

﴿۲﴾ جو اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ تمام دشمنوں سے محفوظ ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ اگر کوئی تین روزے رکھے پھر چوتھے دن ایک مجلس میں چند آدمی ستر ہزار (۷۰۰۰۰) بار اس کو پڑھیں تو دشمن پر فتح نصیب ہو گی۔ انشاء اللہ۔ اسی مقصد کے لیے تین روزے رکھ کر ستر (۷۰) بار پڑھنا بھی مفید ہے۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے، حاکم وقت اس سے رضامند رہے۔

﴿۵﴾ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو ہر نماز کے بعد ایک ہزار چار سو اکیاسی (۱۴۸۱) بار اس کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

﴿۶﴾ جو کوئی ظالم سے ڈرتا ہو اس اسم کو ستر (۷۰) بار پڑھا کرے اس کے ظلم سے بچا رہے گا۔

اَلرَّافِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۴﴾ اَلرَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بلند کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی پیر کے دن یا جمعہ کی رات مغرب یا عشاء کے بعد چار سو چالیس (۴۴۰) مرتبہ اس اسم کا ورد کرے گا اسے مخلوق کے درمیان ایک رعب نصیب ہو گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اسے آدھی رات یا دو پہر کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا تو حق تعالیٰ شانہ اس کو برگزیدہ کرے گا اور وہ تونگر اور بے نیاز ہو گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو ہر روز بیس (۲۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ مراد پائے گا۔

﴿۴﴾ جو کوئی ہر مہینہ کی چودھویں رات کو آدھی رات میں (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلرَّافِعُ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز اور تونگر بنا دے گا۔

﴿۵﴾ جو کوئی اسے تین سو اکیاون (۳۵۱) بار پڑھے گا مخلوق کے درمیان عزیز ہو گا۔

﴿۶﴾ جو اسے ستر (۷۰) بار پڑھے گا ظالموں سے امن میں رہے گا اور انشاء اللہ سرکشوں سے محفوظ رہے گا۔

اَلْمُعِزُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۵﴾ اَلْمُعِزُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(عزت دینے والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص پیر یا جمعہ کی رات میں مغرب کے بعد چالیس (۴۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ خدا تعالیٰ اس کی ہیبت مخلوق کے دل میں ڈال دے گا۔

﴿۲﴾ جو شخص نماز عشاء کے بعد پیر یا جمعہ کی رات میں ایک سو چالیس (۱۴۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ہیبت و حرمت مخلوق کے دل میں ڈال دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا اور اسی کی پناہ میں رہے گا۔

۳ جو ایک سو چالیس (۱۴۰) دن تک اکتالیس (۴۱) بار ہر روز بلاناغہ اس کو پڑھے گا دنیا وآخرت میں عزت پائے گا۔ پڑھنے کا آغاز پیر یا جمعہ کی شب سے کرے۔

اَلْمُذِلُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۶﴾ اَلْمُذِلُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ذلت دینے والا)

خواص چار ہیں:

۱ جو اس اسم کو پچھتر (۷۵) بار پڑھ کر سجدے میں دعا کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

۲ جو کوئی کسی ظالم یا حاسد سے ڈرتا ہو تو پچھتر (۷۵) بار یا اکیس (۲۱) بار ﴿یَا مُذِلُّ﴾ یا ﴿اَلْمُذِلُّ﴾ پڑھ کر سجدہ کرے اور کہے ''یا الٰہی! فلانے ظالم کے شر سے مجھے محفوظ رکھ'' حق تعالیٰ اس کو امان دے گا اور اپنی حفاظت میں رکھے گا۔

۳ جو سات سو ستر (۷۷۰) بار روزانہ کوئی وقت مقرر کرکے ﴿یَامُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍبِقَھْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِکَ﴾ پڑھ لیا کرے تو وہ دشمن دفع ہوگا۔

۴ جس کا کوئی حق کسی کے ذمہ ہو اور وہ ادا کرنے سے ٹال مٹول کررہا ہو تو اس اسم کو بکثرت پڑھنے سے وہ اس کا حق انشاء اللہ ادا کردے گا۔

اَلسَّمِیْعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۷﴾ اَلسَّمِیْعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب سننے والا)

خواص چار ہیں:

۱ جو کوئی اس اسم کو جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

۲ جو اسے کثرت سے پڑھے کم سننے کے مرض سے انشاء اللہ شفاء پائے گا۔

۳ اگر کوئی جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو (۵۰۰) بار ﴿اَلسَّمِیْعُ﴾ پڑھے گا، اور ایک قول کے مطابق ہر روز سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اور پڑھتے وقت بات چیت نہیں کرے گا اور پڑھ کر دعا مانگے گا تو جو مانگے گا انشاء اللہ پائے گا۔

۴ جو شخص جمعرات کے دن فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اس کو سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو نظر خاص سے نوازے گا۔

اَلْبَصِیْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۸﴾ اَلْبَصِیْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب دیکھنے والا)

خواص پانچ ہیں:

۱ جو کوئی نماز جمعہ سے پہلے یا بعد میں سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿یَابَصِیْرُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی نگاہ میں انشاء اللہ روشنی اور دل میں نور پیدا

فرمادے گا اور اسے صالح اقوال واعمال کی توفیق عطا فرمائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی جمعہ کے دن فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ خصوصی نظر عنایت عطا فرمائے گا۔

﴿۳﴾ جو اس کا بکثرت ورد کرے گا آنکھوں کے امراض سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ اس کے لیے یہ دعا بھی مفید ہے:

(اَللّٰھُمَّ یَاسَمِیْعُ یَابَصِیْرُ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ)

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو ہر روز عصر کے وقت سات (۷) بار پڑھ لیا کرے گا، ناگہانی موت سے امن میں رہے گا۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کو جمعہ کے خطبہ سے پہلے سو (۱۰۰) بار پڑھ لیا کرے گا، انشاء اللہ منظور نظر الٰہی ہوگا۔

اَلْحَکَمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۹﴾ اَلْحَکَمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(حاکم مطلق)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی اخیر شب میں ننانوے (۹۹) مرتبہ باوضو یہ اسم پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو انشاء اللہ محل اسرار وانوار بنادے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی جمعہ کی رات یہ اسم اس قدر پڑھے گا کہ بے حال و بے خود ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو انشاء اللہ کشف الہام سے نوازے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی شب جمعہ میں آدھی رات کو یہ اسم پڑھے گا حق تعالیٰ اس کا باطن پاک صاف کر دے گا۔

﴿۴﴾ جو پانچوں وقت ہر نماز کے بعد اسی (۸۰) بار ﴿اَلْحَکَمُ﴾ پڑھ لیا کرے گا کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اَلْعَدْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۰﴾ اَلْعَدْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب انصاف کرنے والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو پڑھے اور روٹی کے بیس (۲۰) لقموں پر شب جمعہ کو لکھ کر کھالے تو اس کے لیے دلوں کو مسخر کر دیا جاتا ہے۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم کو ہر نماز کے بعد پڑھے غیب سے روزی پائے اور اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہو۔

﴿۳﴾ جو کوئی مغرب کی نماز کے بعد ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا آسمانی بلاؤں سے نجات پائے گا۔

اَللَّطِیْفُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۱﴾ اَللَّطِیْفُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(باریک بیں، بندوں پر نرمی کرنے والا)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص ایک سو تینتیس (۱۳۳) مرتبہ ﴿یَالَطِیْفُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کے رزق میں برکت ہوگی اور اس کے سب کام بخوبی

پورے ہوں گے۔

﴿۲﴾ جو شخص فقر وفاقہ، دُکھ بیماری، تنہائی، کسمپرسی یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو وہ اچھی طرح وضو کر کے دوگانہ پڑھے اور اپنے مقصد اور مطلب کو دل میں رکھ کر سو (۱۰۰) مرتبہ یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا۔

﴿۳﴾ جو اس اسم کو روزانہ ایک سو تہتر (۱۷۳) بار پڑھے، اس کو اسباب معیشت نصیب ہوں گے اور حاجات پوری ہوں گی۔

﴿۴﴾ بیٹیوں کے رشتے اور نصیب کھلنے اور امراض سے صحت کے لیے ہر روز تحیۃ الوضو (وضو کی نماز) کے بعد سو (۱۰۰) بار اس کا پڑھنا مفید ہے۔

﴿۵﴾ ہر دینی اور دنیوی مہم کے لیے خالی جگہ پر دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار چھ سو اکتالیس (۱۶۶۴۱) بار اس کا پڑھنا مفید ہے۔

﴿۶﴾ جو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) بار ﴿اللَّطِيفُ﴾ پڑھے اور اس کے ساتھ یہ آیت پڑھے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ وہ خوف سے انشاء اللہ امن پائے گا۔

﴿۷﴾ بیماریوں سے شفاء کے لیے اس اسم کے ساتھ کوئی آیت شفاء پڑھ لی جائے تو فائدہ ہوگا۔

﴿۸﴾ پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات کے لیے اس اسم کا ورد بہت مفید ہے۔

اَلْخَبِيْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۲﴾ اَلْخَبِيْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا باخبر، ہر بات سے آگاہ)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو سات (۷) دن متواتر اس کا وِرد کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانیت نصیب ہوتی ہے جو مطلوبہ امور میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

﴿۲﴾ جو نفس امارہ کے ہاتھ گرفتار ہو کثرت سے اس کا ورد کرے، انشاء اللہ نجات پائے گا۔

﴿۳﴾ استخارہ کے واسطے اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ تین تین سو (۳۰۰) بار ﴿يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ﴾ پڑھے، پھر جب ضرورت پڑے تین سو (۳۰۰) بار پڑھ کر سو جائے نیک و بد حال کی ان شاء اللہ اطلاع ہو جائے گی۔

﴿۴﴾ جو کسی موذی کے پنجہ میں گرفتار ہو، اس اسم کو بکثرت پڑھے، انشاء اللہ خلاصی نصیب ہوگی۔

اَلْحَلِيْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۳﴾ اَلْحَلِيْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا بردبار)

خواص نو ہیں:

﴿۱﴾ جو اس کا ہر وقت وِرد رکھے گا انشاء اللہ فتح مند رہے گا اور ہر آفت سے بچا رہے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم کو ہر روز ظہر کی نماز کے بعد نو (۹) دفعہ پڑھا کرے گا انشاء اللہ تمام خلقت میں سرخرو رہے گا۔

﴿۳﴾ جو دشمن یا مدعی یا حاکم کے سامنے ہوتے ہی پانی سے ہاتھ بھگو کر گیارہ (۱۱) دفعہ ﴿يَا حَلِيْمُ﴾ پڑھ کر منہ پر مل لیا کرے انشاء اللہ دشمن سختی نہ کر سکے گا اور حاکم نرمی و مہربانی سے پیش آئے گا۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس کاغذ پر لکھ کر پھر اس کو دھوئے اور پانی اپنی کھیتی پر چھڑک دے تو انشاء اللہ زراعت کی ہر آفت سے حفاظت رہے گی اور کمال کو پہنچے گی اور اس میں برکت ہوگی۔
﴿۵﴾ جو کوئی اس اسم کو بادشاہ کے روبرو پڑھے گا انشاء اللہ اس کے غصہ سے محفوظ رہے گا۔
﴿۶﴾ جو کوئی اس اسم کو پڑھے، حلیم الطبع ہو جائے اور صبر و سکون اس کے دل میں آ جائے۔
﴿۷﴾ جو کوئی درخت بوتے وقت اٹھائیس (۲۸) بار یہ اسم مبارک پڑھے تو درخت سرسبز ہو اور خزاں سے محفوظ رہے۔
﴿۸﴾ اگر رئیس آدمی اس کو بکثرت پڑھے اس کی سرداری خوب جمے اور راحت سے رہے۔
﴿۹﴾ اگر اس اسم مبارک کو کاغذ پر لکھ کر پانی سے دھو کر اپنے پیشہ کے آلات و اوزار پر ملے تو اس پیشہ میں برکت ہوگی۔

اَلْعَظِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۴﴾ اَلْعَظِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بزرگی والا، عظمت والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی حکمراں سے خوفزدہ ہو وہ بارہ (۱۲) بار اس اسم کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے، انشاء اللہ محفوظ رہے گا اور نرمی پائے گا۔
﴿۲﴾ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے عزت نصیب ہوگی اور ہر مرض سے شفاء ملتی ہے۔
﴿۳﴾ جو اس اسم مبارک کو سات (۷) دفعہ پانی پر پڑھ کر دم کر کے پانی پی لے تو انشاء اللہ اس کے پیٹ میں درد نہ ہوگا۔

اَلْغَفُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۵﴾ اَلْغَفُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بخشنے والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا اس کے دل سے انشاء اللہ سیاہی گھٹے گی۔
﴿۲﴾ تپ یا دردسر کا مریض یا غمگین آدمی اگر اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر روٹی پر اس کا نقش جذب کر کے کھائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو شفاء اور خلاصی بخشے گا۔
﴿۳﴾ جو اس کو بکثرت پڑھے گا، برے اخلاق اور روحانی امراض اور ظاہری بیماریوں سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا اور اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی۔

اَلشَّکُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۶﴾ اَلشَّکُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قدردان یعنی تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب دینے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی یہ اسم اکتالیس (۴۱) بار پانی پر پڑھے اور وہ پانی اپنی آنکھوں پر چھڑکے اُس کی نظر تیز ہو جائے گی۔

﴿۲﴾ جس کو ضیق النفس (دمہ) یا تکان یا گرانی اعضاء ہو اس کو لکھ کر بدن پر پھیر دے اور پانی پر دم کر کے پانی پی لے تو نفع ہو۔ اور اگر کمزور نظر والا اپنی آنکھ پر پھیرے، نگاہ میں ان شاء اللہ ترقی ہو۔

﴿۳﴾ جو شخص معاشی تنگی یا کسی اور دُکھ درد یا رنج وغم میں مبتلا ہو اور اس اسم کو اکتالیس مرتبہ روزانہ پڑھے، ان شاء اللہ اس سے رہائی نصیب ہوگی۔

﴿۴﴾ جس شخص کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہو وہ اس اسم کو اکتالیس (۴۱) بار ہر روز پڑھا کرے، اور لعاب دہن اپنی آنکھوں پر لگا دے اور پانی پر دم کر کے پیئے، ان شاء اللہ روشنی برقرار ہو جائے گی۔

﴿۵﴾ جو کوئی مفلس ہو اس اسم کو اکیس (۲۱) بار پڑھے، ان شاء اللہ غنی ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بہت پڑھے، خلق میں باعزت رہے۔

﴿۶﴾ جو کوئی اس اسم مبارک کو پانچ ہزار (۵۰۰۰) بار روز پڑھے گا، ان شاء اللہ قیامت کے دن بلند مرتبہ پائے گا۔

اَلْعَلِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۷﴾ اَلْعَلِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بلند وبرتر)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے، ان شاء اللہ اسے رتبہ کی بلندی خوشحالی اور مقصد میں کامرانی نصیب ہوگی۔

﴿۲﴾ جو اس اسم کو ورم یعنی سوجن پر تین بار پڑھ کر پھونکے گا ان شاء اللہ صحت پائے گا۔

﴿۳﴾ اگر فقیر اسے ایک سو دس (۱۱۰) بار پڑھے تو غنی ہو جائے اور دنیا میں عزت پائے۔

﴿۴﴾ اگر یہ اسم مبارک لکھ کر بچے کو باندھ دیا جائے تو جلدی جوان ہو۔ اگر مسافر اپنے پاس رکھے تو جلدی اپنے عزیزوں سے آملے۔ اگر محتاج ہو تو غنی ہو جائے۔

﴿۵﴾ یہ اسم مشائخ، بزرگوں، طلبہ اور سالکین کے لیے ایک روحانی خزانہ ہے، اگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام ﴿اَلْعَلِیْمُ﴾ بھی ملا لیا جائے تو یہ بڑے اذکار میں شمار ہوتا ہے۔

اَلْکَبِیْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۸﴾ اَلْکَبِیْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بڑا)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے علم ومعرفت کا دروازہ کھلتا ہے۔

﴿۲﴾ اگر یہ اسم مبارک کھانے کی چیز پر پڑھ کر میاں بیوی کو کھلایا جائے تو باہمی الفت پیدا ہو۔

﴿۳﴾ جو شخص اپنے عہدہ سے معزول ہو گیا ہو، وہ سات (۷) روزے رکھے اور روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَا کَبِیْرُ﴾ پڑھے، ان شاء

اللہ اپنے عہدہ پر بحال ہو جائے گا اور اسے بزرگی و برتری نصیب ہوگی۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو پڑھے مخلوق کی نظروں میں ممتاز ہو اور بلند مرتبہ پائے۔

﴿۵﴾ یہ بادشاہوں اور حکام کا وظیفہ ہے وہ اگر اس کا اہتمام کریں تو ان کا رُعب رہے اور مہمات بخوبی سرانجام پائیں۔

﴿۶﴾ جو اسے نو (۹) دفعہ کسی بیمار پر پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ بیمار تندرست ہو۔

﴿۷﴾ جو اسے سو (۱۰۰) بار پڑھے گا مخلوق میں عزیز رہے گا۔

اَلْحَفِیْظُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۹﴾ اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کا محافظ)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص بکثرت ﴿یَاحَفِیْظُ﴾ کا ورد رکھے گا اور لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ انشاء اللہ ہر طرح کے خوف وخطر اور نقصان وضرر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ یہ اسم مبارک خوفناک سفر میں حفاظت کے لیے بے حد مفید اور سریع الاثر ہے حتیٰ کہ اگر اسے پڑھ کر درندوں کے درمیان سو جائے تو انشاء اللہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، اس اسم کے ذکر کے بعد تین بار یہ دعا پڑھے: ﴿یَاحَفِیْظُ اِحْفَظْنِیْ﴾۔

﴿۳﴾ جو اس اسم کو ہر روز سولہ (۱۶) بار پڑھے گا، انشاء اللہ ہر طرح سے نڈر رہے گا۔

﴿۴﴾ جو مغرب کے بعد اکتالیس (۴۱) بار قبلہ کی طرف چہرہ کر کے ﴿یَاحَفِیْظُ یَاحَفِیْظُ یا رَقِیْبُ یَامُجِیْبُ یَا اَللّٰہُ یَااَللّٰہُ﴾ پڑھے گا انشاء اللہ غیب سے روزی پائے گا۔

﴿۵﴾ جو یہ اسم مبارک کسی بیمار پر چالیس (۴۰) ہفتہ تک ستر (۷۰) ستر (۷۰) بار روز پڑھ کر دم کرے گا، انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

﴿۶﴾ اس کو پڑھنے اور اپنے پاس لکھ کر رکھنے والا ڈوبنے، جلنے، دیو، پری اور نظر بند سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

اَلْمُقِیْتُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۰﴾ اَلْمُقِیْتُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(وہ کامل القدرت ذات جو ہر چیز کو اس کی خوراک عطا کرتی ہے، غذا بخش)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ اگر کوئی خالی آبخورے میں سات (۷) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کرے اور اس میں خود پانی پئے یا کسی دوسرے کو پلائے تو انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔ یہ عمل سفر میں امن کے لیے بھی مفید ہے، خاص طور پر جب اس کے ساتھ سورۂ قریش کو ملا کر صبح وشام پڑھا جائے۔

﴿۲﴾ جس کی آنکھ سرخ ہو اور درد کرتی ہو وہ اس اسم کو دس (۱۰) بار پڑھ کر دم کرے۔

﴿۳﴾ جو کسی کو غریب دیکھے یا خود اس کو غریبی پیش آئے یا کوئی لڑکا بدخوئی کرے یا بہت روئے سات (۷) بار خالی آبخورے پر یہ اسم

مبارک پڑھ کر دم کرے اور اس میں پانی ڈال کر خود پیئے یا دوسرے کو پلائے، انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

﴿۴﴾ اگر روزہ دار کو ہلاکت کا خوف ہو تو سو (۱۰۰) بار پھول پر پڑھ کر اسے سونگھنے، انشاء اللہ قوت پائے گا اور ہر روز روزہ رکھ سکے گا۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کو ﴿اَلْقَائِمُ﴾ کے ساتھ ملا کر ہر نماز کے بعد سات (۷) بار پڑھے گا، سو (۱۰۰) دائمی امراض سے انشاء اللہ شفاء پائے گا۔

﴿۶﴾ جو اس اسم کو ہر روز سات (۷) بار پانی پر دم کر کے پیئے گا، انشاء اللہ غیب سے روزی پائے گا اور کبھی بھوکا نہ رہے گا۔

اَلْحَسِیْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۱﴾ اَلْحَسِیْبُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب حساب لینے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی چور یا حاسد یا ہمسایہ یا دشمن یا چشم زخم یا نظر بد سے ڈرتا ہو ایک ہفتہ تک صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) اور شام (غروب آفتاب سے پہلے) ستر (۷۰) بار ﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ﴾ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ گزرنے سے پہلے امن عطا فرمائے گا اور انشاء اللہ تمام کام درست ہو جائیں گے۔ پڑھائی کا آغاز جمعرات کے دن سے کرے۔

﴿۲﴾ جو روزانہ ﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو ستر (۷۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۴﴾ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو ایک ہفتہ تک روزانہ صبح و شام ایک سو پینتالیس (۱۴۵) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

﴿۵﴾ اگر کسی سے حساب میں تشدد کا اندیشہ ہو، یا کسی بھائی برادری سے کسی معاملہ میں خوف ہو تو سات (۷) روز تک طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے بیس (۲۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ لیا کرے۔

﴿۶﴾ ﴿اَلْحَسِیْبُ﴾ میں اسم اعظم کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلْجَلِیْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۲﴾ اَلْجَلِیْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی شان والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی اس اسم کو تہتر (۷۳) بار پڑھا کرے انشاء اللہ صاحب وقار ہو۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس کو دس (۱۰) بار اپنے اسباب پر پڑھے چوری سے محفوظ و سلامت رہے۔

﴿۳﴾ جو بکثرت اس کا ورد رکھے گا اور مشک و زعفران سے لکھ کر پیئے گا اور اپنے پاس رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ عزت و عظمت اور قدر و منزلت عطا فرمائے گا۔

اَلْکَرِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۳﴾ اَلْکَرِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا سخی اور فیاض)

خواص دو ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص روزانہ سوتے وقت ﴿یَا کَرِیْمُ﴾ پڑھتے پڑھتے سوجایا کرے اللہ تعالیٰ اس کو علماء وصلحاء میں عزت فرمائیں گے اور غیب سے روزی عطا فرمائیں گے۔

﴿۲﴾ جو شخص ﴿اَلْکَرِیْمُ ذُوالطَّوْلِ الْوَھَّابُ﴾ کو کثرت سے پڑھے اس کے اسباب واحوال میں برکت ظاہر ہوگی۔

اَلرَّقِیْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۴﴾ اَلرَّقِیْبُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب نگہبانی کرنے والا)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ اس اسم کا ذکر کرنے سے مال وعیال محفوظ رہتے ہیں۔

﴿۲﴾ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو بکثرت اس کا ورد کرنے سے انشاء اللہ واپس مل جاتی ہے۔

﴿۳﴾ اگر اسقاطِ حمل کا خطرہ ہو تو حاملہ عورت پر سات (۷) مرتبہ یہ اسم مبارک پڑھنا مفید ہے۔

﴿۴﴾ سفر میں جاتے وقت اپنے اہل واولاد میں سے جس پر کوئی خطرہ یا فکر ہو اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر سات (۷) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ وہ مامون رہے گا۔

﴿۵﴾ جو کوئی اس اسم کو سات (۷) بار یا ستر (۷۰) بار اپنی بیوی فرزند یا مال پر پڑھ کر دم کرے جنات اور تمام دشمنوں اور آفتوں سے انشاء اللہ محفوظ رہے اور اس کا رُعب بھی بڑھ جائے گا۔

﴿۶﴾ جو کوئی پھوڑے یا پھنسی پر تین بار یہ اسم مبارک پڑھ کر پھونک دے، انشاء اللہ شفاء حاصل ہوگی۔

﴿۷﴾ جو کوئی اپنا مال اسباب (گاڑی وغیرہ) کہیں چھوڑتے وقت اس اسم کو پڑھ لے تو انشاء اللہ چوری سے حفاظت رہے گی۔ مجرب ہے۔

اَلْمُجِیْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۵﴾ اَلْمُجِیْبُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(دعائیں سننے اور قبول کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی کثرت سے ﴿یَا مُجِیْبُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہونے لگیں گی۔

﴿۲﴾ جو یہ اسم مبارک اپنے پاس لکھ کر رکھے گا اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی دردِ سر کے لیے یہ اسم مبارک تین بار پڑھ کر دم کرلے، انشاء اللہ دردِ سر دور ہو گا۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو طلوع آفتاب کے وقت پچپن (۵۵) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، انشاء اللہ مستجاب الدعوات ہو گا۔

اَلْوَاسِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۶﴾ اَلْوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(وسعت والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو اس کا کثرت سے ذکر کرے گا ظاہری اور باطنی غنا نصیب ہو گا، نیز اسے عزت، حوصلہ، بردباری، وسعت قلبی اور دل کی صفائی نصیب ہوگی، اور اللہ تعالیٰ معاملات میں کشادگی اس کے لیے عطا فرمائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم کو پڑھتا ہے اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔

﴿۳﴾ جو اسم کو پڑھنے کا معمول بنالے اسے انشاء اللہ روزی ملے گی اور مفلس نہیں ہو گا۔

﴿۴﴾ جس کو بچھو کاٹ لے وہ یہ اسم مبارک ستر (۷۰) بار پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ زہر اثر نہ کرے گا۔

﴿۵﴾ جو کشائش (کشادگی) کے واسطے اس کا جتنا ورد بڑھائے گا اتنا مالدار ہو جائے گا۔

اَلْحَکِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۷﴾ اَلْحَکِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی حکمت والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی کثرت سے ﴿یَاحَکِیْمُ﴾ پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس پر انشاء اللہ علم وحکمت کے دروازے کھول دیں گے۔

﴿۲﴾ جس کسی کا کوئی کام پورا نہ ہوتا ہو وہ پابندی سے اس اسم کو پڑھا کرے انشاء اللہ کام پورا ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ جو ظہر کے بعد نوے (۹۰) بار اس اسم کو پڑھ لیا کرے تمام مخلوق میں سرخرو رہے گا۔

﴿۴﴾ جو اس کو بہتر (۷۲) بار پڑھا کرے، انشاء اللہ اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے اور سب حاجتیں بر آئیں۔

﴿۵﴾ جو کوئی اس کا بکثرت ورد رکھے گا علم وحکمت کے چشمے اس کی زبان سے پھوٹیں گے اور وہ لطیف اشارات اور معانی کے اسرار کو بھی سمجھ لے گا۔

اَلْوَدُوْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۸﴾ اَلْوَدُوْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیک بندوں سے بے حد محبت کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَاوَدُوْدُ﴾ پڑھ کر کھانے پر دم کرے گا اور بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے گا تو انشاء اللہ میاں بیوی

کا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور باہمی محبت پیدا ہو جائے گی۔

﴿۲﴾ جس کا بیٹا برائیوں میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے بعد ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار یہ اسم مبارک معطر و لطیف شیرینی پر پڑھ کر دم کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے اور وہ شیرینی اس کو کھلائے ۔۔ انشاء اللہ صالح ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ اس کا ورد تسخیر کے لیے بھی مفید ہے۔

﴿۴﴾ جو شخص کسی پریشانی میں پڑ جائے وہ دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کرے، انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ دعا یہ ہے۔

(اَللّٰھُمَّ یَاوَدُوْدُ (تین بار) یَاذَاالْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَامُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ مَلَاَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَبِقُدْرَتِكَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ﴿یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ﴾ (آخری جملہ تین بار)

اَلْمَجِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۹﴾ اَلْمَجِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا بزرگ)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی کسی موذی مرض مثلاً برص، آتشک، جذام وغیرہ میں گرفتار ہو وہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزے رکھے اور افطار کے بعد بکثرت اس اسم کو پڑھا کرے اور پانی پر دم کر کے پیئے انشاء اللہ وہ مرض دور ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ بیس (۲۰) دن تک روزہ رکھ کر افطار کے وقت ستاون (۵۷) بار اس اسم کا پڑھنا موذی امراض کے لیے مفید ہے۔

﴿۳﴾ جس کو اپنے ساتھیوں میں عزت و حرمت نہ ہو، وہ ہر صبح کو ننانوے (۹۹) بار یہ اسم پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے، انشاء اللہ عزت و حرمت حاصل ہوگی۔

﴿۴﴾ جو گرمیوں میں اس اسم کو پڑھے گا تشنگی سے مامون رہے گا۔

﴿۵﴾ جو اس اسم پر مداومت کرے گا، بزرگ ہوگا۔

اَلْبَاعِثُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۰﴾ اَلْبَاعِثُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(مردوں کو زندہ کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی روزانہ سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿یَابَاعِثُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کا دل علم و حکمت سے زندہ ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ جو اس اسم کو سو بار (۱۰۰) روزانہ پڑھنے کا معمول بنائے گا اس سے انشاء اللہ نیکیاں سرزد ہوں گی اور برائیوں سے بچا رہے گا۔

﴿۳﴾ جو اس کا بکثرت ورد رکھے گا خوف الٰہی اس پر غالب رہے گا۔

اَلشَّهِيْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۱﴾ اَلشَّهِيْدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(حاضر و ناظر، حاضر و باخبر جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جس شخص کی بیوی یا اولاد نافرمان ہو وہ صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اکیس (۲۱) مرتبہ ﴿یَاشَهِيْدُ﴾ پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ فرمانبردار ہو جائے گی۔ بعض علماء کے نزدیک اکیس (۲۱) کے بجائے اکتیس (۳۱) بار پڑھنا مفید ہے۔

﴿۲﴾ جو اس اسم کو پابندی سے پڑھے گا اسے انشاء اللہ گناہوں سے پرہیزگاری نصیب ہوگی۔

﴿۳﴾ اہل مراقبہ اور شہادت کے متمنی حضرات کے لیے یہ اسم بہت مناسب اور مفید ہے۔

اَلْحَقُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۲﴾ اَلْحَقُّ جَلَّ جَلَالُهٗ

(ثابت و برحق)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا ورد کرے اس کے اخلاق اچھے ہو جائیں گے اور اس کی طبیعت کی اصلاح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

﴿۲﴾ جو روزانہ سو (۱۰۰) بار ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے فقر سے غنا عطا فرمائیں گے اور انشاء اللہ اس کے معاملات آسان ہو جائیں گے۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو بکثرت پڑھے گا مخلوق میں عزیز ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو ایک پاک چوکور کاغذ لے کر کونے پر اس اسم کو لکھے اور آدھی رات کو ہتھیلی پر کاغذ رکھ کر آسمان کے نیچے کھڑا ہو جائے اور یہ اسم ایک سو ننانوے (۱۹۹) بار پڑھے، انشاء اللہ گمشدہ چیز مل جائے گی۔

﴿۵﴾ اگر قیدی آدھی رات کو سر ننگا کر کے ایک سو آٹھ (۱۰۸) بار یہ اسم پڑھے تو انشاء اللہ قید سے خلاصی نصیب ہوگی۔

اَلْوَكِيْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۳﴾ اَلْوَكِيْلُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا کارساز)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی کسی بھی آسمانی آفت کے خوف کے وقت ﴿یَاوَكِيْلُ﴾ کا ورد کرے گا اور اس اسم کو اپنا وکیل بنا لے گا وہ انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ جوکوئی ہرروز عصر کے وقت سات (۷) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، وہ اللہ کی پناہ میں رہے گا۔

﴿۳﴾ جو بُرے کاموں سے نہ بچ سکے دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور لکھ کر اس کا پانی پیے انشاء اللہ بُرے کام سے نجات ملے گی۔

﴿۴﴾ جو اسے بہت پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کا ذمہ دار ہوگا، اور اس کو اس کی خواہشوں کے حوالے نہیں فرمائے گا۔

﴿۵﴾ جو کوئی اس اسم کو ایک سو چھیانوے (۱۹۶) بار ہر روز پڑھ لے ظالم کے ظلم سے انشاء اللہ بچا رہے گا اور کسی سے نہیں ڈرے گا۔

﴿۶﴾ یہ اسم ''اسم اعظم'' کے مطابق ہے۔

﴿۷﴾ ہر حاجت کے لیے اس کی کثرت مفید ہے۔

اَلْقَوِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۴﴾ اَلْقَوِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی طاقت وقوت والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ اگر اسے کم ہمت پڑھے باہمت ہو جائے، اگر کمزور پڑھے زور آور ہو، اگر مظلوم اپنے ظالم کو مغلوب کرنے کے لیے پڑھے تو انشاء اللہ مغلوب ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ ظالم کی ہلاکت یا اس کے شر سے حفاظت کے لیے اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنا بہت مفید ہے۔

﴿۳﴾ جس کا رزق تنگ ہو وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اور اس کے ساتھ اس آیت کا ورد کرے ﴿اَللّٰہُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾ انشاء اللہ اس کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ ہوگا اور خیر کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا جائے گا۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو بکثرت سے پڑھے گا انشاء اللہ صاحب قوت ہوگا اور جلد بڑے منصب تک پہنچے گا۔

﴿۵﴾ جس کا دشمن طاقتور ہو اور یہ اس کو دفع کرنے سے عاجز ہو تو تھوڑا سا خمیری آٹا لے کر اس کی ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) چنے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی گولیاں بنالے پھر ہر ایک گولی پر ﴿یاقَوِیُّ﴾ پڑھ کر دشمن کے دفع کی نیت سے مرغ کے آگے ڈالے یہاں تک کہ سب اسی طرح ختم کر دے اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو انشاء اللہ مغلوب و مقہور کر دے گا۔ بے محل اور ناحق یہ عمل نہ کرے ورنہ اپنا نقصان ہوگا۔

﴿۶﴾ اگر جمعہ کی دوسری ساعت میں یہ اسم بہت پڑھے گا تو نسیان جاتا رہے گا۔

اَلْمَتِیْنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۵﴾ اَلْمَتِیْنُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قوت واقتدار والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جس عورت کا دودھ کم ہو یا نہ ہو اس کو ﴿اَلْمَتِیْنُ﴾ کاغذ پر لکھ کر دھو کر پلائیں انشاء اللہ خوب دودھ ہوگا۔

﴿۲﴾ جس بچے کا دودھ چھڑایا گیا ہو اور وہ صبر نہ کرتا ہو اسے بھی یہ اسم مبارک دس (۱۰) بار لکھ کر پلایا جائے انشاء اللہ صبر کرے گا۔
﴿۳﴾ جو کوئی ملکی منصب چاہتا ہو وہ اتوار کے دن اوّل ساعت میں اسی نیت سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ وہ منصب پالے گا۔
﴿۴﴾ جو اس کا بکثرت ورد کرے گا، اس کی مشکل آسان ہو جائے گی اور انشاء اللہ حاجات پوری ہوں گی۔
﴿۵﴾ جو کوئی فاسق وفاجر لڑکے یا لڑکی پر دس (۱۰) بار ﴿اَلْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ﴾ پڑھے گا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی اور انشاء اللہ وہ غلطی سے باز رہے گا۔

اَلْوَلِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۶﴾ اَلْوَلِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(مددگار اور حمایتی)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا محبوب ہو جائے گا اور اسے ولایت عظمیٰ کا مقام نصیب ہوگا، اور اس پر اشیاء کے حقائق کھول دیئے جائیں گے۔
﴿۲﴾ جس کو کوئی مشکل پیش آئے وہ شب جمعہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ مشکل دور ہو جائے گی اور وہ اولیاء اللہ میں شامل کیا جائے گا۔
﴿۳﴾ اگر بیوی کے پاس جانے کے وقت اس اسم کو پڑھے گا تو دونوں ایک دوسرے کے لیے کارآمد بن جائیں گے۔
﴿۴﴾ جو شخص اپنی بیوی کی عادتوں اور خصلتوں سے خوش نہ ہو وہ جب اس کے سامنے جائے اس اسم کو پڑھا کرے، انشاء اللہ نیک خصلت ہو جائے گی۔

اَلْحَمِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۷﴾ اَلْحَمِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قابل تعریف، تمام خوبیوں کا مالک)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص پینتالیس دن تک متواتر ترانوے (۹۳) مرتبہ تنہائی میں ﴿یَا حَمِیْدُ﴾ پڑھا کرے گا، اس کی تمام بری خصلتیں اور عادتیں انشاء اللہ دور ہو جائیں گی۔
﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم مبارک کو بہت پڑھے گا پسندیدہ افعال ہوگا۔
﴿۳﴾ جو فحش اور بری باتیں کرنے کا عادی ہو اور اس سے نہ بچ سکے، وہ پیالہ پر ﴿اَلْحَمِیْدُ﴾ لکھے، پھر نوے (۹۰) بار پڑھ کر دم کرے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے، انشاء اللہ فحش گوئی سے امان پائے گا۔

﴿۴﴾ اگر کوئی گونگا اس اسم کو گھول کر پئے، زبان سے صاف باتیں کرے۔
﴿۵﴾ جو فجر کے بعد ننانوے (۹۹) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے چہرے پر پھیر لیا کرے، اللہ تعالیٰ اسے عزت، نصرت اور ان شاء اللہ چہرے کا نور عطا فرمائے گا۔
﴿۶﴾ جو اس اسم کو فرض نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنالے ان شاء اللہ صالحین میں سے ہو جائے گا۔
﴿۷﴾ جو اس اسم کو فجر اور مغرب کے بعد چھیاسٹھ (۶۶) بار پڑھنے کا معمول بنالے اسے ان شاء اللہ اقوال و افعال حمیدہ حاصل ہوں گے۔
﴿۸﴾ سورۂ فاتحہ کے بعد یہ اسم لکھ کر کسی مریض کو پلانے سے ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔

اَلْمُحْصِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۸﴾ اَلْمُحْصِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(شمار کرنے والا، احاطہ کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو شب جمعہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے حساب و کتاب سے نجات عطاء فرمادے گا۔
﴿۲﴾ جو روٹی کے دس ٹکڑے لے کر ہر ٹکڑے پر بیس (۲۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخلوق کو مسخر فرمادیں گے۔
﴿۳﴾ جو اس کا بکثرت ذکر کرے گا اسے مراقبہ نصیب ہوگا، اور اگر اسے اللہ تعالیٰ کے نام ﴿اَلْمُحِیْطُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھ لیا جائے تو اسے بے شمار علوم عطا کیے جائیں گے۔
﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھا کرے، ان شاء اللہ گناہ سے بچا رہے۔
﴿۵﴾ جو کوئی دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور پناہ میں رہے۔

اَلْمُبْدِیُٔ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۹﴾ اَلْمُبْدِیُٔ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پہلی بار پیدا کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ اگر کوئی اس اسم کا ورد رکھے تو اس کی زبان سے صحیح اور درست بات جاری ہوگی۔
﴿۲﴾ جس کی بیوی کو حمل ہو اور اسقاطِ حمل سے ڈرتا ہو وہ سحر کے وقت نوے (۹۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر شہادت کی انگلی بیوی کے پیٹ کے گرد یا شکم پر پھیر دے حمل ان شاء اللہ ساقط نہ ہوگا۔
﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے افعال نیک اس سے سرزد ہوں، گناہوں سے بچا رہے۔
﴿۴﴾ جس شخص کا مال چوری ہو گیا ہو وہ اس کو پڑھے، ان شاء اللہ مال مل جائے گا۔
﴿۵﴾ جو کوئی اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا، حق تعالیٰ شانہ اسے تمام بلیات سے نجات دے گا۔

اَلْمُعِيْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۰﴾ اَلْمُعِيْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(دوبارہ زندہ کرنے والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ گمشدہ شخص کو واپس بلانے کے لیے جب گھر کے تمام آدمی سو جائیں تو گھر کے چاروں کونوں میں ستر ستر مرتبہ ﴿یَامُعِيْدُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ گم شدہ سات روز میں واپس آ جائے گا یا پتہ چل جائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی کسی معاملہ میں متحیر ہو وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، خلجان دور ہو جائے گا اور انشاء اللہ درست سمت کی طرف رہنمائی ہوگی۔

﴿۳﴾ اگر کوئی بات یا چیز بھول گیا ہو تو ﴿یَامُبْدِئُ یَامُعِيْدُ﴾ کا ورد کرنے سے انشاء اللہ یاد آ جائے گی۔ نیز اس کے پڑھنے سے مخفی امور کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے۔

اَلْمُحْيِی کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۱﴾ اَلْمُحْيِی جَلَّ جَلَالُہٗ

(زندگی دینے والا)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، انشاء اللہ اس کا دل زندہ ہو جائے گا اور بدن میں تقویت پیدا ہوگی۔

﴿۲﴾ جو شخص بیمار ہو وہ بکثرت ﴿اَلْمُحْيِی﴾ کا ورد رکھے، یا کسی دوسرے پر یہ اسم مبارک بکثرت پڑھ کر دم کر دے، انشاء اللہ بدن صحت یاب ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ جو شخص نواسی (۸۹) بار ﴿اَلْمُحْيِی﴾ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے گا وہ ہر طرح کی قید و بند سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

﴿۴﴾ جو کوئی درد یا کسی عضو کے ضائع ہونے سے خائف ہو وہ ﴿اَلْمُحْيِی﴾ سات (۷) بار پڑھے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

﴿۵﴾ جو ہفت اندام کے درد کو دور کرنے کے لیے ساتھ (۷) روز تک سات بار پڑھ کر دم کرے گا تندرست ہو جائے گا۔

﴿۶﴾ جس کو کسی سے جدائی کا اندیشہ ہو یا قید کا خوف ہو اس اسم مبارک بکثرت پڑھے۔

﴿۷﴾ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا انشاء اللہ اس کا دل منور ہو جائے گا۔

﴿۸﴾ جو کسی کے قہر سے ڈرتا ہو روٹی کے ایک ٹکڑے پر اٹھاون (۵۸) بار یہ اسم پڑھ کر کھا لے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

اَلْمُمِیْتُ کے معنی اوراس کے خواص

﴿۶۲﴾ اَلْمُمِیْتُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(موت دینے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی یہ اسم اس قدر پڑھے کہ اس پر حال طاری ہوجائے پھر وہ ظالموں فاسقوں میں سے کسی کی ہلاکت کی دعاء کرے تو اسی وقت ہلاک ہوجائے گا۔

﴿۲﴾ جواس اسم کو بکثرت پڑھے گا اس کا نفس انشاء اللہ مغلوب ہوجائے گا۔

﴿۳﴾ جس کو اسراف کی عادت ہو یا اس کا نفس عبادت پر آمادہ نہ ہوتا ہو وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے، اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر ﴿اَلْمُمِیْتُ﴾ پڑھتے پڑھتے سوجائے تو انشاء اللہ اس کا نفس مطیع ہوگا۔

﴿۴﴾ جواس اسم کو سات (۷) بار پڑھ کر دم کرے گا، انشاء اللہ اس پر جادو اثر نہ کرے گا۔

اَلْحَیُّ کے معنی اوراس کے خواص

﴿۶۳﴾ اَلْحَیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہمیشہ زندہ رہنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی روزانہ تین بار ﴿اَلْحَیُّ﴾ کا ورد رکھے گا، وہ انشاء اللہ کبھی بیمار نہ ہوگا۔

﴿۲﴾ اگر کوئی اس اسم کو چینی کے برتن پر مشک اور گلاب سے لکھ کر شیریں (میٹھے) پانی سے دھو کر پئے یا کسی دوسرے بیمار کو پلائے تو انشاء اللہ شفائے کامل نصیب ہوگی۔

﴿۳﴾ جو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک کسی بیمار پر پڑھے گا اس کی عمر انشاء اللہ دراز ہوگی اور قوت روحانیہ اس میں زیادہ ہوگی۔

﴿۴﴾ کسی سخت حاجت کے وقت اگر کوئی اپنے نام کے اعداد کے موافق مع اوّل وآخر درود شریف ایک وقت مقرر کرکے ﴿یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَا اَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ﴾ پڑھا کرے تو اس کی حاجت پوری ہوجائے گی۔

﴿۵﴾ اگر کوئی اس اسم کو ایک سو بیس (۱۲۰) دفعہ کاغذ پر لکھ کر دروازہ پر لٹکا دے تو اس گھر میں جتنے لوگ رہتے ہوں گے وہ انشاء اللہ بُرے امراض سے محفوظ رہیں گے۔

اَلْقَیُّوْمُ کے معنی اوراس کے خواص

﴿۶۴﴾ اَلْقَیُّوْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو قائم رکھنے والا اور تھامنے والا)

خواص نو ہیں:

﴿۱﴾ جواس اسم کو ہر روز تنہائی میں ستر (۷۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ کند ذہنی سے نجات پائے گا اور اس کا حافظہ قوی اور دل منور ہوجائے گا۔

﴿۲﴾ جس آدمی کو نیند نہ آتی ہو وہ یہ دو آیتیں پڑھے: ﴿وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ﴾ (سورۂ کہف: آیت ۱۸) ﴿فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ﴾ (سورۂ کہف: آیت ۱۱) انشاء اللہ نیند آ جائے گی۔ یہ عمل دوسرے پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور جو زیادہ سونے کا عادی ہو اس کے سر پر ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ پڑھ کر دم کیا جائے انشاء اللہ اس کی نیند بھاگ جائے گی۔

﴿۳﴾ اگر کوئی چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے اور کبھی نہ مرے تو وہ ہر دن چالیس (۴۰) بار یہ پڑھا کرے۔ ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾

﴿۴﴾ جاننا چاہیے کہ ﴿اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ دونوں عظیم نام ہیں اور حضوری کیفیت رکھنے والے لوگوں کا ذکر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ یہ دعا صبح و شام پڑھا کریں: ﴿يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْٓ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ﴾

﴿۵﴾ جو شخص بکثرت ﴿اَلْقَيُّوْمُ﴾ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ لوگوں میں اس کی عزت زیادہ ہوگی۔

﴿۶﴾ جو تنہائی میں بیٹھ کر اس کا ورد کرے گا، انشاء اللہ خوش حال ہو جائے گا۔

﴿۷﴾ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ﴾ کا ورد کرے گا، انشاء اللہ اس کی سستی و کاہلی دور ہو جائے گی۔

﴿۸﴾ سحر کے وقت جو کوئی بلند آواز سے اس کو پڑھے گا اس کا تصرف دلوں میں ظاہر ہوگا یعنی لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

﴿۹﴾ جو اکتالیس (۴۱) بار روز یہ دعا مانگے گا انشاء اللہ اس کا مردہ دل زندہ ہو جائے گا:
(يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا)

اَلْوَاجِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۵﴾ اَلْوَاجِدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(وہ جس کے پاس ہر چیز ہے، وہ غنی ذات جو کبھی مفلس محتاج نہ ہو)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص کھانا کھاتے وقت ﴿يَاوَاجِدُ﴾ کا ورد رکھے، غذا اس کے قلب کی طاقت و قوت اور نورانیت کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ۔

﴿۲﴾ جو تنہائی میں بکثرت اس اسم کو پڑھے گا مالدار ہوگا۔

﴿۳﴾ جو کوئی کھانا کھانے کے وقت ہر نوالے کے ساتھ اس کو پڑھے گا، وہ کھانا انشاء اللہ پیٹ میں نور ہوگا اور بیماری دور ہوگی۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو بہت پڑھے گا، اس کا دل انشاء اللہ غنی ہوگا۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ ظالم کے ظلم سے بچا رہے گا۔

﴿۶﴾ جو اسے اس قدر پڑھے گا کہ اس پر حال طاری ہو جائے اور اپنے باطن میں ایسی معرفت پائے گا جس کا اس نے پہلے مشاہدہ نہیں کیا ہوگا۔

اَلْمَاجِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۶﴾ اَلْمَاجِدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بزرگی اور بڑائی والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو تنہائی میں یہ اسم اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو انشاء اللہ اس کے قلب پر انوار الٰہیہ ظاہر ہونے لگیں گے۔

۲ اگر کوئی اس اسم کو پانی پر دم کر کے مریض کو پلائے تو انشاء اللہ مریض شفاء پائے۔
۳ جو اس اسم کو دس (۱۰) بار شربت پر پڑھ کر پی لیا کرے گا وہ انشاء اللہ بیمار نہ ہوگا۔
۴ جو اس کو بکثرت پڑھے گا مخلوق کی نگاہ میں عزیز و بزرگ ہوگا۔

اَلْوَاحِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۷﴾ اَلْوَاحِدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(اپنی ذات وصفات میں یکتا، لاثانی)

خواص تین ہیں:

۱ جو کوئی روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھا کرے، اس کے دل سے انشاء اللہ مخلوق کی محبت اور خوف جاتا رہے گا۔
۲ جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو وہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ اس کو اولاد صالح نصیب ہوگی۔
۳ جو کوئی تنہائی سے ہراساں ہو وہ باوضو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا اور اس کے عجائبات ظاہر ہوں گے۔

اَلْاَحَدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۸﴾ اَلْاَحَدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ایک اکیلا اپنی ذات وصفات میں یکتا)

خواص سات ہیں:

۱ جو کوئی روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھا کرے اس کے دل سے انشاء اللہ مخلوق کی محبت اور خوف جاتا رہے گا۔
۲ جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو وہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ اس کو اولاد صالح نصیب ہوگی۔
۳ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:
(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ)
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے جس کے ذریعے جب مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی)
۴ جو کوئی اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ ظالم کے ظلم سے بچا رہے گا۔
۵ جو کوئی اس اسم کو نو (۹) مرتبہ پڑھ کر حاکم کے آگے جائے گا، انشاء اللہ عزت و سرفرازی پائے گا۔
۶ جو کوئی سانپ کے کاٹے پر ایک سو ایک (۱۰۱) بار ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ سانپ کا کاٹا ہوا مریض تندرست ہو جائے گا۔
۷ جو تنہائی میں اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ فرشتہ خصلت ہو جائے گا۔

اَلصَّمَدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۹﴾ اَلصَّمَدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہر چیز سے بے نیاز)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی سحر کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ (۱۱۵) یا ایک سو پچیس (۱۲۵) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ ظاہری و باطنی سچائی نصیب ہوگی، اور کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہوگا۔

﴿۲﴾ جو شخص باوضو اس اسم کا ورد جاری رکھے وہ انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی یہ اسم ایک سو چونتیس (۱۳۴) بار پڑھے، آثارِ صمدانی ظاہر ہوں اور انشاء اللہ کبھی بھوکا نہ رہے۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو بکثرت پڑھے اس کی مشکلیں آسان ہوں۔

﴿۵﴾ جو اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے گا، دشمن پر انشاء اللہ فتح پائے گا۔

اَلْقَادِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۰﴾ اَلْقَادِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قدرت والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ اگر کوئی وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ﴿اَلْقَادِرُ﴾ پڑھے گا تو کسی ظالم کے ہاتھ انشاء اللہ گرفتار نہ ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتح نہ پائے گا۔

﴿۲﴾ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتالیس (۴۱) بار یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ وہ کام آسان ہو جائے گا۔

﴿۳﴾ جو اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے انشاء اللہ جمیع آفات سے بچا رہے۔

﴿۴﴾ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلْقَادِرُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو ذلیل و رسوا فرما دے گا، اگر وہ حق پر ہوگا۔ اور ظاہری طاقت کے علاوہ اسے عبادت کی باطنی طاقت بھی عطا فرمائے گا۔

اَلْمُقْتَدِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۱﴾ اَلْمُقْتَدِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پوری قدرت رکھنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی سو کر اٹھنے کے بعد بکثرت ﴿اَلْمُقْتَدِرُ﴾ کا ورد کرے یا کم از کم بیس (۲۰) مرتبہ پڑھا کرے انشاء اللہ اس کے تمام کام آسان اور درست ہو جائیں گے۔

۲۔ جو کوئی اس اسم کو پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کا دشمن مغلوب ہوگا۔

۳۔ جو اس کا روزانہ بیس (۲۰) مرتبہ ورد رکھے گا، انشاء اللہ رحمت الٰہی میں رہے گا۔

۴۔ جو اس نام کو توجہ کے ساتھ پڑھتا رہے، انشاء اللہ اس کی غفلت دور ہو جائے گی۔

۵۔ جو شخص حقیقتاً مظلوم ہو وہ مہینے کی آخری رات میں اندھیرے کمرے میں ننگی زمین پر دو رکعت نماز پڑھے اور اس دوسری رکعت کے آخری سجدے میں ﴿اَلْمُقْتَدِرُ الشَّدِیْدُ الْقَوِیُّ الْقَاھِرُ﴾ پڑھ کر ظالم کے خلاف دعا کرے، انشاء اللہ قبول ہوگی۔

اَلْمُقَدِّمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۲﴾ اَلْمُقَدِّمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(آگے کرنے والا)

خواص چار ہیں:

۱۔ جو شخص جنگ کے وقت ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ کثرت سے پڑھتا رہے گا، انشاء اللہ اسے پیش قدمی کی قوت عطا فرمائے گا اور دشمنوں سے محفوظ رکھے گا، زخم و رنج نہیں پہنچے گا۔

۲۔ جو شخص ہر وقت ﴿یَامُقَدِّمُ﴾ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار بن جائے گا۔

۳۔ جو کوئی اس اسم کو کثرت سے پڑھے گا وہ دشمن پر انشاء اللہ غالب رہے گا اور اطاعت الٰہی میں اس کا نفس فرمانبردار ہوگا۔

۴۔ جو اس کو نو (۹) دفعہ شیرینی پر پڑھ کر کسی کو کھلائے گا تو انشاء اللہ وہ اس سے محبت کرے گا۔ غلط اور ناجائز مقصد کے لیے یہ عمل کرنا حرام ہے اور سخت نقصان دہ ہے۔

اَلْمُؤَخِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۳﴾ اَلْمُؤَخِّرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پیچھے رکھنے والا)

خواص سات ہیں:

۱۔ جو شخص کثرت سے ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کا ورد رکھے گا اسے انشاء اللہ سچی توبہ نصیب ہوگی۔

۲۔ جو شخص روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ اس اسم کو پابندی سے پڑھا کرے، اس کو انشاء اللہ حق تعالیٰ کا ایسا قرب نصیب ہوگا کہ اس کے بغیر چین نہ آئے گا۔

۳۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ اور ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کو ایک ساتھ پڑھتا رہے، جب کوئی مشکل پیش آئے اکیس (۲۱) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

۴۔ جو اڑتالیس (۴۸) دن تک روزانہ تین ہزار (۳۰۰۰) بار یہ اسم پڑھ لیا کرے انشاء اللہ جو چاہے گا پائے گا۔

۵۔ جو اکتالیس (۴۱) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، اس کا نفس انشاء اللہ مطیع ہوگا۔

۶ جو ہر روز سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھتا رہے گا انشاء اللہ اس کے سب کام انجام کو پہنچیں گے۔
۷ حضور اکرم ﷺ سے یہ دعا منقول ہے:
(اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)
(بخاری شریف)

اَلْاَوَّلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۴﴾ اَلْاَوَّلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب سے پہلا)

خواص پانچ ہیں:

۱ جو مسافر ہو وہ جمعہ کے دن ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ جلد بخیریت وطن واپس پہنچے گا۔
۲ جس شخص کے لڑکا نہ ہو وہ چالیس (۴۰) مرتبہ روزانہ ﴿اَلْاَوَّلُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہوگی اور سب مشکلیں آسان ہوں گی۔
۳ جو چالیس (۴۰) شب جمعہ کو عشاء کی نماز کے بعد ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کی انشاء اللہ تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔
۴ جو ہر روز گیارہ (۱۱) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، تمام خلقت انشاء اللہ اس پر مہربانی کرے گی۔
۵ جو سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ اس کی بیوی اس سے محبت کرے گی۔

اَلْاٰخِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۵﴾ اَلْاٰخِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب سے پچھلا)

خواص پانچ ہیں:

۱ جو شخص روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْاٰخِرُ﴾ پڑھا کرے اس کے دل سے غیر اللہ کی محبت دور ہو جائے گی اور انشاء اللہ ساری عمر کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے گا، اور خاتمہ بالخیر ہوگا اور نیک اعمال سرزد ہوں گے۔
۲ جس کی عمر آخر کو پہنچ گئی ہو اور نیک اعمال نہ رکھتا ہو وہ اس اسم کا ورد کرے، حق تعالیٰ اس کی عاقبت انشاء اللہ بہتر کرے گا۔
۳ جو کوئی کسی جگہ جائے اور اس اسم کو پڑھ لے وہاں عزت اور توقیر پائے گا۔
۴ جو اس اسم کو دفع دشمن کے لیے پڑھے گا انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔
۵ جو عشاء کے بعد ایک سو (۱۰۰) مرتبہ یہ اسم پڑھنے کا معمول بنائے اس کی آخری عمر انشاء اللہ پہلی عمر سے بہتر ہوگی۔

اَلظَّاهِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۶﴾ اَلظَّاهِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نمایاں، واضح)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص نمازِ اشراق کے بعد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ ﴿اَلظَّاهِرُ﴾ کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں روشنی اور دل میں نور عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

﴿۲﴾ اگر بارش وغیرہ کا خوف ہو تو یہ اسم مبارک بکثرت پڑھے، انشاء اللہ امان پائے گا۔

﴿۳﴾ اگر کوئی گھر کی دیوار پر یہ اسم مبارک لکھے، انشاء اللہ دیوار سلامت رہے۔

﴿۴﴾ جو کوئی سرمہ پر گیارہ (۱۱) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر آنکھوں میں لگائے لوگ اس پر مہربانی کریں۔

﴿۵﴾ جو جمعہ کے دن پانچ سو (۵۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا اس کا باطن پر نور ہوگا اور انشاء اللہ دشمن مغلوب ہوگا۔

﴿۶﴾ یہ اربابِ مکاشفات کا ذکر ہے۔

اَلْبَاطِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۷﴾ اَلْبَاطِنُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پوشیدہ، پنہاں)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص روزانہ تینتیس (۳۳) بار ﴿یَـا بَـاطِـنُ﴾ پڑھا کرے انشاء اللہ اس پر باطنی اسرار ظاہر ہونے لگیں گے اور اس کے قلب میں انس و محبت الٰہی پیدا ہوگی۔

﴿۲﴾ جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے اس کے بعد ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ایک سو پینتالیس (۱۴۵) بار پڑھے انشاء اللہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو اکتالیس (۴۱) بار پڑھے، انشاء اللہ اس کا قلب نورانی ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار پڑھنے کا معمول بنائے تو اس کو جو دیکھے گا محبت کرے گا۔

﴿۵﴾ جو کوئی ہر روز اپنے دل میں یا زبان سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار اس کا ورد عشاء یا فجر یا کسی بھی نماز کے بعد کرے گا صاحب باطن اور واقف اسرار الٰہی ہوگا۔

﴿۶﴾ جو کسی کو امانت سونپے، یا زمین میں دفن کرے وہ کاغذ پر ﴿اَلْبَـاطِـنُ﴾ لکھ کر اس کے ساتھ رکھ دے، انشاء اللہ کوئی اس میں خیانت نہ کرے گا۔

﴿۷﴾ جو ہر روز اسّی (۸۰) بار کسی نماز کے بعد اس کو پڑھے گا واقف اسرار الٰہی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

﴿۸﴾ جو ہر روز تین بار ایک گھنٹہ تک اس کو پڑھے اس کو اُنسیت الٰہی نصیب ہوگی۔

اَلْوَالِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۸﴾ اَلْوَالِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(متولی ومتصرف، حاکم وفرمانروا، کارساز ومالک)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی اپنا یا کسی اور کا گھر ہر بلا اور بربادی سے بچانا چاہتا ہے تین سو (۳۰۰) بار ﴿اَلْوَالِیْ﴾ پڑھے، انشاء اللہ وہ گھر محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ اگر کسی کو تسخیر کرنے کی نیت سے گیارہ (۱۱) بار پڑھے گا وہ آدمی اس کا مطیع ومنقاد ہوگا۔ انشاء اللہ

﴿۳﴾ بالکل نئے اور کورے آبخورے پر ﴿اَلْـوَالِـیْ﴾ لکھ کر اور پڑھ کر اس میں پانی بھرے، پھر پانی کو گھر کے در و دیوار پر چھڑکے تو وہ گھر انشاء اللہ آفات سے محفوظ رہے گا۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے، مخلوق میں انشاء اللہ ذی مرتبہ ہوگا۔

﴿۵﴾ جو شخص کثرت سے ﴿اَلْوَالِیْ﴾ کا ورد رکھے گا وہ انشاء اللہ ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

﴿۶﴾ اسے کثرت سے پڑھنا بجلی کی کڑک سے حفاظت کے لیے مفید ہے۔

﴿۷﴾ اس اسم کا ذکر ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جن کو لوگوں پر بالادستی حاصل ہے۔ مثلاً حاکم، افسر، شیخ وغیرہ۔

اَلْمُتَعَالِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۹﴾ اَلْمُتَعَالِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بلند وبرتر)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص کثرت سے ﴿اَلْمُتَعَالِیْ﴾ کا ورد رکھے انشاء اللہ اس کی تمام مشکلات رفع ہوں گی۔

﴿۲﴾ جو عورت حالتِ حیض میں کثرت سے اس اسم کا ورد رکھے، انشاء اللہ اس کی تکلیف رفع ہوگی

﴿۳﴾ جو بدکردار عورت ایام کی حالت میں اس اسم کو بہت پڑھے گی وہ اپنی بدفعلی سے نجات پائے گی۔

﴿۴﴾ جو شخص اتوار کی رات کو غسل کر کے آسمان کی طرف منہ کر کے اس کو تین بار پڑھ کر جو دعا مانگے گا انشاء اللہ قبول ہوگی۔

﴿۵﴾ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے رفعت (بلندی) حاصل ہوتی ہے۔

﴿۶﴾ جو حاکم کے پاس جاتے وقت یہ اسم پڑھ لے اسے حجت اور غلبہ نصیب ہوگا۔ انشاء اللہ

﴿۷﴾ دشمن کی ہلاکت کے لیے سات دن تک روزانہ ایک ہزار بار پڑھنا مفید ہے۔

اَلْبَرُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۰﴾ اَلْبَرُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیکوکار، نیک سلوک کرنے والا)

خواص نو ہیں:

﴿۱﴾ جوکوئی شراب خوری یا زنا کاری جیسے گناہوں میں گرفتار ہو وہ روزانہ سات بار یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ اس کا دل گناہوں سے ہٹ جائے گا۔

﴿۲﴾ جو اس کو آندھی وغیرہ کی آفتوں کے ڈر سے پڑھے انشاء اللہ امن میں رہے گا۔

﴿۳﴾ جو شخص حب دنیا میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے، انشاء اللہ دنیا کی محبت اس کے دل سے جاتی رہے گی۔

﴿۴﴾ جوکوئی اس اسم مبارک کو ایک سانس میں سات بار اپنے لڑکے پر پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے گا، وہ بچہ انشاء اللہ بلوغ تک تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

﴿۵﴾ جوکوئی اس اسم کو پڑھے گا عزیز خلائق ہوگا۔ انشاء اللہ

﴿۶﴾ یہ اسم خشکی اور سمندر کے مسافر کے لیے امان ہے۔

○ جو اس اسم کو اپنے بچے کے سر پر پندرہ (۱۵) بار پڑھ کر یہ دعا مانگے: ﴿اَللّٰھُمَّ بِبَرَکَۃِ ھٰذَا الْاِسْمِ رَبِّہٖ لَا یَتِیْمًا وَّلَا لَئِیْمًا﴾ تو انشاء اللہ یہ دعا قبول ہوگی اور بچہ نہ یتیم ہوگا اور نہ لئیم۔

﴿۸﴾ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر سات سو (۷۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے تو انشاء اللہ گناہوں سے توبہ کی توفیق پائے گا۔

﴿۹﴾ اگر اس کے ساتھ ﴿اَلرَّحِیْمُ﴾ ملا کر ﴿یَا بَرُّ یَا رَحِیْمُ﴾ پڑھا جائے تو یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

اَلتَّوَّابُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۱﴾ اَلتَّوَّابُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(توبہ قبول کرنے والا، توبہ کی توفیق دینے والا)

خواص چھ ہیں:

﴿۱﴾ جوکوئی نماز چاشت کے بعد تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اسے سچی توبہ نصیب ہوگی۔

﴿۲﴾ جو شخص کثرت سے اس اسم کو پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اس کے تمام کام آسان ہوں گے اور نفس کی طاعت میں خوشی ہوگی۔

﴿۳﴾ اگر کسی ظالم پر دس (۱۰) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کیا جائے تو انشاء اللہ اس سے خلاصی نصیب ہوگی۔

﴿۴﴾ جوکوئی چاشت کی نماز کے بعد ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ پڑھے اس کے گناہ انشاء اللہ بخشے جائیں گے۔

﴿۵﴾ جو اکتالیس (۴۱) دن تک آٹھ سو (۸۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ ظاہر و باطن کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

﴿۶﴾ جوکوئی اس اسم کو لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر شراب کے عادی کو پلائے تو اس کی عادت چھوٹ جائے گی اور وہ انشاء اللہ تائب

ہو جائے گا۔

اَلْمُنْتَقِمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۲﴾ اَلْمُنْتَقِمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بدلہ لینے والا)

خواص چار ہیں:

① جو شخص حق پر ہو اور دشمن سے بدلہ لینے کی اس میں قدرت نہ ہو وہ تین جمعہ تک بکثرت ﴿یَا مُنْتَقِمُ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ دشمن سے خود انشاء اللہ انتقام لے لیں گے۔

② جو کوئی آدھی رات کو یہ اسم مبارک جس نیت سے پڑھے گا وہ کام انشاء اللہ سرانجام ہوگا۔

③ جو کوئی عشاء یا فجر کی نماز کے بعد چالیس (۴۰) دن تک روزانہ ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار ﴿یَا قَھَّارُ یَا مُذِلُّ یَامُنْتَقِمُ﴾ پڑھے گا انشاء اللہ ظالم ہلاک ہوگا۔

④ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا انشاء اللہ اس کی آنکھ ہرگز نہیں دکھے گی۔

اَلْعَفُوُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۳﴾ اَلْعَفُوُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت معاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شخص کثرت سے ﴿اَلْعَفُوُّ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور اچھے اعمال کی توفیق بخشے گا۔

② جو تین ہفتہ تک اس اسم کا ورد رکھے گا، سب دشمن اس کے دوست بن جائیں گے اور لوگوں میں معزز ہوگا۔

③ جو کوئی کسی شخص سے ڈرتا ہوا اس اسم مبارک کو بہت پڑھے، انشاء اللہ خوف دور ہوگا۔

④ اگر اس اسم کے ساتھ ﴿اَلْغَفُوْرُ﴾ کو بھی ملا لیا جائے تو یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوگا۔

⑤ جو اسے ایک سو چھپن (۱۵۶) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے خوف سے امن عطا فرمائے گا۔

اَلرَّءُوْفُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۴﴾ اَلرَّءُوْفُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا مہربان، انتہائی شفیق)

خواص تین ہیں:

① جو کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانا چاہے ﴿یَارَءُوْفُ﴾ دس بار پڑھے وہ ظالم اس کی شفاعت قبول کرے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اسے بکثرت پڑھے گا، ظالم کا دل اس پر مہربان ہوگا اور سب لوگ اس کو دوست رکھیں گے، اور ان شاء اللہ اس پر مہربان ہوں گے۔

﴿۳﴾ جو شخص دس (۱۰) مرتبہ درود شریف اور دس (۱۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ اس کا غصہ رفع ہو جائے گا، دوسرے غضب ناک شخص پر دم کرے تو اس کا غصہ بھی دور ہو جائے گا۔

مَالِکُ الْمُلْکِ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۵﴾ مَالِکُ الْمُلْکِ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سارے جہاں کا مالک)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص ﴿یَامَالِکَ الْمُلْکِ﴾ کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو غنی اور لوگوں سے بے نیاز فرما دے گا اور انشاء اللہ وہ کسی کا محتاج نہیں رہے گا

﴿۲﴾ جو بادشاہ کسی ملک کو فتح کرنا چاہتا ہو وہ اس اسم کو بہت پڑھے گا، انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔

﴿۳﴾ جو ﴿یَامَالِکَ الْمُلْکِ یَاذَاالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ﴾ بہت پڑھے گا، وہ اگر فقیر ہوگا تو غنی ہو جائے گا۔ مگر یہ اسم کمال جلال رکھتا ہے۔

﴿۴﴾ جو بادشاہ اپنی حکومت کا استحکام چاہتا ہو، وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے۔

ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۶﴾ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ جَلَّ جَلَالُہٗ

(عظمت وجلال اور انعام واکرام والا)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص کثرت سے ﴿ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ﴾ پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت وعظمت اور مخلوق سے استغناء عطا فرمائیں گے۔

﴿۲﴾ بعد اس کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ جو شخص ﴿ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِکَ الْخَیْرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ سو (۱۰۰) بار پڑھ کر پانی پر دم کرے اور وہ پانی بیمار کو پلائے تو انشاء اللہ بیمار شفاء پائے گا۔ اگر دل غمگین ہوگا تو اس عمل سے انشاء اللہ مسرور ہوگا۔

﴿۳﴾ جو کوئی روزانہ پابندی سے تین سو تینتیس (۳۳۳) بار ﴿یَامَالِکَ الْمُلْکِ یَاذَاالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ﴾ پڑھے گا، دنیا اس کی فرمانبردار رہے گی۔

اَلْمُقْسِطُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۷﴾ اَلْمُقْسِطُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(عدل وانصاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی روزانہ اس اسم کو پڑھا کرے، وہ انشاء اللہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ اگر کوئی شخص کسی خاص اور جائز مقصد کے لیے سات سو (۷۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا تو انشاء اللہ وہ مقصد پورا ہوگا۔
﴿۳﴾ جو کسی رنج میں مبتلا ہو وہ ہر روز ستر (۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ رنج سے نجات پائے گا۔
﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، شیطان کے شر اور وسوسے سے بے خوف ہوگا۔
﴿۵﴾ اس اسم کی کثرت عبادات میں وسوسوں سے بچنے کا بہترین علاج ہے۔

اَلْجَامِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۸﴾ اَلْجَامِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو جمع کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جس شخص کے رشتہ دار اور احباب منتشر ہو گئے ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ کر کے دس (۱۰) مرتبہ ﴿یَا جَامِعُ﴾ پڑھے، اور ایک انگلی بند کر لے، اسی طرح ہر دس (۱۰) مرتبہ پر ایک ایک انگلی بند کرتا جائے، جب ساری انگلیاں بند ہو جائیں تو آخر میں دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے، انشاء اللہ جلد سب جمع ہو جائیں گے۔
﴿۲﴾ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو ﴿اَللّٰھُمَّ یَاجَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْہِ اِجْمَعْ ضَالَّتِیْ﴾ پڑھا کرے وہ چیز انشاء اللہ مل جائے گی۔
﴿۳﴾ جائز محبت کے لیے بھی مذکورہ بالا دعا بے مثال ہے۔
﴿۴﴾ اپنے بچھڑے ہوئے اقارب سے ملنے کے لیے اس اسم کا ایک سو چودہ (۱۱۴) بار کھلے آسمان کے نیچے پڑھنا مفید ہے۔

اَلْغَنِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۹﴾ اَلْغَنِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا بے نیاز)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص ستر (۷۰) بار روزانہ ﴿یَاغَنِیُّ﴾ پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرمائے گا اور انشاء اللہ کسی کا محتاج نہ رہے گا۔
﴿۲﴾ جو شخص کسی ظاہری یا باطنی مرض یا بلا میں گرفتار ہو وہ اپنے تمام اعضاء اور جسم پر ﴿یَاغَنِیُّ﴾ پڑھ کر دم کیا کرے، انشاء اللہ نجات پائے گا۔ یہ مرض طمع (لالچ) کا بھی علاج ہے۔
﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے وہ انشاء اللہ مالدار ہو جائے گا اور محتاج نہ ہوگا۔
﴿۴﴾ جو اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا مفلس نہ ہو۔
﴿۵﴾ جو کوئی اس کو لکھ کر اپنے مال میں رکھے، انشاء اللہ اس میں برکت ہوگی۔
﴿۶﴾ جو کوئی اس اسم کا ورد رکھے گا اس کے اعضاء کا درد جاتا رہے گا۔
﴿۷﴾ جو کوئی جمعرات کے دن ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا انشاء اللہ دولت پائے گا۔

۸۔ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد ستر (۷۰) بار پابندی سے یہ دعا مانگا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی فرمادے گا۔
(اَللّٰهُمَّ يَاغَنِيُّ يَا حَمِيْدُ يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ يَارَحِيْمُ يَاوَدُوْدُ اِكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ بِطَاعَتِكَ عَنْ مَّعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)

اَلْمُغْنِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۰﴾ اَلْمُغْنِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(غنی اور بے نیاز کرنے والا)

خواص گیارہ ہیں:

۱۔ جو شخص اوّل اور آخر میں گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ وظیفہ کی طرح یہ اسم پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ظاہری و باطنی غنا عطا فرمائے گا۔ یہ عمل فجر یا عشاء کی نماز کے بعد کرے اور اس کے ساتھ سورۂ مزمل بھی تلاوت کرے۔
۲۔ جو کوئی اس اسم کو ایک ہزار دوسو سڑسٹھ (۱۲۶۷) بار ہر روز بلا ناغہ پڑھے گا، انشاء اللہ غنی ہو جائے گا۔
۳۔ جو کوئی اسم مبارک کو لکھ کر اپنے پاس رکھے کبھی فقیر نہ ہو۔
۴۔ جو کوئی دس جمعوں تک ہر جمعہ کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یا دس (۱۰) بار یہ اسم پڑھے گا انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز ہو گا۔
۵۔ جو کوئی قربت سے پہلے ستر (۷۰) بار یہ اسم پڑھ لے تو بہت امساک ہو گا۔
۶۔ جو بہت مفلس ہو فجر کے وقت فرض و سنت کے درمیان دوسو (۲۰۰) بار اور ظہر، عصر اور مغرب کے بعد دوسو (۲۰۰) بار اور عشاء کے بعد تین سو (۳۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے انشاء اللہ غنی ہو گا۔
۷۔ جو کوئی اس اسم مبارک کو گیارہ سو (۱۱۰۰) بار روزانہ پڑھا کرے، اسے صفائی قلب حاصل ہو گی۔
۸۔ جو گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ ﴿یَا مُغْنِیْ﴾ اور بسم اللہ کے ساتھ گیارہ سو (۱۱۰۰) بار ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ اور بغیر بسم اللہ کے سو (۱۰۰) بار درود شریف اور دو (۲) دفعہ سورۂ مزمل پڑھے گا اس کی روزی میں خوب وسعت ہو گی۔
۹۔ جس جگہ تکلیف ہو یہ اسم پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے اس جگہ ملنے سے انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔
۱۰۔ جو شخص روزانہ گیارہ سو اکیس (۱۱۲۱) بار یہ اسم پڑھتا رہے انشاء اللہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔
۱۱۔ اگر کوئی سورۂ والضحیٰ پڑھ کر یہ اسم پڑھے گا پھر کہے گا: ﴿اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنِيْ لِلْيُسْرِ الَّذِيْ يَسَّرْتَهٗ لِكَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ﴾ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے غیب سے مددگار بھیجے گا۔

اَلْمَانِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۱﴾ اَلْمَانِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہلاکت و تباہی کو روکنے والا)

خواص پانچ ہیں:

۱۔ اگر بیوی سے جھگڑا یا ناچاقی ہو تو بستر پر لیٹتے وقت بیس (۲۰) مرتبہ یہ اسم پڑھا کرے، انشاء اللہ جھگڑا ختم اور ناچاقی دور ہو جائے گی

اور باہمی اُنس ومحبت پیدا ہو جائے گی۔

﴿۲﴾ جو کوئی بکثرت اس اسم کا ورد رکھے گا انشاء اللہ وہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۳﴾ اگر کسی خاص اور جائز مقصد کے لیے یہ اسم مبارک پڑھے گا تو انشاء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ دو شخصوں کے درمیان لڑائی ختم ہو جائے گی۔

﴿۵﴾ جو اپنی مراد تک نہ پہنچ سکے وہ اس کو صبح وشام پڑھا کرے، انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

اَلضَّآرُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۲﴾ اَلضَّآرُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ضرر پہنچانے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص شب جمعہ میں سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلضَّآرُّ﴾ پڑھا کرے، وہ انشاء اللہ تمام ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہے گا، اور قرب خداوندی اسے حاصل ہوگا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم پاک کو پڑھے اور ظالم کا نام لے، انشاء اللہ اس کو ضرر پہنچے گا اور پڑھنے والا اس کے ظلم سے محفوظ رہے گا۔

﴿۳﴾ جس کو ایک حال ومقام میسر ہو سو (۱۰۰) بار شب جمعہ میں اس اسم کو پڑھنے کا معمول بنائے، اللہ تعالیٰ اس کو مقام میں ثابت رکھے گا اور اہل قربت کے مرتبہ تک پہنچا دے گا۔ اس مرتبہ کے آگے ظاہری کمال کی کچھ اصل نہیں۔

﴿۴﴾ جس کی عزت کم ہو، ہر شب جمعہ اور ایام بیض میں سو (۱۰۰) بار نماز عشاء کے بعد یہ اسم مبارک پڑھا کرے، انشاء اللہ محترم رہے گا۔

﴿۵﴾ جو ہر شب جمعہ سو (۱۰۰) بار ﴿اَلضَّآرُّ النَّافِعُ﴾ پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اپنی قوم میں معزز اور جسمانی طور پر باعافیت رہے گا۔

اَلنَّافِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۳﴾ اَلنَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نفع پہنچانے والا)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو کوئی کشتی وغیرہ سواری میں سوار ہونے کے بعد ﴿یَانَافِعُ﴾ کثرت سے پڑھتا رہے انشاء اللہ تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ جو شخص کسی کام کو شروع کرتے وقت اکتالیس (۴۱) مرتبہ ﴿یَانَافِعُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ وہ کام حسب منشاء ہوگا۔

﴿۳﴾ جو شخص بیوی سے جماع کرتے وقت یہ اسم پہلے پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ اولاد صالح نصیب ہوگی۔

﴿۴﴾ جو کوئی اس اسم کو پڑھ کر مریض پر دم کرے انشاء اللہ وہ شفاء پائے گا۔

﴿۵﴾ جو ماہِ رجب میں اس کا ورد کرے گا انشاء اللہ اسرارِ الٰہی سے آگاہ ہوگا۔

﴿۶﴾ جو چار (۴) روز جہاں تک ہو سکے پڑھے گا، انشاء اللہ کبھی کسی غم میں نہ پھنسے گا۔

﴿۷﴾ جس سفرِ حج میں اسے پڑھا کرے، انشاء اللہ بخیر گھر واپس آئے گا۔

اَلنُّوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۴﴾ اَلنُّوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نہایت روشن، روشن کرنے والا)

خواص چار ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص شب جمعہ میں سات (۷) مرتبہ سورۂ نور اور ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھا کرے انشاء اللہ اس کا دل نور الٰہی سے منور ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی اس اسم کو ﴿اَلنَّافِعُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھے اور مریض پر دم کرے تو انشاء اللہ شفا ہوگی۔

﴿۳﴾ جو صبح کے وقت اس کے ذکر کو لازم پکڑے گا اس کا دل روشن ہوگا۔

﴿۴﴾ جو کوئی اندھیرے کمرے میں آنکھیں بند کر کے اس اسم کا اس قدر ذکر کرے کہ حال طاری ہو جائے وہ عجیب و غریب انوار کا مشاہدہ کرے گا، اور اس کا دل نور سے بھر جائے گا۔ یہ اسم اہل بصیرت و مکاشفات کے لیے بہت مناسب ہے۔

اَلْھَادِیُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۵﴾ اَلْھَادِیُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہدایت دینے والا)

خواص آٹھ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص ہاتھ اُٹھا کر آسمان کی طرف منہ کر کے بکثرت ﴿یَـاھَـادِیُ﴾ پڑھے اور آخر میں چہرے پر ہاتھ پھیر لے اس کو انشاء اللہ کامل ہدایت نصیب ہوگی اور اہل معرفت میں شامل ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ جو کوئی گیارہ سو (۱۱۰۰) بار ﴿یَاھَادِیُ! اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے وہ انشاء اللہ کسی کا محتاج نہ رہے گا، اور سیدھے راستے کی ہدایت نصیب ہوگی۔

﴿۳﴾ جب کسی کو کوئی مشکل پیش آئے وہ دو رکعت نماز پڑھے، اور دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد یہ اسم ایک سانس میں جس قدر ہو سکے پڑھے، جب سانس ٹوٹ جائے تو دعا مانگے گا، انشاء اللہ قبول ہوگی۔

﴿۴﴾ جو کوئی سفر پر ہو اور اسے راستہ نہ ملے تو وہ کہے ﴿یَاھَادِیُ اِھْدِ﴾ انشاء اللہ راستہ مل جائے گا۔

﴿۵﴾ اس کے ذکر سے یا لکھ کر پاس رکھنے سے بصیرت اور فہم صحیح پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ذکر اہل حکومت کے لیے بھی مناسب ہے۔

﴿۶﴾ جو فرائض کے بعد چار سو (۴۰۰) بار اس کا ورد کرے گا، اسے مدد عظیم حاصل ہوگی۔

﴿۷﴾ اگر بادشاہ اس کا اس قدر ذکر کریں کہ حال طاری ہو جائے تو رعایا ان کی فرمانبردار ہوگی۔

﴿۸﴾ سالکین کی سیر علوی (عالم بالا کی سیر) کے لیے اس کا ذکر مفید ہے۔

اَلْبَدِیْعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۶﴾ اَلْبَدِیْعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیا پیدا کرنے والا، بغیر مثال کے پیدا کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جس شخص کو کوئی غم یا مصیبت یا کوئی بھی مشکل پیش آئے وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پڑھے، انشاء اللہ کشائش (کشادگی) نصیب ہوگی۔

﴿۲﴾ جو شخص اس اسم کو باوضو پڑھتے ہوئے سو جائے تو جس کام کا ارادہ ہو انشاء اللہ خواب میں نظر آجائے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی نماز عشاء کے بعد ﴿یَابَدِیْعُ الْعَجَآئِبِ بِالْخَیْرِ یَابَدِیْعُ﴾ بارہ سو (۱۲۰۰) مرتبہ بارہ (۱۲) دن پڑھے گا تو جس کام کا یا مقصد کے لیے پڑھے گا وہ انشاء اللہ پورا عمل ختم ہونے سے پہلے حاصل ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ کسی غم یا اہم حاجت کے لیے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ ﴿یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پڑھے، انشاء اللہ غم رفع ہوگا اور حاجت پوری ہوگی۔

﴿۵﴾ جو اس اسم کا بکثرت ورد کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم وحکمت عطا کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے ان علوم کو جاری فرمائے گا جن کو وہ پہلے نہ جانتا ہو۔

اَلْبَاقِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۷﴾ اَلْبَاقِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہمیشہ باقی رہنے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ جمعہ کی رات میں پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ہر طرح کے ضرر ونقصان سے محفوظ رکھے گا اور انشاء اللہ اس کے تمام نیک اعمال مقبول ہوں گے اور اسے غم سے خلاصی نصیب ہوگی۔

﴿۲﴾ جو سورج نکلنے سے پہلے سو (۱۰۰) بار روز یہ اسم پڑھے گا، انشاء اللہ مرتے دم تک کچھ دکھ نہ پائے گا اور عاقبت (آخرت) میں بخشا جائے گا۔

﴿۳﴾ جو اس اسم کو پابندی سے ہفتہ کے دن کسی وقت دشمن کی مغلوبی کی نیت سے باوضو بعد دو رکعت نفل سو (۱۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ دشمن اس کے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔

﴿۴﴾ جو اس اسم کو ہر فرض نماز کے بعد ایک سو تیرہ (۱۱۳) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، اسے اس کے منصب سے کوئی معزول نہیں کر سکے گا، خواہ اس کے خلاف جن وانس جمع ہو جائیں۔

﴿۵﴾ جو ایک سو (۱۰۰) بار ﴿یَابَاقِیْ﴾ پڑھتا رہے گا، انشاء اللہ اس کے اعمال مقبول ہوں گے

اَلْوَارِثُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۸﴾ اَلْوَارِثُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(تمام چیزوں کا حقیقی مالک، وہ ذات جو قائم و دائم ہے اور ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد زمین اور اس کی تمام چیزوں کا اصلی مالک ہے)

خواص تین ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿یَاوَارِثُ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ دنیا و آخرت میں ہر رنج و غم اور سختی سے محفوظ رہے گا، اور خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہ خفیہ رازوں میں سے ہے۔

﴿۲﴾ جو کوئی مغرب و عشاء کے درمیان ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ یہ اسم مبارک پڑھے ہر طرح کی حیرانی و پریشانی سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

﴿۳﴾ جو کوئی اس اسم کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اس کے مال میں برکت ہوگی، اس کے سب کام بر آئیں گے اور وہ امن میں رہے گا اور انشاء اللہ اس کی عمر دراز ہوگی۔

اَلرَّشِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۹﴾ اَلرَّشِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کا راہ نما، سب کو راہ راست دکھانے والا)

خواص پانچ ہیں:

﴿۱﴾ جس کو اپنے کسی کام پر مقصد کی تدبیر سمجھ میں نہ آئے، وہ مغرب و عشاء کے درمیان ایک ہزار (۱۰۰۰) بار ﴿یَارَشِیْدُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ خواب میں تدبیر نظر آئے گی، یا دل میں اس کا القاء ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ اگر روزانہ اس اسم کا ورد رکھے تو انشاء اللہ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی اور کاروبار میں خوب ترقی ہوگی۔

﴿۳﴾ جو اس اسم مبارک کو مباشرت سے پہلے پڑھے انشاء اللہ فرزند صالح و پرہیز گار پیدا ہوگا۔

﴿۴﴾ درست فیصلے کی طرف رہنمائی کے لیے اس اسم کو عشاء کے بعد ایک سو (۱۰۰) بار پڑھنا مفید ہے۔

﴿۵﴾ جو عشاء کے بعد سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا انشاء اللہ اس کا عمل قبول ہوگا۔

اَلصَّبُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۰۰﴾ اَلصَّبُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت برداشت کرنے والا، بڑا بردبار)

خواص سات ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص طلوع آفتاب سے پہلے سو (۱۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے وہ انشاء اللہ ہر مصیبت سے محفوظ رہے گا، اور دشمنوں، حاسدوں کی زبانیں بند رہیں گی۔

۲۔ جو کوئی کسی بھی مصیبت میں گرفتار ہو وہ ایک ہزار بیس (۱۰۲۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ اس سے نجات پائے گا اور اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

۳۔ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے اس کا رنج دور ہو اور سرور حاصل ہو۔

۴۔ تمام حاجات کے لیے اس کو دو سو اٹھانوے (۲۹۸) بار ہر روز پڑھے۔

۵۔ جس کو درد، رنج یا مصیبت پیش آئے تینتیس (۳۳) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ اس کی پریشانی دور ہوگی۔

۶۔ جو آدمی رات میں یا دوپہر کو اس اسم کو پڑھنے کی مداومت کرے گا اس کو دشمنوں کی زبان بندی، خوشنودی اور بادشاہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔ یہ اسم دلوں کے غضب اور رنج و غم دور کرنے کی خاصیت رکھتا ہے۔

۷۔ یہ اسم مبارک اہل مجاہدہ کا ورد ہے کہ اس کے ذریعے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔



......کر خاتمہ سب کا ایمان پر

خدا ہم ترے در پر آئے ہوئے زمانے کے ہیں ہم ستائے ہوئے
تجھی سے ہیں بس لو لگائے ہوئے کرم ہم پہ کردے تو رب کریم
کَرِیْمٌ ، کَرِیْمٌ ، کَرِیْمٌ ، کَرِیْمٌ

پڑھیں علم دیں ہم بڑے شوق سے کریں محنتیں ہم بڑے ذوق سے
رہیں بچتے ہم جہل کے طوق سے ہمیں دولتِ علم دے اے علیم
عَلِیْمٌ ، عَلِیْمٌ ، عَلِیْمٌ ، عَلِیْمٌ

کریں عمر بھر ہم اطاعت تری رہے دل پر قائم جلالت تری
ہمہ وقت بس عنایت تری حفاظت میں رکھ اپنی ہم کو حفیظ
حَفِیْظٌ ، حَفِیْظٌ ، حَفِیْظٌ ، حَفِیْظٌ

خطا کار ہیں ہم گنہ گار بھی سیہ کار ہیں اور بدکار ہیں
معافی کے ہیں ہم طالب گار بھی تو کر رحم ہم پر کہ ہے تو رحیم
رَحِیْمٌ ، رَحِیْمٌ ، رَحِیْمٌ ، رَحِیْمٌ

خطاؤں، گناہوں سے کر درگزر معاصی سے ہم کو بچا عمر بھر
بھٹکتے رہیں اب نہ ہم در بدر تجھے سب یہ حاصل ہے قدرت قدیر
قَدِیْرٌ ، قَدِیْرٌ ، قَدِیْرٌ ، قَدِیْرٌ

رہیں ہم عمل پیرا قرآن پر مریں آپ کے حکم و فرمان پر
تو کر خاتمہ سب کا ایمان پر معاصی ہیں وارث کے بے حد غفور
غَفُوْرٌ ، غَفُوْرٌ ، غَفُوْرٌ ، غَفُوْرٌ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی سب کو ضرورت

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر
کالی کملی اوڑھنے والا خلق خدا میں سب سے اعلیٰ
دونوں جہاں میں جس سے اُجالا ماہِ درخشاں ، مہر منور
بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر
رب کا دلارا ، جگ کا پیارا دل کا ٹکڑا ، آنکھ کا تارا
ارض و سما اور عالم سارا سب ہیں اس سے اسفل وکمتر
بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر
سوتی بستی جس نے جگا دی ڈوبتی کشتی ، پار لگا دی
پسماندوں کی شان بڑھا دی گمراہوں کا ہادی و رہبر
بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر
ظلم و تشدد سہنے والا کچھ نہ زباں سے کہنے والا
بلکہ دعائیں دینے والا رحم و کرم کا یکتا پیکر
بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر
مہر رسالت ، ماہِ نبوت روز قیامتِ وقت صعوبت
آپ کی ہوگی سب کو ضرورت شافعِ وارث ساقی کوثر
بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ چہارم

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

انتخاب و ترتیب

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالیٰ

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

..................ملنے کے پتے..................

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

ملت پبلی کیشنز اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی

دار المطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی

کتابستان شاہی بازار بہاول پور

اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی

مکتبہ دار القرآن اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

دار اخلاص محلّہ جنگی، پشاور

ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ملتان

مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ حقانیہ ملتان

مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (چہارم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿۱﴾ آپ کے گھر میں رحمتوں اور برکتوں کی بارش

اگر آپ رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل باتوں کا اہتمام کریں:

﴿۱﴾ گھر کے تمام مرد وخواتین اپنے جسم ولباس کی پاکی اور طہارت کا خوب اہتمام رکھیں، اس اہتمام کے ساتھ رات کو سوتے وقت وضو کا معمول بھی بنالیا جائے تو بلاشبہ نفع ہی نفع ہوگا۔

﴿۲﴾ اپنے گھر کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں، ناسمجھ اور چھوٹے بچوں کو مقرر جگہ پر حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کا عادی بنایا جائے۔ بچہ اگر غیر مقرر جگہ پر غلاظت کردے تو اس جگہ کو فوراً اچھی طرح پاک صاف کرنا چاہیے۔ بچوں کے جسم اور لباس وغیرہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

﴿۳﴾ گھروں کی سجاوٹ میں جانداروں کی تصاویر سے سخت پرہیز کیا جائے، گانے بجانے اور موسیقی وغیرہ اور تفریح کے لیے ناجائز آلات سے اپنے گھر کو پاک رکھیں کہ ان تمام باتوں سے تمام اہل خانہ رحمت خداوندی سے محروم ہوجاتے ہیں۔

﴿۴﴾ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ذکر واذکار اور دین کی باتوں کا بطور خاص اہتمام کیا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت سے گھر سے بلائیں، نحوستیں، بیماری اور پریشانیاں دور بھاگتی ہیں اور گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے، جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے از روئے حدیث ایسا گھر آسمانوں میں خصوصی توجہات کا مرکز بن جاتا ہے اور فرشتوں کو ایسے گھر آسمانوں میں اس طرح نمایاں اور چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جس طرح زمین میں انسانوں کو تارے جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ کس قدر خوش بختی اور سعادت کی بات ہے اور کون صاحب ایمان ایسی خوش بختی اور سعادت سے محروم ہونا چاہے گا؟ لہٰذا ہر گھر کا سربراہ نمازِ فجر کے بعد خود بھی اور گھر کے دیگر افراد کو بھی تلاوت کا پابند ہونے کی کوشش کرے اور تمام اہل خانہ مل کر گھر میں پاکی اور صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ انشاء اللہ آپ کے گھر میں رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہوگی۔

﴿۲﴾ کریم وشریف شوہر بیویوں کے ناز ونخرے برداشت کرتے ہیں

بعض لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں، بیوی سے ذراسی گستاخی ہوجائے تو بیوی کو ڈنڈا لے کر پٹائی کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم کو ناز کرنے کا کیا حق ہے؟

لیکن سنئے! سرور عالم ﷺ سے زیادہ کون غیرت مند ہوسکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے، ناز کرتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا۔ اے میرے پیارے نبی! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج کل روٹھی ہوئی ہوں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے روٹھ جاتی ہے تو قسم اس طرح کھاتی ہے: ''وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ!'' (ابرہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!) اور جب خوش رہتی ہے تو کہتی ہے: ''وَرَبِّ مُحَمَّدٍ! (محمد ﷺ کے رب کی قسم!) اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا والو! سن لو جو لوگ اپنی بیویوں کو پیٹ پیٹ کر سیدھا کر رہے ہیں وہ کمینے لوگ ہیں۔

تفسیر روح المعانی (ج ۵ ص ۱۴) میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کریم وشریف اور لائق شوہروں پر یہ عورتیں غالب آجاتی ہیں کیونکہ جانتی ہیں کہ یہ ناز اُٹھالے گا۔ اور کمینے شوہر ڈنڈے کے زور سے گالی گلوچ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں۔ اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بد اخلاق بن کر ان پر غالب آجاؤں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سے اپنے شوہر کے کھانے میں نمک تیز ہوگیا، وہ غریب آدمی تھا، چھ مہینے کے بعد مرغی لایا تھا، چھ مہینہ تک دال کھا کھا کر اس کی زبان مرغی کھانے کے لیے بے چین تھی مگر نمک تیز کردیا لیکن اس نے بیوی کو کچھ نہیں کہا، چپ چاپ کھالیا اور کہا کہ یا اللہ! اگر میری بیٹی سے نمک تیز ہوجاتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میرا داماد اس کو معاف کردے، میرے کلیجہ کے ٹکڑے کو کچھ نہ کہے تو یہ میری بیوی بھی کسی کے کلیجے کا ٹکڑا ہے، کسی ماں باپ کی بیٹی ہے اور اے خدا! تیری بندی ہے، بس میں تیری رضا کے لیے اس کو معاف کرتا ہوں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہوگیا تو اسے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا، پوچھا بھائی تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ تونے یہ گناہ کیا، میں سمجھا کہ اب دوزخ میں جاؤں گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ تم کو معاف کرتا ہوں اس نیک عمل پر کہ تم نے میری بندی کی ایک خطا معاف کی تھی اور اس کو ڈنڈا نہیں مارا، اس کو گالی نہیں دی، جس دن میری بندی سے نمک تیز ہوگیا تھا، تو تم نے اس کی خطا کو معاف کردیا تھا، اس کے بدلہ میں آج میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ جتنا زیادہ تہجد پڑھنے والے اور زیادہ ذکر کرنے والے ہیں، میرا تجربہ ہے کہ اگر اہل اللہ کی صحبت یافتہ نہ ہوں تو اکثر ان میں غصہ پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر ذکر کا جلال چڑھا ہوا ہے۔ ارے میرے بھائی! تجھ پر تو شیطان کا وبال چڑھا ہوا ہے، ذکر سے تو اللہ کی مخلوق پر اور مہربان ہونا چاہیے، مگر تو اتنا گرم ہوگیا کہ اپنے کو ہر وقت فرشتہ سمجھتا ہے۔ اپنی بیٹی کو کوئی ستاوے تو فوراً عاملوں کے پاس جائیں گے کہ حضور تعویز دے دیں، میری بیٹی کو میرا داماد ستا رہا ہے۔ اور خود اپنی بیویوں کو ڈنڈے لگاتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔ مخلوق خدا کو جو ستائے گا، ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ ایک لاکھ حج و عمرہ کرلے ایک لاکھ ذکر کرلے لیکن جو اللہ کی مخلوق کو ستائے گا، ہرگز وہ مومن کامل نہیں ہوسکتا:

(اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا) (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ: ''کامل ترین مؤمن وہ ہے جو بہترین اخلاق والا ہے۔''

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ بڑی پیرانی صاحبہ نے حضرت صاحب سے کہا کہ مولانا ذرا رشتہ داری میں جارہی ہوں، یہ مرغیاں جو ہم نے پالی ہیں آٹھ بجے دن میں ان کو ڈربہ سے نکال دینا اور دانہ پانی دے دینا۔ اب اتنا بڑا مجدد زمانہ حکیم الامت جو ساٹھ خطوط کا روزانہ جواب لکھے اور پندرہ سو کتابیں لکھنے والا اس کو بھلا مرغیاں کہاں یاد رہتیں؟ حضرت بھول گئے، مرغیاں ڈربہ میں بند رہیں۔ اب خطوط کا جواب ندارد، تفسیر بیان القرآن کے لیے قلم اٹھایا، سارے علوم ختم، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ دل میں اندھیرا آگیا، سارے علوم و معارف غائب ہوگئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سجدہ میں گر کر رونے لگے کہ یا اللہ مجھ سے کیا خطا ہوگئی؟ کیا گناہ ہے کہ جس سے آج تیری نگاہ کرم میرے دل پر سے ہٹ گئی اور میرے دل سے سارے علوم غائب ہوگئے؟ میں تو آج دل کو بالکل خالی پارہا ہوں۔ آسمان سے زور سے آواز آئی کہ اشرف علی! میری مخلوق، مرغیاں ڈربہ میں بند ہیں، آج وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی ہیں، میری مخلوق کو ستا کر علوم و معارف کا انتظار کرتے ہو! جاؤ جلدی مرغیوں کو کھولو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کانپ گئے، بھاگے ہوئے گئے، مرغیوں کو کھولا اور دانہ پانی رکھ دیا۔ جب واپس آئے تو دل میں فوراً سارے علوم کا دریا بہنے لگا۔ ایک جانور پر ظلم کا تو یہ عذاب ہے اور ہمارا کیا حال ہے؟

سگا بھائی سگے بھائی کو ستا رہا ہے، شوہر بیوی کو ستا رہا ہے، ماں باپ سے لڑائی، محلّہ میں پڑوسیوں کو ستایا جا رہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر ڈنڈا چل رہا ہے، کیا حال ہے اس وقت؟

﴿۳﴾ اُمت کیلئے معافی کی دعا کیجئے سارے مسلمانوں کے برابر نیکیاں ملیں گی

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم کبیر میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ کم از کم ایک مرتبہ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ پڑھے گا اس کو دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک ایک حسنہ اور نیکی ملے گی:

(عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: مَنْ قَالَ کُلَّ یَوْمٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اُلْحِقَ بِہٖ مِنْ کُلِّ مُؤْمِنٍ حَسَنَۃٌ) (المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/۳۷۰، حدیث ۸۷۷)

ترجمہ: ''حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ (یہ دعا) ﴿اے اللہ! میری مغفرت فرما اور تمام مؤمنین اور مؤمنات کی مغفرت فرما﴾ کہا کرے گا اس کو ہر مؤمن کی طرف سے ایک حسنہ اور نیکی کا تحفہ ملے گا۔''

﴿۴﴾ شیطان کے پندرہ دشمن

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شیطان سے پوچھا کہ اے ملعون! تیرے کتنے دشمن ہیں؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ پندرہ قسم کے لوگ میرے دشمن ہیں:

① ''اَوَّلُھُمْ اَنْتَ'' سب سے پہلے دشمن آپ (ﷺ) ہیں۔
② ''اِمَامٌ عَادِلٌ'' عادل بادشاہ اور عادل حکام۔
③ ''غَنِیٌّ مُتَوَاضِعٌ'' متواضع مالدار۔
④ ''تَاجِرٌ صَادِقٌ'' سچا تاجر۔
⑤ ''عَالِمٌ مُتَخَشِّعٌ'' خشوع کرنے والا عالم۔
⑥ ''مُؤْمِنٌ نَاصِحٌ'' خیر خواہی کرنے والا مومن۔
⑦ ''مُؤْمِنٌ رَحِیْمُ الْقَلْبِ'' رحم دل مومن۔
⑧ ''تَائِبٌ ثَابِتٌ عَلَی التَّوْبَةِ'' توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا۔
⑨ ''مُتَوَرِّعٌ عَنِ الْحَرَامِ'' حرام سے پرہیز کرنے والا۔
⑩ ''مُؤْمِنٌ یَدِیْمُ عَلَی الطَّھَارَةِ'' ہمیشہ طہارت پر رہنے والا مؤمن۔
⑪ ''مُؤْمِنٌ کَثِیْرُ الصَّدَقَةِ'' کثرت سے صدقہ کرنے والا مؤمن۔
⑫ ''مُؤْمِنٌ حَسَنُ الْخُلُقِ مَعَ النَّاسِ'' لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا مؤمن۔
⑬ ''مُؤْمِنٌ یَنْفَعُ النَّاسَ'' لوگوں کو نفع پہنچانے والا مؤمن۔
⑭ ''حَامِلُ الْقُرْاٰنِ یَدِیْمُ عَلٰی تِلَاوَتِہٖ'' قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والا عالم و حافظ۔
⑮ ''قَائِمٌ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ'' رات میں ایسے وقت تہجد اور نفل پڑھنے والا جس وقت سب لوگ سو چکے ہوں۔ (تنبیہ الغافلین: ص ۴۷۹)

﴿۵﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت انتقال اپنی اہلیہ سے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری دونوں بیٹیوں کو فلاں پہاڑ پر لے جانا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا کہ اے خداوند! فضیل نے مجھے وصیت کی ہے کہ جب تک میں زندہ رہا اپنی لڑکیوں کو اپنی طاقت

کے مطابق اپنے پاس رکھا، اب جب تو نے قبر کے قید خانے میں مجھے قید کر دیا ہے تو میں اپنی لڑکیوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور تجھے واپس دیتا ہوں۔ بعد تدفین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور مناجات کر کے اپنی بے بسی پر بہت روئی۔ اس اثناء میں امیر یمن مع اپنے دونوں بیٹوں کے اس جگہ پہنچ گیا اور اس نالہ وزاری کو سنا اور حال پوچھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے تمام حالت بیان کی۔ امیر یمن نے سب باتیں سن کر کہا کہ میں ان دونوں لڑکیوں کو اپنے دونوں بیٹیوں سے بیاہ دیتا ہوں۔ چنانچہ ان کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا اور بزرگوں کو جمع کر کے دس دس ہزار مہر پر ان کا نکاح کر دیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۲۵۳)

﴿۶﴾ متکبرین کا انجام

تکبر ایک ایسے مہلک مرض کا نام ہے جو چشم زدن میں اعمال کو رائیگاں کر دیتا ہے۔ تکبر سے انسان تباہی کے دھانے پر پہنچ جاتا ہے۔ تکبر سے دنیا میں بربادی ہوتی ہے، آخرت میں بھی ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ تکبر سے انسانی زندگی میں نفرت اور بیزاری پیدا ہوتی ہے، وہیں اللہ تعالیٰ بھی سخت ناراض ہوتا ہے۔

متکبر اس انسان کو کہتے ہیں جو اپنے گمان میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھے چاہے وہ اپنے آپ کو علم و عمل کے اعتبار سے بڑا جانے یا جمال ونسب یا قوت اور مال کی کثرت کی وجہ سے۔ تکبر ایک مہلک مرض ہے، عالم بہت جلد علم کی جہت سے مغرور بنتا ہے اور اپنے جی میں کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو حقیر و جاہل جانتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' گھمنڈ اور تکبر ہلاکت وتباہی کو دعوت دیتا ہے، تواضع وانکساری مؤمن کی شان اور نجات کا سبب ہے۔ پس جو متکبر و مغرور ہوگا بربادی و ہلاکت اس کا مقدر ہوگی اور جو متواضع اور منکسر المزاج ہوگا، دنیا میں بھی کامرانیوں کی منازل سے ہمکنار ہوگا اور آخرت میں بھی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر حال میں ہمیں متواضع بنائے، تکبر اور گھمنڈ سے دور رکھے۔ آمین!

﴿۷﴾ سمندر میں گمشدہ سوئی دعا کی برکت سے مل گئی

قبیلہ بنوسعد کے غلام حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اعمٰی کہتے ہیں کہ حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سمندر کا سفر کر رہے تھے، وہ اپنی کچھ کا پیاں سی رہے تھے، اچانک ان کی سوئی سمندر میں گرگئی اور انہوں نے اسی وقت یوں دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میری سوئی ضرور واپس کر دے۔ چنانچہ اسی وقت وہ سوئی (سطح سمندر پر) ظاہر ہوئی اور حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ نے وہ سوئی پکڑ لی۔

(حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۶۷۸)

﴿۸﴾ خواتین اپنے گھر کی زینت بن کر زندگی گزاریں

مکرم ومحترم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے، دل میں یہ شوق ہو رہا ہے کہ میں بھی میرے شوہر کی طرح تجارت کروں یا کسی جگہ ملازمت کروں تاکہ گھریلو ضرورتیں پوری ہوسکیں اور شوہر پر بھی غالب رہوں۔ شوہر کی کمائی پر زندگی گزارنا یہ میری سمجھ میں نہیں آتا جب کہ میں پڑھی لکھی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کو بھی کاروبار کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ مرد کے شانہ بشانہ چل سکیں۔ بیٹیاں بھی جوان ہیں رشتے نہیں آرہے ہیں۔ اُمید ہے کہ ایسا جواب تحریر فرمائیں گے جس سے میں اور میرا شوہر مطمئن ہو جائیں۔ میرے

ذہن پر مغربیت چھائی ہوئی ہے۔ دعاؤں کی درخواست ۔ والسلام...... ایک دینی بہن ۔

جواب عورت ماں بھی ہے، بیٹی بھی ہے اور بیوی بھی ۔ ماں کی حیثیت سے وہ ایک عظیم اور بے انتہا شفیق ہستی ہے، بیٹی کے روپ میں اطاعت گزار اور فرمانبردار جبکہ بیوی کے روپ میں ایک وفادار رفیقہ حیات ہے ۔ مغرب فخر یہ کہ سکتا ہے کہ مغربی ثقافت وتہذیب نے بہترین خواتین سائنس داں، پولیس، وکیل اور حساب داں پیدا کیں ۔ لیکن اس سے انکار نہیں کہ مغربی ثقافت وتہذیب نے شفیق مائیں، اطاعت گزار بیٹیاں اور وفادار بیویاں کم ہی پیدا کی ہیں ۔

یہ طرۂ امتیاز تو صرف اسلام ہی کو حاصل ہے ۔ اسلام مرد وعورت کو مساوی حقوق دیتا ہے لیکن جہاں تک فرائض کا تعلق ہے وہ حدود کار مقرر کرتا ہے ۔ چونکہ مرد کی جسمانی ساخت مضبوط ہوتی ہے، اس لیے اسے باہر کے کاموں کی ذمہ داری دی گئی ہے ۔ محنت ومشقت، دوڑ دھوپ، بیوی بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر فرض کی گئی ہے ۔ عورت کو نازک اندام، نہایت شفیق، صابرہ اور ایثار وقربانی کا مجسمہ بنا کر گھریلو کام کاج، بچوں کی نگہداشت وتربیت، شوہر کی خدمت اور اطاعت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت گھر کی ملکہ ہے ۔ نیز نبی کریم ﷺ نے نیک پاکیزہ بیوی کو مرد کا بیش بہا سرمایہ قرار دیا اور ماں کے پیروں تلے جنت کی بشارت دی ۔

ہر دور اور دنیا کے ہر مذہب میں جب تک عورت گھر کی چاردیواری میں رہ کر اپنے فرائض بخوبی انجام دیتی رہی معاشرے میں سکون ہی سکون رہا ۔ مرد گھر کی ساری ذمہ داریوں کو عورت کے سپرد کر کے اطمینان کے ساتھ باہر کی دنیا میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوتا رہا اور ترقی اس کے قدم چومتی رہی ۔ ماں کی شفیق گود میں پروان چڑھ کر بچہ اپنے وطن کا جانباز سپاہی، اپنی قوم کا خادم اور اپنے دین ودھرم کا علمبردار اور مجاہد بنا رہا ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، بزرگانِ دین، مجاہدین اسلام وغیرہ کی ماؤں نے گھر کی چاردیواری میں رہ کر ہی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا ۔ مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی امی جان کی نصیحت تا قیامت ہر دور میں گونجتی رہے گی:

''بولیں اماں محمد علی کی، جان بیٹا خلافت پر دے دو۔''

چودہ سو سال پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سفاک حجاج بن یوسف کے خلاف تلوار اٹھائی اور اپنی بوڑھی نابینا ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر سے رخصت لینے لگے تو سو (۱۰۰) سالہ نابینا ماں نے بدن کو چھوا اور پچھتر (۷۵) سالہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر زرہ بکتر محسوس کیا تو فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد پر جارہے ہو تو تمہارے بدن پر زرہ بکتر زیب نہیں دیتا، اس کو اتار دو اور جاؤ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ ۔ یہ تھیں کل کی مائیں کل کی عظیم فردوسی عورتیں!

آج کی عورت کیا گل کھلا رہی ہے؟ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں اپنے اعلیٰ وارفع فرائض کو بھول چکی ہے، مردوں کی برابری کے چکر میں اپنی بربادی کی طرف رواں دواں ہے، کہ اس پر عائد کی گئی ذمہ داریاں ہی کافی تھیں ۔ لیکن نادان عورت نے باہر کی دنیا میں قدم رکھ کر اپنے بوجھ کو بڑھا لیا ہے ۔ مرد کے شانہ بشانہ چلنے کے چکر میں مردوں کی ہوس بھری نظروں کا نشانہ بن کر اپنے آپ کو ذلیل کر رہی ہے ۔ گھر میں پوری عزت وقار اور سکون کے ساتھ رانی بن کر بیٹھنے کے بجائے سوسائٹی کی تتلی بن گئی ہے ۔ مرد بہت خوش ہیں کہ عورت نے مرد کی ذمہ داریوں کا آدھا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے، حالانکہ عورت کے بنیادی فرائض میں وہ حصہ دار نہیں بنتے ۔

کماؤ عورت کی حالت دن بدن بدتر ہوتی جارہی ہے، لیکن افسوس! اسے ہوش نہیں ۔ اس کی کمائی سے معیار زندگی (Standard of Living) ضرور بڑھ گیا ہے، گھر عیش وعشرت کے سامان سے بھر رہا ہے، لیکن فیملی لائف اور ازدواجی زندگی منتشر ہو رہی ہے ۔ بچے نوکروں اور پالنہ گھروں (بے بی سینٹرز) کے حوالے ہو رہے ہیں اور ماؤں کی محبت، لاڈ پیار اور لوریوں سے محروم ہو رہے ہیں، محرومی اور پژمردگی کا شکار ہو رہے ہیں ۔ ماؤں کی غیر حاضری میں درسی کتابوں کی پڑھائی کم اور ٹی وی زیادہ دیکھتے ہیں ۔

ایک تھکی ہوئی کماؤ بیوی شوہر کے جائز حقوق پورے نہیں کر پاتی ۔ اس لیے شوہر شاکی اور اپنی ازدواجی زندگی سے غیر مطمئن رہتا ہے۔ اپنی پریشانی اور جھنجھلاہٹ کو سگریٹ اور شراب میں ڈبو دیتا ہے۔ بیوی سے جنسی آسودگی نہ ملنے کے نتیجے میں ذہنی عیاشی اور بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے، زندگی میں تلخیاں بڑھنے لگتی ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے پر الزام تراشنے لگتے ہیں۔ چونکہ عورت کماؤ ہوتی ہے اس لیے وہ شوہر کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہوتی۔ انا پرستی کے چکر میں یا تو طلاق کی نوبت آجاتی ہے یا مرد زناکاری یا دوسری بیوی کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ ان چکروں میں معصوم بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے...... کماؤ بیوی کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ بے چارہ شوہر کماؤ بیوی کے آگے پیچھے اسے منانے اور اس کے موڈ کو ٹھیک کرنے کے لیے گھومتا رہتا ہے، اس کے برعکس آفس میں میڈم اپنے آفیسر کے آگے پیچھے یس سر! یس سر! کہتی ہوئی گھومتی رہتی ہے۔ کالج کی طالبات میں آوارگی، بے حیائی، عریانیت عام ہو رہی ہے۔ بوائے فرینڈ زرکھنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ کال سینٹر میں تباہی ہی تباہی ہے، حوا کی بیٹیوں کی عزت وعفت تار تار ہو رہی ہے۔

آج کل شریف گھرانے کی لڑکیوں کو رشتہ ملنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔ ان عیش پرست آوارہ مزاج پڑھی لکھی لڑکیوں کا چلن دیکھ کر اکثر لڑکے کم پڑھی لکھی، کم عمر، دیندار اور خوبصورت لڑکیوں سے شادی کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ دن دہاڑے زنا بالجبر اور اغواء کے واقعات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، نیم عریاں بے حیاء لڑکیوں کو دیکھ کر مرد کہاں تک اپنی نظروں اور جنسی جذبات پر قابو پائیں گے؟

ان سب کے باوجود عورت مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے، ان کی شاباشی حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تباہ کر رہی ہے، اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہے۔ ہماری نظر میں ظالم وہ ہے جو عزت کی چار دیواری کو چھوڑ کر ذلت کے بازار میں جا بیٹھی ہے۔

﴿۹﴾ جو عورت آنکھ کو نہ لگے وہ دل کو کیا لگے گی

عورت کو شوہر کیلئے بننا سنورنا اسلام میں پسندیدہ فعل ہے

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ خواتین دن بھر کے کام کاج کو انجام دے کر اس قدر تھک جاتی ہیں کہ شام ہوتے ہی ذہنی اور جسمانی تھکن سے چور ہو جاتی ہیں۔ صبح سویرے اُٹھنا، بچوں کے لیے، شوہر کے لیے ناشتا بنانا، بچوں کو کھلانا پلانا، انہیں تیار کر کے اسکول بھیجنا، پھر صفائی کرنا، دوسرے کام نمٹانا، دوپہر کے وقت سے پہلے پہلے ان کاموں کو نمٹا کر دوپہر کا کھانا بنانا تاکہ بچوں کو اسکول سے لوٹتے ہی کھانا تیار ملے۔ غرضیکہ کاموں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے۔ بچوں کی آمد کے بعد بھی کئی کام ہوتے ہیں جو خواتین کو انجام دینے ہوتے ہیں۔ اگر کچھ وقت دوپہر سے سہ پہر کے بیچ میں مل گیا تو آرام کر لیتی ہیں ورنہ پھر شام کے کام۔ شوہر کے گھر لوٹنے کا وقت ہو جاتا ہے اور کام ہے کہ پھر بھی تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ ایسے میں شوہر گھر تشریف لاتے ہیں اور گھر میں چاروں طرف بکھرے کپڑے، کھلونے اور دیگر سامان دیکھ کر ان کا موڈ کچھ بگڑ جاتا ہے۔ بچوں کا بے ہنگم شور ناگواری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ کچن سے نکلتی ہوئی اپنی بیگم کو ملگجے سے لباس، الجھے الجھے بالوں اور تھکے سے چہرے کو دیکھ کر موڈ مزید بگڑ جاتا ہے۔ وہ ایک کپ چائے کی فرمائش کرنا چاہتے ہیں، مگر بیگم کی بیزار سی صورت انہیں ایسا کرنے سے روک دیتی ہے۔ نتیجتاً شوہر کا دل چاہتا ہے کہ چلو بھاگ چلو، کہیں دور صاف ستھری جگہ پر، جہاں بچوں کا شور نہ ہو، کوئی بیزار سی شکل نہ ہو، کوئی مسکرا کر اس کا استقبال کرنے والا ہو، بہت خوشگوار ماحول میں جہاں چائے کا لطف دوبالا ہو اور جہاں سکون کے چند لمحے آسکیں مگر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوتا، اس لیے شوہر چڑچڑا سا ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ محنتی اور جفاکش ہوتی ہیں، زیادہ ذمہ دار ہوتی ہیں، گھر گرہستی کے کام میں ان کی دلچسپی نہ ہو تو گھر، گھر نہیں رہتا۔ خواتین صبح سے شام تک گھریلو ذمہ داریاں پوری تندہی کے ساتھ انجام دیتی ہیں، مگر خواتین سوچ کر بتائیں کہ آپ کے جسم کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ کیا آپ کے شوہر کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ آپ شوہر کے لیے بناؤ

سنگار کیوں نہیں کرتیں؟ شوہر کے لیے بننا سنورنا اسلام میں پسندیدہ فعل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ سے واپسی کے بعد ہم اپنے گھر جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی رُک جاؤ اور رات کو اپنے اپنے گھر جاؤ تا کہ جس عورت نے کنگھی چوٹی نہیں کی ہے، وہ کنگھی چوٹی کر لے اور جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ نہا دھو کر صاف ستھری ہو جائے۔''

(بخاری، کتاب النکاح، باب الولد۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا کتنا خیال تھا کہ لاعلمی میں وہ اُلجھے بالوں اور گندے میلے لباس میں اپنے شوہروں کے سامنے نہ آجائیں، اس لیے انہیں نہادھو کر کنگھی چوٹی کرنے کی مہلت دینا چاہتے تھے، تا کہ شوہر کے دل میں بیزارگی یا نفرت کا جذبہ نہ پیدا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں اپنے خاوندوں کی خاطر زیب و زینت کا سامان کیا کرتی تھیں۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھا کہ اسباب زینت سے یا جن سے اس دور کی عورت شوہر کی موجودگی میں بالعموم آراستہ ہوتی تھی، خالی تھیں۔ آپ نے فوراً دریافت کیا ''کیا عثمان رضی اللہ عنہ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟''

(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۰۶)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی کو تمام لوازمات سے آراستہ نہیں دیکھا، تو انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں، گھر پر موجود نہیں ہیں۔

خواتین کو شوہروں کی دل بستگی کے لیے، اپنے آپ کا، اپنی صحت کا، اپنے رہن سہن کا، اپنے لباس و زینت کا خیال رکھنا چاہیے۔ دن بھر کے کام کا ٹائم ٹیبل اس طرح ترتیب دیں کہ سارا کام شوہر کے لیے آنے سے پہلے نمٹ جائے، اگر کچھ باقی بھی رہ جائے تو حرج نہیں ہے۔ آپ اسے بعد میں بھی کر سکتی ہیں۔ آپ نہا دھو کر تیار ہو جائیں اور جب صبح کے گئے تھکے ماندے شوہر گھر آئیں تو انہیں ایک اچھا، خوشگوار سا ماحول دیں، ان کا مسکرا کر استقبال کریں، آپ کی مسکراہٹ دیکھ کر ویسے ہی ان کی آدھی تھکن دور ہو جائے گی۔ خوش کن باتیں کریں، دن بھر کے کمر توڑ کام کا رونا نہ روئیں۔ آپ کی محنت و مشقت ان سے چھپی تو نہیں رہتی، وہ آپ کی جانفشانی کا دل میں اعتراف کرتے ہیں، دل ہی دل میں تعریف بھی کرتے ہیں۔ ہاں! کچھ مرد تعریف کے معاملے میں کنجوس ہوتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آپ کی خدمات کے معترف نہیں ہیں۔ اگر مرد حضرات بھی اپنی بیوی کی محنت اور لگن، زندگی کے تئیں ان کی ایمانداری اور سنجیدگی کا کھلے دل سے اعتراف کریں تو بیوی کے لیے شوہر کے چند پیار بھرے الفاظ قوت بڑھانے کی ٹانک ثابت ہوں گے۔

﴿۱۰﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ نہ انہیں سردی لگتی تھی، نہ انہیں گرمی لگتی تھی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے، اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے، اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جبہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوتی تھی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ کے ابا جان رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے ہیں، آپ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھیں۔ میں نے اپنے والد سے کہا: ''لوگوں نے امیر المومنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں۔'' میرے والد نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: ''وہ سخت گرمی میں روئی والے جبہ اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور انہیں گرمی کی کوئی پروا نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں نہ انہیں سردی کی کوئی پروا ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ جب آپ رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پوچھ لیں۔'' چنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ان سے کہا: ''اے امیر المومنین! لوگ آپ

سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا: ''آپ سخت گرمی میں روئی والا جبہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپ کو سردی کی پروا ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''اے ابولیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟'' میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، واپس آ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، وہ بھی واپس آ گئے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔'' چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میری آنکھ دُکھ رہی تھی، مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور یہ دعا کی ''اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما!'' اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی۔''...... ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی سے دور کر دے!...... اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اس کے بعد سے آج تک سردی اور گرمی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سردیوں میں ملاقات ہوئی، انہوں نے صرف دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا نہیں ہے، یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی جب حضور اکرم ﷺ مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد نہ مجھے کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دُکھنے آئیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۶۷۰)

﴿۱۱﴾ موت کا آنا جتنا یقینی ہے آدمی اس سے اتنا ہی غافل ہے

یاد رکھئے! روزانہ ملک الموت اپنے شکار کو دیکھتا رہتا ہے

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ اللہ کے نبی ﷺ تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے۔ واللہ میں خود باایمان کے ساتھ نہایت نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یارسول اللہ ﷺ قسم ہے خدا کی! تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں، ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں، جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یارسول اللہ! یقین مانئے کہ میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے خدا تعالیٰ کا حکم نہ ہو جائے۔

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کو ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں، اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے، اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی تلقین کرتا ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبارؓ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات دفعہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کا روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۴)

﴿۱۲﴾ اپنی عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہیے پانچ سوسال کی عبادت ایک نعمت کے بدلے میں ختم

امام حاکم شہید نے مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت نقل فرمائی ہے جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اور اس حدیث کو امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترہیب میں نقل کیا ہے۔ عربی عبارت کافی لمبی ہے اس لیے صرف اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے، شاید کسی کو فائدہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ پچھلی اُمتوں میں سے اللہ کا ایک بندہ نے اپنے گھر بار، عزیز واقارب، مال دولت سب کچھ چھوڑ کر سمندر کے بیچ میں پہاڑ نما ایک ٹیلی تھا، اس میں جا کر عبادت کرنا شروع کر دی۔ وہ سمندر اتنا وسیع تھا کہ اس ٹیلی کی ہر جانب چار چار ہزار فرسخ دوری تک سمندر تھا۔ وہاں پر کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی اور سمندر کا پانی بھی بالکل نمکین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں ایک انار کا درخت اُگا دیا اور انگلی کے برابر میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ یہ عابد دن رات چوبیس گھنٹہ اپنی عبادت میں گزارتا تھا اور چوبیس گھنٹے میں انار کا ایک پھل کھالیتا تھا اور میٹھے پانی کے چشمہ سے ایک گلاس پانی نوش فرمالیتا۔ اسی حالت میں پانچ سوسال گزر گئے۔ پانچ سوسال کے بعد جب اس عابد کی موت کا وقت آیا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ سجدہ کی حالت میں اس کی روح پرواز کر جائے اور اس کی نعش مٹی وغیرہ ہر چیز پر حرام کر دی جائے اور قیامت تک سجدے کی حالت میں صحیح سالم رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی سجدے کی حالت میں اس کی موت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسا انتظام رکھا ہے کہ قیامت تک وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ پاک فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کرو، تو وہ عابد کہے گا کہ اے میرے ربّ! بلکہ میرے عمل کے بدلے میں جنت میں داخل کر دیجئے، کیونکہ میں نے پانچ سوسال تک ایسی عبادت کی ہے جس میں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ تو اللہ پاک پھر فرمائے گا کہ میری رحمت سے داخل کر دو۔ تو یہ بندہ کہے گا کہ میرے عمل کے بدلے میں داخل کیجئے، تو اس پر اللہ فرمائے گا کہ اس کے عمل اور میری دی ہوئی نعمتوں کا موازنہ کرو۔ تو موازنہ کر کے دیکھا جائے گا کہ اللہ نے جو اس کی بینائی عطا فرمائی ہے صرف بینائی کی نعمت اس کی پانچ سوسال کی عبادت کا احاطہ کر لے گی۔ اس کے بعد پورے جسم میں کان کی نعمت، زبان کی نعمت، ہاتھ کی نعمت، ناک کی نعمت، پیر کی نعمت، دل ودماغ کی نعمت، ان سب کا بدل باقی رہ جائے گا۔ پھر ان کے علاوہ جو پانچ سوسال تک اللہ نے میٹھا پانی پلایا ہے اور انار کا پھل کھلایا ہے ان تمام کا بدلہ باقی رہ جائے گا۔ تو اللہ پاک فرمائے گا کہ اس کی پانچ سوسال کی عبادت تو صرف ایک نعمت کے بدلے میں ختم ہوگئی ہماری باقی نعمتوں کا بدل کہاں ہے؟ لہٰذا اس کو جہنم میں داخل کر دو۔ تو فرشتے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جانے لگیں گے تو وہ چلانے لگے گا کہ اے میرے رب! محض اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے تو اللہ کی طرف سے اسے کہا جائے گا کہ تجھے تو اپنی پانچ سوسال کی عبادت پر بڑا ناز تھا، اب تیری عبادت کہاں چلی گئی؟ اور خطرناک سمندر کے بیچ میں میں نے تجھے انار کے پھل کھلائے اور پانچ سوسال تک مسلسل میٹھا پانی پلایا، میری ان نعمتوں کے بدلے تم کیا لائے ہو؟ تو وہ کہے گا: اے اللہ! تو اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما تیری رحمت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر آخر میں جب حجت تمام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رحمت وفضل کے ذریعہ اس کو جنت میں داخل کر دو تو پھر وہ اللہ کی رحمت ہی کے ذریعے جنت میں داخل ہو سکے گا۔

﴿۱۳﴾ لایعنی باتوں سے پرہیز کیجئے

(عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ) (مشکوۃ ص۴۱۳)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔‘‘

اگر کوئی اچھا مسلمان بننا چاہتا ہے تو وہ لایعنی اور فضول باتوں سے احتراز کرے اور لایعنی باتوں میں بکواس کرنا، خواہ مخواہ چوراہوں پر بھیڑ لگانا، ہوٹل بازی کرنا، یہ تمام باتیں شامل ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا لازم ہے۔ جو شخص لایعنی اور فضول باتوں میں پڑھ جاتا ہے وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے لاپرواہو جاتا ہے، اور لوگوں کی نگاہوں سے گرجاتا ہے۔ اس کی معاشرہ میں کوئی عزت نہیں ہوتی۔

﴿۱۴﴾ توکل کی حقیقت

’’اسلام اور تربیت اولاد‘‘ کے نام سے ایک کتاب ہے۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسی قوم سے ملے جو کچھ کام کاج نہ کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم متوکلین ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، متوکل تو درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ! مجھ رزق عطا فرمادے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غرباء و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات و خیرات پر تکیہ کرکے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: اے غرباء و فقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔ (اسلام اور تربیت اولاد: ۲/ ۳۴۳)

﴿۱۵﴾ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں مانگیں

﴿۱﴾ بیوی کی محبت ﴿۲﴾ آنکھ کی بینائی

﴿۳﴾ اور جنت

ان کی آنکھ کے ساتھ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ

بیہقی اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کی ہے جنگ اُحد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ نکل کر رُخسار پر آگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر چاہو کہ یہ آنکھ اچھی ہو جائے تو میں اس کو اس کی جگہ پر رکھ دوں اچھی ہو جائے گی، اور اگر چاہتے ہو کہ جنت ملے تو صبر کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت تو بڑا اچھا انعام ہے لیکن مجھے کانا ہونا برا معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ کو اچھی کردیجئے اور جنت کے لیے بھی میرے واسطے دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ کا ڈھیلا اُٹھا کر اس کے حلقے میں رکھ دیا، اس کی روشنی دوسری آنکھ سے بھی تیز ہوگئی اور ان کے لیے جنت کی بھی دعا فرمادی۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو معجزات صفحہ ۱۰۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اپنی آنکھ کی پتلی کو ہاتھ میں لیے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لیے دعا کردوں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے، مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھ دی اور یہ دعا فرمائی: (اَللّٰھُمَّ اَعْطِهٖ جَمَالَهٗ) ''اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما۔'' (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۵)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کے دن آپ ﷺ کے چہرے کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کردیا تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور محفوظ رہے۔ دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اسی طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ رکھ اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا، اور آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہوگئی۔ (رواہ الطبرانی وابونعیم والدارقطنی بنحوہ)

﴿۱۶﴾ حضور ﷺ کا بچوں کے ساتھ عجیب معاملہ

بارہا ایسا ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس، کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے فرمایا: بچو! تم میں سے جو دوڑ کر مجھ کو سب سے پہلے ہاتھ لگائے گا میں اس کو فلاں چیز دوں گا۔ تینوں بھائی دوڑ کر آپ ﷺ کی طرف جاتے۔ کوئی آپ ﷺ کے سینے سے چمٹ جاتا، کوئی پشت مبارک پر چڑھ جاتا۔ آپ ﷺ سب کو سینہ سے لگاتے اور خوب پیار کرتے۔ اور حضور اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے تھے: (اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ) ''اے اللہ! اس کو کتاب اللہ کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما۔'' (سرور کائنات ﷺ کے پچاس صحابہ، تذکرہ حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صفحہ ۴۶۲)

﴿۱۷﴾ نبی کریم ﷺ کی چند اہم نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے!

﴿۱﴾ تو اللہ کے حق کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائیں گے۔ تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو ہر وقت اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔

﴿۲﴾ جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ۔

﴿۳﴾ جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کر۔

﴿۴﴾ اور اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ تمام اُمت اکٹھا ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہے تو اس کے علاوہ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کردیا ہے۔

﴿۵﴾ اور تمام لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ (ترمذی: ۲/۷۸)

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرکے پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی۔

﴿۱﴾ اللہ کے حق کی حفاظت کرو:

تم اللہ کے حق کی حفاظت اور نگرانی کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے احکام کی تعمیل کرو، شریعت اور سنت

نبوی تمہاری زندگی سے ظاہر ہوتی ہو، نماز میں، روزہ میں، زکوٰۃ وصدقہ خیرات میں، اخلاق میں، گفتگو میں، معاشرہ میں اللہ کے حکام اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے تم پابند ہو جاؤ اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کی ہر مشقت اور ہر پریشانی سے تمہاری حفاظت اور تمہاری دستگیری کرتا رہے گا۔ نیز تم اللہ کے حق کی حفاظت کرو، شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب اللہ تعالیٰ ہر وقت تمہارے سامنے ہے تو تم کو پھر کسی اور کا محتاج ہونے کی ضرورت نہیں اور جب اللہ کی طاقت تمہارے ساتھ ہے تو تمہارا کون کیا بگاڑ سکتا ہے۔

۲ صرف خدا سے مانگو:

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ جب تمہیں کچھ مانگنے کی ضرورت پیش آ جائے تو صرف اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ کی دولت کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ انسانی عقل حیران اور ششدر رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سب کو اس کی تمنا اور آرزوؤں کے مطابق دے دے تو اس کی دولت میں سے اتنا بھی نہیں جاتا جتنا سمندر میں سے سوئی کی نوک میں آ سکتا ہے۔ اور وہ صاحب دولت بھی خوش نصیب ہے کہ ادھر تم اللہ سے مانگتے ہو اور ادھر اللہ پاک اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور بے چین ہو کر تمہارے پاس لے کر آتا ہے اور اگر تم اس کو قبول کر لیتے ہو تو وہ اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہے۔ تم بھی مقبولِ بارگاہ ہوئے اور اس کی دولت کو بھی عند اللہ شرف قبولیت حاصل ہوا تم نے تقویٰ اختیار کیا اور اس کا مال ایک متقی کو پہنچ گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مومن کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا دوست ہرگز مت بناؤ اور تمہارے یہاں کا کھانا متقی لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا کھانے نہ پائے۔ لہٰذا تمہارا دوست بھی کامل ہونا چاہیے اور تمہارے مہمان بھی متقی لوگ ہونے چاہئیں۔ (ترمذی: ۲/۶۵)

۳ صرف اللہ سے مدد مانگو:

تیسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم کسی مصیبت، دشواری میں مبتلا ہو جاؤ۔ کسی پریشانی میں، بیماری میں، دشمنوں کے نرغہ میں آ جاؤ اور ہر طرف سے تمہیں ستایا جا رہا ہو تو ایسے حالات میں تمہارا دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے صرف اسی سے فریاد کرو اور اسی سے مدد مانگو۔

۴ مخلوق تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی:

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ اگر دنیا کے تمام انسان اور تمام اُمت مل کر تم کو کسی بات کا نفع پہنچانا چاہیں تو اس سے زیادہ ایک پیسہ کا بھی نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، لہٰذا مخلوق سے زیادہ اُمیدیں مت باندھا کرو، یہ فضول خیالات ہیں۔ تمہیں اپنی محنت خود کرنی ہے جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم کو اس بہانہ سے ملتا رہے گا اور ہر وقت خدا کی یاد تمہارے اندر غالب رہے گی۔

۵ مخلوق تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی:

پانچویں نصیحت جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ اگر دنیا کے تمام انسان اس بات پر متفق ہو کر جمع ہو جائیں کہ تم کو نقصان پہنچائیں تو اس سے زیادہ ایک ڈھیلے کے برابر بھی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، کسی کو کوئی طاقت نہیں جو تمہیں نفع پہنچائے یا تمہیں کچھ نقصان پہنچائے۔ اس لیے سارا بھروسہ خدا پر کرو، اور اللہ تعالیٰ کے ہی نیازمند بن جاؤ۔

﴿۱۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امیر بخاری کا واقعہ

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملک شام وعراق وغیرہ سے ہو کر نیشاپور تشریف لانے لگے تو نیشاپور کے مشہور محدث محمد بن یحییٰ ذہلی نے

متعلقین سے کہا کہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے جارہا ہوں جس کا جی چاہے استقبال کرے۔ اس اعلان کے بعد نیشاپور سے دو دو تین تین میل دور تک جا کر لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا، اور جب نیشاپور پہنچ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا تو کئی ہزار طلبہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کی۔

مگر چند ہی دن کے بعد کسی نے خلق قرآن کا ایک اختلافی مسئلہ اُٹھا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا اور بہت جلد ان کا حلقہ درس ختم ہوگیا۔ صرف امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ رہے۔ آخر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مایوس ہو کر اپنے وطن بخارٰی کے لیے روانہ ہوگئے۔ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نیشاپور سے روانہ ہونے کی اطلاع اہل بخارٰی کو ملی تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا، اور بخارٰی آکر درس حدیث کا سلسلہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمایا، ہزاروں طلبہ ان کے درس میں شرکت کرنے لگے۔

مگر حاسدین کو یہ گوارا نہ ہوسکا۔ انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ امیر بخارٰی خالد بن احمد ذہلی کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم کریں کہ وہ امیر کے صاحبزادوں کو بخاری شریف اور تاریخ کبیر کا درس دیں۔ امیر بخارٰی کی سمجھ میں بات آئی تو امیر نے کہا کہ آپ دربارِ شاہی میں تشریف لاکر مجھے اور میرے صاحبزادوں کو بخاری اور تاریخ کبیر کا درس دیں۔ مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ علم دین کو سلاطین کے دروازوں پر لے جا کر ذلیل نہیں کروں گا جسے پڑھنا ہو میرے پاس آکر پڑھے۔

امیر بخارٰی نے دوبارہ کہلوایا کہ اگر آپ نہیں آسکتے ہیں تو صاحبزادوں کے لیے مخصوص کوئی وقت عنایت فرمادیں کہ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری اُمت کے لیے یکساں ہیں، ان کی سماعت سے میں کسی کو محروم نہیں کرسکتا۔ اگر میرا یہ جواب ناگوار معلوم ہو تو آپ میرے درس روکنے کا حکم دے دو تا کہ میں خدا کے دربار میں عذر پیش کرسکوں۔ اس پر امیر بخارٰی سخت ناراض ہوا اور حاسدوں نے امیر کے اشارے پر امام کو بد دین اور بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ پھر حاکم نے بخارٰی سے نکال جانے کا حکم دیا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت کبیدہ خاطر ہو کر ان مخالفین کے لیے بد دعا کی: ''اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھے ذلیل کیا ہے، اسی طرح اس کو بھی اپنی ذات اور اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال کی بے عزتی و ذلت دکھادے۔''

(نصر الباری: ۱/ ۴۴، مقدمہ فتح الباری پاکستانی نسخہ صفحہ ۴۹۳)

چنانچہ ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزر پایا تھا کہ خلیفۃ المسلمین نے اس امیر کی کسی غلطی پر سخت ناراض ہو کر اس کو معزول کردیا اور اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرا کے پورے شہر بخارٰی میں اس کی تذلیل کروائی اور اس کو جیل میں ڈال دیا گیا اور انتہائی ذلت و رسوائی سے چند دن کے بعد مر گیا اور اس امیر کے معاونین مختلف بلاؤں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگئے۔

آج تمام اُمت دیکھ رہی ہے کہ بخارٰی، سمرقند وغیرہ جو علمائے دین کے مرکز رہے ہیں، وہاں پر علمائے دین کی ناقدری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے علم اور علماء کو ایسا اُٹھالیا کہ صدیوں تک وہاں کوئی کلمہ سکھانے والا نہیں رہا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ غَضَبِكَ وَسَخَطِ اَوْلِیَآئِكَ ''اے اللہ! ہم کو اپنے غضب اور اپنے اولیاء کی ناراضگی سے محفوظ فرما۔''

﴿۱۹﴾ مولانا روم کے والد اور بادشاہ کا واقعہ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد اپنے زمانے کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں بادشاہ وقت بھی آتا تھا۔ جب بادشاہِ وقت نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیر اعظم بھی وہاں موجود ہے، اور دوسرے تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام و سرکردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں، اور دوسری طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں تیسری طرف دیکھتے ہیں تو علماء اور صلحاء بھی وہاں بیٹھے ہیں تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں

ہیں اور ان کے یہاں اس شان اور اتنی قدر کے ساتھ آ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک کی صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے اور ان کی بزرگی سب پر چھائی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ ان کو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے۔ چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خزانہ کی کنجیاں بھیج دیں کہ میرے پاس اور کچھ تو رہا نہیں سب آپ کے پاس ہے، پس خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے۔ پرسوں جمعہ ہے میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ یہ خبر لوگوں کے درمیان اُڑ گئی تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جا رہے ہیں تو ہم بھی جا رہے ہیں۔ شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کے لیے تیار ہوگئے۔ جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائے گی اور شہر کی جتنی رونق ہے سب ختم ہو جائے گی۔ اس لیے خود حاضر ہو کر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی، میں معافی چاہتا ہوں، آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے ہر چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کر دیا تھا، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی تھی اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطاء فرمائی۔ ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ'' (جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں) کا پورا منظر نظر آ رہا تھا۔

﴿۲۰﴾ قاتل حسین رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کا حشر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے قاتلوں کے سردار عبید اللہ بن زیاد کا حشر اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ ابراہیم بن اشتر نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر ایک مسجد کے صحن میں مولی، گاجر کی طرح ڈھیر لگا دیا۔ ترمذی شریف کے اندر حضرت عمارہ بن عمیر سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں کاٹ کر ڈھیر لگا دیا گیا تو اس منظر کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی تو میں بھی گیا۔ جس وقت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں شور ہوتا اور شور اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان سروں میں ایک سانپ گشت کر رہا تھا اور گشت کرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا تھا۔ تھوڑی دیر اس کی ناک میں ٹھہرنے کے بعد پھر نکل کر غائب ہو جاتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر اسی کی ناک میں گھستا تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر مسلسل دو تین مرتبہ دیکھا۔

(ترمذی شریف: ۲۱۸/۲، البدایہ والنہایہ: ۲۸۱/۸)

جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کے ساتھ عداوت کی اس کا یہ حشر دنیا میں بھی لوگوں نے دیکھ لیا ہے، اب آخرت میں کیا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ معلوم ہے۔

﴿۲۱﴾ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کا حوروں سے نکاح

حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ ایک جوان قابل قدر صحابی تھے، ان کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں عجیب وغریب انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام اعز الدین ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُسد الغابہ کے اندر مفصل طور پر نقل فرمایا ہے۔ اس مفصل روایت کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نہایت کالے اور نہایت بدصورت تھے۔ انہوں نے اپنی شادی کے لیے مدینہ منورہ کے ہر قبیلہ میں پیغام پیش کیا اور بڑی کوششیں کیں مگر ان کی بدصورتی اور ان کے زیادہ کالے ہونے کی وجہ سے کسی نے اپنی لڑکی ان کو

دینا پسند نہیں کیا۔ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا کالا پن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکے ہو اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا۔ تو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے ہیں دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی اپنی لڑکی دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مدینہ منورہ کی سب سے خوبصورت اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھ لکھی سمجھدار لڑکی منتخب فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم عمیر بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ سمجھدار ہے اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اور تم جا کر عمیر بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ کو میرا پیغام سنا دینا کہ ان کی لڑکی کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جا کر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور واپس کر دیا۔ جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے غضب سے بچیے میں تو اپنے لیے اسے کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔ اس لڑکی کے بھی کمال ایمان کی انتہا ہوگئی کہ اس نے دلوں کو دیکھا صورت کو نہیں دیکھا۔ اور اللہ اور رسول اللہ کی خوشی کو دیکھا۔ جب لڑکی کے ماں باپ حضور ﷺ کی مجلس میں گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کر دیا تو انہوں نے شرمندگی کا اظہار کیا اور توبہ کی اور عرض کیا کہ ہم کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو۔ ہم تو آپ کے تابع ہیں ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی کو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ لڑکی نے ماں باپ سے کہا تھا کہ جب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس میں کسی کو اختیار نہیں رہتا، اور لڑکی نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (سورۂ احزاب: آیت ۳۶ پارہ: ۲۲)

ترجمہ: ''اور کسی مرد مؤمن اور عورت کے لیے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

اس کے بعد حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے لیے بازار سے کچھ سامان خریدنے کے لیے تشریف لے گئے، اسی اثناء میں جنگ کا اعلان ہوا تو انہوں نے بیوی کے لیے سامان خریدنے کے بجائے اسی پیسہ سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے ان کے سر مبارک کو اپنی گود میں لیا اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیجا۔ ان کے سسرال والوں سے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آخرت میں اس کی شادی کرادی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری خوبصورتی کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی سیرت اور قلوب کو دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۱۸۴)

﴿ ۲۲ ﴾ بے نمازی کی نحوست

ایک بزرگ صاحب کشف تھے، ایک بار کسی اکرام کرنے والے نے ان کی دعوت کی، دسترخوان پر کھانا رکھا گیا، جس میں روٹیاں

بھی تھیں اور روٹیاں دو عورتوں نے بنائی تھیں۔ جب بزرگ دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے تو روٹی کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہاتھ روک لیے اور روٹیوں کو دو حصوں میں الگ کیا۔ ایک حصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ روٹی جس نے بھی بنائی ہے وہ بے نمازی ہے۔

﴿۲۳﴾ ماں کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المفرد میں لکھا ہے کہ ایک قبرستان میں مغرب کے بعد ایک قبر پھٹتی تھی، اس میں سے ایک شخص نکلتا، جس کا سر گدھے کے مانند تھا، گدھے کی آواز نکال کر چند لمحے بعد قبر میں چلا جاتا تھا۔ کسی نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر اس قبر والے کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا وجہ ہے؟ بتانے والے نے بتایا کہ یہ آدمی شراب پیتا تھا، جب اس کی ماں اسے ڈانٹتی تو کہتا تھا کیوں گدھے کی طرح چلاتی ہے؟

فائدہ:

ماں کا ادب بہت ضروری ہے۔ حدیث میں ہے ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔

﴿۲۴﴾ پہلوان امام بخش کا قصہ

ایک بزرگ کا پڑوس میں قبرستان میں جانا ہوا، جہاں انہیں فاتحہ پڑھنی تھی، وہ فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھنے لگے۔ اچانک ایک بوسیدہ قبر کو دیکھا گویا وہ کہہ رہی ہے حضرت! ہمیں بھی کچھ عطیہ اور تحفہ دیتے جایئے، ہم بھی محتاج ہیں۔ وہ بزرگ اس قبر پر آئے اور جو اللہ نے توفیق دی آپ نے پڑھا۔ اچانک ان کی نظر کتبہ پر پڑی جو قبر کے قریب پڑا ہوا تھا، اس کتبہ کو اُٹھا کر انہوں نے صاف کیا جس پر لکھا ہوا تھا رستم ہند امام بخش۔ یہ وہ پہلوان تھے جنہیں راجہ مہاراجہ ہاتھی بھیج کر گھر بلاتے تھے اور قالین پر بٹھاتے تھے۔ آج ایک سبحان اللہ کے محتاج ہیں۔

﴿۲۵﴾ چنگیز خاں اور سکندر اعظم کی قبریں کہیں ہیں؟

تاریخ اسلام میں ہے جب چنگیز خاں کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو فلاں درخت کے نیچے مجھے دفنا دینا۔ انتقال ہوا، درخت کے نیچے دفنایا گیا، اتفاق سے دوسرے روز سے بارش شروع ہوئی اور چھ ماہ تک بارش ہوتی رہی، وہ جگہ جنگل میں تبدیل ہوگئی اور وہ درخت اس جنگل میں مل گیا۔ لوگوں کو پتہ نہ رہا کہ چنگیز خان کو کس درخت کے نیچے دفنایا گیا تھا۔ وہ ظالم قوم جنہوں نے بیک وقت بیس بیس لاکھ انسانوں کو قتل کیا جو گھوڑے کی پشت سے تین تین روز تک اُترتے نہیں تھے، پیاس لگتی تو گھوڑے کی پشت پر خنجر مارتے، کٹورا ساتھ ہوتا، کٹورے کو خون سے بھرتے اور اسے پی جاتے یہ ان کا پانی تھا آج ان کے سردار کی قبر کا ٹھکانہ نہیں۔

خطبات حکیم الاسلام میں مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سکندر اعظم کی قبر عراق کے بابل کے کھنڈرات میں ہے، لیکن قبرستان میں کوئی صحیح قبر نہیں بتا سکتا۔ جب کوئی سیاح سیر کو یا تفریح کو جاتا ہے تو وہاں کے گائیڈ کچھ قبروں کی طرف اشارہ کر کے بتاتے ہیں کہ انہیں قبروں میں ایک قبر سکندر اعظم کی ہے۔

فائدہ:

جس انسان نے دنیا فتح کی آج اس کی قبر کی نشاندہی مشکل ہے، اس لیے انسان اپنے ایمان اور اعمال بنانے کی فکر کرے اور اللہ کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہو جائے کہ لوگ اس کے لیے دعا کریں۔

﴿۲۶﴾ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نورانی ارشادات

﴿۱﴾ علم کا تقاضا عمل ہے، اگر تم علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے کیونکہ علم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو حُبِّ دنیا پر دلالت کرتی ہو۔
﴿۲﴾ علم اگر زاہد نہ ہو تو اپنے زمانے والوں پر عذاب ہے۔
﴿۳﴾ مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق زر و مال پر۔
﴿۴﴾ اپنی مصیبتوں کو چھپاؤ اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔
﴿۵﴾ بہترین عمل لوگوں کو دینا ہے، لوگوں سے لینا نہیں۔
﴿۶﴾ ظالم اپنے ظلم سے مظلوم کی دنیا خراب کرتا ہے اور اپنی آخرت۔
﴿۷﴾ وہ روزی جس پر شکر نہ ہو اور وہ تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ ہے۔
﴿۸﴾ جس کو کوئی ایذا نہ پہنچے اس میں کوئی خوبی نہیں۔
﴿۹﴾ مسکینوں کو ناخوش رکھ کر اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا ممکن نہیں۔
﴿۱۰﴾ میں ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں کہ ان میں کسی ایک کی دانت کی سفیدی میں نے نہیں دیکھی۔
﴿۱۱﴾ دنیا دار دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں اور دینا اہل اللہ کے پیچھے۔

﴿۲۷﴾ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کا پھل

جو انسان دین میں عقلی گھوڑے دوڑتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے، اور جو نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرماتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ ﷺ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات میں حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا علی! اتنی رات گئے گھر سے کیوں نکلے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بھوک نے گھر سے نکالا، نیند نہیں آرہی تھی۔ کچھ دور آگے بڑھے تو دیکھا کہ کچھ صحابہ بھی بیٹھے ہیں، ان سے جب دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی عذر پیش کیا، سامنے ایک کھجور کا درخت تھا، سردی کا موسم تھا، حالانکہ سردی کے موسم میں کھجور نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے علی! اس درخت سے کہو کہ اللہ کا رسول اللہ کہتا ہے کہ ہمیں کھجوریں کھلاؤ۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ درخت کے قریب گئے اور فرمایا اے درخت! اللہ کا رسول ﷺ کہتا ہے کہ ہمیں کھجور کھلاؤ۔ حدیث میں ہے کہ درخت کے پتوں سے کھجوریں گرنے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دامن بھرا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

﴿۲۸﴾ قرآن پر عمل کرنے اور اس سے روگردانی کرنے والوں کا انجام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

(اَنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ) (مسلم شریف، مشکوٰۃ: ص۱۸۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن کریم) کے ذریعہ بہت سی قوتوں کو اونچا اُٹھاتے ہیں، اور دوسری قوموں کو اس (پر عمل نہ کرنے) کی وجہ سے نیچے گراتے ہیں۔“

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان قرآن پاک کی پاکیزہ تعلیمات اور ارشادات نبوی پر زندگی کے تمام شعبوں میں عمل کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی ترقی اور ایسا عروج عطا فرمایا جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام اقوام عالم عاجز ہیں، اور آج مسلمان

کتاب وسنت کو چھوڑ کر ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔

(عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَاالْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ ① فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ ② وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ ③ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ ④ هُوَ الْفَصْلُ ⑤ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ⑥ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ ⑦ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ ⑧ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ ⑨ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ ⑩ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ⑪ وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ ⑫ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ ⑬ وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ ⑭ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ ⑮ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ ⑯ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ⑰ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ ⑱ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ ⑲ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ ⑳ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)

(ترمذی شریف:۲/۱۴۴، مشکوٰۃ شریف:۱/۱۸۶)

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے” اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ عنقریب ایک عظیم ترین فتنہ برپا ہونے والا ہے“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس فتنہ سے چھٹکارے کی راہ اور مفر کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اس سے حفاظت کا ذریعہ قرآن کریم ہے، اس کے اندر تم سے پہلے لوگوں کے حالات کا ذکر ہے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والے اُمور اور حالات کی خبر ہے، اور تمہارے باہمی معاملات کے فیصلہ کا حکم اس میں موجود ہے اور قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، اس میں کوئی بات مذاق کی نہیں ہے جو شخص غرور اور فخر کی وجہ سے قرآن کو ترک کر دیتا ہے اللہ اس کو ہلاک اور برباد کرتا ہے اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے اور جو شخص قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت ڈھونڈتا ہے اللہ اس کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مضبوط ترین رسی ہے اور وہ حق تعالیٰ کی یاد دلانے والی کتاب ہے، حکمت و دانائی عطا کرنے والی ہے اور وہی سیدھا راستہ ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے اتباع کے ساتھ خواہشات نفسانی حق سے ہٹا کر دوسری طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ اس کی زبان ایسی ہیکہ اس کے ساتھ دوسری زبانیں مشابہ نہیں ہوسکتیں اور اس کے علوم سے علماء کی تشنگی نہیں بجھتی، وہ کثرت استعمال اور بار بار تکرار سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ قرآن ایسا کلام ہے کہ جب جناتوں نے اس کو سنا تو بلا توقف کہا کہ ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے جو قرآن کے مطابق بات کرے اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور جو قرآن پر عمل کرے اس کو عظیم ترین ثواب دیا جاتا ہے اور جس سے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا، اور جو قرآن کریم کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اس کو سیدھے راستہ کی توفیق بخشی گئی ہے۔“

(۱) فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ:

قرآن کریم کے اندر پچھلی قوموں اور پچھلی اُمتوں کے اچھے برے واقعات اور احوال کا ذکر ہے، چنانچہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے قابیل وہابیل کا واقعہ، حضرت ادریس علیہ السلام کے احوال، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کے واقعات، حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کے واقعات، حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ، حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ، حضرت اسحٰق علیہ السلام کا واقعہ،

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کا واقعہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ، حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے احوال، حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات، قارون وہامان وشداد اور ظالم بادشاہوں کے واقعات، غرضیکہ ہر قوم کے ہر قسم کے اچھے برے بے شمار واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں، جن کو پڑھ کر اور سن کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

کہیں مسلمانوں اور کفار کے واقعات اور اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ (سورۃ النور: آیت ۴۴)

ترجمہ: ''بے شک اس میں بصیرت والوں کے لیے بڑی عبرت کی بات ہے۔''

اور کہیں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (سورۃ یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ: ''یقیناً ان کے واقعات اور قصوں میں عقل مند لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔''

اور کہیں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ (سورۃ النازعات: آیت ۲۶)

ترجمہ: ''یقیناً اس میں ڈرنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔''

(۲) وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ:

اور قرآن کریم کے اندر تمہارے بعد پیش آنے والے واقعات قیامت کی علامات اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے، حساب و کتاب، جنت و جہنم کے احوال کا ذکر ہے۔ ان سے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال درست کرنے کی ضرورت ہے۔

(۳) وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ:

قرآن کریم کے اندر تمہارے آپس کے معاملات کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کا حکم موجود ہے۔

پورے قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، ان میں ۵۰۰ آیتیں احکام اور فیصلوں سے متعلق ہیں۔ بعض علماء نے ان پانچ سو آیتوں کی الگ سے بھی تفسیر لکھی ہے جیسا کہ بادشاہ عالمگیر کے استاذ حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کی ''تفسیرات احمدیہ'' ہے اور ان ۵۰۰ کے علاوہ ۶۱۶۶ آیتوں میں پچھلی اُمتوں کے احوال وواقعات، قیامت، حساب و کتاب، جنت اور جہنم کے وعدے اور وعید کی باتیں ہیں جن سے انسان عبرت حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوارے۔

(۴) وَهُوَ الْفَصْلُ:

قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ اور امتیاز پیدا کرنے والی کتاب ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ طارق میں ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ (سورۃ الطارق: آیت ۱۳) سے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حق و باطل اور صدق و کذب کے درمیان دوٹوک فیصلہ ہے۔

(۵) لَيْسَ بِالْهَزْلِ:

قرآن کریم میں مذاق، لغو اور لایعنی باتیں نہیں ہیں، بلکہ جو کچھ قرآن نے کہا ہے وہ حق ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطارق میں ﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ (سورۃ الطارق: آیت ۱۴) سے ارشاد فرمایا ہے۔

(٦) مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ:

جو شخص قرآن کریم کو غرور و فخر سے چھوڑ دیتا ہے نہ اس پر ایمان لاتا ہے اور نہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہلاکت و تباہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیطان کو اس کے اوپر مسلط کر دیتا ہے پھر وہ اس سے چھٹکارا نہیں پاتا۔ ایسے لوگوں کی عقلیں مسخ ہو جاتی ہیں، انہیں نیکی اور بدی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی اس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ (سورۃ الزخرف: آیت ٣٦)

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے آنکھیں چرائے اس پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پھر وہی شیطان اس کا ساتھی بنا رہتا ہے یعنی وہی اس کا استاذ ہے جو وہ کہے گا وہی کرے گا۔''

(٧) وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ:

اور جو شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری چیز سے ہدایت طلب کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے وہ ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتا اس کی ایک زندہ مثال دنیا کے سامنے یہ بھی ہے کہ انسانوں کا ایک بڑا طبقہ بزرگوں کے مزارات پر جا کر مرادیں مانگتا ہے وہاں پیشانی ٹیکتا ہے اور بہت سے اوباشوں نے فرضی مزارات بنا لیے ا، اسی کو اپنا روزگار بنا بیٹھے، اور یہ طبقہ اپنی گمراہی سے وہاں بھی پھنستا ہے، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر وہاں کچھ دیئے بغیر گزرے تو راستہ میں کچھ واقعات پیش آ سکتے ہیں، گاڑی میں خرابی آ سکتی ہے۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ''بَابُ صِفَةِ اِبْلِيْسَ وَ جُنُوْدِهٖ'' کے نام سے ایک باب قائم فرمایا ہے جس میں انسان، شیطان اور اس کے چیلوں کا بھی ذکر ہے۔ جو بخاری شریف، کتاب ''بَدْءُ الْخَلْقِ'' (١/٤٦٢) میں موجود ہے۔

(٨) وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایک مضبوط ترین رسی ہے اللہ اور بندوں کے درمیان ایک مضبوط ترین تعلق اور جوڑ پیدا کرنے کی چیز ہے اور قرآن کے ذریعے سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کر سکتا ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص﴾ (سورۃ آل عمران: ١٠٣)

ترجمہ: ''اللہ کی رسی کو تم سب مل کر ایک ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔''

(٩) وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ:

وہی حق تعالیٰ کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے جو حکمت و دانائی کا اہل بناتا ہے، اس میں اچھی نصیحتیں ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الذاریات: آیت ٥٥)

ترجمہ: ''آپ مومنین کو اچھی نصیحتوں سے اللہ کی یاد دہانی کراتے رہا کریں، اس سے مومنین کو دینی فائدہ پہنچتا رہے گا۔''

(١٠) وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ:

قرآن کریم انسان کو سیدھے راستہ اور اعتدال پر قائم رکھتا ہے اور افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے، اور صراطِ مستقیم کی جناب رسول

اللہ ﷺ نے ایک مثال پیش فرمائی کہ ایک لمبا خط کھینچا، اس کے دائیں اور بائیں طرف سارے خطوط کھینچے اور فرمایا یہ سب کے سب گمراہی اور شیطان کے راستے ہیں جوان میں پڑے گا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا، اور جوان سے بچے گا وہ سیدھے راستہ پر قائم رہے گا اور جو لمبا خط کھینچا ہے اس کے بارے میں فرمایا یہ صراط مستقیم ہے اسی پر تمہیں قائم رہنا ہے اور بعض روایات میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہے اسی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین ثابت قدمی سے چلتے آرہے ہیں اور اسی کی بقاء اور اسی کی تبلیغ کے لیے مدارس اسلامیہ کا قیام ہوا ہے اور ان مدارس کے اندر قرآن وحدیث اور فقہ کی جو تعلیم دی جاتی ہے وہ صراطِ مستقیم کے مطابق ہے۔

(۱۱) وَهُوَ الَّذِيْ لَا يُزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ:

جو شخص قرآن کی تعلیمات پر قائم رہے گا تو چاہے کتنی ہی خواہشات اسے ستائیں اور کتنی ہی گمراہی کی باتیں اسے راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھا کرنے کی کوشش کریں، شیطان اور گمراہ لوگ اسے اپنے راستے پر لے جانے کی کوشش کریں تو قرآن اسے ادھر جانے اور ٹیڑھا ہونے نہیں دے گا۔ جب بھی وہ ٹیڑھا چلنا چاہے گا اور لائن سے ہٹنا چاہے گا، قرآن اسے سیدھا کر دے گا اور لائن سے نیچے اترنے نہیں دے گا۔ ہر طرف سے دائیں بائیں کے سارے راستے جام کر دیتا ہے، مجبوراً سیدھے راستہ پر قائم رہے گا۔

(۱۲) وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ:

دنیا کی کوئی زبان قرآن کی زبان کے مشابہ نہیں ہے۔ اہل عرب اگرچہ عربی بولتے ہیں مگر قرآن کے لہجے اور قرآن کے محاورے اور قرآن کی فصاحت وبلاغت اور قرآن کے طرز وسلامت میں سے ان کی زبان کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ اپنی گفتگو میں قرآن کی ایک آیت کے مشابہ بھی کوئی جملہ نہیں نکال سکتے۔ جب قرآن نازل ہورہا تھا تو وہ عرب کے بڑے بڑے شعراء اور خطباء اور ادباء کا دور تھا انہوں نے بڑی کوشش کی کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی ایک آیت کے مشابہ کوئی جملہ بنا کر پیش کردیں، مگر سب نے اس سے عاجز آکر گھٹنے ٹیک دیئے اور سمجھ لیا کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہوسکتا اس لیے کوئی بھی زبان قرآن کے مشابہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۳) وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَآءُ:

اور قرآن کریم کے علوم سے علماء کے پیٹ کبھی نہیں بھرتے۔ قرآن کریم میں جتنا غور کرتے جاؤ اس کے اسرار ورموز بڑھتے جاتے ہیں تو ان کی تشنگی بھی بڑھتی جاتی ہے، وہ کبھی آسودہ نہیں ہوتے۔ آج پندرہ سو سال سے علماء قرآن کریم کے اسرار ورموز پر اور اس کے مطالب کی گہرائی پر غور کرتے رہے اور ہزاروں اور لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر قرآن کے علوم اور اس کے اسرار ورموز کے ہزارویں حصہ تک بھی رسائی نہ کرسکے اور نہ ہی رسائی ہوسکتی ہے۔

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے جب وہ اپنی آخری عمر میں مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اور دست کی بیماری شروع ہو گئی اور بار بار بیت الخلاء کی ضرورت پڑ گئی جس کی وجہ سے یکسوئی سے کتابیں مطالعہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو اپنے تلمیذ خاص علامہ ابن لقیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب میں بیت الخلاء کے اندر داخل ہو جاؤں تو تم باہر کھڑے ہو جانا اور زور زور سے پڑھتے رہنا تاکہ میں بیٹھے بیٹھے سنتا رہوں۔ یہ وہ عالم ہیں جو اپنے زمانہ کے جَبَلُ الْعِلْم (علم کا پہاڑ) کہلاتے تھے۔ ان کی تصنیفات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں انہوں نے اپنے زمانہ میں جو فتاوٰی لکھے تھے وہ اس وقت شائع ہو کر آگئے ہیں۔ ہر جلد کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے فتاوٰی ۳۷ جلدوں میں شائع ہو کر آئے ہیں۔ اب اندازہ لگالو کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے مگر قرآن کے علوم سے سیرابی حاصل نہ کرسکے اور تشنہ ہی رہ گئے۔

(۱۴) وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ:

قرآن کریم بار بار دہرانے کی وجہ سے پرانا نہیں ہوتا، بلکہ تازگی بڑھتی جاتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز کثرتِ استعمال سے پرانی ہو جاتی ہے مگر قرآن کریم بجائے پرانا ہونے کے اس میں تازگی آتی رہتی ہے اور ہر مرتبہ اس میں نئی چیز نظر آتی ہے۔

(۱۵) وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ:

اور قرآن کریم کے عجائبات اور اس کے اسرار ورموز کسی طرح ختم نہیں ہو سکتے اور کوئی انسان قرآن کریم کے اسرار وحکم کی انتہاء تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ لقمان میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَنَّ مَافِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (سورۂ لقمان: آیت ۲۷)

ترجمہ: ''اور اگر روئے زمین میں جتنے درخت ہیں ان سب کو قلم بنا دیا جائے اور سمندر کو روشنائی بنا دیا جائے اس کے بعد مزید سات سمندر کو روشنائی بنا دیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے کمالات مکمل اور تمام نہیں ہو سکتے بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔''

(۱۶) هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ:

بخاری، مسلم اور ترمذی میں ایک لمبی حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عبارت کے ذریعے ایک پورے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ اسلام سے پہلے شیاطین آسمانوں میں جا کر وہاں کی باتیں لا کر کاہنوں کو پیش کیا کرتے تھے، پھر کاہن لوگ اس میں کچھ بڑھ چڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کاہن لوگ جو پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے، ان میں سے بہت سی باتیں ہو جایا کرتی تھیں۔ اس لیے کاہنوں کو پیغمبروں کے درجے میں مان رکھا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا تو شیاطین پر آسمان میں جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ جب شیاطین آسمانوں کے قریب پہنچتے تو وہاں کے حفاظتی فرشتے شہاب ثاقب یعنی آسمانی تیروں اور راکٹوں سے مار کر نیچے گرا دیتے۔ شیاطین اور جنات آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ دنیا میں کوئی نئی بات پیش آئی ہوگی جس کی وجہ سے آسمانوں میں جانے پر پابندی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ جنات نے یہ فیصلہ کیا کہ پوری روئے زمین میں گشت لگایا جائے تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ ہر ملک اور ہر صوبہ میں جنات کی ایک ٹولی نے گشت لگانا شروع کر دیا اور ادھر حجازِ مقدس میں مکۃ المکرّمہ سے شمالی جانب مدینے کی طرف ایک مقام ہے جس کا نام عکاظ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں خاص خاص ایام میں وہاں بازار لگا کرتا تھا اور ہر طرف سے عرب قبائل اس بازار میں خرید وفروخت کے لیے جمع ہوتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ چند صحابہ کو لے کر دعوت اسلام پیش کرنے کی غرض سے عکاظ کے بازار کے لیے روانہ ہو گئے اور اس بازار میں پہنچنے سے کچھ پہلے ایک نخلستان میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور وہاں رات گزاری پھر صبح کو فجر کی نماز میں جہری قرأت شروع فرما دی تو جنات کی ایک ٹولی کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی قرأت سن کر رک گئی اور کہنے لگی کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے لیے رکاوٹ بن گئی ہے اور اسی وقت جنات کی اس ٹولی نے ایمان قبول کر لیا اور اپنی قوم کو جا کر کہا ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴾ کہ بے شک ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اسی کو جناب رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ جملہ میں ارشاد

فرمایا ہے۔ (بخاری شریف: ۱/۱۰۶، حدیث ۶۴ ۷، ۲/۳۲ ۷، حدیث ۴۳۱ ۷، ترمذی شریف: ۲/۱۶۹، مسلم: ۱/۱۸۴)

(۱۷) مَنْ قَالَ بِهٖ صُدِّقَ:

جوشخص قرآن کے مطابق بات کرے گا اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا بلکہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

(۱۸) وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ:

اور جوشخص قرآن پرعمل کرے گا اس کو عظیم ترین اجر وثواب سے مالا مال کیا جائے گا۔

(۱۹) وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ:

اور جوشخص قرآن کریم کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا وہ کبھی بے انصافی نہیں کرسکتا بلکہ حق کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

(۲۰) وَمَنْ دَعَآ اِلَيْهِ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ:

اور جوشخص لوگوں کو قرآن پر ایمان اور اس کے احکام پرعمل کی دعوت دیتا ہے تو خود اسے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے اور جن کو وہ دعوت دیتا ہے وہ بھی صراطِ مستقیم پر چلنے لگتے ہیں۔ (مرقات: صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۹)

﴿۲۹﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیر کو مال بھی دیتی تھیں اور دعا بھی

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو اُم المومنین بھی اس فقیر کو دعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں کسی نے کہا اے اُم المومنین! آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہو۔ فرمایا کہ اگر میں اس کو دعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے اس لیے کہ دعا صدقے سے کہیں بہتر ہے اس لیے دعا کی مکافات دعا سے کرتی ہوں تا کہ میرا صدقہ خالص رہے کسی احسان کے مقابلہ میں نہ ہو۔

﴿۳۰﴾ عورتوں کی کمزوری

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب معراج شریف جانا ہوا تو وہاں جنت وجہنم کی بھی سیر کی تو دیکھا کہ جہنم کے عذاب میں جو لوگ مبتلا ہیں ان میں اکثر عورتیں ہیں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں دو خامیاں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے جہنم میں جانا ہوگا۔

لعنت کا جملہ کثرت سے زبان پر جاری ہونا:

جہنم میں جانے کا ایک سبب یہ ہے کہ عورتیں بہت معمولی معمولی باتوں پر زبان سے لعنت کا جملہ نکالا کرتی ہیں۔ مثلاً دودھ پیتے بچہ سے بھی اگر کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہو جائے تو اس سے بھی کہہ دیتی ہیں کہ تو مرتا کیوں نہیں۔ اور جملہ لعنت کا حال یہ ہے کہ زبان سے نکلنے کے بعد وہ کبھی بے کار نہیں جاتا بلکہ ضرور اپنا اثر دکھا دیتا ہے۔ جس پر لعنت کی جاتی ہے اگر وہ واقعی مستحق لعنت ہے تو اس پر پڑ جائے گی اور اگر وہ مستحق نہیں ہے تو جس نے لعنت کی ہے اس پر آ کر گرتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

"عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ

بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِكَ۔" (بخاری شریف:۲/ ۸۹۳،حدیث:۵۸۱۰،مسند امام احمد بن حنبل:۱۸۱/۵)

ترجمہ:" حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ" کوئی آدمی دوسرے آدمی پر فسق وفجور کا الزام نہیں لگاتا اور نہ ہی کفر کی لعنت کرتا ہے۔ مگر وہ لعنت اس کی طرف لوٹتی ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں ہے۔"

اپنے شوہر کی ناشکری کرنا:

اکثر جہنم میں جانے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ شوہر کی ذرا سی بات اپنے مزاج کے خلاف ہو یا شوہر کوئی مطالبہ اس کی مرضی کے مطابق پورا نہ کرے تو پچھلے تمام احسانات پر ایک جملہ سے پانی پھیر دیتی ہے کہ اس مرد نے کبھی میرا حق ادا نہیں کیا، اس مرد نے تو ہمیشہ مجھے ذلیل ہی کیا ہے، میں نے تو کبھی اس میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ بس میں ہی ہوں جو اس کے پاس باندی بن کر رہ رہی ہوں وغیرہ وغیرہ یہ سب ایسے جملے ہیں جو شوہر کی زندگی بھر کے احسانات کو فراموش کر دینے والے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو کسی طرح پسند نہیں ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُ النَّارَ فَاِذَآ اَکْثَرُ اَهْلِهَا النِّسَآءُ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ وَلَوْاَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ مِنْكَ خَیْرًا قَطُّ۔

ترجمہ:" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ" مجھے جہنم دکھائی گئی تو دیکھا کہ اس میں اکثر ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے شوہروں کی ناشکری کی، اور ان کے احسانات کو فراموش کر دیا تھا اور اگر تم ان میں سے کسی پر احسان کرو، پھر تم سے کوئی بات خلاف مزاج دیکھ لے تو کہہ دے گی کہ میں نے تو کبھی بھی تم سے کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی۔"

(بخاری شریف:۱/ ۹،حدیث ۲۹،۱/ ۱۴۳،حدیث ۱۰۴۲،۲/ ۷۸۲،حدیث ۵۰۰۲)

﴿۳۱﴾ عورتوں میں آپ ﷺ کا وعظ

ایک دفعہ آپ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز سے فراغت کے بعد عورتوں میں وعظ کے لیے تشریف لے گئے، اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لیے شوکت اسلام کے مظاہرہ کی غرض سے ہر قسم کی عورتوں کو بھی عید گاہ لے جایا کرتے تھے حتیٰ کہ حیض ونفاس والی عورتوں کو بھی لے جایا کرتے تھے جن کے لیے نماز میں شرکت جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے بالکل الگ انتظام ہوتا ہے۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے جہاں عورتوں کا نظم تھا وہاں تشریف لے جا کر ایک وعظ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

" اے خواتین کی جماعت! میں نے تم میں سے اکثروں کو جہنم میں دیکھا ہے اور جہنم سے حفاظت کا ذریعہ یہی ہے کہ تم کثرت سے صدقہ وخیرات کرو اور استغفار کرو اس لیے کہ استغفار اور صدقہ تمہارے اور جہنم کے درمیان دیوار کی طرح حائل بن جائیں گے۔"

جب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو ایک نہایت سمجھدار اور ہوشیار قسم کی عورت نے کھڑے ہو کر آپ ﷺ سے سوال کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ ہم میں سے اکثر جہنم میں ہوں گی؟ تو اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ" دو خرابیوں کی وجہ سے جو تمہارے اندر پائی جاتی ہیں:

۞١۞ تم کثرت کے ساتھ بات بات پر لعنت کرتی ہو۔ اگر چھوٹے معصوم بچہ سے بھی کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہو جائے تو کہہ دیتی ہو کہ تو مرتا کیوں نہیں؟ ایسی اولاد کی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۞٢۞ تم شوہروں کی ناشکری کرتی ہو اگر مرضی کے مطابق پوری نہ کرے یا کوئی مطالبہ پورا نہ کرے تو کہہ دیتی ہو کہ اس شوہر سے کبھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں اس لیے خواتین اسلام! اس کی کوشش کرو کہ یہ دونوں باتیں اپنے

اندر سے دور ہو جائیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''من جانب اللہ تمہارے اندر دو نقص ہیں: ایک تمہارے اندر عقل کی کمی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ دوسری دین کی کمی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مہینے میں چندروز ایسے گزارتی ہو کہ ان ایام میں نہ روزہ رکھ سکتی ہو اور نہ ہی نماز پڑھ سکتی ہو۔ نماز روزہ سے محروم ہو جانا دین کی کمی ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقل و دین کی کمی کے باوجود تمہارے اندر ایک مہارت ایسی ہے کہ جو کسی میں نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شوہر کتنا ہی ہوشیار اور سمجھدار کیوں نہ ہو مگر تم ایک جملہ میں اس کی عقل اڑا کر رکھ دیتی ہو جس سے وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔

آپ ﷺ کی اس تقریر کے بعد عورتوں میں سے کسی نے اپنے گلے کا ہار، کسی نے ہاتھ کا کنگن، کسی نے پازیب، کسی نے کان کے بندے، غرضیکہ جس کے پاس جو تھا نکال کر دینا شروع کر دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک تھیلے میں بھرنے لگے۔ اس حدیث شریف سے دینی کام کے لیے چندہ کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

''عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ یَامَعْشَرَ النِّسَآءِ ! تَصَدَّقْنَ، فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ قُلْنَ بِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاکُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا قَالَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا ''

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم کثرت سے صدقہ کرو اس لیے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنم میں دیکھا ہے۔'' تو عورتوں نے کہا یارسول اللہ! ایسا کیوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم کثرت سے لعنت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ دین اور عقل کی کمی کے باوجود عقل مند ہوشیار آدمی کی کھوپڑی کو اڑا کر رکھ دینے والا تم جیسا کسی کو نہیں دیکھا'' تو عورتوں نے کہا ہماری عقل اور دین کی کمی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں ہے؟ یہ ان کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت جب ماہواری کی حالت میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' یہی ان کے دین کی کمی ہے۔'' (بخاری شریف، ۱/۴۴، حدیث ۳۰۲، مسلم شریف ۱/۲۰)

﴿۳۲﴾ میاں بیوی رفیق بنیں، فریق نہیں

دنیائے انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد عورت کے باہمی ارتباط و تعلق سے ہے۔ یہ تعلق جس قدر گہرا اور محبت و الفت سے لبریز ہوگا اسی قدر اس کا نتیجہ بھی بہتر اور نفع بخش ہوگا۔ انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جب اسے کسی چیز سے محبت اور انس ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے اور اس کے پاس رہنے سے راحت اور سکون محسوس کرتا ہے، اور جس چیز سے طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے اس سے اس گھٹن اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے چونکہ اللہ رب العزت کو دنیا کا نظام اور نسل انسانی کا وجود قیامت تک باقی رکھنا مقصود ہے اس لیے مرد کے اندر عورت کی طرف رغبت، خواہش اور عورت کے اندر مرد کی طرف طبعی میلان ودیعت فرما دیا ہے، چنانچہ انسانی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے سخت محتاج ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے

اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں اس ضرورت کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا ہے، اگر ہم صرف اس پر غور کریں اور اس کے مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ ہماری ازدواجی زندگی اتنی ہی خوشگوار اور اطمینان بخش ہوگی جو ہمارا مطلوب ومقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔'' یہاں اللہ رب العزت نے ایک دوسرے کی احتیاج اور ضرورت کو لباس سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح انسان کو ہر موسم میں کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیب وزینت اختیار کرتا ہے، اسی طرح مرد وعورت کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن کر زندگی گزاریں نہ کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر۔

قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم سے جدا نہیں ہوتا وہ پوری زندگی اس کو لباس کی احتیاج ہوتی ہے اسی طرح ایک عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ اور شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنا چاہیے اس اندازِ فکر سے ایک دوسرے کی کمی کو نظر انداز کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ محبت کی آنکھیں عیب کو چھپاتی ہیں اور چشم پوشی کرتی ہیں۔ جبکہ نفرت وعداوت کی آنکھیں برائیوں کو تلاش کرتی ہیں اور اس کو ظاہر کرتی ہیں۔ لہٰذا فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے زوجین کے دل میں ایک دوسرے سے محبت اور جذبہ رحمت پیدا فرما دیا تاکہ ان کی زندگی خوشگوار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرد کو خواہ مخواہ عورت کی عیب جوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس کی کوئی عادت بری ہے تو اسے ناپسند ہے تو دوسری عادت اور خصلت اچھی بھی ہوگی جو اسے خوش کردے گی۔'' (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے لہٰذا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تو اچھی زندگی گزرے گی۔'' (ابن حبان)

معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ رفاقت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کمزوریوں کو نظر انداز کیا جائے اس کو زیادہ سخت سست نہ کہا جائے اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر اس نیت اور ارادہ سے اس کے ساتھ معاملہ کریں گے تو انشاء اللہ ازدواجی زندگی ہمیشہ خوشگوار ہوگی۔ قرآن کی اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح لباس انسان کے ظاہری عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے مرد وعورت بھی ایک دوسرے کے لیے لباس کے مانند ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی پردہ پوشی کریں۔ اگر ایک طرف اللہ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو تاکید کی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں تو اس کے ساتھ عورتوں کے لیے بھی کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں۔

﴿۳۳﴾ پڑوسی کے شر سے بچنے کا نبوی نسخہ

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے اتنا ستاتا ہے کہ اس نے میری زندگی تلخ کردی۔ میں نے خوشامدیں کرلیں، سب کچھ کرلیا، مگر ایسا موذی ہے کہ رات دن مجھے ایذا پہنچاتا ہے۔ یا رسول اللہ! میں کیا کروں میں تو عاجز آگیا۔ فرمایا: ''میں تدبیر بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ سارا سامان گھر سے نکال کر سڑک پر رکھ دے اور سامان کے اوپر بیٹھ جا اور جو آکر پوچھے کہ بھائی گھر کے ہوتے ہوئے سڑک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہنا کہ پڑوسی ستاتا ہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ بھائی گھر چھوڑ دو، اس واسطے میں نے چھوڑ دیا۔'' چنانچہ لوگ آئے پوچھا کہ بھئی! گھر کیوں چھوڑ دیا گھر موجود ہے۔ سامان یہاں کیوں ہے؟ اس نے کہا جی کیا کروں، پڑوسی نے ستانے میں انتہا کردی۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ابھی گھر چھوڑ دے۔ تو جو سنے وہ کہے لعنت اس پڑوسی کے اوپر، جو آرہا ہے، واقعہ سن رہا ہے لعنت لعنت کرتا ہے۔ مدینہ میں صبح سے شام تک ہزاروں لعنتیں اس پر ہوئیں۔

لعنتوں کی تسبیح پڑھی جانے لگی۔

وہ پڑوسی موذی عاجز آیا اس نے آ کے ہاتھ جوڑے اور کہا خدا کے واسطے گھر چل میری زندگی تو تباہ و برباد ہوگئی، اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر اب کبھی نہیں ستاؤں گا بلکہ تیری خدمت کروں گا۔ اب انہوں نے نخرے کرنے شروع کر دیئے کہ بتا پھر تو نہیں ستائے گا؟ اس نے کہا حلف اٹھاتا ہوں کبھی نہیں ستاؤں گا۔ الغرض اسے گھر میں لایا سارا سامان خود رکھا اور روزانہ ایذاء پہنچانے کے بجائے خدمت شروع کر دی۔

تو تدبیر کارگر ہوئی حضور ﷺ نے یہ تدبیر عقل سے بتلائی تھی۔ وحی کے ذریعہ سے نہیں۔ تو پیغمبر عقل مند بھی اتنے ہوتے ہیں کہ ان کی عقل کے سامنے دنیا کی عقل گرد ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اللہ سے تعلق قوی ہونے کا نام ہے اللہ سے تعلق ہوگا تو دل کا راستہ سیدھا ہوگا۔ عقلمندی یہی ہے کہ اخیر تک کی بات آدمی کو سیدھی نظر آجائے۔ وہ بغیر تعلق مع اللہ کے نہیں ہوتی۔ تعلق اللہ سے نہ رہے پھر آدمی عقل مند بنے وہ عقل نہیں چالاکی وعیاری ہوتی ہے۔ عیاری اور چیز ہے، عقلمندی اور چیز ہے۔ چالاکی میں دھوکہ دہی ہوتی ہے۔ دھوکہ دہی سے اپنی غرض پوری کی جاتی ہے۔ عقل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیا جاتا سیدھی بات تدبیر سے انجام دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اللہ سے کس کا تعلق زیادہ مضبوط ہوسکتا ہے؟ تو ان سے زیادہ عقل بھی کسی کی کامل ہوسکتی ہے؟ (اس حدیث کا مضمون دیکھئے تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۶۵۹)

﴿۳۴﴾ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ دل بھی اندھا ہوتا ہے

﴿ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ۚ فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَ لٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ﴾ (سورۂ حج: آیت ۴۶، پارہ ۱۷)

ترجمہ: ''کیا انہوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی جوان کے دل ان باتوں کو سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

تشریح: ''سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور خدا کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿ وَکَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ ﴾ (سورۂ ہود: آیت ۱۰۲) پڑھی۔

پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کر دیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں، اوندھے گرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہوگئیں ان کی آبادیاں اُجڑ گئیں ان کے کنویں خالی پڑے ہیں، جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند وبالا اور پختہ تھے وہ آج اجڑے پڑے ہیں وہاں اُلو بول رہا ہے ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بے کار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے انہیں تہس نہس کر دیا جیسے فرمایا ہے:

﴿ اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ﴾ (سورۂ النساء: آیت ۷۸) یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں۔ کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں؟ نہ ہی کبھی غور وفکر کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوئی۔

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ، کتاب التفکر والا عتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! لوہے کی نعلین پہن کر لوہے کہ لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار وعبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گی یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔

اس کتاب میں بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر، اور غور وفکر کے ساتھ اسے نورانی کر، اور زہد اور دنیا

سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اسے قوی کر لے، اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے، اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے، دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے، زمانہ کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے، دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اسے بیدار کر دے، گزشتہ واقعات سے اسے عبرت ناک بنا، اگلوں کے قصے سنا کر ہوشیار رکھ، ان کے شہروں میں اور ان کے سوانح میں غور و فکر کرنے کا عادی بنا، اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا کچھ ہوا، کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ، ان کی ہلاکت کے سچے فسانے سن کر عبرت حاصل کرو۔ سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ سب سے برا اندھاپا دل کا ہے۔ گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہیں۔ دل کے اندھاپے کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا انتقال ۵۱۷ ہجری میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے آپے سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے! آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق حاصل نہ کیا جائے، یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج نہ چاند، گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادلِ ناخواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب شہری ہو کیا دیہاتی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۳۰، ۴۳۱)

﴿۳۵﴾ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا نبوی نسخہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ! تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''﴿۱﴾ لوگوں کو سلام کیا کرو ﴿۲﴾ کھانا کھلایا کرو ﴿۳﴾ صلہ رحمی کرتے رہو ﴿۴﴾ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۳۷۴)

﴿۳۶﴾ لوگوں کے عیب نہ ٹٹولو ورنہ اللہ تعالیٰ رسوا کر دے گا

حدیث شریف میں ہے بندگانِ خدا کو ایذا نہ دو عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ٹٹولے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۹۲)

﴿۳۷﴾ ایک نوجوان صحابی کی حضور سے عجیب محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت پر جو عادی ہے کسی پر نہیں دی۔ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا کہ حضور! آپ سے مجھے بہت محبت ہے جو حکم دیں کروں گا۔ فرمایا اپنی ماں کا گلا کاٹ لا۔ امتحان تھا فوراً تلوار اٹھا کر ماں کی طرف چلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلا کر کہا کہ میں رشتے کاٹنے کے واسطے نہیں آیا۔ تیری محبت کا امتحان تھا تیری ماں نہیں مروانی، اس سے ذاتی تعلق مروانا ہے ماں سے ملو کہ خدا نے کہا ہے، نہ کہ اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پوچھنے آئے، تعلق والوں کو پوچھا ہوا کرتی ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیہوش تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ یہ چل دینے والا ہے، اس کے مرنے کی اطلاع مجھے کرنا، یہ کہہ کر آپ

ﷺ تشریف لے گئے۔ تشریف لے جاتے ہی انہیں ہوش آیا کہنے لگے حضور ﷺ مجھے پوچھنے نہیں آئے؟ کہا گیا آئے تھے۔ کہنے لگے جب مرجاؤں خود ہی دفن کردینا۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع نہ کرنا میرے محلے میں یہودی رہتے ہیں اگر حضور ﷺ میری وجہ سے رات یہاں تشریف لائیں تو ممکن ہے کسی یہودی سے انہیں تکلیف پہنچے۔ میرے نام پر حبیب کو ذرہ کی تکلیف برداشت نہیں ہے۔

چنانچہ انتقال ہوا۔ رشتے داروں نے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر دفن کردیا۔ اس زمانہ میں مرنے والوں کے رشتہ دار بمبئی کلکتہ سے آنے کا انتظار کرتے ہیں اور یہاں حضور ﷺ کا بھی انتظار نہیں، مرنے اور دفن میں یوں وقت نہیں لگتا تھا، ارے وہاں تو حکم ہے کہ میت کو جلدی سے لے کر چلو اگر اچھا آدمی ہے تو اسے تاخیر کرکے اس کی نعمتوں سے کیوں محروم کررہے ہو؟ اور اگر برا آدمی ہے پھر اسے اپنے کندھوں پر کیوں اٹھا رکھا ہے؟ جلدی اس وجہ سے کروائی کہ اس کا عذاب گھر ہی میں شروع نہ ہوجائے۔ تاریخ اس کی شاہد ہے عبیداللہ بن زیاد جس کے حکم پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ قتل ہوا اس کا سر رکھا ہوا تھا، ایک اژدھا آیا ناک میں گھس کر منہ سے نکل آیا دو مرتبہ ایسا ہی کیا۔ سلیمان (عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بادشاہ) کی میت کو جب قبر میں رکھا جانے لگا میت ہلی لڑکے نے کہا میرا باپ زندہ ہوگیا۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جلدی کرو دفن میں خدا کی پکڑنے آیا ہے۔ الغرض صبح کو حضور ﷺ کو اطلاع ملی، سب معلوم ہوا قبر پر گئے دعا میں یہ بھی کہا: اے اللہ تو اس سے ایسے مل کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو، یہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو، یہ محبت کا انعام ہے، جس میں انسان کو محبوب کے علاوہ اور کچھ نہیں بھاتا محبت اگر آگئی تو سارے عمل آجائیں گے اس محبت کے واسطے اعمال پر محنت مانگی جاتی ہے۔

(خصوصی تقاریر حضرت جی مولانا یوسف صاحب: ص۵، ۶، قصہ ہذا کا مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ: جلد۲ ص۴۱۳)

﴿۳۸﴾ جنت کی نعمتوں اور بکھرے موتیوں کا تذکرہ

﴿ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴾ (الدھر ۱۳ تا ۲۲)

ترجمہ: ''یہ وہاں تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھیں گے، نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔ ان جنتوں کے سایے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے اور لچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے۔ شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہوگا اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہوگی جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے اور ان کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا (کہا جائے گا) یہ وہی تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدردانی ہے۔''

تشریح: جنتیوں کی نعمتوں اور راحتوں کا، ان کے ملک و مال اور جاہ و جمال کا ذکر ہورہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکئے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے

ہوں گے...... پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے گی، نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گزریں گی، بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے۔ گرمی، سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کیے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے، چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں، چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں، چاہے کھڑے ہو کر لے لیں، درختوں پر چڑھنے کی اور تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں، سروں پہ میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہوں گے، توڑا اور کھالیا۔ اگر کھڑے تو میوے اتنے اونچے ہیں، بیٹھے تو قدرے جھک گئے، لیٹے تو اور قریب آ گئے، نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ ہے اور نہ دوری کی سر دردی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے، اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں، ڈالیاں لؤلؤ، زبرجد اور یاقوت کی ہیں۔ ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو، چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔ ایک طرف خوش خرم، خوش دل، خوبصورت باادب سلیقہ شعار، فرمانبردار خادم، قسم قسم کے کھانے، چاندی کی کشتیوں میں لگائے ہوئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لیے ساقیانِ مہوش اشارے کے منتظر ہیں، یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے۔ دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ جنت کی تمام چیزوں کی یوں ہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی مثال نہیں ملتی پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں، ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں، ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کی حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔ ان نایاب گلاسوں میں جو پاک، خوش ذائقہ اور سرور والی بے نشے کی شراب انہیں ملے گی اور جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی، جیسا اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کہ کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج انی سے تاکہ اعتدال قائم رہے یہ نیک لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے۔ سلسبیل بقول عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانی سے لہریا چال بہہ رہا ہے، اس کا پانی بہت ہلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور سہتا پچتار ہے۔

ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوں گے، یہ غلمانِ جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے، یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے ہوئے بہ تعدادِ کثیر اِدھر اُدھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑے بھاگے مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گو یا سفید آبدار موتی اِدھر اُدھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں، حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لیے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی ہوئی پوشاکیں پہنچے ہوئے زیور میں لدے ہوئے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے اِدھر اُدھر پھرتے ایسے بھلے ہوں گے جیسے سجے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے موتی ادھر اُدھر لڑھک رہے ہوں...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی، تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپہ چپہ معمور ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جنابِ باری تبارک وتعالیٰ فرمائے گا، جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے۔ جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت و ملک دو ہزار

سال کی مسافت کا ہوگا۔ ہر قریب و بعید کی چیز پر اس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی، یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی؟

اے خدا! اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے! ہم یہ عاجزی والحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری للچائی ہوئی طبیعت کے ارمانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس نصیب فرمانا۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے تو تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں، آمین۔ (مترجم)

طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربارِ رسالت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا یارسول اللہ! صورت شکل میں رنگ روپ میں نبوت ورسالت میں آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے۔ اب تو یہ فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہوسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا جو ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... الخ کہے اس کے لیے خدا کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے اس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' تو ایک شخص نے کہا پھر یارسول اللہ! ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو خدا کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے، اس وقت یہ سورت مُلْكًا كَبِيْرًا تک اتری تو اسی حبشی نے کہا کہ اے حضور! جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہاں۔ پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اسے دفن کیا (رضی اللہ عنہ)۔

پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا سُنْدُس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا اِسْتَبْرَق عمدہ بیش بہا گرانقدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا، ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہ لباس ابرار کا ہے۔ اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَّ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ (سورۃ فاطر: آیت ۳۳) انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا ان ظاہر جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذت، سرور والی، پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائی جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کرے گی حسد کینہ بد خلقی غصہ وغیرہ سب دور کردے گی۔ جیسے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا، ایک کا وہ پانی پئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تروتازہ، ہشاش بشاش ہو جائیں گے۔ ظاہری اور باطنی دونوں خوبیاں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی، جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کے لیے اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کے لیے بار بار کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدردانی ہے جیسے وہ جگہ ہے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (سورۃ الحاقۃ: آیت ۲۴) دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہتا بچتا با آرام واطمینان کھاتے پیتے رہو۔ اور فرمان ہے ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۴۳) یعنی منادی کئے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا

ہے یہاں بھی فرمایا ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے آمین۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد۵ صفحہ۴۸۲ سے صفحہ ۴۸۵)

﴿۳۹﴾ جنت میں پردے گر گئے، شام ہوگئی جنت میں پردے ہٹ گئے صبح ہوگئی

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا﴾ (سورۂ مریم: آیت ۶۲)

ترجمہ: ''وہاں لوگ کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لیے وہاں صبح وشام ان کا رزق ہوگا۔''

جنت میں صبح وشام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے، ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشارے اور حکموں پر ہوگا، یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لیے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لیے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔

﴿۴۰﴾ جنت میں نوجوان کنواری لڑکیوں کی بھی بارش ہوگی

جنت میں نیک لوگوں کے لیے خدا تعالیٰ کے ہاں جو نعمتیں ورحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد ور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے۔ انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی۔ ایک حدیث میں ہے کی جنتیوں کے لباس ہی خدا کی رضا مندی کے ہوں گے۔ بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر وہ جو فرمائیں گے بادل ان پر برسائیں گے۔ یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی۔ (ابن ابی حاتم)

انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے پاک صاف بھرپور جام پر جام ملیں گے، جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بے ہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ﴾ (سورۂ الطور: آیت ۲۳) اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور نہ گناہ کی باتیں کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی۔ وہ دار السلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں۔ یہ جو کچھ بدلے ان پارسا لوگوں کو ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کے نتیجے میں جو اللہ کے فضل وکرم سے اور اس کے احسان وانعام کی بنا پر انہیں ملے ہیں۔ جو بے حد کافی وافی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۹۹/۵)

﴿۴۱﴾ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں

جنت میں پانی کے چشمے ہیں جو کبھی بگڑتا نہیں متغیر نہیں ہوتا، سڑتا نہیں، نہ بدبو پیدا ہوتی ہے، بہت صاف موتی جیسا ہے کوئی گدلا پن نہیں کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔

اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جس کا مزہ کبھی بدلتا نہیں، بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف وشفاف اور بامزہ پر ذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں، دماغ کشادہ کریں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی بدنظر منظر ہے۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشیدی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔

جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ تو کہنا ہی کیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ کی حدیث یہ ہے کہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر رحمۃ اللہ علیہ جب وفد میں آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاف شہد کی نہریں، اور بغیر نشے کے سر درد نہ کرنے والی شراب کی نہریں، اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں، اور خراب نہ ہونے والی شفاف پانی کی نہریں، اور طرح طرح کے میوہ جات، عجیب وغریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں اور صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے، ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں، نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں، ان کی مٹی مشک خالص ہے، وہاں ان کے لیے ہر طرح کے میوے اور پھول پھل ہیں، جیسے اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الدخان: آیت ۵۵) یعنی وہاں نہایت امن وامان کے ساتھ ہر قسم کے میوے وہ منگوائیں گے اور کھائیں گے، اور آیت میں ہے ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (سورۃ الرحمٰن: آیت ۵۲) دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میوؤں کے جوڑے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے اپنی مغفرت ان کے لیے حلال کر چکا ہے، انہیں نواز چکا ہے، اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱۰۳،۱۰۲/۵)

﴿۴۲﴾ جنت میں چھ چیزیں نہ ہوں گی

جنت میں سب کچھ ہوگا مگر چھ چیزیں نہ ہوں گی:

﴿۱﴾ موت نہ ہوگی
﴿۲﴾ نیند نہ ہوگی
﴿۳﴾ حسد نہ ہوگا
﴿۴﴾ نجاست نہ ہوگی
﴿۵﴾ بڑھاپا نہ ہوگا
﴿۶﴾ داڑھی نہ ہوگی بلکہ بغیر داڑھی کے جوان ہوں گے۔

(مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ، آخرت کی یاد، ملفوظات اقدس مولانا افتخار الحسن کاندھلوی: ص ۳۰)

﴿۴۳﴾ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے جنتیوں کی دھوم دھام کے متعلق عجیب وغریب آٹھ سوالات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سوال میں نے کہا یا رسول اللہ! حور عین کی خبر مجھے دیجیے۔

جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔ سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے کہ گدھ کا پر۔''

سوال میں نے کہا ﴿لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ کی بابت خبر دیجئے۔

جواب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان کی صفائی اور جوت (چمک) مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو۔''

سوال میں نے کہا ﴿خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ کی کیا تفسیر ہے؟

جواب فرمایا: ''خوش خلق وخوبصورت۔''

سوال میں نے کہا ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب فرمایا: ''ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے۔''

سوال میں نے ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ کے معنی دریافت کیے۔

جواب فرمایا: ''اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھونس تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنا دیں۔''

سوال میں نے پوچھا یارسول اللہ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حور عین؟

جواب فرمایا: ''دنیا کی عورتیں حور عین سے بہت افضل ہیں۔ جیسے اَستر سے اَبرا بہتر ہوتا ہے۔''

سوال میں نے کہا اس افضلیت کی کیا وجہ ہے؟

جواب فرمایا: نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔ سفید ریشم اور سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور، بخوردان موتی کے، کنگھیاں سونے کی، یہ کہتی رہیں گی:

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَيْأَسُ اَبَدًا
وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا
طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ

''یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں۔ ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی مفلس اور بے نعمت نہ ہوں گی۔ ہم اقامت کرنے والی ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی۔ ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لیے ہم ہیں اور ہم ان کے لیے ہیں۔''

سوال میں نے پوچھا یارسول اللہ! بعض عورتوں کے دو دو، تین تین، چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے ساتھ خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟

جواب آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ پروردگار! یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۵۵/۵، ۲۵۶)

﴿۴۴﴾ جنت میں حوروں کی دھوم دھام، حور نازک، نورانی، ناز اور کرشمہ والی ہوگی

صور کی مشہور مُطَوَّل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں

انہیں جنت میں لے جاؤں گا، خدا کی قسم! تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے۔ پس ایک ایک جنتی کی بہتر (۷۲) بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گی جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں ان عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی، جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا، یہ اس بالا خانے میں ہوگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہوگا، اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا اور جڑاؤ جڑا ہوا ہوگا۔ ستر (۷۰) جوڑے پہنے ہوئے ہوگی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے، یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا۔ کپڑے گوشت، ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی۔ اس قدر اس کا پنڈا صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے، اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا، ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا۔ الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی اور وہ اس کا آئینہ۔ یہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے گا نہ وہ تھکے گی۔ نہ اس کا دل بھرے گا نہ اس کا دل بھرے گا۔ جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے۔ یہ یوں ہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا اور نہ ان کا آپ سے بھرے گا مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں۔ اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ خوب اچھی طرح بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور! کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی۔'' طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔ حافظ عبداللہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث شرطِ صحیح پر ہے۔ واللہ اعلم

جنت کی عورتیں اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوند ان کے عاشق، جنت کی عورتیں ناز و کرشمہ اور نزاکت والی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)

﴿۴۵﴾ جنت کی عورتیں اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھیں گی

جنت کی عورتیں اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھیں گی۔ جنت کی عورتیں خوش کلام ہیں اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جب کچھ بولیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ اتراب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی، اور یہ معنی بھی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت، خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ خوش، جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان میں بیر بغض، حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تا کہ بے تکلفی سے ایک دوسری سے ملیں جلیں کھیلیں کودیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی ان کا گانا وہی ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ ابو یعلیٰ میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

نَحْنُ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ خُبِئْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ

ترجمہ: ''ہم پاک صاف خوش وضع خوبصورت عورتیں ہیں۔ جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لیے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔''

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی، چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے اس لیے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس جیسی خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری، اس نے مجھ سے کہا اے ابوسلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لیے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۲۵۷)

﴿۴۶﴾ آیئے! جنت عدن کی سیر کریں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں

ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں، جھگڑوں میں گالیاں بکیں، باتوں میں جھوٹ بولیں۔ امانت میں خیانت کریں۔

صلہ رحمی کا، رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا، فقیر محتاج کو دینے کا، بھلی باتوں کے نباہنے کا جو حکم خدا ہے یہ اس کے عامل ہیں...... رب کا خوف دل میں رچا ہوا ہے۔ نیکیاں کرتے ہیں فرمانِ خدا سمجھ کر، بدیاں چھوڑتے ہیں نافرمانی خدا سمجھ کر۔ آخرت کے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں اسی لیے برائیوں سے بچتے ہیں۔ نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں اعتدال کے راستے نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمانِ خدا کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حرام کاموں اور خدا کی نافرمانیوں کی طرف گو نفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع سجدہ کے وقت خشوع وخضوع شرعی طور پر بجا لاتے ہیں۔ جنہیں دینا خدا نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقرا محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے ہیں۔

قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں اور دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں، دوسروں کے ظلم سہہ لیتے ہیں اور خود سلوک کرتے ہیں، تعلیم قرآن سے ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (سورۃ حٰم السجدۃ: آیت ۳۴) بہت اچھی طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا، صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے اچھا انجام ہے۔ وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے۔ جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لیے۔ حضرت ضحاک رحمتہ علیہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے۔ جس میں انبیاء ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے اردگرد جنتیں ہیں وہاں یہ اپنے اور چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔

ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایمان دار اور نیک کار تھے اس کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے۔ جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو خدائے تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾

جن ایمان داروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہیں ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لیے ہر ہر دروازے سے ہر ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں یہ بھی خدا کا انعام ہے تا کہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔ نبیوں صدیقوں، شہیدوں کا پڑوس فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔ (سورۃ الطور: آیت ۲۱)

مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا خدا کو علم ہے اور اس کے رسول ﷺ کو۔ فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے۔ جو تکلیفوں میں مبتلا تھے۔ جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی رحمت کے فرشتوں کو حکم خدا ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارکباد دو۔ فرشتے کہیں گے خدایا ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں اسلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں۔ جنابِ باری جواب دے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔ دنیوی راحتوں سے محروم رہے۔ مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ کوئی مراد پوری نہ ہونے پائی اور یہ صابر وشاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی بہ شوق ان کی طرف دوڑیں گے۔ اِدھر اُدھر کے ہر دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک پیش کریں گے۔

طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں فقرائے مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے۔ انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے میری راہ میں ستائے جاتے تھے۔ میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آؤ بغیر حساب وعذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم تو صبح وشام تیری تسبیح وتقدیس میں لگے رہے، یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی، اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے، سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا!!۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر بہ آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا۔ خادموں کی قطاریں اِدھر اُدھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا، وہ اور سے وہ اور سے یہاں تک کی مومن سے پوچھا جائے گا مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۳ صفحہ۳۹،۴۰)

﴿۴۷﴾ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی، مزے لوٹنے کے دن آ گئے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ آیئے! طوبیٰ درخت اور جنت کی سیر کریں

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن ختم نہ ہوگا اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبرین ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں اس کی مٹی کافور ہے، اس کا گارا مشک ہے اس کی جڑ سے شراب کی، دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے کہ ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی جن کے

چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوں گے بال ریشم جیسے نرم ہوں گے جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑاؤ ہو رہا ہوگا جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربارِ خدا میں تمہارا بلاوا ہے۔ یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی رفتار سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے۔ اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے۔ پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونے پڑے، یوں ہی رحمٰن ورحیم خدا کے پاس پہنچیں گے۔ خدا تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا۔ یہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور کہیں گے: ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَحَقٌّ لَّكَ الْجَلٰلُ وَالْاِکْرَامُ'' ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا ''اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّی السَّلَامُ'' تم پر میری رحمت سابق ہو چکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے، میری فرمانبرداری کرتے رہے۔ جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں، راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آ گئے جو چاہو مانگو پاؤ گے تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ خدایا تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا، مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کچھ نہ مانگا اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو۔ چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔

ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا، ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا۔ ہر ڈیرے پر جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو حوریں ہوں گی، جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں، ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرویا ہوا ہو اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسے فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم خدا اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی خدائے وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جو نرے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے جن کے تخت یاقوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے۔ جن کے منبر نور کے ہوں گے جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے، یاقوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یاقوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے۔ ان پر چھتیں لؤلؤ کی ہوں گی۔ ان کے برج مرجان کے ہوں گے ان کے پہنچنے سے پہلے خدائی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لیے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیز فرش بچھے ہوں گے۔

یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بہ تکلف جنت میں جائیں گے دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے۔ مبارکباد دیں گے مصافحہ کریں گے پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعاماتِ خداوہاں موجود پائیں گے۔ اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاک دامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم خوب خوش ہو گئے، بہت ہی رضا مند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے، تو بھی ہم سے خوش رہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضا مندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے دکھاتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو بآرام رہو تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین اُٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے خدا ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں۔ یہ اسی کا فضل ہے۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدردان ہے۔

اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ، وہ مانگتا جائے گا اور کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی۔ تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ، یہ مانگے گا اور پائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔

صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں، میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے جتنی کسی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۳، ۴۴)

﴿۴۸﴾ عبرت کی باتیں

﴿۱﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ)

① مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے۔

② مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔

③ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلاضرورت تھکاتا ہے۔

④ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے، جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔

⑤ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب پر یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳: صفحہ ۵۵۶)

﴿۲﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط میں یہ لکھا:

① اما بعد تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتا ہے اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کی کفایت کرتا ہے۔

② اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لیے خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔
③ اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت بڑھاتا ہے۔
④ اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین اور تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیے۔
⑤ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔
⑥ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔
⑦ جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳: صفحہ ۵۶۴)

③ حضرت عقبہ بن ابو الصہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو، ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا:

① سب سے بڑی مالداری عقل مندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے۔
② اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بیوقوفی ہے۔
③ سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے۔
④ سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہو گئیں باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔ فرمایا:

◆ بیوقوف کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا۔
⑤ جھوٹے کی دوستی سے بچنا کیونکہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کر دے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا۔)
⑥ کنجوس کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳: صفحہ ۵۶۶)

④ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں انہوں نے فرمایا:

① جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو۔
② اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو ہاں اگر وہ بات ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔
③ اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔
④ جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔
⑤ جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔
⑥ سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لیے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

⑦ ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔
⑧ بے فائدہ اور بے کار کاموں میں نہ لگو۔
⑨ جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آ چکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت ملی سکتی ہے۔
⑩ اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ۔
⑪ جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔
⑫ بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم بھی ان سے بدکاری سیکھ لو گے۔
⑬ اپنے دشمن سے الگ رہو۔
⑭ اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔
⑮ قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔
⑯ اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔
⑰ اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔
⑱ اور اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۂ فاطر: آیت ۲۸)

ترجمہ: ''خدا سے اس کی وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔'' (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۵۶۰، ۵۶۱)

﴿۴۹﴾ جہالت کی نحوست

ایک شخص کے دو بیٹے تھے، والد نے اپنی حیات ہی میں اپنی جائیداد تقسیم کر دی۔ والد کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں کے کھیت کے درمیان ایک درخت اُگا، بدقسمتی سے وہ درخت ببول کا تھا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان جھگڑا شروع ہوا، ایک نے کہا یہ میرا، دوسرے نے کہا یہ میرا، بالآخر یہ جھگڑا عدالت میں پہنچا، تیس سال تک مقدمہ چلتا رہا دونوں کی جائیدادیں بک گئیں، مقدمہ میں یہ فیصلے طے ہوا کہ درخت کو کاٹو اور آدھا اس کے گھر اور آدھا اس کے گھر بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ جہالت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

﴿۵۰﴾ بڑھاپا وفادار ہوتا ہے

انسان کن کن اسٹیشنوں سے گزرتا ہے یہ مضمون غور سے پڑھئے

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ (سورۂ روم: آیت ۵۴)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔''

تشریح: انسان کی ترقی وتنزلی پر نظر ڈالو! اس کی اصل تو مٹی سے ہے، پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف

ونحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہوتا جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب آپہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے آخر نشوونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں، طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے پھر بوڑھا پھوس ہو جاتا ہے۔

طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے کہ ہمت پست ہے، دیکھنا، سننا، چلنا، پھرنا، اٹھنا، اچکنا، پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، رخسار پچک جاتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بنانا، بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام، وہ سب کا مالک، وہ عالم وہ قادر نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کی قدرت۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

﴿۵۱﴾ حلال مال سے دیا ہوا صدقہ اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں رکھ کر پالتے ہیں

صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقہ میں دے...... لیکن ہو حلال طور سے حلال کی ہوئی...... تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہی ایک کھجور اُحد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی خالق ورازق ہے، انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا، بے علم، بے کان، بے آنکھ، بے طاقت نکلتا ہے پھر خدا تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی، ملکیت بھی، کمائی بھی، تجارت بھی، غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو! سر ہلنے لگے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے۔ ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ ہی اسے روزیاں دیتا ہے وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کرے گا خدا تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت وزندگی کا مالک ہے وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس منزہ معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہو۔ وہ اَحَدٌ ہے صَمَدٌ ہے فرد ہے، ماں باپ سے اولاد سے پاک ہے۔ اس کی کفو کا کوئی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۷۵)

﴿۵۲﴾ حضرت لقمان کی نصیحتیں

حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں

حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ خدا تعالیٰ کو جب کوئی چیز سونپ دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔

آپ کا فرمان ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اگر وہ لوگ اللہ کا ذکر کریں تو تم ان میں سب سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر گپ شپ شروع کر دیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔

مروی ہے کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لیے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی ایک تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہوگئی تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حبشیوں کو دیکھا کہ ان میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں، لقمان حکیم، نجاشی اور حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۹۰، ۱۹۱)

﴿۵۳﴾ دیندار فقراء جنت کے بادشاہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں، غبار آلود اور گرد سے اَٹے ہوئے، وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں ملتی، وہ اگر کسی بڑے گھرانے میں مانگا ڈالیں تو وہاں کی بیٹی انہیں نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور اُن کی اُمنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے ہو خود فوت ہو جاتے ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔ انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کو کافی ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے، ملک و منال والے، عزت و جلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں، نہروں میں، نعمتوں میں، راحتوں میں مشغول ہوں گے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو کم مال والا، کم جانوں والا، نمازی، عبادت و اطاعت گزار، پوشیدہ و علانیہ مطیع ہو، لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو، اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں اور وہ اس پر صابر ہو۔ پھر حضور ﷺ نے چٹکی بجا کر فرمایا: اس کی موت جلدی آ جاتی ہے، اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے، اس پر رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب بندے غرباء ہیں جو اپنے دین کو لیے پھرتے ہیں۔ جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۹۰، ۱۹۲)

﴿۵۴﴾ دعا مانگنے کے آداب

(۱) دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے:

دعا صرف خدا سے مانگئے، اس کے سوا کبھی کسی کو حاجت روائی کے لیے نہ پکاریئے، اس لیے کہ دعا، عبادت کا جوہر ہے اور عبادت کا مستحق تنہا خدا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۚ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴾ (سورۃ الرعد: آیت ۱۴)

ترجمہ: ”اسی کو پکارنا برحق ہے۔ اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کو پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی (دور ہی سے) اس کے منہ میں آ پہنچے، حالانکہ پانی اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بے نتیجہ بھٹک رہی ہیں۔“

یعنی حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔سب اسی کے محتاج ہیں۔اس کے سوا کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور اس کی دعاؤں کا جواب دے۔

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ (سورۃ الفاطر: آیت ۱۵)

ترجمہ: ''انسانو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اللہ ہی غنی اور بے نیاز اور اچھی صفات والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو حرام سمجھو، میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں۔

میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ ہی سے روزی مانگو میں تمہیں روزی دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے۔ سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔

میرے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ'' آدمی کو اپنی ساری حاجتیں خدا سے ہی مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو خدا ہی سے مانگے اور اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اسی سے مانگے۔'' (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کے لیے خدا ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اس کے سوا نہ کوئی دعاؤں کا سننے والا ہے اور نہ کوئی مرادیں پوری کرنے والا ہے۔

(۲) ناجائز اور نامناسب باتوں کی دعا نہ مانگو:

خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہو، ناجائز مقاصد اور گناہ کے کاموں کے لیے خدا کے حضور ہاتھ پھیلانا انتہائی درجے کی بے ادبی، بے حیائی اور گستاخی ہے، حرام اور ناجائز مرادوں کے پورا ہونے کے لیے خدا سے دعائیں کرنا اور منتیں ماننا دین کے ساتھ بدترین قسم کا مذاق ہے۔ اسی طرح ان باتوں کے لیے بھی دعا نہ مانگئے جو خدا نے ازلی طور پر طے فرما دی ہیں اور جن میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً کوئی پستہ قد انسان اپنے قد کے دراز ہونے کی دعا کرے، یا کوئی غیر معمولی دراز قد انسان قد کے پست ہونے کی دعا کرے، یا کوئی دعا کرے کہ میں ہمیشہ جوان رہوں اور کبھی بڑھاپا نہ آئے وغیرہ۔ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾

ترجمہ: ''اور ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک اسی طرح رکھو اور اسی کو پکارو اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔'' (سورۂ اعراف: آیت ۲۹)

خدا کے حضور اپنی ضرورتیں رکھنے والا نافرمانی کی راہ پر چلتے ہوئے ناجائز مرادوں کے لیے دعائیں نہ مانگے بلکہ اچھا کردار اور پاکیزہ جذبات پیش کرتے ہوئے نیک مرادوں کے لیے خدا کے حضور اپنی درخواست رکھے۔

(۳) دعا اخلاص اور یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے:

دعا، گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت سے مانگئے۔ اور اس یقین کے ساتھ مانگئے کہ جس خدا سے آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کے حالات کا پورا پورا یقینی علم رکھتا ہے اور آپ پر انتہائی مہربان بھی ہے، اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے، نمود و نمائش، ریاکاری اور شرک کے ہر شائبے سے اپنی دعاؤں کو بے آمیزہ رکھئے۔ قرآن میں ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ (سورۃ المومن: آیت ۱۴)

ترجمہ: ''پس اللہ کو پکارو اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔''

اور سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۸۶)

ترجمہ: ''اور اے رسول! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دیجئے کہ میں اسے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں، لہٰذا انہیں میری دعوت قبول کرنی چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے تاکہ وہ راہِ راست پر چلیں۔''

(۴) دعا پوری توجہ اور حضور قلب سے مانگنی چاہیے:

دعا پوری توجہ، یکسوئی اور حضور قلب سے مانگئے اور خدا سے اچھی امید رکھئے اپنے گناہوں کے انبار پر نگاہ رکھنے کے بجائے خدا کے بے پایاں عفو وکرم اور بے حد وحساب جود وسخا پر نظر رکھئے۔ اس شخص کی دعا درحقیقت دعا ہی نہیں ہے جو غافل اور لاپرواہ ہو اور لا اُبالی پن کے ساتھ محض نوک زبان سے کچھ الفاظ بے دلی کے ساتھ ادا کر رہا ہو اور خدا سے خوش گمان نہ ہو۔ حدیث میں ہے۔

''اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے (حضورِ قلب سے) دعا کیجئے۔ خدا ایسی دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پروا دل سے نکلی ہو۔'' (ترمذی)

(۵) دعا انتہائی عاجزی اور خشوع کے ساتھ مانگنی چاہیے:

دعا انتہائی عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ مانگئے۔ خشوع اور خضوع سے مراد یہ ہے کہ آپ کا دل خدا کہ ہیبت اور عظمت وجلال سے لرز رہا ہو اور جسم کی ظاہری حالت پر بھی خدا کا خوف پوری طرح ظاہر ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، آواز پست ہو، اعضاء ڈھیلے پڑے ہوئے ہوں، آنکھیں نم ہوں، اور تمام انداز واطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو، نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی کے بالوں سے کھیل رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔'' دراصل دعا مانگتے وقت آدمی کو اس تصور سے لرزنا چاہیے کہ میں ایک درماندہ فقیر ایک بے نوا مسکین ہوں، اگر خدا نخواستہ میں اس در سے ٹھکرا دیا گیا تو پھر میرے لیے کہیں کوئی ٹھکانا نہیں، میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے جو کچھ ملا ہے خدا ہی سے ملا ہے اور اگر خدا نہ دے تو دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو مجھے کچھ دے سکے۔ خدا ہی ہر چیز کا وارث ہے۔ اسی کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے۔ بندہ محض فقیر اور عاجز ہے۔ قرآن پاک میں ہدایت ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۵۵)

ترجمہ: ''اپنے رب کو عاجزی اور زاری کے ساتھ پکارو۔''

عبدیت کی شان ہی یہی ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کو نہایت عاجزی اور مسکنت کے ساتھ گڑگڑا کر پکارے۔ اور اس کا دل و دماغ، جذبات واحساسات اور سارے اعضاء اس کے حضور جھکے ہوئے ہوں، اور اس کے ظاہر وباطن کی پوری کیفیت سے احتیاج وفریاد ٹپک رہی ہو۔

(۶) دعا چپکے چپکے دھیمی آواز سے مانگنی چاہیے:

دعا چپکے چپکے دھیمی آواز سے مانگئے۔ خدا کے حضور ضرور گڑگڑائیے لیکن اس گریہ وزاری کی نمائش ہرگز نہ کیجئے۔ بندے کی عاجزی اور انکساری اور فریاد صرف خدا کے سامنے ہونی چاہیے۔ بلاشبہ بعض اوقات دعا زور زور سے بھی کر سکتے ہیں لیکن یا تو تنہائی میں ایسا کیجئے یا پھر جب اجتماعی دعا کرا رہے ہوں تو اس وقت بلند آواز سے دعا کیجئے تاکہ دوسرے لوگ آمین کہیں۔ عام حالات میں خاموشی کے ساتھ پست آواز میں دعا کیجئے اور اس بات کا پورا اہتمام کیجئے کہ آپ کی گریہ وزاری اور فریاد بندوں کو دکھانے کے لیے ہرگز نہ ہو۔

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

(سورۂ اعراف: آیت ۲۰۵)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ یاد کیا کرو اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے صبح و شام یاد کرو۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کی شان بندگی کی تعریف کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے:

﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾ (سورۂ مریم: آیت ۳)

ترجمہ: ''جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے سے پکارا۔''

(۷) دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک کام کیجئے یا نیک کام کا واسطہ دے کر دعا کیجئے:

دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک عمل ضرور کیجئے مثلاً کچھ صدقہ و خیرات کیجئے، کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیجئے، یا نفل نماز اور روزوں کا اہتمام کیجئے اور اگر خدانخواستہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو اپنے اعمال کا واسطہ دے کر دعا کیجئے جو آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لیے کئے ہوں۔ قرآن میں ہے:

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (سورۃ الفاطر: آیت ۱۰)

ترجمہ: ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل انہیں بلند مدارج طے کراتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے ایک بار تین ایسے اصحاب کا واقعہ سنایا جو ایک اندھیری رات میں ایک غار کے اندر پھنس گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور خدا نے ان کی مصیبت کو دور فرما دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ تین ساتھیوں نے ایک رات غار میں پناہ لی، خدا کا کرنا، پہاڑ سے ایک چٹان پھسل کر غار کے منہ پر آپڑی اور غار بند ہو گیا۔ دیو قامت چٹان تھی، بھلا ان کے بس میں کہاں تھا کہ اس کو ہٹا کر غار کا منہ کھول دیں۔ مشورہ یہ ہوا کہ اپنی اپنی زندگی کے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی جائے، کیا عجب کہ خدا سن لے اور اس مصیبت سے نجات مل جائے۔ چنانچہ ایک نے کہا:

''میں جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر گزارہ تھا میرا۔ جب میں جنگل سے واپس آتا تو سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور پھر اپنے بچوں کو، ایک دن میں دیر سے آیا۔ بوڑھے ماں باپ سو چکے تھے۔ بچے جاگ رہے تھے اور بھوکے تھے۔ لیکن میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ ماں باپ سے پہلے بچوں کو پلاؤں اور یہ بھی گوارا نہ کیا کہ والدین کو جگا کر تکلیف پہنچاؤں۔ چنانچہ میں رات بھر دودھ کا پیالہ لئے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ بچے میرے پیروں میں چمٹ چمٹ کر روتے رہے لیکن میں صبح تک اسی طرح کھڑا رہا۔ خدایا! میں نے یہ عمل خالص تیری خاطر کیا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے چٹان ہٹا دے۔'' اور چٹان اتنی ہٹی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے کہا: ''میں نے کچھ مزدوروں سے کام لیا اور سب کو مزدوری دے دی لیکن ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ کچھ

عرصے کے بعد جب وہ مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا یہ گائیں بکریاں اور یہ نوکر چاکر سب تمہارے ہیں لے جاؤ۔ وہ بولا خدا کے لیے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا مذاق نہیں واقعی یہ سب کچھ تمہارا ہے تم جو رقم چھوڑ کر گئے تھے۔ میں نے اس کو کاروبار میں لگایا۔ خدا نے اس میں برکت دی اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب اسی سے حاصل ہوا ہے یہ تم اطمینان کے ساتھ لے جاؤ۔ سب کچھ تمہارا ہے، وہ شخص سب کچھ لے کر چلا گیا۔ خدایا! یہ میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے چٹان کو دور فرمادے۔'' خدا کے کرم سے چٹان اور ہٹ گئی۔

تیسرے نے کہا: ''میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھ کو غیر معمولی محبت ہوگئی تھی۔ اس نے کچھ رقم مانگی۔ میں نے رقم مہیا کردی، لیکن جب میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے پاس بیٹھا تو اس نے کہا خدا سے ڈرو اس کام سے باز رہو۔ میں فوراً اٹھ گیا اور میں نے وہ رقم بھی اس کو بخش دی۔ اے خدا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ سب محض تیری خوشنودی کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ کو کھول دے۔'' خدا نے غار کے منہ سے چٹان ہٹادی اور تینوں کو خدا نے اس مصیبت سے نجات بخشی۔

(۸) اچھے کاموں کی طرف سبقت اور حرام کاموں سے پرہیز کیجئے:

نیک مقاصد کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو خدا کی ہدایت کے مطابق سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کیجئے، گناہ اور حرام سے پوری طرح پرہیز کیجئے۔ ہر کام میں خدا کی ہدایت کا پاس و لحاظ کیجئے اور پرہیزگاری کی زندگی گزاریئے۔ حرام کھا کر، حرام پی کر، حرام پہن کر اور بے باکی کے ساتھ حرام کے مال سے اپنے جسم کو پال کر دعا کرنے والا یہ آرزو کرے کہ میری دعا قبول ہو، تو یہ زبردست نادانی اور ڈھٹائی ہے۔ دعا کو قابل قبول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا قول و عمل بھی دین کی ہدایت کے مطابق ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خدا پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور خدا نے مومنوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے چنانچہ اس نے فرمایا:

﴿ يَآأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾ (سورۃ المومنون: آیت ۵۱)

ترجمہ: ''اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو۔''

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۷۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں وہ کھاؤ۔''

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر حاضری دیتا ہے، غبار میں اٹا ہوا ہے۔ گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کے جسم کی نشو ونما ہوئی ہے۔ تو ایسے (باغی اور نافرمان) شخص کی دعا کیوں قبول ہو سکتی ہے؟ (صحیح مسلم)

(۹) اللہ تعالیٰ سے برابر دعا مانگتے رہو:

برابر دعا کرتے رہو۔ خدا کے حضور، اپنی عاجزی اور احتیاج اور عبودیت کا اظہار خود ایک عبادت ہے، خدا نے خود دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی سنتا ہوں۔ دعا کرنے سے کبھی نہ اکتایئے۔ اور اس چکر میں کبھی نہ پڑیئے کہ دعا سے تقدیر بدلے گی یا نہیں، تقدیر کا بدلنا نہ بدلنا، دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کا کام ہے، جو علیم و حکیم ہے۔ بندے کا کام بہرحال یہ ہے کہ وہ ایک فقیر محتاج کی طرح برابر اس سے دعا کرتا رہے اور لمحہ بھر کے لیے بھی خود کو بے نیاز نہ سمجھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑا عاجز وہ

ہے جو دعا کرنے میں عاجز ہے۔'' (طبرانی)

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ '' خدا کے نزدیک دعا سے زیادہ عزت و اکرام والی چیز اور کوئی نہیں ہے۔'' (ترمذی)

مومن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ رنج و راحت، دکھ اور سکھ، تنگی اور خوش حالی، مصیبت و آرام ہر حال میں خدا ہی کو پکارتا ہے، اسی کے حضور اپنی حاجتیں رکھتا ہے اور برابر اس سے خیر کی دعا کرتا رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے '' جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا۔ خدا اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

(۱۰) دعا قبول نہ ہو پھر بھی دعا مانگتے رہو:

دعا کی قبولیت کے معاملے میں خدا پر بھروسہ رکھئے، اگر دعا کی قبولیت کے اثرات جلد ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو مایوس ہو کر دعا چھوڑ دینے کی غلطی کبھی نہ کیجئے، قبولیت دعا کی فکر میں پریشان ہونے کے بجائے صرف دعا مانگنے کی فکر کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں '' مجھے دعا قبول ہونے کی فکر نہیں ہے، مجھے صرف دعا مانگنے کی فکر ہے۔ جب مجھے دعا مانگنے کی توفیق ہوگئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ حاصل ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: '' جب کوئی مسلمان خدا سے کچھ مانگنے کے لیے خدا کی طرف منہ اُٹھاتا ہے تو خدا اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے، یا تو اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے یا خدا اس کے لیے اس کی مانگی چیز کو آخرت کے لیے جمع فرما دیتا ہے۔''

قیامت کے دن خدا ایک بندہ مومن کو اپنے حضور طلب فرمائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا '' اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیری دعا کو قبول کروں گا۔ تو کیا تو نے دعا مانگی تھی؟'' وہ کہے گا '' پروردگار! مانگی تھی۔'' پھر خدا فرمائے گا۔ '' تو نے مجھ سے جو دعا بھی مانگی تھی میں نے وہ قبول کی، کیا تو نے فلاں دن یہ دعا نہ کی تھی کہ میں تیرا رنج و غم دور کروں جس میں تو مبتلا تھا اور میں نے تجھے اس رنج و غم سے نجات بخشی تھی؟'' بندہ کہے گا '' بالکل سچ ہے پروردگار!''

پھر خدا فرمائے گا: '' وہ دعا تو میں نے قبول کر کے دنیا ہی میں، میں نے تیری آرزو پوری کر دی تھی اور فلاں روز پھر تو نے دوسرے غم میں مبتلا ہونے پر دعا کی کہ خدایا! اس مصیبت سے نجات دے مگر تو نے اس رنج و غم سے نجات نہ پائی اور برابر اس میں مبتلا رہا۔'' وہ کہے گا '' بے شک پروردگار!'' تو خدا فرمائے گا '' میں نے اس دعا کے عوض جنت میں تیرے لیے طرح طرح کی نعمتیں جمع کر رکھی ہیں۔'' اور اسی طرح دوسری حاجتوں کے بارے میں بھی دریافت کر کے یہی فرمائے گا۔''

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' بندۂ مومن کی کوئی دعا ایسی نہ ہوگی جس کے بارے میں خدا یہ بیان نہ فرما دے کہ یہ میں نے دنیا میں قبول کی اور یہ تمہاری آخرت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھی اس وقت بندۂ مومن سوچے گا کاش میری کوئی دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی اس لیے بندے کو ہر حالت میں دعا مانگتے رہنا چاہیے۔'' (حاکم)

(۱۱) دعا کے وقت ظاہر و باطن پاک صاف ہونا چاہیے:

دعا مانگتے وقت ظاہری آداب، طہارت، پاکیزگی کا پورا پورا خیال رکھئے اور قلب کو بھی ناپاک جذبات، گندے خیالات اور بے ہودہ معتقدات سے پاک رکھئے۔ قرآن میں ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۲۲۲)

ترجمہ: '' بے شک خدا کے محبوب بندے وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور نہایت پاک صاف رہتے ہیں۔''

اور سورۂ مدثر میں ہے:

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (سورۃ المدثر: آیت ۳،۴)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے اور اپنے نفس کو پاک رکھئے۔''

(۱۱) پہلے سے اپنے لیے پھر دوسرں کیلئے دعا کیجئے:

دوسروں کے لیے بھی دعا کیجئے۔ لیکن ہمیشہ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ پہلے اپنے لیے دعا مانگئے پھر دوسروں کے لیے۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی دو دعائیں نقل کی گئی ہیں جن سے یہی سبق ملتا ہے:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلوٰةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (سورۃ ابراہیم: آیت ۴۰-۴۱)

ترجمہ: ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ اور میرے والدین اور سارے مسلمانوں کو اس دن معاف فرمادے جبکہ حساب قائم ہوگا۔''

﴿رَبِّ اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ (سورۃ نوح: آیت ۲۸)

ترجمہ: ''میرے رب! میری مغفرت فرما، اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما، اور ان مومنوں کی مغفرت فرما جو ایمان لاکر میرے گھر میں داخل ہوئے اور سارے ہی مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کا ذکر فرماتے تو اس کے لیے دعا کرتے اور دعا اپنی ذات سے شروع کرتے۔ (ترمذی)

(۱۳) امام کو جامع اور جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے:

اگر آپ امامت کر رہے ہیں تو ہمیشہ جامع دعائیں مانگئے اور جمع کے صیغے استعمال کیجئے۔ قرآن پاک میں جو دعائیں نقل کی گئی ہیں، ان میں بالعموم جمع ہی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔

(۱۴) دعا میں تنگی نظری سے پرہیز کیجئے:

دعا میں تنگ نظری اور خود غرضی سے بھی بچئے اور خدا کی عام رحمت کو محدود سمجھنے کی غلطی کر کے اس کے فیض و بخشش کو اپنے لیے خاص کرنے کی دعا نہ کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک بدو آیا، اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی اور کہا اے خدا مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے خدا کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا۔'' (بخاری)

(۱۵) دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے پرہیز کیجئے:

دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے بھی پرہیز کیجئے اور سادہ انداز میں گڑگڑا کر دعا مانگئے گانے اور سر ہلانے سے اجتناب کیجئے۔ البتہ بغیر کسی تکلیف کے کبھی زبان سے موزوں الفاظ نکل جائیں یا قافیے کی رعایت ہو جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض دعائیں ایسی منقول ہیں جن میں بے ساختہ قافیہ بندی اور وزن کی رعایت کی گئی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہایت ہی جامع دعا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَ مَنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا''

ترجمہ: ''خدایا! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اس نفس سے جس میں صبر نہ ہو، اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔''

(۱۶) دعا کا آغاز اللہ کی حمد وثنا اور صلوٰۃ وسلام سے کیجئے:

دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور درود وسلام سے کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب کسی شخص کو خدا یا کسی انسان سے ضرورت وحاجت پوری کرنے کا معاملہ درپیش آئے تو اس کو چاہیے کہ پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر خدا کی حمد وثنا کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجے اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں اپنی ضرورت کو بیان کرے۔'' (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کی شہادت ہے کہ بندہ کی جو دعا خدا کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کے ساتھ پہنچتی ہے، وہ شرفِ قبولیت پاتی ہے۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد کہا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ''خدایا! میری مغفرت فرما۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر اس سے کہا: ''تم نے مانگنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ جب نماز پڑھ کر بیٹھو تو پہلے خدا کی حمد وثنا کرو پھر درود شریف پڑھو پھر دعا مانگو۔'' آپ ﷺ یہ فرما ہی رہے تھے کہ دوسرا آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھ کر خدا کی حمد وثنا بیان کی، درود شریف پڑھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اب دعا مانگو، دعا قبول ہوگی۔'' (ترمذی)

(۱۷) قبولیت دعا کے خاص اوقات اور حالات:

خدا سے ہر وقت ہر آن دعا مانگتے رہو اس لیے کہ وہ اپنے بندوں کی فریاد سننے سے کبھی نہیں اکتاتا۔ البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خاص اوقات اور مخصوص حالات ایسے ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں لہٰذا ان مخصوص حالات میں دعاؤں کا خصوصی اہتمام فرمائیے۔

① رات کے پچھلے حصے کے سناٹے میں جب عام طور پر لوگ میٹھی نیند کے مزے میں مست پڑے ہوتے ہیں جو بندہ اٹھ کر اپنے رب سے راز و نیاز کی گفتگو کرتا ہے اور مسکین بن کر اپنی حاجتیں اس کے حضور رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''خدا ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا پچھلا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اسے معاف کروں۔'' (ترمذی)

② شب قدر میں زیادہ سے زیادہ دعا کیجئے کہ یہ رات خدا کے نزدیک ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے اور یہ دعا خاص طور پر پڑھئے۔ (ترمذی)

'' اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ''

ترجمہ: ''خدایا تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرمادے۔''

③ میدانِ عرفات میں جب ۹/ ذی الحجہ کو خدا کے مہمان جمع ہوتے ہیں۔

④ جمعہ کی مخصوص ساعت میں جو جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے نماز کے ختم ہونے تک یا نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک ہے۔

⑤ اذان کے وقت اور میدان جہاد میں جب مجاہدوں کی صف بندی کی جارہی ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''دو چیزیں خدا کے

دربار میں رد نہیں کی جاتیں، ایک اذان کے وقت کی دعا، دوسری جہاد (میں صف بندی) کے وقت کی دعا۔ (ابوداؤد)

⑥ اذان اور تکبیر کے درمیانی وقفہ میں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''اذان اور اقامت کے درمیانی وقفہ کی دعا رد نہیں کی جاتی'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، یارسول اللہ! اس وقفے میں کیا دعا مانگا کریں۔ فرمایا: ''یہ دعا مانگا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

ترجمہ: ''خدایا! میں تجھ سے عفو وکرم اور عافیت وسلامتی مانگتا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

⑦ رمضان کے مبارک ایام میں بالخصوص افطار کے وقت۔ (بزار)

⑧ فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی)

⑨ سجدے کی حالت میں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت ہی قربت حاصل کر لیتا ہے پس تم اس حالت میں خوب خوب دعا مانگا کرو۔''

⑩ جب آپ کسی شدید مصیبت یا انتہائی رنج وغم میں مبتلا ہوں۔ (حاکم)

⑪ جب ذکر فکر کی کوئی دینی مجلس منعقد ہو۔ (بخاری، مسلم)

⑫ جب قرآن پاک کا ختم ہو۔ (طبرانی)

(۱۸) قبولیت دعا کے مخصوص مقامات:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ سے بصرہ جانے لگے تو آپ نے مکہ والوں کے نام ایک خط لکھا جس میں مکہ کے قیام کی اہمیت اور فضائل بیان کئے اور یہ بھی واضح کیا کہ مکے میں ان پندرہ مقامات پر خصوصیت کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔

۱ ملتزم کے پاس	۲ میزاب رحمت کے نیچے	۳ کعبہ کے اندر
۴ چاہ زمزم کے پاس	۵ صفاومروہ پر	۶ صفاومروہ کے پاس جہاں سعی کی جاتی ہے
۷ مقام ابراہیم کے پیچھے	۸ عرفات میں	۹ مزدلفہ میں
۱۰ منیٰ میں	۱۱ جمرات کے پاس۔ (حصن حصین)	

(۱۹) منقول دعاؤں کا اہتمام کیجئے:

برابر کوشش کرتے رہو کہ آپ کو خدا سے دعا مانگنے کے وہی الفاظ یاد ہو جائیں جو قرآن پاک اور احادیث رسول میں آئے ہیں۔ خدا نے اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کو دعا مانگنے کے جو انداز اور الفاظ بتائے ہیں ان سے اچھے الفاظ اور انداز کوئی کہاں سے لائے گا؟ پھر خدا کے بتائے ہوئے اور رسولوں کے اختیار کئے ہوئے الفاظ میں جو اثر، مٹھاس، جامعیت، برکت اور قبولیت کی شان ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کلام میں کیسے ممکن ہے! اسی طرح نبی کریم نے شب وروز کی جو دعائیں مانگی ہیں ان میں بھی سوز، مٹھاس، جامعیت اور عبودیت کاملہ کی ایسی شان پائی جاتی ہے کہ ان سے بہتر دعاؤں، التجاؤں اور آرزوؤں کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن وحدیث کی بتلائی ہوئی دعاؤں کا ورد رکھنے اور ان کے الفاظ اور مفہوم پر غور کرنے سے ذہن وفکر کی یہ تربیت بھی ہوتی ہے کہ مومن کی تمنائیں اور التجائیں کیا ہونی چاہئیں۔ کن کاموں میں اس کو اپنی قوتوں کو کھپانا چاہیے اور کن چیزوں کو اپنا منتہائے مقصود بنانا چاہیے۔

بلاشبہ دعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے۔ بندہ اپنے خدا سے جس زبان اور جن الفاظ میں جو چاہے مانگے۔ مگر یہ خدا کا مزید فضل وکرم ہے کہ اس نے یہ بھی بتایا کہ مجھ سے مانگو اور اس طرح مانگو اور دعاؤں کے الفاظ تلقین کرکے بتادیا کہ مومن کو

دین ودنیا کی فلاح کے لیے کیا نقطہ نظر رکھنا چاہیے۔اور کن تمناؤں اور آرزوؤں سے دل کی دنیا کو آراستہ رکھنا چاہیے اور پھر دین ودنیا کی کوئی حاجت اور خیر کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے دعا نہ سکھائی گئی ہو۔اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ خدا سے،قرآن وسنت کے بتائے ہوئے الفاظ ہی میں دعا مانگیں اور انہیں دعاؤں کا ورد رکھیں جو قرآن میں نقل کی گئی ہیں یا مختلف اوقات میں خود نبی کریم ﷺ نے مانگی ہیں۔البتہ جب تک آپ کو قرآن وسنت کی یہ دعائیں یاد نہیں ہوجاتیں اس وقت تک کے لیے آپ کم ازکم یہی اہتمام کیجئے کہ اپنی دعاؤں میں کتاب وسنت کی بتائی ہوئی دعاؤں کے مفہوم ہی کو پیش نظر رکھیں۔آگے،قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کی چند جامع دعائیں نقل کی جاتی ہیں،ان مبارک دعاؤں کو دھیرے دھیرے یاد کیجئے اور پھر انہیں کا ورد رکھئے۔

(۳۰) چند جامع دعائیں:

① ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۂ بقرہ:آیت ۲۰۱)

ترجمہ:''اے ہمارے رب!ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے!اور آخرت میں بہتری دیجئے!اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے!''

② ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (سورۂ فرقان:آیت ۷۴)

ترجمہ:''اے ہمارے رب!ہم کو ہماری عورتوں (یا ہمارے شوہروں) اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما!اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے۔''

③ ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۂ آل عمران:آیت ۱۶)

ترجمہ:''اے ہمارے رب!ہم ایمان لے آئے،سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے!اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے!''

④ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (سورۂ فاتحہ:آیت ۵)

ترجمہ:''بتا ہم کو سیدھی راہ۔''

⑤ ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ کی آخری آیات)

ترجمہ:''اور درگزر کیجئے ہم سے!اور بخشش دیجئے ہم کو!اور رحم کیجئے ہم پر!آپ ہمارے کارساز ہیں،سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔''

⑥ ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ یونس:آیت ۸۵۔۸۶)

ترجمہ:''اے ہمارے رب!ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختہ مشق نہ بنا،اور ہم کو مہربانی فرما کر ان کافروں سے نجات دے!''

⑦ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (سورۂ ابراہیم:آیت ۴۱)

ترجمہ:''اے ہمارے رب!میری مغفرت کردیجئے!اور میرے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی بھی،حساب قائم ہونے کے دن۔''

⑧ (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْغِنٰى) (رواہ مسلم،مشکوٰۃ:ص ۲۱۸)

ترجمہ:''اے اللہ!میں آپ سے ہدایت،پرہیزگاری،پاکدامنی اور بے نیازی طلب کرتا ہوں۔''

⑨ (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)

ترجمہ:''اے اللہ!میں آپ سے بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں دنیا اور آخرت میں۔'' (رواہ الترمذی وابن ماجہ،مشکوٰۃ:ص ۲۱۹)

⑩ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ) (رواہ البیہقی، فی الدعوات الکبیر، مشکوٰۃ: ص۲۲۰)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ سے صحت وتندرستی اور پاکدامنی وپارسائی امانت اور اچھی سیرت اور تقدیر پر راضی رہنے کی درخواست کرتا ہوں۔''

⑪ (اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكِذْبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ تَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَاتُخْفِی الصُّدُوْرُ) (حوالہ بالا)

ترجمہ: ''یاالٰہی! پاک کردے میرے دل کو نفاق سے، اور میرے عمل کو ریاکاری سے، اور میری زبان کو جھوٹ سے، اور میری نگاہ کو خیانت سے، آپ خوب جانتے ہیں، آنکھوں کی خیانت کو اور ان باتوں کو جن کو دل چھپاتے ہیں۔''

⑫ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا) (حوالہ بالا)

ترجمہ: ''یاالٰہی! میں آپ سے نفع بخش علم، مقبول علم اور پاکیزہ روزی مانگتا ہوں۔''

⑬ (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ) (رواہ مسلم، مشکوٰۃ: ص۲۱۸)

ترجمہ: ''یاالٰہی! میری مغفرت فرما! اور مجھ پر رحم فرما! اور مجھے ہدایت نصیب فرما! اور مجھے عافیت عطا فرما، اور مجھے روزی عطا فرما۔''

⑭ (اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ) (مشکوٰۃ: ص۱۸۲)

ترجمہ: ''یاالٰہی! آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔ پس میری خطائیں معاف فرما!''

⑮ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ) (رواہ مسلم، مشکوٰۃ: ص۸۷)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں کانے دجال کے فتنے سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔''

⑯ (رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) (رواہ احمد وابوداؤد، والنسائی مشکوٰۃ: ص۸۸)

ترجمہ: ''اے میرے رب! میری مدد فرما، تیرا ذکر کرنے، تیرا شکر کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے پر۔''

⑰ (رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) (سورۂ طٰہٰ: آیت۱۱۴)

ترجمہ: ''اے میرے رب میرے علم وفہم میں اضافہ فرما۔''

﴿۵۵﴾ پریشانیوں سے نجات اور رزق میں برکت کیلئے آسان نبوی نسخہ

'' مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ''

ترجمہ: ''وہی ہوگا جو اللہ چاہے نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت سوائے اللہ کے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح میں یہ دعا پڑھ لے تو اس دن بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو اس رات بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

(ابن السنی، کنزالعمال: ۱۰۶/۲، الدعاء المسنون: ص۲۵۴)

﴿۵۶﴾ بسم اللہ کے خواص

① مجربات دیربی مطبوعہ مصر ص۴ پر شیخ احمد دیربی کبیر فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کے بعض خواص میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی محرم کی یکم

تاریخ کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک ورق (کاغذ) پر ایک سو تیرہ (۱۱۳) بار لکھ کر اپنے پاس رکھے تو پوری زندگی اس کو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

(۲) بعض صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بارہ ہزار بار پڑھے، اور ہر ایک ہزار کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، پھر دوبارہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور ایک ہزار کے بعد دو رکعت نماز اور درود شریف پڑھ کر طلب حاجت کرے، اسی طرح پڑھتا رہے یہاں تک کہ بارہ ہزار عدد مذکور پورے ہو جائیں۔ پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، حاجت اس کی جس طرح کی ہوگی باذن اللہ پوری ہوگی۔
(مجربات دیربی: ص۴)

(۳) جو شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سات سو چھیاسی (۷۸۶) بار متواتر سات دن جس کام کے واسطے پڑھے گا خواہ نفع حاصل کرنے کے واسطے ہو یا مصیبت کو ہٹانے کے واسطے ہو یا کاروبار کے واسطے ہو۔ انشاء اللہ وہ مقصد پورا ہوگا۔ (مجربات دیربی: ص۴)

(۴) خزینۃ الاسرار للنازلی میں لکھا ہے کہ جو شخص رات کو سوتے وقت اکیس (۲۱) دفعہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سوئے وہ تمام انسانی، شیطانی شرارتوں اور جن، بھوت اور آگ سے محفوظ رہے گا۔

(۵) مرگی والے کے کان میں اکتالیس (۴۱) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر دم کرنے سے وہ ہوش میں آجاتا ہے۔

(۶) درد یا جادو وغیرہ متواتر (لگاتار) سات دن سو (۱۰۰) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے درد اور جادو دور ہو جاتا ہے۔

(۷) اتوار کی صبح سورج نکلتے ہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سو (۱۰۰) دفعہ درود شریف پڑھنے سے غیبی رزق کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۸) اکیس (۲۱) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنے سے بچہ تمام آفات وبلیات سے مامون رہتا ہے۔

(۹) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اکسٹھ (۶۱) بار کسی کاغذ پر لکھی جائے اور جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو وہ اس کو اپنے پاس بطور تعویذ رکھے۔ انشاء اللہ اس کی اولاد زندہ رہے گی، یہ امر مجرب اور آزمودہ ہے۔ (مجربات دیربی)

(۱۰) اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک سو ایک (۱۰۱) بار لکھ کر اپنے کھیت میں دفن کرے تو موجب سرسبزی کھیت وفراوانی غلہ وحفاظت از جملہ آفات وباعث حصول برکت ہوگا۔ (مجربات دیربی: صفحہ۶)

(۱۱) ایک مرد صالح نے کہا کہ جو کوئی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چھ سو پچیس (۶۲۵) بار لکھ کر اپنے پاس رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہیبت عظیم دے گا۔ کوئی شخص اس کو ستا نہ سکے گا۔ باذن اللہ۔ (کتاب الداء والدواء للنواب صدیق حسن خان: ص۱۷)

(۱۲) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۶۸ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی برکات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فرعون نے دعوائے الوہیت کرنے سے پہلے ایک مکان بنایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی تھی۔ جب اس نے خدائی دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ کی تو اس نے قبول نہ کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں بددعا کی: ''خداوندا! تو نے اس خبیث کو کس لیے مہلت دے رکھی ہے؟'' وحی آئی اے موسیٰ! یہ ہے تو اس قابل کہ اس کو ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون پر گھر میں عذاب نہیں آیا، بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں غرق کر دیا گیا۔

سبحان اللہ! جب ایک کافر کا گھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی وجہ سے عذاب سے بچ گیا تو اگر کوئی مسلمان اس کو اپنے دل ودماغ اور زبان پر لکھ لے تو کیوں نہ وہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

(۱۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے کہا ہے کہ جب طوفان نوح نے اس دنیا کو اپنے خوف ناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوفِ غرق سے بہت ہراساں ولرزاں تھے۔ انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اسی عذابِ خداوندی سے محفوظ رہنے کے لیے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ وسالم رہی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدھے کلمے کی وجہ سے اتنے ہیبت ناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی، تو جو شخص اپنی پوری زندگی اس پورے کلمے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرلے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟

(تفسیر عزیزی: صفحہ ۶ او تفسیر کبیر: جلد ا صفحہ ۱۶۹)

(۱۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس ملکہ یمن کو پہلا خط لکھا تو ''اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' لکھا تو اس کی برکت سے بلقیس ان کے نکاح میں آئی اور اس کا پورا ملک حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آیا۔ (تفسیر کبیر: جلد ا صفحہ ۱۶۹)

(۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دفعہ قبرستان سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص کو نہایت شدت کے ساتھ عذاب دیا جارہا ہے، یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وضو اور نہا کر واپس ہوئے۔ اب واپسی پر جو اس قبر کے پاس سے گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہورہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے اس کا راز بتایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ روح اللہ! یہ شخص سخت گنہگار و بدکار تھا، اس وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مکتب بھیجا گیا، وہاں اس کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھائی۔ مجھے حیا آئی کہ زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں کہ جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیر کبیر: جلد ا صفحہ ۱۷۲)

(۱۶) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مخص زہر ہلاہل (مہلک) کا لبریز پیالہ لایا اور کہا کہ اگر آپ اس زہر کو پی کر صحیح سلامت زندہ رہیں تو ہم جان لیں گے کہ آپ کا مذہب اسلام سچا مذہب ہے۔ آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وہ زہر پی لیا اور خدا کے فضل سے کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

(۱۷) قیصر روم کو بڑی شدت سے دردِ سر ہوا۔ علاج معالجہ سے مایوسی کے بعد اس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ مجھے دردِ سر کی شکایت ہے کچھ علاج کیجئے۔ آپ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیج دی۔ جب بادشاہ ٹوپی اوڑھتا تھا تو درد کافور ہوجاتا اور جب اتار دیتا تھا تو دردِ سر دوبارہ شروع ہوجاتا، اس کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے ٹوپی کو کھلوا کر دیکھا تو اس میں ایک پرچہ رکھا ہوا تھا جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوتھا۔ (تفسیر کبیر: جلد ا صفحہ ۱۷۱)

(۱۸) نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ گھنٹوں کے لیے تو پانچ وقت نمازیں مقرر ہیں اور انیس (۱۹) گھنٹوں کے لیے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت وسکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعے برکت وعبادت حاصل ہو۔ یعنی ان حروف (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔ (تفسیر عزیز: ۱/۱۶)

(۱۹) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی برکات سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص بیت الخلاء جانا چاہے تو چاہیے کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر جائے تاکہ (اس کی وجہ سے) اس کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ واقع ہوجائے۔ یعنی جب کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر بیت الخلاء جاتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ جنات کی نظر اس کی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی۔ لہٰذا جب اس کی تاثیر یہ ہے کہ یہ آیت انسان اور اس کے دشمن (جنات) کے درمیان پردہ بن جاتی ہے

تو اُمید ہے کہ یہ ایک مسلمان اور عذاب عقبیٰ کے درمیان بھی یقیناً پردہ بن کر حائل ہوگی۔ (تفسیر عزیزی)

(۴۰) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پرچہ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوئی زمین پر پائی، اس کو اُٹھالیا۔ ان کے پاس سوائے دو درہم کے اور کچھ نہ تھا۔ خوشبو خرید کر اس پرچہ کو آپ نے خوشبو لگائی اس کے صلہ میں خواب کے اندر حق سبحانہ وتعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا: اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا، میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں خوشبودار بناؤں گا۔

(کتاب الداء والدواء للنواب صدیق حسن، تفسیر کبیر: صفحہ ۱۷۱)

﴿۵۷﴾ ایک یتیم بچے کا درد بھرا قصہ

وہ خوش نصیب صحابی جن کی قبر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُترے اور فرمایا:

''اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا''

ایک یتیم بچہ تھا، اس کا نام عبداللہ تھا۔ چچا نے پرورش کی تھی، جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ بکریاں غلام دے کر ان کی حیثیت درست کردی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا شوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کرسکا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ نے چچا سے کہا: ''پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں؟ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے، میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کرسکتا، مجھے اجازت دیجیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔'' چچا نے جواب دیا ''دیکھ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔''

عبداللہ نے جواب دیا ''چچا جان! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع قبول کروں گا، شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں، اب جو آپ کا منشاء ہے کیجیے اور جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجیے، میں جانتا ہوں کہ ان چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کرسکتا۔''

عبداللہ نے یہ کہہ کر کپڑے اُتار دیئے اور ماں کے سامنے گئے۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا! عبداللہ نے کہا: ''میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی کر کے دے دیجیے۔'' ماں نے ایک کمبل دے دیا، عبداللہ نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر کرلیا اور مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے، فقیر و مسافر ہوں، عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر دردولت آ پہنچا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارا نام عبداللہ ہے، ذُوالبِجَادَیْن لقب ہے، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔'' عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق وشوق اور جوش ونشاط سے پڑھا کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمر! اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔''

عبداللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ میں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ عبداللہ لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: ''الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔'' عبداللہ نے کہا: ''یارسول اللہ

ﷺ! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب اللہ کے راستے میں نکلو اور پھر بخار آئے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔'' تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ بخار چڑھا اور انتقال کر گئے۔ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی۔ رات کا وقت تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے: اپنے بھائی کو مجھ سے قریب کرو، آنحضرت ﷺ نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا ''اے اللہ! میں ان سے راضی ہوا تو بھی ان سے راضی ہو جا۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش اس قبر میں میں دفن کیا جاتا۔

(مدارج النبوۃ مترجم: ۲/۹۰،۹۱، ابن ہشام: ۲/۵۲۷،۵۲۸)

﴿۵۸﴾ قیامت کے دِن صلہ رحمی کی رانیں ہرن کی رانوں کی طرح ہوں گی

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دِن رکھی جائے گی، اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے، وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ (رحمت سے) کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔

صلہ رحمی کے معنی ہیں: قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں، کام کاج میں سلوک و احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور رحمٰن سے چمٹ گئی اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں (اپنی رحمت سے) ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں! اس پر میں بہت خوش ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کشادہ روزی اور عمر دراز چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیں گے، اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے کاٹیں گے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ بُرا برتاؤ کرتے ہیں، میں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا تو ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہا ہے۔ (یعنی تو ان کو ذلیل و رسوا کر رہا ہے) اور جب تک تیری یہی حالت رہے گی تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا۔ (مسلم شریف)

﴿۵۹﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو پریشانیوں سے نجات کی دعا سکھائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جب بھی ہمیں کوئی مصیبت پیش آئی حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور فرماتے یہ دعا پڑھو:

''تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔''

ترجمہ: ''بھروسہ کیا میں نے اس ذات پر جو زندہ ہے مرے گی نہیں جس نے نہیں بنایا بیٹا نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے نہ کوئی ذلت میں مددگار ہے۔ اس کی بڑائی بیان کیجئے۔'' (کنز العمال: ۲/۲۷، الدعاء المسنون: ص ۴۱۸، ۴۱۹)

﴿۶۰﴾ گھر کے ملازم اور پڑوسیوں کے شر سے بچیے

سارا جہاں جانتا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ بہو کے ہاتھ میں جنت اور جہنم کی چابی ہے۔ اب یہ بہو کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کون سی چابی استعمال کرتی ہے۔ معاشرے کا جائزہ لینے پر پتہ چلتا ہے کہ اکثر بہو جہنم کی چابی استعمال کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر گھروں سے سکون اور اطمینان غائب ہو جاتا ہے اور برکت اُٹھ جاتی ہے، خوش حالی روٹھ جاتی ہے، گھر جہنم بن جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ الجھن کا شکار رہتی ہیں جس کا اثر پورے خاندان پر پڑتا ہے۔ پڑوس اور محلے میں آپ کے چرچے ہونے لگتے ہیں، آپ کو دیکھ کر لوگ ناک سکوڑنے لگتے ہیں۔ بیزارگی کے عالم میں آپ سے ملاقات کے وقت مجبوراً مسکراتے ہیں لیکن ان سب باتوں کا آپ کو علم نہیں ہوتا کیونکہ آپ سمجھتی ہیں کہ گھر کی باتیں گھر کا معاملہ ہے، گھر ہی تک محدود ہے۔ لیکن آپ کے نوکر آپ کے پڑوسیوں سے مفت کی چائے پینے کی خاطر آپ کے گھر کی باتیں نمک مرچ لگا کر ان تک پہنچاتے ہیں اور پڑوسی آپ کے معاملہ کو محلے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ معمولی سی بات، معمولی سی تلخی، معمولی سی غلط فہمی آپ کی اور آپ کے خاندان کی عزت کی دھجیاں اُڑھا دیتی ہے، جس کا اثر آپ کے خاندان پر ہی نہیں پڑتا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی بچوں کے ہونے والے رشتوں پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ آپ اچھے رشتوں کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن چاہتے ہوئے آپ ان رشتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ اب وہی پڑوسی انکوائری کرنے والوں کے ہمدرد بن کر بتاتے ہیں کہ لڑکے کی والدہ نہایت گرم مزاج ہے اپنی ہی ساس سے تو اس کی کبھی نہیں بنی۔ اب بتائیے کون بے وقوف والدین ہوں گے جو ایسی رپورٹ ملنے کے بعد اپنی بیٹی کو، آپ کی بہو بنانے کے لیے راضی ہو جائیں گے؟

اسی طرح آپ کے کرتوت کے پھل آپ کی لاڈلی کے راستے میں بھی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ آپ کی تلخ مزاجی، سلوک اور ساس سے آپ کے رویہ کو آپ کی لاڈلی کے مزاج سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔ نتیجہ آپ کی بیٹی خوبصورت ہے، خوب سیرت ہے، تعلیم یافتہ ہے، ہنر مند ہے، ہر لحاظ سے وہ ایک کامیاب بہو ثابت ہو سکتی ہے اور اچھے خاندان اسے اپنی بہو بنانے کے متمنی ہیں لیکن آپ کے مزاج کے سلسلے میں جو خبریں معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں، آپ کی بیٹی کو اچھا گھر، اچھا شوہر پانے سے جس کی وہ حقدار ہے، محروم کر دیتی ہیں۔ آپ کے سسرال، پڑوس اور معاشرے میں اپنے آپ کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے الگ سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ دین اسلام اور پیارے نبی ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے اندر موجود باغی پن کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

لڑکی کو اپنے میکے سے سسرال جانے سے پہلے اپنے آپ کو تیار کر لینا چاہیے کہ اب آپ اپنے حقیقی میکے جا رہی ہیں، جہاں آپ کو تاحیات رہنا ہے اور ذمہ داریوں کو اچھے انداز سے نبھانا ہے۔ میکا تو صرف درسگاہ ہے، جو آپ کو رشتوں اور ذمہ داریوں کو نبھانے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ ساس اور خسر آپ کے حقیقی والدین ہیں۔ دیور اور نندیں آپ کے حقیقی بھائی بہن ہیں۔ جس طرح میکے میں سب مل کر آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور آپ کی خواہش کا احترام کرتے تھے، اسی طرح اب باری آپ کی ہے سسرال میں، آپ کو سب کو خوشی دینی ہے، سب کی خواہشوں کے ساتھ ساتھ جذبات کا بھی احترام کرنا ہے اور یہ سب آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

اوّل آپ کو ہر ایک رشتے کو میکے میں جوڑ کر دیکھنا چاہیے۔ دوم اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھنا ہے، کشادہ دِل رکھ کر ہر وقت قربانی کے جذبے سے سرشار رہنا ہے۔ اپنے اندر کے باغیانہ جذبات پر قابو رکھنا ہے، زبان کو ہر حال میں شیریں رکھنا ہے۔ سب کی منشاء اور

اُمیدوں سے ایک قدم آگے چلنا ہے۔ پھر دیکھئے سسرال کا ہر ایک فرد آپ کی دِل سے عزت واحترام کرنے لگے گا اور جہاں دو انسانوں کے درمیان عزت واحترام کا پل تعمیر ہو جائے وہاں تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہے۔ خوشیاں در کی غلام بن جاتی ہیں، نیک نامی سایہ فگن رہتی ہے۔ ازدواجی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ آپ کی نیک۔ نامی کے سبب آپ کی اولاد دنیا کے ہر میدان میں کامران رہتی ہے۔ آپ کا بڑھاپا محفوظ اور پرسکون ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ کی زندگی کامیاب ہو جاتی ہے اور گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔

والدین بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ لڑکی ہمیشہ پرائی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ برتیں۔ بعض اوقات جب لڑکی بیاہ کر سسرال جاتی ہے تو نہ اسے سسرال کے طور طریقوں کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی شوہر کی پسند ناپسند کا۔ ایسے حالات میں لڑکی سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں جو گھریلو جھگڑوں کا سبب بنتی ہیں۔ اس لیے یہ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو اچھی تربیت دیں اور پہلے سے سسرال کے طور طریقوں اور سسرال میں اُٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ سکھائیں تو بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی اپنی بچیوں کو یہ تعلیم ضرور دیں کہ وہ اپنی ساس سسر کو اپنے والدین کا درجہ دیں۔ بیشتر گھرانوں میں ازدواجی زندگی کے مسائل کی شروعات انہیں مسئلوں کی بناء پر ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے ہم ان سسرالیوں سے بھی یہی بات کہیں گے کہ وہ اپنی بہوؤں کو اپنی بیٹیاں جانیں، انہیں نئے ماحول میں رچنے بسنے کی مہلت دیں۔ انہیں وہ محبت وشفقت عطا کریں جو وہ اپنی بچیوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اکثر گھروں میں جھگڑے کا سبب دوسروں کی باتوں پر کان دھرنے سے بھی ہوتا ہے، جو عام طور پر ساس بہو کے معاملے میں زیادہ کارگر ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونوں ہی کچے کان کی ہوتی ہیں۔ اس لیے دونوں اس بات کو اپنی گرہ میں اچھی طرح باندھ لیں کہ کسی بھی معاملے میں ایک دوسرے سے بدظن ہونے سے پہلے معاملے کو سمجھیں اور غیروں کی باتوں پر آنکھ موند کر یقین کرنے سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کی غلط فہمی کو دور کرلیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔

﴿۶۱﴾ عورت کا حسن کردار روح کی پاکیزگی ہے

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ تندرست رہے۔ اسی طرح خواتین بھی تندرست رہنا چاہتی ہیں، مگر خواتین میں ایک اور بھی جذبہ ہوتا ہے اور وہ ہے خوبصورتی بڑھانے اور سنگھار کرنے کا۔ یہ دونوں جذبے ہمارے جسم سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی تندرست رہنے اور خوبصورتی بڑھانے کا جذبہ۔ مگر کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ اپنی روح کی بالیدگی، روح کی صحت اور روح کے حسن کے لیے آپ کیا کرتی ہیں؟ عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسان اچھی غذا استعمال کرتا ہے، ورزش کرتا ہے، خوبصورتی بڑھانے والی مصنوعات کا استعمال کرتا ہے۔ یہ ساری چیزیں آپ کے جسم کو تندرست اور خوبصورت بناتی ہیں۔ اس سے جسمانی اعضاء بہتر طور پر کام انجام دیتے ہیں، اچھی غذا اور اچھے میک اپ کے استعمال سے چہرے پر نکھار آجاتا ہے اور چہرے کے داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور ہر فرد آپ کی تعریف کرنے لگتا ہے کہ آپ نے کیا حسن وصحت پائی اور خواتین اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوتی ہیں۔ خواتین کو اگر ہفت اقلیم بھی مل جائے تو انہیں وہ خوشی نہیں ہوتی جو کسی دوسرے سے اپنے حسن اور صحت کی تعریف سن کر ہوتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حسن وصحت سے روح کا گہرا تعلق ہے۔ آپ کے حسن اور صحت مند جسم میں ایک روح ہے جس کی پاکیزگی اور خوبصورتی زیادہ معنی رکھتی ہے بہ نسبت خوبصورت اور صحت مند جسم کے۔ روح کو پاکیزہ رکھنے والا انسان ظاہری طور پر بھی خوبصورت ہوتا ہے اور باطنی طور پر بھی اپنے حسن اخلاق سے دوسروں کو مطمئن اور خوش رکھتا ہے۔ وہ اپنے برتاؤ سے اپنی عادتوں سے دوسروں میں نہ صرف مقبول ہوتا ہے بلکہ لوگ اس کا احترام اور عزت کرتے ہیں۔

عموماً ایسے لوگوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی مشکلوں میں ہونے کے باوجود اپنی زندگی معمول کے مطابق گزارتے ہیں اور کسی کو احساس تک نہیں ہونے دیتے کہ انہیں کسی بات کی تکلیف ہے، خواہ انہیں کوئی بڑی بیماری ہو، مالی تنگی کا سامنا ہو یا کسی اور

بات کی پریشانی ہو۔ وہ بالکل اپنا کام اسی انداز میں انجام دیتے ہیں جس طرح وہ اپنی صحت مند زندگی میں انجام دیا کرتے تھے۔

روح کی پاکیزگی رکھنے والے اپنا کام خود کرتے ہیں ہر وقت خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ کسی میک اپ کے بغیر ان کا حسن پرنور ہوتا ہے، پیشانی چمکتی ہے۔، ایسا کیوں ہوتا ہے کبھی غور کیا ہے آپ نے؟ یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روح کی پاکیزگی پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے جسم اور حسن سے زیادہ اپنی روح کی پرورش کرتے ہیں۔ انہیں سنوارتے ہیں سجاتے ہیں۔ روح کی خوبصورتی اور غذا عبادت ہے۔ نیک اور صالح انسان اپنی روح کو غذا کس طرح دیتا ہے یہ بھی غور طلب بات ہے۔ مثلاً ایک ماں اپنے بچے کی صحت اور تعلیم وتربیت سے متعلق ہمیشہ کوشاں رہتی ہے۔ بچہ ذرا سا بیمار پڑ جائے تو وہ رات بھر بیٹھ کر اس کی تیمارداری کرتی ہے۔ خدا کی بارگاہ میں اس کی صحت اور تندرستی کے لیے گڑگڑاتی ہے اور جب بچہ خوش اور صحت مند ہوتا ہے تو اس کی روح کو اپنے آپ غذا مل جاتی ہے۔

اسی طرح روح کی پاکیزگی ہمیں ان لوگوں میں بھی دکھائی دیتی ہے جو اپنے غموں سے زیادہ دوسروں کے دُکھ کو اپنا سمجھتے ہیں اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ گویا دوسروں کی مدد کرنا بھی روح کی پاکیزگی کی علامت ہے۔ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں روح کی پرورش کرنا آتا ہے جو اپنی روح کو دوسروں کی غیبت، چغلی، کینہ، جھوٹ، بغض جیسے امراض میں مبتلا نہیں کرتے، جو صرف اپنے نفس کو سکون نہیں پہنچاتے بلکہ اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں، دوسروں کی مدد کرتے ہیں، اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ کر دوسروں کو سکھ پہنچاتے ہیں اور اپنے نفس پر ہر ممکن قابو پاتے ہیں وہی انسان پاکیزہ روح رکھتے ہیں۔ نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ نوع انسان پر زلزلے سیلاب وغیرہ جیسے عذاب نازل ہوا کرتے ہیں یہ تب ہوتا ہے جب جسم کی خواہشات روح کی ضرورتوں پر غالب آجاتی ہیں، تباہی اور بربادی کو انسان خود ہی دعوت دیتا ہے۔ مگر ہم یہ ساری باتیں ماننے سے انکار کرتے ہیں اور خوابِ خرگوش میں مبتلا رہتے ہیں۔ جن گناہوں کے سبب ہم پر عذاب آیا ان گناہوں سے ہم پھر بھی توبہ نہیں کرتے۔ میری مخاطب تو خاص خواتین ہیں۔ عورتیں گو کہ ملکہ ہیں، اگر وہ چاہیں کہ ان کا گھر گناہوں سے پاک رہے تو رہ سکتا ہے۔ اب بھی وقت ہے اپنا محاسبہ کریں۔ اپنی بیمار روح کا علاج کریں۔ جتنا ہمارا جسم تندرست ہے روح کو بھی اتنا ہی صحتمند بنائیں۔ آپ جانتی ہیں روح کی بالیدگی کے لیے کیا کرنا ہے؟

اس سے پہلے کہ ہم پر کوئی آفت آئے، معافی مانگ کر اپنے آپ کو آنے والے روشن مستقبل کے لیے تیار کرلیں۔ دوسروں سے اپنا مقابلہ نہ کریں۔ دوسروں نے قرآن مجید جیسے لائحہ عمل کو پڑھا ہی نہیں ہے۔ وہ اسلام کی چاشنی سے روشناس ہی نہیں ہوئے ہیں۔ وہ اگر پیاسے ہیں تو مجبور ہیں، دریا ان سے کافی دور ہے۔ مگر ہم تو دریا کے قریب رہ کر بھی پیاسے ہیں۔ روح کی پیاس بجھانا کوئی بہت بڑا عمل نہیں ہے اور نہ ہی بہت بڑا کام ہے۔ انسان کو اپنی روح کی خوبصورتی اور صحت کے لیے صرف اور صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ آج اگر ہماری روح زخمی ہے تو اس کی وجہ بھی ہم خود ہی ہیں کہ ہم نے گھروں میں نحوستیں پال رکھی ہیں، اپنوں سے ناطہ توڑ لیا ہے، محبت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے، دولت کے پجاری ہیں، روح کبھی خوبصورت اور پاکیزہ نہیں ہوسکتی بھلے ہی وہ جسمانی شکل وصورت میں خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ جس انسان کے دل میں کسی اور کے لیے ہمدردی نہ ہو، دوسروں کے لیے پیار نہ ہو، قربانی کا جذبہ نہ ہو، وہ نہ تو جسمانی طور پر خوبصورت کہلاتا ہے اور نہ روحانی طور پر خوبصورت ہوسکتا ہے۔

روح کا سارا حسن عبادت، تقویٰ اور پرہیزگاری پر منحصر ہوتا ہے، انسان پر جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہے وہیں ایک انسان کے لیے دوسرے انسان کے تئیں ہمدردی اور بھائی چارگی اور عزت واحترام کا جذبہ بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ ساری خوبیاں انسان میں نہ ہوں تو وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور آخرت میں بھی۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم اور حسن کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ روح کی صحتمند اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کرے۔

﴿۶۲﴾ غصہ پی جایئے جونسی حور چاہیے لے لیجئے

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنا غصہ اُتارنے کی طاقت رکھتا ہے، پھر بھی ضبط کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا دِل امن وامان سے پر کر دیتا ہے، جو شخص باوجود موجود ہونے کے شہرت کے پکڑنے کو تواضع کر کے چھوڑ دے اسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزت کا جوڑا قیامت کے دن پہنائے گا اور جو کسی کا سر چھپائے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔'' (ابوداؤد)

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص باوجود قدرت کے اپنا غصہ ضبط کر لے اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے ساتھ بلا کر اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔'' (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۴۵۸)

﴿۶۳﴾ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا

ایک مرتبہ رسولِ خدا ﷺ اپنے اصحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ راہ سے گزر رہے تھے، ایک چھوٹا سا بچہ راہ میں کھیل رہا تھا۔ اس کی ماں نے جب دیکھا کہ ایک جماعت کی جماعت آ رہی ہے تو اسے ڈر لگا کر بچہ روندن میں نہ آ جائے۔ میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی آئی اور جھٹ سے بچے کو گود میں اُٹھا لیا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: حضور! یہ عورت تو اپنے پیارے بچے کو کبھی بھی آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں کو ہرگز جہنم میں نہیں لے جائے گا۔'' (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۳۰۷)

﴿۶۴﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے حیاء کھینچ لیتا ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے حیاء نکال لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بداخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہو جاتا ہے، جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے امانت داری کی صفت چھین لی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے خیانت کرتے ہیں، جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اس کی گردن سے اُتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دوسروں پر لعنت کرتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۵۷۴، ۵۷۵)

﴿۶۵﴾ یہ قندیل حیا یا ربّ! رہے فانوس کے اندر

الٰہی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی پود کو اسلام کی فصل بہاری دے
بچا لے مومنہ کو اے خدا مغرب پرستی سے
بچا اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے
یہ قندیل حیا یا ربّ! رہے فانوس کے اندر
یہ جسم پارسا یا ربّ! رہے ملبوس کے اندر
پتہ بجھنے کا دے جاتی ہے شعلہ کی پریشانی
کفن کی چادروں کا نام ہے ملبوس عریانی
الٰہ العالمین یہ وقت فتنوں کا زمانہ ہے
ہزاروں بجلیوں میں ایک اپنا آشیانہ ہے
سروں میں عقل دے یا ربّ دِلوں میں نورِ ایمانی
کہ خیرہ ہو گئی ان تابشوں میں چشم نسوانی

﴿۶۶﴾ خلوت کے گناہوں کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں نفرت ڈال دی جاتی ہے

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہیے کہ مومنوں کے دل اس

سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی نفرت مومنوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۷۶)

﴿۶۷﴾ ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں اور ایک آدمی دوزخ میں گیا

طارق بن شہاب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صرف ایک مکھی کی بدولت ایک شخص تو جنت داخل ہو گیا اور دوسرا دوزخ میں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کیسے؟ فرمایا: ''کسی قوم کا ایک بت تھا ان کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اس پر بھینٹ چڑھائے بغیر ادھر سے گزر نہیں سکتا تھا، اتفاق سے دو شخص ادھر سے گزرے، انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا نیاز چڑھا، وہ بولا اس کے لیے میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھا دے، خواہ ایک مکھی ہی سہی۔ اس نے ایک مکھی چڑھا دی اور اس وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔ انہوں نے اس کو تو چھوڑ دیا۔ اب دوسرے سے کہا کہ تو بھی کچھ چڑھا، وہ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا، یہ سن کر انہوں نے اس کی گردن اڑا دی، اس لیے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (احمد، ترجمان السنۃ: جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

﴿۶۸﴾ عاشورہ کے دن پیش آنے والے اہم واقعات

یوم عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل ہے۔ تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں، چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

① یوم عاشورہ میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
② اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوتی۔
③ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''خلیل اللہ'' بنایا اور ان پر آگ گلزار بنی۔
④ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات دلائی۔
⑤ اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت ملی۔
⑥ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفاء ہوئی۔
⑦ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔
⑧ اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ایک طویل عرصے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہوئی۔
⑨ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
⑩ اور اسی دن یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اُٹھائے گئے۔

بعض علمائے کرام نے مذکورہ بالا اہم واقعات کے علاوہ کچھ اور واقعات بھی بیان کئے ہیں جو یوم عاشورہ سے متعلق ہیں۔ مثلاً:

① اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین، قلم، حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا کیا۔
② اسی دن قیامت آئے گی۔
③ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔
④ اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔
⑤ اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔

⑥ اسی دن دنیا میں پہلی بارانِ رحمت (رحمت کی بارش) ہوئی۔
⑦ اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔
⑧ اسی دن ابولولو مجوسی کے ہاتھوں سے مصلیٰ رسول اللہ ﷺ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زخمی ہوکر جام شہادت نوش فرمایا۔

(اسماء الرجال مشکوٰۃ)

⑨ اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسہ رسول ﷺ اور جگر گوشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔
⑩ اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔ (معارف الحدیث: ۴/ ۱۶۸، پیغام حق وصداقت: ص ۱۶۸)
⑪ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔ (معارف القرآن: پ ۱۱ آیت ۹۸)
⑫ اسی دن حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

﴿۶۹﴾ حضور اکرم ﷺ نے حضرت تمیم داری سے فرمایا: ''اگر میری لڑکی ہوتی تو تجھے اپنا داماد بنالیتا''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جب شام سے مدینہ آئے تو آپ اپنے ساتھ کچھ قندیلیں اور تھوڑا سا تیل بھی لیتے آئے مدینہ پہنچ کر قندیلوں میں تیل ڈال کر مسجد نبوی میں لٹکا دیں اور جب شام ہوئی تو انہوں نے انہیں جلا دیا اور اس سے پہلے مسجد میں روشنی نہیں ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد میں روشنی کس نے کی ہے؟

صحابہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کا نام بتایا آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے ان کو دعائیں دیں اور فرمایا: اگر کوئی میری لڑکی ہوئی تو میں تمیم سے اس کا نکاح کر دیتا۔ اتفاق سے اس وقت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انہوں نے اپنی بیوہ صاحبزادی اُمّ المغیرہ کو پیش کیا آپ نے اسی مجلس میں اُمّ المغیرہ سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ شام کے رہنے والے تھے، قبیلہ لخم سے نسبی تعلق تھا اور مذہباً عیسائی تھے۔ اسلام لانے کے بعد جتنے غزوات پیش آئے سب میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کفاف (گزارہ) کے لیے شام میں قریہ عینو کا ایک حصہ آپ کو دے دیا تھا اس کی تحریری سند بھی لکھ دی تھی مگر دیارِ محبوب کی محبت نے وطن کی محبت فراموش کر دی چنانچہ عہد نبوی کے بعد خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک آپ مدینہ ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ملی فتنہ وفساد شروع ہوا تو آپ بادل ناخواستہ مدینہ چھوڑ کر اپنے وطن شام چلے گئے۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت قائم کی تو مردوں کا امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو عورتوں کا امام حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ ایک مرتبہ روح بن زنباع رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ گھوڑے کے لیے جو صاف کر رہے ہیں اور گھر کے تمام لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ روح نے عرض کیا کیا ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کام کو کر سکے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: ''جب کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کے لیے دانہ صاف کرتا ہے اور پھر اس کو کھلاتا ہے تو ہر دانہ کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے۔'' اس لیے میں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں تاکہ ثواب سے محروم نہ رہ جاؤں۔ انہوں نے ایک بہت قیمتی جوڑا خریدا تھا، جس روز ان کو شب قدر کی توفیق ہوتی تھی اسے اس روز پہنتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ مقام حرہ میں آگ لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور بے خطر آگ میں گھس گئے اور اسے بجھا کر صحیح وسالم واپس چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو خیر اہل المدینہ (مدینہ کے سب سے اچھے اور نیک آدمی) فرمایا کرتے تھے۔ (سیر الصحابہ: ۴/ ۱۴۰)

﴿۷۰﴾ اللہ کا وعدہ ہے ''اے محمد ﷺ! ہم تم کو تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے''

حضرت محمد ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُمت کے لیے یہ دعاء مانگی ''اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت'' اور آپ ﷺ رونے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے جبرئیل! تمہارا ربّ سب اچھی طرح جانتا ہے لیکن تم محمد کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟'' چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر پوچھا۔ حضور ﷺ نے رونے کی وجہ بتائی (کہ قیامت کے دن میری اُمت کا کیا ہوگا؟) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے واپس آ کر اللہ تعالیٰ کو وجہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔''

(حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۷۱، ۳۷۲)

﴿۷۱﴾ بیس اہم نصیحتیں

① قیامت اس وقت آئے گی جب زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا۔
② جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے ایک میل دور ہٹ جاتے ہیں۔
③ اللہ کی یاد اور عمل صالح کے لیے نیت لازم ہے۔
④ ضرورت کی ایک حد ہے مگر حرص کی کوئی حد نہیں۔
⑤ بہادری یہ ہے کہ کمزور ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنی کمزوری کا احساس مت ہونے دو۔
⑥ کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کا احساس دِل میں زندہ رکھا جائے۔
⑦ منجمد لوگوں کا سہارا مت لو ورنہ وہ تمہیں بھی منجمد کر دیں گے۔
⑧ اللہ والے بات بات پر تکلیف کا اظہار نہیں کرتے۔
⑨ جس کا کوئی مقصد نہیں اس کی کوئی منزل نہیں۔
⑩ سختیاں انسان کو طاقتور بنا دیتی ہیں اگر انسان کو صبر کرنے کی طاقت حاصل ہو۔
⑪ شخصیت کو نشوونما اس وقت رکتی ہے جب انسان اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے۔
⑫ کوشش تمہارا کام ہے اور نتیجہ نکالنا خدا کا کام ہے۔
⑬ شیخی انسان کے دل میں چپکے سے پیدا ہوتی ہے اسے برباد کر دیتی ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔
⑭ تم جس کام کی ذمہ داری اُٹھاؤ گے تمہارا ذہن اس کے لیے ہی کام کرے گا۔
⑮ دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں، لیکن ان میں سے ذلت قرض سب سے سخت تر ہے۔
⑯ تمہارا قرض خواہ تمہاری صحت چاہے گا اور تمہارا مقروض تمہاری موت۔
⑰ بیمار تو سو بھی جاتا ہے مگر مقروض کو نیند نہیں آتی۔
⑱ عقلمند وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔
⑲ جو شخص علم رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا وہ اس مریض کے مانند ہے جو دوا تو رکھتا ہے، استعمال نہیں کرتا۔
⑳ اپنی ضرورت کو محدود کر لینا ہی دولت ہے۔

﴿۷۲﴾ سانپ بچھو وغیرہ سے بچنے کی نبوی دعاء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور شکایت کی کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم شام کو یہ دعا پڑھ لیتے تو وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا تھا:

(اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ)

ترجمہ: ''اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (عمل الیوم: ص ۳۸۸، مسلم: ص ۳۴۷، ابن ماجہ: ص ۲۵۱)

﴿۷۳﴾ پیشاب کی بندش اور پتھری کا نبوی علاج

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور یہ کہا کہ اس کے والد کا پیشاب رُک گیا ہے اور پیشاب میں پتھری آ گئی ہے۔ انہوں نے درج ذیل دعا سکھائی جو انہوں نے رسول پاک ﷺ سے حاصل کی تھی۔

(رَبُّنَا الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتُکَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حَوْبَنَا وَ خَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً شِفَآئِکَ وَرَحْمَۃً مِّنْ رَّحْمَتِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجْہِ)

ترجمہ: ''ہمارا رب جو آسمان میں ہے، مقدس ہے تیرا نام، تیرا حکم زمین و آسمان میں ہے جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، پس ڈال دے اپنی رحمت زمین میں، ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں معاف فرما، تو ہی پاکیزہ ہستیوں کا ربّ ہے، اپنی شفاء سے شفاء اور اپنی رحمت سے رحمت اپنی بیماری پر نازل فرما۔'' (عمل الیوم نسائی: ص ۵۶۶، ابوداؤد: ص ۵۴۳)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ دو شخص عراق سے کسی کے پیشاب کی شکایت لے کر آئے، لوگوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی نشاندہی کی تو حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ جسے یا جس کے بھائی کو یہ شکایت ہوا سے پڑھے۔

(عمل الیوم: ص ۵۶۷)

فائدہ: بیمار اس دعا کو پڑھتا رہے یہ نہ ہو سکے تو کوئی دوسرا شخص پڑھ کر اس پر دم کرے یا کاغذ پر لکھ کر اس کا پانی پلایا جائے۔

(الدعاء المسنون: ص ۳۳۹)

﴿۷۴﴾ ہر بلا سے حفاظت کا نبوی نسخہ

مسند بزار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص شروع دن میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں پڑھ لے وہ اس دن ہر برائی سے اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

(معارف القرآن: ۷/۵۸۱، ابن کثیر: ۴/۴۴۹)

سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں یہ ہیں:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ﴾ (سورۃ المومن: آیت ۱-۳)

﴿۷۵﴾ ایک چیونٹی کی دعا سے سلیمان علیہ السلام کو پانی ملا

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء (بارش کی دعاء مانگنے) کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی

ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے دعاء کررہی ہے کہ خدایا! ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ پانی برسنے کی ضرورت ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہوجائیں گی۔ چیونٹی کی یہ دعا سن کر آپ علیہ السلام نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو، کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۶۳)

﴿۷۶﴾ درد وغیرہ دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے انہوں نے جسم میں کسی درد و تکلیف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسم کے جس حصہ میں درد ہو وہاں ہاتھ رکھو اور یہ پڑھو۔ تین مرتبہ بسم اللہ سات مرتبہ یہ دعا:

(اَعُوْذُ بِعِزَّ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)

ترجمہ: ''قدرت وعزت خداوندی کے واسطے سے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کی تکلیف اور جس سے ڈر محسوس کرتا ہوں۔'' (مسلم: ص ۲۲۴، اذکار: ص ۱۱۴، الدعاء المسنون: ص ۳۳۶)

﴿۷۷﴾ آٹھ آیتوں کا ثواب ایک ہزار آیتوں کے برابر

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرکے فرمایا کہ ''کیا تم میں سے کوئی آدمی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں کوئی ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ نہیں پڑھ سکتا۔'' مطلب یہ ہے کہ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ روزانہ پڑھنا ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مظہری بحوالہ حاکم وبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، معارف القرآن: ۸/۸۱۰)

﴿۷۸﴾ تواضع کی چند عظیم مثالیں

① عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رات کو لکھ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک مہمان آ گیا، چراغ بجھ رہا تھا مہمان چراغ درست کرنے کے لیے جانے لگا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''مہمان سے خدمت لینا کرم وشرف کے خلاف ہے۔'' مہمان نے کہا: ''میں نوکر کو اُٹھا دیتا ہوں۔'' عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وہ ابھی ابھی سویا ہے، اسے اُٹھانا مناسب نہیں ہے۔'' چنانچہ خود اُٹھے تیل کی بوتل سے چراغ بھر کر روشن کردیا، جب مہمان نے کہا: ''آپ نے خود ہی یہ کام کرلیا ہے؟'' تو فرمایا: ''میں پہلے بھی عمر تھا اور اب بھی وہی ہوں، میرے اندر کوئی بھی کمی نہیں ہوئی اور انسانوں میں اچھا وہ ہے جو اللہ کے ہاں متواضع ہے۔''

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے اور ان دنوں مدینہ میں مروان کے قائم مقام تھے اور فرما رہے تھے ''امیر (یعنی ابو ہریرہ) آرہا ہے، گزرنے کے لیے راستہ کھلا کردو، اس لیے کہ وہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے ہوئے ہے۔''

③ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن بائیں ہاتھ میں گوشت اُٹھائے ہوئے تھے اور دائیں ہاتھ میں کوڑا تھا اور یہ ان دنوں خلیفہ اور امیر المومنین تھے۔

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گوشت خریدا اور اپنی چادر میں باندھ لیا، ساتھیوں نے کہا ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ فرمایا: ''جن بچوں کو کھانا ہے ان کا باپ اُٹھائے یہ بہتر ہے۔''

⑤ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی لونڈی بھی رسول اللہ ﷺ کو جہاں چاہتی دوسرے لوگوں سے الگ (بات کرنے کے لیے) لے جاتی۔

⑥ ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا: ''لوگوں نے لباس، طعام، سواری اور پینے کی چیزوں کیا کیا ایجادات کرلی ہیں؟'' ابوسعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''بھتیجے! آپ کا کھانا، پینا اور پہننا سب اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ اس میں اگر خود پسندی، فخر، ریا اور نمائش پیدا ہوجائے تو یہ گناہ اور اسراف ہے۔ تو گھر کے کاموں میں وہ سب کام کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو چارا ڈالتے اور اسے باندھتے، گھر میں جھاڑو دیتے، بکری دوہتے، جوتے گانٹھتے، کپڑے پیوند کرلیتے، نوکر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیتے، وہ تھک جاتا تو آٹا پیس دیتے، بازار سے چیزیں خرید لاتے اور اس میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتے اور خریدی ہوئی چیز اپنے ہاتھ میں پکڑے آتے، یا کپڑے میں باندھ کر گھر واپس لے آتے۔ غنی، فقیر، بڑے اور چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے اور نمازیوں میں سے جو سامنے آجاتا چھوٹا یا بڑا، کالا یا گورا، آزاد یا غلام، ہر ایک کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔'' (منہاج المسلم: ص ۲۷۷، ۲۷۸)

⑦ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ان کی خلافت کے وقت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار گئے۔ غلام سے فرمایا کہ مجھ کو کپڑا بنوانا ہے اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے، تم کپڑے کی دکان پر میرے لیے اور اپنے لیے کپڑے پسند کرو۔ غلام نے دو طرح کے کپڑے خرید لیے۔ ایک قیمتی اور ایک کم قیمت والا۔ امیر المومنین جب وہ کپڑا درزی کو دینے لگے تو سستے کپڑے کے متعلق امیر المومنین نے فرمایا یہ میرے لیے اور مہنگے کپڑے کے متعلق فرمایا کہ یہ غلام کے لیے قطع کردو۔ غلام نے کہا آپ آقا ہیں، امیر المومنین ہیں، آپ کو اچھے کپڑوں کی ضرورت ہے اور اچھا لباس چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بڈھا ہوں، تم جوان ہو، تم کو اچھے لباس کی ضرورت ہے۔'' (ندائے شاہی، ستمبر ۲۰۰۵ء)

﴿۷۹﴾ پہلی صف والوں سے دوگنا اجر وثواب

جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھئے اور جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیے۔ لوگوں کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند پھاند کر جانے کی کوشش نہ کیجئے۔ ان سے لوگوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی کوفت بھی اور ان کو سکون، یکسوئی اور توجہ میں بھی خلل پڑتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے بھائی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔''
(طبرانی، آداب زندگی: ص ۱۰۱)

﴿۸۰﴾ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کیجئے

رمضان کے مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی مناسبت ہے۔ قرآن پاک ماہِ رمضان میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی ماہ رمضان میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رمضان کی پہلی یا تیسری تاریخ کو صحیفے عطا کئے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو رمضان کے مہینے کی ۱۲ یا ۱۸ کو زبور دی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رمضان کے مہینے کی ۶ تاریخ کو تورات نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رمضان المبارک کی ۱۲ یا ۱۳ تاریخ کو انجیل دی گئی۔ اس لیے رمضان کے مہینے میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کیجئے۔
حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سناتے اور سنتے تھے اور آخری سال آپ علیہ السلام نے دوبار رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور فرمایا۔ (آداب زندگی: ص ۱۱۷)

﴿۸۱﴾ حضرت داؤد علیہ السلام کی موت کا عجیب وغریب قصہ

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ علیہ السلام گھر سے

باہر جاتے تو دروازے بند کرتے جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اُٹھی تو دیکھتی ہیں گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہوگئیں، اور دوسروں کو دکھایا، آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آگئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ خدا کی قسم حضرت داوٗد علیہ السلام کے سامنے ہماری سخت رسوائی ہوگی۔ اتنے میں حضرت داوٗد علیہ السلام بھی آگئے۔ آپ علیہ السلام نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پروانہ کرے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے: مَرْحَبًا (خوش آمدید) مَرْحَبًا (خوش آمدید) آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کی۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۲ صفحہ ۶۳)

﴿۸۲﴾ خدا کی نظر میں بدترین آدمی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے روز وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور فحش کلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔'' (بخاری ومسلم)

﴿۸۳﴾ ہر مؤمن اپنے بھائی کا آئینہ ہے

اپنے دوستوں کی اصلاح وتربیت سے کبھی غفلت نہ کیجئے اور اپنے دوستوں میں وہ بیماری کبھی نہ پیدا ہونے دیجئے جو اصلاح وتربیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یعنی خود پسندی اور کبر۔ دوستوں کو ہمیشہ آمادہ کرتے رہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو محسوس کریں۔ اپنی خطاؤں کے اعتراف میں جرأت سے کام لیں اور اس حقیقت کو ہمہ وقت نگاہ میں رکھیں کہ اپنی کوتاہی کو محسوس نہ کرنے اور اپنی برأت پر اصرار کرنے سے نفس کو بدترین غذا ملتی ہے۔

دراصل نمائشی عاجزی دکھانا، الفاظ میں اپنے کو حقیر کہنا، رفتار اور انداز میں خشوع کا اظہار کرنا، یہ نہایت آسان ہے لیکن اپنے نفس پر چوٹ سہنا، اپنی کوتاہیوں کو ٹھنڈے دماغ سے سننا اور تسلیم کرنا اور اپنے نفس کے خلاف دوستوں کی تنقیدیں برداشت کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ لیکن حقیقی دوست وہی ہے جو بیدار ذہن کے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی پر نگاہ رکھیں اور اس پہلو سے ایک دوسرے کی تربیت واصلاح کرتے ہوئے کبر اور خود پسندی سے بچاتے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں:

﴿۱﴾ ایسی خواہش کہ انسان اس کا تابعدار اور غلام بن کر رہ جائے۔ ﴿۲﴾ ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

﴿۳﴾ اور خود پسندی اور یہ بیماری ان تینوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

تنقید واحتساب ایک ایسا نشتر ہے جو اخلاق وجود کے تمام فاسد مادوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اور اخلاقی توانائیوں میں خاطر خواہ اضافہ کرکے فرد اور معاشرے میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔ دوستوں کے احتساب اور تنقید پر بپھرنا، ناک بھوں چڑھانا اور خود کو اس سے بے نیاز سمجھنا بھی ہلاکت ہے اور اس خوشگوار فریضے کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنا بھی ہلاکت ہے۔ دوستوں کے دامن پر گھناؤنے دھبے نظر آئیں تو بے چینی محسوس کیجئے اور انہیں صاف کرنے کی حکیمانی تدبیریں کیجئے اور اسی طرح خود بھی فراخ دِلی اور عاجزی کے ساتھ دوستوں کو ہر وقت یہ موقع دیجئے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کریں۔ اور جب وہ تلخ فریضہ انجام دیں تو اپنے نفس کو پھیلانے کے بجائے انتہائی عالی ظرفی، خوش دِلی اور احسان مندی کے جذبات سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاق وکرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالی دوستی کو ایک بلیغ تمثیل سے اس طرح واضح فرمایا ہے: ''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے، پس اگر وہ

اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کرے۔'' (ترمذی)

اس تمثیل میں پانچ ایسے روشن اشارے ملتے ہیں جس کو پیش نظر رکھ کر آپ اپنی دوستی کو واقعی مثالی دوستی بنا سکتے ہیں۔

﴿۱﴾ آئینہ آپ کے داغ دھبے اسی وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اپنے داغ دھبے دیکھنے کے ارادے سے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں ورنہ وہ بھی مکمل خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیوب اسی وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لیے آپ کے سامنے پیش کرے اور فراغ دِلی سے تنقید و احتساب کا موقع دے اور آپ بھی محسوس کریں کہ اس وقت اس کا ذہن تنقید سننے کے لیے تیار ہے اور دل میں اصلاح قبول کرنے کے لیے جذبات موجزن ہیں اور اگر آپ یہ کیفیت نہ پائیں تو حکمت کے ساتھ اپنی بات کو کسی اور موقع کے لیے اُٹھا رکھیں اور خاموشی اختیار کریں، اور اس کی غیر موجودگی میں تو اس قدر اختیار کریں کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ بھی نہ آئے جس سے اس کے کسی عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لیے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے دِل جڑتے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں۔

﴿۲﴾ آئینہ چہرے کے انہیں داغ دھبوں کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے جو فی الواقع چہرے پر موجود ہوتے ہیں، نہ وہ کم بتاتا ہے اور نہ وہ ان کی تعداد بڑھا کر پیش کرتا ہے۔ پھر وہ چہرے کے صرف انہی عیوب کو نمایاں کرتا ہے جو اس کے سامنے آتے ہیں، وہ چھپے ہوئے عیوب کا تجسس نہیں کرتا اور نہ کرید کرید کر عیوب کی کوئی خیالی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح بھی اپنے دوست کے عیوب بے کم و کاست بیان کریں، نہ تو بے جا مروت اور خوشامد میں عیوب چھپائیں اور نہ اپنی خطابت اور روزِ بیان سے اس میں اضافہ کریں۔ اور پھر صرف وہی عیوب بیان کریں جو عام زندگی سے آپ کے سامنے آئیں، تجسس اور ٹوہ میں نہ لگیں۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا کوئی اخلاقی خدمت نہیں بلکہ ایک تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ منبر پر چڑھے اور نہایت اونچی آواز میں آپ ﷺ نے حاضرین کو تنبیہ فرمائی:

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے، خدا اس کے پوشیدہ عیوب کو طشت از بام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا تل جائے اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی کیوں نہ بیٹھ جائے۔'' (ترمذی)

﴿۳﴾ آئینہ ہر غرض سے پاک ہو کر بے لاگ انداز میں اپنا فرض ادا کرتا ہے اور جو شخص بھی اس کے سامنے اپنا چہرہ پیش کرتا ہے وہ بغیر کسی غرض کے اس کا صحیح نقشہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے نہ وہ کسی سے بغض اور کینہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے انتقام لینا ہے۔ آپ بھی ذاتی اغراض، جذبہ انتقام، بغض و کینہ اور ہر طرح کی بد نیتی سے پاک ہو کر بے لاگ احتساب کیجئے اور اس لیے کیجئے کہ آپ کا دوست اپنے کو سنوار لے۔ جس طرح آئینہ کو دیکھ کر آدمی اپنے کو سنوار لیتا ہے۔

﴿۴﴾ آئینہ میں اپنی صحیح تصویر دیکھ کر نہ تو کوئی جھنجھلاتا ہے اور نہ غصے سے بے قابو ہو کر آئینہ کو توڑ دینے کی حماقت کرتا ہے۔ بلکہ فوراً اپنے کو بنانے اور سنوارنے میں لگ جاتا ہے اور دل ہی دل میں آئینے کی قدر و قیمت محسوس کرتے ہوئے زبان حال سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے واقعی آئینے نے میرے بننے سنورنے میں میری بڑی مدد کی فطری فریضہ انجام دیا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ دوسرے وقت کے لیے اس کو بحفاظت رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کا دوست اپنے الفاظ کے آئینے میں آپ کے سامنے آپ کی صحیح تصویر رکھے تو آپ جھنجھلا کر دوست پر جوابی حملہ نہ کریں، بلکہ اس کے شکر گزار ہوں کہ اس نے دوستی کا حق ادا کیا اور نہ صرف زبان سے بلکہ دِل سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسی لمحے اپنی اصلاح و تربیت کے لیے فکر مند ہو جائیں اور انتہائی فراخ

دِلی اوراحسان مندی کے ساتھ دوست کی قدر وعظمت محسوس کرتے ہوئے اس سے درخواست کریں کہ آئندہ بھی وہ آپ کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتا رہے۔

﴿۵﴾ اورآخری اشارہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہرایک اپنے بھائی کا آئینہ ہےاور بھائی بھائی کے لیے اخلاص ومحبت کا پیکر ہوتا ہے، وفادار اور خیر خواہ ہوتا ہے، ہمدرد اور غمگسار ہوتا ہے۔ بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اُٹھتا ہےاور خوش دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس لیے بھائی اور دوست جو تنقید کرے گا اس میں انتہائی دِل سوزی اور غم خواری ہوگی۔ محبت اور خلوص ہوگا۔ بے پایاں دردمندی اور خیر خواہی ہوگی، اور لفظ لفظ جذبہ اصلاح کا آئینہ دار ہوگا۔ اور ایسی تنقید سے دلوں کو جوڑنے اور زندگیوں کو بنانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

﴿۸۴﴾ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں

﴿۱﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگرتم خطائیں کرتے کرتے زمین وآسمان پر کردو پھر اللہ سے استغفار کروتو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگرتم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کرکے ان لوگوں کو لائے جو خطا کرکے استغفار کریں اور پھر خدا انہیں بخشے۔'' (مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۲﴾ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں: ایک حدیث میں تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی۔ اب بیان کردیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگرتم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر خدا انہیں بخشتا۔'' (صحیح مسلم وغیرہ)

﴿۳﴾ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے۔'' اورآپ ﷺ نے فرمایا: ''اگرتم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخش دے۔'' (مسند احمد)

﴿۴﴾ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔''
(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۶)

فائدہ: ان حدیثوں کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ پسند ہیں، بلکہ ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندے اللہ کو بہت پسند ہیں، لہٰذا گناہگار بندے اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہوں، گناہوں سے توبہ کریں اللہ تعالیٰ خوش ہوکر معاف فرمائیں گے۔ (محمد امین)

﴿۸۵﴾ بہترین رازدار بنو

دوست آپ پر اعتماد کرکے آپ سے دل کی بات کہہ دے تو اس کی حفاظت کیجئے اور کبھی دوست کے اعتماد کو ٹھیس نہ لگائیے۔ اپنے سینے کو رازوں کا محفوظ دفینہ بنائیے تاکہ دوست بغیر کسی جھجک کے ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ طلب کرے اور آپ دوست کو اچھے مشورے دے سکیں اور تعاون کرسکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حفصہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوئیں تو میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ اگرتم چاہو تو حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کردوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں اس معاملہ پر غور کروں گا۔ میں نے کئی راتوں تک ان کا انتظار کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور بولے میرا ابھی شادی کرنے کا خیال نہیں ہے۔ میں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا اگر آپ پسند فرمائیں تو حفصہ کو اپنی زوجیت میں لے سکتے ہیں۔ وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے ان کی خاموشی بہت کھلی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ کھلی۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے پھر نبی کریم ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام بھیجا اور میں نے نبی کریم ﷺ سے حفصہ کا نکاح کردیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور فرمایا ''تم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں نے خاموشی اختیار کی تھی؟ ہوسکتا ہے تمہیں میری خاموشی سے تکلیف ہوئی ہو۔'' میں نے کہا: ''ہاں! تکلیف تو ہوئی تھی۔'' فرمایا: ''مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا خود ایسا خیال ہے اور یہ آپ ﷺ کا ایک راز تھا جس کو میں ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا، اگر نبی کریم ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہ فرماتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔'' (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک دن لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہمیں سلام کیا پھر اپنی ایک ضرورت بتا کر مجھے بھیجا۔ مجھے اس کام کے کرنے میں دیر لگی۔ کام سے فارغ ہو کر جب گھر گیا تو ماں نے پوچھا: ''اتنی دیر کہاں لگائی؟'' میں نے کہا: ''نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک ضرورت سے بھیجا تھا۔'' بولیں۔ 'کیا ضرورت تھی؟'' میں نے کہا: ''وہ راز کی بات ہے۔'' ماں نے کہا: ''دیکھو! رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا۔'' (مسلم)

﴿۸۶﴾ دوستوں کے درمیان ہشاش بشاش رہو

دوستوں پر اعتماد کیجئے، ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیے۔ افسردہ رہنے اور دوسروں کو افسردہ کرنے سے پرہیز کیجئے۔ دوستوں کی صحبت میں بے تکلف اور خوش مزاج رہیے۔ تیوری چڑھانے اور لیے دیئے رہنے سے پرہیز کیجئے۔ دوستوں کے ساتھ ایک بے تکلف ساتھی، خوش مزاج ہم نشین اور خوش طبع رفیق بننے کی کوشش کیجئے۔ آپ کی صحبت سے احباب اُکتائیں نہیں بلکہ مسرت، فرحت اور خوشی محسوس کریں۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں سو (۱۰۰) مجلسوں سے بھی زیادہ مجلسوں میں بیٹھا ہوں ان مجلسوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشعار بھی پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے تھے۔ نبی کریم ﷺ خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے بلکہ کبھی کبھی خود بھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار نبی کریم ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ سواری پر بیٹھے بیٹھے میں نے نبی کریم ﷺ کو اُمیہ بن ابی صلت کے سو (۱۰۰) اشعار سنائے ہر شعر پر آپ ﷺ فرماتے کچھ اور سنا اور میں سناتا۔ (ترمذی)

اسی طرح نبی کریم ﷺ اپنی مجلس میں خود بھی کبھی کبھی قصے سناتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا۔ ایک عورت نے کہا یہ عجیب وغریب قصہ تو بالکل خرافہ کے قصوں کی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''تمہیں خرافہ کا صحیح قصہ بھی معلوم ہے؟'' اور پھر خود ہی آپ ﷺ نے خرافہ کا اصل قصہ تفصیل سے سنایا۔ اسی طرح ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گیارہ عورتوں کی ایک بہت ہی دلچسپ کہانی سنائی۔

حضرت بکر بن عبداللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے تکلفی اور خوش طبعی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہنسی اور تفریح کے طور پر ایک دوسرے کی طرف تربوز کے چھلکے پھینکا کرتے تھے۔ لیکن جب لڑنے اور مدافعت کرنے کا وقت آتا تو اس میدان کے شہسوار بھی صحابہ ہی ہوتے تھے۔'' (الادب المفرد)

﴿۸۷﴾ لڑکیوں کی پیدائش کو بوجھ مت سمجھئے

لڑکی کی پیدائش پر بھی اسی طرح خوشی منایئے جس طرح لڑکے کی پیدائش پر مناتے ہیں۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں ہی خدا کا عطیہ ہیں اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کے حق میں لڑکی اچھی ہے یا لڑکا۔ لڑکی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانا اور دل شکستہ ہونا اطاعت شعار مومن کے لیے کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ یہ ناشکری بھی ہے اور ناقدری بھی۔

① حدیث میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں: ''اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔'' وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ''یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔'' (طبرانی)

② لڑکیوں کی تربیت و پرورش انتہائی خوش دلی، روحانی مسرت اور دینی احساس کے ساتھ کیجئے اور اس کے صلے میں خدا سے بہشتِ بریں کی آرزو کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی، انہیں تعلیم و تہذیب سکھائی اور ان کے ساتھ رحم سلوک کیا۔ یہاں تک کہ خدا ان کو بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے خدا نے جنت واجب فرما دی۔'' اس پر ایک آدمی بولا، اگر دو ہی ہوں تو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''دو لڑکیوں کی پرورش کا بھی یہی صلہ ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپ ﷺ ایک کی پرورش پر بھی یہی بشارت دیتے۔ (مشکوٰۃ)

③ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے میرے پاس آئی اور اس نے کچھ مانگا۔ میرے پاس صرف ایک ہی کھجور تھی، وہ میں نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور آدھی آدھی دونوں بچیوں میں بانٹ دی اور خود نہ کھائی۔ اس کے بعد وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ اسی وقت نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جاتا ہے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لیے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔'' (مشکوٰۃ)

④ لڑکیوں کو حقیر نہ جانیے، نہ لڑکے کو اس پر کسی معاملہ میں ترجیح دیجئے۔ دونوں کے ساتھ یکساں محبت کا اظہار کیجئے اور یکساں سلوک کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر اسے زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکے کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی تو ایسے آدمی کو خدا جنت میں داخل کرے گا۔'' (ابوداؤد)

⑤ جائیداد میں لڑکی کا مقرر حصہ پوری خوش دلی اور اہتمام کے ساتھ دیجئے۔ یہ خدا کا فرض کردہ حصہ ہے اس میں کمی بیشی کرنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلے کرنا یا اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دے دلا کر مطمئن ہو جانا اطاعت شعار مومن کا کام نہیں ہے۔ ایسا کرنا خیانت بھی ہے اور خدا کے دین کی توہین بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

﴿۸۸﴾ نو اہم نصیحتیں

① پڑھیں......انتخاب کے ساتھ
② غور کریں......گہرائی کے ساتھ
③ خدمت کریں......لگن کے ساتھ
④ بحث کریں......دلیل کے ساتھ
⑤ بولیں......اختصار کے ساتھ
⑥ مقابلہ کریں......جرأت کے ساتھ
⑦ عبادت کریں......محبت کے ساتھ
⑧ بات سنیں......توجہ کے ساتھ
⑨ زندگی طے کریں......اعتدال کے ساتھ

﴿۸۹﴾ تعجب ہے چار قسم کے آدمیوں پر جو چار باتوں سے غافل ہیں ساری پریشانیاں دور کرنے کا قرآن علاج

حضرت جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ ان سے علمی استفادہ کے لیے آئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا

کہ مجھے تعجب ہے چار قسم کے آدمیوں پر جو چار باتوں سے غافل ہیں:

① مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو مصیبت میں پھنسا ہوا ہو اور ''یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' نہ پڑھتا ہو، حالانکہ قرآن پاک حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۳)

ترجمہ: ''اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ میں پھنسا ہوا ہوں مصیبت میں آپ ''یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' ہیں۔''

اس دعا کا فائدہ خود قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۴)

ترجمہ: ''پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی تکلیف دور فرمائی۔''

② مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو غم میں پھنسا ہوا ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ق صلے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

ترجمہ: ''تیرے سوا کوئی حاکم نہیں، تو بے عیب ہے، میں گناہگار ہوں۔'' (سورۂ انبیاء: آیت ۸۷)

اس کا فائدہ قرآن پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ لا وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ ط وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۸)

ترجمہ: ''پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو غم سے نجات دی، اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

③ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو کوئی خوف لاحق ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوف کے وقت پڑھی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۷۳)

ترجمہ: ''کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے!''

اس کا فائدہ قرآن پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ﴾

ترجمہ: ''پس لوٹے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ اور ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔'' (سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۴)

④ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دشمنوں کے مکر و فریب میں مبتلا ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو فرعون کے خاندان کے ایک مومن نے پڑھی تھی ......وہ دعا یہ ہے:

﴿ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ م بِالْعِبَادِ﴾

ترجمہ: ''میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو، بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔'' (سورۂ مومن: آیت ۴۴)

اس کا فائدہ قرآن میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿ فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا﴾ (سورۂ مومن: آیت ۴۵)

ترجمہ: ''پس اللہ نے اس کو ان کے برے مکر و فریب سے بچا لیا۔''

﴿۹۰﴾ اسلامی سلام میں سلامتی ہی سلامتی ہے

سلام ایک ایسی عظیم چیز ہے جو جھگڑوں کو ختم کر دیتی ہے۔ سلام آدمی نہ کرے تو برا سمجھا جاتا ہے اور اگر سلام کر لے تو جاہل بھی جھک

جائیں گے کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے سلام کر رہا ہے۔ اس واسطے فرمایا گیا اگر باہم دشمنیاں بھی ہوں، عداوتیں بھی ہوں، اگر دشمن کو آپ سلام کریں گے تو دشمنیاں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ وہ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ کہنے پر مجبور ہوگا۔ جس کا مطلب ہے کہ تمہارے لیے بھی سلامتی ہو۔ جب سلامتی کی دعا دے گا تو جھگڑا اُٹھائے گا کیوں؟ خود کہہ رہا ہے کہ اللہ تمہیں صحیح سلامت رکھے تو دعا بھی دے اور اوپر سے جھگڑا بھی اُٹھائے؟ اس سلام نے ساری دشمنی ختم کردی۔ اس واسطے حدیث میں فرمایا گیا کہ:

"تَقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "سلام کرنے کی عادت ڈالو، خواہ تعارف ہو یا نہ ہو۔"

آج کے زمانہ کا تمدن یہ ہے کہ جب تک تیسرا آدمی تعارف نہ کرائے، نہ بول،، نہ چال، نہ سلام، نہ کلام، یہ متکبرانہ تمدن ہے۔ یہ اسلام کا تمدن نہیں ہے۔ اسلام کا تمدن یہ ہے کہ جب ہم میں اور تم میں اسلام کا رشتہ مشترک، اسلامی اخوت اور بھائی بندی پھیلی ہوئی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ کوئی تیسرا تعارف کرائے۔ پہلے سے ہی تعارف حاصل ہے۔ یہ ہمارا بھائی مسلمان ہے۔ اس میں اسلام بھرا ہوا ہے۔ ملیں تو یہ انتظار نہ کریں کہ دوسرا مجھے سلام کہے۔ بلکہ سلام کرنے میں پہل کیجئے اس میں زیادہ ثواب ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں سے ہے، نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے ہے اور مسلمانوں کا سلام اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کا سلام صرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کا سلام ایک مستقل دعا ہے کہ تم پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں، برکتیں تم پر نازل ہوں۔ ہر مسلمان دوسرے کو دعا دے۔ اس سے اس کی خیر خواہی اور محبت ظاہر ہوگی۔ تعلق بھی مضبوط ہو جائے گا۔ قصہ مشہور ہے کہ کسی آدمی کے سامنے جن آ گیا۔ تو اسے خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ تو کھا جائے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا ماموں جان! سلام۔ اس نے کہا بھانجے وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ اور کہا کہ میرا ارادہ تجھے کھانے کا تھا لیکن تو نے ماموں کہا اور سلام کہا میرے دل میں رحم آ گیا میں نے چھوڑ دیا اب تو آزاد ہے، جہاں چاہے چلا جا، تو نے سلام کر کے جان بچائی۔ یہی صورت دشمن کی بھی ہے۔ اگر کسی سے پکی دشمنی ہے، آپ کہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وہ پسیج جائے گا۔ دشمنی ڈھیلی پڑ جائے گی۔ الغرض یہ بہت بڑی نعمت اور عظیم دعا ہے۔

حضرت طفیل کہتے ہیں کہ میں اکثر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار جایا کرتا۔ جب ہم دونوں بازار جاتے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس کے پاس سے بھی گزرتے تو اس کو سلام کرتے، چاہے وہ کوئی کباڑیہ ہوتا، چاہے کوئی دکاندار ہوتا، چاہے کوئی غریب اور مسکین ہوتا، غرض کوئی بھی ہوتا آپ اس کو سلام ضرور کرتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے کہا: چلو بازار چلیں۔ میں نے کہا: حضرت! بازار جا کے کیا کیجئے گا؟ آپ نہ تو کسی سودے کی خریداری کے لیے کھڑے ہوتے ہی نہ کسی مال کے بارے میں معلومات کرتے ہیں۔ نہ مول بھاؤ کرتے ہیں۔ نہ بازار کی محفلوں میں بیٹھتے ہیں۔ آئیے یہیں بیٹھ کر بات چیت کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے بڑے پیٹ والے! ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے بازار جاتے ہیں کہ ہمیں جو ملے ہم اسے سلام کریں۔ (موطا امام مالک)

ہمیشہ زبان سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر سلام کیجئے اور ذرا اونچی آواز سے سلام کیجئے تاکہ وہ شخص سن سکے جس کو آپ سلام کر رہے ہیں۔ البتہ اگر کہیں زبان سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے کے ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مثلاً آپ جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے اور خیال ہے کہ آپ کی آواز اس تک نہ پہنچ سکے گی یا کوئی بہرہ ہے اور آپ کی آواز نہیں سن سکتا، تو ایسی حالت میں اشارہ بھی کیجئے۔ (آداب زندگی: ص ۲۱۸)

بہرحال اس حدیث میں ہدایت کی گئی ہے کہ پہچان پہچان کر سلام نہ کرو۔ اس واسطے کہ تعارف کرانے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی ہو، اس کا تو تعارف ہو گیا اور اگر کوئی چھوٹا موٹا آدمی آئے تو اس کا کوئی تعارف نہیں کراتا۔ گویا آپ کا سلام بڑے آدمی کو تو ہوگا

چھوٹے کو نہیں ہوگا۔ یہ خود ایک تکبر ہے کہ چھوٹوں کو منہ نہ لگایا جائے اور بڑوں کے سامنے جھکے۔

اسی واسطے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی سواری پر جا رہا ہو اور لوگ سڑک پر سامنے بیٹھے ہوئے تو سوار ہونے والے کا فرض ہے کہ وہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے۔ اپنے اندر خاکساری پیدا کرے۔ ایسی صورت نہ پیدا ہونے دے جس میں یہ انتظار ہو کہ یہ مجھے سلام کریں کیونکہ یہ میرے سے چھوٹے ہیں یہ چھوٹائی بڑائی کہاں کی؟ آدمی خود ہی چھوٹا ہے۔ بڑا اللہ ہے۔ سب سے بڑی ذات وہ ہے۔ اس کے سامنے چھوٹے ہیں۔ اس لیے ہر شخص یہ سمجھے کہ میں چھوٹا ہوں وہ بڑا ہے۔ جب یہ سمجھے گا تو سلام کی ابتداء کرنے کی کوشش کرے گا۔

﴿۹۱﴾ شہید کو چھ انعامات ملتے ہیں

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

﴿۱﴾ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

﴿۲﴾ اسے اس کا جنت میں مکان دکھلا دیا جاتا ہے۔

﴿۳﴾ اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے۔

﴿۴﴾ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ ﴿۵﴾ وہ عذاب قبر سے امن میں رہتا ہے۔

﴿۶﴾ اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جس میں کا ایک یاقوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گران بہا ہے۔ اسے بہتر (۷۲) حورعین ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر (۷۰) شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ شہیدوں کے فضائل کی حدیثیں اور بھی بہت ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۵ صفحہ ۹۹، ۱۰۰)

﴿۹۲﴾ حرام لقمہ کی وجہ سے چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمے کھاتے رہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا، قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اس کی شومی کی وجہ سے چالیس دن کی اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۳۵)

﴿۹۳﴾ مانگی روٹی اور ملے چالیس ہزار دینار

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک لگی تو انہوں نے ایک شخص کو ایک چیز دی جو اس کے پاس موجود تھی اور اس سے کہا اس کو گروی رکھ کر کھانے کا انتظام کرو، جب وہ شخص وہ چیز لے کر وہاں سے نکلا تو اچانک اس کو ایک شخص ملا جو ایک خچر کے ساتھ چلا آ رہا تھا اس خچر پر چالیس ہزار دینار لدے ہوئے تھے اس نے اس شخص سے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ یہ چالیس ہزار دینار ابراہیم رحمتہ علیہ کی میراث ہیں جو ان تک ان کے والد کے مال سے پہنچی ہے، میں ان کا غلام ہوں میراث کا یہ مال میں ان کی خدمت میں لایا ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور چالیس ہزار دینار ان کے حوالے کئے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم میرے ہی غلام ہو اور یہ مال بھی میرا ہی ہے تو میں تمہیں خدا کی خوشنودی کے

لیے آزاد کرتا ہوں اور چالیس ہزار دینار بھی تمہیں بخشتا ہوں۔ بس تم اب میرے پاس سے چلے جاؤ۔ جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ علیہ نے کہا کہ ''پروردگار! میں نے تیرے سامنے روٹی کی خواہش کا اظہار کیا تھا تو نے مجھے اتنی مقدار میں دنیا دے دی! پس قسم ہے تیری ذات کی! اب اگر تو مجھے بھوک سے مار بھی ڈالے گا تو تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔'' (مظاہر حق جدید: ۱۴۲/۳)

﴿۹۴﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک روح نرخرے میں نہ آ جائے

﴿۱﴾ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ شروع نہ ہو۔ (ترمذی)

﴿۲﴾ جو بھی مومن بندہ اپنی موت سے مہینہ بھر پہلے توبہ کر لے اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد بھی بلکہ موت سے ایک دن پہلے بھی بلکہ ایک ساعت پہلے بھی جو بھی اخلاص اور سچائی کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے۔

﴿۴﴾ مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی رضی اللہ عنہم جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضور ﷺ سے اسے سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! تو دوسرے نے کہا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کرے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ تیسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ کہا: ہاں! میں نے خود سنا ہے۔ کہا: میں نے سنا ہے اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا: تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ کہا میں نے تو حضور ﷺ سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آ جائے توبہ کے دروازے اس کے لیے بھی کھلے رہتے ہیں۔

﴿۵﴾ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے ڈھیل طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی میں اس کے دل سے نہ نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم جب تک اس میں روح رہے گی اس کی توبہ قبول کروں گا۔

﴿۶﴾ ایک مرفوع حدیث میں اس کے قریب قریب مروی ہے۔ پس ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور اسے اپنی حیات کی اُمید ہے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس پر رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ ہاں! جب زندگی سے مایوس ہو جائے، فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے سینے میں گھٹنے لگے حلق میں اٹکے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۵۲۳)

﴿۹۵﴾ صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر نہ سمجھ، یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو خدا کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے۔'' (نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ) حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا، رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان!

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا ۔۔۔ إِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَّعُوْدُ كَبِيْرًا
إِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدُهُ ۔۔۔ عِنْدَ اللّٰهِ مُسْطَرٌ تَسْطِيْرًا
فَازْجُرْ هَوَاكَ عَنِ الْبِطَالَةِ لَا تَكُنْ ۔۔۔ صَعْبَ الْقِيَادِ وَشَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا
اَنَّ الْمُحِبَّ إِذَا أَحَبَّ إِلٰهَهُ ۔۔۔ طَارَ الْفُؤَادُ وَأُلْهِمَ التَّفْكِيْرَا
فَاسْئَلْ هِدَايَتَكَ الْإِلٰهَ فَتَهْدِيَكَ ۔۔۔ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا

ترجمہ

﴿۱﴾ یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ، یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے۔

﴿۲﴾ گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو، اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں۔

﴿۳﴾ بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جائے کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔

﴿۴﴾ جب کوئی شخص سچے دل سے اللہ سے محبت کرتا ہے، تو اس کا دل اُڑنے لگتا ہے اور اسے خدا کی جانب سے غور وفکر کی عادت الہام کی جاتی ہے۔

﴿۵﴾ اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر، ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۵ صفحہ ۲۲۷)

﴿۹۶﴾ کوئی تدبیر موت کو ٹال نہیں سکتی

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک مطول قصہ بزبان حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگا اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ۔ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟ اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے۔ کہا سن یہ لڑکی ایک سو (۱۰۰) آدمیوں سے خلوت کرائے گی پھر اس کے وہاں اب جو شخص ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی۔ وہ ملازم یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا، اس کی ماں نے یہ حال دیکھا تو اپنی بچی کے پیٹ میں ٹانکے دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا، جس سے اس کا زخم بھر گیا۔ اب ایک زمانہ گزر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل وصورت کی، بدچلنی میں پڑ گئی۔ ادھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا، کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی، کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آ گیا اور ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ گاؤں میں بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرا دو۔ یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام ڈالا، منظور ہو گیا نکاح بھی ہو گیا اور رخصت ہو کر یہ اس کے یہاں آ بھی گئی۔

دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہو گئی ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آخر آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ۔ اس نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے برسوں بعد یہاں آیا ہوں۔ تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا، تب تو اسے یقین آ گیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمی سے مجھ سے پہلے مل چکی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں۔

اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی، خیر چونکہ مجھے تجھ سے

بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لیے ایک بلند وبالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں۔ اس میں تو رہ تا کہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی محل تعمیر ہوا اور یہ وہاں رہنے سہنے لگی...... ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا دیکھو! آج یہاں مکڑی دکھائی دی، عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟ جب ہی سہی کہ میں اس کی جان لوں۔ غلام کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ۔ وہ پکڑ کر لایا، اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مل ڈالا اور اس کی جان نکل گئی اس سے جو پیپ نکلا اس کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر پڑا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں مرگئی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۶۰۲، ۶۰۳)

﴿۹۷﴾ بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص ایک آیت سن کر صالح ہو گیا

سلطنت بنوامیہ کا ایک باغی شخص جس کا نام علی اسدی تھا اس نے لڑائی کی، راستے پر کر دیئے، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، سالار لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (سورۂ زمر: آیت ۵۳)

ترجمہ: ''میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش، بڑی رحمت والا ہے۔''

یہ اسے سن کر ٹھٹک گیا اور اس سے کہا ''اے خدا کے بندے! یہ آیت مجھے دوبارہ سنا۔'' اس نے پھر پڑھی۔ خدا کے اس ارشاد کو سن کر وہ فرماتا ہے ''اے میرے گنہگار بندو! تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں، میں غفور و رحیم ہوں۔'' اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا اور اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نمازِ صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب چاندنا ہو گیا تو لوگوں نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے۔ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اسے گرفتار کر لیں، اس نے کہا ''سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے اس لیے کہ تم مجھ پر قابو پاؤ اس سے پہلے ہی میں توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہوں۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس چلے۔ یہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا یہ علی اسدی ہے یہ توبہ کر چکے ہیں اس لیے اب تم انہیں کچھ کر نہیں سکتے۔

چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لیے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہو لئے۔ سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لیے ان کی کشتی میں کود گئے۔ ان کی آبدار خارشگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لا سکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرح چلے، چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہو گیا اس لیے کشتی پلٹ گئی جس سے وہ سارے رومی ہلاک ہو گئے اور حضرت علی اسدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ڈوب کر شہید ہو گئے (خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۷۴۸)

﴿۹۸﴾ دجال کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درد بھرا بیان

صحیح مسلم میں ہے ایک دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا اور اس طرح اسے بلند و پست کیا کہ ہم سمجھے کہیں مدینہ کے

نخلستان میں موجود نہ ہو پھر جب ہم لوٹ کر آپ ﷺ کی طرف آئے تو ہمارے چہروں سے آپ ﷺ نے جان لیا اور دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ ہم نے بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اسے سمجھ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر مسلمان اس سے آپ بھگت لے گا۔ میں اپنا خلیفہ ہر مسلمان پر خدا کو بناتا ہوں، وہ جوان ہوگا آنکھ اس کی ابھری ہوئی ہوگی، بس یوں سمجھ لو کہ عبدالعزیٰ بن قطن کی طرح ہوگا تم میں سے جو اسے دیکھے اس کو چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے۔ وہ شام وعراق کے درمیانی گوشہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں گشت کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! خوب ثابت قدم رہنا۔

ہم نے پوچھا حضور! وہ کتنی مدت رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے معمولی دنوں کی طرح...... پھر ہم نے دریافت کیا کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اندازہ کر لو۔ ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اس کی رفتار کی سرعت کیسی ہوگی؟ فرمایا: ایسی جیسے بادل ہواؤں سے بھاگتے ہیں۔ ایک قوم کو اپنی طرف بلائے گا، وہ مان لیں گے تو آسمان سے ان پر بارش ہوگی، زمین سے کھیتی اور پھل اُگیں گے، ان کے جانور تر وتازہ اور زیادہ دودھ دینے والے ہو جائیں گے۔ ایک قوم کے پاس جائے گا جو اسے جھٹلائے گی اور ان کا انکار کر دے گی، یہ وہاں سے واپس ہوگا تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا۔ وہ بنجر زمین پر کھڑا ہو کر حکم دے گا کہ اے زمین کے خزانو! نکل آؤ تو وہ سب نکل آئیں گے اور شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے۔ پھر یہ ایک نوجوان کو بلائے گا اور اسے قتل کرے گا اور اس کے ٹھیک دو ٹکڑے کر کے اتنی دور ڈال دے گا کہ ایک تیر کی رفتار ہو، پھر اسے آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کے پاس آجائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے سفید مشرقی مینارے کے پاس دو چادریں اوڑھے باندھے دو فرشتوں کے پروں پر بازو رکھے ہوئے اتریں گے جب سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اُٹھائیں گے تو مثل موتیوں کے وہ قطرے لڑھکیں گے، جس کافر تک ان کا سانس پہنچ جائے گا وہ مر جائے گا اور آپ علیہ السلام کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک نگاہ پہنچے۔ آپ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں خدا نے اس فتنے سے بچایا ہوا ہوگا، ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کے جنتی درجوں کی انہیں خبر دیں گے۔ اب خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئے گی کہ میں اپنے بندوں کو بھیجتا ہوں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، تم میرے ان خاص بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ پھر یاجوج وماجوج نکلیں گے اور وہ ہر طرف سے کودتے پھاندتے آجائیں گے۔ بحیرہ طبریہ پر ان کا پہلا گروہ آئے گا اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کے بعد ہی دوسرا گروہ آئے گا تو وہ ایسا سوکھا پڑا ہوگا کہ وہ کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن وہاں (کوہ طور پر) اس قدر محصور رہیں گے کہ ایک بیل کا سر انہیں اس سے بھی اچھا لگے گا جیسے تمہیں آج ایک سو دینار محبوب ہیں۔ اب آپ علیہ السلام اور مومن خدا سے دعائیں اور التجائیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان (یاجوج وماجوج) پر گردن کی گلٹی کی بیماری بھیج دے گا جس میں سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم میں فنا ہو جائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو سے خالی ہو۔ پھر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے تو بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ایک قسم کے پرند اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو جہاں خدا چاہے ڈال آئیں گے۔ پھر بارش ہوگی جس سے تمام زمین دھل دھلا کر آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے خزانے نکال اور اپنی برکتیں لوٹا۔ اس دن ایک انار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور وہ سب اس کے چھلکے تلے آرام حاصل کر سکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے سے نہیں پیا جائے گا۔ پھر پروردگار عالم ایک لطیف اور پاکیزہ ہوا چلائے گا جو تمام ایمانداروں مرد عورتوں کے بغل تلے سے نکل جائے گی اور ساتھ ہی ان کی روح بھی پرواز کر جائے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو آپس

میں گدھوں کی طرح دھینگا مشتی میں مشغل ہو جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳)

﴿۹۹﴾ دجال کے فتنے اور قیامت کی نشانیاں

محدثین نے لکھا ہے کہ درج ذیل حدیث اپنے بچوں کو سکھایئے بلکہ لکھوایئے تا کہ انہیں بھی یاد رہے

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ کا کم وبیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے، اس سے ڈرانے میں صرف کیا۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا۔ اگر میری موجودگی میں آ گیا تب تو میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنا آپ اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان کا خلیفہ بناتا ہوں۔

وہ شام وعراق کے درمیان نکلے گا، دائیں بائیں خوب گھومے گا۔ لوگو! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دیکھو! تم ثابت قدم رہنا۔ سنو! میں تمہیں اس کی ایسی صفت سناتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی اُمت کو نہیں سنائی۔

وہ ابتداً دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں...... پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ خدا کو ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ہاں! مرنے کے بعد دیدارِ باری تعالیٰ ہوسکتا ہے......اور سنو! وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایمان دار پڑھ لے گا۔

اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا۔ اس کی آگ دراصل جنت ہے اور اس کا باغ دراصل جہنم ہے۔ سنو! تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی چاہے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر نمرود کی آگ ہوگئی تھی۔

اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے ماں باپ کو زندہ کردوں، پھر تو تو مجھے رب مان لے گا۔ وہ اقرار کرے گا۔ اتنے میں دو شیطان اس کی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور اسے کہیں گے بیٹے! یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اسے آرے سے چِروا کر دو ٹکڑے کروا دے گا۔ پھر لوگوں سے کہے گا کہ میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں اسے زندہ کردوں گا۔ لیکن پھر بھی یہ یہی کہے گا اس کا رب میرے سوا اور ہے۔ چنانچہ یہ اسے اُٹھائے بٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور تو خدا کا دشمن دجال ہے خدا کی قسم! اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہوگیا۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مومن میری تمام اُمت سے زیادہ بلند درجہ کا اُمتی ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی، وہ زمین کو پیداوار اُگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار ہوگی۔

اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا اور وہ اسے نہ مانیں گے اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی......دوسرے قبیلے کے پاس جائے گا جو اسے خدا مان لے گا۔ اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اُگائے گی ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔

سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین (ممالک) کا دورہ کرے گا۔ جب مدینہ کا رُخ کرے گا تو یہاں ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں

لیے ہوئے پائے گا تو سنجہ کی انتہائی حد پر ظریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا۔ پھر مدینہ میں تین بھونچال آئیں گے اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی اور سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گے اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے میں سے دور پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے۔ اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا۔

اُمّ شریک رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا: اوّلاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی۔ ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا جو آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا، جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا، تاکہ آپ علیہ السلام آئے بڑھ کر امامت کرائیں، لیکن آپ علیہ السلام اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ، اقامت تمہارے لیے کہی گئی ہے۔ پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام فرمائیں گے دروازہ کھول دو۔ پس کھول دیا جائے گا، ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لیے ہوئے موجود ہوگا جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا۔ دجال آپ علیہ السلام کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا۔ لیکن آپ علیہ السلام فرمائیں گے خدا نے مقرر کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے گا، تو اسے ٹال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اسے بابِ لُد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کر دیں گے۔ اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے، لیکن انہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی۔ ہر پتھر، ہر درخت، ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان! یہاں یہودی ہے، آ کر اسے مار ڈال۔ ہاں! ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میری امت میں حاکم ہوں گے، عادل ہوں گے، امام ہوں گے، باانصاف ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیے کو ہٹا دیں گے، حسد اور بغض بالکل جاتا رہے گا، ہر زہریلے جانور کا زہر ہٹا دیا جائے گا۔ بچے اپنی انگلی سانپ کے منہ میں ڈالیں گے لیکن وہ انہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیروں سے لڑکے کھیلیں گے، نقصان کچھ نہ ہوگا۔ بھیڑیے بکریوں کے گلّے (ریوڑ) میں اس طرح پھریں گے جیسے رکھوالا کتا ہو۔ تمام زمین اسلام اور اصلاح سے اس طرح بھر جائے گا جیسے کوئی برتن پانی سے لبالب بھرا ہوا ہو۔ سب کا کلمہ ایک ہو جائے گا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی لڑائی اور جنگ بالکل موقوف ہو جائے گی۔ زمین مثل سفید چاندی کے منور ہو جائے گی۔ ایک جماعت کو ایک انگور کو خوشہ پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہوگا، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے اور سیر ہو جائے۔ بیل اتنی اتنی قیمت پر ملے گا اور گھوڑا چند درہموں پر ملے گا۔ لوگوں نے پوچھا اس کی قیمت گر جانے کی کیا وجہ ہوگی؟ فرمایا: اس لیے کہ لڑائیوں میں اس کی سواری بالکل نہ لی جائے گی۔ دریافت کیا گیا کہ بیل کی قیمت بڑھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ تمام زمین میں کھیتیاں ہونی شروع ہو جائیں گی۔

دجال کے ظہور سے تین سال پیشتر سخت قحط سالی ہوگی۔ پہلے سال بارش کا تیسرا حصہ بحکم خدا روک لیا جائے گا اور زمین کی پیداوار کا بھی تیسرا حصہ کم ہو جائے گا۔ پھر دوسرے سال خدا آسمان کو حکم دے گا کہ بارش کی دو تہائیاں روک لے اور یہی حکم زمین کو ہوگا کہ اپنی پیداوار دو تہائی کم کر دے۔ تیسرے سال آسمان سے بارش کا ایک قطرہ نہ برسے گا نہ زمین سے کوئی روئیدگی پیدا ہوگی۔ تمام جانور اس قحط سے ہلاک ہو جائیں گے، مگر جسے خدا چاہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت لوگ زندہ کیسے رہ جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی غذا کے قائم مقام اس وقت ان کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہوگا۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میرے استاد نے اپنے استاد سے سنا وہ فرماتے تھے یہ حدیث اس قابل ہے کہ بچوں کے استاد اسے بچوں کو بھی سکھا دیں، بلکہ لکھوائیں تاکہ انہیں بھی یاد رہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۶۷۰، ۶۷۱ تا ۶۷۲)

﴿۱۰۰﴾ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے

مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہو گی، انہیں جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی انہیں جہنمیوں کو لہو پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۴۷۴)

﴿۱۰۱﴾ بادلوں سے آواز آئی

چلو مدینے! عمر نے بلایا ہے، چلو مدینے! عمر نے بلایا ہے

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ) نے پاکستان میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت (۱۸ھ) میں پورے جزیرۂ عرب میں ایسا قحط پڑا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی کسی قیمت پر نہیں ملیں، فاقوں کی شدت کی وجہ سے لوگ انتقال کر رہے تھے، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ مصر کے اندر بے شمار پیداوار ہے اور مصر اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خط لکھا کہ:

''یہاں حجاز میں بالکل غلہ نہیں ہے، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں بہت غلہ ہے، لہٰذا یہاں والوں کے لیے وہاں سے غلہ بھیجو۔''

گورنر صاحب نے جواب تحریر فرمایا:

''آپ مطمئن رہیں میں اتنا بڑا قافلہ غلے سے لدوا کر بھیجوں گا کہ اس کا پہلا اونٹ مدینہ میں اتر رہا ہو گا اور آخری اونٹ مصر میں لدرہا ہو گا۔''

مصر اور حجاز کا ایک مہینہ کا راستہ ہے۔ جو اس زمانے میں اونٹوں کے ذریعے طے کیا جاتا تھا۔ یہ سارا راستہ غلہ کے اونٹوں سے بھر دوں گا۔ چنانچہ غلہ آیا اور اتنا ہی آیا اور مدینہ پاک میں اور اطراف میں منادی کروادی گئی کہ جس کا جی چاہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر کھانا کھائے اور جس کا جی چاہے اپنا راشن اپنے گھر لے جائے چنانچہ ہزار ہا ہزار لوگوں نے وہیں دستر خوان پر کھانا کھایا اور بہت سے اپنے گھر لے گئے۔ ایک صحابی جو جنگل میں اپنے رٹھان (ٹھکانے) پر رہتے تھے، انہوں نے بھی آنے جانے والوں سے سنا کہ مدینہ پاک میں غلہ آگیا ہے اور تقسیم ہو رہا ہے ان کے پاس ایک بکری تھی، انہوں نے سوچا کہ میں چلا جاؤں گا اور اکیلی بکری کو کوئی جانور وغیرہ کھا جائے گا۔ لاؤ بکری کو ذبح کر لوں اور کھالوں کہ چلنے کی طاقت آجائے گی۔ چنانچہ بکری کو ذبح کیا تو ایک قطرہ بھی خون نہ نکلا یہ منظر دیکھ کر وہ صحابی رو پڑے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ہمارا بھی برا حال ہے اور تو اور ہمارے جانوروں کا بھی خون خشک ہو گیا (بکری میں خون جب ہوتا جب چارہ کھاتی، پانی پیتی، جب نہ چارہ کھایا نہ پانی پیا، تو نہ خون رہا نہ نکلا) وہ صحابی سر پکڑ کر رونے لگے اور روتے روتے گر گئے اور گر کر نیند آگئی۔ نیند میں انہوں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ تو تو بڑا عقلمند تھا تیری عقل کو کیا ہوا؟ یہ صحابی اُٹھے اور گرتے پڑتے مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر دستک دی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننگے پیر مکان سے باہر تک آئے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے خواب کا پورا قصہ بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن کر لرز گئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی؟ اس وقت مدینہ پاک میں جو اہل الرائے تھے ان کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ بھائی! بار بار میں تم لوگوں سے کہتا رہا کہ اگر مجھ سے کوئی چوک ہو جائے تو مجھے متنبہ کر دیا جائے مگر تم لوگوں نے مجھے متنبہ نہیں کیا، میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیام بھیجا ہے، بتاؤ! مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی غلطی نہیں آئی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں ایک

بات آئی ہے کہ آپ کے ملک میں قحط پڑ رہا تھا اور غلہ نہیں تھا اور لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے تھے، مگر بجائے اس کے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مانگتے آپ نے اپنے گورنر اور اپنے ہی جیسے انسان سے درخواست کی، یہ ہے وہ غلطی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعتاً یہی غلطی ہے، پھر سب نے کہا کہ واقعی یہی غلطی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت دعا مانگی اپنی خطا کی معافی چاہی دعا کرنا تھا کہ آسمان کے بادلوں میں کھلبلی مچ گئی اور دوڑ لگ گئی اور ہر بادل ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

چلو مدینے عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا ہے چلو مدینے عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا ہے

(تاریخ کامل: جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، آخرت کی یاد ملفوظات حضرت اقدس مولانا افتخار الحسن کاندھلوی ص ۶۰)

﴿۱۰۲﴾ نیک اور دیندار کی موت پر دھوم دھام عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اس مضمون کو بہت غور سے پڑھیں

اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دوست کے پاس جا میں نے اسے آسانی سختی سے ہر طرح آزمالیا ہے ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا، تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں۔ ملک الموت اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن، وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سر پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوتی ہے۔ یہ سب آتے ہیں، ملک الموت تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک اس کی تھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچے کو لوگ بہلاتے ہیں اس وقت اس کو حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں۔ روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے۔

ملک الموت فرماتے ہیں ہاں! اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب خدا ہے، اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی۔ بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔

ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو خدا کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور خدا کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر وہ عبادت خدا کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔

اسی وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے اردگرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کو نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے، اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو رخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس روز سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور کہتا ہے کہ میرے لشکریو! تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔

جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر ایک اسے جداگانہ بشارتِ خداوندی سناتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی روح عرش خدا کے پاس پہنچتی ہے وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے، بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے، سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے، نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردلپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے، یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا۔ سرہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پیروں کی طرف سے آتی ہے یہاں سے اس کا نمازوں کے لیے چل کر جانا اور اسے روک دیتا ہے۔ غرض چوطرف سے محبوب کے لیے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے دانت سیاہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں۔ ان کے بال پیروں تلے لٹکے ہوتے ہیں۔ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن ہے۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اُٹھ بیٹھ۔ یہ اُٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم سے رہا نہ گیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے گا؟ آپ ﷺ نے اسی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِيْكَ لَہٗ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے۔ جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین تھے۔

وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا اب تو وہ اس کے لیے اس کی قبر کو اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے آگے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے سر کی طرف سے، اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں، وہ دو سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنی نظریں اوپر اٹھا۔ یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، وہ کہتے ہیں اے خدا کے دوست! چونکہ تو نے خدا کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ دیکھ اس سے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابد الآباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لیے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادِ صبا کی لپیٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس کو اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اُٹھائے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۲۷ تا ۴۷)

﴿۱۰۳﴾ میت پر آنسو بہانا جائز ہے مگر میت پر نوحہ اور ماتم نہیں کرنا چاہیے

زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا تھا تو وہ وصیت کر کے جاتا کہ چھ مہینے تک یا سال یا دو برس تک مجھے رویا

جائے، اب ظاہر بات ہے کہ اتنے دنوں تک آنکھوں میں کوئی آنسو لے کر بیٹھ جائے تو یہ ہو نہیں سکتا اور نہ روئے تو لوگ کہیں گے بھئی کوئی بڑا آدمی نہیں تھا معمولی تھا مر گیا۔ لہٰذا چھ مہینے روؤ تا کہ معلوم ہو کہ بڑا آدمی گزرا ہے۔ مگر اب چھ مہینے تک روئے کون؟ تو رونے والیاں کرائے پر لی جاتی تھیں کہ وہ چھ مہینے تک بیٹھ کر روئیں۔ اور وہ عورتیں ہی رکھی جاتی تھیں اس لیے کہ آنسو بہانا انہیں آسانی سے آتا ہے بس ارادہ کیا اور ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے تو رونے اور رُلانے کے لیے عورتوں سے بہتر دوسرا کرایہ دار نہیں مل سکتا تھا اس لیے عورتوں کو کرایہ پر رکھتے تھے۔ اجرت بھی دی جاتی اور کھانا کپڑا بھی۔ اور ان کا طریقہ کیا تھا؟ گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کھا پی رہی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی تعزیت کے لیے آیا، بس وہ فوراً گھیرا بنا کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے ''راں راں'' کر کے رونا شروع کر دیا کہ: وَا کَـــــذَا!! وَاجَبَلَاہ!! وَاشَمْسَاہ!! تو تو پہاڑ تھا، تو تو آفتاب تھا، چاند تھا وغیرہ۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مریض ہوئے تو رسول کریم ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے ان کی عیادت کے لیے آئے۔ آپ ﷺ جب اندر تشریف لائے تو ان کو غاشیہ میں یعنی بڑی سخت حالت میں پایا، یا آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ختم ہو چکے'' (بطور مایوسی یا حاضرین سے استفسار کے طور پر آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی) تو لوگوں نے عرض کیا ''نہیں حضرت! ابھی ختم نہیں ہوئے'' تو رسول اللہ ﷺ کو ان کی حالت دیکھ کر رونا آ گیا۔ جب اور لوگوں نے آپ ﷺ پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا کیونکہ اس پر بندے کا اختیار اور قابو نہیں ہے۔'' پھر زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''لیکن اس کی غلطی پر یعنی زبان سے نوحہ و ماتم کرنے پر سزا بھی دیتا ہے اور پڑھنے پر اور دعا و استغفار کرنے پر رحمت بھی فرماتا ہے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اور فرمایا ''جب روح جسم نکالی جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے اس لیے موت کے بعد آنکھوں کو بند کر دینا چاہیے۔'' آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ان کے گھر کے لوگ چلا چلا کر رونے لگے اور اس رنج وصدمہ کی حالت میں ان کی زبانوں سے ایسی باتیں نکلنے لگیں جو خود ان لوگوں کے حق میں بددعا تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دعا کرو اس لیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے خود اس طرح دعا فرمائی:

''اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کے بجائے تو ہی سرپرستی اور نگرانی فرما اس کے پسماندگان کی۔ اور رب العالمین بخش دے ہم کو اور اس کو اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔''

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے جملہ استرجاع ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾ اور اللہ کی قضا پر راضی رہنا مسنون قرار دیا اور یہ باتیں گریۂ چشم اور غم دل کے منافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ راضی بقضائے الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اور اس کے باوجود اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ پر وفور محبت و شفقت سے رقت کے باعث رو دیئے اور آپ ﷺ کا قلب اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا و شکر سے بھرپور اور زبان اس کے ذکر و حمد میں مشغول تھی۔ (زاد المعاد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ابو سیف آہنگر کے گھر گئے، یہ ابو سیف رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم کی دایہ خولہ بنت منذر کے شوہر تھے اور ابراہیم رضی اللہ عنہ اس وقت کے رواج کے مطابق اپنی دایہ کے گھر ہی رہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کو اُٹھالیا، چوما اور ان کے رخساروں پر ناک رکھی، جیسا کہ بچوں کو پیار کرتے وقت کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک دفعہ پھر آپ کے صاحبزادے علیہ السلام کی آخری بیماری میں ہم وہاں گے۔ اس وقت ابراہیم جان دے رہے تھے۔

نزع کے عالم میں تھے۔ان کی اس حالت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (جو نا واقفیت کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس قسم کی چیزوں سے متاثر نہیں ہو سکتے) تعجب سے کہا ”یارسول اللہ! آپ کی بھی یہ حالت؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”اے ابن عوف! یہ کوئی بری بات اور بری حالت نہیں بلکہ یہ شفقت اور دردمندی ہے۔“ پھر دوبارہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے یعنی ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم، معارف الحدیث، اسوۂ رسول اکرم ﷺ ص۵۵۷تا۵۵۹)

﴿۱۰۴﴾ اللہ تعالیٰ کی شاندار تعریف پر مشتمل ایک دیہاتی کی دعا اور آنحضرت ﷺ کا قیمتی ہدیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے، وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

- اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔
- اے وہ ذات کہ کسی کا خیال وگمان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔
- اے وہ ذات کہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان نہیں کر سکتے۔
- اے وہ ذات کہ حوادثِ زمانہ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔
- اے وہ ذات کہ اسے گردشِ زمانہ سے کوئی اندیشہ نہیں۔
- اے وہ ذات جو پہاڑوں کے وزنوں کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو دشمنوں کے پیمانوں کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو سمندروں کے قطروں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو بارش کے قطروں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو ان تمام چیزوں کو جانتی ہے جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے، اور جن کو دن روشن کرتا ہے۔
- اے وہ ذات جس کو آسمان دوسرے آسمان سے چھپا نہیں سکتا۔
- اے وہ ذات جس کو زمین دوسری زمین سے چھپا نہیں سکتی۔
- اے وہ ذات کہ سمندر کے پیٹ میں کیا ہے وہ بھی تجھے معلوم ہے۔
- اے وہ ذات کہ چٹانوں میں کیا چھپا ہے وہ بھی تو جانتا ہے
- تو میری عمر کے آخری حصہ کو سب سے بہتر بنا دے۔
- اور میرے آخری عمل کو سب سے بہتر عمل بنا دے۔
- اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میری تجھ سے ملاقات ہو۔

آپ ﷺ نے ایک آدمی کے ذمہ لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا چنانچہ وہ نماز کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور ﷺ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا ہوا تھا۔حضور ﷺ نے اسے وہ سونا ہدیہ میں دیا پھر اسے پوچھا کہ اے اعرابی! تم کون سے قبیلہ کے ہو؟ اس نے کہا یارسول اللہ! بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ کا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو یہ سونا کیوں ہدیہ کیا ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ! ہماری آپ کی جو رشتہ داری ہے اس کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے لیکن میں نے تمہیں سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے کہ تم نے بہت عمدہ طریقے سے اللہ کی شان بیان کی ہے۔(حیاۃ الصحابہ:۳/۳۶۸،۳۶۹)

﴿۱۰۵﴾ اللہ تعالیٰ کا وہ نام کہ اس کے وسیلہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

”اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْأَحَبِّ إِلَيْكَ الَّذِيْ إِذَا دُعِيْتَ بِهٖ أَجَبْتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهٖ أَعْطَيْتَ وَإِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهٖ رَحِمْتَ وَإِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهٖ فَرَّجْتَ“

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو پاک عمدہ مبارک اور تجھے سب سے زیادہ محبوب

ہے جب تجھے اس کے ذریعہ پکارا جاتا ہے تو تو ضرور متوجہ ہوتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلہ سے مانگا جاتا ہے تو تو ضرور دیتا ہے اور جب تجھ سے اس کے ذریعہ رحم طلب کیا جاتا ہے تو تو ضرور رحم فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے تجھ سے کشادگی مانگی جاتی ہے تو تو ضرور کشادگی دیتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمہیں پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے وہ نام بتادیا ہے کہ جب اس نام کے وسیلہ سے اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے۔'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ نام مجھے بھی سکھادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے سکھانا مناسب نہیں''...... وہ فرماتی ہیں میں ایک طرف ہوکر بیٹھ گئی پھر میں کھڑی ہوئی اور حضور ﷺ کے سر کا بوسہ لیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے وہ نام سکھادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تمہارے لیے مناسب نہیں کہ میں تمہیں سکھاؤں کیونکہ تمہارے مناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو۔'' میں وہاں سے اُٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ''

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں، تجھے رحمان کہہ کر پکارتی ہوں، تجھے نیکوکار، رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے ان اچھے ناموں سے پکارتی ہوں جن کو میں جانتی ہوں اور جن کو نہیں جانتی ہوں، اور یہ سوال کرتی ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ میری یہ دعا سن کر بہت ہنسے اور فرمایا ''تم نے جن ناموں سے اللہ کو پکارا ان میں وہ خاص نام بھی شامل ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

﴿۱۰۶﴾ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طبیعت ٹھیک ہوگی

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہوکر نماز شروع فرمادی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر نماز کے بعد فرمایا ''اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہوگئے ہو کوئی فکر نہ کرو، میں نے جو چیز بھی اللہ سے اپنے لیے مانگی اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لیے بھی مانگی، اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی۔ بس اتنی بات سے مجھ سے یوں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' چنانچہ میں وہاں سے اُٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہوچکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ ۳۷۳)

﴿۱۰۷﴾ پریشانی اور غم دور کرنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے:

''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ''

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے، اے اللہ! تو ہر فکر اور غم کو مجھ سے دور فرمادے۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرتے اور فرماتے:

''اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ''

ترجمہ: ''اے اللہ! تو ہر فکر اور غم کو مجھ سے دور فرمادے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵)

﴿۱۰۸﴾ اپنے بیوی بچوں کو اللہ کی حفاظت میں دینے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں بہت ڈرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صبح اور شام یہ کلمات کہا کرو۔''

'' بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى دِيْنِيْ وَنَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ''

ترجمہ: ''میں اپنے دین پر اپنی جان پر، اپنی اولاد پر، اپنے گھر والوں پر اور اپنے مال پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔''

اس آدمی نے یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہیں جو ڈر لگتا تھا اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا وہ ڈر بالکل جاتا رہا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۸۹)

﴿۱۰۹﴾ شیطان کے شر سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے:

'' اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ''

ترجمہ: ''میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ کی اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں۔''

﴿۱۱۰﴾ ابن آدم! غصے کے وقت مجھے یاد کر لیا کر میں بھی غضب کے وقت تجھے معافی عطا کروں گا

ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی عطا فرمادیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان سے بچالوں گا، برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا، اے ابن آدم! جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر سہار کے ساتھ کام لے مجھ پر نگاہ رکھ، میری مدد پر بھروسہ رکھ، میری امداد پر راضی رہ، یاد رکھ! میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے، اپنی امداد نصیب فرمائے۔ آمین (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

﴿۱۱۱﴾ مندرجہ ذیل دعا جو پڑھے گا وہ آزمائش میں مبتلا نہیں ہوگا

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

'' اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ''

ترجمہ: ''اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

طبرانی کی روایت میں ہے اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو یہ دعا مانگتا رہے گا وہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

﴿۱۱۲﴾ گھبراہٹ اور وحشت دور کرنے کا نبوی تعویذ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ رات کو کچھ ڈراؤنی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رات کو تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ جب تم

ان کو تین مرتبہ پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف دور کردے گا۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سکھائیں، میں نے آپ کو اپنی یہ تکلیف اسی لیے تو بتائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کلمات کہا کرو":

" اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ"

ترجمہ: "میں اللہ کے غصہ اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور شیاطین کے میرے پاس آنے سے اس کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند راتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے جو کلمات آپ نے مجھے سکھائے وہ میں نے تین مرتبہ پورے ہی کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور کردی اور اب تو میرا یہ حال ہے کہ شیر کے بن (جنگل) میں اس کے پاس رات کو بھی بلا خوف وخطر جاسکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرائے تو یہ دعا پڑھے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ آخر تک۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نیند میں گھبرا جایا کرتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ آخر تک۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے میں ڈر جاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو، اور پچھلی دعا ذکر کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! مجھے گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۳، صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

﴿۱۱۳﴾ ولایت کے لباس مختلف ہوتے ہیں

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ کے اکابر اولیاء میں سے ہیں، لیکن بادشاہوں کی وہ شان نہیں ہوتی تھی جوان کی شان تھی۔ مسند الگ تھی۔ صفائی ستھرائی الگ، خدام الگ کھڑے ہوئے ہیں، دروازے کے اوپر دربان الگ موجود ہیں۔ اور صفائی کا یہ عالم کہ اگر ایک تنکا بھی سامنے پڑا ہوا ہوتا تھا تو سر میں درد ہو جاتا تھا۔ فرماتے تھے "کوڑا کباڑ گھر کے اندر بھر رکھا ہے۔" بہت نزاکت تھی۔

بادشاہ وقت نے ملنے کی آرزو کی۔ بہت چاہا کہ مجھے اجازت مل جائے مگر اجازت نہیں تھی۔ آخر حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تو ان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے، تیرا معاملہ بہت رسوخ کا ہے، تو میرے لیے ایک پانچ منٹ کی مہلت لے لے۔ اس نے کچھ اتار چڑھاؤ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو پانچ منٹ کی اجازت ہوگی کہ بادشاہ آسکتے ہیں۔ بادشاہ سلامت آئے، بہت ادب کے ساتھ دوزانو ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نصائح فرمائیں۔ اس دوران میں حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیاس معلوم ہوئی تو خادم کو پانی لانے کا اشارہ کیا۔ بادشاہ نے سمجھ لیا کہ پانی چاہتے ہیں تو کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ اگر مجھے اجازت ہو؟ اجازت ہوگئی کہ اچھا تم پانی پلاؤ۔ تو بادشاہ پانی لینے گئے تو گھڑے کے اوپر جو بڑولی ڈھکی ہوئی تھی۔ پانی لے کر جو اسے رکھا تو وہ کچھ ٹیڑھی رکھی گئی، بس مزاج میں تغیر پیدا ہوگیا۔ فرمایا "تمہیں پانی پلانا تو آتا نہیں تم بادشاہت کیسے کرتے ہوگے؟ ہٹو یہاں سے"۔ اپنے خادم خاص کو حکم دیا کہ وہی پانی پلائے گا۔ اس شان کے بھی بزرگ گزرے ہیں ان کی ولایت میں کوئی کمی نہیں ولی کامل ہیں۔ ان کی نسبت وتصرف، ان کی تربیت سے ہزاروں اولیاء بن گئے۔ ایک شان یہ ہے۔

اور ایک شان حضرت شاہ غلام علی صاحب کی ہے شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال کہ نہ گھر نہ در نہ کپڑا نہ لتا۔ زہد وقناعت اور فقر و

فاقے اور اس پر مہمانوں کی یہ کثرت کہ تین تین سو، چار چار سو مہمان ہر وقت ان کے دستر خوان پر ہوتے تھے۔ لیکن ظاہر میں ذریعہ معاش کچھ نہیں ہے۔ ریاست ٹونک کے نواب، نواب میر خاں، وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شیخ کے ہاں تین تین سو چار چار سو مہمان ہوتے ہیں۔ آخر کہاں سے آتا ہوگا؟ بڑی تنگی اُٹھاتے ہوں گے، بڑی پریشانی ہوتی ہوگی تو ریاست ٹونک کا ایک ضلع جس کی ایک ایک سال کی کئی لاکھ روپے آمدنی تھی، وہ پورے کا پورا حضرت شاہ غلام علی رحمتہ علیہ کی خدمت میں پیتل کے پتر پر لکھ کر بھیجا کہ میں آپ کو ہدیہ کرتا ہوں تا کہ مہمانوں اور گھر والوں کا خرچہ چلے۔ آپ اسے خدا کے لیے قبول فرمالیں۔ شاہ غلام علی صاحب رحمتہ علیہ نے اسی پتر پر جواب لکھا اور اس پر ایک شعر لکھ کر بھیج دیا۔ لکھا:

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم — بامیر خاں بگوئے کہ روزی مقدراست

ہم اپنے فقر وفاقہ کی آبرو کھونا نہیں چاہتے۔ میری طرف سے انہیں کہہ دو کہ روزی مقدر ہے تمہارے ضلع کی ہمیں ضرورت نہیں۔

تو ایک طرف یہ زہد وقناعت اور ایک طرف یہ ٹھاٹھ باٹھ جو مرزا مظہر جانِ جاناں رحمتہ علیہ کے وہاں ہے۔ ہیں یہ بھی ولی کامل اور وہ بھی ولی کامل۔ ولایت کے لباس مختلف ہوتے ہیں، ولایت کا تعلق کپڑوں سے نہیں، قلب سے ہے۔ قلب جب اللہ رسیدہ بن جائے وہ ولی کامل ہے، اپنے جس نیت سے کوئی لباس فاخرہ پہنتا ہے، اس میں بھی نیکی کی نیت پوشیدہ ہوتی ہے اس میں بھی مصلحت ہے کسی پر زہد و قناعت کا غلبہ ہوتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام: جلد۴ صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۵)

﴿۱۱۴﴾ رمضان کی پہلی رات ہی میں مسلمانوں کی مغفرت کردی جاتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ماہ رمضان قریب آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا، اس میں ارشاد فرمایا "رمضان تمہارے سامنے آگیا ہے اور تم اس کا استقبال کرنے والے ہو، غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات ہی میں اہل قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰)

﴿۱۱۵﴾ دعا کی قبولیت کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو وظیفہ سکھایا

تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کردیا اور ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (سورۂ یوسف: آیت ۹۲) کا اعلان کردیا تو بھائیوں نے کہا اے ابا جان! اور اے ہمارے بھائی! آپ لوگوں نے معاف کردیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو معاف نہ فرمایا تو آپ حضرات کا عفو ہم کو کچھ مفید نہ ہوگا اس لیے آپ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہماری خطاؤں کی معافی بذریعہ وحی نازل فرمادیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام ارحم الخلائق ہوتے ہیں اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا، بے شک وہ غفور ورحیم ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو دعا کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پیچھے اور ان دونوں کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور نہایت ذلت اور خشوع کے ساتھ دعا کی لیکن بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ دعا سکھائی:

﴿۱﴾ "يَارَجَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَآءَنَا" — ترجمہ: "اے ایمان والوں کی اُمید! ہماری امیدوں کو قطع نہ فرمائیے۔"

﴿۲﴾ "يَاغِيَاثَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَغِثْنَا" — ترجمہ: "اے ایمان والوں کے فریادرس! ہماری مدد فرما۔"

﴿۳﴾ "يَا مُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِنَّا" — ترجمہ: "اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد کیجئے۔"

﴿۴﴾ "يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا" — ترجمہ: "اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے! ہمارے اوپر توجہ فرما۔"

﴿۱۱۶﴾ سخت ترین مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کا بہترین وظیفہ

ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ پڑھیں :یَا حَلِیْمُ ، یَاعَلِیْمُ ، یَا عَلِیُّ ، یَا عَظِیْمُ

مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سخت سے سخت مقدمہ کے لیے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے، کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ یہ وظیفہ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ بطور ختم پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا۔ یہ عمل برائے افادۂ عام درج ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا، مکان اور کپڑے پاک ہونے چاہئیں۔ خوشبو لگادیں۔ وہ اسماء یہ ہیں: یَا حَلِیْمُ ، یَاعَلِیْمُ ، یَا عَلِیُّ ، یَا عَظِیْمُ

(الطرائف والظرائف: حصہ۲ صفحہ۲۶، کشکول معرفت: ص۲۹)

﴿۱۱۷﴾ معمولی نیکی بھی مغفرت کا سبب بنتی ہے

اللہ تعالیٰ شکور ہے اور شکور کی تعریف مرقاۃ میں یہ ہے کہ ’’ اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ ‘‘ جو قلیل عمل پر عظیم جزاء عطا فرمائے اس کو شکور کہتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کو خواب میں دیکھا گیا، دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا میرا حساب ہوا پس میں ڈر گیا کہ نیکیوں کا پلہ ہلکا تھا۔ اچانک اس میں مٹی کی تھیلی آگری اور وزن نیکیوں کا بڑھ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تھیلی کہاں سے آگئی؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے کسی مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی۔ (کشکول معرفت: صفحہ۶۰، ۶۱)

﴿۱۱۸﴾ ایک بیوہ کا عجیب قصہ

اگر بیوہ بچوں کی تربیت کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گزارنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔

(رواہ البخاری، باب الساعی علی الارملۃ، رقم:۲۰۰۶)

ایک واقعہ سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا دور ہے، آپ کی ایک شاگردہ جو باقاعدہ آپ کا درس سننے کے لیے آیا کرتی تھی، عبادت گزار خاتون تھیں، باقاعدہ درس سنتی اور نیکی پر زندگی گزارتی تھی، اس بے چاری کا جوانی میں خاوند چل بسا، اس نے دل میں سوچا کہ ایک بیٹا ہے، اگر میں دوسرا نکاح کرلوں گی تو مجھے خاوند مل جائے گا مگر بچہ کی زندگی برباد ہوجائے گی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اب وہ جوان ہونے کے قریب ہے، یہی میرا سہارا سہی۔ لہٰذا یہ سوچ کر ماں نے جذبات کی قربانی دی، ایسی عورت کے لیے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو اس طرح اگلی شادی نہ کرے اور بچوں کی تربیت وحفاظت کے لئے اسی طرح زندگی گزارے، تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گزارنے کا ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ جہاد کررہی ہے، اپنے نفس کے خلاف۔

وہ ماں گھر میں بچہ کا پورا پورا خیال رکھتی تھی لیکن یہ بچہ جب گھر سے باہر نکل جاتا تو ماں سے نگرانی نہ ہو پاتی، اب اس کے پاس مال کی بھی کمی نہیں تھی، اُٹھتی ہوئی جوانی بھی تھی، یہ جوانی دیوانی مستانی ہوتی ہے، چنانچہ وہ بچہ بری صحبت میں گرفتار ہوگیا۔ شباب اور شراب کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ ماں برابر سمجھاتی لیکن بچہ پر کچھ اثر نہ ہوتا، چکنا گھڑا بن گیا، وہ ان کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے لے کر آتی، حضرت بھی اس کو کئی کئی گھنٹے سمجھاتے، لیکن اس کا نیکی کی طرف دھیان ہی نہیں تھا، کبھی کبھی ماں سے ملنے آتا، ماں پھر سمجھاتی اور پھر اس کو حضرت کے پاس لے جاتی۔ حضرت بھی سمجھاتے دعائیں بھی کرتے مگر اس کے کانوں پر جوں نہ رینگتی حتیٰ کہ حضرت کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید اب اس کا دل پتھر بن گیا ہے، مہر لگ گئی ہے، ماں تو بہر حال ماں ہوتی ہے دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اچھوں سے بھی پیار کرتی ہے، بروں سے بھی پیار کرتی ہے۔ اس کی نظر میں تو اس کے بچے بچے ہی ہوتے ہیں، ماں تو ان کو نہیں چھوڑ سکتی، باپ بھی کہہ دیتا ہے کہ گھر

سے نکل جاؤ اس کو دھکا دو۔ مگر ماں بھی نہیں کہتی، اس کے دل میں اللہ نے محبت رکھی ہے۔ چنانچہ ماں اس کے لیے پھر کھانا بنا کر دیتی ہے۔ اس کے لیے دروازہ کھولتی ہے، اور پھر پیار سے سمجھاتی ہے، میرے بیٹے! نیک بن جا، زندگی اچھی کر لے۔

اب دیکھیے اللہ کی شان کہ کئی سال برے کاموں میں لگ کر اس نے صحت بھی تباہ کر لی اور دولت بھی تباہ کر دی اس کے جسم میں بیماریاں پیدا ہوگئیں، ڈاکٹروں نے بیماری بھی لاعلاج بتائی۔ اب اُٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی، اور بستر پر پڑ گیا۔ اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس کو آخرت کا سفر سامنے نظر آنے لگا۔ ماں پھر پاس بیٹھی ہوئی محبت سے سمجھا رہی ہے، میرے بیٹے! اب تو نے جو زندگی کا حشر کر لیا وہ تو کر لیا، اب بھی وقت ہے تو معافی مانگ لے توبہ کر لے۔ اللہ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ جب ماں نے پھر پیار و محبت سے سمجھایا، اس کے دل میں کچھ اثر ہوا، کہنے لگا کہ ماں میں کیسے توبہ کروں! میں نے بہت بڑے بڑے گناہ کیے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا! حضرت سے پوچھ لیتے ہیں، کہا امی! میں چل کر نہیں جا سکتا، آپ اُٹھا کر لے جا نہیں سکتیں، تو میں کیسے ان تک پہنچوں؟ امی! آپ ایسا کریں کہ آپ خود ہی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائیں اور حضرت کو بلا کر لے آئیں۔ ماں نے کہا ٹھیک ہے بیٹا میں حضرت کے پاس جاتی ہوں۔ بچے نے کہا کہ امی اگر آپ کے آنے تک میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو امی! حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہنا کہ میرے جنازے کی نماز وہی پڑھائیں۔

چنانچہ ماں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی، حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور تھکے ہوئے تھے اور درس بھی دینا تھا اس لیے قیلولہ کے لیے لیٹنا چاہتے تھے، ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون؟ عرض کیا حضرت! میں آپ کی شاگردہ ہوں، میرا بچہ اب آخری حالت میں ہے وہ توبہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا آپ گھر تشریف لے چلیں اور میرے بچے کو توبہ کرا دیں۔ حضرت نے سوچا کہ اب پھر وہ اس کو دھوکا دے رہا ہے، پھر وہ اس کا وقت ضائع کرے گا اور اپنا بھی کرے گا۔ سالوں گزر گئے اب تک کوئی بات اثر نہ کر سکی اب کیا کرے گی، کہنے لگے میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟ میں نہیں آتا۔ ماں نے کہا حضرت اس نے تو یہ بھی کہا کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کی نماز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں۔ حضرت نے کہا میں اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھاؤں گا اس نے تو کبھی نماز ہی نہیں پڑھی۔

اب وہ شاگردہ بھی چپ کر کے اُٹھی مغموم دل سے، ایک طرف بیٹا بیمار دوسری طرف سے حضرت کا انکار۔ اس کا غم تو دوگنا ہو گیا تھا۔ وہ بے چاری آنکھوں میں آنسو لیے اپنے گھر واپس آئی، بچے نے ماں کو زار و قطار روتا ہوا دیکھا۔ اب اس کا دل اور موم ہو گیا، کہنے لگا امی! آپ کیوں اتنا زار و قطار رو رہی ہیں؟ ماں نے کہا بیٹا! ایک تیری یہ حالت ہے اور دوسری طرف حضرت نے تیرے پاس آنے سے انکار کر دیا، تو اتنا برا کیوں ہے؟ کہ وہ تیرے جنازے کی نماز بھی پڑھانا نہیں چاہتے۔ اب یہ بات بچے نے سنی تو اس کے دل پر چوٹ لگی، اس کے دل پر صدمہ ہوا، کہنے لگا امی! مجھے مشکل سے سانسیں آرہی ہیں، ایسا نہ ہو میری سانس اکھڑنے والی ہو لہٰذا میری ایک وصیت سن لیجیے۔ ماں نے پوچھا بیٹا وہ کیا؟

عجیب وصیت:

کہا امی! میری وصیت یہ ہے کہ جب میری جان نکل جائے تو سب سے پہلے اپنا دوپٹہ میرے گلے میں ڈالنا، میری لاش کو کتے کی طرح صحن میں گھسیٹنا جس طرح مرے ہوئے کتے کی لاش گھسیٹی جاتی ہے۔ ماں نے پوچھا بیٹا وہ کیوں؟ کہا امی! اس لیے کہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ جو اپنے رب کا نافرمان اور ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اس کا انجام یہ ہوا کرتا ہے...... اور امی! مجھے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔ ماں نے کہا بیٹے تجھے قبرستان میں دفن کیوں نہ کروں؟ کہا امی! مجھے اسی صحن میں دفن کر دینا ایسا نہ ہو کہ میرے گناہوں کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو تکلیف پہنچے۔

جس وقت نوجوان نے ٹوٹے دل سے عاجزی کی یہ بات کہی تو پروردگار کو اس کی یہ بات اچھی لگی، روح قبض ہو گئی، ابھی روح نکلی ہی تھی اور ماں اس کی آنکھیں بند کر رہی تھی کہ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، عورت نے اندر سے پوچھا: کون ہے جس نے دروازہ

کھٹکھٹایا؟ جواب آیا میں حسن بصری ہوں۔ کہا حضرت! آپ کیسے؟ فرمایا جب میں نے تمہیں جواب دے دیا میں سو گیا، خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا، پروردگار نے فرمایا حسن بصری تو میرا کیسا ولی ہے؟ میرے ایک ولی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے میں سمجھ گیا کہ اللہ نے تیرے بیٹے کی توبہ کو قبول کر لیا ہے، تیرے بچے کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑا ہے۔

پیارے اللہ! جب تو اتنا کریم ہے کہ مرنے سے چند لمحہ پہلے اگر کوئی بندہ شرمندہ ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے تو میرے مالک! آج ہم تیرے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، آج ہم اپنے جرم کی معافی مانگتے ہیں، اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہیں، میرے مالک ہم مجرم ہیں، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہماری حقیقت تیرے سامنے کھلی ہوئی ہے، میرے مولیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہم سے تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں ہوتی اے اللہ! جہنم کی گرمی کہاں سے برداشت ہوگی۔ اے پروردگار عالم! ہماری توبہ کو قبول کرلے اور باقی زندگی ایمانی، اسلامی، قرآنی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین (دوائے دل: صفحہ ۸۷ سے ۹۱ تک)

﴿۱۱۹﴾ مناجات

دِل مغموم کو مسرور کر دے — دِل بے نور کو پر نور کر دے
فروزاں دِل میں شمع طور کر دے — یہ گوشہ نور سے معمور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی — میرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے — محبت کے نشے میں چور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا — خدایا اس کو بے مقدور کر دے

﴿۱۲۰﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی طالب علم یا عالم سے خوش ہوتا ہے تو اس کیلئے جنت میں شہر آباد کر دیتا ہے

ہمارے اسلاف نے علم حاصل کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دیں، بڑی محنتیں کیں، بڑی لگن کے ساتھ اپنے کام میں مگن رہے، بس لگے رہتے تھے۔ مدرسہ کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور کتابوں کے کاغذ کو اپنا کفن سمجھتے تھے۔ زندگیاں لگا دیتے تھے پڑھنے پڑھانے میں، اسی لیے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر نیک نیت ہو تو طالب علم سے افضل اور کوئی نہیں ہوتا، اتنی برکت والی یہ شخصیت ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرشتے بھی اس کی تعظیم میں اپنی پرواز روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ رب العزت جب کسی عام مومن سے خوش ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت میں ایک محل بنواتا ہے لیکن جب کسی طالب علم یا عالم سے خوش ہوتا ہے تو اس کے لیے، جنت میں شہر آباد کروا دیتا ہے۔ جیسے دنیا میں نواب ہوتے ہیں ان کا اپنا ایک علاقہ ہوتا ہے تو اللہ عالم سے خوش ہوا تو جنت کے اندر اس کے لیے شہر آباد فرمائے گا۔ اس کی اپنی اسٹیٹ ہوگی، اس لیے فرمایا: ''مَنْ كَانَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَتِ الْجَنَّةُ فِي طَلَبِهٖ'' جو انسان علم کی طلب میں لگا رہے گا جنت اس کے طلب میں رہے گی۔

یہ اللہ رب العزت کا بڑا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو علم دین کے حصول کے لیے قبول فرمائے گا۔ آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں اللہ رب العزت کے پسندیدہ بندے ہیں، قرآن اس پر دلیل ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ﴾ (سورۃ الفاطر آیت ۳۲) پھر میں نے اس کتاب کا وارث اپنے ان بندوں کو بنا دیا جن کو میں نے چن لیا تھا۔ جو میرے لیے چنے ہوئے بندے تھے، میرے لاڈلے تھے، میرے پیارے تھے، میرے محبوب بندے تھے، تو جو کتاب کا وارث ہوتا ہے وہ اللہ کا پیارا ہوتا ہے۔ کتنی رحمت اللہ رب العزت کی کہ اس نے اس کتاب کے علم کے لیے ہماری زندگیوں کو قبول کر لیا، ہم اللہ رب العزت

کا احسان مانتے ہوئے محبت کے ساتھ علم حاصل کریں نہایت لگن کے ساتھ۔ (دوائے دل: صفحہ ۴۴)

﴿۱۲۱﴾ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کا علمی معیار

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ منیٰ کے بازار میں تھا، حج کے ایام میں۔ فرماتے ہیں کہ جمعرات فراغت ہوگئی مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا تھوڑی دیر اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا تجھے اللہ کا واسطہ تو میری دعوت قبول کرلے۔ فرماتے ہیں میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا، اور وہ بھی ایسا بے تکلف کہ جو اس کے پاس تھا پیش کردیا، اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور وہی دستر خوان پر رکھ دیا او رکہنے لگا کھاؤ۔ میں نے کھانا شروع کردیا، وہ مجھے دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ تو قریشی ہے۔ میں نے کہا ہاں! لیکن تجھے کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا کہ یہ قریشی دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی، پھر باتیں کرتے رہے مجھے پتہ چلا کہ یہ مدینہ سے آیا ہے، فرماتے ہیں میں نے اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے ان کے کچھ حالات سنائے۔

جب اس نے دیکھا کہ میں بڑے شوق سے ان کے حالات پوچھ رہا ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یہ خالی رنگ کا اونٹ ہمارے پاس خالی ہے۔ یہ ہم آپ کو دے دیں گے آپ مدینہ پہنچ جائیں گے۔ کہنے لگے کہ میں تو پہلے سے ہی تیار تھا، لہٰذا میں نے حامی بھر لی۔ فرماتے ہیں میں قافلہ کے ساتھ سوار ہوا، ہمیں راستہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچنے میں سولہ دِن لگے، اس دوران میں سولہ قرآن مجید پڑھ لئے۔

آج یہ حال ہے کہ حج کرکے آتے ہیں، دس دس دن مدینہ گزار کر آتے ہیں، ایک قرآن مجید بھی مکمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، ہمارے اسلاف جب حج کے لیے آتے جاتے تھے تو سینکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے اور آج حج کرکے آتے ہیں خود مسلمان بن کر صحیح طرح سے نہیں آتے واپس آکر پھر گناہوں کی طرف چل دیتے ہیں۔

الغرض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سفر میں سولہ دن میں سولہ قرآن مجید پورے کئے۔ فرماتے ہیں، جب ہم مسجد نبوی میں پہنچے تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونچے قد کا ہے اور اس نے ایک تہبند باندھا ہے اور ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے، وہ ایک اونچی جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔

یہ وہ ایام تھے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا املاء کرارہے تھے، مؤطا امام مالک کی جو احادیث ہیں ان کو لکھوا رہے تھے، میں نے ایک تنکا اٹھالیا اور دل میں یہ سوچا کہ یہ میرا قلم ہے اور ہاتھ سامنے کرلیا اور سوچا کہ یہ میری کاپی ہے، اور میں نے اپنی زبان سے اس تنکے کو لگا کر جیسے میں اس کو سیاہی لگا رہا ہوں اور ہتھیلی پر لکھنا شروع کردیا۔ اب طلباء کاغذوں پر لکھ رہے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ان سے املاء کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ہتھیلی پر لکھنا شروع کردیا، کہنے لگے اس دوران امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا، انہوں نے اس محفل میں ایک سوستائیس (۱۲۷) احادیث لکھوائیں، جب اگلی نماز کا وقت ہوگیا تو محفل برخاست ہوگئی، طلباء چلے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا تو اپنی طرف بلایا اور مجھ سے کہا تو اجنبی معلوم ہوتا ہے، میں نے کہا جی ہاں! میں مکہ مکرمہ سے آیا ہوں، کہنے لگے کہ تو ہتھیلی پر کیا کررہا تھا؟ میں نے کہا میں احادیث لکھ رہا تھا، کہنے لگے کہ دکھاؤ، میں نے جو دکھایا تو ہتھیلی پر تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں تھا، انہوں نے کہا یہاں تو کچھ نہیں لکھا، میں نے کہا کہ حضرت نہ میرے پاس قلم تھا نہ کاغذ میں تو آپ جو املاء لکھوا رہے تھے اس کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ایک تنکے سے بیٹھا ہوا ہتھیلی پر لکھ رہا تھا۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے کہ تم نے اس طرح سے لکھا، میں نے کہا کہ حضرت میں تو ظاہری مناسبت کے لیے ہاتھ پر تنکا چلا رہا تھا حقیقت میں تو حدیث پاک دل میں لکھ رہا تھا۔ کہنے لگے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اگر تو دل میں لکھ رہا تھا تو مجھ چند

روایتیں اس میں سے سنادے تو میں تجھے جانوں۔ فرمانے لگے میں نے ان کو ایک سے لے کر ایک سو ستائیس (۱۲۷) حدیثیں متن اور سند کے ساتھ سنادیں، یہ ہے علم ۱۲۷ حدیثیں جس ترتیب سے لکھوائی تھیں، تمام اسی ترتیب پر ان کو سنادیں۔

فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے، کہنے لگے کہ اچھا اے نوجوان، تو میرا مہمان بن جا، اندھے کو کیا چاہیے؟ دو آنکھیں۔ میں تو پہلے ہی سے تیار تھا کہنے لگا کہ حضرت! میں تیار ہوں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ان کی بیٹیاں تھیں اور وہ عالمہ تھیں حدیث کی حافظہ تھیں۔ قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بہت متقیہ پاک صاف زندگی گزارنے والی عورتیں حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اتنا علم رکھتی تھیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ حدیث کا درس مسجد نبوی میں دیتے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث کے درس میں شریک ہوتیں اور ان کا علمی معیار اتنا اونچا تھا کہ کئی مرتبہ ان کا شاگرد جب کسی حدیث پاک کی تلاوت کرتا اور عبارت میں کہیں غلطی کرتا تو ان کی بیٹیاں لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز کرتیں جس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمجھ جاتے کہ پڑھنے والے نے غلطی کی ہے۔ آپ نے جا کر گھر میں بتایا کہ آج ایک عالم آرہے ہیں اور وہ بڑے دانا ہیں اور بڑا علم کا شوق ہے، وہ تو بہر حال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہوں نے گھر میں کھانے کا بڑا اہتمام کیا، بستر لگایا، مصلیٰ بچھایا، لوٹا پانی کا بھر کر رکھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھایا، لیٹ گئے، صبح کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد میں آگئے جب اشتراق کی نماز پڑھ کر واپس گھر گئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میری بیٹیوں کو آپ پر ایک اعتراض واقع ہوا ہے اور میں آپ سے پوچھتا ہوں، یہ سچے لوگ تھے کھرے لوگ تھے، صاف بات کرتے تھے، فرمایا کہ بچیاں کہہ رہی ہیں کہ ابو! آپ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ بڑے نیک اور اچھے انسان ہیں لیکن ہمیں ان پر اشکال واقع ہوا ہے:

﴿۱﴾ پہلا اعتراض یہ ہے کہ جتنا کھانا ہم نے پکا کر بھیجا تھا وہ تو کئی آدمیوں کے لیے کافی تھا۔ ماشاء اللہ یہ اکیلے مہمان سبحان اللہ بالکل صاف ہو کر برتن واپس آئے کہ ہمیں دھونے کی بھی ضرورت پیش نہ آئی۔

آج دنیا کہتی ہے کہ بچوں کو عالم بناؤ گے تو یہ روٹی کہاں سے کھائیں گے؟! آپ بتائیے آج تک آپ نے کبھی سنا کہ کوئی عالم باعمل ہو یا حافظ باعمل ہو اور وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑتے ہوئے مر گیا ہو؟ کوئی ایک مثال نہیں دے سکتے۔ میں نے دنیا کے کئی ملکوں میں یہ سوال پوچھا کوئی ایک مثال تو بتا دو لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر پی ایچ ڈی ڈاکٹر کئی ایک ایسے تھے کہ بڑھاپے میں ان کا وہ وقت بھی آیا کہ بھوک و پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تو رزق کس لائن سے زیادہ ملا؟ دینی لائن سے زیادہ۔ ہمارے پاس یہ مثالیں تو ہیں کہ کھانا زیادہ کھالیا اور موت آگئی؟ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث تلاش کر رہے تھے اور کھجوریں پانی میں رکھی ہوئی تھیں اور حدیث پاک کو ڈھونڈنے کے اندر اتنے منہمک تھے کہ کھاتے رہے حتیٰ کہ زیادہ کھانے کی وجہ سے موت واقع ہوگئی، تو زیادہ کھا کر مر جانے کی مثالیں تو ہیں لیکن بھوک پیاس سے مرنے کی مثالیں اس لائن میں نہیں ہیں۔ الحمد للہ رزق کی اللہ تعالیٰ خوب فراوانی کر دیتا ہے اور دنیا اس رزق سے ڈرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ عالم بنیں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ وہ اللہ کے بندے وہاں سے کھائیں گے جہاں سے اللہ رب العزت اپنے انبیاء کو کھلایا کرتا تھا، تو خیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بات تو انہوں نے یہ پوچھی کہ سارا کھانا تنہا کھا گئے۔

﴿۲﴾ دوسرا یہ کہ ہم نے مصلیٰ بچھا کر رکھا اور پانی کا برتن رکھا لیکن جیسا مصلیٰ بچھا تھا صبح کو ویسا ہی رکھا ملا اور پانی بھی جوں کا توں تھا، تو لگتا ہے کہ تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی اور پھر مسجد میں تو وضو کا انتظام بھی نہیں لوگ گھروں سے وضو کر کے جاتے ہیں اور یہ اسی طرح آپ کے ساتھ اُٹھ کر مسجد میں چلے گئے، پتہ نہیں نماز بھی انہوں نے کیسے پڑھی؟ یہ بات ہماری سمجھ میں سے بالاتر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے یہاں کھانا کھایا تو کھانے میں اتنا نور تھا اتنا نور تھا کہ ہر ہر لقمہ کھانے پر مجھے سینہ نور سے بھرتا نظر آتا تھا، میں نے سوچا کہ ممکن ہے اتنا حلال مال زندگی میں پھر میسر نہ ہو کیوں نہ میں اسے جزو بدن بناؤں! اس لیے میں نے اس سارے کھانے کو اپنے بدن کا جزو بنالیا۔ اللہ اکبر!

فرماتے ہیں کہ پھر میں لیٹ گیا لیکن اس کھانے کا نور اتنا تھا کہ نیند غائب، تو میں احادیث میں غور کرتا رہا فرمانے لگے کہ ایک حدیث میرے پیش نظر رہی کہ نبی ﷺ نے چھوٹے بچے کو جس کا پرندہ مر گیا تھا پیار محبت سے کہا تھا: یَا اَبَا عُمَیْر! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ تو یہ چند الفاظ تھے میں ان کے اندر غور کرتا رہا اور آج کی رات میں نے ان چند الفاظ سے فقہ کے چالیس (۴۰) مسائل اخذ کر لئے، اتنی سی عبارت یا ابا عمیر! کہ کنیت کیسی ہونی چاہیے؟ بچوں سے اندازِ تخاطب کیسا ہونا چاہیے؟ کسی کے دل کی ملاطفت کے لیے کیسے بات کرنی چاہیے؟ یَا اَبَا عُمَیْر! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ صرف اس میں غور کر کے میں نے چالیس فقہ کے مسائل اخذ کر لیے اور پھر فرمایا چونکہ میرا وضو باقی تھا اس لیے میں اُٹھا اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا کی۔ ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا۔ تو سب سے پہلا قدم علم حاصل کرنے اور دوسرا قدم اس علم کے اوپر عمل کرنا لیکن عمل کرنے کے ساتھ کام ختم نہیں ہوتا ایک قدم اور اُٹھانا ضروری ہے اس کو کہتے ہیں اخلاص پیدا کرنا۔

(دوائے دل: صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۵۰ تک)

﴿۱۲۲﴾ ہر فکر و پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا:

"حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ"

ترجمہ: "اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میں نے توکل کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کرے گا۔ چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے دل سے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

﴿۱۲۳﴾ قیامت کے دن تنگی سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کیا کرے گا جس دن لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے، نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا۔ حضرت بشیر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ ہی مددگار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ سر اونچا کئے کھڑے رہیں گے، کوئی بولے گا نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ (ابن جریر)

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز کو شروع کرتے تو دس مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتے، دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہتے پھر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ خدایا مجھے بخش دے، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی دے اور عافیت عنایت فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے۔

﴿۱۲۴﴾ زبان اچھی بھی ہے اور بری بھی

یہ مضمون غور سے پڑھیں

مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کے لیے قیامت تک لکھ دیتا ہے، اور کوئی کلمہ برائی کا خدا کی ناراضگی کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے خدا اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک لکھ دیتا ہے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی

باتوں سے بچالیا۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا، اگر اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا، اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ لیتا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ (سورۃ الانفطار: آیت ۱۰) کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم! تیرے لیے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک تیرے داہنے طرف دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے، اب تو جو چاہے عمل کر کمی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اُٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۱۶۴)

﴿۱۲۵﴾ مرد تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مرد تین قسم کے ہوتے ہیں:

﴿۱﴾ پاک دامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

﴿۲﴾ وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔

﴿۳﴾ وہ مرد جو حیران و پریشان ہوا سے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے، کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۵۶۲)

﴿۱۲۶﴾ پریشانی اور تنگدستی دور کرنے کا نبوی علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سب گھر میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ کر فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! جب تم لوگوں کو کوئی پریشانی سختی یا تنگدستی پیش آئے تو یہ کلمات کہا کرو: اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبُّنَا لَا نُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

﴿۱۲۷﴾ دل کی سختی دور کرنے کا نبوی علاج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔''

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں اسے شریک کیا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔''

حضرت بشیر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میں یہ سن کر رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا

اور مجھے اپنے ساتھ سواری پر سوار کرلیا اور فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۳۸، ۶۳۹)

﴿۱۲۸﴾ ایک دینی بہن پر تہمت لگی رجم کا حکم ہو گیا مگر اللہ نے اپنی قدرت سے اسے بچالیا

ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اس طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی اس پر وہ روٴساء اکڑ گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفق بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے۔

اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ، پھر دوسرے کو تنہا بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا؟ اس نے کہا سرخ، تیسرے نے کہا خاکی، چوتھے نے کہا سفید۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ کر دیا کہ عورت پر نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑ بڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

﴿۱۲۹﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے تہجد کے وقت ایک خاص آواز آتی تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا! تو نے پکارا میں نے مان لیا، تو نے حکم دیا میں بجالایا، یہ سحر کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۱۴)

﴿۱۳۰﴾ ایک شرابی کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

اگر آپ شراب کے عادی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھیں، انشاء اللہ آپ کی عادت چھوٹ جائے گی۔

حضرت یزید ابن اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شام کا ایک آدمی بہت طاقت ور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ چند دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آیا تو فرمایا: فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! اس نے شراب پینی شروع کر دی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا خط لکھو:

یہ خط عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔

سَلَامٌ عَلَيْكَ

میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام و احسان کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ

فرمادے اوراسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔ جب اس کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے (اس آیت میں) اللہ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ابونعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا پھر رونے لگا پھر اس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور پر چھوڑ دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا ایسا کیا کرو، جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے اسے راہِ راست پر لاؤ اور اسے اللہ کی معافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو (اور اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو)۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷)

﴿۱۳۱﴾ آپ ڈراؤنا خواب دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں تو مندرجہ ذیل نبوی نسخہ استعمال کریں

جب کبھی خدانخواستہ کوئی ناپسندیدہ اور ڈراؤنا خواب دیکھیں تو ہرگز کسی سے بیان نہ کیجئے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگئے۔ خدا نے چاہا تو اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ناگوار خوابوں کی وجہ سے اکثر بیمار پڑ جایا کرتا تھا ایک روز میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی ''اچھا خواب خدا کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو اپنے مخلص دوست کے سوا کسی اور سے بیان نہ کرے اور کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو قطعاً کسی کو نہ بتائے بلکہ جاگتے ہی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

پڑھ کر تین بار بائیں جانب تھتکارے اور کروٹ بدل لے۔ تو وہ خواب کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر فجر کی نماز کے بعد پالتی مار کر بیٹھ جاتے اور لوگوں سے فرماتے جس نے جو خواب دیکھا ہو بیان کرو اور خواب سننے سے پہلے یہ فرماتے: خواب کی بھلائی تمہیں نصیب ہو، اور اس کی برائی سے تم محفوظ رہو، ہمارے حق میں خیر ہو اور ہمارے دشمنوں کے لیے وبال ہو، اور حمد وشکر خدا ہی کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

کبھی خواب میں ڈر جائیں یا کبھی پریشان کن خواب دیکھ کر پریشان ہو جائیں تو خوف اور پریشانی دور کرنے کے لیے یہ دعا پڑھیں اور اپنے ہوشیار بچوں کو بھی یہ دعا یاد کرائیں:

" اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب کوئی خواب میں ڈر جاتا یا پریشان ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ دعا تلقین فرماتے:

" اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ "

ترجمہ: ''میں خدا کے کلمات کاملہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب وغصہ سے، اس کی سزا سے، اس کے بندوں کی برائی سے، شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' (ریاض الصالحین، مسلم، آدابِ زندگی، ص ۵۰، ۵۱)

﴿۱۳۲﴾ کعبہ پر پردے کی ابتداء کیسے ہوئی؟

گرامی قدر حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال بعد سلام عرض گزارش ہے کہ کئی عرصہ سے میرے قلب میں یہ سوال جگہ پکڑے ہوئے کہ کعبہ پر غلاف (پردہ) کی ابتداء کیسے ہوئی؟

کون سا سبب پیش آ گیا؟ برائے کرم تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔ آپ کی دینی بہن، بمبئی۔ ۸

جواب ایک بادشاہ کو حاسدوں نے مشورہ دیا کہ اس بیت اللہ کو گرادو راستہ میں اسے یہودی علماء نے کہا کہ اگر اپنی اور اپنے خاندان کی سلامتی چاہتا ہے تو ایسا مت کر۔ وہ کام کر جو یہاں کئے جاتے ہیں۔ احرام وطواف وسعی وحلق وذبح ونماز، ذکر، رونا، دعا وغیرہ۔ دل اس کا مان گیا۔ حاسدوں کو قتل کرادیا۔ حج والے سارے کام کئے۔ پھر خواب میں دیکھا کہ اس گھر پر پردہ ڈالا گیا، اس نے پردہ ڈالا۔ دوسرے خواب میں اس سے اچھا پردہ ڈالنے کا حکم ہوا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے خواب میں اس سے بھی اچھے پردہ کا حکم ہوا، اس نے اس حکم کو پورا کر دیا۔ اس وقت سے پردہ بیت اللہ کا شروع ہوا۔ جس نے بیت اللہ کی حرمت کو قائم رکھا۔ خدا نے اس کی نسل کو باقی رکھا اور جو بیت اللہ کو گرائے گا اس کا حشر حبش ابرہہ کی طرح ہوگا۔ (ماخذ جواب: خصوصی تقاریر حضرت جی مولانا یوسف صاحب: صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

﴿۱۳۳﴾ ہر غم سے نجات حاصل کرنے کا بہترین حضرمی نسخہ

امام ابوبکر محمد بن ولید رحمۃ اللہ علیہ کتاب الدعاء میں مطرف بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو انہیں سخت غمزدہ پایا، وہ اپنے بعض احباء کو کھو لنے کی وجہ سے چپ سادھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا اے مطرف! مجھ پر ایسا غم سوار ہو چکا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا...... جس نے مجھے آزمائش میں ڈالا ہے...... کوئی دور نہیں کرسکتا، کیا کوئی ایسی دعا ہے جسے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ سے غم کو دور فرما دے؟ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین! مجھے محمد بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ بصریٰ کے رہنے والے ایک شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور اس کے دماغ تک جا پہنچا۔ وہ شخص تکلیف میں مبتلا تھا اور دن رات نیند سے محروم تھا۔ تب اسے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ والی دعا پڑھو، جو انہوں نے جنگل اور سمندر میں پڑھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی۔ بیمار شخص نے کہا اللہ جل جلالہ تم پر رحم کرے وہ کون سی دعا ہے؟

انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بحرین کی طرف بھیجا گیا، میں بھی اس لشکر میں شامل تھا ہم ایک ویران صحرا میں سے گزرے جہاں سخت پیاس نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہمیں ہلاکت کا خوف ہونے لگا، تب حضرت علاء رضی اللہ عنہ سواری سے اُترے اور انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی پھر کہا: يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَسْقِنَا (ہمیں سیراب فرما)، پس اسی وقت ایک بدلی آئی جیسے کسی پرندے کا پر ہو وہ ہم پر خوب برسی یہاں تک کہ ہم نے برتن بھی بھر لئے اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر لیا۔

پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ ایک سمندری خلیج پر پہنچے جو اس قدر گہری تھی کہ اس دن سے پہلے اور نہ اس دن کے بعد اس میں کوئی داخل ہوا ہمیں وہاں کوئی کشتی نہیں ملی تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَجِزْنَا (ہمیں پار فرما)۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور فرمایا ''اللہ جل جلالہ کے نام سے پار کرو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے بخدا ہم میں سے کسی کے پاؤں یا ہمارے کسی جانور کے کھر تک گیلے نہیں ہوئے۔ یہ ہمارا لشکر چار ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ یہ واقعہ سن کر بیمار آدمی نے ان اسماء کے ذریعہ دعا کی اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ابھی وہیں تھے کہ مچھر اس کے کان سے نکل گیا وہ بھنبھنا رہا تھا یہاں تک کہ دیوار سے جا ٹکرایا اور وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔

یہ سن کر خلیفہ منصور قبلہ رو ہوئے اور انہوں نے تھوڑی دیر ان اسماء کے ذریعہ دعا مانگی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے مطرف! اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے کھانا منگوایا اور مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ (حیوۃ الحیوان: جلد۱ صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ جہاد سے واپسی پر حضرت علاء رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہم نے انہیں غسل وکفن کے بعد قبر کھود کر دفنا دیا۔ دفن کے بعد ایک مقامی شخص آیا اور کہنے لگا یہ (مدفون) کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ ایک بہترین انسان علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا یہ زمین مردوں کو باہر اُگل دیتی ہے تم لوگ انہیں اگر میل دو میل دور لے جاؤ تو وہاں کی زمین مردوں کو قبول کرتی ہے۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھی (حضرت علاء رضی اللہ عنہ) کا کیا قصور ہے کہ ہم انہیں درندوں کا لقمہ بنا کر چھوڑ جائیں؟ چنانچہ ہم نے قبر کھودنے پر اتفاق کر لیا۔ جب ہم نے قبر کھودی تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ اس میں موجود نہیں تھے اور قبر تا حد نظر نور سے جگمگا رہی تھی۔ ہم نے یہ دیکھ کر واپس مٹی ڈال دی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ (ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ)

﴿۱۳۴﴾ اللہ تعالیٰ کی چند نعمتوں کا تذکرہ

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴾ (سورۂ مومنون: پ۱۸، آیت ۱۸)

اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے۔ نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے، بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے، باغات ہرے بھرے رہیں، حوض، تالاب، نہریں، ندیاں، نالے، دریا بہہ نکلیں، نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ بارش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے، اور جہاں کم کی، کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا۔ لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔

سبحان اللہ! اس لطیف وخبیر غفور ورحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں۔ زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کرنے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔

پھر فرمایا ہے ہم اس کے لیے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں۔ اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بے کار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا۔ اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا رہے پھر یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لیے بے کار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اُٹھا سکو۔ یہ خاص خدا کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور اِدھر اُدھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو، نہاتے دھوتے ہو، پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو فالحمدللہ! آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لیے روزیاں اُگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں، کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور، انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لیے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی کھا کر فائدہ اُٹھاتے ہو۔

پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فائدے انسان اُٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی، بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ الخ

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکرگزاری واجب نہیں۔ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

اے میرے بندو! تم نے میری قدر نہ کی نہ کر رہے ہو میں نے تمہارے لیے آسمان وزمین بنائے، سورج کو تمہارا باورچی بنایا، چاند کو تمہارا حلوائی بنایا، چاند کی کرنوں سے پھلوں میں مٹھاس پیدا کی، زمین کو حکم دیا کہ میرے بندوں کے لیے نکالتی رہ اپنے پانی کو بھی اپنے خزانوں کو بھی، اپنے دفینوں کو بھی، ہوا کو حکم دیا ٹھنڈی ہو کے بھی چل، گرم ہو کے بھی چل، آہستہ بھی چل، تیز بھی چل، درختوں کو حکم دیا پھل نکالو، پرندوں کو حکم دیا ان کی ضروریات کا سامان مہیا کرو۔ گائے بھینسوں کو حکم دیا کہ ان کو دودھ پلاؤ، گھوڑے خچر کو حکم دیا ان کے سامان اُٹھا کے چلو، تم گائے کو سبز گھاس کھلاتے ہو، اندر خون بنتا ہے سرخ، گوبر بنتا ہے پیلا، گوبر بھی ناپاک خون بھی ناپاک، پیلی اور سرخ گندگی کے درمیان سفید پاک دودھ کا کارخانہ اللہ ہی لگاتا ہے، سارے جہاں کو ہماری خدمت پر لگا دیا ہم سے کہہ دیا کہ میری بھی مان لینا کچھ دنیا میں جا کر مجھے مت بھول جانا۔

﴿۱۳۵﴾ پردے کا حکم علماء کا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا حکم ہے جو قرآن سے ثابت ہے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ (سورۂ احزاب: آیت ۵۹)

ترجمہ: ''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں۔''

جَلَابِيْب، جِلْبَابٌ کی جمع ہے۔ جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے، اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آتا جائے، پاک وہند یا دیگر اسلامی ممالک میں برقعہ کی جو مختلف صورتیں ہیں، عہد رسالت میں یہ برقعے عام نہیں تھے پھر بعد میں معاشرت میں وہ سادگی نہیں رہی جو عہد رسالت اور صحابہ وتابعین کے دور میں تھی، عورتیں نہایت سادہ لباس پہنتی تھیں بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کے اظہار کا کوئی جذبہ ان کے اندر نہیں ہوتا تھا، اس لیے ایک بڑی چادر سے بھی پردے کے تقاضے پورے ہو جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ سادگی نہیں رہی، اس کی جگہ تجمل اور زینت نے لے لی اور عورتوں کے اندر زرق برق لباس اور زیورات کی نمائش عام ہوگئی جس کی وجہ سے چادر سے پردہ کرنا مشکل ہو گیا اور اس کی جگہ مختلف انداز کے برقعے عام ہو گئے گو اس سے بعض دفعہ عورت کو بالخصوص سخت گرمی میں کچھ دقت بھی محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ذرا سی تکلیف شریعت کے تقاضوں کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی، تاہم جو عورت برقے کی بجائے پردے کے لیے بڑی چادر استعمال کرتی ہے اور پورے بدن کو ڈھانکتی اور چہرے پر صحیح معنوں میں گھونگھٹ نکالتی ہے، وہ یقیناً پردے کے حکم کو بجالاتی ہے، کیونکہ برقعہ کی کوئی مخصوص شکل ایسی لازمی شے نہیں ہے جسے شریعت نے پردے کے لیے لازمی قرار دیا ہو، لیکن آج کل عورتوں نے چادر کو بے پردگی اختیار کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے، پہلے وہ برقعہ کی جگہ چادر اوڑھنا شروع کرتی ہیں، پھر چادر بھی غائب ہو جاتی ہے صرف دوپٹہ رہ جاتا ہے اور بعض عورتوں کے لیے اس کا لینا بھی گراں ہوتا ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اب برقعہ کا استعمال ہی صحیح ہے کیونکہ جب سے برقعہ کی جگہ چادر نے لی ہے، بے پردگی عام ہوگئی ہے بلکہ عورتیں نیم برہنگی پر بھی فخر کرنے لگی ہیں،

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔

بہر حال اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور عام مومن عورتوں کو گھر سے باہر نکلتے وقت پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ پردے کا حکم علماء کا ایجاد کردہ نہیں ہے جیسا کہ آج کل بعض لوگ باور کراتے ہیں یا اس کو قرار واقعی اہمیت نہیں دیتے بلکہ یہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے اس لیے اعراض انکار اور بے پردگی پر اصرار کفر فسق تک پہنچا سکتا ہے۔
(تفسیر مسجد نبوی: صفحہ ۱۱۹۲، ۱۱۹۳)

﴿۱۳۶﴾ کسی کا نام لے کر سلام کرنا قیامت کی علامت ہے

مجلس میں جائیں تو پوری مجلس کو سلام کیجئے مخصوص طور پر کسی کا نام لے کر سلام نہ کیجئے۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا خدا نے سچ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا حقدار کر دیا اور پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے لوگ انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپ کے فرمانے کا مطلب کیا ہے؟ خیر جب آپ آئے تو حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت! ہم لوگ آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکے، تو فرمایا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے قریب لوگ مجلسوں میں لوگوں کو مخصوص کر کے سلام کرنے لگیں گے۔ (الادب المفرد، آداب زندگی: صفحہ ۲۱۹)

﴿۱۳۷﴾ بنی اُمیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا ''ہر بیماری سے شفا اس ڈبہ میں ہے''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی اُمیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا ''ہر بیماری سے شفاء اس ڈبہ میں ہے''......اس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی:

'' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجَعُ سُكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجَعُ سُكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی طبیب کا محتاج نہیں ہوا۔ یہ دعا دردِ سر کے لیے مفید و مجرب ہے۔
(حیاۃ الحیوان: جلد ۱ صفحہ ۴۰)

﴿۱۳۸﴾ ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ تین سلوک کریں ان شاء اللہ اولاد کبھی ناراض نہ ہوگی

ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہیے اولاد کے سلسلے میں کیا سلوک ہونا چاہیے؟ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین! اولاد ہمارے قلوب کا ثمرہ ہیں...... کمر کی ٹیک ہیں...... ہماری حیثیت ان کے لیے زمین کی طرح ہے جو نہایت نرم اور بے ضرر ہے...... ہمارا وجود ان کے لیے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے......ہم انہی کے ذریعے بڑے بڑے کام انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔

① اگر وہ آپ سے کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجئے۔
② اگر کبھی گرفتہ دِل ہوں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجئے نتیجہ میں وہ آپ سے محبت کریں گے آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کریں گے۔
③ کبھی ان پر نا قابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائیں اور آپ کی موت کے خواہاں ہوں، آپ کے قریب آنے سے نفرت کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ حکیمانہ باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے۔اور فرمایا:''احنف! خدا کی قسم جس وقت آپ میرے پاس آ کر بیٹھے میں یزید کے خلاف غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔''

پھر جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یزید سے راضی ہو گئے اور اسی وقت یزید کو دو سو درہم اور دو سو جوڑے بھجوائے۔ یزید کے پاس جب یہ تحفے پہنچے تو یزید نے یہ تحفے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے دو سو درہم اور دو سو جوڑے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ (آداب زندگی:صفحہ ۱۶۴)

﴿۱۳۹﴾ سلطان ملک شاہ کا مثالی انصاف

سلجوقی سلطنت کا ایک بادشاہ سلطان ملک شاہ نامی ہوا ہے۔ایک دن اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا ایک گاؤں سے گزر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی ہوئی تھی جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پلتے تھے۔انہوں نے اس کو ذبح کیا اور خوب کباب بنا کر کھائے۔ بڑھیا روئی پیٹی چلائی مگر کسی نے پروانہ کی۔ دل میں کہنے لگی بادشاہ سے کیوں نہ فریاد کی جائے۔ ایک روز خبر ملی کی بادشاہ نہر کے پل سے گزرے گا وہ وہاں جا کر کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے آگے بڑھ کر گھوڑی کی لگام تھام لی، کہنے لگی''بادشاہ سلامت میرا انصاف نہر کے پل پر کیجئے گا یا پل صراط پر؟ بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران ہو گئے اور اس کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا کہنے لگے''پل صراط کی طاقت نہیں یہیں انصاف کروں گا۔''

بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا، جن لوگوں کا قصور تھا ان کو سزا دی اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی''اے بادشاہ! تو نے میرے ساتھ انصاف کیا خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا۔''انصاف دالانے والا بادشاہ خدا کی رحمت میں ہوتا ہے۔ (تعمیر حیات: جلد ۴۲ صفحہ ۲۱)

﴿۱۴۰﴾ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے بیان میں قسمیں کھانے سے لوگ تو خوش ہو جاتے ہیں مگر روحانیت ختم ہو جاتی ہے

حضرت ابومطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا''اپنی لنگی اونچی کر لے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کر لے اگر تو مسلمان ہے۔''میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا''بیچو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔''

پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھجوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا۔ ابومطر نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں، میں نے کہا یہ حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہیں۔اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین! میں چاہتا تھا کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا''جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا۔''پھر کھجور والوں

کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا ''مسکین کو کھلایا کرو اس سے تمہاری کمائی بڑھ جائے گی۔''

پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا ''ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہیے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو۔''

پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے۔ یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں! مجھے اپنی قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی، پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی، پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی (وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان سکا) اور اسے پہن لیا اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی ...... پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آ گیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے۔ تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لیے چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ ۷۱۲، ۷۱۳)

﴿۱۴۱﴾ جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس سے بڑھ کر کوئی دولتمند نہیں ہوسکتا

ایک بزرگ جا رہے تھے۔ بزرگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ لباس کی کچھ زیادہ خبر نہیں ہوتی۔ بس جیسا مل گیا پہن لیا، کبھی شاہانہ لباس، کبھی پھٹے پرانے کپڑے۔ وہ بزرگ پھٹے پرانے کپڑوں میں چلے جا رہے تھے، ایک شہر سامنے آیا تو سارے شہر کے دروازے بند۔ اب ہزاروں گاڑیاں اندر جانے والی وہ باہر رکی ہوئی ہیں اور اندر کی اندر، تجارت اور کاروبار بھی سب بند۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی یہ دروازے کیوں بند ہو گئے۔

لوگوں نے کہا کہ اس شہر کا بادشاہ ہے اس کا باز کھو گیا ہے۔ باز ایک پرندہ ہوتا ہے جس سے چڑیوں کا شکار کرتے ہیں وہ کھو گیا ہے تو بادشاہ نے کہا چونکہ باز کھو گیا، شہر کے دروازے بند کر دو اور اسے کہیں سے پکڑ لاؤ۔

انہوں نے کہا کیسا احمق بادشاہ ہے!! بھئی! پرندے کو اس سے کیا مطلب کہ دروازے بند کئے ہیں۔ وہ اُڑ کر باہر نہیں چلا جائے گا؟ اسے دروازے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا احمق آدمی ہے! پرندے کو اگر پکڑنا تھا تو شہر پر جال لگا دیتا کہ اوپر سے اُڑ کر نہ نکلے۔ دروازے بند کرانے کی کونسی تک ہے؟ اور اس بزرگ نے کہا یا اللہ یہ تیری عجیب قدرت ہے کہ اس کندہ ناتراش کو تو نے بادشاہ بنا دیا جس کو یہ بھی تمیز نہیں کہ باز کو روکنے کے لیے جال ڈالنا چاہیے یا شہر کے دروازے بند کرانے چاہئیں اور مجھ جیسے عالم فاضل کو بھیک منگا بنا رکھا ہے کہ جوتیاں چٹخاتے پھر رہا ہوں۔ کوئی پوچھتا نہیں عجب تیری قدرت ہے اور تیرا انظام کہ اس احمق کو سلطنت دے دی اور مجھے جوتیاں چٹخانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس بزرگ کے دل میں یہ وسوسہ گزرا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ کیا تم اس کے لیے تیار ہو کہ تمہارے دل کی، ایمان کی دولت اس بادشاہ کو دے دیں اور اس کی سلطنت تمہیں دے دیں۔

تھرا گئے۔ عرض کیا نہیں یا اللہ میں ایمان نہیں دینا چاہتا۔

فرمایا: اتنی بڑی دولت دے دی پھر بھی بے وقوف اپنے کو بھیک منگا سمجھ رہا ہے۔ یہ دولت ظاہری جس کے پاس ہے وہ کل کو ختم ہو گی۔ جس کے پاس ایمان ہے وہ دولت ہے جو ابدالآباد تک چلنے والی ہے تو تجھے ابدی دولت دی اور اسے عارضی دولت دی، تو نے اس کی قدر نہ کی۔

پھر توبہ کی اور کہا کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر واقعی تو نے مجھے دولت مند بنایا جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس

سے بڑھ کر کون دولتمند ہے؟ یہ دولت آگے تک جانے والی ہے مسلمانوں کو اگر مادی دولت ملے تو شکرادا کرنا چاہیے کہ ایمان کی دولت الگ دی اور دنیا کی دولت بھی دی۔ (خطبات حکیم الاسلام: جلد ۳ صفحہ ۳۲۶، ۳۶۷)

﴿۱۴۲﴾ امتحان عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کرلیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا؟ اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پھر جاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! یہ تجھے اختیار ہے۔

چنانچہ اسی وقت حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیراندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا، بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو مگر آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے کہ ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اُتارلو پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے، چنانچہ وہ پیش ہوئی۔ بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہوکر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا، ہڈیاں چمکنے لگیں۔

پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھو! اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اس آگ کی دیگ میں تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمان جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لیے چرخی پر اُٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رُک جاؤ انہیں اپنے پاس بلایا اس لیے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کرکے میری دامادی میں آکر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا۔

لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور خیال محض بے سود نکلا، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے روتا تھا کہ آہ! آج ایک ہی جان ہے جسے راہِ خدا تعالیٰ میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کررہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج سب جانیں راہِ خدا میں اسی طرح ایک ایک کرکے فدا کرتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا، کھانا پینا بند کردیا۔ کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور ان سے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لیے حلال تو ہوگا لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کردیتا ہوں۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا اور اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتداء کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

﴿۱۴۳﴾ دین کے کام میں آرڈر نہیں دیا جاتا بلکہ ماحول بنایا جاتا ہے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک شادی کے سلسلے میں تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ تو خیال ہوا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی زیارت بھی کرلوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوگیا کہ یہ فطرتِ سلیمہ رکھتے ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہوئے یا نہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت ہوں گا کہ آپ مجھ ذکر و شغل کا حکم نہ فرمائیں۔ حاجی صاحب رحمتہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو بیعت ہونے کو کہا ہے۔ شغل کا تو میں نے کہا ہی نہیں اور وعدہ بھی فرمایا کہ آئندہ بھی نہیں کہوں گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ دو تین دن یہاں ٹھہر جاؤ۔ آپ وہیں تھانہ بھون میں تین دن ٹھہرے جب رات کے وقت اڑھائی تین بجے دیکھا کہ سب لوگ اُٹھ کر نمازِ تہجد ادا کر رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شرم آئی انہوں نے بھی اُٹھ کر نماز تہجد پڑھی پھر جب دوسرے لوگوں کو ذکر و شغل میں دیکھا تو آپ بھی ذکر میں مشغول ہوگئے۔

دوسرے دن پھر یہی حالت ہوئی۔ تیسرے دن خود بخود خوشی سے تہجد پڑھی اور ذکر و شغل میں مشغول ہوئے۔ تیسرے دن حضرت کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے تو سب کچھ ہی کرا دیا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تھوڑا ہی کہا تھا میں نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ اب آپ جاسکتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اب تو میں نہیں جاتا، چالیس دن وہاں ٹھہرے اور اس تھوڑے عرصے کے بعد خلافت لے کر واپس ہوئے۔ پس یہ عبادت پہلے ریا تھی پھر عادت ہوئی پھر عبادت ہوگئی اور ساتھ ہی خلافت بھی مل گئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ جب میری عمر آٹھ برس کی تھی۔ ایک دفعہ میرا گنگوہ جانا ہوا وہاں ذکر و شغل کا ماحول تو تھا ہی گنگوہ کی مسجد میں بہت سے دھوبی کپڑے دھوتے تھے، وہ جب کپڑے کو مارتے تو اِلَّا اللّٰہُ بھی ساتھ کہتے۔ یہ ماحول کا اثر تھا ورنہ ان کو پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مقولہ مشہور ہے "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" بس ماحول کا اثر یہی ہے۔ جو نیکی کے ماحول میں ہوگا اس کا بھی اثر ضرور ہوگا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ایک ماحول تھا کہ جو بھی اس میں آتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ان کا ماحول بھی بہت قوی تھا۔ حتیٰ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کا درجہ تھا۔ اُمت کا اجماع ہے کہ

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ

وہ معصوم تو نہیں تھے لیکن محفوظ ضرور تھے۔

اُمت کا اتفاق ہے کہ کوئی شخص کتنا بڑا غوث اور قطب بن جائے لیکن ادنیٰ صحابی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ جو ماحول ان کو میسر آیا وہ کسی کو میسر نہ آسکا ایسے ماحول سے ابو جہل جیسا بد بخت ہی متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے، اور جبری طور پر تو وہ بھی مومن تھا چنانچہ اپنے گھر میں کہتا تھا کہ بات تو ٹھیک ہے لیکن اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیں، تو ان کی غلامی کرنی پڑے گی اسی سے اس کو عار تھی۔ بہر حال اگر ایک گھرانہ یہ عہد کرے کہ ہم گناہ چھوڑ دیں تو ان کے ماحول میں جو داخل ہوگا انہیں کی طرح ہو جائے گا۔ (خطبات حکیم الاسلام: جلد۲ صفحہ ۹ تا ۱۱)

﴿۱۴۴﴾ قیامت کے دن ہر حاکم کی گردن میں طوق ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر امیر و حاکم خواہ وہ دس ہی آدمیوں کا امیر و حاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک کرے گا۔" (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم کو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہِ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا اور پھر تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہوگا، اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہوگا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید: جلد۴ صفحہ۱۴۳)

﴿۱۴۵﴾ آنحضرت ﷺ نے انتقال کے وقت فرمایا

''صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دو کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے''

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ (مرض وفات میں) مختلف کنوؤں سے سات مشکوں میں (پانی بھر کر) میرے اوپر ڈالو تاکہ (مجھے کچھ افاقہ ہو جائے اور) میں لوگوں کے پاس باہر جا کر انہیں وصیت کروں چنانچہ (پانی ڈالنے سے حضور اکرم ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو) حضور اکرم ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

''اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو اجر وثواب ہے اسے لے لے۔ اس بندے نے اللہ کے ہاں اجر وثواب کو اختیار کر لیا۔'' (یہاں اس بندے سے مراد خود حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا سے جلد تشریف لے جانے والے ہیں)۔

حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا اور اس پر وہ رونے لگے اور عرض کیا ہم اپنے ماں باپ اور آل اولاد سب آپ ﷺ پر قربان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''(اے ابوبکر!) ذرا آرام سے بیٹھے رہو (مت روؤ) مال خرچ کرنے اور ساتھ رہنے کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب بند کر دو صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دو، کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ۱۷۴)

﴿۱۴۶﴾ قیامت کے دن گنہگار کی آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی

حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھی، اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی اور اسے جسمانی صحت بھی دی لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لیے کیا کیا؟ اور اپنے لیے کون سے عمل آگے بھیجے؟ وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہ پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا اور اتنا روئے گا کہ آنسو ختم ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام ضائع کرنے کی وجہ سے اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر خون کے آنسو روئے گا، پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کھا جائے گا، پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی، پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ پریشان ہو کر کہے گا اے میرے رب! مجھے دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۴۸۳)

﴿۱۴۷﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا، اچانک شور کی آواز سنی۔ دریافت کیا کہ یہ کیسا شور وغل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آج

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان ہو رہا ہے۔

حضرت میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ پس میں بھی وہاں پہنچا جب پہلا کوڑا مارا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ ۔

جب دوسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا: قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں۔

مجھ کو جی بھر کے ستا لیں شوق سے
میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زبان

جب چوتھا کوڑا مارا گیا تو فرمایا:

﴿لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا﴾ (سورۂ توبہ: آیت ۵۱)

یعنی ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطف نہاں

ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں

ہے مدد پر جب مکین لامکاں
پھر کریں گے کیا میرے نامہرباں

اس طرح سے کل انتیس (۲۹) کوڑے مارے گئے۔

﴿۱۴۸﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامے کا ازار بند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا اور پاجامہ آپ کے پیڑو (ناف کے نیچے) تک اُتر گیا۔ آپ ڈر گئے کہ نیچے گر جائے گا فوراً آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ تو پاجامہ بہت تیزی سے اُٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود بندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔

میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دِن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ سے کیا کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِیْ سِتْرًا"

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں، آپ کے اس نام کے ساتھ جس سے عرش اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے، اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیں۔"

﴿۱۴۹﴾ واقعہ کی تفصیلات امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو خود تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں جب اس مقام پر پہنچا جس کا نام باب البُستان ہے تو میرے لیے سواری لائی گئی اور مجھ کو سوار ہونے کا حکم دیا گیا، مجھے اس وقت کوئی سہارا دینے والا نہیں تھا اور میرے پاؤں میں بوجھل بیڑیاں تھیں، سوار ہونے کی کوشش میں کئی مرتبہ اپنے منہ کے بل گرتے گرتے بچا، آخر کسی نہ کسی طرح سوار ہوا اور معتصم کے محل میں پہنچا۔ مجھے ایک کوٹھڑی میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا، آدھی رات کا وقت تھا اور وہاں کوئی چراغ نہیں تھا، میں نے نماز کے لیے مسح کرنا چاہا اور ہاتھ بڑھایا تو پانی کا ایک پیالہ اور طشت رکھا ہوا ملا، میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

اگلے دِن معتصم کا قاصد آیا اور مجھے خلیفہ کے دربار میں لے گیا، معتصم بیٹھا ہوا تھا۔ قاضی القضاۃ ابن ابی دواد بھی موجود تھا اور ان کے ہم خیالوں کی ایک بڑی جمعیت تھی۔ ابوعبدالرحمٰن الشافعی بھی موجود تھے، اسی وقت دو آدمیوں کی گردنیں بھی اڑائی جا چکی تھیں، میں نے ابوعبدالرحمٰن الشافعی سے کہا کہ تم کو امام شافعی سے مسح کے بارے میں کچھ یاد ہے؟ ابن ابی دواد نے کہا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اس کی گردن اُڑائی جانے والی ہے اور یہ فقہ کی تحقیق کر رہا ہے! معتصم نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ وہ برابر مجھے پاس بلاتا رہا یہاں تک کہ بہت قریب ہو گیا۔ اس نے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیڑیوں سے تھک گیا تھا اور بوجھل ہو رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ خلیفہ نے کہا کہو۔ میں نے کہا کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس چیز کی طرف دعوت دی ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت کی طرف۔ میں نے کہا تو میں اس کی شہادت دیتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کے جدامجد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کا نکالنا...... اس پر معتصم نے کہا کہ اگر تم میرے پیش رو کے ہاتھ میں پہلے نہ آ گئے ہوتے تو میں تم سے تعرض نہ کرتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن اسحاق کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ اس آزمائش کو ختم کرو؟ امام احمد رحمتہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اکبر! اس میں تو مسلمانوں کے لیے کشائش ہے۔ خلیفہ نے علمائے حاضرین سے کہا کہ ان سے مناظرہ کرو اور گفتگو کرو۔ پھر عبدالرحمٰن سے کہا کہ ان سے گفتگو کرو (آگے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں)۔

ایک آدمی بات کرتا اور میں اس کا جواب دیتا، دوسرا بات کرتا اور میں اس کا جواب دیتا۔ معتصم کہتا، احمد تم پر خدا رحم کرے، تم کیا کہتے ہو؟ میں کہتا امیر المومنین! مجھے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں سے کچھ دکھایئے تو میں اس کا قائل ہو جاؤں، معتصم کہتا ہے کہ اگر یہ میری بات قبول کر لیں تو میں اپنے ہاتھ سے ان کو آزاد کر دوں، اور اپنے فوج و لشکر کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور ان کے آستانہ پر حاضری دو۔ پھر کہتا احمد! میں تم پر بہت شفیق ہوں اور مجھے تمہارا ایسا ہی خیال ہے جیسے اپنے بیٹے ہارون کا، تم کیا کہتے ہو؟ میں وہی جواب دیتا کہ مجھے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں سے کچھ دکھاؤ تو میں قائل ہو جاؤں۔ جب بہت دیر ہو گئی تو وہ اُکتا گیا اور کہا جاؤ، اور مجھے قید کر دیا اور میں اپنی پہلی جگہ واپس کر دیا گیا...... اگلے دن پھر مجھے طلب کیا گیا اور مناظرہ ہوتا رہا اور میں سب کا جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ جب اُکتا گیا تو کہا کہ ان کو لے جاؤ۔

تیسری رات کو میں سمجھا کہ کل کچھ ہو کر رہے گا۔ میں نے ڈوری منگوائی اور اس سے اپنی بیڑیوں کو کس لیا اور جس ازار بند سے میں نے بیڑی باندھ رکھی تھی، اس کو اپنے پائجامہ میں پھر ڈال لیا کہ کہیں کوئی سخت وقت آئے اور میں برہنہ ہو جاؤں۔ تیسرے روز مجھے پھر طلب کیا گیا میں نے دیکھا دربار بھرا ہوا ہے، میں مختلف ڈیوڑھیاں اور مقامات طے کرتا ہوا آگے بڑھا، کچھ لوگ تلواریں لیے کھڑے تھے، کچھ لوگ کوڑے لیے، اگلے دونوں دن کے بہت سے لوگ آج نہیں تھے۔ جب میں معتصم کے پاس پہنچا تو کہا بیٹھ جاؤ، پھر کہا ان سے مناظرہ کرو اور گفتگو کرو، لوگ مناظرہ کرنے لگے میں ایک کا جواب دیتا، پھر دوسرے کا جواب دیتا۔ میری آواز سب پر غالب تھی، جب دیر ہو گئی تو مجھے الگ کر دیا اور ان کے ساتھ تخلیہ میں کچھ بات کہی، پھر ان کو ہٹا دیا اور مجھے بلایا۔ پھر کہا احمد! تم پر خدا رحم کرے، میری بات مان لو میں تم کو اپنے ہاتھ سے رہا کروں گا۔ میں نے پہلا سا جواب دیا۔ اس پر اس نے برہم ہو کر کہا ان کو پکڑو اور کھینچو اور ان کے ہاتھ اکھیڑ دو۔ معتصم کرسی پر بیٹھ گیا اور جلادوں اور تازیانہ لگانے والوں کو بلایا، جلادوں سے کہا آگے بڑھو، ایک آدمی آگے بڑھتا اور مجھے دو کوڑے لگاتا۔ معتصم کہتا زور سے کوڑے لگاؤ، پھر وہ ہٹ جاتا اور دوسرا آتا اور دو کوڑے لگاتا، انیس (۱۹) کوڑوں کے بعد پھر معتصم میرے پاس آیا اور

کہا کیوں احمد اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ بخدا مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ ایک شخص مجھے اپنی تلوار کے دستے سے چھیڑتا ہے اور کہتا کہ تم ان سب پر غالب آنا چاہتے ہو؟ دوسرا کہتا اللہ کے بندے! خلیفہ تمہارے سر پر کھڑا ہے، کوئی کہتا کہ امیر المومنین! آپ روزے سے ہیں، اور آپ دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ معتصم پھر مجھ سے بات کرتا اور میں اس کو وہی جواب دیتا، وہ پھر جلادوں کو حکم دیتا کہ پوری قوت سے کوڑے لگاؤ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر اس اثنا میں میرے حواس جاتے رہے، جب میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ بیڑیاں کھول دی گئی ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم نے تم کو اوندھے منہ گرا دیا تم کو روندا، احمد رحمتہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ کو کچھ احساس نہیں ہوا۔

﴿۱۵۰﴾ بے نظیر عزیمت واستقامت

اس کے بعد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو گھر پہنچا دیا گیا، جب سے وہ گرفتار کئے گئے، رہائی کے وقت تک اٹھائیس مہینے ان کو جس میں گزرے، ان کو ۳۳۔۳۴ کوڑے لگائے گئے، ابراہیم ابن مصعب جو سپاہیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں نے احمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ جری اور دلیر نہیں دیکھا، ان کی نگاہ میں ہم لوگوں کی حقیقت بالکل مکھی کی سی تھی ...... محمد بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ احمد کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا...... ایک صاحب جو واقعہ کے وقت موجود تھے، بیان کرتے ہیں کہ امام روزے سے تھے میں نے کہا بھی کہ آپ روزے سے ہیں، اور آپ کو اپنی جان بچانے کے لیے اس عقیدہ کا اقرار کر لینے کی گنجائش ہے لیکن انہوں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا...... ایک مرتبہ پیاس کی شدت ہوئی تو پانی طلب کیا، آپ کے سامنے برف کے پانی کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے اس کو ہاتھ میں لیا اور کچھ دیر اس کو دیکھا پھر بغیر پیے واپس کر دیا۔

آپ کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت میرے والد کے جسم پر ضرب کے نشان تھے۔ ابوالعباس الرقی کہتے ہیں کہ احمد جب ''رقہ'' میں محبوس تھے تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور اپنا بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ خباب کی حدیث کا کیا جواب ہے؟ جس میں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھ کر چلا دیا جاتا پھر بھی وہ اپنے دین سے ہٹتے نہیں تھے۔ یہ سن کر لوگ ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے اور سب کچھ برداشت کریں گے۔

﴿۱۵۱﴾ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ اور اس کا صلہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور مسلمان ایک بڑے دینی خطرہ سے محفوظ ہو گئے جن لوگوں نے اس دینی ابتلاء میں حکومت وقت کا ساتھ دیا تھا اور موقع پرستی اور مصلحت شناسی سے کام لیا تھا وہ لوگوں کی نگاہوں سے گر گئے اور ان کا دینی وعلمی اعتبار جاتا رہا اس کے بالمقابل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شان دوبالا ہو گئی۔ ان کی محبت اہل سنت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار اور علامت بن گئی ان کے ایک معاصر قتیبہ کا مقولہ ہے کہ:

''جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ وہ سنت کا متبع ہے۔''

ایک دوسرے عالم احمد بن ابراہیم الدورقی کا قول ہے:

''جس کو تم احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر برائی سے کرتے سنو اس کے اسلام کو مشکوک نظر سے دیکھو۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں امام وقت تھے۔ مسند کی ترتیب وتالیف ان کا بہت بڑا علم کا خزانہ ہے۔ وہ مجتہد فی المذہب اور امام مستقل ہیں۔ وہ بڑے زاہد وعابد تھے۔ یہ سب فضیلتیں اپنی جگہ پر مسلم ہیں لیکن ان کی عالمگیر مقبولیت ومحبوبیت اور عظمت وامامت کا اصل

راز ان کی عزیمت اور استقامت اس فتنہ عالم آشوب میں دین کی حفاظت اور اپنے وقت کی سب سے بڑے بادشاہ کا تنہا مقابلہ تھا۔ یہی ان کی قبول عام اور بقائے دوام کا اصل سبب ہے۔

ان کے معاصرین نے جنہوں نے اس فتنہ کی عالم آشوبی دیکھی تھی، ان کے اس کارنامہ کی عظمت کا بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے، اور اس کو دین کی بروقت حفاظت اور مقام صدیقیت سے تعبیر کیا ہے ان کے ہم عصر اور ہم استاد مشہور محدث وقت علی ابن المدینی (جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز استاد ہیں) کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اس دین کا غلبہ وحفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا ہے جن کا کوئی تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔''

اس عظمت و مقبولیت کا نتیجہ یہ تھا کہ ۲۴۱ ہجری میں جب اس امام سنت نے انتقال کیا تو سارا شہر اُمنڈ آیا، کسی کے جنازہ پر خلقت کا ایسا ہجوم اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا اندازہ یہ ہے کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔

(تاریخ دعوت وعزیمت: جلد ۱ صفحہ ۹۶ تا ۱۰۲)

﴿۱۵۲﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص کو دھو کر اس کا پانی پیا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کے کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجئے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وہ قمیص بھجوادی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قمیص کو دھو کر اس کا پانی پی لیا...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گزر رہا تھا اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوگئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ ہے اللہ والوں کے جنازہ کی جان کہ جسے دیکھ کر اتنے کفار مسلمان ہوگئے۔

﴿۱۵۳﴾ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے''

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا اے احمد! کیا میرے راستے میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے رب! فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لئے مباح کر دیا۔

﴿۱۵۴﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کی حفاظت فرمائی

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسوتیس (۲۳۰) سال کے بعد جب آپ کی قبر کے قریب کسی معزز شہری کو ان کے پہلو میں دفن کیا جا رہا تھا تو ان کی قبر اچانک کھل گئی پس آپ کا کفن بالکل صحیح وسالم پایا گیا اور آپ کے جسم مبارک میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ گویا کہ ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے۔ (کشکول معرفت: ص ۲۷۳، ۲۷۵، خطبات جمیل: جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ پنجم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب	بکھرے موتی
انتخاب وترتیب	حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالی
	صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح وعمر ثانی	حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
بااہتمام	محمد قیصر محمود مہاروی
مطبع	لٹل سٹار پرنٹرز
ناشر	**مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

ملنے کے پتے

فہرست (پنجم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿۱﴾ سب سے پہلے نمازِ فجر حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی

ہم جو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں دو رکعتیں فرض پڑھتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی، جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اتارا، اس وقت دنیا میں رات چھائی ہوئی تھی، حضرت آدم علیہ السلام جنت کی روشنی سے نکل کر دنیا کی اس تاریک اور اندھیری رات میں دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بڑی تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ دنیا اتنی تاریک ہے، یہاں زندگی کیسے گزرے گی؟ نہ کوئی چیز نظر آتی ہے، نہ جگہ سمجھ میں آتی ہے کہ کہاں ہیں اور کہاں جائیں؟ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ چنانچہ خوف محسوس ہونے لگا، اس کے بعد آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی اور صبح کا نور چمکنے لگا صبح صادق ظاہر ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کی جان میں جان آئی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے سورج نکلنے سے پہلے دو رکعتیں بطور شکرانہ ادا فرمائیں۔ ایک رکعت رات کی تاریکی جانے کے شکرانہ میں ادا فرمائی اور ایک رکعت دن کی روشنی نمودار ہونے کے شکرانے میں ادا فرمائی۔ یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور اقدس ﷺ کی امت پر فرض فرما دیا (عنایہ) اس سے اندازہ لگائیں کہ یہ فجر کی نماز کتنی اہم ہے۔

﴿۲﴾ سب سے پہلے ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کی

اسی طرح ظہر کی چار رکعت جو ہم ادا کرتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا فرمائی تھیں اور اس وقت ادا فرمائی تھیں جس وقت وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے امتحان میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ایک رکعت تو اس امتحان میں کامیابی پر شکرانہ کے طور پر ادا فرمائی یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ کی مدد سے میں اس مشکل امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری رکعت اس بات کے شکرانہ میں ادا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں جنت سے ایک مینڈھا اتار دیا چونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی انعام تھا اس لیے اس کے شکرانے کے طور پر دوسری رکعت ادا فرمائی۔

تیسری رکعت اس شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (سورۂ صفت:۱۰۵)

ترجمہ: ''یعنی ہم نے آواز دی: اے ابراہیم! بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

اس خطاب کے شکرانے میں تیسری رکعت ادا فرمائی۔ چوتھی رکعت اس بات کے شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا صابر بیٹا عطا فرمایا، جو اس سخت امتحان کے اندر بھی نہایت صابر اور متحمل رہا اور صبر کا پہاڑ بن گیا۔ اگر وہ متزلزل ہو جاتا تو میرے لیے اللہ کا حکم پورا کرنا دشوار ہو جاتا۔ چنانچہ خواب دیکھنے کے بعد بیٹے ہی سے مشورہ کیا کہ اے بیٹے! میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ تم غور کرو، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بیٹے نے جواب دیا ''ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے وہ کر گزریئے، عنقریب ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' ایسا صابر اور متحمل بیٹا ملنے کے شکرانے میں چوتھی رکعت ادا فرمائی۔ اس طرح یہ چار رکعتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظہر کے وقت بطور شکرانے کے ادا فرمائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ سرکار دو عالم ﷺ کی امت پر فرض فرما دیں۔ (عنایہ)

﴿۳﴾ سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت یونس نے علیہ السلام ادا فرمائی

نماز عصر کی چار رکعتیں سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے ادا فرمائیں۔ جس وقت وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

﴿ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾ (سورۃ انبیاء: ۸۷۔۸۸)

ترجمہ: ''چنانچہ انہوں نے ہمیں تاریکیوں میں پکارا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی، اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دے دی (جو ان کو مچھلی کے پیٹ میں ہو رہی تھی) اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں۔''

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا تو انہوں نے شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز ادا کی، اور چار رکعتیں اس لیے ادا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار تاریکیوں سے نجات عطا فرمائی تھی، ایک مچھلی کے پیٹ کی تاریکی سے، دوسرے پانی کی تاریکی سے، تیسرے بادل کی تاریکی سے اور چوتھے رات کی تاریکی سے، ان چار تاریکیوں سے نجات کے شکرانے میں عصر کے وقت حضرت یونس علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چار رکعت اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو فرض فرما دیا۔ (عنایہ)

﴿۴﴾ سب سے پہلے مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا کی

مغرب کی تین رکعتیں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا فرمائیں، اگرچہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن بعض اوقات کوئی نامناسب کام یا کوئی لغزش، یا کوئی خلاف ادب کام بھی ان سے ذرہ برابر سرزد ہو جائے تو اس پر بھی انہیں تنبیہ کی جاتی ہے، اور ان کو توجہ دلائی جاتی ہے، اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔ بہر حال حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی لغزش کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا اعلان فرمایا کہ ''فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ''، یعنی ہم نے ان کی مغفرت کر دی تو اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بخشش کے شکرانے میں مغرب کے وقت چار رکعت کی نیت باندھی۔ جب تین رکعت ادا فرمالیں تو اس کے بعد آپ پر اپنی لغزش کے احساس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ پر بے ساختہ گریہ طاری ہو گیا۔ اور ایسا گریہ ہوا کہ اس کی شدت کی وجہ سے چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے۔ چنانچہ تین رکعت ہی پر آپ نے اکتفا فرمایا۔ (بذل المجہود) اور چوتھی رکعت پڑھنے کی ہمت نہ رہی، یہ تین رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو مغرب کے وقت فرض فرما دیا۔

﴿۵﴾ نماز عشاء کی فرضیت

عشاء کے وقت جو چار رکعت ہم ادا کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سب پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نماز ادا فرمائی۔ جس وقت آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال قیام کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر واپس تشریف لا رہے تھے اور آپ کے گھر میں سے امید سے تھیں۔ ولادت کا وقت قریب تھا۔ اور سفر بھی خاصا طویل تھا۔ اس وجہ سے آپ کو بڑی فکر لاحق تھی کہ یہ اتنا لمبا سفر کیسے پورا ہو گا؟ دوسرے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی فکر تھی، تیسرے فرعون جو آپ کا جانی دشمن تھا، اس کا خوف اور اس کی طرف سے فکر لاحق تھی۔ اور چوتھے ہونے والی اولاد کی فکر لاحق تھی۔ ان چار پریشانیوں کے ساتھ آپ سفر

کر رہے تھے۔ پھر سفر کے دوران صحیح راستے سے بھی ہٹ گئے۔ جس کی وجہ سے پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا، اس پریشانی کے عالم میں چلتے چلتے آپ کوہِ طور کے قریب اس کے مغربی اور داہنی جانب پہنچ گئے۔ رات اندھیری ٹھنڈی اور برفانی تھی، اہلیہ محترمہ کو ولادت کی تکلیف شروع ہو گئی، چقماق پتھر سے آگ نکلی اس حیرانی و پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ کوہِ طور پر آگ جل رہی ہے۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا آپ یہاں ٹھہریں میں کوہِ طور سے آگ کا کوئی شعلہ لے کر آتا ہوں۔ جب کوہِ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کو بطورِ خاص ہم کلامی کی نعمت سے نوازا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰىۙ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىؕ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ ﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۱۱-۱۳)

ترجمہ: ”پھر جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہارا رب ہوں آپ اپنے جوتے اتار دیں۔ اس لیے کہ آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں۔ اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو وحی آپ کی طرف بھیجی جا رہی ہے۔ اس کو غور سے سنیں۔“

بہرحال جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ انعام حاصل ہوا تو آپ کی چار پریشانیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی نے بڑا اچھا شعر کہا ہے:

تو ملے تو کوئی مرض نہیں   نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

اس موقع پر عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار پریشانیوں سے نجات کے شکرانے میں چار رکعت نماز ادا فرمائی، یہ چار رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو فرض کر دیا۔ (عنایہ)

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ عشاء کی نماز سب سے پہلے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائی۔ (بذل المجہود) اس لیے یہ نماز بہت اہم عمل ہے۔ (نماز کی بعض کوتاہیاں، از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی)

﴿۶﴾ ایک مچھیرے کا درد بھرا قصہ...... جیسی کرنی ویسی بھرنی...... ظلم سے بچیے

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کاندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ”مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو، اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔“ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا میرے بھائی تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا بھائی میرا قصہ عجیب و غریب ہے۔ دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی۔ مچھلی مجھے پسند آئی۔ میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ مچھلی دے دو، اسنے جواب دیا میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا کیونکہ اسے فروخت کر کے اسکی قیمت سے مجھے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ میں نے اسے مارا پیٹا اور اس سے زبردستی سے مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔ جس وقت مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا۔ میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد تھا اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی۔ پھر میرا پورا ہاتھ سوج گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس آیا اور اس سے درد کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہو گیا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوا دو، ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا۔ میں نے انگوٹھا کٹوا کر نکلوا دیا، لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہوئی اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سو نہ سکا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہتھیلی کاٹ کر نکلوا دو میں نے ایسا ہی کیا۔ اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گیا۔ میرا چین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد مونڈھے تک پہنچ گیا اور سڑاند وہاں

تک پہنچ گئی۔لوگوں نے کہا کہ اب تو پورا ہاتھ مونڈھے سے کٹوا دینا ہوگا ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں کیوں کر شروع ہوئی۔ میں نے مچھلی کا قصہ انہیں سنایا۔انہوں نے کہا اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگتے،اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت میں مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا،اس لیے اب بھی جاؤ اور اس کو ڈھونڈ کر اسے خوش کرو،ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔اس شخص نے کہا میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا۔

آخر ایک جگہ اس کو پالیا۔میں اس کے پیروں پر گر پڑا اور انہیں چوم کر رو رو کر کہا کہ میرے آقا تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھین لی تھی پھر میں نے اس سے اپنی کہانی بیان کی اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لیے حلال کیا،کیوں کہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا۔ میں نے اس سے کہا میرے آقا خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمہاری مچھلی چھینی تو تم نے مجھے کوئی بددعا دی تھی۔اس شخص نے کہا ہاں میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق دیا اس نے مجھ سے چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا،اس لیے تو میرے سامنے اس پر زور کا کرشمہ دکھا۔ میں نے اسے کہا میرے مالک اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھا دیا۔اب میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی ظالم کی مدد ہرگز نہیں کروں گا۔نہ کبھی خود ظلم کروں گا۔نہ ان کے دروازہ پر کبھی جاؤں گا اور انشاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَا تَظْلِمَنَّ اِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا فَالظُّلْمُ تَرْجِعُ عُقْبَاهُ اِلَى النَّدَمِ

ترجمہ:"جب تمہیں اقتدار حاصل ہے،کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو کیونکہ ظلم کا انجام ندامت اور شرمندگی ہے۔

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ يَدْعُوْا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمْ

ترجمہ: "تیری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور مظلوم جاگتا ہے اور تجھے بددعائیں دیتا ہے اور اللہ کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔"

اِذَا مَا الظَّلُوْمُ اسْتَوْطَأَ الْاَرْضَ مَرْكَبًا وَلَجَ غُلُوًّا فِيْ قَبِيْحِ اِكْتِسَابِهٖ

ترجمہ: "جب ظالم سوار ہو کر دھرتی کا سینہ روندتا ہے اور ہر کرتوت میں حد سے گزر جاتا ہے۔"

فَكِلْهُ اِلَى صَرْفِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ سَيُبْدِيْ لَهٗ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْ حِسَابِهٖ

ترجمہ:"تب تم اسے زمانے کی گردش کے حوالے کر دو،کیونکہ زمانہ اس کے سامنے وہ چیز کھول کر رکھ دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی۔" (معاشرے کی مہلک بیماریاں:صفحہ ۳۷۶)

﴿۷﴾ اللہ کے حکم سے مومنین کے دلوں سے تمام غموں کو نکال دینے والا عجیب فرشتہ

حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں موت آجائے اس لیے یہ دعا کیا کرتے تھے۔اے اللہ! میری عمر بڑی ہوگئی اور میری ہڈیاں پتلی اور کمزور ہو گئیں لہٰذا مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دمشق کی مسجد میں تھا وہاں مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت حسین وجمیل تھا اس نے سبز جوڑا پہنا ہوا تھا اس نے کہا آپ یہ کیا دعا کرتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے! پھر میں کیا دعا کروں؟ اس نے کہا یہ دعا کریں اے اللہ عمل اچھے کر دے اور مجھے موت تک پہنچا دے۔میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ریائیل (وہ فرشتہ) ہوں جو مومنوں کے دلوں سے تمام غم نکالتا ہے۔(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۶۰۸)

﴿۸﴾ بعض وحشی جانوروں کا آنحضرت ﷺ کی عزت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا جب آپ ﷺ باہر جاتے تو اِدھر اُدھر دوڑتا اور کھلاڑیاں کرتا اور جہاں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس کرتا بس فوراً ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ جاتا اور ذرا آواز نہ نکالتا اس خیال سے کہ مبادا آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ (مسند احمد، ابویعلی، البدایہ والنہایہ، ترجمان السنۃ: جلد۴ص ۱۵۰)

فائدہ: جہاں تک الفاظ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وحشی جانور ہرن تھا۔ جس میں تربیت کا اثر بہت کم ہوتا ہے ہاں بعض اور حیوانات ایسے ہیں جن میں تدریب وتربیت سے کچھ نہ کچھ تہذیب کی حرکات پیدا ہوجاتی ہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ اس وقت عرب میں بالعموم ہرن کی تربیت وتہذیب کرنے کی عادت نہ تھی بالخصوص بیت نبوت میں حیوانات کی تربیت کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے پر جو جانور گھروں میں گھل مل جاتے ہیں وہ عام طور پر اپنے مالک کو دیکھ کر خوشی میں کودنے اچھلنے لگتے ہیں مگر یہاں صورت اس کے برعکس تھی، یعنی جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کودتا اچھلتا اور جب وہ آپ ﷺ کو دیکھ لیتا بس فوراً خاموش ہوکر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا۔

(ترجمان السنۃ: جلد۴صفحہ ۱۵۰)

﴿۹﴾ حاکم کے شر سے بچنے کا مجرب نسخہ

اگر کسی شخص کو کسی حاکم، بادشاہ یا کسی سے بھی شر کا خطرہ ہو یا یہ سمجھے کہ اگر میں اس کے پاس جاؤں گا تو میری جان خطرے میں پڑ جائے گی تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ڈر اور شر سے بچنے کے لیے یہ عمل کرے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے شخص کے پاس جانے سے پہلے یہ کلمات پڑھے: ''کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ'' پھر ان تینوں کلمات کے دس حرفوں کو اس طرح شمار کرے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کردے۔ جب اس ترکیب سے شمار کرلے تو دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند کرلے اور دل میں سورۂ فیل پڑھے۔ جب ''تَرْمِیْھِمْ'' پر پہنچے تو اس لفظ ''تَرْمِیْھِمْ'' کو دس مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ ایک انگلی کھولتا جائے۔

﴿۱۰﴾ مندرجہ ذیل آیات سکینہ دل ودماغ کے سکون کے لیے پڑھ کر دم کریں

﴿۱﴾ ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۴۷)

﴿۲﴾ ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ (سورۂ توبہ: ۲۶)

﴿۳﴾ ﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورۂ توبہ: ۴۰)

﴿۴﴾ ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورۂ فتح: ۴)

﴿۵﴾ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ (سورۂ فتح: ۱۷)

﴿۶﴾ ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَ

مھُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ (سورۂ فتح:۲۶)

﴿۱۱﴾ دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں — دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں
غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر — واللہ ان کے ہاتھ میں منفع و ضرر نہیں
جب میں ہوں انکے ذکر کی دولت سے مالا مال — کیوں غم ہو جو اپنے پاس لعل و گوہر نہیں
تسکین خود وہ آکے مجھے دے رہے ہیں آج — صد شکر ہے آہ میری بے اثر نہیں
ہم ہیں مریض عشق نہ ہوگی ہمیں شفا — تدبیر تیرے بس میں کوئی چارہ گر نہیں
الفت میں ان کی عقلوں کو جس نے بھلا دیا — دونوں جہاں میں پھر اسے خوف و خطر نہیں
احمد کس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا — وہ بے خبر بھی ہو کر مگر بے خبر نہیں

﴿۱۲﴾ تیری رحمت تو ہر ایک پر عام ہے

جب سے ہونٹوں پہ یارب تیرا نام ہے — تیرے بیمار کو کافی آرام ہے
تو نے بخشا ہمیں نورِ اسلام ہے — ہم پہ تیرا حقیقی یہ انعام ہے
جس کو تیری خدائی سے انکار ہے — بادشاہت میں رہ کر بھی ناکام ہے
روٹھتا ہے زمانہ اگر روٹھ جائے — راضی کرنا تجھے بس میرا کام ہے
آسمانوں کی دنیا میں ہے محترم — تیری خاطر جو دنیا میں بدنام ہے
اپنے منکر کو بھی رزق دیتا ہے — تیری رحمت تو ہر ایک پر عام ہے
ہاں قدم کا اٹھانا میرا کام ہے — پار بیڑا لگانا تیرا کام ہے

﴿۱۳﴾ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کا جملہ اس امت کی خصوصیت ہے اور اس کے بہت سے فضائل ہیں

مندرجہ ذیل احادیث غور سے پڑھیے:

﴿۱﴾ حضرت سعد ابن جبیر فرماتے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی ہدایت صرف اس امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے پہلی امتیں مع اپنے نبیوں سے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقع پر یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت وشکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین رہا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰، فی تفسیر قولہ تعالیٰ: یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ)

﴿۲﴾ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بھی مصیبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو امر ناگوار پہنچتا ہے وہی مصیبت ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جایا کرے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۱ ۲۶۶، تحت قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ الخ)

﴿۴﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرما دیں گے اور اس کی آخرت اچھی کر دیں گے اور اسے ضائع شدہ چیز کے بدلے اچھی چیز عطا فرمائیں گے۔ (درمنثور، بحوالہ انوار البیان تحت قولہ تعالیٰ: اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ الخ)

﴿۵﴾ مسند احمد میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ایک روز میرے پاس حضور ﷺ کی خدمت سے ہو کر آئے اور خوشی خوشی فرمانے لگے، آج تو میں نے ایسی حدیث سنی ہے کہ میں بہت خوش ہوا ہوں وہ حدیث یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے: ''اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا'' یعنی خدایا مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اجر اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس دعا کو یاد کر لیا۔ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر پھر یہ دعا بھی پڑھ لی لیکن مجھے خیال آیا کہ بھلا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت گزر چکی تو میں ایک روز ایک کھال کو دباغت دے رہی تھی تو آنحضور ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اپنے ہاتھ دھو ڈالے، کھال رکھ دی۔ اور حضور ﷺ سے اندر تشریف لانے کی درخواست کی اور آپ ﷺ کو ایک گدی پر بٹھا دیا، آپ ﷺ نے مجھ سے اپنا نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا حضور ﷺ! یہ تو میری خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اول تو میں بڑی باغیرت عورت ہوں، ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی طبیعت کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہو جائے اور خدا کے یہاں عذاب ہو، دوسرے یہ کہ میں عمر رسیدہ ہوں، تیسرے بال بچوں والی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو، ایسی بیجا غیرت اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور عمر میں میں بھی کچھ چھوٹی عمر کا نہیں اور تمہارے بال بچے میرے ہی بال بچے ہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا پھر حضور ﷺ مجھے کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ میرا نکاح اللہ کے نبی ﷺ سے ہو گیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے میرے میاں سے بہت ہی بہتر یعنی اپنا رسول ﷺ عطا فرمایا۔ فالحمد للہ

﴿۶﴾ مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی مسلمان کو کوئی رنج و مصیبت پہنچے اس پر گو زیادہ وقت گزر جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لے تو مصیبت پر صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔

﴿۷﴾ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک بچے کو دفن کیا ابھی میں اس کی قبر میں سے نکلا تھا کہ ابوطلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکالا اور کہا سنو! میں تمہیں خوش خبری سناؤں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے کہ تو نے میرے بندے کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے کلیجہ کا ٹکڑا چھین لیا، بتلا اس نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْدِ رکھو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲۲۸، فی تفسیر ''اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'')

﴿۱۴﴾ اولاد سے گناہ و خطا ہو جائے تو قطع تعلق کے بجائے ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے

برادرانِ یوسف علیہ السلام سے جو خطا اس سے پہلے سرزد ہوئی وہ بہت سے کبیرہ اور شدید گناہوں پر مشتمل تھی مثلاً اول جھوٹ بول کر والد کو اس پر آمادہ کرنا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ تفریح کے لیے بھیج دیں۔ دوسرے والد سے عہد کر کے اس کی خلاف ورزی، تیسرے چھوٹے معصوم بھائی سے بے رحمی اور شدت کا برتاؤ۔ چوتھے ضعیف والد کی انتہائی دل آزاری کی پرواہ نہ کرنا۔ پانچویں ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانا۔ چھٹے ایک آزاد انسان کو جبراً اور ظلماً فروخت کرنا، یہ ایسے انتہائی اور شدید جرائم تھے کہ جب یعقوب علیہ السلام پر یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور دیدہ دانستہ یوسف علیہ السلام کو ضائع کیا ہے تو اس کا مقتضیٰ بظاہر یہ تھا کہ وہ ان

صاحبزادوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں یا ان کو نکال دیتے، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ بدستور والد کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ انہیں مصر سے غلہ لانے کے لیے بھیجا اور اس پر مزید یہ کہ دوبارہ پھر ان کے چھوٹے بھائی کے متعلق والد سے عرض معروض کرنے کا موقع ملا اور بالآخر ان کی بات مان کر چھوٹے صاحبزادے کو بھی ان کے حوالے کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد سے کوئی گناہ وخطا سرزد ہو جائے تو باپ کو چاہیے کہ تربیت کر کے ان کی اصلاح کی فکر کرے، اور جب تک اصلاح کی امید ہو قطع تعلق نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور بالآخر وہ سب اپنی خطاؤں پر نادم اور گناہوں سے تائب ہوئے ہاں اگر اصلاح سے مایوسی ہو جائے اور ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنے میں دوسروں کے دین کا ضرر محسوس ہو تو پھر قطع تعلق کر لینا مناسب ہے۔ (معارف القرآن: جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

﴿۱۵﴾ رات کے وقت گھر میں سورۂ واقعہ پڑھ لیجئے فاقہ نہیں آئے گا

حضرت ابوظبیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا آپ کو کیا شکایت ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے طبیب کو نہ بلا لاؤں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا طبیب ہی نے (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کے لیے بیت المال سے عطیہ نہ مقرر کر دوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فاقہ کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ (لہٰذا عطیہ کی ضرورت نہیں) (حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

﴿۱۶﴾ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ ایک بچہ کا گھوارہ میں بولنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گود کے بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔ ایک تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ایک جریج عابد والا لڑکا ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جریج ایک عابد شخص تھا۔ اس نے اپنی عبادت کے لیے ایک کوٹھڑی بنا رکھی تھی۔ وہ ایک دن اس میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اس نے پکارا اے جریج! جریج نے خیال کیا، کیا کروں اے اللہ! ادھر خدا کی نماز کا لحاظ، ادھر ماں کا لحاظ۔ پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور اسی میں لگا رہا۔ ماں واپس چلی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا یا اللہ! کیا کروں، ادھر ماں ادھر نماز پھر نماز میں ہی لگا رہا۔ ماں کے بلانے پر نہیں گیا پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا اے اللہ! ادھر ماں ادھر نماز کیا کروں؟ پھر بھی نماز ہی کی طرف متوجہ رہ گیا بس ماں نے جھنجھلا کر بددعا کی اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اس کو پہلے فاحشہ عورتوں سے پالا نہ پڑے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد کا شہرہ اڑنے لگا۔ ایک بدکار عورت تھی جس کا حسن و جمال ضرب المثل تھا۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اسے لبھاؤں۔ یہ کہہ کر وہ ایک دن اس کے پاس آئی۔ جریج نے اس کی طرف نظر تک نہ اٹھائی، وہ فاحشہ عورت کھسیا کر جذبہ انتقام میں بھر گئی اور ایک گڈریئے کے پاس گئی جو اسی عبادت خانے میں سویا کرتا تھا اور اس گڈریئے کو اپنے اوپر قابو دے دیا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس سے حمل ٹھہر گیا۔ جب اس نے بچہ جنا تو اس نے جریج سے انتقام لینے کے لیے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کو عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے، اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور لگے اسے مارنے (کہ عابد بن کر حرام کاری کرتا ہے) جریج نے پوچھا

بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو؟ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے۔ جریج نے کہا اچھا تو وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ وہ بچہ لے کر آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملی۔ اس نے نماز پڑھی پھر وہ جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس بچے کے پیٹ میں انگلی چبھو کر بولا اے بچے! تو سچ سچ بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ چند دن کا بچہ قدرت خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا۔ یہ کرامت دیکھ کر اب وہی لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بنا کر چھونے لگے۔ کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں یہ سب رہنے دو جیسا وہ مٹی کا پہلے تھا ویسا بنا دو تو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ (بخاری و مسلم بحوالہ ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۳۵۵)

﴿۱۷﴾ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ ایک اور بچہ کا گہوارہ میں بولنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل وصورت والا گزرا۔ ماں نے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو اسی سوار جیسا شاندار بنانا۔ بچہ نے ماں کا پستان چھوڑ کر اس سوار پر ایک نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا مت بنانا یہ کہہ کر پھر پستان چوسنے اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کے لیے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ پھر حضور ﷺ نے بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جارہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے۔ ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لیے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچہ کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنانا۔ بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ مجھے اسی جیسا بنایئے گا۔ اس پر ماں بیٹوں میں حجت ہونے لگی۔ ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لیے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑے مارتے ہوئے جارہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو! بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم جابر نہ بنایئے گا اور بے چاری یہ لڑکی! لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا بھی کیا ہے، تو نے چوری بھی کی ہے مگر اس بیچاری نے نہ چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے، تو میں نے کہا اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنایئے گا۔

(بخاری و مسلم، بحوالہ ترجمان السنۃ: جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۸﴾ انیس (19) اہم نصیحتیں

① محنت سے گھبرانے والے کبھی ترقی نہیں کرتے۔ ② وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو حقیقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔
③ محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ ④ حقیقی کامیابی اپنی قربانیوں سے حاصل ہوتی ہے۔
⑤ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ⑥ اپنے وطن کو جان سے عزیز رکھو اور ہر وقت اپنے ہم وطنوں کی خدمت میں لگے رہو۔
⑦ کوئی ملک اس وقت تک غلام نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اپنے لوگ غداری نہ کریں کیونکہ اکیلا لوہا جنگل سے ایک لکڑی نہیں کاٹ سکتا جب تک لکڑی اس سے مل کر کلہاڑی نہ بنے۔ ⑧ زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔
⑨ نیک عمل کرو تمہاری عمر میں برکت ہوگی۔

⑩ جس گھر میں تعلیم یافتہ نیک ماں ہوتی ہے وہ گھر تہذیب اور انسانیت کی یونیورسٹی ہے۔
⑪ انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔
⑫ دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہے۔ ⑬ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
⑭ خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو۔ ⑮ اپنا اندازِ گفتگو نرم رکھو، کیونکہ لہجہ کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔
⑯ کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی سے نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔
⑰ انسان کے اچھے اعمال ہی اسے احسان عطا کرتے ہیں۔
⑱ قیامت کے دن میزانِ عمل میں سب سے زیادہ وزن دار چیز جو رکھی جائے گی وہ اچھے اخلاق ہوں گے۔
⑲ دن بر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے انسان جو مرتبہ حاصل کرتا ہے وہی درجہ وہ اچھے اخلاق سے حاصل کر لیتا ہے۔

﴿۱۹﴾ گنہگار قابل رحم ہیں نہ کہ قابل حقارت

﴿ اَنَّ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ کَانَ یَقُوْلُ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَتَقْسُوْ قُلُوْبُکُمْ فَاِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِیَ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ وَلَا تَنْظُرُوْا فِیْ ذُنُوْبِ النَّاسِ کَاَنَّکُمْ عَبِیْدٌ فَاِنَّمَا النَّاسُ مُبْتَلًی وَّمُعَافًی فَارْحَمُوْا عَلٰی اَھْلِ الْبَلَاءِ وَاحْمَدُوا اللّٰہَ عَلَی الْعَافِیَۃِ ﴾ :

حضورا کرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا دوسرے کلام کی کثرت نہ کرو ورنہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور قلب قاسی اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے لیکن چونکہ (یہ قرب اور بعد ایک امر معنوی ہے اس لیے) تمہیں اس کا علم بھی نہ ہوگا اور لوگوں کے (یعنی اہل ذنوب کے) گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گویا تم ہی خدا ہو (یعنی اس طرح نظر نہ کرو جس کا منشاء کبر وتحقیر ہو) اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھو گویا کہ تم بندے خطاوار ہو (اور یہ) اس لیے کہ لوگ مبتلا (معاصی بھی) ہیں اور اہل عافیت بھی (یعنی اہل طاعت وحفاظت بھی) پس تم کو چاہیے کہ اہل ابلاء پر رحم کرو اور اپنی عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ (جمع الفوائد: جلد۲ صفحہ ۲۷۸)

﴿۲۰﴾ حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنی آبرو کا عجیب صدقہ کیا

حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے ساتھ جانے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تو رات کو نکلے اور کافی دیر تک رات میں نماز پڑھتے رہے۔ پھر رو پڑے اور عرض کیا اے اللہ! آپ نے جہاد میں جانے کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے پھر آپ نے نہ مجھے اتنا دیا کہ میں اس سے جہاد میں جاسکوں اور نہ اپنے رسول کو سواری دی جو مجھے (جہاد میں جانے کے لیے) دے دیتے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان نے مال یا جان یا عزت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا ہو وہ معاف کر دیتا ہوں اور اس معاف کرنے کا اجر وثواب تمام مسلمانوں کو صدقہ کر دیتا ہوں۔ اور پھر یہ صبح لوگوں میں جا ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آج رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ تو کوئی نہ کھڑا ہوا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ کو اپنا سارا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارا یہ صدقہ مقبول خیرات میں لکھا گیا ہے۔

حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علبہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق جو اس کے پاس تھا وہ لانے لگا۔ حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے

اللہ! میرے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اے اللہ! تیری مخلوق میں سے جس نے بھی میرے آبرو ریزی کی ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں (یعنی اسے معاف کرتا ہوں) حضور ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے یہ اعلان کیا کہ کہاں ہے وہ آدمی جس نے گزشتہ رات اپنی آبرو کا صدقہ کیا؟ اس پر حضرت علبہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد اصفحہ ۵۸۲)

﴿۲۱﴾ مسلمانوں کی پستی کے اسباب

جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جا رہی ہے ویسے ہی اخلاقی قدروں کا معیار گرتا جا رہا ہے۔ جس طرح آج کا انسان تہذیب و تمدن کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے اس سے خطرہ یہ ہے کہ معاشرہ تباہی و بربادی کی گہری کھائی میں گر جائے گا۔ جس طرف بھی نگاہ دوڑایئے تو شرافت و اخلاق کا جنازہ نکلا جا رہا ہے۔ فیشن کے نام پر عریانیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ تعلیم کے حصول کو مشکل سے مشکل بنانے کی سعی کی جا رہی ہے۔ عشرت گاہوں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ ان کی عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کو تار تار کیا جا رہا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا مسلمانوں کے اندر طاقت کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے؟ کیا مسلمان صرف نام کا مسلمان رہ گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کا ضمیر مردہ ہو گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کے اندر ایمانی طاقت بالکل ناپید ہو گئی ہے؟ کیا ہم پھر سے جہالت کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں ہم نے سب کچھ اس دار فانی (دنیا) کو سمجھ لیا ہے۔ آج مسلمانوں کے اندر ایمان کی دولت کم اور مال کی دولت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آج ہم نے مخلوق سے محبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور خالق کو یکسر فراموش کر دیا۔ ایمانی قوت ہی مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور اسی سے ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی ملے گی۔ چند کھنکتے ہوئے سکوں اور ہرے نوٹوں کے عوض ایمان کو بیچ دینا مسلم معاشرے کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ جب ان سارے کاموں میں مسلمان پیش پیش رہیں گے تو بھلا بتایئے کہ آخر کیسے ہم دنیا و آخرت میں کامیاب رہیں گے؟ کس طرح مسلم معاشرہ عروج تک پہنچے گا؟ کیسے مسلمان دشمنان اسلام کا خاتمہ کر سکے گا؟ کس طرح ایمان کو بچایا جائے گا؟ مسلمان تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ سے باطل تھرتھرا اٹھتا ہے اس کے قدم جہاں بھی پڑتے ہیں اخوت و محبت کا دریا رواں ہو جاتا ہے۔ اس مسلمان کا ہر کردار غیروں کے لیے مشعل راہ ہے اور اسی مسلمان کے لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ایک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا جائے　　نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہو جائے

اس لیے مسلمانو! ہوش میں آؤ، اپنے آپ کو پہچانو اور غیروں کو اپنے اخلاق و کردار سے اپنی طرف راغب کرو۔ مسجدوں کو آباد کرو، قرآن کی تعلیمات کو عام کرو، نیک اعمال کرو، بداعمالیوں سے پرہیز کرو۔ اللہ کے مقدس رسول ﷺ کی سنتوں پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی تلقین کرو۔ برائیوں سے بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔ غرباء و مساکین کی اعانت کرو، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرو۔ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کو ادا کرنے میں تساہلی سے کام مت لو۔

اگر ہم نے مندرجہ بالا باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی تو یہ ہمارے لیے باعث نجات ہے اور ہماری دنیا و آخرت کے سنورنے کی بشارت ہے۔ ورنہ اگر ہم عمل کرنے کے بجائے اسی راہ پر گامزن رہے تو ہماری تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ پھر ہمارا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ پھر سے مسلمانوں کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کیا جائے گا، مسجدوں کو نذر آتش کیا جائے گا، ماؤں بہنوں کی عصمت کو پامال کیا جائے گا اور ہم مسلمان صرف تماشائی بن کر رہ جائیں گے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے　　تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو! تمہاری داستان تک نہ ہو گی ، داستانوں میں

رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''سب سے اچھے انسان وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے مسلمان ہونے کی شرط بھی نہیں رکھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاق کا درجہ کس قدر بلند ہے۔ آج افراتفری کے اس دور میں والدین کو بچوں کی طرف توجہ دینے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اس ذمہ داری کو وہ اسکول پر اور اساتذہ پر چھوڑ دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔

ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے، اسی لیے اخلاق و آداب کا درس دینا اس کی ذمہ داری ہے۔ اگر ماں خوش اخلاق ہے تو بچے بھی خود بخود خوش اخلاق ہو جائیں گے۔ پھر بھی کچھ باتوں کی عادت ڈالنا ازحد ضروری ہوتا ہے۔ کسی سے ملاقات ہو تو سلام کے لیے پہل کرنا ، بڑوں کا احترام اور ان کی عزت کرنا، چھوٹوں سے شفقت اور نرمی سے پیش آنا، کسی نے کوئی احسان کیا ہو تو شکر گزار رہنا۔ اگر کسی نے کوئی چیز طلب کی تو اسے دے دینا۔ اگر آپ کے پاس وہ چیز موجود نہ ہو تو خوش اخلاقی سے معذرت کرنا، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رکھنا وغیرہ۔ بظاہر یہ تمام چیزیں معمولی سی لگتی ہیں مگر ان تمام چھوٹی چھوٹی باتوں سے انسان خوش اخلاق بنتا ہے اور خوش اخلاق انسان ہر کسی کا دل جیت لیتا ہے۔ زبان کے ذریعے انسان سب سے زیادہ خوش اخلاق بن جاتا ہے اور اسی زبان سے بدکلامی، غیبت، چغل خوری اور گالی گلوچ کر کے بداخلاقی کے سب سے نچلے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ زبان انسان کو شاہی تخت پر بٹھا سکتی ہے اور زبان ہی انسان کو گدھے پر سوار کرا سکتی ہے۔ اکثر گناہ کبیرہ زبان کے ذریعہ ہی سرزد ہوتے ہیں اور جھوٹ ان میں سرفہرست ہے۔

اگر بچہ خوش اخلاق ہو گا تو علم حاصل کر کے اونچے سے اونچے مدارج طے کرتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اس کی زبان اس سلسلے میں اس کی مددگار ثابت ہوگی۔ کئی مرتبہ دولت سے جو کام نہیں ہو پاتا وہ خوش کلامی سے ہو جاتا ہے۔ خندہ پیشانی سے ملنے والا انسان ہر دلعزیز ہوتا ہے اور مارکیٹنگ کی دنیا میں اس طرح کے لوگوں کی کافی مانگ ہے۔ آج کا دور ہی مارکیٹنگ کا دور ہے اور اگر کامیابی حاصل کرنا ہے تو خوش اخلاقی کو اپنانا بہت ضروری ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں خوش اخلاقی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک بچہ جسے والدین نے بہتر تربیت اور خوش اخلاقی کے جذبے سے سرفراز کیا ہے۔ وہ بچہ صبح اٹھتے ہی بزرگوں کو سلام کرے گا اور بزرگ اسے دعائیں دیں گے۔ پھر وہ ضروریات زندگی کے لیے میٹھی زبان سے گفتگو کرے گا تو جو اس سے چھوٹے ہیں وہ بھی اس کی تقلید کریں گے۔ خوش اخلاق بچہ نہ کبھی کھلونوں کے لیے ضد کرے گا نہ دوستوں سے لڑے گا اور نہ بری عادتیں اپنائے گا۔ اسکول میں وہ استاد کی خاص توجہ کا مستحق ہوگا۔ غرض وہ جہاں جہاں اور جس کسی سے مخلصانہ برتاؤ کرے گا اور خوش اخلاقی سے پیش آئے گا۔ لوگ اس کے خاندان اور اس کے والدین کے بارے میں مثبت رائے قائم کریں گے۔ لڑکیوں میں خوش اخلاقی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جن گھروں کی لڑکیوں میں خوش اخلاقی اور سلیقہ مندی ہوتی ہے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اور اسی خوش اخلاقی کی بدولت والدین کے لیے ان کی لڑکیوں کے رشتے بہت جلد اچھے گھرانوں میں طے پاتے ہیں۔

سلیقہ مند اور خوش اخلاق عورت اپنے شوہر اور سسرال والوں کے دلوں میں ایسا مقام بنا لیتی ہے جس کی مثالیں لوگ دیتے ہیں۔ خوش اخلاق اور سلیقہ مند بیوی کا شوہر جب تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے تو وہ اپنی رفیق حیات کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اپنی تھکن بھول جاتا ہے اور اسے ایک الگ طرح کا سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مگر اب یہ تمام باتیں تو اگلے وقت کی داستان بن کر رہ گئی ہیں۔ ازدواجی زندگی گھریلو ناچاقیوں سے پر ہیں۔ ایک طوفان بدتمیزی ہے جس کا گھر شکار ہے۔ کچھ بداخلاقی ہم نے اس جادو کے پٹارے سے سیکھ لی ہے جسے ہم ٹی وی کہتے ہیں اور کچھ بداخلاقیاں ہمیں بھاگتی دوڑتی زندگی نے سکھا دی ہیں۔ پہلے لوگ جب کسی کے گھر جاتے تھے تو ساتھ چھوٹا سا تحفہ بھی لے جاتے تھے کچھ کھانے پینے کی اشیاء یا بچوں کے لیے کھلونے وغیرہ۔ اس طرح نہ صرف تعلق ، اپنائیت اور تال میل پروان چڑھتا تھا۔ بلکہ بچے بھی کھلونے یا چاکلیٹ پا کر خوش ہو جایا کرتے تھے۔ آج یہ اخلاق کم ہی کم نظر آتے ہیں۔ تحفہ تو چھوڑیئے ہم اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول بھی میزبان کو تحفتہً دینے کے روادار نہیں ہیں، جس پر کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا۔

آج ہمارے اخلاق اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ہم اپنے مذہب کو اپنے اخلاق کی بدولت بدنام کر رہے ہیں۔ لہجے میں تو سختی جیسے ہماری پہچان بن چکی ہے۔ آج اپنے اخلاق ہی ایسے ہیں جن کی بدولت ہم بہت ساری کامیابیوں سے محروم ہیں۔ انسان کی کامیابی اور اس کی اپنی شناخت کا معاملہ اس کے اخلاق پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنا اور اپنے بچوں کا نئے سرے سے جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ ہم اور ہمارے بچے خوش اخلاقی کو اپنا کر دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوں۔

﴿۲۲﴾ نافرمان اولاد اور والدین کے حقوق

انسان پر جو حقوق واجب ہیں ان میں ایک حقوق العباد بھی ہے۔ اس میں سب سے پہلا حق رسول ﷺ کا ہے۔ پھر آپ کے بعد نسبتی اور خونی رشتہ کا درجہ آتا ہے۔ جس میں ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کا درجہ ہے۔ لیکن جب ہم معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو والدین کے حقوق کا خاطر خواہ خیال رکھتے ہیں۔ والدین کے حقوق کا خیال تو درکنار ہم تو والدین کی نافرمانی اور حکم عدولی میں ذرہ برابر بھی شرم وندامت محسوس نہیں کرتے۔ بعض تو ایسے ہیں جو اپنی بیوی کے سامنے والدین کی بے عزتی اور ان سے زبان درازی کرتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اسے بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اللہ رب العزت اور اس کے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ ادب واحترام، حسن وسلوک کے حقدار والدین ہی ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن وسلوک، خوش اسلوبی، فرمانبرداری، احسان شناسی اور شکرگزاری کا بھی درس دیا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں والدین کا رتبہ کیا ہے اور ان کا مقام کیا ہے، بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر والدین کی کسی تکلیف دہ بات سے اولاد کے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے تو انہیں اف تک کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار اور خدمت گزار کوئی بھی فرزند، جب ان کی طرف محبت سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نگاہ کے بدلے ایک حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح والدین کی نافرمانی ایذا رساں اولاد کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی بھی خبر دی ہے۔ کتنی خوش نصیب ہے وہ اولاد جن کے والدین باحیات ہیں اور وہ اپنے والدین کی نگہبانی اور خدمت میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ جو اپنے والدین کی معمولی سی تکلیف کا خیال رکھتے ہیں اور ان کی چھوٹی بڑی ضرورتوں کو خوشی خوشی پورا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں، ایسی اولاد کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

دور حاضر میں اولاد دنیاوی تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ عہدہ یا ملازمت پانے کے بعد نہ صرف اپنے عزیز واقارب اور خاندان سے کٹنے لگی ہیں بلکہ جن والدین نے شب وروز محنت ومشقت کر کے لکھایا پڑھایا وہی انہیں اب حقیر لگنے لگے ہیں۔ والدین کی معمولی غلطی، غیر ضروری کلمات یا حرکات جو بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے قدرتی ہوتے ہیں، اب اولاد کو برگشتہ کرنے لگے ہیں، ماں باپ ان کی ناراضگی کا سبب بننے لگے ہیں یہ اور اس طرح کی دوسری وجوہات کی بناء پر والدین کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض اولادیں اپنے بیوی بچوں تک کو ان سے ملنے سے منع کر دیتے ہیں۔ بہت سی اولادیں ایسی بھی ہیں جو محض اس لیے والدین سے رشتہ منقطع کر دیتے ہیں کہ جاہل اور کم پڑھے لکھے ماں باپ کی وجہ سے ان کی ماڈرن تہذیب اور اعلیٰ طرز کے رکھ رکھاؤ میں بگاڑ پیدا نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ نہیں چاہتے ہیں کہ والدین ان کی ذاتی زندگی میں دخل انداز ہوں۔ اس لیے وہ انہیں اپنے سے دور رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ادھر ماں باپ اپنے پوتا، پوتیوں کی یاد میں پریشان ہو کر اپنی زندگی کے آخری ایام بڑی کسمپرسی میں گزارتے ہیں۔ یہ ایک ایسا دردناک پہلو ہے جس سے گھبرا کر دوسری قوموں نے بوڑھوں کا ہاسٹل بنا رکھا ہے، جہاں عمر کے آخری لمحوں میں انہیں وہاں تنہا چھوڑ دیا جاتا

ہے۔ وہاں پہنچ کر بوڑھے بس اپنی موت کا انتظار کرتے نظر آتے ہیں اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ اولاد کی شدید مصروفیات کی وجہ سے وہ دو سروں کے کندھوں کے سہارے اس دار فانی (دنیا) سے رخصت ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کے تعلیم یافتہ، نئی تہذیب کے دلدادہ، فیشن پرست نوجوانوں کو اپنے والدین بوجھ نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے نہ جانے کن کن تکلیفوں، منتوں، اپنے ارمانوں اور خواہشات کا گلا گھونٹ کر اولاد کر پڑھایا لکھایا اور قابل انسان بنانے میں اپنی پوری پونجی اور طاقت لگادی، لیکن اس کا بدلہ سوائے حقارت اور نفرت کے کچھ نہ ملا۔

اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی ماں باپ اپنی اولاد کو برا کہنا گوارا نہیں کرتے بلکہ تعریف ہی کرتے ہیں، کیونکہ اولاد ان کے جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے۔ بھلے ہی یہ ٹکڑا کتنا ہی فریبی، احسان فراموش، خودغرض اور مفاد پرست کیوں نہ ہو۔ ماں باپ کی نظر میں وہ معصوم اور بے گناہ ہی ہوتا ہے۔ اولاد کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ ایک مدت ہوتی ہے۔ اگر وہ اس حد سے تجاوز کر جائے تو ماں کے دکھے دل سے نکلی ایک آہ بددعا بن کر ہنستے کھیلتے، پھلے پھولے گلستاں کو تباہ و برباد کرسکتی ہے۔ والدین چاہے کتنے ہی غریب، مفلس، کمزور لاچار کیوں نہ ہوں وہ ہمیشہ اپنی محنت و مشقت سے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ مگر آج معاشرے کا حال یہ ہے کہ پانچ بچے مل کر بھی اپنے والدین کو سہارا دینے میں آنا کانی کرتے ہیں۔ کئی کئی بہانوں سے انہیں اپنے سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پانچ بچوں کے لیے ان کے والدین ایک بہت بڑا مسئلہ بلکہ بہت بڑا بوجھ اور مصیبت ہوتے ہیں۔

اسلام میں جب والدین کا اتنا بڑا رتبہ اور مقام ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے والدین کے ساتھ (وہ چاہے کیسے بھی ہوں حسن و سلوک سے پیش آئیں تاکہ جنت کے مستحق بن سکیں۔ ماں باپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کریں اور ان کی مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی ایسا کام نہ کریں جو ان کی ناراضگی کا سبب بنے۔ خاص طور پر اس وقت ان کا زیادہ خیال رکھیں جب وہ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور اور مزاج کے چڑچڑے، ہوجاتے ہیں۔ اس وقت والدین کی خدمت کرنا اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچانا ہی اصل خدمت ہوگی۔

﴿۲۳﴾ ایک اہم نصیحت: مجلس میں بیٹھ کر دین کی باتیں سنئے

دین کی مجالس میں جو لوگ دور بیٹھ کر یہ سمجھ رہے ہیں کہ آواز تو یہاں بھی آرہی ہے۔ یہیں سے بیٹھ کر سن لیں۔ وہ حضرات یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ آواز کو تو نہ فرشتے گھیرتے ہیں اور نہ ہی آواز پر مغفرت کا وعدہ ہے۔ اس لیے وہ حضرات دور بیٹھ کر اپنا نقصان نہ کریں۔ مجلس کے ساتھ مل کر بیٹھ جائیں۔ ہمارے دور میں دین کی خدمت کرنے والی پوری دنیا میں پھیلی ہوئی بڑی بڑی چار جماعتیں ہیں:

﴿۱﴾ تبلیغی جماعت ﴿۲﴾ علماء و طلباء کی جماعت

﴿۳﴾ مشائخ و اہل اللہ کی جماعت ﴿۴﴾ دینی کتابیں لکھنے والے مصنفین کی جماعت۔

ان چاروں دینی خدمات کے نام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ تبلیغ ﴿۲﴾ تدریس ﴿۳﴾ تزکیہ ﴿۴﴾ تصنیف و تالیف

ان چاروں ناموں کے شروع میں تاء ہے جو ان چاروں میں اتحاد کی طرف اشارہ کرتا ہے، دوسرا اشارہ تاء کے دونوں نقطوں سے اس طرف ہے کہ اگر ان چاروں سلسلوں میں اتحاد ہوگا تو پوری امت اوپر آئے گی جیسے تاء کے نقطے اوپر ہیں، اور اتحاد پیدا کرنے کے لیے تقویٰ اور تعاون کی تاء کو بھی اپنے اندر شامل کرنا ہوگا جو اہل تقویٰ کی صحبت ہی سے مشائخ بنے، پھر ان کے فیوض سے امت کو خوب فائدہ پہنچا، اللہ تعالیٰ ان چاروں سلسلوں میں ایک دوسرے کی قدر دانی، محبت و عظمت عطا فرمادے، باہم تنافر و تباغض (جو عدم اخلاص کی بڑی علامت ہے) اس سے ان چاروں سلسلوں کو بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

﴿۲۴﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قحط سالی تھی لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا۔ بدبخت نے آپ علیہ السلام کو غلہ نہ دیا۔ آپ خالی ہاتھ واپس آئے۔ گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے۔ گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ علیہا السلام اٹھیں، بوریوں کو کھولا تو عمدہ اناج سے دونوں پر تھیں۔ کھانا پکا کر تیار کیا۔ آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ پوچھا اناج کہاں سے آیا؟ کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ اس ناہنجار بادشاہ کے پاس خدا تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا، تیسری مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا، اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا اچھا تو اپنا لشکر تیار کر، میں بھی اپنا لشکر لے کر آتا ہوں۔ نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا دروازہ کھول دیا بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، یہ خدائی فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا پی گئی اور سارے کے سارے وہیں ہلاک ہو گئے ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا۔ انہیں مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہتا۔ ایسے سخت عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجہ بہتر تھی، اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا تھا ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ یونہی رینگ رینگ کر بدنصیب نے ہلاکت پائی۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ (اللہ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے) آمین۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد اصفحہ ۳۵۶)

﴿۲۵﴾ پانچ (5) اہم نصیحتیں

﴿۱﴾ حقیر سے حقیر پیشہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔
﴿۲﴾ ہر اچھا کام پہلے ناممکن ہوتا ہے۔
﴿۳﴾ نفس کی تمنا پوری نہ کرو، ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔
﴿۴﴾ جس نعمت کی قدر نہ کی جائے وہ ختم ہو جاتی ہے۔
﴿۵﴾ اس راستے پر چلو جو بندے کو خالق سے ملا دیتا ہے۔

﴿۲۶﴾ حضرت عبداللہ بن سلام کا عجیب خواب اور اس کی تعبیر

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں تھا، ایک شخص آیا جس کا چہرہ خدا ترس تھا۔ دو رکعتیں نماز کی اس نے ادا کیں، لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں، جب وہ باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے گیا، باتیں کرنے لگا۔ جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تب لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا۔ کہا سبحان اللہ! کسی کو وہ نہ کہنا چاہیے جس کا علم اسے نہ ہو، ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا میں تو نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں باآسانی چڑھ گیا اور اس کڑے کو تھام لیا۔ اس نے کہا دیکھو مضبوط پکڑے رہنا۔ بس اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ تو آپ نے فرمایا گلشن باغ اسلام ہے اور ستون، ستون دین ہے اور کڑا عروۂ وثقیٰ ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ شخص عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اصفحہ ۳۵۴)

﴿۲۷﴾ دینار کو دینار کیوں کہتے ہیں (وجہ تسمیہ)

ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول مروی ہے کہ دینار کو اس لیے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کے ساتھ لو تو دین، ناحق لو تو نار یعنی آتش دوزخ۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۴۲۳)

﴿۲۸﴾ جیسی نیت ویسا اللہ کا معاملہ

(مندرجہ ذیل قصہ بخاری شریف میں سات جگہ آیا ہے)

مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار اُدھار مانگے۔ اس نے کہا گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ کہا ضمانت لاؤ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی ضمانت کافی ہے۔ کہا تو نے سچ کہا ہے۔ ادائیگی کی میعاد مقرر ہوگئی اور اس نے اسے ایک ہزار دینار گن دیئے۔ اس نے تری کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا۔ جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ کر جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی اور بیچ میں سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا۔ پھر منہ بند کر دیا اور خدا تعالیٰ سے دعا کی ''اے پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن بنایا اور اس پر وہ خوش ہوگیا، گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھ ہی کو رکھا۔ وہ اس پر بھی خوش ہوگیا، اب جب کہ وقت مقررہ ختم ہونے کو آیا تو میں نے ہر چند کشتی تلاش کی کہ جاؤں اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملتی اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈالتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے۔'' پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا، وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا آج اسے آجانا چاہیے تو وہ بھی دریا کے کنارے آ کھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس طرف نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا۔ کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر خالی جا ہی رہا ہوں آؤ اس لکڑی کو لے کر چلوں پھاڑ کر سکھالوں گا جلانے کے کام آئے گی، گھر پہنچ کر جب اسے چیرا تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں۔ گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں۔ وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے، اسے بھی اٹھا کر پڑھتا ہے۔ پر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے کہ یہ لیجئے آپ کی رقم معاف کیجئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہوگیا اور دیر لگ گئی آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے؟ اس نے کہا میں تو کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اسے توکلاً علی اللہ دریا میں ڈالا تھا اسے خدا تعالیٰ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی پوری رقم وصول کر لی۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۳۷۷)

﴿۲۹﴾ خیانت کرنے والے کا عبرت ناک انجام

﴿۱﴾ ابن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم میں سے اس شخص کو پہچانتا ہوں جو چلاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے قیامت کے دن آئے گا اور میرا نام لے لے کر مجھے پکارے گا۔ میں کہہ دوں گا کہ میں خدا کے پاس تیرے کچھ کام نہیں آسکتا میں تو پہنچا چکا ہوں۔

﴿۲﴾ اسے بھی میں پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے گا جو بول رہا ہوگا یہ بھی کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں کہوں گا

میں تیرے لیے خدا کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تو تبلیغ کر چکا تھا۔

﴿۳﴾ میں اسے بھی پہچانتا ہوں جو اسی طرح گھوڑے کو لادے ہوئے آئے گا جو ہنہنا رہا ہوگا، وہ بھی مجھے پکارے گا اور میں کہہ دوں گا کہ میں تو پہنچا چکا تھا آج کچھ کام نہیں آ سکتا۔

﴿۴﴾ اس شخص کو بھی میں پہچانتا ہوں جو کھالیں لیے ہوئے حاضر ہوگا اور کہہ رہا ہوگا یا محمد ﷺ! یا محمد ﷺ! میں کہوں گا میں خدا کے پاس کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے بتا چکا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۴۷۳)

﴿۳۰﴾ عقلمند لوگ کون ہیں؟

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۹۰)

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست اور سخت لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمانوں میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جگہ ٹھہرے رہنے والے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ اور جنگل اور درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور پھل اور مختلف قسم کے جاندار اور کانیں اور الگ الگ ذائقے والے اور طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے وغیرہ، کیا یہ سب آیات قدرت ایک سوچ سمجھ والے انسان کی رہبری خدا تعالیٰ کی طرف نہیں کرسکتیں؟ جو اور نشانیاں دیکھنے کی ضرورت باقی رہے۔ پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم زیادہ ہونا پھر برابر ہو جانا یہ سب اس عزیز و علیم خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی پوری پوری نشانیاں ہیں۔ اسی لیے آخر میں فرمایا کہ ان میں عقلمندوں کے لیے کافی نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔ جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔ جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور غور و فکر نہیں کرتے ان میں اکثر باوجود خدا کو ماننے کے پھر بھی شرک سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اب ان عقلمندوں کی صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ:

① وہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا کا نام جپا کرتے ہیں۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرات بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی سہی۔ یعنی کسی حالت میں ذکر خدا تعالیٰ سے غافل مت رہو۔ دل میں اور پوشیدہ اور زبان سے ذکر خدا کرتے رہا کرو۔ یہ لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش میں نظر دوڑاتے ہیں اور ان کی حکمتوں پر غور کرتے ہیں جو اس خالق یکتا کی عظمت و قدرت علم و حکمت اختیار و رحمت پر دلالت کرتی ہے۔

② حضرت شیخ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''گھر سے نکل کر جس جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی ایک نعمت مجھ پر موجود ہے اور میرے لیے وہ باعث عبرت ہے۔''

③ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''ایک ساعت غور و فکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے۔''

④ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''غور و فکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں بھلائیاں پیش کر دے گا۔''

⑤ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا۔'' اور بسا اوقات یہ شعر پڑھتے:

اِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ عِبْرَةٌ

ترجمہ: ''یعنی جس انسان کو باریک بینی کی اور سوچ سمجھ کر عادت پڑ گئی اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے۔''

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو۔''

(۷) لقمان حکیم کا یہ حکمت آمیز مقولہ بھی یاد رہے کہ ''تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو تو اسی قدر غور و فکر اور انجام بینی زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اسی قدر وہ راستے انسان پر کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔''

(۸) حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس قدر مراقبہ زیادہ ہوگا اسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہوگی اور جتنی سمجھ زیادہ ہوگی اتنا علم نصیب ہوگا اور جس قدر علم نصیب ہوگا نیک اعمال بھی بڑھیں گے۔''

(۹) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ عز و جل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور خدا کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا افضل عبادت ہے۔''

(۱۰) حضرت مغیث اسود رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''لوگو! قبرستان ہر روز جایا کرو، تاکہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو پھر اپنے دل میں اس منظر کو حاضر کرو کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو پھر ایک جماعت کو جہنم میں جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے، اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کر دو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو اس کے ہتھوڑوں کو اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لا۔'' اتنا فرماتے ہیں کہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور ایک کوڑا ڈالنے کی جگہ پر ملاقات کی اور اس سے کہا، اے راہب! تیرے پاس اس وقت دو خزانے ہیں ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان، ایک خزانہ مال کا یعنی کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ۔''

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے رہ کر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ آواز نکالتے اور فرماتے ''اے اجڑے ہوئے گھرو! تمہارے رہنے والے کہاں ہیں؟'' پھر خود فرماتے ''سب زیر زمین چلے گئے، سب فنا کا جام پی چکے، صرف ذات خدا کو ہمیشگی والی بقا ہے۔''

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''دو رکعتیں جو دل بستگی کے ساتھ ادا کی جائیں اس تمام نماز سے افضل ہیں جس میں ساری رات گزار دی لیکن دلچسپی نہ تھی۔''

(۱۴) خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اے ابن آدم! اپنے پیٹ کے تیسرے حصہ میں کھا، تیسرے حصے میں پانی پی اور تیسرا حصہ ان سانسوں کے لیے چھوڑ جس میں تو آخرت کی باتوں پر، اپنے انجام پر اور اپنے اعمال پر غور و فکر کر سکے۔'' بعض حکیموں کا قول ہے ''جو شخص دنیا کی چیزوں پر بغیر عبرت حاصل کیے نظر ڈالتا ہے اس غفلت کے انداز سے اس کی دل کی آنکھیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔''

(۱۵) حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ''اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرتے تو ہرگز ان سے نافرمانیاں نہ ہوتیں۔''

(۱۶) حضرت عامر بن عبدقیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے بہت سے صحابہ سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی غور و فکر اور مراقبہ ہے۔''

(۱۷) مسیح ابن مریم سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ''ابن آدم! اے ضعیف انسان! جہاں کہیں تو ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ دنیا میں

عاجزی اور مسکینی کے ساتھ رہ، اپنا گھر مسجدوں کو بنا لے، اپنی آنکھوں کو رونا سکھا، اپنے جسم کو صبر کی عادت سکھا، اپنے دل کو غور وفکر کرنے والا بنا، کل کی روزی کی فکر آج نہ کر۔''

⑱ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مجلس میں بیٹھے ہوئے رو دیئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''میں نے دنیا میں اور اس کی لذتوں میں اور اس کی خواہشوں میں غور وفکر کیا اور عبرت حاصل کی جب نتیجہ پر پہنچا تو میری امنگیں ختم ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے اس میں عبرت ونصیحت ہے اور وعظ وپند ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۴۹۲، ۴۹۳)

﴿۳۱﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے میں سانپ کا قصہ

(کپڑا پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجیے)

کپڑے پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی موذی جانور ہو اور خدانخواستہ کوئی ایذا پہنچائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ایک جنگل میں اپنے موزے پہن رہے تھے۔ پہلا موزہ پہننے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا موزہ پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک کوا جھپٹا اور وہ موزہ اٹھا کر اڑ گیا اور کافی اوپر لے جا کر اسے چھوڑ دیا۔ موزہ جب اونچائی سے گرا تو گرنے کی چوٹ سے اس میں سے ایک سانپ دور جا پڑا۔ یک دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: ''ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔'' (طبرانی، آداب زندگی: صفحہ ۲۹، ۳۰)

﴿۳۲﴾ جنت کی چادر اوڑھنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی ایسی عورت کی تعزیت کی جس کا بچہ مر گیا ہو تو اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی چادر اڑھائی جائے گی۔'' (ترمذی، آداب زندگی: ص ۶۲)

﴿۳۳﴾ مشورہ میں امانت کا رنگ ہونا چاہیے سیاست وچالاکی کا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ مشورہ

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لوگوں کی آؤ بھگت، خیر خواہی اور چشم پوشی کا مجھے خدا کی جانب سے اسی طرح حکم کیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی فرمان ہے، تو ان سے درگزر کر، ان کے لیے استغفار کر، اور کاموں کا مشورہ ان سے لیا کر۔'' اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے جیسے:

① بدر والے دن قافلے کی طرف بڑھنے کے لیے مشورہ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر آپ سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر ہمیں فرمائیں گے کہ اس میں کود پڑو اور اس پار نکلو تو بھی ہم سرتابی نہ کریں گے اور اگر ہمیں برک الغماد تک لے جانا چاہیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم وہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابیوں کی طرح کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا مشورہ بھی لیا کہ منزل کہاں ہے اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر ان کے سامنے ہو۔

② اسی طرح احد کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں؟ اور جمہور کی رائے یہی ہوئی کہ باہر میدان میں جا کر لڑنا چاہیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا۔

③ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے موقعہ پر بھی اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ

کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور آپ ﷺ نے بھی اس مشورہ کو قبول کر لیا اور مصالحت چھوڑ دی۔

④ اسی طرح آپ ﷺ نے حدیبیہ والے دن اس امر کا مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں پر دھاوا بول دیں؟ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہمارا ارادہ صرف عمرہ کا ہے۔ چنانچہ اسے بھی آپ ﷺ نے منظور فرما لیا۔

⑤ اسی طرح جب منافقین نے آپ ﷺ کی بیوی صاحبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کا میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میرے علم میں تو میرے گھر والوں میں کوئی برائی نہیں اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں واللہ! میرے نزدیک تو وہ بھی بھلائی والا ہی ہے اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ غرض لڑائی کے کاموں میں بھی دیگر امور میں بھی حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے تو اسے چاہیے بھلی بات کا مشورہ دے۔ (ابن ماجہ تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۴۷۳)

﴿۳۴﴾ ہوائیں بھی آپس میں باتیں کرتی ہیں

بیہقی کی ''شعب الایمان'' ہی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا ''اے پیارے بیٹے! میں نے چٹان، لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا لیکن میں نے پڑوسی سے زیادہ ثقیل کسی چیز کو نہیں پایا اور میں نے تمام کڑوی اور تلخ چیزوں کا ذائقہ چکھ لیا لیکن فقر و تنگدستی سے تلخ کوئی چیز نہیں پائی۔ اے بیٹے! جاہل شخص کو ہرگز اپنا قاصد اور نمائندہ مت بنا اور اگر نمائندگی کے لیے کوئی قابل اور عقل مند شخص نہ ملے تو خود اپنا قاصد بن جا۔''

''بیٹے! جھوٹ سے خود کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کے مانند نہایت مرغوب ہے۔ تھوڑا سا جھوٹ بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔ اے بیٹے! جنازوں میں شرکت کیا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے پرہیز کر، کیونکہ جنازوں کی شرکت تجھے آخرت کی یاد دلائے گی اور شادیوں میں شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔ آسودہ شکم ہوتے ہوئے دوبارہ شکم سیر ہو کر مت کھا کیوں کہ اس صورت میں کتوں کو ڈال دینا کھانے سے بہتر ہے۔ بیٹے نہ اتنا شیریں بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور نہ اتنا کڑوا کہ تھوک دیا جائے۔''

(حیاۃ الحیوان: جلد ۳ صفحہ ۱۵۳)

﴿۳۵﴾ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا درد بھرا خط ہارون رشید ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے اور روتے تھے

امام بن بلبان وغزالی نے ذکر کیا ہے کہ جب ہارون رشید خلیفۃ المسلمین بنے تو تمام علماء کرام ان کو مبارک باد دینے کے لیے ان کے پاس گئے، لیکن حضرت سفیان ثوری نہیں گئے حالانکہ ہارون رشید اور سفیان ثوری ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست تھے۔ چنانچہ حضرت سفیان کے نہ آنے سے ہارون رشید کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے حضرت سفیان کے نام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔''

عبداللہ ہارون امیر المومنین کی طرف سے اپنے بھائی سفیان ثوری کی طرف۔

بعد سلام مسنون! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان ایسی بھائی چارگی اور محبت ودیعت کی ہے کہ جس میں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ایسی ہی محبت اور بھائی چارگی کی ہے کہ اب نہ میں اس کو توڑ سکتا ہوں اور نہ اس سے جدا ہو سکتا

ہوں۔ یہ خلافت کا جو طوق اللہ تعالیٰ نے میرے پر ڈال دیا ہے اگر یہ میرے گلے میں نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی محبت کی بنا پر آپ کے پاس خود آتا یہاں تک کہ اگر میں چلنے میں معذور ہوتا تو گھسٹ کر آتا۔ چنانچہ اب جب کہ میں خلیفہ ہوا تو میرے تمام دوست واحباب مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ میں نے ان کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا عطیہ دے کر اپنے دل اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔لیکن آپ تشریف نہیں لائے حالانکہ مجھے آپ کا شدید انتظار تھا۔ یہ خط آپ کو بڑے ذوق وشوق اور محبت کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔اے ابوعبداللہ! آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مومن کی زیارت اور مواصلت کی فضیلت ہے اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ جیسے ہی میرا یہ خط آپ کو ملے تو جتنی بھی جلدی ممکن ہو تشریف لائیے۔'' ہارون رشید نے یہ خط عباد طالقانی نامی ایک شخص کو دیا اور کہا یہ خط ثوری کو پہنچاؤ اور خاص طور سے یہ ہدایت کی کہ خط سفیان کے ہاتھ میں ہی دینا اور وہ جو جواب دیں اس کو غور سے سننا اور ان کے تمام احوال اچھی طرح معلوم کرنا۔عباد کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر کوفہ کے لیے روانہ ہوا اور وہاں جا کر حضرت شفیان کو ان کی مسجد میں پایا۔حضرت سفیان نے مجھ کو دور سے دیکھا تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

﴿ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ اللّٰهُمَّ مِنْ طَارِقٍ يَّطْرُقُ اِلَّا بِخَيْرٍ" ﴾

ترجمہ: ''میں مردود شیطان سے اللہ سمیع وعلیم کی پناہ چاہتا ہوں اس شخص سے جو رات میں آتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی خیر میرے پاس لے کر آئے۔''

عباد فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کے دروازہ پر اپنے گھوڑے سے اترا تو سفیان نماز کے لیے کھڑے ہو گئے حالانکہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہاں پر موجود لوگوں کو سلام کیا۔مگر کسی نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے بیٹھنے کو کہا حتی کہ کسی نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی اس ماحول میں مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور بدحواسی میں میں نے وہ خط حضرت سفیان کی طرف پھینک دیا۔ حضرت سفیان کی نظر جیسے ہی خط پر پڑی تو وہ ڈر گئے اور خط سے دور ہٹ گئے گویا وہ کوئی سانپ ہے۔پھر کچھ دیر بعد سفیان نے اپنی آستین کے کپڑے سے اس خط کو اٹھایا اور اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو پڑھے کیوں کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کسی ایسی چیز کے چھونے سے جس کو کسی ظالم نے چھو رکھا ہو۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے اس خط کو کھولا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے اس کو پڑھا۔خط کا مضمون سن کر سفیان کسی متعجب شخص کی طرح مسکرائے اور کہا کہ اس خط کو پلٹ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دو۔ اہل مجلس میں سے کسی نے حضرت سفیان سے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفہ ہیں، لہٰذا اگر کسی کورے صاف کاغذ پر جواب لکھواتے تو اچھا تھا۔حضرت سفیان نے فرمایا کہ نہیں اسی خط کی پشت پر جواب لکھو اس لیے کہ اگر اس نے یہ کاغذ حلال کمائی کا استعمال کیا ہے تو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اگر یہ کاغذ حرام کمائی کا استعمال ہے تو عنقریب اس کو عذاب دیا جائے گا۔اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہنی چاہیے جسے کسی ظالم نے چھوا ہو کیونکہ یہ چیز دین میں خرابی کا باعث ہوگی۔ پھر اس کے بعد سفیان ثوری نے کہا کہ لکھو:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے۔''

سفیان کی جانب سے اس شخص کی طرف جس سے ایمان کی مٹھاس اور قرأت قرآن کی دولت کو چھین لیا گیا۔

بعد سلام مسنون!

یہ خط تم کو اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ میں نے تم سے اپنا دینی رشتہ یعنی بھائی چارگی اور محبت کو منقطع کر لیا ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے اپنے دوست واحباب کو شاہی خزانہ سے مالا مال کر دیا ہے۔لہٰذا اب میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کا غلط استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کی بغیر اجازت کے اپنے نصاب پر خرچ کیا

اوراس پر طرہ یہ کہ تم نے مجھ سے بھی اس آرزو کا اظہار کیا کہ میں تمہارے پاس آؤں لیکن یاد رکھو میں اس کے لیے بھی راضی نہ ہوں گا۔ میں اور میرے اہل مجلس جس نے بھی تمہارے خط کو سنا وہ سب تمہارے خلاف گواہی دینے کے لیے انشاء اللہ کل قیامت کے دن خداوند قدوس کی عدالت میں حاضر ہوں گے کہ تم نے مسلمانوں کے مال کو غیر مستحق لوگوں پر خرچ کیا۔

اے ہارون! ذرا معلوم کرو کہ تمہارے اس فعل پر اہل علم، قرآن کی خدمت کرنے والے، یتیم بیوہ عورتیں، مجاہدین، عالمین سب راضی تھے یا نہیں؟ کیونکہ میرے نزدیک مستحق اور غیر مستحق دونوں کی اجازت لینی ضروری تھی اس لیے اے ہارون! اب تم ان سوالات کے جوابات دینے کے لیے اپنی کمر مضبوط کرلو۔ کیونکہ عنقریب تم کو اللہ جل شانہ کے سامنے جو عادل و باحکمت ہے حاضر ہونا ہے۔ لہٰذا اپنے نفس کو اللہ سے ڈراؤ۔ جس نے قرآن کی تلاوت، علم کی مجلسوں کو چھوڑ کر ظالم اور ظالموں کا امام بننا قبول کرلیا۔

اے ہارون! اب تم سر پر بیٹھنے لگے اور حریر تمہارا لباس ہوگیا اور ایسے لوگوں کا لشکر جمع کرلیا جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں مگر تم انصاف نہیں کرتے۔ تمہارے یہ لوگ شراب پیتے ہیں مگر تم کوڑے دوسروں پر لگاتے ہو۔ تمہارے یہی لشکر (افسران) چوری کرتے ہیں مگر تم ہاتھ کاٹتے ہو بے قصور لوگوں کے، تمہارے یہ کارندے قتل عام کرتے ہیں۔ مگر تم خاموش تماشائی بنے ہو۔ اے ہارون! کل میدان حشر کیسا ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے گا کہ "ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو حاضر کرو۔" تو تم اس وقت آگے بڑھو گے اس حال میں کہ تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن سے بندھے ہوں گے اور تمہارے اردگرد تمہارے ظالم مددگار ہوں گے اور انجام کار تم ان ظالموں کے امام بن کر دوزخ کی طرف جاؤ گے۔ اس دن تم اپنی حسنات تلاش کرو گے تو وہ دوسروں کی میزان میں ہوں گی اور تمہاری میزان میں برائیاں ہی برائیاں نظر آئیں گی اور پھر تم کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ بادشاہت تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہے گی۔ یہ یقیناً دوسروں کے پاس چلی جائے گی۔ چنانچہ یہ امر ایسا ہے کہ بعض اس سے دنیا و آخرت سنوار لیتے ہیں اور بعض دنیا و آخرت دونوں برباد کرلیتے ہیں۔

اور اب خط کے آخر میں یہ بات غور سے سنو کہ آئندہ کبھی مجھ کو خط مت لکھنا اور اگر تم نے خط لکھا تو بھی یاد رکھنا اب کبھی مجھ سے کسی جواب کی امید مت رکھنا۔ والسلام۔"

خط مکمل کرا کے حضرت سفیان نے اس کو قاصد کی طرف پھینکوا دیا۔ نہ اس پر اپنی مہر لگائی اور نہ اس کو چھوا۔ قاصد (عباد) کہتے ہیں کہ خط کے مضمون کو سن کر میری حالت غیر ہوگئی اور دنیا سے ایک دم التفات جاتا رہا۔ چنانچہ میں خط لے کر کوفہ کے بازار میں آیا اور آواز لگائی کہ ہے کوئی خریدار جو اس شخص کو خرید سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہو۔ چنانچہ لوگ میرے پاس درہم اور دینار لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں، مجھے تو صرف ایک جبہ اور قطوانی عبا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے یہ چیزیں مجھے مہیا کردیں۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ قیمتی لباس اتار دیا جسے میں دربار میں ہارون کے پاس جاتے وقت پہنتا تھا اور پھر میں نے گھوڑے کو بھی ہنکا دیا۔ اس کے بعد میں ننگے سر پیدل چلتا ہوا ہارون رشید کے محل کے دروازہ پر پہنچا۔ محل کے دروازہ پر لوگوں نے میری حالت کو دیکھ کر میرا مذاق اڑایا اور پھر اندر جا کر ہارون سے میری حاضری کی اجازت لی۔ چنانچہ میں اندر گیا۔ ہارون رشید نے جیسے ہی مجھ کو دیکھا کھڑا ہوگیا اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا وائے بربادی، وائے خرابی، قاصد آباد ہوگیا اور بھیجنے والا برباد ہوگیا اب اسے دنیا کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہارون نے بڑی تیزی سے مجھ سے جواب طلب کیا۔ چنانچہ جس طرح سفیان ثوری نے وہ خط میری طرف پھینکوایا تھا اسی طرح میں نے وہ خط ہارون رشید کی طرف اچھال دیا۔ ہارون رشید نے فوراً جھک کر ادب سے اس خط کو اٹھالیا ار کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے ہارون رشید کے رخسار آنسوؤں سے تر ہوگئے حتیٰ کہ ہچکی بندھ گئی۔

ہارون رشید کی یہ حالت دیکھ کر اہل دربار میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین سفیان کی یہ جرأت کہ وہ آپ کو ایسا لکھیں اگر آپ حکم دیں تو ہم ابھی سفیان کو جکڑ کے قید کر لائیں تا کہ اس کو ایک عبرت انگیز سزا مل سکے۔ ہارون نے جواب دیا کہ ''اے مغرور! دنیا کے غلام! سفیان کو کچھ مت کہو ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ بخدا دنیا نے ہم کو دھوکہ دیا اور بد بخت بنا دیا۔ تمہارے لے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم سفیان کی مجلس میں جا کر بیٹھو کیونکہ اس وقت سفیان ہی حضور ﷺ کے حقیقی امتی ہیں۔''

قاصد عباد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہارون رشید کی یہ حالت تھی کہ سفیان کے اس خط کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور ہر نماز کے بعد اس کو پڑھتے اور خوب روتے یہاں تک کہ ہارون کا انتقال ہو گیا۔ (حیاۃ الحیوان: جلد ۳ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۹)

﴿۳۶﴾ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنی فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔'' (صحیح البخاری) فطرت سے مراد اللہ پاک کی توحید اور اسلام کے بلند مرتبہ اصول و مبادی ہیں کیونکہ یہ دین فطرت انسانی اور عقل سلیم کے عین مطابق ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر بچہ عقائد و اعمال کا ذہن لے کر دنیا میں آتا ہے، اگر والدین اس کی اچھی تربیت اور ذہن سازی کریں تو یہ بلند پایہ اوصاف پروان چڑھتے ہیں اور یہ انسان ایک بہترین مسلمان بن کر معاشرہ کا مفید فرد بن جاتا ہے لیکن اگر صورت حال اس کے برعکس ہوئی تو والدین کی غلط تربیت اور ماحول کے بد اثرات سے اس کے افکار و اعمال بھی بگڑتے جاتے ہیں۔ جیسے ہم عملی طور پر دیکھتے ہیں کہ مسلمان گھرانوں کے بچے عیسائیوں کے مشنری اسکولوں یا دیگر غیر مسلموں کے مذہبی تعلیمی اداروں میں داخل کرا دیئے جاتے ہیں اور پھر وہ ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، اور اسلام کے فطری اور عقلی نظریات اور اعمال سے بے گانہ ہو جاتے ہیں، بچے کی اس روحانی اور اخلاقی تباہی و بربادی میں والدین بوابر کے شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی اولاد کو دین اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت کریں تا کہ وہ اعلیٰ مفید اور مثالی مسلمان بن سکیں۔

﴿۳۷﴾ بچے کے کان میں اذان و اقامت کی مسنونیت

بچے کی پیدائش کے بعد ایک سنت عمل یہ ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، اس سلسلے میں جو احادیث مروی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو وہ بچہ ام الصبیان (سوکڑہ کی بیماری) سے محفوظ رہے گا۔'' (سنن بیہقی)

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے (دائیں) کان میں جس دن وہ پیدا ہوئے اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ (بیہقی)

③ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔ (ابوداؤد، ترمذی شریف)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس اذان اور اقامت کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح سے نو مولود بچے کے کان میں سب سے پہلے جو آواز پہنچتی ہے، وہ خدائے بزرگ و برتر کی بڑائی اور عظمت والے کلمات اور اس شہادت کے الفاظ ہوتے ہیں، جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ گویا اسے دنیا میں آتے ہی اسلام اور خدائے واحد کی بڑائی کی تلقین کی جاتی ہے۔ جس کے اثرات ضرور بچے کے دل و دماغ پر پڑتے ہیں۔ اگر چہ وہ ان اثرات کو ابھی سمجھ نہیں پاتا۔

اس کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اذان سے چونکہ شیطان بھاگتا ہے، جو کہ انسان کا ازلی دشمن ہے اس لیے اذان کہی جاتی ہے، کہ دنیا میں قدم رکھتے ہی بچے پر پہلے پہل شیطان کا قبضہ نہ ہو، اور اس کا دشمن ابتداہی میں بھاگ کر پسپا ہو جائے۔

یہ حکمت بھی بیان کی گئی ہے کہ بچے کے کان میں پیدائش کے بعد اذان دی جاتی ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، گویا جیسے عام نمازوں کے لیے اذان دی جاتی ہے، اور تیاری کے کچھ وقفے کے بعد نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس طرح تمام انسانوں کو یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اذان دی گئی ہے اور اس اذان کے بعد تمہاری نماز (نماز جنازہ) جلد ہونے والی ہے، لہٰذا درمیان کے مختصر عرصے میں آخرت کی تیاری کرو، تاکہ مرنے کے بعد پچھتانا نہ پڑے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

آئے ہوئی "اذان ، گئے ہوئی نماز   بس اتنی دیر کا جھگڑا ہے زندگی کیا ہے

تحسنیک کی سنت:

تحسنیک کا مطلب یہ ہے کہ کھجور چھوہارا منہ میں چبایا جائے اور اس کا تھوڑا سا حصہ انگلی پر لے کر نومولود کے منہ میں داخل کیا جائے۔ پھر انگلی کو آہستگی کے ساتھ دائیں بائیں حرکت دی جائے، تاکہ چبائی ہوئی چیز پورے منہ میں پہنچ جائے، یہ سنت عمل ہے۔ جس کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث سے ملتا ہے۔

④ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے شکم میں تھے تو فرماتی ہیں کہ میرے حمل کے دن پورے ہو چکے تھے، میں (ہجرت کر کے) مدینہ آئی اور قباء میں قیام کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وہیں پیدا ہوئے، میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آب دہن تھا، پھر ان کے منہ میں چھوہارا ڈالنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اسلام میں (ہجرت کے بعد) یہ بچہ کی پہلی پیدائش تھی۔ (بخاری: جلد۲ صفحہ ۵۷۵)

⑤ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اسے مجھے دے دیا۔

(بخاری: جلد۲ صفحہ ۶۹۹)

تحسنیک کی حکمت حدیث نمبر 4 کی عبارت سے واضح ہوگئی کہ اس سے مراد حصول برکت ہے، جیسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے شکم میں پہنچی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آب دہن مبارک تھا۔ سبحان اللہ

﴿۳۸﴾ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

آج ہمارے درمیان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک موجود نہیں ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موجود ہے۔ لہٰذا کسی نیک آدمی سے تحسنیک کی سنت ادا کرنی چاہیے۔ طبی اعتبار سے بھی تحسنیک ایک فائدہ مند عمل ہے۔ کیونکہ بچہ جب اس دنیا میں نیا نیا آتا ہے تو اس کا منہ پیدائشی بند ہونے کی وجہ سے ابھی کھلنے کا عادی نہیں ہوتا۔ تحسنیک کے عمل سے جبڑے کھل جاتے ہیں اور منہ ماں کے دودھ کو لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کھجور کا رس بدن کے لیے قوت بخش بھی ہے۔

﴿۳۹﴾ بچے کا سر مونڈنا

اسلام میں نومولود بچے کے بارے میں جو احکام وارد ہوئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ساتویں روز بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی جائے، اس سنت کی تائید مندرجہ ذیل

احادیث مبارک سے ہوتی ہے۔

⑥ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی پیدائش کے ساتویں دن حکم دیا کہ ان کے سر کے بال مونڈے جائیں۔ چنانچہ وہ مونڈوائے گئے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔
(تحفۃ المودود باحکام المولود صفحہ: ۵۸)

⑦ محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا اے فاطمہ! اس کے سر کے بال مونڈ لے اور ان کے برابر چاندی خیرات کر دے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وزن کیا تو ان کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔

⑧ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ عقیقہ تک بندھا ہوتا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن (بکرا یا بکری) ذبح کی جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مسئلہ کی رو سے بچہ اور بچی دونوں کے سر کے بال مونڈے جانے چاہئیں اور ہر ایک کے سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنی چاہیے۔ کیونکہ بچہ اور بچی دونوں خدا کی نعمت ہیں اور سر کے بال مونڈنے کی حکمتیں دونوں سے متعلق ہیں، بال مونڈنے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ سارے سر کے بال مونڈے جائیں، کیونکہ بال مونڈنے کا ایک غلط طریقہ یہ ہے کہ سر کے کچھ بال مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں، اس کو عربی میں قزع کہتے ہیں، جس کو منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

⑨ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

سر مونڈوانے کی سنت سے جو حکمت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے پیدائشی بال مادر شکم میں آلائش وغیرہ کے ساتھ گندے ہو چکے ہوتے ہیں، ان گندے بالوں کو دور کر کے صفائی ستھرائی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ پیدائشی بال انتہائی کمزور ہوتے ہیں جس کے دور کرنے سے نسبتاً طاقت ور بال اگ آتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ پیدائشی بالوں کو دور کرنے سے سر کے مسام کھل جاتے ہیں، جس کے صحت پر اچھے اثرات پڑتے ہیں، نیز سر کے بال کٹوانے سے دیکھنے، سننے، سونگھنے اور سوچنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اس سنت کا دوسرا جز بالوں کے برابر چاندی کا خیرات کرنا ہے، جس کی حکمت ظاہر ہے کہ بچے کی پیدائش پر جو خوشی ہوتی ہے، اس میں فقراء اور مساکین کو بھی شریک کر لیا جاتا ہے۔ یوں یہ خوشی صرف ایک گھر تک محدود نہیں رہتی بلکہ آس پاس کے غریب لوگ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ نیز خدا کی طرف سے اولاد کے عطا ہونے پر یہ صدقہ خوشی اور تشکر کا اظہار بھی ہے۔ (ماہنامہ المحمود، فروری ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۳)

﴿۴۰﴾ نظر بس آپ ﷺ ہی پر ہے شفیع المذنبین میری

دواؤں سے طبیعت رو بہ صحت ہے نہیں میری
طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری
نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے
دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری
علاج اس کا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہونگا ہوں میں
دیارِ قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری
دیارِ پاک ہوتا اور ہوتی یہ جبیں میری
خدا کی رحمتوں سے زندگی ہوتی حسیں میری
گزر جائے یہ باقی عمر ان کے آستانے پر
جہاں ہیں سرور عالم بنے تربت وہیں
متاع درد دل جو مل گئی مشکل سے ملتی ہے
خدا کا فضل ہے حالت تو ایسی تھی نہیں میری
نہ دن میں چین ملتا ہے نہ شب میں نیند آتی ہے
سکوں باقی نہیں ہے، خاطر اندوہگیں میری

ہوا پیدا اسی غم کے لیے راحت کا طالب ہوں
طلب کرتا ہوں ایسی شئے جو قسمت میں نہیں میری
وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذاتِ اقدس کا
تصور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری
ہوا دیوانہ جب سے آپ کا خلوت میں رہتا ہوں
کسی سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں میری
یہ دنیا دارِ فانی ہے فقط اک خواب ہے شب کا
جو دیکھا غور سے میں نے تو آنکھیں کھل گئیں میری
کسی لائق نہیں ثاقب مگر بخشش کا طالب ہوں
نظر بس آپ ﷺ پر ہی ہے شفیع المذنبین میری

﴿۴۱﴾ ولی ہو کر نبی کا کام کرو

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔ ایک مرتبہ حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو جنگل میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ان کے ساتھی کسی کام کے لیے شہر گئے تو وہ اپنے خیمے میں اکیلے تھے اتنے میں ایک خوبصورت عورت ان کے خیمے میں آئی اور کچھ مانگنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کچھ کھانا اس کو دینا چاہا تو اس عورت نے برملا کہا کہ میں آپ سے وہ کچھ چاہتی ہوں جو ایک عورت مرد سے چاہتی ہے دیکھو تم نوجوان ہو میں خوبصورت ہوں ہم دونوں کے لطف اندوز ہونے کے لیے تنہائی کا موقع بھی ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ شیطان نے میری عمر بھر کی محنت ضائع کرنے کے لیے اس عورت کو بھیجا ہے۔ وہ خوف خدا سے زار و قطار رونے لگے اتنا روئے اتنا روئے کہ وہ عورت شرمندہ ہو کر واپس چلی گئی۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مصیبت سے جان چھوٹی۔ رات کو سوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مبارک باد ہو، تم نے ولی ہو کر وہ کام کر دکھایا جو ایک نبی نے کیا تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک امیر شخص تھا جس کی بیوی رشک قمر اور پری چہرہ تھی۔ اس عورت کو اپنے حسن پر بڑا ناز تھا۔ ایک مرتبہ بناؤ سنگھار کرتے ہوئے اس نے ناز نخرے سے اپنے شوہر سے کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھے دیکھے اور میری طمع نہ کرے۔ خاوند نے کہا مجھے امید ہے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو آزما لیتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے۔ یہی گھوڑا اور یہی گھوڑے کا میدان۔ دیکھ لیتی ہوں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کتنے پانی میں ہیں۔ خاوند نے اجازت دے دی۔

وہ عورت بن سنور کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور ایک مسئلہ پوچھنے کے بہانے چہرے سے نقاب کھول دیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی تو انہوں نے زور سے اللہ کے نام کی ضرب لگائی۔ اس عورت کے دل میں یہ نام پیوست ہو گیا۔ اس کے دل کی حالت بدل گئی وہ اپنے گھر واپس آئی اور سب ناز نخرے چھوڑ دیئے۔ زندگی کی صبح و شام بدل گئی۔ سارا دن قرآن مجید کی تلاوت کرتی اور ساری رات مصلے پر کھڑے ہو کر گزار دیتی۔ خشیتِ الٰہی اور محبت الٰہی کی وجہ سے آنسوؤں کی لڑیاں اس کے رخسار پر بہتی رہتیں۔ اس عورت کا خاوند کہا کرتا تھا کہ میں نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری بیوی کو راہبہ بنا دیا اور میرے کام کا نہ چھوڑا۔

﴿۴۲﴾ بدنظری سے توفیق عمل چھن جاتی ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''بدنظری نہایت ہی مہلک مرض ہے۔ ایک تجربہ تو میرا بھی اپنے بہت سے احباب پر ہے کہ ذکر شغل کی ابتداء میں لذت و جوش کی کیفیت ہوتی ہے مگر بدنظری کی وجہ سے عبادت کی حلاوت اور لذت فنا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ عبادات کے چھٹنے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔'' (آپ بیتی: ۶، ۴۱۸)

مثال کے طور پر اگر صحت مند جوان شخص کو بخار ہو جائے اور اترنے کا نام ہی نہ لے تو لاغری اور کمزوری کی وجہ سے اس کے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ بستر پر پڑے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو بدنظری کی بیماری لگ

جائے وہ باطنی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔ نیک عمل کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سے عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے نیک کام کرنے کی نیت بھی کرتا ہے تو بدنظری کی وجہ سے نیت میں فتور آ جاتا ہے۔ بقول شاعر:

تیار تھے نماز کو ہم سن کے ذکر حور جلوہ بتوں کا دیکھ کر نیت بدل گئی

﴿۴۳﴾ بدنظری سے قوتِ حافظہ کمزور ہوتا ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ غیر محرم عورتوں کی طرف یا نوعمر لڑکوں کی طرف شہوت کی نظر ڈالنے سے قوت حافظہ کمزور ہو جاتی ہے اس کی تصدیق کے لیے یہ ثبوت کافی ہے کہ بدنظری کرنے والے حفاظ کو منزل یاد نہیں رہتی اور جو طلباء حفظ کر رہے ہوں ان کے لیے سبق یاد کرنا مصیبت ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد امام کو امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے قوتِ حافظہ میں کمی کی شکایت کی تو انہوں نے معصیت سے بچنے کی وصیت کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گفتگو کو شعر کا جامہ پہناتے ہوئے فرمایا:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِيْ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِيْ

(میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کی کمی کی شکایت کی۔ انہوں نے یہ وصیت کی کہ اے طالب علم گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا)۔

﴿۴۴﴾ دل و دماغ کو چوٹ پہنچانے والا قصہ

کہتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بہروپیا آتا تھا، وہ مختلف روپ بدل کر آتا تھا۔ اورنگ زیب ایک فرزانہ و تجربہ کار شخص تھے جو اس طویل و عریض ملک پر حکومت کر رہے تھے، اس کو پہچان لیتے، وہ فوراً کہہ دیتے کہ تو فلاں ہے، میں جانتا ہوں۔ وہ ناکام رہتا، پھر دوسرا بھیس بدل کر آتا پھر وہ تاڑ جاتے اور کہتے میں نے پہچان لیا تو فلاں کا بھیس بدل کر آیا ہے تو تو فلاں ہے، بہروپیا عاجز آ گیا، آخر میں کچھ دنوں تک خاموش رہی، ایک عرصہ تک وہ بادشاہ کے سامنے نہیں آیا، سال دو سال کے بعد شہر میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں اور وہ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر خلوت نشین ہیں، چلہ کھینچے ہوئے ہیں، بہت مشکل سے لوگوں سے ملتے ہیں۔ کوئی بڑا خوش قسمت ہوتا ہے، جس کا وہ سلام یا نذرانہ قبول کرتے ہیں اور اس کو باریابی کا شرف بخشتے ہیں۔ بالکل یکسو اور دنیا سے گوشہ گیر ہیں۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے مکتب کے پروردہ تھے، اور ان کو اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔ وہ اتنی جلدی کسی کے معتقد ہونے والے نہیں تھے، انہوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا، ان کے ارکین دربار نے کئی بار عرض کیا کہ کبھی جہاں پناہ بھی تشریف لے چلیں اور بزرگ کی زیارت کریں اور ان کی دعا لیں، انہوں نے ٹال دیا دو چار مرتبہ کہنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا بھئی چلو کیا حرج ہے، اگر خدا کا کوئی مخلص بندہ ہے اور خلوت گزیں ہے تو اس کی زیارت سے فائدہ ہی ہوگا، بادشاہ تشریف لے گئے اور مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کی درخواست کی اور ہدیہ پیش کیا، درویش نے لینے سے معذرت کی۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہوئے تو درویش کھڑے ہو گئے اور آداب بجالائے، فرشی سلام کیا اور کہا کہ جہاں پناہ! مجھے نہیں پہچان سکے، میں وہی بہروپیا ہوں جو کئی بار آیا اور سرکار پر میری قلعی کھل گئی، بادشاہ نے اقرار کیا، کہا بھائی بات تو ٹھیک ہے، میں اب کہ نہیں پہچان سکا لیکن یہ بتاؤ کہ میں نے جب تمہیں اتنی بڑی رقم پیش کی جس کے لیے تم یہ سب کمالات دکھاتے تھے، تو تم نے کیوں نہیں قبول کیا؟ اس نے کہا سرکار میں نے جن کا بھیس بدلا تھا ان کا یہ شیوہ نہیں، جب میں ان کے نام پر بیٹھا اور میں نے ان کا کردار ادا کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو پھر مجھے شرم آئی کہ میں جن کی نقل کر رہا ہوں، ان کا یہ طرز نہیں کہ وہ بادشاہ کی رقم قبول کریں، اس لیے میں نے نہیں قبول کیا۔ اس واقعہ سے دل و دماغ کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ ایک بہروپیا یہ کہہ سکتا ہے

،تو پھر سنجیدہ لوگ، صاحب دعوت انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کر کے ان کا مزاج اختیار نہ کریں، یہ بڑے ستم کی بات ہے۔ میں نے یہ لطیفہ تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ ایک حقیقت کو ذرا آسان طریقہ پر نشین کرنے کے لیے سنایا۔ ہم داعی و مبلغ ہوں، یا دین کے ترجمان یا شارح۔ ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دین اور دعوت ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اخذ کی ہے، اگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت لے کر نہ آتے تو ہم کو اس کی ہوا بھی نہ لگتی۔

﴿۴۵﴾ عورت اذان کیوں نہیں دے سکتی

عورت کی آواز اگر چہ ستر نہیں ہے بوقت ضرورت وہ غیر محرم مرد سے گفتگو کر سکتی ہے یا فون سن سکتی ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی آواز میں کشش ہوتی ہے۔ اسی لیے فقہا نے عورت کو اذان دینے سے منع کیا چونکہ اذان خوش الحانی کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اس سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ ایک ریڈیو اناؤنسر کے کئی نادیدہ عاشق ہوتے ہیں۔ آواز کا جادو بھی اپنا اثر دکھاتا ہے اس لیے غیر محرم سے بات چیت کے دوران مناسب لہجے میں بات چیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو عورتیں مجبوری کی وجہ سے خرید وفروخت اور لین دین کا کام خود کرتی ہیں وہ بہت خطرے میں ہوتی ہیں۔ دکاندار، درزی، جیولرز، منیاری والا، رنگریز، ڈاکٹر اور حکیم سے بہت محتاط انداز میں بات کرنی چاہیے۔ مرد لوگ تو پہلے ہی عورت کو شیشے میں اتارنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اگر کوئی عورت ذرا سا ڈھیلا پن دکھائے تو بات بہت دور نکل جاتی ہے۔ جیولرز کا کام تو ویسے ہی زیب وزینت کے متعلق ہوتا ہے۔ کئی عورتیں انگوٹھی اور چوڑیاں خرید کر مرد سے کہتی ہیں کہ پہنا دیں۔ جب ہاتھ ہی ہاتھ میں دے دیا تو پیچھے کیا رہا ؎

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے
مجھے سہل ہو گئیں منزلیں تو خزاں کے دن بھی بدل گئے

ڈاکٹر یا حکیم کو بیماری کے متعلق کیفیات بتاتی ہوں تو نہایت احتیاط برتی جائے ایسا نہ ہو کہ جسم کا علاج کرواتے کرواتے دل کا روگ لگا بیٹھیں۔ کئی ڈاکٹر حضرات مریضہ کا علاج کرتے ہوئے خود مریض عشق بن جاتے ہیں۔

بعض لوگ اپنی نوجوان بچیوں کو مرد استاد کے پاس ٹیوشن پڑھنے بھیجتے ہیں یا انہیں ٹیوشن پڑھانے اپنے گھر بلاتے ہیں۔ دونوں صورت میں نتائج برے ہوتے ہیں۔ شرع شریف سے غفلت برتنے کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ شاگردہ کو استاذ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے تو شیطان مشورہ دیتا ہے کہ کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی شخصیات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرو۔ جب پرسنل لائف کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں تو حرام کاری کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ٹیوشن پڑھنی تھی ٹینشن پلے پڑ گئی۔

مردوں کو بھی عورتوں سے گفتگو کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

﴿ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّخْضَعَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ اِمْرَأَةٍ اَنْ يَّلِيْنَ لَهَا بِالْقَوْلِ بِمَا يَطْمَعُهَا مِنْهُ

ترجمہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے نرمی سے بات چیت کرے جس سے عورت کو مرد میں دلچسپی پیدا ہو جائے۔“ (النہایہ)

بعض لڑکیاں حالات کی مجبوری کا بہانا بنا کر دفتروں یا کارخانوں میں مرد حضرات کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ شیطان کے لیے ان لڑکیوں کو زنا میں پھنسانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ اکثر اوقات تو افسر ہی عزت کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ ورنہ ساتھ مل کر کام کرنے والے لڑکے ہی میل ملاپ کی راہیں ڈھونڈ لیتے ہیں۔ مرد حضرات ایسی صورت حال پیدا کر دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو گناہ میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔ ایک سختی کرتا ہے کہ تم اچھا کام نہیں کرتی تمہاری چھٹی کروا دینی چاہیے۔ لڑکی ڈر جاتی ہے گھبرا جاتی ہے دوسرا نجات دھندہ بن جاتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ لڑکی نجات دہندہ کے پھندے میں پھنس چکی ہوتی ہے۔

دفتر میں کام کرنے والی لڑکیوں کو کم یا زیادہ ایسے ناپسندیدہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، وہ نوکری پیشہ خواتین جو کم گو ہوتی ہیں۔ کسی مرد پر اعتبار نہیں کرتیں نہ ہی کسی سے اپنی زندگی کے بارے میں تبادلہ خیالات کرتی ہیں بس کام سے کام رکھتی ہیں۔ جو مرد ان سے (Loose Talk) یعنی آزاد گفتگو کرنے لگے اسے ڈانٹ پلا دیتی ہیں اگرچہ وہ دفتر میں سڑیل مشہور ہو جائیں مگر کم از کم اپنی عزت بچا لیتی ہیں۔ غیر محرم سے باتیں کرنا بھی زنا کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے حکم دیا ہے عورتوں کو کہ اگر انہیں کسی وقت غیر محرم مرد سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنی آواز میں لوچ اور نرمی پیدا نہ ہونے دیں۔ نہ ہی پر تکلف انداز سے چبا چبا کر اور الفاظ کو بنا سنوار کر باتیں کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ (سورۂ احزاب: ۳۲)

ترجمہ: ''اور نہیں چبا چبا کر باتیں کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ تمنا کرنے لگے اور تم معقول بات کرو۔''

عورت اگر پردے کی اوٹ میں بھی بات کرے تو آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا نہ ہونے دے بلکہ لب ولہجہ خشک ہی رکھے۔ ایسی لگی لپٹی باتیں جن کو سن کر مرد کی شہوت بھڑکے ان سے عورت کو اجتناب کرنا ضروری ہے۔ غیر محرم مرد سے گفتگو نرمی اور ادا کے ساتھ نہ کی جائے بلکہ صاف کھلی اور دھلی بات ہو، مختصر ہو، جو بات دو فقروں میں کہی جاتی ہے اس کو ایک میں ہی کہے تو بہتر ہے، مرد کو بھی خواہ مخواہ ایک سے دوسری بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ جب غیر محرم مرد اور عورت کے درمیان بے جھجک بات کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے تو معاملہ ایک قدم آگے اور بڑھتا ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید سے ملتی ہے کہ انبیائے کرام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ آئے مگر ان میں سے کسی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر نہیں کی، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۴۳)

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجیے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر رب کریم سے ہم کلامی کے لیے جایا کرتے تھے۔ لہٰذا کلیم اللہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل میں محبوب حقیقی کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بات سے بات بڑھتی ہے، پہلے بات کرنے کا مرحلہ طے ہوتا ہے پھر دیکھنے کی نوبت آتی ہے، جب دیکھ لیا جائے تو ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے دل کہتا ہے کہ ؎

نہ تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا   دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

جب حجاب اتر جاتا ہے تو میل ملاپ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

﴿۴۶﴾ بدنظری کے تین بڑے نقصانات

بدنظری سے انسان کے اندر نفسانی خواہشات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور انسان اس سیلاب کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ اس میں تین بڑے نقصانات وجود میں آتے ہیں:

① بدنظری کی وجہ سے انسان کے دل میں خیالی محبوب کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ حسین چہرے اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ وہ شخص چاہتا ہے کہ میں ان حسین شکلوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا مگر اس کے باوجود تنہائیوں میں ان کے تصور سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ تو گھنٹوں ان کے ساتھ خیال کی دنیا میں باتیں کرتا ہے معاملہ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا   جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

بدنظری کے ساتھ ہی شیطان انسان کے دل و دماغ پر سوار ہو جاتا ہے اور اس شخص سے شیطانی حرکتیں کروانے میں جلدی کرتا ہے۔

جس طرح ویران اور خالی جگہ پر تند و تیز آندھی اپنے اثرات چھوڑتی ہے۔اسی طرح شیطان بھی اس شخص کے دل پر اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔ تا کہ اس دیکھی ہوئی صورت کو خوب آراستہ ومزین کر کے اس کے سامنے پیش کرے اور اس کے سامنے ایک خوبصورت بت بنا دے۔ایسے شخص کا دل رات دن اسی بت کی پوجا میں لگا رہتا ہے وہ خادم آرزوؤں میں الجھا رہتا ہے۔اسی کا نام شہوت پرستی، خواہش پرستی، نفس پرستی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ (سورۂ کہف:۲۸)

ترجمہ: ''اور اس کا کہنا نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔''

ان خیالی معبودوں سے جان چھڑائے بغیر نہ تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے نہ قرب الٰہی کی ہوا لگتی ہے۔بقول شاعر ع

بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں کہ پتھر کے

(۲) بدنظری کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ انسان کا دل و دماغ متفرق چیزوں میں بٹ جاتا ہے۔یہاں تک کہ وہ اپنے صالح ومنافع کو بھول جاتا ہے۔گھر میں حسین وجمیل نیکوکار اور وفادار بیوی موجود ہوتی ہے مگر اس شخص کا دل بیوی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔بیوی اچھی نہیں لگتی۔ذرا ذرا سی بات پر اس سے الجھتا ہے، گھر کی فضا میں بے سکونی پیدا ہو جاتی ہے، جب کہ یہی شخص بے پردہ گھومنے والی عورتوں کو اس طرح للچائی نظروں سے دیکھتا ہے جس طرح شکاری کتا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔بسا اوقات تو اس شخص کا دل کام کاج میں بھی نہیں لگتا۔اگر طالب علم ہے تو پڑھائی کے سوا ہر چیز اچھی لگتی ہے۔اگر تاجر ہے تو کاروبار سے دل اکتا جاتا ہے۔کئی گھنٹے سوتا ہے مگر پرسکون نیند سے محروم رہتا ہے۔دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ سویا ہوا ہے جب کہ وہ خیالی محبوب کے تصور میں کھویا ہوا ہوتا ہے۔

(۳) بدنظری کا تیسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ دل حق و باطل اور سنت و بدعت میں تمیز کرنے سے عاری ہو جاتا ہے۔قوت بصیرت چھن جاتی ہے۔دین کے علوم و معارف سے محرومی ہونے لگتی ہے۔گناہ کا کام اس کو گناہ نظر نہیں آتا۔پھر ایسی صورت حال میں دین کے متعلق شیطان اس کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتا ہے۔اسے دینی نیک لوگوں سے بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں حتیٰ کہ اسے دینی شکل وصورت والے لوگوں سے ہی نفرت ہو جاتی ہے۔وہ باطل پہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور بالآخر ایمان سے محروم ہو کر دنیا سے جہنم رسیدہ ہو جاتا ہے۔اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

﴿۴۷﴾ بدنظری سے پرہیز کا خاص انعام

جو شخص اپنی نگاہوں کی حفاظت کر لے اسے آخرت میں دو انعامات ملیں گے:

(۱) ہر نگاہ کی حفاظت پر اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

(۲) ایسی آنکھیں قیامت کے دن رونے سے محفوظ رہیں گی۔حدیث پاک میں ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی سوائے اس آنکھ کے جو خدا کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے بند رہے۔اور وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں جاگی رہے اور وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روئے گو اس میں سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلے۔

﴿۴۸﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب سوانح عمری حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا قصہ

بہت دنوں کی بات ہے۔شہر حران میں ایک ترکی تاجر رہتا تھا۔یہ بہت بڑا مالدار تھا۔اس کے پاس انگور، انار اور سیب کے بڑے بڑے باغ تھے، شاندار کوٹھیاں تھیں، دولت کی ریل پیل تھی، عیش و آرام کی کون سی چیز تھی جو اس کے پاس نہ تھی۔لوگ اسے دیکھ کر اس کی

زندگی پر رشک کرتے تھے۔ لیکن ایک فکر تھی جو اسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔ دن رات وہ اسی فکر میں گھلتا، اپنے دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کرتا لیکن اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی اور کوئی فیصلہ نہ کر پاتا۔

بات یہ تھی کہ اس کی ایک نوجوان لڑکی تھی، بڑی ہی خوبصورت، نیک اور سلیقہ والی، ادب، تہذیب علم، ہنر، نیکی اور دینداری سب ہی خوبیاں اللہ نے اسے دے رکھی تھیں۔ گھر گھر سے اس کے پیغام آرہے تھے۔ چونکہ یہ ترکی تاجر ایک اونچے شریف خاندان کا آدمی تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بھی دے رکھا تھا۔ طبیعت میں نیکی اور بھلائی بھی تھی۔ اس لیے ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ اس کی لڑکی کو بیاہ کر لائے لیکن ترکی تاجر کا دل کسی بھی لڑکے کے لیے نہ ٹکتا تھا۔ بڑے بڑے گھرانوں کے پیغام آئے لیکن باپ نہ ہر جگہ انکار ہی کیا وہ جس قسم کے لڑکے سے اپنی پیاری بیٹی کی شادی کرنا چاہتا تھا، ابھی تک اسے ایسا کوئی لڑکا نہ مل سکا تھا۔

حضرت مبارک کی نیکی:

اس تاجر کے ایک باغ کی دیکھ بھال جو صاحب کرتے تھے ان کا نام مبارک تھا۔ تھے وہ بھی واقعی بڑے مبارک بڑے ہی نیک اور دیندار آدمی تھے۔ تاجر کے دل میں بھی ان کی بڑی عزت تھی اور ہر کام میں وہ ان پر بھروسہ کرتا تھا۔

ایک دن اتفاق سے یہ ترکی تاجر اپنے باغ میں گیا۔ مبارک وہاں اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ مالک کو دیکھ کر جھٹ آئے، سلام کیا اور بات چیت ہونے لگی تھوڑی دیر بعد مالک نے کہا ''میاں مبارک! جاؤ ایک میٹھا سا انار توڑ لاؤ۔'' مبارک باغ میں گئے اور ایک خوبصورت بڑا سا انار توڑ کر لائے؟'' مالک نے خفا ہو کر کہا ''یہ تو میٹھا نہیں'' مبارک نے کہا ''حضور! اور توڑ لاؤں؟'' مالک نے کہا، ''ہاں جاؤ ذرا میٹھا سا توڑ کر لاؤ۔ اتنے دن ہو گئے ابھی تک تمہیں یہ نہ معلوم ہوا کہ کس پیڑ کے انار میٹھے ہیں؟'' مالک نے کہا۔

''حضور! مجھے کیسے معلوم ہوتا؟ مجھے آپ نے کھٹے میٹھے انار چکھنے کے لیے تو نہیں مقرر کیا ہے۔ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ باغ کی دیکھ بھال کروں، مجھے اس سے کیا مطلب کہ کس پیڑ کے انار میٹھے ہیں اور کس کے کھٹے!''

مبارک کی یہ بات سن کر مالک بہت خوش ہوا، دل ہی دل میں کہنے لگا، مبارک کیسا دیانتدار آدمی ہے! یہ تو آدمی نہیں فرشتہ لگتا ہے، بھلا ایسے لوگوں کا کام باغ کی حفاظت ہے؟ یہ شخص تو اس لائق ہے کہ ہر وقت میرے ساتھ رہے، ہر کام میں میں اس سے مشورہ لوں اور اس کی صحبت میں رہ کر بھلائی اور نیکی سیکھوں۔

یہ سوچ کر اس نے مبارک سے کہا: ''بھائی تم میرے ساتھ کوٹھی پر چلو، آج سے تم وہیں کوٹھی میں میرے ساتھ رہنا، باغ کی حفاظت کے لیے کسی اور آدمی کو مقرر کر دیا جائے گا۔'' مبارک خوشی خوشی اپنے مالک کے ساتھ کوٹھی پر پہنچے اور آرام سے رہنے لگے۔ مالک بھی اکثر آ کر مبارک کی اچھی صحبت میں بیٹھتا، دین و ایمان کی باتیں سنتا، خدا رسول کا ذکر سنتا اور خوش ہوتا۔

ایک دن مبارک نے دیکھا کہ مالک کچھ سوچ رہا ہے۔ جیسے اسے کوئی بہت بڑی فکر ہو۔ پوچھا: ''بھائی کیا بات ہے؟ آج آپ بڑے فکرمند نظر آرہے ہیں؟'' مالک جیسے اس سوال کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس نے اپنی ساری پریشانی کی کہانی سنا ڈالی۔

مالک نے کہا ''مبارک بھائی! یہ بتاؤ، میں اب کیا کروں؟ بے شمار پیغام ہیں، کس سے اقرار کروں، اور کس سے انکار کروں؟ اسی فکر میں دن رات گھلتا ہوں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔''

مبارک نے کہا ''بے شک یہ فکر کی بات ہے۔ جوان لڑکی جب گھر میں بیٹھی ہو تو ماں باپ کو فکر ہوتی ہے۔ اگر مناسب رشتہ مل جائے تو زندگی بھر سکھ اور چین ہے اور کسی برے سے خدانخواستہ پالا پڑ جائے تو زندگی بھر کا رونا ہے۔''

''پھر تم ہی کوئی حل بتاؤ'' مالک نے کہا۔

''حضور! میرے نزدیک تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے آپ دن رات ٹھلیں اور اپنی صحت خراب کریں۔ ہم اور آپ خدا کا شکر ہے مسلمان ہیں، زندگی کے ہر معاملہ میں پیارے رسول ﷺ کی پاک زندگی ہمارے لیے بہترین اسوہ ہے۔ اس اسوہ پر جب بھی ہم عمل کریں گے ان شاء اللہ اچھائی ہی ہمارے سامنے آئے گی۔'' مبارک نے پورے اطمینان سے کہا۔ اچھا تو پھر بتاؤ پیارے رسول ﷺ کے اسوہ کی روشنی میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ تو حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان اس سے بہترین اسوہ سے منہ موڑے گا ذلیل ہوگا۔ مالک نے کہا: ''دیکھئے جہاں تک اسلام سے پہلے کے لوگوں کا تعلق ہے، یہ لوگ عزت، شہرت اور خاندانی بڑائی ڈھونڈتے تھے۔ یہودی لوگ مال پر جان چھڑکتے تھے، اور عیسائی خوبصورت اور حسن تلاش کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو پیارے رسول نے تاکید کی ہے تم رشتہ کرتے وقت ہمیشہ نیکی اور دین داری کو دیکھنا۔'' مالک یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور کہا ''مبارک بھائی! خدا کی قسم تم نے میرا سارا غم دھو دیا۔ جیسے اب مجھے کوئی فکر ہی نہیں ہے۔''

مبارک کی شادی:

وہ خوشی خوشی گھر پہنچا۔ بیوی کو سارا قصہ سنایا۔ وہ بھی خوش ہوئی اور مبارک کی نیکی اور سوجھ بوجھ کی تعریف کرنے لگی۔ ترکی تاجر نے موقع مناسب پاکر بیوی سے کہا ''پھر ہم کیوں نہ اپنی پیاری بیٹی کا نکاح مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کردیں۔''

''ہائیں کیا کہا؟ گھر کے نوکر سے! غلام سے! دنیا کیا کہے گی۔'' بیوی چلائی۔

''کیا حرج ہے اگر نوکر ہے؟ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، تم نیکی اور دینداری کو دیکھو۔ خدا کی قسم مجھے تو اس کسوٹی کے لحاظ سے پورے شہر حران میں مبارک سے زیادہ نیک اور دیندار نظر نہیں آتا۔ بڑا ہی سمجھدار اور دیانتدار آدمی ہے۔ اگر پیارے رسول ﷺ سچے ہیں، اور ان کا کہا ماننے میں بھلائی ہے، تو ہمیں دنیا سے بے فکر ہوکر اپنے جگر گوشے کو مبارک کے حوالے کردینا چاہیے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو گویا ہم خود ہی اپنے عمل سے پیارے رسول ﷺ کی بات کو جھٹلائیں گے۔ ترکی تاجر نے اطمینان اور یقین سے کہا۔

شوہر کا یہ عزم دیکھ کر اور سیدھی اور سچی بات سن کر بیوی بھی دل سے راضی ہوگئی۔ اور حران کے رئیس کی اس چاند سی لڑکی کی شادی ایک ایسے غریب سے رچائی گئی، جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ تھا نہ کوئی گھر، اور نہ ہی کسی اونچے گھرانے سے اس کا تعلق تھا۔ اس کے پاس اگر کوئی دولت تھی تو ایمان واسلام کی، نیکی اور تقویٰ کی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کے لیے حران کے بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے، اونچے اونچے خاندانی لڑکوں نے پیغام بھیجے۔ لیکن مبارک کی نیکی اور تقویٰ کے مقابلے میں ہر ایک نے شکست کھائی۔

حضرت عبداللہ کی پیدائش:

مبارک کی شادی ہوگئی۔ اور دونوں میاں بیوی خوشی خوشی رہنے لگے۔ مبارک جیسے خود نیک تھے، ویسے ہی ان کی بیوی بھی ہزاروں لاکھوں میں ایک تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ نے ان کو ایک چاند سا بیٹا دیا۔ ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، بیٹے کا نام عبداللہ رکھا اور وہ واقعی عبداللہ ہی ثابت ہوا۔ یہ وہ عبداللہ ہیں جن کے علم وتقویٰ کی پوری دنیا میں دھوم ہوئی۔ جو مشرق ومغرب کے عالم کہلائے۔ جو اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ ان کے شاگرد تھے۔ تھوڑے دن کے بعد اس ترکی تاجر کا انتقال ہوگیا، اور اس کے مال و دولت کا ایک بڑا حصہ حضرت عبداللہ کے والد حضرت مبارک کو ملا یہ ساری دولت حضرت عبداللہ کے کام آئی۔ نیک باپ نے بیٹے کی تعلیم پر ساری دولت بہادی، اور خدا کا کرنا کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے امام کہلائے۔

وطن:

حضرت عبداللہ کا اصلی وطن مرو ہے اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں۔ مرو خراسان میں مسلمانوں کا بہت پرانا شہر ہے۔ یہاں کبھی

اسلامی تعلیم اور دینداری کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف دین وایمان کے چرچے تھے۔ بڑے بڑے عالم اور بزرگ یہاں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اللہ کے دین اور رسول پاک ﷺ کی احادیث کی خوب خدمت کی۔

ابتدائی زندگی:

نیک ماں باپ نے حضرت عبداللہ کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شروع ہی سے انتہائی شفقت ومحبت سے ان کی پرورش کی۔ دین واخلاق کی باتیں سکھائیں۔ نیکی اور بھلائی کی تعلیم دی۔ قرآن شریف سمجھا سمجھا کر پڑھایا، پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں پڑھائیں اور ہر طرح ایک بھلا انسان بنانے کی کوشش کی۔ ماں باپ خود نیک تھے، اور ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ ان کا بیٹا بھی دنیا میں نیک بن کر چمکے۔ لیکن شروع میں ان کی تمام کوششیں بے کار گئیں۔ عبداللہ دن رات کھیل کود میں مست رہتے ہر کام میں لاپرواہی برتتے، ہر وقت برائیوں میں پھنسے رہتے، گانا بجانا اور عیش اڑانا ہی ان کا دن رات کا محبوب مشغلہ تھا، اور جوانی میں تو یار دوستوں کے ساتھ پینا پلانا بھی شروع ہو گیا۔ رات رات بھر دوستوں کی محفلیں جمی رہتیں، ستار بجتے، گانا ہوتا اور شراب کا دور چلتا۔

اللہ کی رحمت نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا:

حضرت عبداللہ کی یہ گھناؤنی زندگی دیکھ کر ماں باپ کی بری حالت تھی۔ نہ کھانا اچھا لگتا نہ پینا۔ اندر ہی اندر کڑھتے اور روتے۔ بیٹے کی تربیت کے لیے انہوں نے کیا کچھ نہ کیا تھا لیکن انسان کے بس میں کیا ہے۔ دلوں کا پھیرنا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ اب بھی جوان سے بن آتا کرتے رہے۔ نذریں مانتے، صدقے دیتے، اللہ سے رو رو کر دعائیں کرتے۔

ایک رات عبداللہ کے سارے یار دوست جمع تھے۔ گانے بجانے کی محفل خوب گرم تھی۔ شراب کے دور پر دور چل رہے تھے اور ہر ایک نشے میں مست تھا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ کی آنکھ لگ گئی۔ اور انہوں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لمبا چوڑا خوبصورت باغ ہے اور ایک ٹہنی پر ایک پیاری چڑیا بیٹھی ہوئی ہے، اور اپنی سریلی آواز میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہی ہے:

﴿ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ﴾ (سورۂ حدید: ۱۶)

ترجمہ: ''کیا ابھی تک وہ گھڑی نہیں آئی کہ اللہ کا ذکر سن کر مومنوں کے دل لرز جائیں اور نرم پڑ جائیں۔''

حضرت عبداللہ گھبرائے ہوئے اٹھے۔ ان کی زبان پر یہ بول جاری تھے۔ ''اللہ تعالیٰ وہ گھڑی آ گئی ہے۔'' اٹھے شراب کی بوتلیں پٹک دیں، چنگ وستار چور کر دیئے، رنگین کپڑے پھاڑ ڈالے اور غسل کر کے سچے دل سے توبہ کی اللہ سے پکا عہد کیا کہ اب کبھی تیری نافرمانی نہ ہو گی۔ پھر کبھی کسی برائی کے قریب نہ پھٹکے اور گناہوں سے ایسے پاک ہو گئے کہ گویا کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ سچ ہے توبہ ہے ہی ایسی چیز۔ اگر آدمی سچے دل سے اللہ سے عہد کر لے اور برائیوں سے بچنے کا پکا ارادہ کر لے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی مدد فرماتا ہے اور نیکی کی راہ سجھاتا ہے، پھر نیکی کی راہ پر چلنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اور برائی کی راہ پر جانا اتنا مشکل ہو جاتا ہے جتنا دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑنا۔ آدمی کو کبھی بھی اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ رات رات بھر گناہوں میں لت پت رہتے، خدا اور رسول کی نافرمانی کرتے، اور ہر ایک کو ان کی زندگی سے گھن آتی۔ لیکن جب انہوں نے سچے دل سے توبہ کی، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے اور اپنے اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اب جیتے جی کبھی برائی کے قریب بھی نہ پھٹکیں گے تو اللہ کی رحمت نے ان کا ہاتھ پکڑا، نیکی کی راہ پر لگایا اور وہ ایسے نیکوں کے نیک بنے کہ اپنے زمانے کے تمام علماء نے ان کو اپنا سردار مانا۔ حدیث کے امام کہلائے۔ اور آج تک دنیا ان کی نیکی اور علم سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

حضرت عبداللہ کا زمانہ:

حضرت عبداللہ 118ھ میں پیدا ہوئے اور 181ھ میں انتقال ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ تو اتنے علوم مرتب ہوئے تھے، نہ سائنس کی یہ تحقیقات سامنے آئی تھیں، نہ اتنے فنون ایجاد ہوئے تھے۔ نہ باقاعدہ اسکول اور کالج تھے نہ بڑی بڑی یونیورسٹیاں تھیں۔ بس جگہ جگہ دین کے کچھ علماء تھے، جو قرآن وحدیث کے ماہر تھے، دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور بغیر کچھ فیس لیے لوگوں کو اللہ کا دین سکھاتے تھے، دور دور سے طالب علم سفر کرکے ان کے پاس پہنچتے ان کی صحبت میں رہتے اور ان سے علم حاصل کرتے۔ اس زمانہ کا علم نہ تو دولت کمانے کے لیے تھا۔ اور نہ ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے۔ لوگ اپنے شوق سے پڑھتے، اپنی دولت لٹا کر علم سیکھتے اور پھر پوری بے نیازی کے ساتھ بغیر کسی طلب کے دوسروں کو سکھاتے۔ دوسروں تک دین پہنچانا اور دین کی باتیں سکھانا، اپنا دینی فرض سمجھتے۔

یہ لوگ خوب جانتے تھے کہ دین کا علم حاصل کرنا اور پھیلانا مسلمانوں کا فرض ہے اور خدا کے نزدیک سب سے اچھا اور پسندیدہ کام یہی ہے کہ آدمی علم کی روشنی حاصل کرے، جہالت کے اندھیروں سے نکلے۔ خود علم کی روشنی میں چلے اور دوسروں کو چلائے۔ اللہ کا دین سیکھ کر لوگوں کو سکھائے، لیکن لوگوں سے کچھ بدلہ نہ چاہے، صرف اللہ سے بدلہ چاہے۔ اسی پاک نیت سے یہ لوگ خود علم حاصل کرتے اور اسی نیت سے دوسروں کو سکھاتے۔ اس زمانہ میں لوگ قرآن، حدیث، فقہ، ادب، شعر، نحو، سب ہی کچھ پڑھتے اور سیکھتے تھے۔ لیکن خاص طور پر حدیث کا بڑا چرچا تھا۔ پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں معلوم کرنا، ان کو جمع کرنا، سمجھنا اور یاد رکھنا۔ اسی پر لوگوں کی ساری توجہ رہتی تھی۔ اس کو سب سے بڑا کام سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ بہت بڑا علمی اور دینی کام تھا جو ان بزرگوں نے انجام دیا۔

حدیث:

پیارے رسول ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں جو کچھ کیا، اور فرمایا، پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو دیکھا۔ سنا، یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔ اسی کا نام حدیث ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ دین کی تبلیغ کے لیے مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ملکوں ملکوں گھومتے تھے اس لیے حدیث کا شوق رکھنے والے ان کے پتے معلوم کرکے دور دور سے سفر کرکے ان کے پاس پہنچتے، ان سے حدیثیں سنتے، لکھتے اور یاد کرتے۔ صحابہ اکرام کو دیکھنے والے ان بزرگوں کو تابعین کہتے ہیں۔ پھر رسول پاک ﷺ کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم جب دنیا سے رخصت ہو گئے تو تابعین کا زمانہ آیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے خود حدیثیں سنی تھیں، سمجھی تھیں اور خود اپنی آنکھوں سے ان نیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا دیدار کیا تھا۔ جن کی زندگی حدیث رسول ﷺ کی سچی تصویر تھی۔ یہ لوگ مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، جگہ جگہ ان کے علم کی شمع روشن تھی اور حدیث رسول ﷺ کے پروانے دور دور سے سفر کی سختیاں جھیلتے ہوئے ان کے پاس پہنچتے ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے، پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں سنتے اور اسی روشنی کو گھر گھر پہنچانے کا عزم لے کر واپس لوٹتے۔ ان لوگوں کو تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

فقہ:

تابعین اور تبع تابعین نے قرآن وحدیث کو سمجھنے میں اپنی پوری پوری عمریں کھپا ئیں قرآن وحدیث کی باریکیوں کو خوب خوب سمجھا۔ ان کا گہرا علم حاصل کیا اور ان کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اپنی زندگیاں گزاریں۔ لیکن قرآن وحدیث میں یہ تو ہے نہیں کہ انسان کی ضرورت کے سارے چھوٹے بڑے مسئلے بیان کر دیئے گئے ہوں، ان میں تو موٹی موٹی اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس لئے ان بزرگوں کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک نیا علم ایجاد کیا، اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی راہ آسان کی۔

ہماری زندگی کی بے شمار ضرورتیں ہیں، قدم قدم پر ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم کیا ہے؟ شریعت کا مسئلہ کیا ہے؟ کس راہ پر چلنا اسلام کے مطابق ہے اور کس راہ پر چلنا اسلام کے خلاف ہے؟ ان بزرگوں نے ہماری ایک ایک ضرورت کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث سے شریعت کے مسئلے اور احکام سمجھنے کے اصول بنائے اور تفصیل کے ساتھ وہ مسئلے اور احکام کتابوں میں جمع کیے۔ اسی علم کا نام ''فقہ'' ہے۔ فقہ کے معنی ہیں ''سوجھ بوجھ'' اس علم کو فقہ اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے زندگی کے ہر معاملے کے لیے نکالنا اور قرآن وحدیث کی منشا کو سمجھنا بڑا سوجھ بوجھ کا کام ہے۔ اس کے لیے دین کے گہرے علم اور انتہائی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ فقہ جاننے والوں اور قرآن وحدیث سے احکام معلوم کرنے والوں کو فقیہ کہتے ہیں۔

ان بزرگوں کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ ان ہی کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے میں انتہائی آسان اور اطمینان کے ساتھ دین پر عمل کر سکتے ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی مرضی پر چل سکتے ہیں اور دین و دنیا کے لحاظ سے ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ رہتی زندگی تک مسلمان ان کی محنتوں اور کوششوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، ان کی قدر کریں گے، ان کے احسان مند رہیں گے اور ان کے اس کارنامے پر فخر کرتے رہیں گے۔

مبارک کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے:

حضرت عبداللہ کا وطن مرو خراسان کا ایک مشہور علمی شہر ہے۔ جہاں بڑے بڑے عالم موجود تھے۔ ہر طرف علم کا چرچا تھا۔ پھر ان کے والدین کی انتہائی خواہش بھی یہ تھی کہ ان کا پیارا بیٹا علم کے آسمان پر سورج بن کر چمکے۔ اس کے لیے شروع ہی سے حضرت کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی اور زمانے کے رواج کے مطابق ان کو پڑھانے لکھانے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ دراصل علم کا شوق ان کو جوانی میں ہوا۔ کتنی مبارک تھی وہ گھڑی جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور ان کی زندگی میں ایک پاکیزہ انقلاب آیا اور ہر طرف سے منہ پھیر کر وہ پوری یکسوئی کے ساتھ دین کا علم حاصل کرنے میں لگ گئے اور پھر تو ان کے شوق کا یہ حال ہوا کہ اپنا سب کچھ علم کی راہ میں لٹا دیا۔ ایک مرتبہ ان کے والد نے کاروبار کے لیے ان کو پچاس ہزار درہم دیئے۔ حضرت نے وہ رقم لی اور سفر پر چل دیئے۔ دور دور ملکوں کے سفر کیے۔ بڑے بڑے عالموں کی خدمت میں پہنچے، ان سے فیض حاصل کیا اور حدیث رسول ﷺ کے دفتر کے دفتر جمع کر کے گھر واپس آئے۔

حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی آمد کی خبر سن کر استقبال کے لیے گئے۔ پوچھا ''کہو بیٹے تجارتی سفر کیسا رہا؟ کیا کچھ کمایا؟'' حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اطمینان اور سنجیدگی سے جواب دیا ''ابا جان! خدا کا شکر ہے، میں نے بہت کچھ کمایا۔ لوگ تو ایسی تجارتوں میں رقم لگاتے ہیں جن کا نفع بس اس دنیا کی زندگی ہی میں ملتا ہے۔ لیکن میں نے اپنی رقم ایسی تجارت میں لگائی ہے جس کا فائدہ دونوں جہاں میں ملے گا۔'' حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ پوچھا: ''وہ کون سی تجارت ہے جس کا نفع تمہیں دونوں جہاں میں ملے گا؟ بتاؤ تو سہی کیا کما کر لائے ہو؟'' حضرت عبداللہ نے حدیث کے دفتروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''یہ ہے وہ دونوں جہاں میں نفع دینے والا مال، پیارے رسول ﷺ کے علم کا خزانہ۔ میں نے اسی خزانے کو حاصل کرنے میں اپنی ساری دولت لگا دی۔'' حضرت مبارک کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اٹھے بیٹے کو گلے لگایا۔ دعائیں دیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ بیٹے کو گھر لے گئے اور تیس ہزار کی اور رقم دے کر کہا ''بیٹے! یہ لو، اور اگر تمہاری کامیاب تجارت میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس کو پورا کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تجارت میں برکت دے اور اس کے نفع سے دونوں جہاں میں تمہیں مالا مال کرے۔'' (آمین)

علم کے لیے سفر:

حضرت عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جمع کرنے کے لیے بہت دور دور کے سفر کیے، شہر شہر گھومتے، ملک ملک کی خاک

چھانتے، جہاں کسی بڑے عالم کا ذکر سنتے، بس وہیں پہنچنے کی ٹھان لیتے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھرنے کی کوشش کرتے۔ شام، مصر، کوفہ، بصرہ، یمن، حجاز کون سا ملک تھا جہاں حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ علم کے شوق میں نہ پہنچے ہوں۔ علم کے لیے آپ نے مصیبتیں جھیلیں۔ کیونکہ اس زمانہ کا سفر آج کل کا سا تو تھا نہیں کہ تیز رفتار سواریوں میں بیٹھ کر چند گھنٹوں میں آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ اس زمانہ میں یا تو لوگ پیدل چلتے یا پھر اونٹوں اور خچروں پر سفر کرتے۔ اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچنے میں مہینوں لگ جاتے۔ لیکن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے شوق میں ان تکلیفوں سے ہرگز نہ گھبراتے، راستے کی دشواریوں نے کبھی ان کے قدم نہ روکے۔ وہ اپنے زمانے کے تمام بڑے اور ممتاز عالموں کے پاس پہنچے، اور حدیث رسول ﷺ کے ان زندہ چشموں سے علم کی پیاس بجھائی۔ حضرت کے مشہور شاگرد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سفر کرنے والا ان کے زمانہ میں کوئی اور نہ تھا۔" حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا بیان ہے کہ "میں نے چار ہزار استادوں سے علم حاصل کیا۔" ظاہر ہے کہ یہ چار ہزار استاد کسی ایک شہر میں تو ہوں گے نہیں۔ ان سب کے پاس پہنچنے کے لیے آپ نے طویل طویل سفر کیے ہوں گے، اور سالوں شقیں برداشت کی ہوں گی۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا، آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟ فرمایا "موت تک، ہو سکتا ہے کہ وہ بات مجھے اب تک معلوم نہ ہوئی ہو جو میرے کام کی ہو۔"

مشہور اساتذہ:

حضرت کے بعد استاد بہت مشہور ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ان کے بنانے میں ان مخلص اساتذہ کی پاک نیت، محنت اور صحبت کو بڑا دخل ہے۔ اپنے تمام اساتذہ میں ان کو سب سے زیادہ محبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب سے انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ فقہ امام صاحب کا خاص مضمون تھا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر فقہ میں بہت کچھ مہارت پیدا کر لی تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو "خراسان کا فقیہہ" کہا کرتے تھے۔ ان کے ایک استاد حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کی صحبت سے بھی حضرت نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ "اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع اللہ تعالیٰ نہ بخشتا تو سچی بات یہ ہے کہ میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔"

پھر جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ پہنچے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کو بہت مانتے تھے اور وہ بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان لوگوں کے علاوہ بھی ان کے بہت سے مشہور استاذ ہیں جن سے انہوں نے فیض حاصل کیا۔

حدیث کا شوق:

یوں تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تمام ہی علوم میں مانے ہوئے تھے لیکن علم حدیث سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ حدیثیں جاننے، یاد کرنے اور جمع کرنے کا ان کو انتہائی شوق تھا اور اسی شوق کی برکت تھی کہ یہ حدیث کے امام کہلائے۔ حج، جہاد اور عبادت سے جو وقت بچتا اس کو علم حدیث حاصل کرنے میں لگاتے۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ گھر سے نکلتے ہی نہیں۔ ایک بار کسی نے پوچھا، آپ اکیلے گھر میں پڑے رہتے ہیں، طبیعت نہیں گھبراتی؟ اس سوال پر ان کو بہت تعجب ہوا، فرمانے لگے: "تعجب ہے گھر میں جب ہر وقت مجھے پیارے رسول ﷺ اور پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت حاصل ہے تو گھبرانا کیسا؟" کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ رات میں اگر حدیث رسول ﷺ کا ذکر چھڑ جاتا تو پوری پوری رات جاگنے میں کٹ جاتی۔ علی ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کے زمانے کے ایک مشہور عالم ہیں ایک دن کا قصہ سناتے ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ کر یہ دونوں بزرگ دروازے سے نکل رہے تھے۔ مسجد کے دروازے پر علی بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حدیث کے بارے میں پوچھ لیا، پھر

کیا تھا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم کے دریا بہانے شروع کر دیئے رات بھر یہی عالم رہا۔ جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو انہیں محسوس ہوا کہ صبح ہوگئی۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے کھڑے ساری رات گزاری۔ حضرت کی زندگی مجاہدانہ تھی۔ کبھی حج میں ہیں تو کبھی جہاد کے میدان میں، کبھی مصر میں ہیں، تو کبھی حجاز میں، کبھی بغداد میں ہیں تو کبھی رقہ میں۔ غرض ایک جگہ جم کر کبھی نہیں بیٹھے۔ لیکن جہاں پہنچتے یہی شوق لیے ہوئے پہنچتے اور ہزاروں علم کے پیاسے اس رواں دواں چشمے سے سیراب ہونے کے لیے جمع ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ شمار میں نہیں آسکتی۔

شہرت:

دور دور کے لوگ ان سے فیضاب ہوئے۔ ہر جگہ ان کے علم وفضل کے چرچے ہونے لگے۔ بڑے بڑے علماء کو ان کو دیکھنے کا شوق تھا، ان سے ملنے کی تمنا تھی۔ ہر جگہ ان کی بزرگی اور کمال کے تذکرے تھے۔ ان کے علم وفضل کی قدر تھی۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ ان کے استاد تھے اور خود حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو بہت مانتے تھے لیکن وہ بھی حضرت کے علم وکمال سے بہت متاثر تھے۔ ایک بار خراسان کے رہنے والے کسی شخص نے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ پوچھا، تو فرمایا بھئی مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ تمہارے یہاں تو خود مشرق ومغرب کے سب سے بڑے عالم موجود ہیں۔ ان سے پوچھو۔ ان کے ہوتے ہوئے ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہی سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ کو ''مشرق کا عالم'' کہہ دیا تو بہت خفا ہوئے اور ڈانٹ کر کہا عبداللہ کو ''مشرق و مغرب کا عالم'' کہا کرو۔

آپ کی شہرت دور دور پھیل چکی تھی۔ بے دیکھے لوگوں کو آپ سے عقیدت تھی۔ ایک بار حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ اس وقت کے بہت بڑے محدث تھے۔ عراق کے شیخ مانے جاتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچے تو پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا خراسان۔ شیخ عراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، خراسان تو بہت بڑا ملک ہے، خراسان کے کس شہر سے آئے ہو؟ حضرت نے بتایا کہ ''مرو'' سے۔ مرو کا نام سنتے ہی شیخ عراق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تب تو آپ حضرت عبداللہ کو جانتے ہوں گے؟ حضرت نے فرمایا، وہ تو آپ کی خدمت میں موجود ہے۔ شیخ عراق حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہیں عقیدت سے جھک گئیں۔ اٹھ کر حضرت عبداللہ کو گلے سے لگایا، اور نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔

مقبولیت:

شہرت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبولیت بھی ایسی بخشی تھی کہ جہاں جاتے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ عقیدت ومحبت سے آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے اور آپ سے مل کر ایمان میں تازگی محسوس کرتے۔ کوئی ایسی بستی نہ تھی جہاں کے لوگ آپ کو دل سے نہ چاہتے ہوں اور آپ سے محبت نہ کرتے ہوں۔

ایک مرتبہ آپ شہر رقہ تشریف لے گئے۔ خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں موجود تھے۔ شہر میں ہر طرف آپ کے آنے کا چرچا تھا، استقبال کی تیاریاں تھیں اور لوگ جوق در جوق آپ کو دیکھنے اور آپ کے دیدار سے آنکھوں کو روشن کرنے کے لیے چلے آرہے تھے۔ ہر طرف خوشی اور مسرت سے لوگوں کے چہرے دمک رہے تھے اور ہر ایک بے اختیار کھنچا چلا آرہا تھا۔

شاہی بالا خانے پر ہارون الرشید کی ایک لونڈی بیٹھی ہوئی یہ منظر دیکھ رہی تھی، بہت حیران ہوئی کہ آخر ایسا کون سا شخص ہے جس کو دیکھنے اور جس سے ملنے کے لیے یہ لوگ اتنے بے تاب ہیں اور دوڑے چلے آرہے ہیں۔ معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا، مشرق ومغرب کے عالم حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ ان کو دیکھنے کے لیے یہ مخلوق دوڑی چلی آرہی ہے۔ سچی بادشاہی تو حضرت

عبداللہ ہی کو حاصل ہے کہ لوگ اپنے جذبہ اور شوق سے کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ بھلا ہارون کی بھی کوئی بادشاہی ہے، کہ لوگ فوج اور ڈنڈے کے زور سے لائے جاتے ہیں اور سزا کے ڈر سے جمع ہو جاتے ہیں۔

جب موصل کے قریب قصبہ ہیئت میں ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ ہیئت کا حاکم حیران تھا، بہت متاثر ہوا اور فوراً اپنے دار السلطنت بغداد میں اس کی اطلاع بھجوائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند پر ابن مبارک کو بٹھایا:

ایک مرتبہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے پہنچے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی شاہانہ شان کے ساتھ طلباء کو حدیث پڑھانے میں مشغول تھے، جونہی آپ کو دیکھا، فوراً اپنی جگہ سے اٹھے، آپ سے گلے ملے اور نہایت عزت کے ساتھ آپ کو اپنی مسند پر بٹھایا اس سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی کے لیے مجلس سے نہیں اٹھتے تھے اور نہ ہی کسی کو اس عزت کے ساتھ اپنے قریب مسند پر بٹھایا تھا۔ طلباء کو اس واقعہ پر بڑی حیرت تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طلباء کی اس حیرت کو بھانپ لیا۔ سمجھاتے ہوئے فرمایا: ''عزیزو! یہ خراسان کے فقیہ ہیں۔''

سوچنے کی بات:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیوں لوگ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دل و جان سے چاہتے تھے؟ اور کیوں آپ پر جان چھڑکتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''جو لوگ (سچے دل سے) ایمان لائے اور (پھر) بھلے کام کیے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل میں ان کی محبت بھر دے گا۔''

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی اس آیت کی سچی تصویر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی سچے دل سے ایمان لا کر بھلے کاموں سے اپنی زندگی سنوار لے تو واقعی اس لائق ہے کہ دونوں جہاں میں اس کی قدر ہو۔ حضرت کی زندگی کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ نیکی اور بھلائی کا نمونہ تھے۔ اسلام کا ایک نشان تھے، کہ ہمیشہ کے لیے لوگ ان سے رہنمائی حاصل کریں۔ یوں تو آپ کی زندگی سرتاپا بھلائی اور نیکی ہی تھی لیکن چند خوبیاں ابھری ہوئی تھیں کہ حجرت کا نام سنتے ہی ان خوبیوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے:

① خدا کا خوف ② دین کی صحیح سمجھ ③ عبادت
④ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ⑤ امیروں سے بے نیازی ⑥ عاجزی اور تواضع
⑦ مخلوق کے ساتھ سلوک ⑧ دین کی اشاعت ⑨ جہاد کا شوق

خدا کا خوف:

خدا کا خوف تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اس آدمی سے بھلائی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی جس میں خدا کا خوف نہ ہو۔ بری باتوں سے رکنا، اچھے کاموں کی طرف بڑھنا، لوگوں کے حقوق کا خیال، ذمہ داری کا احساس، غریبوں کے ساتھ حسن سلوک، لیکن دین اور معاملات میں سچائی اور دیانت، غرض ہر نیکی کی جڑ خدا کا خوف ہے۔

قیامت کے دن خدا کے سامنے پیشی ہوگی، وہ ہم سے پل پل کا حساب لے گا۔ ایک ایک کام کی پوچھ گچھ ہوگی۔ یہ یقین نیکی کی ضمانت ہے، یہ یقین رکھنے والا شخص کبھی کسی کو دھوکہ نہ دے گا، کسی برائی کے قریب نہ پھٹکے گا، کسی غیر ذمہ داری کی حرکت نہ کرے گا۔ کبھی کسی کا حق نہ مارے گا، کبھی کسی کا دل نہ دکھائے گا۔ ہر آدمی کو اس سے بھلائی کی امید ہوگی اور ہر حال میں وہ سچائی پر قائم رہے گا۔ خدا سے

ڈرنے والا بڑے سے بڑے خطرے سے نہیں ڈر سکتا۔ اس شخص کے دل میں ایمان ہی نہیں ہے، جو خدا سے نہیں ڈرتا۔

مدینہ کے مشہور عالم حضرت قاسم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار فرمانے لگے، میں کبھی کبھی یہ سوچتا تھا کہ آخر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میں وہ کون سی خوبی ہے جس کی وجہ سے ان کی اتنی قدر ہے۔ اور ہر جگہ پوچھ ہے۔ نماز وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں، روزہ وہ رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں، وہ حج کو جاتے ہیں تو ہم بھی جاتے ہیں وہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو ہم بھی جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ کسی بات میں ہم ان سے پیچھے نہیں ہیں، لیکن پھر بھی جہاں دیکھئے لوگوں کی زبان پر انہی کا نام ہے اور انہی کی قدر ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم لوگ شام کے سفر پر جا رہے تھے، راستے میں رات ہوگئی ایک جگہ ٹھہر گئے۔ کھانے کے لیے جب سب لوگ دستر خوان پر بیٹھے تو اتفاق کی بات کہ یکا یک چراغ بجھ گیا۔ خیر ایک آدمی اٹھا اور اس نے چراغ جلایا۔ جب چراغ کی روشنی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ چراغ بجھنے سے گھبرائے تو ہم سب ہی تھے، لیکن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تو کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے، انہیں قبر کی اندھیریاں یاد آگئیں اور ان کا دل بھر آیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ خدا کا خوف ہے اور اس کے سامنے حاضری کا ڈر ہے جس نے حضرت کو اس اونچے مقام پر پہنچا دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس بات میں ہم ان سے پیچھے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اونچا مرتبہ اسی لیے ملا کہ وہ خدا سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔" ذمہ داری کا احساس اتنا تھا کہ ایک مرتبہ شام میں کسی سے لکھنے کے لیے قلم لے لیا اور دینا یاد نہیں رہا۔ جب اپنے وطن مرو واپس آگئے تو یاد آگیا۔ گھبرا گئے۔ فوراً سفر کا ارادہ کیا۔ شام مرو سے سینکڑوں میل دور ہے۔ سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے شام پہنچے اور جب اس شخص کو قلم دیا تو اطمینان کا سانس لیا۔ فرمایا کرتے تھے "اگر شبہ میں تمہارے پاس کسی کا ایک درہم رہ جائے تو اس کا واپس کرنا لاکھ روپیہ صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔" ان ہی کا ایک شعر ہے

مَنْ رَّقَبَ اللّٰہَ رَجَعَ   عَنْ سُوْءِ مَا کَانَ مَنَعَ

ترجمہ: "جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی برائی کے قریب نہیں پھٹکتا۔"

دنیا سے بے رغبتی اور زہد پر آپ نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "کتاب الزہد" ہے۔ جب شاگردوں کو یہ کتاب پڑھاتے تو ان کا دل بھر آتا، آنکھوں میں آنسو آجاتے اور آواز گھٹنے لگتی۔

دین کی صحیح سمجھ:

نبی ﷺ کا ارشاد ہے "خدا جس کو بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے، اس کو دین کی گہری سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ دین کی صحیح سمجھ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اگر دین کی سمجھ سے آدمی محروم ہو تو کبھی دین پر صحیح صحیح عمل نہیں کر سکتا، زندگی کے بہت سے معاملات میں دین کا تقاضا کچھ ہوگا اور وہ کچھ عمل کرے گا اور اس طرح اس کی ذات سے دین کو فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان پہنچے گا۔ بہت سی باتوں کو وہ دینداری سمجھ کر اختیار کرے گا حالانکہ وہ باتیں دین کے خلاف ہوں گی۔

خدا کا دین ایک فطری دین ہے وہ انسانی ضرورتوں کا لحاظ کرتا ہے۔ انسان کے جذبات کا لحاظ کرتا ہے اور ہر ہر بات میں اعتدال اور میانہ روی کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ وہ بندوں کو خدا کے حقوق بھی بتاتا ہے۔ اور بندوں کے حقوق بھی اور ایسی جامع ہدایت دیتا ہے کہ اگر آدمی ان ہدایات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ان کی پیروی کرے تو وہ دنیا کے لیے رحمت کا سایہ بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کے معاملات کو روشنی میں دیکھتا ہے اور کبھی کسی کا حق نہیں مارتا۔ مثلاً آپ سوچئے کہ ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ایک جنگل کا سفر کر رہا ہے، اس کے

ساتھ اس کا ساتھی بھی سفر کر رہا ہے۔ یہ شخص بڑے جذبے کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مشغول ہے۔ آگے ایک ندی آئی ندی میں پانی تھوڑا معلوم ہو رہا ہے اور اس کا ساتھی پار جانے کے لیے بے دھڑک ندی میں کود پڑتا ہے۔ اتفاق کی بات ہے جہاں وہ کودتا ہے وہ گہرا گڑھا ہے، اور وہ ڈوبتے ڈوبتے بچتا ہے۔ جب وہ باہر نکل کر آتا ہے تو اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ آپ تو اکثر و بیشتر اس راستے پر سفر کرتے ہیں، اور آپ کو یہ نہیں معلوم کہ یہاں اتنا گہرا گڑھا ہے۔ اتنی دیر میں وہ قرآن پاک کی سورۃ پوری کر کے اپنے اوپر دم کر لیتا ہے اور کہتا ہے بھائی مجھے تو خوب معلوم تھا کہ یہاں گہرا گڑھا ہے اور خدا نے خیر کر دی کہ تم بچ گئے مگر میں تمہیں کیسے بتاتا میں تو قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور سورۃ پوری نہیں ہوئی تھی۔ آپ ہی سوچیے اس شخص کا یہ عمل کیسا ہے؟ بے شک قرآن شریف کی تلاوت ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن جب اس شخص کی جان جارہی ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرآن پڑھتا رہے، اور رک کر اس کو یہ نہ بتائے کہ آگے جان کا خطرہ ہے۔ دراصل یہ دین کی صحیح سمجھ سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ یہ دینداری کی غلط مثال ہے۔

اور سوچیے، ایک شخص ہر وقت خدا کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ جب دیکھو نفل پڑھ رہا ہے، تسبیح پڑھ رہا ہے، قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور لوگوں کو دین کی باتیں بھی سمجھا رہا ہے لیکن اس کے بچے اکثر فاقے سے رہتے ہیں، ان کے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، وہ بھوک سے بے تاب ہو کر پاس پڑوس سے مانگنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں اور جب اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ بھائی تم دن رات وظیفے پڑھنے اور تلاوت کرنے میں مشغول رہتے ہو، آخر کچھ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتے؟ تمہارے بچوں کا یہ حال ہے۔ وہ بڑے فخر سے کہتا ہے خدا کے دربار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ بہت سا وقت اس کی عبادت میں گزر جاتا ہے۔ کمانا اور دنیا جمع کرنا تو دنیا داروں کا کام ہے۔ مومن کو تو خدا نے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو بتائیے اس شخص کا یہ عمل دین کی ہدایت کے لحاظ سے کتنا غلط ہے؟ لیکن وہ سمجھتا ہے کہ میں دیندار ہوں، اور بچوں کو بھوکا مار کر نفل پڑھتے رہنا بہت بڑی دینداری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر دین کی صحیح سمجھ سے محروم ہو تو وہ کبھی بھی دین پر صحیح عمل نہیں کر سکتا اور لوگ اس کو دیکھ کر ہمیشہ دین کے بارے میں غلط تصور قائم کریں گے۔ اگر آدمی دین کی صحیح سمجھ رکھتا ہو تو وہ کبھی ایسی حرکتیں نہیں کر سکتا۔ نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا: ''میں نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں کہ اتنے میں کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ لمبی نماز پڑھا کر بچے کی ماں کو پریشان کروں۔''

عجیب وغریب حج:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے ماہر تھے۔ نبی ﷺ کے مزاج اور دین کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیح دینداری کیا ہے؟ ایک بار آپ حج کو جا رہے تھے۔ سفر میں ایک مقام پر ایک لڑکی کو دیکھا کہ کوڑے پر سے کچھ اٹھا رہی ہے۔ ذرا اور قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بے چاری ایک مری ہوئی چڑیا کو جلدی جلدی ایک چیتھڑے میں لپیٹ رہی ہے۔ حضرت وہیں رک گئے اور حیرت و محبت کے ساتھ اس غریب بچی سے پوچھا: ''بیٹی تم اس مردار چڑیا کا کیا کرو گی؟'' اور اپنے پھٹے پرانے میلے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رندھی ہوئی آواز میں بولی: ''چچا میاں! ہمارے ابا کو کچھ ظالموں نے قتل کر دیا۔ ہمارا سب مال چھین لیا اور ساری جائیداد ہتھیا لی۔ اب میں ہوں اور میرا ایک بھائی ہے۔ خدا کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ اب ہمارے پاس نہ کھانے کے لیے کچھ ہے، اور نہ پہننے کے لیے۔ کئی کئی وقت ہم ایسے ہی گزر جاتے ہیں۔ اس وقت بھی ہم چھ وقت کے فاقے سے ہیں۔ بھیا گھر میں بھوک سے نڈھال پڑا ہے۔ میں باہر نکلی کہ شاید کچھ مل جائے۔ یہاں آئی تو یہ مردار چڑیا پڑی ملی۔ ہمارے لیے یہ بھی بڑی نعمت ہے۔'' یہ کہتے ہوئے فاقہ کی ماری بچی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ حضرت کا دل بھر آیا۔ بچی کے سر پر ہاتھ رکھا، اور خود بھی رونے

لگے۔اپنے خزانچی سے پوچھا"اس وقت تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟""حضرت ایک ہزار اشرفیاں ہیں"خزانچی نے جواب دیا۔"میرے خیال میں مرو تک پہنچنے کے لیے بیس اشرفیاں کافی ہوں گی۔"حضرت نے پوچھا۔"جی ہاں، بیس اشرفیاں گھر تک پہنچنے کے لیے بالکل کافی ہیں۔"خزانچی نے جواب دیا۔"تو پھر تم بیس اشرفیاں روک لو اور باقی ساری رقم اس لڑکی کے حوالے کردو۔ہم اس سال حج کو نہیں جائیں گے۔یہ حج کعبہ کے حج سے بھی زیادہ بڑا ہے۔"حضرت نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔خزانچی نے ساری رقم لڑکی کے حوالے کردی، غم اور فاقہ سے کملایا ہوا چہرہ ایک دم کھل اٹھا اور لڑکی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی خوشی خوشی اپنے گھر کو لوٹ گئی۔حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا اور خزانچی سے فرمایا:"چلو اب یہیں سے گھر کو واپس چلیں، خدا نے یہیں ہمارا حج قبول فرمالیا۔"

عبادت:

عبادت کا شوق مومن کی پہچان ہے۔مومن ہر وقت بے چین ہوتا ہے کہ اسے خدا سے قریب ہونے کا موقع ملے۔اس کے دربار میں حاضر ہو۔اس کی چوکھٹ پر سر جھکانے کی عزت ملے۔عبادت ہی کے ذریعہ بندہ خدا سے قریب ہوتا ہے اور عبادت کرکے ہی دنیا میں خدا سے ملنے کی تمنا پوری کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سچا نمونہ تھے۔عبادت گزاری اور شب بیداری میں بے مثال تھے۔حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مکہ کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔فرماتے تھے جب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھتا ہوں اور غور کرتا ہوں تو حضرت عبداللہ کو کسی چیز میں بھی ان سے کم نہیں پاتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان یہ تھی کہ ان کی راتیں نمازوں میں گزرتیں اور دن میدان جہاد میں اور یہی حال حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔لیکن ہاں ایک چیز ایسی ہے جو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل نہیں ہے اور وہ"پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت"ہے۔ظاہر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس فضیلت کو کون پاسکتا ہے؟ یہ تو اللہ کا ایک انعام ہے کہ اس میں قیامت تک کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا اور یہی وجہ ہے کہ امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت کی عبادت گزاری اور بزرگی کا کسی قدر اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے زمانے کے بڑے بڑے زاہد اور عابد و بزرگ ان کو اپنا سردار مانتے تھے اور ان سے اس لیے محبت کرتے تھے کہ خدا کا قرب حاصل کریں۔حضرت ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور محدث اور بہت بڑے زاہد و عابد گزرے ہیں۔فرمایا کرتے تھے"حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی خوبی نہیں ہے۔خدا ترسی، عبادت خلوص، جہاد، زبر دست علم، دین میں مضبوطی، حسن سلوک، بہادری۔خدا کی قسم مجھے ان سے محبت ہے اور ان کی محبت سے مجھے بھلائی کی امید ہے۔"

حج کے شوق کا یہ حال تھا کہ سال کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔چار مہینے حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزارتے، چار مہینے جہاد میں رہتے اور چار مہینے حج کے سفر میں رہتے۔حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے"میں نے بہت کوشش کی کہ کم از کم ایک سال ہی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح زندگی گزار لوں۔لیکن کبھی کامیاب نہ ہوا۔"کبھی کبھی فرماتے"کاش میری پوری زندگی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین دن کے برابر ہوتی۔"

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

وہ شخص مومن ہی نہیں ہے جس کے دل میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔آج ہم میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود تو موجود نہیں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی کی ہو بہو تصویر حدیث میں موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، رہنا سہنا، نماز، روزہ، وعظ اور نصیحت سب ہی کچھ حدیث میں موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا بھلا کون ہوگا جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے پڑھانے کو اپنی سب سے بڑی خوش قسمتی نہ سمجھتا ہو۔اور دن رات اس آئینے میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھنے کا خواہش مند نہ ہو۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حال تو یہ تھا کہ گھر سے نکلتے ہی نہ تھے۔ ہر وقت گھر میں تنہا بیٹھے حدیث رسول ﷺ میں مشغول رہتے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! تنہا گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کی طبیعت نہیں گھبراتی؟ فرمایا: ''خوب! میں تو ہر وقت پیارے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ہوتا ہوں، ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہوں اور ان سے بات چیت میں مشغول ہوتا ہوں، پھر گھبرانا کیسا؟'' یہی وجہ ہے حدیث کی مشہور کتابوں میں آپ کی بیان کی ہوئی حدیثیں اکیس ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اور حدیث کے علماء ان کو علم حدیث میں امیر المومنین اور امام المسلمین کہا کرتے تھے۔

حضرت فضالہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں علماء میں اختلاف ہوتا، تو کہتے چلو حدیث کی نبض پہچاننے والے ''طبیب حدیث'' سے پوچھیں۔'' یہ طبیب حدیث حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

جس طرح آپ کو حدیث سے محبت تھی، ایسا ہی آپ حدیث کا ادب بھی کرتے تھے، کبھی اگر کسی کی زبان سے کوئی بے ادبی کی بات سنتے، یا کوئی بے ادبی کرتے دیکھتے تو غصہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا اور بہت خفا ہوتے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ راستہ چلتے لوگ کسی عالم کو روک کر مسئلے پوچھنے لگتے ہیں، آپ اس کو بہت برا سمجھتے تھے۔ ایک بار راستے میں کسی نے حدیث کے بارے میں ان سے کچھ پوچھا۔ غصہ میں چپ ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ ''یہ حدیث رسول ﷺ پوچھنے کی جگہ نہیں ہے۔'' مطلب یہ تھا کہ حدیث گلی، کوچوں میں پوچھنے کی چیز نہیں ہے۔ ''اگر تمہیں حدیث جاننے کا شوق ہے تو کسی کے پاس جا کر ادب سے پوچھو۔'' سچی بات بھی یہ ہے کہ جو شخص علم کا ادب نہیں کرتا اس کو کبھی علم نہیں آ سکتا۔

امیروں سے بے نیازی:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ دنیا دار حکمرانوں اور امیروں سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ وہ ان کے پاس جانا علم کی ناقدری سمجھتے تھے۔ جس کو اللہ نے علم کی ختم نہ ہونے والی دولت دے رکھی ہو، اس کی نظر میں دنیا کی فنا ہونے والی دولت کی کیا قدر ہو سکتی ہے؟ مغرور حاکموں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ لیکن دین کے سچے عالموں نے کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ان سے بے نیاز رہے۔ ہزار تکلیفیں اٹھائیں لیکن کبھی ان کی چوکھٹ پر حاضری نہ دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے ''بادشاہوں کی ڈیوڑھیوں پر فتنے اس طرح جمے بیٹھے رہتے ہیں جیسے اونٹ اپنی تھانوں پر۔ خدا کی قسم ان کی ڈیوڑھی پر جا کر جتنی دنیا کماؤ گے اس سے زیادہ وہ تمہارا دین تم سے لے لیں گے۔'' ایک اور بزرگ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''مال جمع کرنا اور بادشاہوں کے دربار میں حاضری دینا دونوں باتیں آدمی کے دین کو اس طرح چٹ کر جاتی ہیں جس طرح دو خونخوار بھیڑیئے اگر بکریوں کے باڑے میں ایک رات رہ جائیں۔''

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''سب سے برے حاکم وہ ہیں جو عالموں سے دور رہتے ہیں اور سب سے برے عالم وہ ہیں جو حاکموں اور مالداروں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خود تو مالداروں اور مغرور حاکموں سے بچتے ہی تھے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ ہارون الرشید نے کئی مرتبہ حضرت سے ملنا چاہا لیکن آپ نے ہمیشہ ٹال دیا۔

اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے عزیز دوست تھے، بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ کاروبار میں بھی حضرت کے شریک تھے۔ جب انہیں صدقات کی وصولی کا اونچا عہدہ ملا تو حاکموں اور امیروں کے پاس آنا جانا بھی شروع ہو گیا۔ ایک دن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملنے آئے تو حضرت نے کوئی توجہ ہی نہ دی۔ ان کو بہت رنج ہوا، گھر گئے اور صدمہ میں ایک لمبا خط اپنے استاد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ جواب میں حضرت نے چند شعر لکھ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا:

''تم دین کے علم سے دنیا سمیٹنے لگ گئے ہو، دنیا کی لذتوں کے پیچھے پڑ گئے ہو، یہ لذتیں تمہارے دین کو پھونک کر رکھ دیں گی۔ تم تو خود وہ حدیثیں بیان کرتے تھے جن میں دنیا دار حاکموں سے میل بڑھانے سے ڈرایا گیا ہے۔ دیکھو دنیا پرست پادریوں کی طرح دین سے دنیا نہ کماؤ۔'' حضرت اسماعیل یہ اشعار پڑھ کر رونے لگے۔ اسی وقت اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور کبھی کسی حاکم کی ڈیوڑھی پر نہیں گئے۔

عاجزی اور تواضع:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان ایک طرف تو یہ تھی کہ بڑے بڑے حاکموں کو بھی منہ نہ لگاتے تھے اور دوسری طرف حال یہ تھا کہ ہر وقت لوگوں کی خدمت میں لگے رہتے، لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے، ہر ایک سے خاکساری اور تواضع سے پیش آتے، کبھی اپنی بڑائی کا اظہار نہ کرتے۔ فرمایا کرتے شہرت سے ہمیشہ بچتے رہو۔ گمنامی میں بھلائی ہے۔ لیکن کسی پر یہ بھی نہ ظاہر ہونے دو کہ تم گمنامی کو پسند کرتے ہو، اس سے بھی غرور پیدا ہوسکتا ہے۔

مرو میں آپ کا ایک بہت بڑا مکان تھا۔ اور ہر وقت عقیدت مندوں اور شاگردوں کی بھیڑ رہتی تھی کچھ دنوں تک آپ نے برداشت کیا۔ لیکن جب دیکھا روز بروز زیادتی ہی ہو رہی ہے تو کوفہ چلے گئے اور وہاں ایک چھوٹی سی اندھیری کوٹھڑی میں رہنے لگے۔ لوگوں نے ہمدردی کرتے ہوئے کہا حضرت یہاں اس اندھیر کوٹھڑی میں تو آپ کی طبیعت گھبراتی ہوگی؟ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: لوگ عقیدت مندوں کے ہجوم میں رہنا پسند کرتے ہیں اور میں اس سے بھاگتا ہوں اسی لیے تو مرو سے کوفہ بھاگ کر آیا ہوں۔

ایک مرتبہ کسی سبیل پر پانی پینے کے لیے پہنچے۔ وہاں بھیڑ تھی۔ لوگوں کا ریلا آیا تو دور جا گرے۔ واپسی میں اپنے ساتھی حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے، زندگی ایسی ہی ہو کہ نہ لوگ ہمیں پہچانیں اور نہ ہمیں کوئی بڑی چیز سمجھیں۔ ایک بار لوگوں نے ان سے پوچھا، حضرت تواضع کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا تواضع یہ ہے کہ تمہاری خودداری تمہیں مالداروں سے دور رکھے۔

مخلوق کے ساتھ سلوک:

کسی شخص کی نیکی اور دینداری کا صحیح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کام آتے اور اپنے پرائے کا خیال کیے بغیر ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ وہ غیروں پر اپنی دولت اس طرح لٹاتے کہ کوئی اپنوں پر بھی کیا لٹائے گا۔ حج کے لیے تو ہر سال جاتے ہی تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے۔ سفر پر جاتے ہوئے۔ آپ صرف اپنے ہی کھانے کا انتظام نہ کرتے۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کے لیے بھی کھانے پینے کا انتظام کر کے چلتے۔ ایک سال تو لوگوں نے یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ دو اونٹوں پر صرف بھنی ہوئی مرغیاں لدی ہوئی تھیں۔ حج کو روانہ ہونے سے پہلے اپنے تمام ساتھیوں سے کہتے کہ اپنی اپنی رقمیں میرے پاس جمع کرو۔ سب سے رقم لے کر الگ الگ تھیلیوں میں رکھ لیتے اور ہر تھیلی پر دینے والے کا نام اور رقم کی مقدار لکھتے۔ پھر راستہ بھر اپنے پاس سے خرچ کرتے۔ اچھے سے اچھا کھلاتے لوگوں کے آرام کا خیال رکھتے اور ہر طرح کی سہولت پہنچانے کی کوشش کرتے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچتے تو ساتھیوں سے کہتے، اپنے گھر والوں کے لیے ضرورت کی چیزیں لینا چاہو لے لو۔ لوگ اطمینان کے ساتھ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتے۔ حج سے واپس آ کر اپنے سارے ساتھیوں کی دعوت کرتے اور پھر ہر ایک کو اس کی تھیلی رقم سمیت واپس کر رہے ہیں۔ فرمایا: اگر پہلے سے لوگوں کو بتادوں کہ اپنے پاس سے خرچ کر رہا ہوں تو کون آسانی سے تیار ہوگا کہ راستہ بھر میرے مال سے کھائے، اور گھر والوں کے لیے ضرورت کا سامان خریدے اس بہانے مجھے موقع مل جاتا ہے کہ میں اپنا مال ان لوگوں پر خرچ کرنے کی سعادت پاتا ہوں، جو اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔

کھانا ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھاتے، اور ہمیشہ ان کے دستر خوان پر کوئی نہ کوئی مہمان ضرور ہوتا۔ فرماتے مہمان کے ساتھ جو کھانا

کھایا جاتا ہے اس کا حساب نہیں ہوتا، پیسے سے بھی ہر ایک کی مدد کرتے۔ جہاں کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ مقروض ہے اور قرض مانگنے والا اس کو پریشان کر رہا ہے۔ بے چین ہو جاتے اور جس طرح بن پڑتا اس کو قرض کے بھاری بوجھ سے چھٹکارا دلاتے۔

شام کے سفر پر اکثر جایا کرتے تھے۔ راستہ میں رقہ کے مقام پر ایک سرائے پڑتی تھی ہمیشہ وہاں ٹھہرتے۔ سرائے میں ایک نوجوان آدمی تھا، وہ جی جان سے آپ کی خدمت کرتا اور آپ سے پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں بڑے شوق سے سیکھتا۔ آپ بھی بڑی محبت سے اس کو سکھاتے اور خوش ہوتے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ سرائے میں پہنچے تو وہ نوجوان نظر نہیں آیا۔ آپ کو فکر ہوئی پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ وجہ معلوم کی تو لوگوں نے بتایا کہ اس پر ایک آدمی کا قرضہ تھا۔ قرضہ بہت زیادہ تھا۔ قرض والا تقاضے کرتا اور اس کے پاس دینے کے لیے کچھ تھا نہیں۔ اس لیے اس آدمی نے اس کو پکڑوا دیا۔ آپ تلاش کرتے کرتے اس شخص کے پاس پہنچے، جس کا قرضہ تھا۔ اس سے تنہائی میں فرمایا: تمہارا کتنا قرض ہے؟ تم قرضہ کی ساری رقم مجھ سے لے لو، اور اس نوجوان کو رہا کرا دو، اور اس سے قسم لے لی کہ کسی کو یہ بات بتائے نہیں۔ وہ شخص خوشی خوشی راضی ہو گیا۔ آپ نے اس کو رقم دی اور اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب وہ نوجوان چھوٹ کر سرائے میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے اور اسے پوچھ رہے تھے۔ نوجوان کو نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا اور دل میں ٹھانی کہ جیسے بھی ہو حضرت سے ملنا چاہیے، چنانچہ فوراً وہاں سے روانہ ہوا۔ تلاش کرتا کرتا کئی دن کے سفر کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور حالات معلوم کیے۔ نوجوان نے اپنی ساری آپ بیتی سنائی، اور یہ بھی بتایا کہ سرائے میں خدا کا کوئی نیک بندہ آیا تھا اس نے چپکے سے میری طرف سے رقم ادا کر دی اور میں چھوٹ گیا۔ معلوم نہیں کون تھا؟ میرے دل سے ہر وقت اس کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ تم نے مصیبت سے نجات پائی۔

جب حضرت کا انتقال ہوا تو اس شخص کو یہ راز لوگوں نے بتایا کہ وہ رقم ادا کرنے والے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

ایک آدمی پر سات سو کا قرضہ تھا۔ بے چارا بہت پریشان تھا۔ لوگوں نے حضرت سے ذکر کیا۔ آپ نے اسی وقت اپنے منیجر کو رقعہ لکھا کہ اس شخص کو سات ہزار درہم دے دو۔ رقعہ لے کر یہ شخص منیجر کے پاس پہنچا اور زبانی بھی منیجر کو بتایا کہ مجھ پر سات سو کا قرضہ ہے، منیجر نے کہا آپ ذرا ٹھہریئے، اس میں رقم کچھ زیادہ لکھی گئی ہے۔ میں ذرا معلوم کرلوں۔ حضرت کو پرچہ لکھ کر بھیجا کہ اس شخص کو سات سو کی ضرورت ہے اور آپ نے بھولے سے سات ہزار لکھ دیئے ہیں۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ فوراً اس شخص کو چودہ ہزار دے دو۔ منیجر نے حضرت کی خیر خواہی میں پھر پرچہ لکھ بھیجا کہ آپ اگر اس طرح دولت لٹاتے رہے تو کچھ ہی دنوں میں یہ سارا خزانہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت کو اس بات سے رنج ہوا اور لکھ بھیجا کہ دنیا کی دولت لٹا کر آخرت کی دولت سمیٹنے کی فکر میں ہوں۔ کیا تمہیں پیارے رسول ﷺ کا یہ قول یاد نہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کسی ایسی بات سے اچانک خوش کر دے جس کی اسے امید نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ بتاؤ کیا چودہ ہزار میں یہ سودا گھاٹے کا ہے؟ حضرت نے دوسری مرتبہ سات ہزار کے بجائے چودہ ہزار اس لیے لکھے تھے کہ سات ہزار کی رقم تو اسے معلوم ہو گئی تھی۔ اگر اسے سات ہزار دیتے تو اس کی امید تو اسے تھی ہی۔ اس لیے آپ نے چودہ ہزار کا حکم دیا کہ امید کے خلاف اچانک اتنی بڑی رقم دیکھ کر وہ انتہائی خوش ہو گا۔

دین کی اشاعت:

پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بس ایک دھن تھی کہ اللہ کا دین گھر گھر پہنچ جائے اور ہر ایک خدا کے دین پر چلنے لگے۔ حضرت عبداللہ ان کے سچے پیرو تھے۔ آپ کی زندگی کی کوئی گھڑی اس دھن سے خالی نہ تھی۔

گھر رہتے تو دین سکھانے میں لگے رہتے، سفر پر جاتے تو اسی فکر میں رہتے، دولت کماتے تو اسی لیے کہ اللہ کا دین پھیلانے میں خرچ کریں۔ لوگوں کو دین کا علم حاصل کرتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، ہر طرح ان کا ساتھ دیتے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے طالب علموں کی مدد کرتے جو علم دین کا شوق رکھتے ہیں لیکن غربت کی وجہ سے پریشان ہوتے، یا جو لوگ دینی علم سکھانے میں لگے رہتے اور روزی کے لیے دوڑ دھوپ کا موقع نہ نکال پاتے۔ ہزاروں روپے ان کے لیے بھیجتے اور فرماتے روپیہ خرچ کرنے کا اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں ہے۔

ایک بار فرمایا: ''میں اپنا روپیہ ان لوگوں پر خرچ کرتا ہوں جو دین کا علم حاصل کرنے میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گھر والوں کے لیے روزی کمانے کا وقت نہیں نکال پاتے اور اگر روزی کمانے میں لگیں تو دین کا علم ختم ہو جائے گا۔ میں ان کی مدد اس لیے کرتا ہوں کہ ان کے ذریعے دین کا علم پھیلتا ہے اور نبوت ختم ہو جانے کے بعد نیکی کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ دین کا علم پھیلایا جائے۔'' اس کام کے لیے شہر جاتے، ہر قسم کے لوگوں سے ملتے، ان کے سدھارنے کی کوشش کرتے اور بڑے سلیقے سے اس کام کو انجام دیتے۔

فرمایا کرتے تھے ''جب امت کے بڑے ذمہ دار لوگ بگڑ جاتے ہیں تو پوری امت میں بگاڑ آ جاتا ہے'' پانچ قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پوری سوسائٹی بگڑ جاتی ہے۔

① دین کے علماء: یہ انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کا لایا ہوا علم ان کے پاس ہے۔ اگر یہی لوگ دنیا کے لالچ میں پھنس جائیں تو پھر عام لوگ کس سے دین سیکھیں؟ اور کس کو اپنے لیے نمونہ بنائیں؟

② تاجر: اگر یہی لوگ خیانت کرنے لگیں، ایمانداری چھوڑ دیں اور ناحق لوگوں کی دولت لوٹنے پر کمر باندھ لیں، تو پھر لوگ کس پر بھروسہ کریں گے؟ اور کس کو امانت دار سمجھیں گے؟

③ زاہد لوگ: ان کی زندگیوں کو دیکھ کر لوگ دین پر عمل کرتے ہیں اگر یہی بگڑ جائیں تو لوگ کس کے پیچھے چلیں گے؟

④ مجاہد: جب ان کا مقصد غنیمت کا مال جمع کرنا ہو، اور حکومت کا ٹھاٹھ جمانے کے لیے لڑیں گے تو دین کیسے پھیلے گا؟ اور اس کی فتح کیونکر ہوگی؟

⑤ حاکم: حاکموں کی مثال ایسی ہے جیسے بھیڑیوں کا چرواہا، چرواہے کا کام بھیڑوں کی دیکھ بھال اور ہر خطرے سے ان کی حفاظت ہے۔ لیکن اگر چرواہا خود بھیڑیا بن جائے تو پھر بھیڑوں کی حفاظت کرنے والا کون ہوگا؟

مطلب یہ ہے کہ امت کی اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے جب بڑے اور ذمہ دار لوگوں کی اصلاح ہو جائے۔ ان کی زندگیاں سدھر جائیں تو سب کی زندگی سدھر سکتی ہے۔ اور اگر ان کا بگاڑ دور ہو جائے تو پوری امت کی زندگی میں ایک اچھا اور پسندیدہ انقلاب آ سکتا ہے، جسے دیکھنے کے لیے آج ہر خیر پسند کی آنکھیں ترس رہی ہیں۔

جہاد کا شوق:

کفر و شرک کا زور توڑنے اور اسلام پھیلانے کے لیے کبھی کبھی جنگ کے میدان میں بھی اترنا پڑتا ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی ہے کہ اس کی جان و مال اللہ کی راہ میں کام آ جائے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی۔ نیکی کے ہر کام میں آگے آگے رہتے۔ راتیں خدا کی یاد میں گزرتیں، دن حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزرتے۔ مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ ہوتا اور جہاد کا موقع آتا تو میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں اور رومی کافروں میں ٹھنی ہوئی تھی۔ اور آئے دن جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان مقابلوں میں اکثر شریک ہوتے۔ ایک بار مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے تھیں اور بڑا سخت مقابلہ تھا۔ ایک کافر اکڑتا ہوا میدان میں اترا اور مسلمان سپاہیوں کو مقابلے کے لیے پکارا۔ مسلمانوں میں سے

ایک مجاہد بپھرے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹا، اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر ایک اور کافر اتراتا ہوا میدان میں آیا۔ مجاہد نے اسے بھی ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیا۔ اسی طرح کئی کافر مقابلہ پر آئے اور اس نے سب کو جہنم رسید کیا۔ اس بہادر شیر کی یہ بہادری دیکھ کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور اس کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھے۔ خدا کے اس سپاہی نے بندوں کی تعریف سے بے نیاز ہو کر منہ پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ کپڑا ہٹایا گیا۔ تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

تجارت:

مال کی بے جا محبت، جمع کرنے کی ہوس اور اس پر اترانا تو بے شک بہت بڑی برائی ہے اور اسلامی زندگی سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ لیکن اچھے کاموں میں خرچ کرنے کے لیے مال کمانا ایک پسندیدہ کام ہے۔ اور اسلام نے اس پر ابھارا ہے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ جاؤ، تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ جاؤ، اور وہ تمہارے بعد بھیک مانگتے پھریں۔''

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کرتے تھے ''مال جمع کرو۔ کیونکہ مال سے شریفوں کی عزت ہوتی ہے اور وہ کمینے لوگوں سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔'' حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''خدا کی قسم وہ آدمی کسی کام کا نہیں ہے جو اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے مال جمع نہیں کرتا۔''

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''بازار میں جم کر کاروبار کرو۔ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ جم سکو گے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہوں تو مجھے مال سے کوئی خطرہ نہیں۔'' بزرگوں کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کمانا کوئی برائی نہیں ہے جس سے گھن کی جائے۔ برائی تو اصل میں یہ ہے کہ آدمی مال و دولت کی محبت میں دین سے غافل ہو جائے۔ آخرت کو بھول کر عیاشی میں پڑ جائے۔ ہمارے بزرگوں نے دین کی اونچی سے اونچی خدمت کی ہے۔ لیکن ہمیشہ اپنی روزی خود کماتے، کاروبار کرتے، یا اور کوئی پیشہ کرتے، دوسروں کے سہارے پر کبھی زندگی نہ گزارتے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے کاروباری تھے۔ ان کی تجارت بہت بڑے پیمانے پر تھی۔ خراسان سے قیمتی سامان لاتے اور حجاز میں بیچتے تھے۔ اللہ نے تجارت میں خوب برکت دی تھی۔ سال میں ایک لاکھ تو غریبوں اور مسکینوں کو خیرات دیتے۔

تجارت کس لیے؟:

ایک مرتبہ ان کے مشہور شاگرد حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا حضرت! آپ لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا سے دور رہو اور آخرت کمانے کی فکر کرو، اور خود قیمتی قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے ہیں؟

فرمایا ''فضیل! تم نے یہ بھی سوچا کہ میں تجارت کس لیے کرتا ہوں۔ میں تجارت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ مصیبتوں سے بچ سکوں، اپنی عزت آبرو کی حفاظت کر سکوں، اپنے پرایوں کے جو حقوق مجھ پر آتے ہیں انہیں اچھی طرح ادا کر سکوں، اور اطمینان کے ساتھ اللہ کی بندگی کر سکوں۔''

انمول موتی:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی انمول باتیں کتابوں میں ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہم ہر وقت انہیں یاد رکھیں:

① ہر کام میں ادب و تہذیب کا خیال رکھو۔ دین کے دو حصے ادب و تہذیب ہیں۔

② متقی آدمی بادشاہ سے زیادہ معزز ہوتا ہے۔ بادشاہ زبردستی لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتا ہے اور متقی آدمی لوگوں سے بھاگتا ہے لیکن لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

③ حق پر جمے رہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔

④ غرور و تکبر یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو ذلیل سمجھے، اور یہ خیال کرے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں۔

⑤ وہ شخص ہرگز عالم نہیں ہے جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو۔ اور جو دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہو۔

⑥ دنیا کے مال پر کبھی غرور نہ کرنا چاہیے۔

⑦ ایسا دوست ملنا انتہائی مشکل ہے جو صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

⑧ ایسی چیزوں سے پیٹ بھرو جسے ایک مومن کا پیٹ گوارا کر سکے۔

⑨ طالب علم کے لیے پانچ باتیں ضروری ہیں:

﴿۱﴾ اچھی نیت ﴿۲﴾ استاد کی باتوں کو دھیان سے سننا ﴿۳﴾ استاد کی باتوں پر غور و فکر کرنا

﴿۴﴾ استاد کی باتوں کو یاد رکھنا ﴿۵﴾ استاد کی باتوں کو اچھے لوگوں میں پھیلانا۔

⑩ حسن اخلاق پر اپنا مال خرچ کریں، اور اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔

بندوں پر اپنا مال خرچ کریں، اور اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔

چند شعر:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شاعر بھی تھے۔ آپ اکثر ایک شعر گنگنایا کرتے تھے اور ہے بھی وہ اس لائق کہ بار بار پڑھا جائے۔

ؑ اَرٰی اُنَاسًا بِاَدْنَی الدِّیْنِ قَدْ قَنِعُوْا

ترجمہ: ”دین کی باتوں میں تو لوگ تھوڑے ہی کو بہت سمجھ لیتے ہیں۔“

ؑ وَلَا اَرٰھُمْ رَضُوْا فِی الْعِیْشِ بِالدُّوْنِ

ترجمہ: ”لیکن دنیا کے ساز و سامان میں تھوڑے پر راضی رہنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔“

جو دنیا میں ”کمی“ کو رو رہے ہیں ”ذرا سے دین“ پر خوش ہو رہے ہیں

(ش۔نوید)

حضرت کی شان میں بہت سے لوگوں نے قصیدے لکھے۔ ایک قصیدے کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں۔

ؑ اِذَا سَارَ عَبْدُ اللّٰہِ مِنْ مَّرْوِ لَیْلَۃً

ترجمہ: ”جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے۔“

ؑ فَقَدْ سَارَ عَنْھَا نُوْرُھَا وَجَمَالُھَا

ترجمہ: ”تو مرو کی ساری روشنی اور رونق جاتی رہی۔“

ؑ اِذَا ذُکِرَ الْاَخْیَارُ فِیْ کُلِّ بَلْدَۃٍ

ترجمہ: ”جب کسی شہر میں نیک عالموں کے تذکرے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ۔

ؑ فَھُمْ اَنْجُمٌ فِیْھَا وَاَنْتَ ھِلَالُھَا

ترجمہ: وہ سب تارے ہیں اور آپ ان میں چاند کی طرح چمکتے ہیں۔''

ایک نرالا سورج غروب ہوا تو اس کی روشنی کچھ اور پھیل گئی:

جہاد کے لیے تو حضرت ہر سال ہی جاتے۔ ۱۸۱ھ میں جہاد سے واپس آ رہے تھے۔ موصل کے قریب ہیئت نامی بستی میں پہنچے تو طبیعت بگڑ گئی۔ آپ سمجھ گئے کہ اب آخری وقت ہے فرمایا:

''مجھے فرش سے اٹھا کر زمین پر ڈال دو۔''

نضر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو زمین پر ڈال تو دیا، لیکن مہربان آقا کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ حضرت نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ نضر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' حضرت! ایک وہ زمانہ تھا کہ دولت کی ریل پیل تھی، شان وشوکت تھی، اور جاہ وجلال کی زندگی تھی۔ اور ایک یہ وقت ہے کہ آپ مسافرت میں ہیں۔ عزیز واقارب دور ہیں غریبی کی زندگی ہے۔ بے بسی ہے، اور پھر آپ خاک پر پڑے ہوئے ہیں، یہ سب دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔''

﴿۴۹﴾ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

''نضر! رنج کی کوئی بات نہیں۔ میں نے ہمیشہ خدا سے یہی دعا کی، کہ خدایا! میری زندگی مالداروں کی سی ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں اور تیری راہ میں کھلے دل سے دولت لٹاؤں اور میری موت غریبوں اور خاکساروں کی سی ہو کہ تیری خدمت میں غریب اور بے بس بن کر پہنچوں کہ تجھے رحم آئے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری دعا قبول ہوئی۔'' رمضان کا مبارک مہینہ تھا کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایمان وعمل کا تحفہ لیے اپنے رب کے حضور پہنچے اور وہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا جس نے 63 سال تک مصر، شام، کوفہ، بصرہ، یمن اور حجاز کو اپنی علمی روشنی سے جگمگایا۔ مگر یہ ایک نرالا ہی سورج تھا۔ غروب ہوا تو اس کی روشنی کچھ اور پھیل گئی۔ آج تک ساری دنیا اس کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور جب تک خدا چاہے گا جگمگاتی رہے گی۔ اللہ کی ہزار ہزار نعمتیں ان پر خدا توفیق دے کہ ہم بھی ان کی پھیلائی ہوئی روشنی میں چلیں۔

﴿۵۰﴾ ایک انگریز جج نے فیصلہ کیا کہ مسلمان ہار گئے اسلام جیت گیا

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا چل پڑا، مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا۔ انگریز کی عدالت میں پہنچا، جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا۔ کہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا، ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے۔ اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی، لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا، حتیٰ کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا، اب سارے شہر میں قتل وغارت ہو سکتی تھی، خون خرابہ ہو سکتا تھا، تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح وصفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے۔ جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکال لیں، تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے، آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے، اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں، ہندوں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے۔ جب جج نے دونوں فریقان سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہو گا جو بھی ہوا تو وہ مسجد بنانے کے لیے بات کرے گا، چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور اس میں اس بڈھے کو بھی بلوا

لوں گا۔ اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے، سب کو در ہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔ ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حاکم بنالیا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا، اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی سچی زندگی عطا فرمائی تھی، مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے۔ چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتائیے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟ ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے۔ اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہیں کریں چاہے گھر بنائیں یا مندر بنائیں، یہ ان کا اختیار ہے۔ چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے، مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی، فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ ”آج اس مقدمہ میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔“ جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا ہماری بات بھی سن لیجئے ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔ تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بنے گی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا، سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی۔ تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے، جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے، جھوٹے سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں، انسان نفرت کرتے ہیں، انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے، ایک جھوٹ کو بولنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجئے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا۔

﴿۵۱﴾ اپنی بیوی کا دل پیار سے جیتئے تلوار سے نہیں

جو خاوند اپنی بیوی کا دل پیار سے نہیں جیت سکا وہ اپنی بیوی کا دل تلوار سے ہرگز نہیں جیت سکتا۔ دوسرے الفاظ میں جو عورت اپنے خاوند کو پیار سے اپنا نہ بنا سکی وہ تلوار سے بھی اپنے خاوند کو اپنا نہیں بنا سکے گی۔ کئی مرتبہ عورتیں سوچتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو کہوں گی وہ میرے خاوند کو ڈانٹے گا، میں اپنے ابو کو بتاؤں گی وہ میرے خاوند کو سیدھا کر دیں گے، ایسی عورتیں انتہائی بے وقوف ہوتی ہیں بلکہ پرلے درجے کی بے وقوف ہوتی ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے بھائی اور آپ کے باپ ڈانٹیں گے اور آپ کا خاوند ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ تیسرے بندے کے درمیان میں آنے سے ہمیشہ فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ جب آپ نے اپنے اور خاوند کے معاملے میں اپنے ماں باپ کو ڈال دیا تو آپ نے تیسرے بندے کو درمیان میں ڈال کر خود فاصلہ کرلیا، تو جب آپ خود اپنے اور اپنے میاں کے درمیان فاصلہ کر چکیں، تو اب یہ قبر کیسے ہوگا؟ اس لیے اپنے گھر کی باتیں اپنے گھر میں سمیٹی جاتی ہیں، لہٰذا یاد رکھئے:

﴿۵۲﴾ اپنا گھونسلہ اپنا کچا ہو یا پکا

خاوند کے گھر میں اگر آپ فاقہ سے بھی وقت گزاریں گی تو اللہ رب العزت کے یہاں درجے اور رتبے پائیں گی، اپنے والد کے گھر کی آسانیوں اور ناز ونعمت کو یاد نہ کرنا، ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ بیٹیاں ماں باپ ہی کے گھر میں رہتی رہیں، بالآخر ان کو اپنا گھر بسانا ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو زندگی کی ترتیب ہے اسی کو اپنانا ہوتا ہے، تو اس لیے اگر خاوند کے گھر میں رزق کی تنگی ہے یا خاوند کی عادتوں میں سے کوئی عادت خراب ہے تو صبر وتحمل کے ساتھ اس کی اصلاح کے بارے میں فکر مند رہیں، سوچ سمجھ کر ایسی باتیں کریں، خدمت کے ذریعے خاوند کا دل جیت لیں۔ تب آپ جو بھی کہیں گی خاوند مان لے گا۔

﴿۵۳﴾ گھر میں عافیت اور سلامتی کا مجرب نسخہ

ایک عمل کی اجازت سب مستورات کو دی جاتی ہے وہ پڑھنا شروع کر دیں۔ جتنی عورتیں شادی شدہ ہیں وہ تو ضرور ہی پڑھیں لیکن جو بڑی عمر کی بچیاں ہیں سمجھدار ہیں، وہ بھی پڑھیں، جب اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر ان کے گھر آباد کر دیں گے تو انشاء اللہ ان کو خوشیاں نصیب ہوں گی۔ عمل یہ ہے کہ آپ جب بھی کوئی نماز پڑھیں فرض ہو، واجب ہو، نفل ہو، اس کی آخری التحیات میں (یعنی دو رکعت کی تو ایک ہی التحیات ہوتی ہے لیکن چار رکعت میں تو دو مرتبہ التحیات میں بیٹھتے ہیں) تو آخری التحیات جس میں آپ کو سلام پھیرنا ہوتا ہے اس میں جب آپ ربنا اتنا ...... الخ یا اللھم انی ظلمت نفسی الخ یا کوئی بھی دعا پڑھتی ہیں اور سلام پھیرنے لگتی ہیں اس وقت سلام پھیرنے سے پہلے آپ یہ دعا بھی پڑھا کریں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ (سورۂ فرقان: ۷۴)

اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کے گھر کے سارے افراد کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیں گے، اس کی اجازت ان تمام عورتوں کو ہے جو یہ آواز سن رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکتیں عطا کرے اور گھروں میں سکھ وسکون کی زندگی نصیب ہو۔

﴿۵۴﴾ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے

خاموش رہنا تدبر کی علامت ہوتی ہے، عقلمندی کی علامت ہوتی ہے، اور انسان کے سمجھدار ہونے کی علامت ہوتی ہے، جب کہ ہر وقت ٹرٹر کرتے رہنا یہ انسان کی بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے، یاد رکھئے گا کہ ''زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔'' پاؤں پھسل گیا تو بندہ پھر اٹھ سکتا ہے لیکن اگر زبان پھسل گئی تو وہ لفظ پھر واپس نہیں آ سکتا اس لیے جس بندے کی زبان بے قابو ہو تو اس بندے کی موت کا فیصلہ وہی کرتی ہے۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خموش ہے

﴿۵۵﴾ نیک بیویاں اپنے خاوند سے نیکی کے کام کروایا کرتی ہیں

ایک خاتون گزری ہیں جن کو حاتم طائی کی بیوی کہا جاتا تھا۔ نیک اور دیندار، مالدار خاوند کی بیوی تھیں، ان کا گھر جس بستی میں تھا اس کے قریب سے ایک عام سڑک گزر رہی تھی، دیہاتوں کے لوگ اپنی بستیوں سے چل کر اس سڑک تک آتے اور بسوں کے ذریعے پھر شہروں میں جاتے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ جب پہنچتے تو بس کا آخری وقت ختم ہو چکا ہوتا، رات گہری ہو چکی ہوتی اب ان مسافروں کو بس نہ ملنے کی وجہ سے انتظار میں بیٹھنا پڑتا اور بیٹھنے کے لیے کوئی خاص جگہ بھی بنی ہوئی نہیں تھی، اس نیک عورت نے جس کا شوہر خوش حال تھا اپنے خاوند کو یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم مسافروں کے لیے ایک چھوٹا سا مسافر خانہ بنا دیں تاکہ وقت بے وقت لوگ اگر آئیں اور ان کو سواری نہ ملے تو وہ لوگ ایک کونہ میں بیٹھ کر وقت گزار لیں۔ خاوند نے مسافر خانہ بنوا دیا، لوگوں کے لیے بڑی آسانی ہوگئی، جب بھی لوگ آتے تو اس کمرے میں بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کر لیتے، پھر اس نیک عورت کو خیال آیا کہ کیوں نہ ان مسافروں کے لیے چائے پانی کا تھوڑا سا انتظام ہی ہو جائے، چنانچہ اس کو جو جیب خرچ ملتا تھا اس نے اس میں سے مسافروں کے لیے چائے پانی کا نظم کر دیا۔ اب مسافر اور خوش ہو گئے اور اس عورت کو اور زیادہ دعائیں دینے لگے۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ بات بہت پسند کی جانے لگی کہ اللہ کی نیک بندی نے لوگوں کی تکلیف کو دور کر دیا حتیٰ کہ اس کو اور چاہت ہوئی اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہوا ہے، ہم اگر کھانے کے وقت میں ان مسافروں کو کھانا بھی کھلا دیا کریں تو اس میں کون سی بڑی بات ہے، اللہ کے دیئے ہوئے میں سے ہم

خرچ کریں گے چنانچہ خاوند مان گیا۔ نیک بیویاں اپنے خاوند سے نیکی کے کام کروایا کرتی ہیں یہ نہیں ہوتا کہ کوئی تو تاج محل بنوائے اور کوئی گلشن آرا کا باغ بنوائے یہ تو بیوقوفی کی باتیں ہیں، کہ دنیا کی چیزیں بنوالیں یہ کیا یادگار ہوئی۔ یادگار تو وہ تھی جو زبیدہ خاتون نے چھوڑی، کہ جن کی نہر سے لاکھوں انسانوں نے پانی پیا اور اپنے نامہ اعمال میں اس کا اجر لکھا گئی، تو نیک بیویاں اپنے خاوندوں سے ہمیشہ نیک کاموں میں خرچ کرواتی ہیں۔ چنانچہ شوہر نے مسافروں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کر دیا لہٰذا جب مسافروں کو کھانا بھی ملنے لگا تو بہت سے مسافر رات میں وہاں ٹھہر جاتے اور اگلے روز بس پکڑ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے یہاں تک کہ وہاں پر سو پچاس مسافر رہنے لگ گئے۔ کھانا پکتا لوگ کھاتے اس کے لیے دعائیں کرتے اب کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ خیر خواہ بھی ہوتے ہیں، جو خیر خواہی کے رنگ میں بدخواہی کر رہے ہوتے ہیں، دوستی کے رنگ میں دشمنی کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے آدمیوں میں سے ایک دو نے اس کے خاوند سے بات کی کہ جی تمہاری بیوی تو فضول خرچ ہے، سو پچاس بندوں کا کھانا روز پک رہا ہے، یہ فارغ قسم کے لوگ نکھٹو اور نالائق قسم کے لوگ نکھٹو اور نالائق قسم کے لوگ آ کر یہاں پڑے رہتے ہیں کھاتے رہتے ہیں تمہیں اپنے مال کا بالکل احساس نہیں یہ تو تمہیں ڈبو کر رکھ دے گی۔ انہوں نے ایسی باتیں کہیں کہ خاوند نے کہا کہ اچھا ہم ان کو چائے پانی تو دیں گے البتہ کھانا دینا بند کر دیتے ہیں، چنانچہ کھانا بند کر دیا گیا۔ جب عورت کو پتہ چلا تو اس عورت کے دل پر تو بہت صدمہ گزرا، مگر عورت سمجھدار تھی وہ جانتی تھی کہ موقع پر کہی ہوئی بات سونے کی ڈلیوں کی مانند ہوتی ہے، اس لیے مجھے اپنے خاوند سے الجھنا نہیں، موقع پر بات کرنی ہے تا کہ میں اپنے خاوند سے بات کہوں اور میرے خاوند کو بات سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ دو چار دن وہ خاموش رہی۔ ایک دن وہ خاموش بیٹھی تھی، خاوند نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ خاموش کیوں بیٹھی ہو؟ کہنے لگی کہ بہت دن ہو گئے گھر میں بیٹھے ہوئے سوچتی ہوں کہ ہم ذرا اپنی زمینوں پر چلیں، جہاں کنواں ہے، ٹیوب ویل ہے، باغ ہے۔ کہنے لگا بہت اچھا میں تمہیں لے چلتا ہوں۔ چنانچہ خاوند اپنی بیوی کو لے کر اپنی زمینوں پر آ گیا۔ جہاں باغ تھا، پھل پھول تھے وہاں ٹیوب ویل بھی لگا ہوا تھا، چنانچہ وہ عورت پہلے تو تھوڑی دیر پھولوں میں، باغ میں، گھومتی رہی اور پھول توڑتی رہی پھر اخیر میں آ کر یہ کنویں کے قریب بیٹھ گئی اور کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ خاوند سمجھا کہ ویسے ہی کنویں کی آواز سن رہی ہے پانی نکلتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ کافی دیر جب ہو گئی تو خاوند نے کہا کہ نیک بخت چلو گھر چلتے ہیں، کہنے لگی کہ ہاں بس ابھی چلتے ہیں اور بیٹھی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا کہ چلو گھر کہنے لگی کہ ہاں بس ابھی چلتے ہیں اور پھر بیٹھی رہی، تیسری مرتبہ اس نے پھر کہا کہ ہمیں دیر ہو رہی ہے مجھے بہت سے کام سمیٹنے ہیں، چلو گھر چلتے ہیں کہنے لگی کہ جی ہاں چلتے ہیں اور کنویں میں دیکھتی رہی، اس پر خاوند قریب آیا اور کہا کہ کیا بات ہے؟ تم کنویں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ تب اس عورت نے کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جتنے ڈول کنویں میں جا رہے ہیں سب کے سب کنویں سے بھر کر واپس آ رہے ہیں لیکن پانی جیسا تھا ویسا ہی ہے، ختم نہیں ہو رہا۔ اس پر خاوند مسکرایا اور کہنے لگا کہ اللہ کی بندی بھلا کنویں کا پانی بھی کبھی کم ہوا ہے یہ تو سارا دن اور ساری رات بھی اگر نکلتا رہے اور ڈول بھر بھر کر آتے رہیں تب بھی کم نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نیچے سے اور بھیجتے رہتے ہیں۔ جب اس مرد نے یہ بات کہی تب اس سمجھدار خاتون نے جواب دیا کہنے لگی اچھا یہ اسی طرح ڈول بھر بھر کر آتے رہتے ہیں اور پانی ویسا ہی رہتا ہے، نیچے اور آتا رہتا ہے؟ خاوند نے کہا کہ تمہیں نہیں پتہ! بیوی نے کہا کہ میرے دل میں ایک بات آ رہی ہے کہ اللہ نے نیکیوں کا ایک کنواں ہمارے یہاں بھی جاری کیا تھا، مسافر خانہ کی شکل میں۔ لوگ آتے تھے اور ڈول بھر بھر کر لے جاتے تھے تو کیا آپ کو خطرہ ہو گیا تھا کہ اس کا پانی ختم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اور نہیں بھیجے گا؟ اب جب اس نے موقع پر یہ بات کہی تو خاوند کے دل پر جا لگی، کہنے لگا کہ واقعی تم نے مجھے قائل کر لیا۔ چنانچہ شوہر واپس آیا اور اس نے دوبارہ مسافر خانہ میں کھانا شروع کروا دیا اور جب تک یہ میاں بیوی زندہ رہے، مسافر خانہ کے مسافروں کو کھانا کھلاتے رہے۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ نیک بیویاں فوراً ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا کرتیں بلکہ بات کرتی ہیں، موقع پر بات کرتی ہیں اور کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا کہ مرد اگر غصہ میں کوئی بات کر بھی جائے تو دوسرے موقع پر آپ نے کوئی

بات کہی، اس پر مرد نے کہا میں ہرگز نہیں کروں گا، آپ خاموش ہو جائیے، دوسرے موقع پر وہ خوشی سے بات مان لے گا یہ غلطی ہرگز نہ کریں کہ ہر بات کا جواب دینا اپنے اوپر لازم کرلیں، اس غلطی کی وجہ سے بات کبھی چھوٹی ہوتی ہے، مگر بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کے اندر جدائیاں واقع ہو جاتی ہیں تو اس لیے عقلمند عورت ''پہلے تو لے گی اور پھر بولے گی'' اس لیے کہ اسے پتہ ہے اگر میں موقع پر بات کہوں گی تو اس بات کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

﴿۵۶﴾ بیوی اچھی ہو یا بری فائدہ ہی فائدہ ہے

سوال محترم المقام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام، گزارش ہے کہ میں نوجوان ہوں۔ شادی کا تقاضہ ہونے کے باوجود دل گوارا نہیں کرتا کہ شادی کروں۔ پتہ نہیں بداخلاق بیوی یا خوش اخلاق بیوی سے پالا پڑتا ہے۔ تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیے، عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔

جواب آپ بہرصورت شادی کرلیجئے۔ ایک نوجوان شادی سے کترا رہا تھا۔ سقراط نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''تم ہر حال میں شادی کرلو۔ اگر تمہاری بیوی نیک رہی تو خوش وخرم رہو گے اور اگر تمہارے نصیب میں بداخلاق بیوی لکھی ہوگی تب بھی تمہارے اندر حکمت اور دانائی آجائے گی اور یہ دونوں چیزیں انسان کے لیے سودمند ہیں۔''

﴿۵۷﴾ ملاح بولا میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے پوری عمر ڈبوئی

ایک بار چند طلباء تفریح کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوئے، طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی اور کام کچھ نہ تھا۔ یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی، مذاق وتفریح طبع کے لیے بے حد موزوں تھا۔ چنانچہ ایک تیز طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: ''چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟''

ملاح نے جواب دیا: ''میاں میں کچھ پڑھا لکھا نہیں۔''

صاحبزادے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: ''ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی؟'' ملاح نے کہا: ''میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا۔''

دوسرے صاحبزادے بولے: ''جیومیٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے؟'' اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا: ''مگر آپ نے جغرافیہ اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی؟'' ملاح نے جواب دیا: ''سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟'' ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انہوں نے قہقہہ لگایا، پھر انہوں نے پوچھا ''چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟'' ملاح نے بتایا ''یہی کوئی چالیس سال'' لڑکوں نے کہا ''آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں۔''

ملاح بیچارہ خفیف ہوکر رہ گیا اور چپ سادھ لی، قدرت کا تماشا دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آگیا، موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی۔ دریا کے سفر کا لڑکوں کو پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہوگئے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی، اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا ''بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں؟'' لڑکے اس بھولے بھالے ملاح کا مقصد نہ سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنوانی شروع کردی اور جب وہ یہ بھاری بھرکم مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا ''ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا لیکن کیا تیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکیں گے؟''

لڑکوں میں کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا ''چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکے؟'' لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا ''میاں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو آج پوری عمر ڈبوئی، اس

لیے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئے گا، آج تیراکی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے ہی نہیں۔''

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں، صورت حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب لیکن کشتی کے معزز و لائق سواروں کو سب کچھ آتا ہے مگر ملاحی کا فن اور تیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن بھلے مانسوں شریف، خداشناسی اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا فن نہیں سیکھا، اقبال نے اپنے اشعار میں اس نازک صورت حال اور اس عجیب و غریب ''تضاد'' کی تصویر کھینچی ہے جس کا اس بیسویں صدی کا مذہب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ شکار ہے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

(تحفہ کشمیر: صفحہ ۱۰۱)

﴿۵۸﴾ دنیا کی عجیب مثال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بڑے اچھے انداز میں سمجھائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جا رہا تھا۔ ایک شیر اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کے قریب کوئی بھی درخت نہیں تھا کہ جس پر وہ چڑھ جاتا۔ اسے ایک کنواں نظر آیا، اس نے سوچا کہ میں کنویں میں چھلانگ لگا دیتا ہوں، جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی کنویں سے باہر نکل آؤں گا۔ جب اس نے نیچے چھلانگ لگانے کے لیے دیکھا تو کنویں میں پانی کے اوپر ایک کالا ناگ تیرتا ہوا نظر آیا۔ اب پیچھے شیر تھا اور نیچے کنویں میں کالا ناگ تھا۔ وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اب میں کیا کروں۔ اسے کنویں کی دیوار پر کچھ گھاس اگی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ اس میں گھاس کو پکڑ کر لٹک جاتا ہوں، نہ اوپر رہوں کہ شیر کھائے اور نہ نیچے جاؤں کہ سانپ ڈسے، میں درمیان میں لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی باہر نکل آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالا اور سفید چوہا دونوں اسی گھاس کو کاٹ رہے ہیں۔ جس گھاس کو پکڑ کر وہ لٹک رہا تھا اب اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے قریب ہی شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ نظر آیا۔ اس پر مکھیاں تو نہیں تھیں مگر وہ شہد سے بھرا ہوا تھا۔ یہ چھتہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی اس میں کیسا شہد ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ سے گھاس کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی پر جب شہد لگا کر چکھا تو اسے بڑا مزا آیا۔ اب وہ اسے چاٹنے میں مشغول ہو گیا۔ نہ اسے شیر یاد رہا نہ ناگ یاد رہا اور نہ ہی اسے چوہے یاد رہے، سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ ''اے دوست! تیری مثال اسی انسان کی سی ہے، ملک الموت شیر کی مانند تیرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ قبر کا عذاب اس سانپ کی صورت میں تیرے انتظار میں ہے، کالا اور سفید چوہا، یہ تیری زندگی کے دن اور رات ہیں، گھاس تیری زندگی ہے جسے چوہے کاٹ رہے ہیں، اور یہ شہد کا چھتہ دنیا کی لذتیں ہیں جن سے لطف اندوز ہونے میں تو لگا ہوا ہے تجھے کچھ یاد نہیں، سوچ کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔'' واقعی بات یہی ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں میں پھنس کر اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے۔ کوئی کھانے، پینے کی لذتوں میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اچھے عہدے اور شہرت کی لذت میں پھنسا ہوا ہے، یہی لذتیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لیے جہاں ترک دنیا کا لفظ آئے گا اس سے مراد ترک لذات ہوگا۔

﴿۵۹﴾ سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے

برے دوست کے ساتھ دوستی نہ کریں اور اپنے نسب کو دھبہ نہ لگائیں، کڑوے کنویں کبھی میٹھے نہیں ہو سکتے چاہے تم اس میں لاکھوں

من گڑ ڈال دو، کوے کے بچے کبھی ہنس نہیں بنا کرتے چاہے تم ان کو موتیوں کی غذا کھلاتے رہو، سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے چاہے چلو میں دودھ لے کر ان کو کیوں نہ پلا دیں حنظل کبھی تربوز نہیں بنتا ہے چاہے اس پھول کو تم مکہ ہی کیوں نہ لے کے چلے جاؤ۔

﴿۶۰﴾ بیوی کا پیار والا نام رکھنا سنت ہے.....مگر ایسا ویسا نام نہ رکھنا

نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَنَا خَیْرُ کُمْ لِاَ ھْلِیْ ''میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لیے سب سے بہتر ہوں۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔ اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دور سے فرمایا، حمیرا! میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی کریم ﷺ ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اسے بھی پسند ہو اور اسے بھی پسند ہو۔ ایسا نام محبت کی علامت ہوتا ہے اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی قرب محسوس کرتی ہے، یہ سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ ﷺ پانی پینے لگے تو آپ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، ''حمیرا! تو نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟ کس جگہ سے منہ لگا کے پانی پیا تھا؟'' انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا۔ خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیونکر گھر آباد نہیں کرے گی۔ اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ آپ سید الاولین والآخرین ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ ﷺ کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں۔ مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا۔

﴿۶۱﴾ بیوی سے محبت کی باتیں سنئے

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''حمیرا! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو۔'' وہ مسکرا کر کہنے لگیں ''اے اللہ کے نبی کریم ﷺ! مجھے آپ مکھن اور شہد ملا کر کھلانے سے زیادہ محبوب ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے مسکرا کر فرمایا ''حمیرا! تیرا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے دل میں جتنی خشیت الٰہی تھی اس کا تو ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے مگر آپ کا اپنے اہل خانہ کی موانست، پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ یہ چیز عین مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو پسند کرتے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی گھر تشریف لاتے تھے تو ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔ اس حدیث پاک کے آئینہ میں ذرا ہم اپنے چہرے کو دیکھیں کہ جب ہم اپنے گھر آتے ہیں تو تیوریاں چڑھی ہوتی ہیں۔

﴿۶۲﴾ نفس کی ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی

ایک بادشاہ کے ہاں بیٹا نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے وزیر سے کہا: ''بھئی! کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا۔'' اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لے کر آیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا۔ بادشاہ نے کہا ''اچھا اس بچے کو آج کے بعد رونے نہ دینا۔'' اس نے کہا ''بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے'' بادشاہ نے کہا ''اس میں کون سی بات ہے، میں سب سے کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس چیز کی ضرورت

ہوا سے پورا کر دیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے'' وزیر نے کہا ''ٹھیک ہے، جی اب آپ اس بچے سے پوچھیں کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ نے بچے سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاتھی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان فرمائش ہے۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ایک ہاتھی لا کر بچے کو دکھا دو۔ وہ ہاتھی لے آیا۔ بچہ تھوڑی دیر تو کھیلتا رہا لیکن بعد میں پھر رونا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا، اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا ایک سوئی چاہیے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ چنانچہ ایک سوئی منگوائی گئی۔ اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا ارے اب تو کیوں رو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا، جی اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں سے گزاریں۔ جس طرح بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی اسی طرح نفس کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

﴿۶۳﴾ ایک لالچی کا قصہ

مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب تراشے میں ''اشعب طامع'' نامی شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اس کے اندر طمع بہت زیادہ تھا، وہ اپنے زمانے کا نامی گرامی طامع تھا حتیٰ کہ اس کی یہ حالت تھی کہ اس کے سامنے اگر کوئی آدمی اپنا جسم کھجاتا تو وہ سوچ میں پڑ جاتا تھا کہ شاید یہ کہیں سے کچھ دینار نکال کر مجھے ہدیہ کر دے گا۔ وہ خود کہتا تھا کہ جب میں دو بندوں کو سرگوشی کرتے دیکھتا تو میں ہمیشہ یہ سوچا کرتا تھا کہ ان میں سے شاید کوئی یہ وصیت کر رہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری وراثت اشعب کو دے دینا۔ جب وہ بازار میں سے گزرتا اور مٹھائی بنانے والوں کو دیکھتا تو ان سے کہتا کہ بڑے بڑے لڈو پیڑے بناؤ۔ وہ کہتے کہ ہم بڑے لڈو کیوں بنائیں؟ یہ کہتا کہ کیا پتہ کوئی خرید کر مجھے ہدیے میں ہی دے دے۔

ایک مرتبہ لڑکوں نے اس کو گھیر لیا۔ حتیٰ کہ اس کے لیے جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ بالآخر اس کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لڑکوں سے کہنے لگا، کیا تمہیں پتہ نہیں کہ سالم بن عبداللہ کچھ بانٹ رہے ہیں، تم بھی ادھر جاؤ شاید کچھ مل جائے۔ لڑکے سالم بن عبداللہ کی طرف بھاگے تو پیچھے سے اس نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ جب سالم بن عبداللہ کے پاس پہنچے تو وہ تو کچھ بھی نہیں بانٹ رہے تھے۔ لڑکوں نے اشعب سے کہا کہ آپ نے تو ہمیں ایسے ہی غلط بات کر دی۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے تو جان چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ لڑکوں نے کہا کہ پھر تم خود ہمارے پیچھے پیچھے کیوں آ گئے؟ کہنے لگا کہ مجھے خیال آیا کہ شاید وہ کچھ بانٹ ہی رہے ہوں۔

﴿۶۴﴾ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکمت یہودی کے ساتھ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا۔ لیکن ان کے دل میں مال کی محبت نہیں تھی۔ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بئر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا۔ وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کر دو۔ اس نے کہا، میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا۔ یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں۔ وہ یہودی نہ سمجھ سکا۔ اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا، ہاں ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا۔ چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے۔

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروا دیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کے لیے پانی استعمال کریں۔ جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ یہودی

چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا، جی آپ آدھا بھی خرید لیں۔ آپ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ (خطبات فقیر: جلد ۹ صفحہ ۳۷)

﴿۶۵﴾ مصیبت میں تقدیر کا سہارا لینا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اپنے پروردگار کے سامنے گفتگو ہوئی اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ''آپ وہی آدم علیہ السلام تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، پھر آپ میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ اپنی ایک خطا کی بدولت اپنی تمام اولاد کو زمین پر نکلوا پھینکا۔'' آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھا تم بھی وہی موسیٰ تو ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور شرف ہم کلامی کے لیے منتخب کیا، تورات کی تختیاں عنایت فرمائیں جس میں ہر ہر بات کی تفصیل موجود تھی، پھر تم کو اپنی سرگوشی کے لیے قریب بلایا۔ ذرا بتاؤ تو سہی اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنے سال پہلے تو رات لکھ دی تھی؟'' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چالیس سال پہلے آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم کو اس میں یہ لکھا ہوا بھی ملا:

﴿ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۱۲۱)

ترجمہ: ''آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گیا۔''

انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آدم علیہ السلام نے فرمایا ''پھر بھلا ایسی بات پر مجھے کیا ملامت کرتے ہو جس کا کرنا اللہ تعالیٰ میری قسمت میں میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ چکا تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بس اس بات پر آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' (مسلم شریف)

تشریح: خلاق عالم نے عالم کو پیدا فرما کر جہاں عالم کو پیدا فرما کر جہاں عالم کے جملہ حوادث طے فرما کر لکھ دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی نسل انسانی کی سبق آموزی کے لیے تقدیر کے ایک واقعہ کا ذکر بھی کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ہی مشیت تھی کہ زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنائیں، اس لیے ہم نے ہی آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہم نے ہی ان کو گیہوں کھانے سے منع کیا اور پھر ہم نے ہی ان کو اس کی قدرت دے کر ان سے اس کا ارتکاب بھی کرایا اور اس کے بعد پھر ہم نے ہی آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا ''اے آدم! کیا ہم نے تم کو اس درخت کے پاس پھٹکنے سے بھی منع کر دیا تھا اور کیا اس سے بھی خبردار نہیں کر دیا تھا کہ دیکھو شیطان تمہارا بڑا دشمن ہے اس کے کہے میں نہ آنا پھر تم ان سب باتوں کو فراموش کر کے کیوں گیہوں کھا بیٹھے۔''

اب نسل انسانی کو خوب سن لینا چاہیے کہ اس کے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ صرف گریہ وزاری تھا اس کے سوا، ایک حرف تک منہ سے نہیں نکلا اور کلمات استغفار بھی اس وقت کہنے کی جرأت کی جب کہ پروردگار ہی کی طرف سے ان کا القاء کیا گیا۔ اس واقعہ میں بھی بڑا سبق تھا کہ جو خالق اور مالک ہو اس سے سوال کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا یہ حق صرف اسی کا ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے باز پرس کرے۔ یہاں ممکن تھا کہ کسی کے دل میں وسوسہ گزر جاتا کہ شاید حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں اس وقت جواب نہ آ سکا ہوگا اس لیے عالم غیب میں اس عقدہ کے حل کے لیے بھی ایک محفل مکالمہ مرتب فرمائی گئی اور عالم غیب میں کشف اسرار کے لیے یہ بھی ایک طریقہ ہے اور گفتہ آید در حدیث دیگراں، کی صورت سے معاملہ کی حقیقت واضح کر دی گئی۔ یہاں ابوالبشر سے مکالمہ کے لیے مشیت الٰہی نے ان کی اولاد میں سے ایسے فرزند کو منتخب فرمایا جو فطرۃً تیز مزاج اور ناز پروردہ تھے تاکہ ان سے گفتگو کی ابداء کر سکیں اور ان کے سامنے سوال و جواب کے لیے یہی موضوع رکھ دیا اور ضمن میں یہ واضح کر دیا کہ ابوالبشر کے پاس جواب تو تھا اور ایسا تھا کہ حضرت موسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر بھی ان کے جواب سے عاجز ہو گیا۔ یہاں معاملہ مخلوق کا مخلوق کے سامنے تھا لیکن جب یہی معاملہ خالق کے سامنے پیش آیا تھا تو آدم

ایسے لاجواب تھے کہ گریہ وزاری کے سوا ان کے پاس کوئی اور جواب ہی نہ تھا۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ جو سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ آپ نے گیہوں کھایا کیوں، بلکہ یہ ہے کہ آپ نے ہم کو اس دارِ تکلیف میں رہنے کی مصیبت میں کیوں ڈال دیا، مگر چونکہ یہاں آنا گیہوں کھانے کے نتیجہ میں ہوا تھا اس لیے اس کا ذکر بھی ضمناً آ گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اپنی مصیبت کے لیے تقدیر کا عذر کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ نبی کے لیے ورنہ تو پھر تمام بساطِ شریعت ہی درہم برہم ہو جاتی ہے اور دنیا اپنے تمام معاصی کے لیے تقدیر کا عذر پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ پس آدم علیہ السلام نے تقدیر کا عذر اپنی مصیبت کے لیے نہیں کیا بلکہ دنیا میں آنے کی جو مصیبت ان کی اولاد کو پیش آ گئی ہے اس کی تسلی و تشفی کے لیے کیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ یہ مصیبت تمہارے لیے پہلے سے مقدر ہو چکی تھی پھر جو بات پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اس کا باعث گو میں ہی ہوا لیکن اس پر مجھے ملامت کرنا درست نہیں وہ تو شدنی امر تھا، ہو کر رہا۔ مصیبت میں تقدیر کا ذکر کرنا رضاء بقضاء کی علامت ہے اور گناہ پر تقدیر کی آڑ لینا انتہائی جسارت ہے۔ آج بھی دنیا اس قسم کے مواقع میں تقدیر ہی کا تذکرہ کر کے اپنے دل کی تسلی کا سامان کیا کرتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تجارت کا ایک شعبہ چھوڑ کر دوسرا شعبہ اختیار کر لے اور اس میں اس کو کافی نقصان ہو جائے تو اگر لوگ اس تبدیلی پر اس کو ملامت کریں تو ان سے پیچھا چھڑانے اور اپنے نفس کو تسلی دینے کے لیے وہ تقدیر کا ہی پہلو اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے مقدر کی بات تھی اس لیے نقصان ہونا تھا ہو گیا، حافظ ابن تیمیہ نے اپنی مختلف تصانیف میں اس واقعہ کی بھی توجیہ فرمائی ہے اور یہی سب سے مستحسن اور بے تکلف بھی ہے مگر اس کی پوری وضاحت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، اس کے علاوہ بھی اور جوابات دیئے گئے ہیں مگر وہ سب تکلف معلوم ہوتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تردید بھی فرمائی ہے۔

(دیکھو شفاء العلیل صفحہ ۱۸، وشرح عقیدۃ الطحاویہ صفحہ ۷۹، البدایہ والنہایہ: جلد ا صفحہ ۸۵، ترجمان السنۃ: جلد ۳ صفحہ ۶۹، حدیث نمبر ۹۱۴)

﴿۶۶﴾ ایک زمانہ آئے گا کہ قبر کی زمین بھی مہنگی ہو جائے گی

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا:

﴿۱﴾ ''اگر کسی زمانہ میں لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا ہوں ایسی بھوک کہ اس کی وجہ سے تم اپنے بستر سے اٹھ کر نماز کی جگہ بھی نہ آ سکو تو بتاؤ اس وقت تم کیا کرو گے۔'' انہوں نے عرض کیا یہ تو خدا تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جان سکتے ہیں۔ فرمایا: ''دیکھو اس وقت بھی کسی سے سوال نہ کرنا۔''

﴿۲﴾ ''اچھا ابوذر! بتاؤ، اگر لوگوں میں موت کی ایک گرم بازاری ہو جائے کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر جا پہنچے، بھلا ایسے زمانے میں تم کیا کرو گے؟'' یہ بولے کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: ''دیکھو صبر کرنا۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿۳﴾ ''اگر لوگوں میں ایسا قتل و قتال ہو کہ خون ''حجار زیت'' تک بہہ جائے بھلا اس وقت تم کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا ''بس اپنے گھر میں گھسے رہنا اور اندر سے اپنا دروازہ بند کر لینا۔'' انہوں نے عرض کیا اگر اس پر بھی چھوٹ نہ سکوں۔ فرمایا کہ ''پھر جس قبیلے کے ہو وہاں چلے جانا'' انہوں نے عرض کیا اگر میں بھی اپنے ہتھیار سنبھال لوں؟ فرمایا ''تو تم بھی فتنے میں ان کے شریک سمجھے جاؤ گے۔ اس لیے شرکت ہرگز نہ کرنا اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تلوار کی چمک تم کو خوفزدہ کر دے گی تو اپنی چادر کا پلہ اپنے منہ پر ڈال لینا اور قتل ہونا گوارا کر لینا تمہارے اور قاتل کے گناہ سب کے سب قاتل ہی کے سر پڑ جائیں گے۔'' (ابن حبان، ترجمان السنۃ: جلد ۴ صفحہ ۲۷)

﴿۶۷﴾ تہجد کے وقت مندرجہ ذیل کلمات دس دس مرتبہ پڑھیں

اَللّٰہُ اَکْبَرُ	دس بار
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ	دس بار
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ	دس بار
سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ	دس بار
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ	دس بار
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	دس بار
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ	دس بار

(بحوالہ ابوداؤد شریف: جلد ۲ صفحہ ۶۹۴، ابن السنی: صفحہ ۱۶۷)

﴿۶۸﴾ دل کی بیماریاں دور کرنے کا مجرب نسخہ

''یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِیْ وَقَلْبِیْ'' ۷ مرتبہ ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ قلب پر رکھ کر پڑھے۔ اگر دوسرا پڑھے تو کہے:
''یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّہٖ وَ قَلْبَہٗ''

﴿۶۹﴾ تمام ضرورتوں کو پورا کیے جانے کا مجرب نسخہ

''یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ'' کثرت سے پڑھا جائے، بغیر قید تعداد۔

﴿۷۰﴾ عیادت کے وقت بیمار کی شفایابی کی دعا

''اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ'' ۷ مرتبہ پڑھنے سے مریض کو شفا ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱۳۵)

﴿۷۱﴾ رزق میں برکت اور ظاہری و باطنی غناء کا مخرب نسخہ

''یَا مُغْنِیْ'' ۱۱۱۱ (گیارہ سو گیارہ) مرتبہ کسی وقت قبل و بعد درود شریف ۱۱۔ ۱۱ مرتبہ پابندی سے پڑھیں۔

﴿۷۲﴾ عمل سورۂ فلق حاسد کے حسد سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ بعد فجر اور بعد مغرب پڑھنا بہت نافع ہے۔

﴿۷۳﴾ بیماری سے صحت پانے کا مجرب نسخہ

''یَا سَلَامُ'' ۱۴۲ مرتبہ روزانہ صبح و شام پڑھیں۔ اول و آخر درود شریف تین تین مرتبہ، متفرق اوقات میں جس قدر پڑھ سکیں پڑھ لیا کریں

﴿۷۴﴾ مخالفین کے شر سے حفاظت کا مجرب نسخہ

''اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِمَا شِئْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ'' ہر نماز کے بعد ۱۱ مرتبہ پڑھا کریں۔

﴿۷۵﴾ خارجی اثرات کو ہٹانے اور فتنوں کے شر سے حفاظت کا مجرب نسخہ

درود شریف تین بار، سورۂ فاتحہ تین بار، آیت الکرسی تین بار، سورۂ اخلاص تین بار، سورۂ فلق تین بار، سورۂ ناس تین بار پڑھ کر دم کرنا اور جو پڑھ نہ سکے اس پر دوسرا دم کرے اور پانی پر دم کرکے پلانا، ہر نماز کے بعد ورنہ صبح وشام روزانہ ۱۱ مرتبہ پڑھنا بہتر ہے۔

﴿۷۶﴾ برائے تسہیل وتعجیل نکاح ورشتہ مناسب

﴿۱﴾ والدین یا سرپرست میں سے کوئی پڑھے "یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ" تعداد گیارہ سو گیارہ مرتبہ بعد عشاء اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

﴿۲﴾ لڑکا یا لڑکی پڑھے "یَا جَامِعُ" گیارہ سو گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

﴿۷۷﴾ ہر بیماری سے شفا کے لیے

"الحمد شریف" گیارہ بار روزانہ پانی پر دم کرکے پلاتے رہیں، برابر سلسلہ رکھا جائے، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین بار بڑھا لیں تو بہت اچھا ہے۔

﴿۷۸﴾ دشمنوں کے شر سے حفاظت اور غلبہ کے لیے

﴿اِنَّا کَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ﴾ (پارہ ۱۴، رکوع ۴ سورۂ حجر: آیت ۹۵) ایک ہزار مرتبہ بعد نماز عشاء ۱۱ یوم پھر ۱۰۰ مرتبہ یومیہ۔ اہم معاملہ میں ۱۱ یوم سے زیادہ پڑھنا بہتر ہے۔

﴿۷۹﴾ کام کی تکمیل اور آسانی کے واسطے

"یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ" حاکم کے سامنے یا جس سے کام ہو یا جو پریشان کرتا ہو اس کے سامنے جانے پر اس سے بات چیت پر چپکے چپکے پڑھیں۔ بلا قید تعداد پڑھیں۔

﴿۸۰﴾ خاص ورد

اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾

﴿۱﴾ حفاظت از شر ورفتن	۳۴۱ مرتبہ
﴿۲﴾ برائے وسعت رزق وادائے قرض	۳۴۱ مرتبہ
﴿۳﴾ برائے تکمیل خاص کام	۱۱۱ مرتبہ
﴿۴﴾ برائے کفالت از مصائب وپریشانی	۱۴۰ مرتبہ

﴿۸۱﴾ بہ نیت اصلاح حال وادائے حقوق

"یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ یَا خَالِقَ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ"

200 مرتبہ چالیس یوم تک کسی وقت، پھر اس کے بعد روزانہ 21-21 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔

﴿۸۲﴾ شیطان کی کہانی اس کی زبانی...... آغاز تو اچھا ہے انجام خدا جانے

شیطان کے مکر وفریب کے بارے میں حدیث پاک میں بہت ہی عجیب واقعہ آیا ہے۔ ابن عامر نے عبید بن یسار سے لے کر نبی

علیہ السلام تک اس واقعہ کی سند پہنچائی ہے۔ یہ واقعہ تلبیس ابلیس میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک راہب تھا۔ اس وقت بنی اسرائیل میں اس جیسا کوئی عبادت گزار نہیں تھا۔ اس نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ وہ اسی میں عبادت میں مست رہتا تھا۔ اسے لوگوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ تو وہ کسی سے ملتا تھا اور نہ ہی کسی کے پاس آتا جاتا تھا۔ شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا۔ برصیصا اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہی نہیں تھا۔ وہ ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنا وقت ہرگز ضائع نہیں کرتا تھا۔ شیطان نے دیکھا کہ جب دن میں کچھ وقت یہ تھکتے ہیں تو کبھی کبھی اپنی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھ لیتے ہیں۔ ادھر کوئی آبادی نہیں تھی اس کا اکیلا صومعہ تھا۔ اس کے اردگرد کھیت اور باغ تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دن میں ایک یا دو مرتبہ کھڑکی سے دیکھتے ہیں تو اس مردود نے انسانی شکل میں آ کر اس کھڑکی کے سامنے نماز کی نیت باندھ لی۔ اس کو نماز کیا پڑھنی تھی، فقط شکل بنا کر کھڑا تھا۔ اب دیکھو کہ جس کی جولائن ہوتی ہے اس کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے مطابق (دلکش) بہروپ بناتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکا تو ایک آدمی کو قیام کی حالت میں دیکھا وہ بڑا حیران ہوا۔ جب دن کے دوسرے حصے میں اس نے دوبارہ ارادۃً باہر دیکھا تو وہ رکوع میں تھا۔ بڑا لمبا رکوع کیا۔ پھر تیسری مرتبہ سجدے کی حالت میں دیکھا۔ کئی دن اسی طرح ہوتا رہا۔ آہستہ آہستہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ یہ تو کوئی بڑا ہی بزرگ انسان ہے جو دن رات اتنی عبادتیں کر رہا ہے۔ وہ کئی مہینوں تک اسی طرح شکل بنا کر قیام، رکوع اور سجدے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ میں اس سے پوچھوں تو سہی کہ یہ کون ہے؟ جب برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی تو شیطان نے کھڑکی کے قریب مصلّٰی بچھانا شروع کر دیا۔ جب مصلّٰی کھڑکی کے قریب آ گیا اور برصیصا نے باہر جھانکا تو اس نے شیطان سے پوچھا، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کیا غرض ہے، میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں، مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ وہ سوچنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ کسی کی کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ دوسرے دن برصیصا نے پوچھا کہ آپ اپنا تعارف کروائیں۔ وہ کہنے لگا مجھے اپنا کام کرنے دو۔ اللہ کی شان کہ ایک دن بارش ہونے لگی۔ وہ بارش میں بھی نماز کی شکل بنا کر کھڑا ہو گیا۔ برصیصا کے دل میں بات آئی کہ جب یہ اتنا عبادت گزار ہے کہ اس نے بارش کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، کیوں نہ میں ہی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کروں اور اس سے کہوں کہ میاں! اندر آ جاؤ۔ چنانچہ اس نے شیطان کو پیشکش کی کہ باہر بارش ہو رہی ہے، تم اندر آ جاؤ۔ وہ جواب میں کہنے لگا، ٹھیک ہے، مومن کو مومن کی دعوت قبول کر لینی چاہیے، لہٰذا میں آپ کی دعوت قبول کر لیتا ہوں۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا۔ چنانچہ اس نے کمرے میں آ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ وہ کئی مہینوں تک اس کے کمرے میں عبادت کی شکل میں بنا رہا۔ وہ دراصل عبادت نہیں کر رہا تھا فقط نماز کی شکل بنا رہا تھا، لیکن دوسرا یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کو نماز سے کیا غرض تھی، وہ تو اپنے مشن پر تھا۔

جب کئی مہینے گزر گئے تو برصیصا نے اسے واقعی بہت بڑا بزرگ سمجھنا شروع کر دیا اور اس کے دل میں اس کی عقیدت پیدا ہونا شروع ہو گئی اتنے عرصے کے بعد شیطان برصیصا سے کہنے لگا کہ اب میرا سال پورا ہو چکا ہے لہٰذا میں اب یہاں سے جاتا ہوں۔ میرا مقام کہیں اور ہے۔ روانہ ہوتے وقت ویسے ہی دل نرم ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا وہ برصیصا سے کہنے لگا، اچھا میں آپ کو جاتے جاتے ایک ایسا تحفہ دے جاتا ہوں جو مجھے اپنے بڑوں سے ملا تھا۔ وہ تحفہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھی بیمار آئے تو اس پر یہ پڑھ کر دم کر دیا کرنا، وہ ٹھیک ہو جایا کرے گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی آیا تھا اور تحفہ دے گیا تھا۔ برصیصا نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ ہمیں یہ نعمت طویل مدت کی محنت کے بعد ملی ہے، میں وہ نعمت تمہیں تحفے میں دے رہا ہوں اور تم انکار کر رہے ہو، تم تو بڑے نالائق انسان ہو۔ یہ سن کر برصیصا کہنے لگا، اچھا جی، مجھے بھی سکھا ہی دیں۔ چنانچہ شیطان نے اسے ایک دم سکھا دیا اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گیا کہ اچھا پھر کبھی ملیں گے۔

وہ وہاں سے سیدھا بادشاہ کے گھر گیا۔ بادشاہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ شیطان نے جا کر اس کی بیٹی پر اثر ڈالا اور وہ مجنونہ سی بن گئی۔ وہ خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی تھی لیکن شیطان کے اثر سے اسے دورے پڑنا شروع ہو گئے۔ بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے

حکیم اور ڈاکٹر بلوائے۔ کئی دنوں تک وہ اس کا علاج کرتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب کئی دنوں کے علاج کے بعد بھی کچھ افاقہ نہ ہوا تو شیطان نے بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج تو کروالیا ہے، اب کسی دم والے ہی سے دم کروا کر دیکھ لو۔ یہ خیال آتے ہی اس نے سوچا کہ ہاں کسی دم والے کو تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے سرکاری نمائندے بھیجے تا کہ وہ پتہ کر کے آئیں کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک بندہ کون ہے؟ سب نے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک آدمی تو برصیصا ہے اور وہ تو کسی سے ملتا ہی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ کسی سے نہیں ملتا تو ان کے پاس جا کر میری طرف سے درخواست کرو کہ ہم آپ کے پاس آجاتے ہیں۔

کچھ آدمی برصیصا کے پاس گئے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا آپ مجھے ڈسٹرب کرنے کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے، حکیموں اور ڈاکٹروں سے بڑا علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بادشاہ چاہتے ہیں کہ آپ بے شک یہاں نہ آئیں تا کہ آپ کی عبادت میں خلل نہ آئے، ہم آپ کے پاس بچی کو لے کر آجاتے ہیں، آپ یہیں اس بچی کو دم کر دینا، ہمیں امید ہے کہ آپ کے دم کرنے سے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ہاں میں نے ایک دم سیکھا تو تھا، اس دم کو آزمانے کا یہ اچھا موقع ہے۔ چلو یہ تو پتہ چل جائے گا کہ وہ دم ٹھیک بھی ہے یا نہیں، چنانچہ اس نے ان لوگوں کو بادشاہ کی بیٹی کو لانے کی اجازت دے دی۔

بادشاہ اپنی بیٹی کو برصیصا کے پاس لے کر آ گیا اس نے جیسے ہی دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ مرض بھی شیطان نے لگایا تھا اور دم بھی اسی نے بتایا تھا۔ لہٰذا دم کرتے ہی شیطان اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی اس کے دم سے ٹھیک ہوئی ہے۔ ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے پھر اسی طرح بچی پر حملہ کیا اور وہ اسے پھر برصیصا کے پاس لے آئے۔ اس نے دم کیا تو وہ پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا حتیٰ کہ دو چار دن کے بعد بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی کا علاج اس کے دم میں ہے اب برصیصا کی بڑی شہرت ہوئی کہ اس کے دم سے بادشاہ کی بیٹی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بادشاہ کے ملک پر کسی نے حملہ کیا۔ وہ اپنے شہزادوں کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگا۔ اب بادشاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر جنگ میں جائیں تو بیٹی کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ کسی وزیر کے پاس چھوڑ جائیں اور کسی نے کوئی اور مشورہ دیا۔ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر اس کو دوبارہ بیماری لگ گئی تو پھر کیا بنے گا؟ برصیصا تو کسی کی بات بھی نہیں سنے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے کہا کہ میں خود برصیصا کے پاس اپنی بیٹی کو چھوڑ جاتا ہوں۔ دیکھو شیطان کیسے جوڑ ملا رہا ہے۔ بادشاہ اپنے تینوں بیٹوں اور بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ ہم جنگ پر جا رہے ہیں، زندگی اور موت کا پتہ نہیں ہے۔ مجھے اس وقت سب سے زیادہ اعتماد تم ہی پر ہے اور میری بیٹی کا علاج بھی تمہارے ہی پاس ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ بچی تمہارے پاس ہی ٹھہر جائے برصیصا کہنے لگا، توبہ توبہ! میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں کہ یہ اکیلی میرے پاس ٹھہرے۔ بادشاہ نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس آپ اجازت دے دیں، میں اس کے رہنے کے لیے آپ کے عبادت خانے کے سامنے ایک گھر بنوا دیتا ہوں، اور یہ اسی گھر میں ٹھہرے گی۔ برصیصا نے یہ سن کر کہا، چلو ٹھیک ہے۔ جب اس نے اجازت دی تو بادشاہ نے اس کے عبادت خانے کے سامنے گھر بنوا دیا اور بچی کو وہاں چھوڑ کر جنگ پر روانہ ہو گئے۔

اب برصیصا کے دل میں بات آئی کہ میں اپنے لیے تو کھانا بناتا ہی ہوں، اگر بچی کا کھانا بھی میں ہی بنا دیا کروں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ وہ اکیلی ہے پتہ نہیں کہ اپنے لیے کھانا پکائے گی بھی یا نہیں پکائے گی۔ چنانچہ وہ کھانا بناتا اور آدھا خود کھا کر باقی آدھا کھانا اپنے عبادت خانے کے دروازے کے باہر رکھ دیتا اور اپنا دروازہ کھٹکھٹا دیتا۔ یہ اس لڑکی کے لیے اشارہ ہوتا تھا کہ اپنا کھانا اٹھا لو۔ اس طرح وہ لڑکی کھانا اٹھا کر لے جاتی اور کھا لیتی۔ کئی مہینوں تک یہی معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو، وہ لڑکی اکیلی رہتی ہے، تم کھانا پکا کر اپنے دروازے کے باہر رکھ دیتے ہو اور لڑکی کو وہ کھانا اٹھانے کے لیے گلی میں نکلنا پڑتا ہے۔ اگر کبھی کسی مرد نے دیکھ لیا تو وہ تو اس کی عزت خراب کر دے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھ دیا کروں تا کہ اس کو باہر نہ نکلنا پڑے۔ چنانچہ برصیصا نے کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھنا شروع کر دیا۔ وہ کھانا رکھ کر کنڈی کھٹکھٹا دیتا اور وہ کھانا اٹھا لیتی۔ یہی سلسلہ چلتا رہا۔

جب کچھ اور مہینے بھی گزر گئے تو شیطان نے اس کے دل میں ڈالا کہ تم خود تو عبادت میں لگے رہتے ہو۔ یہ لڑکی اکیلی ہے، ایسا نہ ہو کہ تنہائی کی وجہ سے اور زیادہ بیمار ہو جائے، اس لیے بہتر ہے کہ اس کو کچھ نصیحت کر دیا کرو تا کہ یہ بھی عبادت گزار بن جائے اور اس کا وقت ضائع نہ ہو۔ یہ خیال دل میں آتے ہی اس نے کہا کہ ہاں، یہ بات تو بہت اچھی ہے لیکن اس کام کی ترتیب ہونی چاہیے۔ شیطان نے اس بات کا جواب بھی اس کے دل میں ڈالا کہ اس کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر آ جایا کرے اور تم بھی اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ جایا کرو اور اسے وعظ ونصیحت کیا کرو۔ چنانچہ اس نے اسی ترتیب سے وعظ ونصیحت کرنا شروع کر دی اس کے وعظ کا اس لڑکی پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے نمازیں اور وظیفے شروع کر دیئے اب شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھ، تیری نصیحت کا اس پر کتنا اثر ہوا۔ ایسی نصیحت تو ہر روز ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس نے روزانہ نصیحت کرنی شروع کر دی۔ اسی طرح کرتے کرتے جب کچھ وقت گزر گیا تو شیطان نے پھر اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتے ہو اور وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتی ہے، راستے میں گزرنے والے کیا باتیں سوچیں گے کہ یہ کون باتیں کر رہے ہیں؟ اس طرح تو بہت ہی غلط تاثر پیدا ہو جائے گا اس لیے بہتر یہ ہے کہ چھت پر بیٹھ کر اونچی آواز سے بات کرنے کی بجائے تم دروازے سے باہر کھڑے ہو کر تقریر کرو اور وہ دروازے کے اندر کھڑے ہو کر سن لے، پردہ تو ہوگا ہی سہی۔ چنانچہ اب اس ترتیب سے وعظ ونصیحت شروع ہو گئی۔

کچھ عرصہ تک اسی طرح معمول رہا۔ اس کے بعد شیطان نے پھر برصیصا کے دل میں خیال ڈالا کہ تم باہر کھڑے رہ کر تقریر کرتے ہو، دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ پاگلوں کی طرح ایسے ہی باتیں کر رہا ہے، اس لیے اگر تقریر کرنی ہی ہے تو چلو کواڑ کے اندر کھڑے ہو کر کر لیا کرو۔ وہ دور کھڑے ہو کر سن لیا کرے گی۔ چنانچہ اب اس نے دروازے کے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دی جب اس نے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کی تو لڑکی نے اس کو بتایا کہ اتنی نمازیں پڑھتی ہوں اور اتنی عبادت کرتی ہوں۔ یہ سن کر اسے بڑی خوشی ہوئی کہ میری باتوں کا اس پر بڑا اثر ہو رہا ہے۔ اب میں اکیلا ہی عبادت نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ بھی عبادت کر رہی ہے۔ کئی دن تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

بالآخر شیطان نے لڑکی کے دل میں برصیصا کی محبت ڈالی۔ اور برصیصا کے دل میں لڑکی کی محبت ڈالی۔ چنانچہ لڑکی نے کہا کہ آپ جو کھڑے کھڑے بیان کرتے ہیں، میں آپ کے لیے چارپائی ڈال دیا کروں گی، آپ اس پر بیٹھ کر بیان کر دیا کرنا اور میں دور بیٹھ کر سن لیا کروں گی۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ لڑکی نے دروازے کے قریب چارپائی ڈال دی۔ برصیصا پر بیٹھ کر نصیحت کرتا رہا اور لڑکی دور بیٹھ کر بات سنتی رہی۔ اس دوران شیطان نے برصیصا کے دل میں لڑکی کے لیے بڑی شفقت و ہمدردی پیدا کر دی۔ کچھ دن گزرے تو شیطان نے عابد کے دل میں بات ڈالی کہ نصیحت سنائی تو لڑکی کو ہوتی ہے دور بیٹھنے کی وجہ سے اونچا بولنا پڑتا ہے۔ گلی سے گزرنے والے لوگ بھی سنتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ یہ چارپائی ذرا آگے کر کے رکھ لیا کریں اور پست آواز میں گفتگو کر لیا کریں۔ چنانچہ برصیصا کی چارپائی لڑکی کی چارپائی کے قریب تر ہو گئی اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رہا۔

کچھ عرصہ اسی طرح گزرا تو شیطان نے لڑکی کو مزین کر کے برصیصا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا اور وہ یوں اس لڑکی کے حسن و جمال کا گرویدہ ہوتا گیا۔ اب شیطان نے برصیصا کے دل میں جوانی کے خیالات ڈالنا شروع کر دیئے حتیٰ کہ برصیصا کا دل عبادت خانے سے اچاٹ ہو گیا اور اس کا زیادہ وقت لڑکی سے باتیں کرنے میں گزر جاتا۔ سال گزر چکا تھا۔ ایک دفعہ شہزادوں کی خبر گیری کی تو شہزادی کو خوش خرم پایا اور راہب کے گن گاتے دیکھا۔ شہزادوں کو لڑائی کے لیے دوبارہ سفر پر جانا تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اب شہزادوں

کے جانے کے بعد شیطان نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ اس نے برصیصا کے دل میں لڑکی کا عشق پیدا کر دیا اور لڑکی کے دل میں برصیصا کا عشق بھر دیا۔ حتیٰ کہ دونوں طرف برابر کی آگ سلگ اٹھی۔

اب جس وقت عابد نصیحت کرتا تو سارا وقت اس کی نگاہیں شہزادی کے چہرے پر جمی رہتیں۔ شیطان لڑکی کو ناز و انداز سکھاتا اور وہ سراپا نازنین رشک قمر اپنے انداز و اطوار سے برصیصا کا دل لبھاتی۔ حتیٰ کہ عابد نے علیحدہ چارپائی پر بیٹھنے کی بجائے لڑکی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ اب اس کی نگاہیں جب شہزادی کے چہرے پر پڑیں تو اس نے اسے سراپا حسن و جمال اور جاذب نظر پایا۔ چنانچہ عابد اپنے شہوانی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس شہزادی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شہزادی نے مسکرا کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ یہاں تک کہ برصیصا زنا کا مرتکب ہو گیا۔ جب دونوں کے درمیان سے حیا کی دیوار ہٹ گئی اور زنا کے مرتکب ہوئے تو وہ آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔ اس دوران شہزادی حاملہ ہو گئی۔

اب برصیصا کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو کیا بنے گا، مگر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، جب وضع حمل ہو گا تو نومولود کو زندہ درگور کر دینا اور لڑکی کو سمجھا دینا، وہ اپنا بھی عیب چھپائے گی اور تمہارا عیب بھی چھپائے گی۔ اس خیال کے آتے ہی ڈر اور خوف کے تمام حجاب دور ہو گئے اور برصیصا بے خوف و خطر ہوس پرستی اور نفس پرستی میں مشغول رہا۔

ایک وہ دن بھی آیا جب اس شہزادی نے بچے کو جنم دیا، جب بچے کو وہ دودھ پلانے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں ڈالا کہ اب تو ڈیڑھ دو سال گزر گئے ہیں اور بادشاہ اور دیگر لوگ جنگ سے واپس آنے والے ہیں۔ شہزادی ان کو سارا ماجرا سنا دے گی۔ اس لیے تم اس کا بیٹا کسی بہانے سے قتل کر دو تا کہ گناہ کا ثبوت نہ رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ شہزادی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے بچے کو اٹھایا اور قتل کر کے گھر کے صحن میں دبا دیا۔ اب ماں تو ماں ہی ہوتی ہے۔ جب وہ اٹھی تو اس نے کہا، میرا بیٹا کدھر ہے؟ اس نے کہا، مجھے تو کوئی خبر نہیں ہے۔ ماں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو بیٹے کا کہیں سراغ نہ ملا۔ چنانچہ وہ اس سے خفا ہونے لگی۔ جب وہ خفا ہونے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں بات ڈالی کہ دیکھو، یہ ماں ہے، یہ اپنے بچے کو ہرگز نہیں بھولے گی، پہلے تو یہ معلوم بتاتی یا نہ بتاتی اب تو یہ ضرور بتا دے گی لہٰذا اب ایک ہی علاج باقی ہے لڑکی کو بھی قتل کر دو۔ تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ جب بادشاہ آ کر پوچھے گا تو بتا دینا کہ وہ بیمار ہوئی تھی اور مر گئی تھی جیسے ہی اس کے دل میں یہ بات آئی کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ ہی صحن میں دفنا کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی عبادت میں لگ گیا۔

کچھ مہینوں کے بعد بادشاہ سلامت واپس آ گئے۔ اس نے بیٹوں کو بھیجا کہ جاؤ اپنی بہن کو لے آؤ۔ وہ برصیصا کے پاس آئے اور کہنے لگے، جی ہماری بہن آپ کے پاس تھی، ہم اسے لینے آئے ہیں۔ برصیصا ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہنے لگا کہ آپ کی بہن بہت اچھی تھی، بڑی نیک تھی اور ایسے ایسے عبادت کرتی تھی، لیکن وہ اللہ کو پیاری ہو گئی یہ صحن میں اس کی قبر ہے۔ بھائیوں نے جب سنا تو وہ رو دھو کر واپس چلے گئے۔ گھر جا کر جب وہ رات کو سوئے تو شیطان خواب میں بڑے بھائی کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا، بتاؤ تمہاری بہن کا کیا بنا؟ وہ کہنے لگا، ہم جنگ کے لیے گئے ہوئے تھے، اسے برصیصا کے پاس چھوڑ کر گئے تھے، وہ اب فوت ہو چکی ہے۔ شیطان کہنے لگا، وہ تو فوت نہیں ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ اگر فوت نہیں ہوئی تو پھر کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا برصیصا نے خود یہ کرتوت کیا ہے اور اس نے خود اسے قتل کیا ہے اور فلاں جگہ اسے دفن کیا اور بچے کو اس نے اسی کے ساتھ دفن کیا ہے۔ اس کے بعد وہ خواب میں ہی اس کے درمیانی بھائی کے پاس گیا اور اس کو بھی یہی کچھ کہا اور پھر اس کے چھوٹے بھائی کے پاس جا کر بھی یہی کچھ کہا۔

تینوں بھائی جب صبح اٹھے تو ایک نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے یہی خواب دیکھا اور تیسرے نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ سب کو ایک جیسا خواب آیا ہے۔ سب سے چھوٹے

بھائی نے کہا یہ اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ میں تو جا کر تحقیق کروں گا۔ دوسرے نے کہا، چھوٹا بھائی غصہ میں آکر چل پڑا۔ اسے دیکھ کر باقی بھائی بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ انہوں نے جب جا کر زمین کو کھودا تو انہیں اس میں بہن کی ہڈیاں بھی مل گئیں اور ساتھ ہی چھوٹے سے بچے کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی مل گیا۔

جب ثبوت مل گیا تو انہوں نے برصیصا کو گرفتار کرلیا۔ اسے جب قاضی کے پاس لے جایا گیا تو اس نے قاضی کے روبرو اپنے اس گھناؤنے اور مکروہ فعل کا اقرار کرلیا اور قاضی نے برصیصا کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا۔

جب برصیصا کو پھانسی کے تختے پر لایا گیا اور اس کے گلے میں پھندا ڈالا گیا اور پھر پھندا کھینچنے کا وقت آیا تو پھندا کھینچنے سے عین دو چار لمحے پہلے شیطان اس کے پاس وہی عبادت گزار کی شکل میں آیا۔ وہ اس سے کہنے لگا، کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ برصیصا نے کہا، ہاں میں تمہیں پہنچانتا ہوں تم وہی عبادت گزار ہو جس نے مجھے وہ دم بتایا تھا۔ شیطان نے کہا، وہ دم بھی آپ کو میں نے بتایا تھا۔ لڑکی کو بھی میں نے اپنا اثر ڈال کر بیمار کیا تھا، اسے قتل بھی میں نے تجھ سے کروایا تھا اور اگر اب تو بچنا چاہتا ہے تو میں ہی تجھے بچا سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا، اب تم مجھے کیسے بچا سکتے ہو؟ یہ کہنے لگا، تم میری ایک بات مان لو میں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ میں آپ کی کون سی بات مانوں؟ اس شیطان نے کہا کہ بس یہ کہہ دو کہ خدا نہیں ہے۔ برصیصا کے تو حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ چلو میں ایک دفعہ کہہ دیتا ہوں، پھر پھانسی سے بچنے کے بعد دوبارہ اقرار کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا، خدا موجود نہیں ہے۔ عین اس لمحہ میں کھینچنے والے نے پھندا کھینچ دیا اور یوں اس عبادت گزار کی کفر پر موت آگئی۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ یہ کتنی لانگ ٹرم پلاننگ کر کے انسان کو گناہ کے قریب کرتا چلا جاتا ہے اس سے انسان نہیں بچ سکتا، اللہ ہی اس سے بچا سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت کے حضور یوں دعا مانگنی چاہیے:

"اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ"

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں شیطان مردود کے شر سے محفوظ فرما۔ اے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔"

﴿۸۳﴾ وساوس سے دین کا ضرر بالکل نہیں ہوتا اطمینان رکھئے

سوال مکرم ومحترم جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام گزارش ہے کہ آج کل میں وسوسوں کا مریض بن چکا ہوں۔ دن بدن وساوس بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس سے دل میں شدید بے قراری ہوتی ہے۔ براہِ کرم کوئی مناسب علاج میرے لیے تجویز فرمائیے۔

جواب مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کیجئے:

① وساوس سے دین کا ضرر بالکل نہیں ہوتا، اطمینان رکھئے۔

② کسی دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہو جائیے۔

③ وساوس کو دور کرنے کی فکر مت کیجئے، اس سے اور لپٹتے ہیں۔

④ وساوس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کتا بھونکتا ہے اس کے بھونکنے کی فکر نہ کی جائے۔

⑤ وساوس آتے ہی "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" پڑھ لینا کافی ہے۔ یعنی ایمان لایا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۲۵)

⑥ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' کا ورد رکھئے۔

⑦ صبح وشام اس دعا کا اہتمام کیجئے:

''اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ وَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ''

(ابوداؤد: صحیح ترمذی: جلد۳ صفحہ۱۴۲)

⑧ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھئے۔ دس مرتبہ صبح۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۲۵)

⑨ ''اَللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ'' (اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے) پڑھئے۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۲۵) واللہ اعلم۔ والسلام

اللہ کی رضا کا طالب: محمد یونس پالن پوری

﴿۸۴﴾ مال دار یا مال کے چوکیدار

یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ کچھ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں۔ مالدار تو وہ ہوتے ہیں کہ جن کے پاس مال ہو اور اللہ کے راستے میں خوب لگا رہے ہوں اور مال کے چوکیدار وہ ہوتے ہیں جو روزانہ بینک بیلنس چیک کرتے ہیں۔ وہ گنتے رہتے ہیں کہ اب اتنے ہوگئے اب اتنے ہوگئے۔ وہ بیچارے چوکیداری کررہے ہوتے ہیں خود تو چلے جائیں گے اور ان کی اولادیں عیاشیاں کریں گے۔

﴿۸۵﴾ دنیوی زندگی کی مثال قرآن نے پانی سے کیوں دی ہے؟

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ ﴾ (سورۂ کہف: ۴۵)

ترجمہ: ''اور ان کو بتادیں کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے اتارا پانی آسمان سے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کی مثال پانی سے دی ہے۔ دنیا اور پانی میں آپ کو کئی چیزیں مشترکہ نظر آئیں گی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

① پانی کی صفت ہے کہ وہ ایک جگہ پر کبھی نہیں ٹھہرتا۔ جہاں اسے بہنے کا موقع ملے بہتا ہے۔ جس طرح پانی ایک جگہ پر کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح دنیا بھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی جہاں موقع ملتا ہے دنیا ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ جو بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس دنیا ہے اس کے پاس سے دنیا روزانہ کھسک رہی ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہے۔ کسی کے پاس سے پچاس سال میں کھسکتی ہے، کسی کے پاس سے ستر سال میں کھسکتی ہے اور کسی کے پاس سے سو سال میں کھسکتی ہے۔ مگر بندے کو پتہ نہیں چلتا۔ یہ ہر بندے کے پاس جاتی ہے مگر یہ کسی کے پاس ٹھہرتی نہیں ہے۔ اس نے کئی لوگوں سے نکاح کئے اور ان سب کو رنڈوا کیا۔ ایک بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دنیا کو ایک کنواری لڑکی کے مانند دیکھا۔ انہوں نے پوچھا تو نے لاکھوں نکاح کیے اس کے باوجود کنواری ہی رہی؟ کہنے لگی، جنہوں نے مجھ سے نکاح کئے، وہ مرد نہیں تھے اور جو مرد تھے وہ مجھ سے نکاح کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔

اس لیے اللہ والے دنیا کے طرف محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ان کی نظر میں مطلوب حقیقی اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے۔ وہ آخرت کی لذتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ان کو دنیا کی لذتیں ملتی ہیں تو وہ اس بات

سے گھبراتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال کا اجر آخرت کی لذتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ان کو دنیا کی لذتیں ملتی ہیں تو وہ اس بات سے گھبراتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال کا اجر آخرت کے بجائے کہیں ہمیں دنیا ہی میں نہ دے دیا جائے۔

② دوسری صفت یہ ہے کہ جو آدمی بھی پانی میں داخل ہوتا ہے وہ تر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی طرح دنیا بھی ایسی ہی ہے کہ جو آدمی بھی اس میں گھسے گا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

③ تیسری صفت یہ ہے کہ پانی جب ضرورت کے مطابق ہو فائدہ مند ہوتا ہے اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہوتا ہے اسی طرح دنیا بھی اگر ضرورت کے مطابق ہو تو بندے کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو پھر یہ نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے۔ پانی کا سیلاب جب آتا ہے تو بند بھی توڑ دیتا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے پاس بھی ضرورت سے زیادہ مال ہوتا ہے وہ عیاشیاں کرتے ہیں اور شریعت کی حدود کو توڑ دیتے ہیں۔ جو لوگ جوئے کی بازیاں لگاتے ہیں اور ایک ایک رات میں لاکھوں گنواتے ہیں وہ ان کی ضرورت کا پیسہ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ انہیں تو بالکل پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

﴿۸۶﴾ دنیا استغناء سے آتی ہے

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کے لیے کبھی قبول نہ کیں۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی۔ ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: ہشام! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ کے سامنے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ ادب الٰہی کا تقاضا ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر وہ پھر قریب آیا اور کہنے لگا حضرت! اب فرمائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہشام! بتاؤ میں تم سے کیا مانگوں دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کہنے لگا، حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ "دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی بھلا تم سے کیا مانگوں گا۔" یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

﴿۸۷﴾ شیطان رشوت نہیں لیتا ہے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے کہ جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا باقی دشمن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ہدیے، تحفے اور رشوت دے دے تو وہ نرم پڑ جائیں گے اور مخالفت چھوڑ دیں گے اور اگر خوشامد کی جائے تو اسے بھی وہ مان جائیں گے مگر شیطان وہ دشمن ہے جو نہ تو رشوت قبول کرتا ہے اور نہ خوشامد قبول کرتا ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اس کی خوشامد کر لیں گے اور یہ ہماری جان چھوڑ جائے گا۔ یہ ہرگز نہیں چھوڑے گا اس لیے کہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے اور اس کی ہر وقت اس بات پر نظر ہے کہ میں کس طرح انسان کو ایمان سے محروم کر دوں۔

﴿۸۸﴾ وضو کی ترتیب میں سنت کو فرض پر مقدم کیوں کیا؟

مکرم و محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال بعد سلام، گزارش ہے کہ مجھے ایک طالب علمانہ سوال ہوتا ہے کہ وضو میں چہرے کا دھونا فرض کی رو سے ضروری ہے، جب کہ اس کی فرضیت کی ادائیگی سے پہلے ہاتھ بھی دھوتے ہیں، کلی بھی کرتے ہیں اور ناک میں بھی پانی ڈالتے ہیں۔ جب کہ یہ سب چیزیں سنت کی قبیل سے ہیں تو وضو کی ترتیب میں حق یہ بنتا ہے کہ فرض پہلے ہو اور سنتیں بعد میں ہوں، لہٰذا سنت کو فرض پر مقدم کیوں کیا؟

جواب فقہاء نے اس کا یہی جواب دیا ہے کہ جب کوئی آدمی پانی سے وضو کرنے لگے گا اور وہ اپنے ہاتھ میں پانی لے گا تو اسے آنکھوں سے دیکھ کر پانی کے رنگ کا پتہ چلے گا جب منہ میں ڈالے گا تو ذائقہ کا پتہ چلے گا اور جب ناک میں ڈالے تو اسے بو کا پتہ چل جائے گا۔ اسی طریقہ سے جب اسے تسلی ہو جائے گی کہ پانی کا رنگ بھی ٹھیک ہے، اس کا ذائقہ بھی ٹھیک ہے اور اس کی بو بھی ٹھیک ہے تو وہ شریعت کا حکم پورا کرنے کے لیے چہرے کو دھوئے گا۔

مکرم ومحترم!

سوال بعد سلام، گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دنیا کو کھیل تماشا کیوں فرمایا:

جواب قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۂ عنکبوت:۶۴)

جواب دنیا میں سب سے جلدی ختم ہونے والی چیز کھیل تماشا ہے۔ جتنے بھی کھیل تماشے ہیں۔ وہ چند گھڑیوں کے ہوتے ہیں۔ اسکرین پر تماشا دیکھیں تو بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے۔ سرکس کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے، ریچھ بندر کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا کو کھیل تماشے کے ساتھ تشبیہ دی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ دنیا گھڑی دو گھڑی کا معاملہ ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کہیں گے:

﴿مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ﴾ (سورۂ روم:۵۵)

ترجمہ: ''وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی۔''

حتیٰ کہ کچھ تو یہاں تک کہیں گے:

﴿ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾ (سورۂ نزعت:۴۶)

ترجمہ: ''وہ دنیا میں نہیں رہے مگر صبح کا تھوڑا سا وقت یا شام کا تھوڑا سا وقت۔''

سو سال کی زندگی بھی تھوڑی سی نظر آئے گی گویا

ع ''خواب تھا جو کچھ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا''

جواب دنیا کو کھیل تماشے سے تشبیہ دینے میں دوسری بات یہ تھی کہ عام طور پر کھیل تماشا دیکھنے کے بعد بندے کو افسوس ہی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ بس پیسے بھی ضائع کیے اور وقت بھی ضائع کیا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ کھیل تماشا دیکھتے ہیں۔ وہ بعد میں کہتے ہیں کہ بس ہم ایسے ہی چلے گئے، ہمارے کئی ضروری کام رہ گئے ہیں۔ دنیا دار کا بھی بالکل یہی حال ہوتا ہے کہ اپنی موت کے وقت افسوس کرتا ہے کہ میں نے تو اپنی زندگی ضائع کر دی۔

جواب ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کے کھیل تماشے عام طور پر سائے کی مانند ہوتے ہیں۔ اسکرین پر تو نظر آتا ہے کہ بندے چل رہے ہیں مگر حقیقت میں ان کا سایہ چل رہا ہوتا ہے اور جو ان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے وہ بھی سایہ کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

﴿۸۹﴾ بہترین مال وہ ہے جو جیب میں ہو دل میں نہ ہو، بدترین مال وہ ہے جو جیب میں نہ ہو دل میں ہو

مال کی مثال پانی کی سی ہے۔ کشتی کے چلنے کے لیے پانی ضروری ہے۔ مگر کشتی تب چلتی ہے جب پانی کشتی کے نیچے ہوتا ہے اور اگر نیچے کی بجائے پانی کشتی کے اندر آ جائے تو یہی پانی اس کے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اے مومن! تیرا مال پانی کی طرح ہے اور تو کشتی کی مانند ہے، اگر یہ مال تیرے نیچے رہا تو تیرے تیرنے کا ذریعہ بنے گا اور اگر یہاں سے نکل کر تیرے دل میں آ گیا تو پھر یہ تیرے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اگر مال جیب میں ہو تو وہ بہترین خادم ہے اور اگر دل میں ہو تو بد ترین آقا ہے۔ ملفوظات والد صاحب نور اللہ مرقدہ۔

﴿۹۰﴾ میاں بیوی کو شیطان جلدی لڑا دیتا ہے

شیطان خوشگوار ازدواجی زندگی کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میاں بیوی میں رنجش پیدا ہو اور ازدواجی تعلقات میں خرابی پیدا ہو۔ وہ خاص طور پر خاوندوں کے دماغ میں فتور ڈالتا ہے۔ لہٰذا خاوند باہر دوستوں کے اندر گلاب کا پھول بنا رہتا ہے اور گھر کے اندر کریلا نیم چڑھا بن جاتا ہے۔ نوجوان آ کر کہتے ہیں، حضرت! پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ گھر میں آتے ہی دماغ گرم ہو جاتا ہے۔ وہ اصل میں شیطان گرم کر رہا ہوتا ہے وہ میاں بیوی کے درمیان الجھنیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شیطان پہلے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کروا کے خاوند کے منہ سے طلاق کے الفاظ کہلواتا ہے۔ جب اس کی عقل ٹھکانے آتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے تو غصے میں طلاق کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔ چنانچہ وہ بغیر کسی کو بتائے میاں بیوی کے طور پر آپس میں رہنا شروع کر دیں گے۔ وہ جتنا عرصہ اسی حال میں ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے تب تک انہیں زنا کا گناہ ملتا رہے گا۔ اب دیکھیں کہ کتنا بڑا گناہ کروا دیا، یہ ایسے کلیدی گناہ کرواتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کو طلاق دیں گے اور پھر بغیر نکاح اور رجوع کے ان کے ساتھ اسی طرح اپنی زندگی گزاریں گے۔

﴿۹۱﴾ شیطان کی شرارت

ایک مرتبہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا۔ اس نے کہا مردود! تو بڑا ہی بدمعاش ہے، تو نے کیا فساد مچایا ہوا ہے، اگر تو آرام سے ایک جگہ بیٹھ جاتا تو دنیا میں امن ہو جاتا۔ وہ مردود جواب میں کہنے لگا، میں تو کچھ نہیں کرتا، صرف انگلی لگاتا ہوں۔ اس نے پوچھا، کیا مطلب؟ شیطان کہنے لگا، ابھی دیکھنا۔ قریب ہی ایک حلوائی کی دکان تھی، وہاں کسی برتن میں شیرہ پڑا ہوا تھا۔ شیطان نے انگلی شیرہ میں ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی۔ مکھی آ کر شیرے پر بیٹھ گئی۔ اس مکھی کو کھانے کے لیے ایک چھپکلی آ گئی۔ ساتھ ہی ایک آدمی کام کر رہا تھا۔ اس نے چھپکلی کو دیکھا تو اس نے جوتا اٹھا کر چھپکلی کو مارا۔ وہ جوتا دیوار سے ٹکرا کر حلوائی کی مٹھائی پر گرا۔ جیسے ہی جوتا مٹھائی پر گرا تو حلوائی اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ میں آ کر کہنے لگا، اوئے تو نے میری مٹھائی میں جوتا کیوں مارا؟ اب وہ الجھنے لگ گئے۔ ادھر سے اس کے دوست آ گئے اور ادھر سے اس کے دوست پہنچ گئے۔ بالآخر ایسا جھگڑا مچا کہ خدا کی پناہ۔ اب شیطان اس آدمی سے کہنے لگا، دیکھ! میں نہیں کہتا تھا کہ میں تو صرف انگلی لگاتا ہوں۔ جب اس کی ایک انگلی کا یہ فساد ہے تو پورے شیطان میں کتنی نحوست ہوگی۔ ملفوظات حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۹۲﴾ حسد اور حرص دو خطرناک روحانی بیماریاں ہیں

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا نظر آیا۔ اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا مگر وہ اکیلا تھا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون

ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا بتاؤ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، جی میں شیطان ہوں۔ آپ نے سن کر فرمایا، تو اتنا چالاک بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا، کہنے لگا، جی مجھ سے غلطی ہوگئی اب آپ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا، تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، تو ہمیں اپنا گر بتا تا جا جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ کہنے لگا جی میں سچ سچ بتاؤں گا البتہ آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے، ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ وہ کہنے لگا میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

﴿۱﴾ حسد ﴿۲﴾ حرص

پھر وہ کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا اور حرص وہ چیز ہے، جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ اس لیے میں انہی دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

واقعی یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں۔ آج کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں یا حرص کی وجہ سے۔ حاسد انسان اندر ہی اندر آگ میں جلتا رہتا ہے۔ وہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔ دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں۔ اور حاسد کے اندر مروڑ پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اچھی حالت میں کیوں ہے۔ ملفوظات حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خصوصی مجلس میں۔

﴿۹۳﴾ شیطان کی چالاکیاں

ایک دفعہ شیطان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے فرمایا: تو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بڑے ڈورے ڈالتا پھرتا ہے، تیرے تجربے میں کون سی بات آئی ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ نے تو بڑی عجیب بات پوچھی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی ساری زندگی کا تجربہ بتا دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پھر کیا ہے بتا دے۔ وہ کہنے لگا، تین باتیں میرے تجربات کا نچوڑ ہیں:

﴿۱﴾ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کرلیں تو فوراً دے دینا کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ نیت کرنے کے بعد بندے کو بھلا دوں۔ جب میں کسی کو بھلا دیتا ہوں تو پھر اسے یاد ہی نہیں ہوتا کہ میں نے نیت کی تھی یا نہیں۔

﴿۲﴾ دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کریں تو اسے فوراً پورا کر دینا کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں اس وعدے کو توڑ دوں۔

مثلاً کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! میں یہ گناہ نہیں کروں گا تو میں خاص محنت کرتا ہوں کہ وہ اس گناہ میں ضرور مبتلا ہو۔

﴿۳﴾ تیسری بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں۔ میں یہ کام اپنے چیلوں سے نہیں لیتا بلکہ میں بذات خود یہ کام کرتا ہوں۔ (تلبیس ابلیس)

﴿۹۴﴾ موت کے وقت مریض کے قریب جا کر مت کہو کہ مجھے پہچانتے ہو کہ نہیں

اگر مریض کا ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے ساتھ بار بار باتیں مت کرو اور اس کا آخری کلام کلمہ ہی رہنے دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بہن آ کر کہے، مجھے پہچان رہے ہو میں کون ہوں؟ اس وقت اس سے اپنی پہچان مت کروائیں اور خاموش رہیں تا کہ اس کا پڑھا ہوا کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے۔ یہ چیزیں صاحب دل لوگوں کے پاس بیٹھ کر سمجھ میں آتی ہیں ورنہ اکثر رشتہ دار اس پر ظلم کرتے ہیں اور اسے اس وقت کلمہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ موت کے وقت کوئی صاحب دل پاس ہو جو بندے کو اس وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کر دے۔

﴿۹۵﴾ شیطان دو سمتیں بھول گیا اس لیے ہم بچ گئے

جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ! میں اولاد آدم پر دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے چاروں طرف سے حملے کروں گا۔ تو فرشتے یہ سن کر بڑے حیران ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے فرشتو! اتنے متعجب کیوں ہو رہے ہو؟'' فرشتوں نے کہا، اے اللہ! اب تو ابن آدم کے لیے مشکل بن گئی ہے، وہ تو اس مردود کے ہتھکنڈوں سے نہیں بچ سکیں گے۔ پروردگار عالم نے فرمایا ''تم اتنے متعجب نہ ہو، اس نے چار سمتوں کا نام تو لیا ہے مگر اوپر اور نیچے والی دو سمتوں کو بھول گیا ہے اس لیے میرا گنہگار بندہ جب کبھی نادم اور شرمندہ ہو کر میرے در پے آ جائے گا اور اپنے ہاتھ مانگنے کے لیے اٹھائے گا تو چونکہ اس کے ہاتھ اوپر کی سمت کو اٹھیں گے اور شیطان اوپر کی سمت سے اثر انداز نہیں ہو سکے گا اس لیے ابھی میرے بندے کے ہاتھ نیچے نہیں جائیں گے کہ میں اس سے پہلے اس کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔

میرے دوستو! اوپر اور نیچے کی سمتیں محفوظ ہیں اس لیے پروردگار عالم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیجئے۔ تنہائیوں میں ہاتھ اٹھا کر معافی مانگئے، سجدہ میں سر ڈال کر معافی مانگئے۔ پروردگار عالم کی رحمتوں کا مہینہ ہے، بلکہ مغفرت کا عشرہ ہے اور آپ حضرات یہاں اللہ کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھے ہیں، کیا بعید ہے کہ ہم میں کسی کی ندامت، اللہ کو پسند آئے اور اس کے اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی توبہ کو قبول فرما لے۔ رب کریم! ہمیں آنے والی زندگی میں شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرما لے اور موت کے وقت ایمان کی حفاظت عطا فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

﴿۹۶﴾ ڈاکٹر موت کے وقت نشے کا انجکشن نہ دے

جب آپ دیکھیں کہ کسی کی موت کا وقت قریب ہے تو اسے ڈاکٹروں سے بچائیں۔ اللہ ان ڈاکٹروں کو ہدایت دے کہ وہ موت کی علامات ظاہر ہونے کے بعد بھی اسے نشے کا ٹیکہ لگا دیتے ہیں۔ نشے کا ٹیکہ لگنے کی وجہ سے اس بیچارے کو کلمہ پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی اور وہ اسی طرح دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب پتہ چل جائے کہ اب موت کا وقت قریب ہے تو ڈاکٹر کو ڈانٹ کر کہیں کہ خبردار اسے نشے کا انجکشن مت لگانا، کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مومن مرنے کے لیے ہر وقت تیار ہوتا ہے۔ اس سے کہہ دیں کہ جناب! آپ اپنی طرف سے اس کا علاج کر چکے ہیں، اب چونکہ موت کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اس لیے اسے اللہ کے حضور میں پہنچنے کے لیے تیاری کرنے دیں اور اسے ہوش میں رہنے دیں تاکہ آخری وقت میں کلمہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو۔

﴿۹۷﴾ بیت اللہ جائیے اور یہ اشعار پڑھئے

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھروایا، میں تو اس قابل نہ تھا

مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زم زم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک میرے سینے میں تو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا

بھا گیا میری زبان کو ذکر الا اللہ کا
یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی
تو ہی مجھ کو در پہ لایا، میں تو اس قابل نہ تھا

عہد جو روزِ ازل میں کیا تھا یاد ہے
عہد وہ کس نے نبھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب — گنبد خضراء کا سایہ، میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا بارگاہِ قدس میں — اور جو پایا سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہ سیدالکونین ﷺ میں آ کر یونس — سوچتا ہوں کیسے آیا، میں تو اس قابل نہ تھا

﴿۹۸﴾ آٹھ گھنٹہ کی ڈیوٹی آسان ہے آٹھ منٹ کی تہجد مشکل ہے

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ دکان اور دفتر جس سے انسان کو سبب کے طور پر رزق ملتا ہے۔ وہاں روزانہ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے۔ اے انسان جس سبب سے تجھ کو رزق ملتا ہے اس سبب پہ محنت کرنے میں روزانہ آٹھ گھنٹے لگاتا ہے اور مسبب الاسباب جہاں سے بغیر سبب کے رزق ملتا ہے اس کے سامنے دامن پھیلانے کی تجھے آٹھ منٹ کی بھی فرصت نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے آٹھ منٹ تہجد کے وقت اللہ کے سامنے دامن پھیلایا؟ وہاں تو سبب کے بغیر ڈائریکٹ مل رہا ہوتا ہے۔ ارے! واسطے کے ذریعے لینے پر آٹھ گھنٹے اور جہاں سے بلا واسطہ ملتا ہے وہاں اٹھ منٹ بھی نہیں دیئے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تنہائی میں اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھیں اور اپنے سب احوال اسی کے سامنے بیان کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ بندہ ہر چیز اسی سے مانگے اور ہر وقت اسی سے مانگے اور نعمتیں ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

﴿۹۹﴾ آپ کے دل میں آ گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا گویا آپ نے شکر ادا کر لیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ اے اللہ کَیْفَ اَشْکُرُکَ میں آپ کا شکر کیسے ادا کروں؟ کیونکہ آپ کی ایک نعمت ایسی ہے کہ میں ساری زندگی بھی عبادت میں لگا رہا ہوں تو میں صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، اور آپ کی تو بے انتہا نعمتیں ہیں۔ میں ان سب نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ ''اے موسیٰ! اگر آپ کے دل میں یہ بات ہے کہ آپ ساری زندگی شکر ادا کریں تو پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتی تو سن لیں کہ اَلْاٰن شَکَرْتَنِیْ اب تو آپ نے میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔'' سبحان اللہ۔

﴿۱۰۰﴾ اللہ نے آپ کو بہت مال دیا ہے اس میں دوسروں کا بھی حق ہے

میرے دوستو! بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی فراوانی اس لیے بھی زیادہ دی ہوتی ہے کہ وہ رزق اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ وہ طلباء، غرباء اور اللہ کے دوسرے مستحق بندوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے دیا ہوتا ہے کہ وہ ان تک یہ پہنچا دے۔ مگر جب وہ اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کرتا اور ڈاک نہیں پہنچاتا تو اللہ تعالیٰ اس ڈاکیے کو معزول کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ کسی اور کو ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

اس لیے جب اللہ تعالیٰ ضرورت سے زیادہ رزق دے تو سمجھیں کہ اس میں صرف میرا ہی حق نہیں بلکہ:

﴿ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ﴾ (سورۂ معارج ۲۴۔۲۵)

کے مصداق اس میں اللہ کے بندوں کا بھی حق ہے۔ یہ بھی اللہ ربّ العزت کی نعمتوں کا شکر ہے۔ رب کریم ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرما دیں اور ہمیں محرومیوں سے محفوظ فرما دیں۔ کفار کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ فرمالیں اور جس طرح پروردگار ہمارے ہاتھوں کو بھی غیر کے سامنے پھیلنے سے محفوظ فرمالے۔ (آمین ثم آمین)

﴿۱۰۱﴾ بندوں سے اللہ کی ایک شکایت

عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ایک بزرگ صالح بندے گزرے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل

میں یہ بات القا فرمائی کہ اے عطا! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر ان کو رزق کی تھوڑی سی تنگی پہنچے تو یہ فوراً محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ ان کے نامہ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے میرے پاس آتے ہیں مگر میں فرشتوں کی محفل میں ان کی شکایتیں بیان نہیں کرتا۔"

﴿۱۰۲﴾ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی نصیحت عجیب انداز میں

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔ اس نے اپنے سر میں پٹی باندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا بیٹا کیا ہوا؟ اس نے کہا، اماں! میرے سر میں درد ہے جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔ انہوں نے پوچھا، بیٹا آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا، جی میری عمر تیس سال ہے۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگیں بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہیں باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے کی شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔ ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں، ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

﴿۱۰۳﴾ نعمتوں کی بقا کا آسان نسخہ

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (سورۂ ابراہیم: آیت ۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں ضرور بالضرور اور زیادہ عطا کریں گے۔ گویا شکر ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے نعمتیں باقی رہتی بھی ہیں اور بڑھتی بھی چلی جاتی ہیں ؎

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ مانگنے والوں کو اپنے مانگنے میں کمی کا شکوہ رہا جب کہ دینے والے کے خزانے بہت زیادہ ہیں اور مانگنے والوں کے دامن چھوٹے ہیں جو جلدی بھر جاتے ہیں۔

﴿۱۰۴﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیجیے

ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ وقت کا بادشاہ ہارون الرشید اس وقت ان کے دربار میں موجود تھا۔ ہارون الرشید کو پیاس لگی۔ اس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ خادم ایک گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر آیا۔ جب بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑ لیا تو سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ذرا رک جائیے۔ وہ رک گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک بات بتائیے کہ جیسے آپ کو ابھی پیاس لگی ہے ایسے ہی آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے سوا کہیں اور پانی نہ ہو تو آپ یہ بتائیں کہ آپ اس پیالے کو کتنی قیمت میں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا، میں تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ یہ پانی پی لیں اور یہ آپ کے پیٹ میں چلا جائے، لیکن اندر جا کر آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور پھر وہ نکل نہ پائے اور پوری دنیا میں صرف ایک ڈاکٹر یا حکیم ہو جو اسے نکال سکتا ہو تو بتائیے کہ اس کو نکالنے کی فیس کتنی دیں گے؟ سوچ کر ہارون الرشید نے کہا، بقیہ آدھی سلطنت بھی اس کو دے دوں گا۔ وہ کہنے لگے، بادشاہ سلامت! ذرا غور کرنا کہ آپ کی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب بن کر نکلنے کے برابر ہے۔ اگر ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں پر غور کریں تو پھر دل سے یہ آواز نکلے گی کہ ہمیں اپنے رب کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ ہم پر تو اس کی بڑی نعمتیں ہیں۔ ہم تو واقعی ان کا شکر ادا ہی نہیں کر سکتے۔

مادی اعتبار سے اللہ رب العزت کی جتنی نعمتیں آج ہیں اتنی اس سے پہلے نہیں تھیں۔ آج کا عام بندہ بھی پہلے وقت کے بادشاہوں سے کئی معاملات میں بہتر زندگی گزار رہا ہے۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کے گھر میں گھی کے چراغ جلتے تھے جب کہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا قمقمہ جلتا ہے۔ ایسی روشنی پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں تھی۔ بادشاہوں کے خادم ان کو ہاتھ سے پنکھا کیا کرتے تھے جب کہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا پنکھا موجود ہے۔ جو ٹھنڈا پانی آج ایک آدمی کو حاصل ہے وہ پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اس پر قیاس کرتے جائیے کہ پہلے وقت کے بادشاہ اگر سفر کرتے تو ان کو گھوڑوں پر سفر کرنا پڑتا تھا اور انہیں ایک ایک مہینہ سفر میں لگ جاتا تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی سے بمبئی چلیں تو یہ ایک مہینہ کا سفر بنے گا۔ لیکن آج کا ایک عام انسان اگر ریل گاڑی پر بیٹھ کر بمبئی جانا چاہے تو یہ ایک دن سوار ہوگا اور دوسرے دن سورج ڈوبنے سے پہلے بمبئی پہنچ چکا ہوگا۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کو صرف موسم کے پھل ملتے تھے جب کہ آج ایک عام غریب آدمی کو بھی بے موسم کے پھل نصیب ہیں۔ پہلے علاقائی پھل ملا کرتے تھے جب کہ آج آدمی کو دوسرے ملکوں کے پھل بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ مزے سے کھا رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے یہ نعمتیں عام کر دی۔

گویا مادی اعتبار سے نعمتوں کی جتنی بارش آج ہے اتنی پہلی کبھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی جتنی ناشکری آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ جس کی زبان سے سنو، اس کی زبان پر ناشکری ہے ہر بندہ کہے گا کہ کاروبار اچھا نہیں، گھر میں مشکلات ہیں اور صحت خراب ہے۔ ہزاروں میں سے ایک بندہ ہوگا جس سے بات کریں تو وہ اللہ کا شکر کرے گا آخر وجہ کیا ہے؟ کھانے پینے کی بہتات کا یہ عالم ہے کہ آج فقیر اور بھکاری بھی روٹی نہیں مانگتا بلکہ سگریٹ پینے کے لیے دو روپے مانگتا ہے۔ اس لیے کہ اسے نشہ کرنا ہے اور مزید بات یہ ہے کہ وہی بھکاری موبائل فون اٹھائے پھرتا ہوا ملے گا۔ ناگپاڑہ پر ایک فقیر کو دو روپے دیئے اس نے جیب میں سے 5 روپے نکال کر مجھے دیئے کہ بچوں کو چائے پلا دینا، اب 2 روپے زمانہ نہیں ہے۔

﴿۱۰۵﴾ ایک اہم نصیحت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں مثلاً کاغذ، لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ۔ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مومن ہیں اس لیے ہم گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ پھیر دیں۔

﴿۱۰۶﴾ درخت نے سری سقطی کو نصیحت کی

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، دوپہر کا وقت تھا۔ انہیں نیند آئی۔ وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے وہ لیٹے ہوئے تھے۔ جی ہاں، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں۔ درخت ان سے کہہ رہا تھا، يَا سِرِّيْ! كُنْ مِثْلِيْ، اے سری تو میرے جیسا ہو جا۔ وہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا: كَيْفَ أَكُوْنَ مِثْلَكَ اے درخت میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا: إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَنِيْ بِالْأَحْجَارِ فَأَرْمِيْهِمْ بِالْأَثْمَارِ اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں۔ اس لیے تو بھی میرے جیسا بن جا۔ وہ اس کی بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے۔ مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو

فَكَيْفَ مَصِيرُكَ إِلَى النَّارِ؟ یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا، اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے۔ اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا ہے۔ میری خامی یہ ہے کہ فَامْلَيْتُ بِالْهَوَا هٰكَذَا جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں، یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

﴿۱۰۷﴾ تکبر کی سزا دنیا میں جلدی ملتی ہے اللہ حفاظت فرمائے

ایک بڑا زمیندار آدمی تھا۔ انگریزوں کی حکومت نے اسے اتنی زمینیں دیں کہ ریل گاڑی چلتی تو اگلا اسٹیشن اس کی زمین سے آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو دوسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین ہی میں آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو تیسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین سے آتا تھا۔ گویا ریل گاڑی کے تین اسٹیشن اس کی زمینوں میں آتے تھے۔ وہ اربوں پتی آدمی تھا۔ اس کا عالیشان گھر تھا۔ خوبصورت بیوی تھی اور ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی زندگی ٹھاٹ کی گزر رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے ایک چوک میں کھڑا آئس کریم کھا رہا تھا۔ اسی دوران اس کے دوستوں نے کہا کہ آج کل کاروبار اچھا نہیں ہے، کچھ پریشانی ہے اور ہم مصروف رہتے ہیں یہ سن کر اس کے اندر ''میں'' آئی اور وہ کہنے لگا، یار! تم بھی کیا ہو، ہر وقت پریشان پھرتے ہو کہ آئے گا کہاں سے؟ لیکن میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ۔ میری تو اکیس نسلوں کو بھی کمانے کی پرواہ نہیں ہے۔ جب اس نے تکبر کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند آئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ چھ مہینوں کے اندر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

﴿۱۰۸﴾ زمانہ جاہلیت میں عورت کا کیا مقام تھا؟

ازدواجی زندگی کے عنوان پر بات کرتے ہوئے اس پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوگا کہ اسلام سے پہلے دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مختلف معاشروں میں عورت کو کیا مقام حاصل تھا؟ تاریخ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا کے مختلف ممالک میں عورت اپنے بنیادی حقوق سے بالکل محروم تھی:

﴿۱﴾ فرانس میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ آدھا انسان ہے اس لیے معاشرے کی تمام خرابیوں کا ذریعہ بنتی ہے۔

﴿۲﴾ چین میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس میں شیطانی روح ہوتی ہے لہٰذا یہ برائیوں کی طرف انسان کو دعوت دیتی ہے۔

﴿۳﴾ جاپان میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ ناپاک پیدا کی گئی ہے، اس لیے عبادت گاہوں سے اس کو دور رکھا جاتا تھا۔

﴿۴﴾ ہندوازم میں جس عورت کا خاوند مر جاتا تھا اس کو معاشرے میں زندہ رہنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے خاوند کی نعش کے ساتھ زندہ جل کر اپنے آپ کو ختم کر لے، اگر وہ اس طرح نہ کرتی تو اس کو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔

﴿۵﴾ عیسائی دنیا میں عورت کو معرفت الٰہی کے راستے میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کو تعلیم دی جاتی تھی کہ کنواری رہ کر زندگی گزاریں۔ جبکہ مرد راہب بن کر رہنا اعزاز سمجھتے تھے۔

﴿۶﴾ جزیرۂ عرب میں بیٹی کا پیدا ہونا عار سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا ماں باپ خود اپنے ہاتھوں سے بیٹی کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ عورت کے حقوق اس قدر پامال کیے جا چکے تھے کہ اگر کوئی آدمی مر جاتا تو جس طرح وراثت کی چیزیں اس کی اولاد میں تقسیم ہوتی تھیں اسی طرح بیوی بھی اس کی اولاد کے نکاح میں آجاتی تھی۔

☆ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک کالی کوٹھڑی میں اس عورت کو دو سال کے لیے رکھا جاتا تھا طہارت کے لیے پانی اور دوسری ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہ دی جاتی تھی۔ اگر دو سال یہ جتن کاٹ کر بھی عورت زندہ رہتی تو اس کا منہ کالا کر کے مکہ مکرمہ میں پھرایا جاتا۔ اس کے بعد اسے گھر میں رہنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

اب سوچیے تو سہی کہ خاوند تو مرا اپنی قضاء سے، بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور؟ مگر یہ مظلومہ اتنی بے بس تھی کہ اپنے حق میں کوئی آواز ہی نہیں اٹھا سکتی تھی۔ ایسے ماحول میں جبکہ چاروں طرف عورت کے حقوق کو پامال کیا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اسلام کی نعمت دے کر بھیجا۔ آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے آ کر عورت کے مقام کو نکھارا۔ بتلایا کہ اے لوگو! اگر یہ بیٹی ہے تو تمہاری عزت ہے، اگر بہن ہے تو تمہارا ناموس ہے اگر بیوی ہے تو زندگی کی ساتھی ہے، اگر ماں ہے تو اس کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔

﴿۱۰۹﴾ اچھی عورت کی کیا صفات ہونی چاہئیں؟

اہل اللہ نے لکھا کہ بیوی میں چار صفات ضروری ہونی چاہئیں:

﴿۱﴾ پہلی صفت اس کے چہرے پر حیا ہو یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہو کہ جس عورت کے چہرے پر حیا ہو گی اس کا دل بھی حیا سے لبریز ہو گا۔ مثل مشہور ہے کہ چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر عورت میں بہترین ہے۔

﴿۲﴾ دوسری صفت اس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے۔ یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے۔

﴿۳﴾ تیسری صفت یہ کہ اس کے دل میں نیکی ہو۔

﴿۴﴾ چوتھی صفت یہ کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں۔

یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں یقیناً وہ بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

﴿۱۱۰﴾ بے دین عورت کی زبان وہ تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی

بدزبان بیوی اپنے شوہر کو قبر تک پہنچانے کے لیے گھوڑے کی ڈاک کا کام کرتی ہے، جس کی بیوی بدزبان ہو اس کو ساری زندگی سکون نہیں مل سکتا۔ عورت کو کہا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان کے اندر نرمی اور مٹھاس پیدا کرے اور اچھے انداز سے بات کرے۔ ویسے یہ پکی بات ہے کہ میٹھی سے میٹھی عورت کیوں نہ ہو پھر بھی اس کے اندر تھوڑی بہت تلخی ضرور ہوتی ہے کیونکہ تعلق ہی ایسا ناز و انداز کا ہوتا ہے۔ تاہم عورت کی زبان میں نرمی ہونی چاہیے۔ شریعت نے کہا اپنے خاوند سے نرم انداز میں بات کرے، جہاں کسی غیر مرد سے بات کرنے کا وقت ہو تو سختی سے بات کرے تاکہ اسے دوسری بات پوچھنے کی جرأت نہ ہو۔ آج کل کی فیشن ایبل عورتوں کا معاملہ برعکس ہے۔ خاوند سے بات کرنی ہو تو ساری دنیا کی کڑواہٹ سمٹ آتی ہے اور کسی غیر سے بات کرنی ہو تو ساری دنیا کی شیرینی سمٹ آتی ہے۔ بہرحال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جن رشتوں کو تلوار نہیں کاٹ سکتی اس کو زبان کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ عورت کی زبان وہ تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی۔ بعض عورتیں تو اتنی بدزبان ہوتی ہیں کہ اگر عورتیں نہ ہوتیں تو ناقابل برداشت ہوتیں۔ کئی عورتیں تو بدزبانی اور بدگمانی ہی کی وجہ سے گھر برباد کر لیتی ہیں۔ شرع شریف نے حکم دیا کہ محرم مرد سے بات کرو تو نرمی سے، غیر محرم سے بات کرنی پڑ جائے تو سختی سے کرو، دانایان فرنگ میں سے کسی کا قول ہے کہ اگر عورت سارے دن میں ایک مرتبہ اپنے خاوند سے نرمی سے بات کرے، جس نرمی

سے وہ پڑوسی مرد سے بات کرتی ہے تو گھر آباد رہے۔اس طرح اگر مرد پورے دن میں ایک مرتبہ بیوی کو اس محبت کی نگاہ سے دیکھے جس نظر سے وہ پڑوسی عورت کو دیکھتا ہے تو بھی گھر آباد رہے۔

نوٹ: غیر محرم عورت کو دیکھنا یا غیر محرم مرد کو دیکھنا شرعاً نا جائز ہے۔

﴿۱۱۱﴾ سلف صالحین کا معمول اپنی کنواری بیٹیوں کے بارے میں

اللہ تعالی نے قرآن پاک کی ایک پوری سورۃ جسے ''سورۃ النساء'' کہتے ہیں اس میں مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کے احکام بتلائے ہیں۔سلف صالحین کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو نکاح سے پہلے سورۃ النساء اور سورۃ النور ترجمہ کے ساتھ پڑھا دیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جن کے ہاں بیٹی ہو وہ اس کو اگر پورا قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھا سکتے تو کم از کم سورۃ النساء اور سورۃ النور کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا دیا کریں تا کہ لڑکی اچھی ازدواجی زندگی گزار سکے۔بعض سلف صالحین کا تو عجیب معمول تھا کہ جب بچی پڑھ لکھ جاتی ابھی شادی کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا (اس وقت پرنٹنگ پریس نہیں ہوتے تھے) تو یہ بیٹی کے ذمہ لگا دیتے کہ بیٹی اپنے لیے ایک قرآن پاک لکھ لو، تو یہ بچہ روزانہ باوضو ہو کر خوش نویسی سے قرآن پاک لکھتی تھی اور جب قرآن پاک مکمل ہو جاتا تو سنہری جلد باندھ کر باپ اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا کرتا تھا۔یہ پہلے وقتوں کا جہیز ہوا کرتا تھا گویا اس کے خاوند کو پیغام مل رہا ہوتا تھا کہ میری بیوی نے گھر میں جو زندگی گزاری ہے اس کا فارغ وقت اس قرآن پاک کو لکھنے میں گزرا ہے۔

﴿۱۱۲﴾ مکان تو ہاتھوں سے بن جایا کرتے ہیں مگر گھر ہمیشہ دلوں سے بنا کرتے ہیں

کہنے والے نے کہا ہے کہ مکان تو ہاتھوں سے بن جایا کرتے ہیں مگر گھر ہمیشہ دلوں سے بنا کرتے ہیں۔اینٹیں جڑتی ہیں مکان بن جاتے ہیں مگر جب دل جڑتے ہیں تو گھر آباد ہو جایا کرتے ہیں۔میرے دوستو! ہم ان باتوں کو توجہ کے ساتھ سنیں اور اچھی ازدواجی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ہم دیار غیر میں بیٹھے ہیں ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والے جھگڑے جب مقامی انتظامیہ کو پہنچتے ہیں تو وہ اسلام پر ہنستے ہیں۔وہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، کتنی بدبختی ہے۔اگر ہم نے اپنی کم ظرفی کی وجہ سے کسی کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع دیا، چھوٹی چھوٹی باتیں اپنے گھر میں سمیٹ لیا کریں۔ایسا جھگڑا نہ بنائیں جو کمیونٹی میں ٹاک آف دی ٹاؤن بنا کرے، ہم اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں۔ہم مسلمانوں کی بدنامی کے بجائے مسلمانوں کی نیک نامی کا ذریعہ بنیں۔آج ایسی سوچ رکھنے والے اتنے تھوڑے ہیں چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہے ؎

ایک ہجوم اولادِ آدم کا جدھر بھی دیکھئے ڈھونڈ ھئے تو ہر طرف اللہ کے بندوں کا کال

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب میاں بیوی قریب ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے لڑائیاں ہوتی ہیں۔اگر اسی حالت میں خاوند فوت ہو جائے تو یہی بیوی ساری زندگی خاوند کو یاد کر کے روتی رہے گی کہ جی اتنا اچھا تھا، میرے لیے تو بہت ہی اچھا تھا۔اگر بیوی فوت ہو جائے تو یہی خاوند ساری زندگی یاد کر کے روتا رہے گا کہ بیوی اتنی اچھی تھی، میرا کتنا خیال رکھتی تھی۔ہم بندے کی قدر اس کے قریب رہتے ہوئے کر لیا کریں۔کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا ہے کہ میاں بیوی جھگڑے میں ایک دوسرے کو طلاق دے دیتے ہیں، جب ہوش آتا ہے تو خاوند اپنی جگہ پاگل بنا پھرتا ہے اور بیوی اپنی جگہ پاگل بنی پھرتی ہے۔پھر ہمارے پاس آتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم پھر سے میاں بیوی بن کر رہ سکیں۔ایسی صورت حال ہر گز نہیں آنے دینی چاہیے۔عفو و درگزر اور افہام و تفہیم سے کام لینا چاہیے بلکہ ایک روٹھے تو دوسرے کو منا لینا چاہیے۔کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے ؎

اتنے اچھے موسم میں روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں کل پہ ہم اٹھا رکھیں
آج دوستی کر لیں

اسی مضمون کو ایک دوسرے شاعر نے نئے رنگ سے باندھا ہے:

زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لیے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے

﴿۱۱۳﴾ ایک مردِ صالح کا عجیب قصہ...... ہمیشہ باوضو رہئے روزی میں برکت ہوگی

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین تھی۔ اس میں خود ہل چلاتے تھے۔ خود پانی دیتے تھے، خود کاٹتے، خود بیج نکالتے، پھر وہ گندم گھر آتی تھی۔ پھر رات کو عشاء کے بعد میاں بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں مریدوں کو کھلائی جاتی تھی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سب کچھ خود کرتے تھے۔ حضرت کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، گھر والوں کی بھی یہی عادت تھی۔ ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے۔ اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے وہ کھانا حضرت نے ان کے سامنے رکھا۔ جب وہ کھانے لگے، آپ نے انہیں کہا ''فقیرو (حضرت قریشی مریدوں کو فقیر کہتے تھے) تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے اس کے لیے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو پانی دیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم بھوسے سے الگ کیا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا تو وضو کے ساتھ۔ کاش کہ تم وضو کے ساتھ اسے کھالیتے۔'' حدیث شریف میں ہے، ہمیشہ باوضو رہئے روزی میں برکت ہوگی۔

(لمبی حدیث ہے دیکھئے بکھرے موتی: جلد۳ صفحہ۸۹)

﴿۱۱۴﴾ نعمت کی موجودگی میں نعمت کی قدر کرنا سیکھئے

بخاری و مسلم شریف میں مندرجہ ذیل حدیث ہے کہ:

بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں ایک آدمی برص کا مریض تھا اس کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ بھائی! کیا آپ کو کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، میں کون سی پریشانی آپ کو بتاؤں؟ ایک تو میں برص کا مریض ہوں جس کی وجہ سے لوگ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور دوسرا رزق کی بڑی تنگی ہے۔ اس آدمی نے کہا، اچھا اللہ تعالیٰ آپ کی بیماری بھی دور کردے اور آپ کو رزق میں برکت بھی عطا فرمادے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری بھی دور کردی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اونٹنی عطا فرمائی۔ اس اونٹنی کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں اونٹوں اور اونٹنیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا جس کی وجہ سے وہ بڑا امیر آدمی بن گیا اور رہائش کے لیے محلات بنالیے۔

دوسرا آدمی گنجا تھا، وہ آدمی اس گنجے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، جناب میرے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں، جس کے پاس بیٹھوں وہی مذاق کرتا ہے۔ جو کاروبار کرتا ہوں ٹھیک نہیں چلتا۔ اس نے کہا اچھا، اللہ تعالیٰ تجھے سر پر خوبصورت بال بھی عطا فرمائے اور تجھے اللہ تعالیٰ رزق بھی دے دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک گائے عطا کی، اس گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں گائیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔ وہ بھی عالی شان محل میں بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگ گیا۔

تیسرا آدمی اندھا تھا، وہ آدمی اس اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا، بھائی آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں؟ اس نے کہا، جی میں تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں، لوگوں کے گھروں سے جا کر مانگتا ہوں، ہاتھ پھیلاتا ہوں، میری بھی کوئی زندگی ہے، ٹکڑے مانگ مانگ کر

کھاتا پھرتا ہوں، میں نہ اپنی ماں کو دیکھ سکتا ہوں اور نہ باپ کو اس کے علاوہ رزق کی تنگی بھی ہے۔اس آدمی نے اس کی بینائی کے لیے رزق کی فراخی کے لیے دعا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی بھی دے دی اور اس کو ایک بکری دی)۔اس بکری کا ریوڑ اتنا بڑھا کہ وہ ہزاروں بکریوں کا مالک بن گیا۔اس طرح وہ بھی عالی شان محل میں عزت کی زندگی گزارنے لگ گیا۔کئی سالوں کے بعد وہ تینوں اپنے وقت کے سیٹھ کہلانے لگے۔کافی عرصہ گزرنے کے بعد وہی آدمی پہلے آدمی کے پاس آیا اور اس نے اس سے کہا، میں ایک محتاج ہوں، اللہ کے نام پر مانگنے کے لیے آیا ہوں، اسی اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ آپ کے پاس ہے، آپ اس میں سے اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دیں۔ جب اس نے سنا کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو اس کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگا، ذلیل قسم کے لوگ مانگنے کے لیے آجاتے ہیں، خبردار! آئندہ ایسی بات نہ کرنا، میں امیر، میرا باپ امیر اور میرا پردادا امیر تھا۔ہم تو جدی پشتی امیر ہیں، تم کون ہو بات کرنے والے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، چلو جاؤ یہاں سے ورنہ میں جوتے لگواؤں گا۔چنانچہ اس نے کہا، اچھا میاں! ناراض نہ ہونا، تم جیسے تھے اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے۔ جب یہ کہہ کر چلا گیا تو اس کے جانوروں میں ایک بیماری پڑ گئی اور اس کے سب اونٹ وغیرہ مر گئے اور برص کی بیماری بھی دوبارہ لگ گئی، گویا وہ جس پوزیشن میں تھا اسی پوزیشن میں دوبارہ لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ شخص دوسرے آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں محتاج ہوں، میں اسی اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ ہے، جب اس نے یہ بات کی تو وہ بڑا غصے میں آگیا اور کہنے لگا، تم تو مفت خورے ہو، ہم نے کما کر اتنا کچھ بنایا ہے، میں نے فلاں سودا کیا تو اتنی بچت ہوئی اور فلاں سودا کیا تو اتنے کمائے، لوگ مجھے بڑا برنس مائنڈیڈ کہتے ہیں۔میری تو یہ خون پسینے کی کمائی ہے ایسے ہی درختوں سے توڑ کر نہیں لائے اور نہ یہ چوری کا مال ہے۔اب چلا جا یہاں سے ورنہ تھپڑ لگاؤں گا۔ جب اس امیر آدمی نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی تو اس نے کہا، بھائی! ناراض نہ ہونا، تم جیسے پہلے تھے اللہ تمہیں دوبارہ ویسا ہی کر دے۔چنانچہ اس کے سر کے بال بھی غائب ہو گئے اور اللہ رب العزت نے اس کی گائیوں میں ایک ایسی بیماری پیدا کر دی جس سے سب گائیں مر گئیں، اسی طرح وہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی بن گیا۔

اس کے بعد وہ شخص تیسرے آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا، بھائی میں اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں محتاج ہوں، آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، اب اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی دے دو۔ جب اس نے یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ کہنے لگا، بھائی! تم نے بالکل سچ کہا ہے، میں تو اندھا تھا، لوگوں کے لیے صرف رات کو اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لیے تو دن میں بھی اندھیرا ہوا کرتا تھا، میں تو دردر کی ٹھوکریں کھاتا تھا، لوگوں سے مانگ مانگ کر زندگی گزارتا تھا، میری بھی کوئی حالت تھی؟ کوئی خدا کا بندہ آیا، اس نے مجھے دعاء دی، اللہ نے مجھے بینائی دے دی اور اتنا رزق بھی دے دیا۔آج آپ اس اللہ کے نام پر مانگنے کے لیے آئے ہیں تو میاں! ان دو پہاڑوں کے درمیان ہزاروں بکریاں پھر رہی ہیں، جتنی چاہو تم اللہ کے نام پر لے جاؤ۔ جب اس امیر آدمی نے یہ بات کی تو مخاطب کہنے لگا، مبارک ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بندوں کی طرف آزمائش بنا کر بھیجا تھا، دو تو اپنی بنیاد کو بھول گئے ہیں مگر تم نے اپنی بنیاد کو یاد رکھا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بنی اسرائیل کا سب سے بڑا امیر کبیر آدمی تھا۔ثابت ہوا کہ بندہ اگر اپنی اوقات اور بنیاد کو یاد رکھے تو اللہ تعالیٰ برکت دے دیتے ہیں۔الفاظ بندے کے ہیں، حدیث کا مضمون بخاری و مسلم میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

﴿۱۱۵﴾ کل بن دیکھے سودا تھا اس لیے سستا تھا قصہ غور سے پڑھیے

ہارون الرشید کے زمانے میں بہلول رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ مجذوب اور صاحب حال تھے۔ ہارون الرشید ان کا

بڑا احترام کرتا تھا۔ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون بھی ایک نیک اور پارسا عورت تھی۔ اس نے اپنے محل میں ایک ہزار ایسی خادمائیں رکھی ہوئی تھیں جو قرآن کی حافظہ اور قاریہ تھیں۔ ان سب کی ڈیوٹیاں مختلف شفٹوں میں لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس کے محل سے چوبیس گھنٹے ان بچیوں کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی ہوتی تھی۔ اس کا محل قرآن کا گلشن محسوس ہوتا تھا۔

ایک دن ہارون الرشید اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا کہ ایک جگہ بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا، السلام علیکم۔ بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا، وعلیکم السلام۔ ہارون الرشید نے کہا، بہلول! کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ریت کے گھر بنا رہا ہوں۔ پوچھا، کس کے لیے بنا رہے ہو؟ بہلول نے جواب دیا کہ جو آدمی اس کو خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ رب العزت اس کے بدلے اس کو جنت میں گھر عطا فرما دے۔ بادشاہ نے پوچھا، بہلول اس گھر کی قیمت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دینار۔ ہارون الرشید نے سمجھا کہ یہ ایک دیوانے کی بڑ ہے لہٰذا وہ آگے چلا گیا۔

اس کے پیچھے زبیدہ خاتون آئیں۔ اس نے بہلول کو سلام کیا، پھر پوچھا بہلول رحمۃ اللہ علیہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ریت کے گھر بنا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا، کس لیے گھر بنا رہے ہو؟ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو آدمی اس گھر کو خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ یا اللہ! اس کے بدلے اس کو جنت میں گھر عطا فرما دے۔ اس نے پوچھا، بہلول اس گھر کی قیمت کیا ہے؟ بہلول نے کہا ایک دینار۔ زبیدہ خاتون نے ایک دینار نکال کر اس کو دے دیا اور کہا کہ میرے لیے دعا کر دینا۔ وہ دعا کروا کر چلی گئی۔

رات کو جب ہارون الرشید سویا تو اس نے خواب میں جنت کے مناظر دیکھے، آبشاریں، مرغزاریں اور پھل پھول وغیرہ دیکھنے کے علاوہ بڑے اونچے اونچے خوبصورت محلات بھی دیکھے۔ ایک سرخ یاقوت کے بنے ہوئے محل پر اس نے زبیدہ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ ہارون الرشید نے سوچا کہ میں دیکھوں تو سہی کیونکہ یہ میری بیوی کا گھر ہے۔ وہ محل میں داخل ہونے کے لیے جیسے ہی دروازے پر پہنچا تو ایک دربان نے اسے روک لیا۔ ہارون الرشید کہنے لگا، اس پر تو میری بیوی کا نام لکھا ہوا ہے، اس لیے مجھے اندر جانا ہے۔ اس نے کہا نہیں، یہاں کا دستور الگ ہے، جس کا نام ہوتا ہے اسی کو اندر جانے کی اجازت ہوتی ہے، کسی اور کو اجازت نہیں ہوتی، لہٰذا آپ کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب دربان نے ہارون الرشید کو پیچھے ہٹایا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے بیدار ہونے پر فوراً خیال آیا کہ مجھے تو لگتا ہے کہ بہلول کی دعا زبیدہ کے حق میں اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہوگئی۔ پھر اسے اپنے آپ پر افسوس ہوا کہ میں بھی اپنے لیے ایک گھر خرید لیتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ وہ ساری رات اسی افسوس میں کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے دل میں سوچا کہ آج پھر میں ضرور دریا کے کنارے جاؤں گا۔ اگر آج مجھے بہلول ملے تو میں بھی ایک مکان ضرور خریدوں گا۔

چنانچہ وہ شام کو پھر بیوی کو لے کر چل پڑا۔ وہ بہلول کو تلاش کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ بہلول بیٹھا اسی طرح کا مکان بنا رہا تھا۔ اس نے کہا السلام علیکم! بہلول نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ ہارون الرشید نے پوچھا، کیا کر رہے ہو؟ بہلول نے کہا، میں گھر بنا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کس لیے؟ بہلول نے کہا، جو آدمی یہ گھر خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں گھر عطا کر دے۔ ہارون الرشید نے پوچھا، بہلول اس کی قیمت کیا ہے؟ بہلول نے کہا، اس کی قیمت پوری دنیا کی بادشاہی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا، اتنی قیمت تو میں دے نہیں سکتا، کل تو ایک دینار کے بدلے دے رہے تھے اور آج پوری دنیا کی بادشاہی مانگتے ہو۔ بہلول نے کہا، بادشاہ سلامت! کل بن دیکھے معاملہ تھا اور آج دیکھا ہوا معاملہ ہے۔ کل بن دیکھے سودا تھا اس لیے سستا مل رہا تھا اور آج چونکہ دیکھ کے آئے ہو اس لیے اب اس کی قیمت زیادہ دینی پڑے گی۔

ہماری مثال ایسی ہی ہے کہ آج ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بن دیکھے مانا تھا اس لیے جنت بڑی سستی ہے۔ لیکن

جب موت کے وقت آخرت کی نشانیاں دیکھ لیں گے تو اس کے بعد پھر اس کی قیمت ادا نہیں کر سکیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۝ وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُئْوِیْهِ ۝ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۝ ﴾ (سورۃ المعارج:۱۱۔۱۴)

ترجمہ: ''روزِ محشر مجرم یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں اپنی سزا کے بدلے میں اپنا بیٹا دے دیتا، بیوی دے دیتا، اپنا بھائی دے دیتا، وہ خاندان والے دے دیتا، جو اسے ٹھکانہ دیتے حتیٰ کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب دے دیتا اور میں جہنم سے بچ جاتا۔ فرمایا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔''

﴿۱۱۱۶﴾ غموں سے نجات کا قرآنی اور نبوی نسخہ

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾ (پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء: ۸۷)

ترجمہ: ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔''

﴿۱۱۱۷﴾ فضیلت

﴿۱﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ اچانک ایک اعرابی آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا، بہت وقت گزر گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے قریب پہنچ گئے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار کر چلنا شروع کیا، میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحٰق؟ میں نے کہا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشغول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی '' لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ '' سنو جو بھی مسلمان کسی معاملہ میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ ضرور اسے قبول فرماتا ہے۔

﴿۲﴾ ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔

﴿۳﴾ ابع سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے، ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

﴿۴﴾ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

﴿۵﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دعاء حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

﴿۶﴾ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابوسعید! خدا کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ

نے جواب دیا کہ برادرزادے کیا تم نے قرآن کریم میں خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھا پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا، بھتیجے! یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۳ صفحہ ۳۹۵، ۳۹۶)

﴿۷﴾ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مسلمان نے اپنی بیماری کی حالت میں چالیس مرتبہ مذکورہ بالا آیت کریمہ پڑھ لی تو اگر اس بیماری میں وفات پا گیا تو چالیس شہیدوں کا اجر پائے گا اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۴۱)

﴿۱۱۸﴾ والدین کا حق ادا کرنے کی دعا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ مذکورہ بالا دعاء پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اور تین مرتبہ قل ہو اللہ، تین مرتبہ الحمد للہ شریف اور تین مرتبہ درود شریف بھی شامل کر لیں تو والدین کا فرمانبردار نہ ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفل صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (کنز)

نوٹ: اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے استغفار کرے۔ اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے، ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا ان کے لیے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہوتا ہے۔ (درمنثور)

﴿۱۱۹﴾ حکمت بھرا کلام

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

﴿۱﴾ اے بیٹے! تم حفاظت کرو نماز میں اپنے دل کی۔ ﴿۲﴾ لوگوں کی محفل میں اپنی زبان کی۔
﴿۳﴾ دوسروں کے گھروں میں اپنی نگاہوں کی۔ ﴿۴﴾ دسترخوان پر اپنے معدہ کی۔

﴿۱۲۰﴾ اور دو چیزوں کو فراموش کر دیا کرو

﴿۱﴾ تمہارے ساتھ اوروں کا برا رویہ۔ ﴿۲﴾ تمہارا اوروں کے ساتھ حسن سلوک۔

﴿۱۲۱﴾ اور دو چیزوں کو ہمیشہ یاد رکھو

﴿۱﴾ اللہ کی یاد۔ ﴿۲﴾ موت کی تیاری۔

﴿۱۲۲﴾ ارشادِ ربانی

﴿۱﴾ میں نے اپنی رضا کو مخالفتِ نفس میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے موافقتِ نفس میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
﴿۲﴾ میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
﴿۳﴾ میں نے علم وحکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
﴿۴﴾ میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
﴿۵﴾ میں نے عزت کو اپنی طاقت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

﴿۱۲۳﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے

میری طرف آ کر تو دیکھ — متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ — راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
میرے لیے بے قدر ہو کر تو دیکھ — قدر کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے لیے ملامت سہ کر تو دیکھ — اکرام کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میرے لیے لٹ کر تو دیکھ — رحمت کے خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ — تجھے انمول نہ کر دوں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ — سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ — مغفرت کے دریا نہ بہا دوں تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ — عطا کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھ — تکریم کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میری راہ میں نکل کے تو دیکھ — اسرار عیاں نہ کر دوں تو کہنا
مجھے حی القیوم مان کر تو دیکھ — ابدی حیات کا امین نہ بنا دوں تو کہنا
اپنی ہستی کو فنا کر کے تو دیکھ — جام وفا سے سرفراز نہ کر دوں تو کہنا
بالآخر میرا ہو کر تو دیکھ — ہر کسی کو تیرا نہ بنا دوں تو کہنا

﴿۱۲۴﴾ جب بالغ ہوئے تو کیا دیکھا

دولت کی نمائش کرنے والوں کو — مفلسی کی آغوش میں دیکھا
علم کی نمائش کرنے والوں کو — جاہلوں کی مجلس سجاتے دیکھا
طاقت کی نمائش کرنے والوں کو — کمزوروں کی غلامی کرتے دیکھا

عبادت کی نمائش کرنے والوں کو — دین سے منہ موڑتے دیکھا
سخاوت کی نمائش کرنے والوں کو — صدقات کی روٹی پر پلتے دیکھا
لوگوں کے رحم پر پلنے والوں کو — ہمیشہ مفلسی اور محتاجی میں دیکھا
دین سے دنیا کمانے والوں کو — چہرے سے رونق اڑتے دیکھا
صبر و شکر کرنے والوں کو — دنیا میں باوقار دیکھا
حسد و کینہ میں جلنے والوں کو — روزی کی تنگدستی میں دیکھا
جھوٹ بولنے والوں کو — ایمان سے دور ہوتے دیکھا
غصہ میں رہنے والوں کو — عقل کی محرومی میں دیکھا
لوگوں سے امیدیں رکھنے والوں کو — نا اُمید اور پریشان دیکھا
لوگوں سے سوال کرنے والوں کو — بے عزتی کے عالم میں دیکھا
سچی توبہ کرنے والوں کو ! — عبادت میں لذت لیتے دیکھا
گناہوں میں جینے والوں کو — پریشانی کی دلدل میں دھنستے دیکھا
بندوں کے حقوق جھٹلانے والوں کو — اپنے حق پر روتے دیکھا
ناجائز کمائی پر پلنے والوں کو — مصیبتوں کے جال میں پھنستے دیکھا
والدین کے فرماں برداروں کو — ترقی کی منزل چھوتے دیکھا
ماں باپ کے نا فرمانوں کو — اولاد کے ظلم و ستم سہتے دیکھا
ظلم و ستم کرنے والوں کو — مظلوم کی خوشامد کرتے دیکھا
اللہ کے حقوق ادا کرنے والوں کو — اپنے ہی سائے سے ڈرتے دیکھا
بندوں کے حقوق ادا کرنے والوں کو — دنیا میں شہرت پاتے دیکھا
استاد کی خدمت کرنے والوں کو — خدمت گزاروں کے سائے میں دیکھا
بے ہوشی میں جینے والوں کو — جب ہوش میں آئے تو کیا کیا دیکھا

﴿۱۲۵﴾ خواتین اسلام سے اسلام کے مطالبے

① اپنی زیب وزینت کی چیزوں کا مردوں پر اظہار نہ ہونے دیں۔
② اپنے زیورات کی آواز تک، غیر محرموں کے کان تک نہ جانے دیں۔
③ خوشبو، عطر وغیرہ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔
④ مردوں سے گفتگو کرتے وقت لب ولہجہ اور آواز میں نزاکت پیدا نہ کریں۔
⑤ راہ چلتے یا غیر مرد سے باتیں کرتے وقت اپنی نظریں نیچی رکھیں۔
⑥ ایسے راستے سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو بلکہ کنارے کنارے ہو کر گزریں۔
⑦ گھر سے باہر نکلنے کے بعد اپنی چال ڈھال میں حیا کو مقدم رکھیں۔

⑧ کسی غیر عورت کی صفت اپنے خاوند سے بیان نہ کریں۔
⑨ کسی غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کریں خواہ سفر حج ہی کیوں نہ ہو۔
⑩ اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔

﴿۱۲۶﴾ خودی کی حقیقت

اگر ساری دنیا ہماری تعریف کرے تو اس تعریف سے ہمارا کچھ بھلا نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوگیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر بہت سے لوگ تمہاری تعریف کریں تو تم اپنی قیمت نہ لگا لینا کیونکہ غلاموں کے قیمت لگانے سے غلاموں کی قیمت نہیں بڑھتی، غلاموں کی قیمت مالک کی رضا سے بڑھتی ہے، لہٰذا سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہاں ہماری خوب تعریفیں ہو رہی ہیں لیکن وہاں ہماری قیمت کیا ہوگی یہ قیامت کے دن معلوم ہوا۔ ان کا دوسرا شعر ہے ؎

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم ہے مسافر رہے جیسے تیسے رہے

کیونکہ عارضی حیات سے بعض وقت آدمی کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

جسے دنیا کا عیش حاصل ہو ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں بھی عیش ہو۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از بروں چو گور کافر پر حلل و اندرون قہر خدائے عزو جل

اگر کسی کافر بادشاہ کی قبر پر سنگ مرمر لگا دیا جائے اور دنیا بھر کے سلاطین اگر وہاں پھولوں کی چادریں چڑھا دیں اور بینڈ باجے بج جائیں اور فوج کی سلامی ہو لیکن قبر کے اندر جو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہو رہا ہے اس کی تلافی قبر کے اوپر سنگ مرمر نہیں کر سکتے اور اوپر کی روشنیاں اور بجلیاں اور دنیا والوں کے سلوٹ اور سلامتی کچھ مفید نہیں ہیں۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا، چاہے ائیر کنڈیشن میں بیٹھے ہوں، بیوی بچے بھی ہوں اور خوب خزانہ ہو ہر وقت ریالوں کی گنتی ہو رہی ہو اور بینک میں بھی کافی پیسہ جمع ہو لیکن یہ ظاہر کا آرام ہے۔ یہ جسم ایک قبر ہے، جسم کے اوپر کا ٹھاٹ باٹ دل کے ٹھاٹ باٹ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ائیر کنڈیشن ہماری کھالوں کو تو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر دل کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں تو جسم لاکھ آرام میں ہو لیکن دل عذاب میں مبتلا رہے گا اور چین نہیں پا سکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

اور ایک بزرگ کا عربی شعر ہے ؎

لِکُلِّ شَیْءٍ اذا فارقتہ عوض ولیس اللّٰہ ان فارقت من عوض

یعنی ہر شے جس سے تم جدا ہوگے اس کا بدل مل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے تم کو جدائی ہوگئی تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی ہمسر اور بدل نہیں۔

﴿۱۲۷﴾ کھانے کا مزا جدا جدا ہے اسی طرح اعمال کا مزا بھی جدا جدا ہے

میرے دوستو! جس طرح ہر کھانے کا مزا جدا جدا ہے اللہ کی قسم ہر نیک عمل کی لذت جدا جدا ہے۔ مثلاً:

آم کھائیے اس کا مزا کچھ اور ہے۔ انار کھائیے اس کا مزا کچھ اور ہے۔

پپیتا کھائیے اس کا مزا کچھ اور ہے۔ شربت پیجیے اس کا مزا کچھ الگ ہے۔
ٹھنڈا پانی پیجیے اس کا مزا کچھ الگ ہے۔ مختلف نوع کے مشروبات کہ جن کا مزا الگ الگ ہے۔
تو جس طرح کھانے پینے کی مختلف چیزوں کا مختلف اور الگ الگ مزا ہے اسی طرح دین کے مختلف شعبوں کے مختلف اعمال کا مزا بھی جدا جدا ہے:

- پرخلوص نماز پڑھیے مزا کچھ اور ہے۔
- روزہ رکھیے مزا کچھ اور ہے۔
- ایمان میں پختگی یقین کا مزا کچھ اور ہے۔
- ذکر اللہ کا مزا کچھ اور ہے۔
- چلہ دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- گشت کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- معاملات میں جھوٹ، دھوکہ وغیرہ سے بچنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا مزا کچھ اور ہے۔
- اولاد کے مابین برابری کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- اچھی بری تقدیر پر رضامندی کا مزا کچھ اور ہے۔
- انعامات پر شکر کا مزا کچھ اور ہے۔
- نفس میں صبر وضبط کا مزا کچھ اور ہے۔
- فرائض وسنن کی پابندی کا مزا کچھ اور ہے۔
- مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- ظالم کا بدلہ عفوودرگزر سے دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- بیوہ عورتوں کی فریادرسی کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- غیرمحرم سے آنکھ بند کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- سچ بولنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- مسجد وار جماعت میں بیٹھنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- دوسرے کی خاطر قربانی دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- کسی مسلمان کی حاجت کے لیے چلنے کا مزا کچھ اور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے تلاوت قرآن کے دوران ایک ایک آیت پڑھنے پر مزا محسوس کرتے ہیں جیسے آئس کریم کھانے والا ہر چمچہ پر مزا محسوس کرتا ہے۔

تین چلہ پیدل جماعت میں جانے کا مزا کچھ اور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ ﴾ (سورۂ انفال:۲)

ترجمہ: ''جب اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہوجاتا ہے۔''

﴿۱۲۸﴾ ہمیں تلاوت قرآن کا لطف کیوں نہیں آتا؟

جب اللہ کا قرآن پڑھا جاتا ہے، اللہ والوں کو لطف آتا ہے ہمیں لطف کیوں نہیں آتا؟ اس لیے کہ ہم نے اندر کی مایہ پر محنت نہیں کی ہے۔ آج نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور خیالوں میں بازار میں پھر رہے ہوتے ہیں، تلاوت کررہے ہوتے ہیں دل ودماغ کسی اور کے خیالات میں لگا ہوا ہوتا ہے، ایسے وقت میں عبادات کی لذت کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔

﴿۱۲۹﴾ عجیب عبادتیں

آج ہماری عبادات کی حالت عجیب ہے۔ ایسے مواقع آئے کہ امام کو نماز کی رکعتوں میں سہو ہوا، بعد میں مقتدیوں سے پوچھا کتنی

رکعات پڑھیں، بھری مسجد میں کوئی بتانے والا نہیں کتنی رکعت پڑھیں...... سب غیر حاضر۔ اللہ اکبر۔ یہ نمازوں کی حالت ہے، یہ عبادات کی کیفیت ہے۔ کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی، فرماتے ہیں ؎

بہ زبین چوں سجدہ کر دم اززمین ندا بر آمد　　　که مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی

جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے ندا آئی، اور یا کے سجدہ کرنے والے تو نے مجھے بھی خراب کر دیا ؎

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا　　　تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

جب دل صنم خانہ بن چکا ہو بت خانہ بن چکا ہو تو پھر سجدے کی لذت نہیں آیا کرتی ؎

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی　　　اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

جن پہ سجدے مچلتے تھے وہ پیشانیاں کہاں گئیں۔ جو اللہ کے ڈر سے کانپتے تھے وہ دل کہاں گئے؟ آج زندگی مختلف ہوگئی ؎

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے　　　شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر　　　اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

نہ تلقین غزالی نظر آتی ہے نہ پیچ وتاب رازی نظر آتا ہے کیا وجہ ہے؟ محنت کا رخ جدا ہو گیا۔ اصلی مایہ پر محنت کرنے کی بجائے آج ہم نے نقلی مایہ پر محنت کرنا شروع کر دی ہے۔ اصلی مایہ کو بھلا بیٹھے، جب ہم نے اصلی مایہ کو بھلا دیا تو ہم دنیا کے اندر ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں ؎

بہ زبین چوں سجدہ کر دم اززمین ندا بر آمد　　　غیروں کی کہانی یاد رہی ہم اپنا فسانہ بھول گئے

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھے سینے میں　　　جی ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور　　　جس ضرب سے دل دہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

کہاں گئے وہ نوجوان جورات کے آخری پہر میں اٹھ کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ضربیں لگایا کرتے تھے۔ ان کے سینوں میں دل کانپتے تھے، جن کے معصوم ہاتھ اٹھتے تھے تو دنیا میں ایسے انقلاب آجاتے تھے جو ایٹم بموں سے بھی نہیں برپا ہوتے۔ رات کو اٹھ کر رونے کی لذت سے آج ہم نا آشنا ہیں۔ تہجد کا وقت تو قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

﴿۱۳۰﴾ مناجات

یا الٰہی روز و شب توفیق احساں دے مجھے　　　خوف اپنا ظاہر و باطن میں یکساں دے مجھے

حسب سنت یا الٰہی عشق قرآں دے مجھے　　　نعمت دارین یعنی نور ایماں دے مجھے

میں نہیں کہتا کہ تو تخت سلیمانؑ دے مجھے　　　اپنی الفت دے مجھے بس عزم و ایقاں دے مجھے

تادم آخر رہوں اسلام پر ثابت قدم　　　استقامت پختگی ہر لحہ ہر آں دے مجھے

عزم دے ایسا پہاڑوں سے بھی جا ٹکراؤں میں　　　قوت حیدرؓ دے مجھ کو جذب سلیماں دے مجھے

مشعل راہِ ہدایت اسوۂ فاروقؓ ہو　　　عشق نبیؐ جذبۂ صدیقؓ و عثماںؓ دے مجھے

راہ خدمت میں ہی مر مٹنے کی ہے بس آرزو　　　اے مرے اللہ تو اسباب و ساماں دے مجھے

تجھ کو پا کر اے خدا پاؤں حیات جاوداں　　　جو خزاں نا آشنا ہو وہ گلستاں دے مجھے

بحر ظلمت میں بنے میرے لیے جو خضر راہ　　　غیب سے کوئی مرد مسلماں دے مجھے

قلب دے ایسا جو تیری یاد میں پگھل جائے خوف سے اپنے الٰہی چشم گریاں دے مجھے
کر مجھے یا رب غنائے ظاہر و باطن عطا تندرستی اے طبیب درد مندا دے مجھے
اہل بدعت اور بدکاروں کی صحبت سے بچا یا الٰہی الفت پرہیز گاراں دے مجھے
کام میرا زندگی بھر خدمت قرآن ہو فہم قرآں دے خدایا نور عرفاں دے مجھے

راز و احقر کو عطا کر اے خدا اپنی رضا
استقامت تا دم آخر اے رحماں دے مجھے

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
وہ حاضر و ناظر قادر مطلق وارد محشر قاہر برحق
عالم کی ضیا وہ نور فلق سب سے نرالا ہے غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
سب کا مالک سب کا خالق سب کا حاکم سب کا رازق
سب سے لائق سب سے فائق دنیا اس کے کُنْ سے بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
ہاتھ پساریں کس کے آگے سب غوث و قطب محتاج اس کے
لینا دینا اس کے قبضے اس نے ہی بنائی جس کی بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اس کو منائیں سب من جائیں اس سے چھٹیں سب سے چھٹ جائیں
پھر کیوں نہ اسی کو اپنائیں سنتا ہے جو ہر دم بات اپنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

جب حکم قضا آ جائے گا
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
وہ ہی مارے وہ ہی جلائے وہ ہی کھلائے وہ ہی پلائے
وہ ہی جگائے وہ ہی سلائے ہے اس سے بڑا پھر کون دھنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
کوئی بھی نہیں اس کا ہم سر ہو پیر و ولی یا پیغمبر
سب شاہ و گدا اس کے چاکر پھر کیوں نہ ہو اس سے حسن ظنی

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ   اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
جس کو چاہے عزت دے دے   جس کو چاہے ذلت دے دے
صورت دے دے سیرت دے دے   کوئی نہیں اس سے مُسْتَغْنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ   اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
نوح کا بیڑا پار لگایا   آگ کو بھی گلزار بنایا
فخر جہاں سردار بنایا   تقدیر شکستہ اپنی بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ   اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

دو چار دنوں کا ڈیرا ہے   یہ دنیا ایک بکھیڑا ہے
انسان کو طمع نے گھیرا ہے   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
یہ زندگی آنی جانی ہے   یہ دنیا دار فانی ہے
بے کار کی آنا کافی ہے   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
اس دنیا میں جو آئے گا   کچھ روز ٹھہر کے جائے گا
یہ جھگڑا کام نہ آئے گا   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
قارون گیا دولت نہ گئی   دارا بھی گیا حشمت نہ گئی
انسان کی مگر خصلت نہ گئی   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
زر زور زمیں، زن زیور سب   ہیں باعث قتل و جنگ و غضب
دنیا کے ہر ایک جھگڑے کا سبب   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
جب روح جدا ہوگئی تن سے   واپس نہیں آسکتی دھن سے
پھر کیوں یہ تپسیا ہے من سے   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
دولت کا شوق ہے حرص آگیں   مہر نیک نہیں تو بد بھی نہیں
اتنا نہ مگر بڑھ جائے کہیں   یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
عدم سے بشر آئے گا ایک دن   زمانہ کہے گا اے نیک دن
لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی کے دن   محبت کے دن بے گناہی کے دن

خوشی ان دنوں نور برسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش کرنے شباب   رہے گا خیال شراب و کباب
کبھی جوش مستی کبھی نوش خراب   نہ فکر ثواب و نہ خوف عذاب

گھٹا دل پہ پندار کی چھائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

سپاہی جواں مرد کہلائے گا　　لڑائی میں زخم گراں کھائے گا
غش آئے گا سیروں لہو جائے گا　　کراہے گا تڑپے گا چلائے گا
فضا بوند پانی کو ترسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام　　بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام
رہے گی نہ شہرت بھی اس کی مدام　　کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام
یہ شہرت نیا رنگ چمکائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

زمانہ کرے گا جواں کو ادھیڑ　　توانائی کا ہوگا پژمردہ پیڑ
لگائے گا اسپ جوانی کو ایڑ　　نقاہت کرے گی قواؤں سے چھیڑ
طبیعت اس آفت سے گھبرائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب　　نہ ہوگی دلیری نہ ہو گا شباب
ضعیفی کرے گی کل اعضا خراب　　یہاں تک کہ جینا بھی ہو گا عذاب
اجل چیل سی سر پر منڈ لائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

مرض موت کا جب اٹھائے گا سر　　دوا کر کے ہاریں گے کل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سربسر　　بن آئے گی بیمار کی جان پر
بڑی سختیاں نزغ دکھلائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

﴿۱۳۱﴾ صحت کا فارمولہ

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی　　تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی　　تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
بنے گر خون کم، بلغم زیادہ　　تو کھا گاجر، چنے ، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا　　اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

جگر میں ہو اگر گرمی وہی کھا اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
زیادہ گر دماغی ہے ترا کام تو کھا لے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس مربا آملہ کھا اور اناس
جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بیکل تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ
تو دو ایک وقت کا کر لے تو فاقہ

﴿۱۳۲﴾ حمد باری تعالیٰ

تیری ذات پاک ہے اے خدا تیری شان جل جلالہٗ
نہیں کوئی تجھ سا بھی دوسرا تیری شان جل جلالہٗ
تو خدا غریب و امیر کا تو سہارا شاہ و فقیر کا
تو ہے ساری دنیا کا آسرا تیری شان جل جلالہٗ
جسے چاہے تو وہ جلیل ہو جسے چاہے تو وہ ذلیل ہو
کرے کون تجھ سے مقابلہ تیری شان جل جلالہٗ
کرے کون ظاہر جو بیاں تو سبھوں کی بھرتا ہے جھولیاں
ہے مجھے بھی تیرا ہی آسرا تیری شان جل جلالہٗ
جسے چاہے زندہ اٹھائے تو جسے چاہے مردہ اٹھائے تو
تیرے ہاتھ میں ہے فنا بقا
تیری شان جل جلالہٗ

﴿۱۳۳﴾ مناجات

اے خالق ارض سما اے مالک روز جزا
تو ابتدا، تو انتہا کوئی نہیں تیرے سوا
سب کا تو ہی حاجت روا مشکل میں تو مشکل کشا
کرتے ہیں تجھ سے التجا سن لے ہماری بھی دعا
جو راہ سیدھی ہو دکھا رستے صحیح ہم کو چلا
کر علم کی دولت عطا عزت عطا، شہرت عطا
رکھ ہر برائی سے پرے جب ہے بھلائی میں بھلا

لے کام بھی ہم سے وہی جس میں ہو بس تیری رضا
کر سرخ رو دنیا میں بھی عقبٰی کے بھی قابل بنا
ہر اک کا بیڑا پار کر
سب کو ٹھکانے سے لگا

﴿۱۳۴﴾ ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے حفاظت کا نسخہ

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی، قرض، دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت میں اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے یہ دعا پڑھی جائے تو کبھی کبھی تو شام تک نتیجہ سامنے آجاتا ہے اور کبھی اللہ کے چاہنے سے تھوڑا انتظار کرنا پڑسکتا ہے لیکن تاثیر الحمدللہ اپنے وقت پر اثر دکھا کر رہتی ہے۔
دعا کے وقت صرف عربی متن ہی پڑھیں۔ ترجمہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ سکے کہ کیا کچھ پڑھ رہا ہے۔

﴿۱۳۵﴾ سولہ (16) آیاتِ حفاظت

﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴾
﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴾

① ﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)
ترجمہ: ”اور ان سب کی حفاظت کرنے میں کبھی تھکتا نہیں، وہ بہت عالی شان اور عظیم الشان ہے۔“

② ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾ (سورۂ یوسف: ۶۴)
ترجمہ: ”بہتر حفاظت کرنے والا تو بس اللہ ہی ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔“

③ ﴿وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○﴾ (سورۂ صٰفٰت: ۷)
ترجمہ: ”اور آسمان کو ہم نے ہر مردود شیطان کے شر سے محفوظ کر دیا۔“

④ ﴿وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○﴾ (سورۂ حم السجدہ: ۱۲)
ترجمہ: ”اور مکمل حفاظت ہے۔ یہ اندازہ باندھا ہوا ہے غالب علم والے کا۔“

⑤ ﴿وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ الرَّجِيْمٍ ○﴾ (سورۂ حجر: ۱۷)
ترجمہ: ”اور آسمان کی حفاظت کے لیے ہم نے ہر شیطان مردود پر انگاروں کا پتھراؤ جاری کر دیا۔“

⑥ ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○﴾ (سورۂ طارق: ۴)
ترجمہ: ”ایسی کوئی بھی جان نہیں ہے کہ اس پر محافظ مقرر نہ ہو۔“

⑦ ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ○﴾ (سورۂ بروج: ۲۱-۲۲)
ترجمہ: ”بلکہ یہ تو وہ قرآن ہے جو بڑی شان والا ہے جیسا لوح محفوظ میں تھا ویسا ہی یہاں آیا ہے۔“

⑧ ﴿وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ○﴾ (سورۂ انعام: ۶۱)
ترجمہ: ”اور اللہ تم پر حفاظت کرنے والے پہریدار بھیجتا ہے۔“

⑨ ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○﴾ (سورۂ ہود: ۵۷)

ترجمہ: ''بے شک میرا رب ہر چیز پر خود ہی نگہبان اور حفاظت فرمانے والا ہے۔''

⑩ ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۝﴾ (سورۂ رعد:۱۱)

ترجمہ: ''اللہ نے ہر شخص کے آگے پیچھے لگے ہوئے چوکیدار مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے حکم سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔''

⑪ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (سورۂ حجر:۹)

ترجمہ: ''بے شک اس نصیحت نامہ کو ہم نے نازل فرمایا ہے اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کریں گے۔''

⑫ ﴿وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝﴾ (سورۂ انبیاء:۸۲)

ترجمہ: ''اور ان سب کے لیے حفاظت کرنے والے ہم تھے۔''

⑬ ﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝﴾ (سورۂ سبا:۲۱)

ترجمہ: ''اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے۔''

⑭ ﴿اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝﴾ (سورۂ شوریٰ:٦)

ترجمہ: ''ان کی حفاظت صرف اللہ کرتا ہے ان کی نگرانی کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں۔''

⑮ ﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝﴾ (سورۂ ق:۴)

ترجمہ: ''ہمارے پاس حفاظت کا دستور لکھا ہوا موجود ہے۔''

⑯ ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝﴾ (سورۂ انفطار:۱۰)

ترجمہ: ''اور بے شک تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں۔''

﴿۱۳۶﴾ مرض سے شفایابی کی دعا

ایسا مرض جس سے طبیب بھی عاجز آ چکے ہوں تو اس کے لیے بڑی آسان ترکیب ہے اول و آخر 17.17 مرتبہ آیۃ الکرسی (کل 85 مرتبہ) پانی پر دم کر کے مریض یا مریضہ کو پلائیں۔ ان شاء اللہ بحکم ربی جلد یا دیر افاقہ ہوگا۔

﴿۱۳۷﴾ گھر والوں میں اتفاق پیدا کرنے کا نسخہ

اگر آپس میں گھر والوں میں نا اتفاقی ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سات مرتبہ پڑھ کر کھانے پر دم کر کے سب کھالیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی۔

﴿۱۳۸﴾ ممکن نہیں

① جیسی صحبت میں بیٹھے ویسا نہ بنے۔
② ہر کام میں جلدی کرے اور نقصان نہ اٹھائے۔
③ ہمت اور استقلال کو شعار بنائے اور مراد کو پہنچے۔
④ عورتوں کی صحبت میں بیٹھے اور رسوا نہ ہو۔
⑤ دوسروں کے جھگڑوں میں پڑتا پھرے اور آفت میں نہ پھنسے۔
⑥ دنیا سے دل لگائے اور پشیمان نہ ہو۔
⑦ زیادہ باتیں کرے اور کوفت نہ اٹھائے۔

﴿۱۳۹﴾ بھروسہ نہیں

① ابر کے سایہ کا۔
② غیر عورت کی محبت کا۔
③ خوشامدی کی تعریف کا۔
④ غرض مند کی دوستی کا۔
⑤ جواری کی مالداری کا۔
⑥ کھانے پینے کے یاروں کا۔
⑦ تندرستی اور زندگی کا

﴿۱۴۰﴾ مت کھا

① زیادہ۔
② ہر کسی کے سامنے۔
③ بازار میں کھڑے ہوکر۔
④ بغیر خوب بھوک کے۔
⑤ بات بات پر قسم۔
⑥ بخیل کے یہاں دعوت۔
⑦ حرام مال۔

﴿۱۴۱﴾ آتی ہے

① محبت و دیانت اور کفایت شعاری سے دولت۔
② بے ادبی کرنے سے بدنصیبی۔
③ فضول خرچی سے مفلسی۔
④ بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے عقل۔
⑤ غیبت کرنے اور سننے سے بیماری۔
⑥ مصیبت و تکلیف میں صبر کرنے اور شکوہ نہ کرنے سے راحت۔
⑦ یتیم، بیوہ اور وقف کا مال ناحق کھانے سے بربادی۔

﴿۱۴۲﴾ شکست کھالے

① علم و ہنر کے اظہار میں استاد سے۔
② زبان چلانے میں عورت سے۔
③ اونچی آواز سے بولنے میں گدھے سے۔
④ بحث کرنے میں جاہل سے۔
⑤ کھانے پینے میں ساتھی سے۔
⑥ مال خرچ کرنے میں شیخی خور سے۔
⑦ لڑائی میں بیوی سے۔

﴿۱۴۳﴾ قبول کرلے

① بھائی کا عذر چاہے دل نہ مانے۔
② نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو۔
③ دوست کا ہدیہ چاہے حقیر ہو۔
④ اپنی غلطی چاہے ذلت ہو۔
⑤ غریب کی دعوت چاہے تکلیف ہو۔
⑥ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو۔
⑦ بیوی کی محبت چاہے بدصورت ہو۔

﴿۱۴۴﴾ نیکی اور شرافت

① اہل و عیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔
② مخفی قرض اور حق کو ادا کردینا۔
③ برائی پانے کے باوجود رشتہ داروں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے رہنا۔

④ جہاں کوئی نہ کہہ سکے اور ضرورت ہو وہاں حق بات کہہ دینا۔ ⑤ کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔
⑥ قابو پا کر معاف کر دینا۔

﴿۱۴۵﴾ شکایت مت کر

① اپنی قسمت کی اور زمانہ کی۔
② اپنے ذاتی مکان کی تنگی کی۔
③ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی۔
④ کبھی بھول کر بھی ماں، باپ اور استاد کی۔
⑤ غیر کے سامنے اپنے دوست کی۔
⑥ بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی۔
⑦ رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی۔

﴿۱۴۶﴾ منتظر رہے

① زیادہ کھانے والا بیماری کا۔
② اوباش یاروں والا بربادی کا۔
③ چغل خوری کرنے والا ذلت وخواری کا۔
④ خسر وساس سے برابر برتاؤ کرنے والا اپنے داماد کا۔
⑤ ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی اور مفلسی کا۔
⑥ ظلم کرنے والا اپنی ہلاکت کا۔
⑦ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والا خدا کے قہر وعذاب کا۔

﴿۱۴۷﴾ بہتر ہے

① بدکار اور برے آدمی کی صحبت سے سانپ کی صحبت۔
② جھگڑا مول لینے سے غم کھانا۔
③ بے غیرتی کی زندگی سے عزت کی موت۔
④ بے موقع بولنے کی عادت سے گونگا ہوجانا۔
⑤ چھچھورے آدمی کی مدد اور ہدیہ سے فاقہ۔
⑥ حرام مال کی مالداری سے مفلسی۔
⑦ خوف وذلت کے حلوے سے آزادی کی خشک روٹی۔

﴿۱۴۸﴾ دور بھاگ

① تہمت کی جگہ سے۔ ② جھگڑے اور مقدمہ بازی سے۔ ③ سمدھیانہ کے پڑوس سے۔
④ غیبت کے کرنے اور سننے سے۔ ⑤ فحش ناولوں اور رسالوں سے۔ ⑥ نشہ بازوں سے۔
⑦ بری صحبت سے۔

﴿۱۴۹﴾ آزمایا جاتا ہے

① بہادر مقابلے کے وقت۔
② مستقل مزاج مصیبت کے وقت۔
③ امانت دار مفلسی کے وقت۔
④ عورت کی محبت کو فاقہ کے وقت۔
⑤ دوست ضرورت کے وقت۔
⑥ شریف معاملہ ٹوٹنے کے وقت۔
⑦ بردبار غصہ کے وقت۔

﴿۱۵۰﴾ ظاہر مت کر

① کسی کا عیب۔ ② دل کا بھید۔ ③ سفر کرنے کی سمت۔ ④ اپنی تجارت کا فائدہ اور نقصان۔
⑤ امانت کی بات۔ ⑥ پوری طاقت۔ ⑦ زیادہ ضرورت۔

﴿۱۵۱﴾ آٹھ آدمیوں پر تعجب ہے!

① تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو اور پھر بھی ہنسے۔
② تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ یہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔
③ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔
④ تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔
⑤ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔
⑥ تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر بھی کسی اور کا ذکر کرے۔
⑦ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر بھی کسی چیز میں راحت پائے۔
⑧ تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اسی کی اطاعت کرے۔

﴿۱۵۲﴾ کھانے کی کچھ سنتیں

① دستر خوان بچھانا۔ ② دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔
③ کلی کرنا ضروری نہیں لیکن اگر کوئی منہ کی صفائی کے لیے کرنا چاہے تو منع نہیں ہے البتہ حالت جنابت میں کلی کے بغیر کھانا مکروہ ہے۔
④ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا۔ ⑤ داہنے ہاتھ سے کھانا۔
⑥ کھانے کی مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ بزرگ اور بڑا ہو اس سے کھانا شروع کرانا۔
⑦ کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا۔ ⑧ اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھانا۔
⑨ ٹیک لگا کر نہ کھانا۔ ⑩ کھانے میں کوئی عیب نہ نکالنا۔
⑪ جوتا اتار کر کھانا۔
⑫ کھانے کے وقت اکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہو۔ یا ایک گھٹنا کھڑا ہو اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر اس پر بیٹھے یا دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر قعدہ کی طرح آگے کی طرف ذرا جھک کر بیٹھے۔
⑬ کھانے کے بعد تین پیالہ و پلیٹ کو اچھی طرح انگلی سے صاف کر لینا، کیونکہ برتن بھی اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔
(مشکوٰۃ)

⑭ کھانے کے بعد کی دعا پڑھنا:
" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ "
ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔''

⑮ پہلے دستر خوان اٹھوانا اور پھر خود اٹھنا۔ ⑯ دونوں ہاتھ دھونا۔ ⑰ کلی کرنا۔

⑱ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یوں پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ

⑲ جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو میزبان کو یہ دعا پڑھے:

﴿۱۵۳﴾ افکارِ عالیہ۔ اللہ کا ذکر ہر حال میں

جب کوئی بھی کام شروع کرے تو کہے	بِسْمِ اللّٰہِ
جب کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے تو کہے	اِنْ شَآءَ اللّٰہُ
جب کسی چیز میں موجود خوبی کی تعریف کرے تو کہے	سُبْحَانَ اللّٰہ
جب کوئی دکھ تکلیف پیش آئے تو کہے	یَآ اَللّٰہُ
جب کسی چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے تو کہے	مَاشَآءَ اللّٰہُ
جب کسی کا شکریہ ادا کرے تو کہے	جَزَاکَ اللّٰہُ
جب نیند سے بیدار ہو تو کہے	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
جب چھینک آئے تو کہے	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
جب کسی دوسرے کو چھینکتا ہوا دیکھے تو کہے	یَرْحَمُکَ اللّٰہُ
جانے انجانے میں کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کہے	اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ
جب کسی کو کچھ خیرات کرے تو کہے	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
جب کسی کو رخصت کرے تو کہے	فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ
جب کوئی مصیبت یا مشکل درپیش ہو تو کہے	تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ
جب کوئی ناپسندیدہ، نازیبا کلمات سے یا کہے ہوں تو کہے	نَعُوْذُ بِاللّٰہِ
جب کوئی دل پسند بات کہے یا سنے تو کہے	فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ
جب دعا میں شریک ہو تو کہے	آمِیْن
جب کسی کی موت کی خبر ملے تو کہے	اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

﴿۱۵۴﴾ امت مسلمہ سے قرآن کی شکایت ہے کہ

① آپ نے قرآن کا حق ادا نہیں کیا، اس سے غفلت برتی۔

② آپ کے گھر سے فحش گانوں کی آواز تو آتی ہے مگر قرآن کی تلاوت کی نہیں۔

③ آپ نے اسے جزادانوں اور طاقتوں میں سجایا مگر زندگیوں میں نہیں اتارا۔

④ آپ کے پاس کیبل ٹی وی اور فلمیں دیکھنے، ریڈیو سننے، ٹیپ ریکارڈ سننے، میوزک سننے، ناول، گندے فلمی رسالوں کے پڑھنے کے لیے وقت ہے لیکن قرآن کی تلاوت پر مبنی کتابوں کے مطالعے کے لیے وقت نہیں۔

﴿۱۵۵﴾ عجیب قصہ

بادشاہ کی بیوی نے بادشاہ سے کہا تو جہنمی ہے، بادشاہ نے کہا اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے تین طلاق، اب یہ بیوی حلال ہے یا حرام؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور فقیہ کے دور کا واقعہ ہے کہ اس وقت کا بادشاہ اپنی بیوی کے ساتھ تخلیہ میں تھا۔ اس کی بیوی کسی وجہ سے اس سے ناراض تھی، بادشاہ چاہتا کہ محبت و پیار میں وقت گزاریں اور بیوی جلی بیٹھی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ اس کی شکل ایک آنکھ بھی نہ دیکھوں۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ جب بہت دیر گزر گئی تو بادشاہ نے محبت میں کچھ اور بات کر دی۔ جب بادشاہ نے بات کر دی تو بیوی نے کہا، جہنمی دفعہ ہو یہاں سے۔ جب بیوی نے اتنی بڑی بات کہہ دی تو بادشاہ کو بھی غصہ آ گیا، چنانچہ کہنے لگا، اچھا اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے بھی تین طلاق۔ اب بادشاہ نے بات تو کہہ دی، مگر وہ دونوں پوری رات متفکر رہے کہ آیا طلاق ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

خیر صبح اٹھے تو ان کے دماغ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتویٰ لینے کے لیے متفکر ہو گئے۔ کسی مقامی عالم کے پاس پہنچے اور ان کو پوری صورت حال بتائی اور کہا کہ بتائیں کہ طلاق واقع بھی ہوئی یا نہیں کیونکہ مشروط تھی، انہوں نے کہا، میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا کیونکہ میں نہیں جانتا کہ تم جہنمی ہو یا نہیں۔ کئی اور علماء سے بھی پوچھا گیا مگر ان سب نے کہا کہ ہم اس کا فتویٰ نہیں دے سکتے کیونکہ بات مشروط ہے۔

بادشاہ چاہتا تھا کہ اس قدر خوبصورت اور اچھی بیوی مجھ سے جدا نہ ہو۔ مگر مسئلہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اب حلال بھی ہے یا نہیں، چنانچہ بڑا مسئلہ بنا۔ بلکہ بادشاہ کا مسئلہ تو اور زیادہ پھیلتا ہے۔ بالآخر ایک فقیہ کو بلایا گیا اور ان سے عرض کیا گیا کہ آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جواب تو دوں گا مگر اس کے لیے مجھے بادشاہ سے تنہائی میں کچھ پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پوچھیں۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ سے علیحدگی میں پوچھا کہ کیا آپ کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہے کہ آپ اس وقت گناہ کرنے پر قادر ہوں مگر آپ نے اللہ کے خوف سے وہ کبیرہ گناہ چھوڑ دیا ہو۔

بادشاہ سوچنے لگا، کچھ دیر کے بعد اس نے کہا، ہاں! ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ پوچھا، وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا، ایک مرتبہ جب میں آرام کے لے، دوپہر کے وقت اپنے کمرے میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محل میں کام کرنے والی لڑکیوں میں سے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی میرے کمرے میں کچھ چیزیں سنوار رہی تھی۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو میں نے اس لڑکی کو کمرے میں اکیلے پایا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میرا خیال برائی کی طرف چلا گیا، چنانچہ میں نے دروازے کی کنڈی لگا دی اور اس کی طرف آگے بڑھا۔ وہ لڑکی ایک نیک عفیفہ اور پاکدامنہ تھی۔ اس نے جیسے ہی دیکھا کہ بادشاہ نے کنڈی لگا لی ہے اور میری طرف خاص نظر کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہے تو وہ فوراً گھبرا گئی، جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ کہنے لگی یَا مَالِکُ اِتَّقِ اللّٰہَ اے بادشاہ! اللہ سے ڈرو۔ جب اس نے یہ الفاظ کہے تو اللہ کا نام سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اللہ کا جلال میرے اوپر غالب آ گیا۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی سے کہا، اچھا، چلی جا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اسے کمرے سے بھیج دیا۔ اگر میں گناہ کرنا چاہتا تو اس وقت لڑکی سے گناہ کر سکتا تھا، مجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا مگر اللہ کے جلال، عظمت اور خوف کی وجہ سے میں نے اس لڑکی کو بھیج دیا اور گناہ سے باز آیا۔

اس فقیہ نے فرمایا کہ اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور تیری طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔

اب دوسرے علماء نے کہا، جناب! آپ کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جناب! میں نے اپنی طرف سے فتویٰ نہیں دیا بلکہ یہ فتویٰ تو قرآن دے رہا ہے۔ وہ حیران ہو گئے کہ قرآن نے فتویٰ کہاں دیا۔ انہوں نے جواب میں قرآن کی آیت پڑھی:

﴿ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ (سورۂ نزعت: ۴۰۔۴۱)

ترجمہ: ''جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات میں پڑنے سے بچالیا تو ایسے بندے کا ٹھکانہ جنت ہو گی۔''

پھر انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا، چونکہ تم نے اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ کو چھوڑا تھا اس لیے میں لکھ کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معیت کا یہ استحضار نصیب فرمادیں، ہمیں گناہوں کی لذت سے محفوظ فرمادیں اور بقیہ زندگی گناہوں سے پاک ہو کر گزارنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ (آمین ثم آمین)

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے سبھی پر یکساں ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

﴿۱۵۶﴾ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن اپنی اصلی صورت پر باقی ہے

ایک دینی عالمگیر کو بیرون ملک میں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کا موقع ملا جہاں عیسائیوں کا پادری بھی بیٹھا ہوتا تھا، یہودیوں کا ربائی بھی ہوتا تھا اور ہندوؤں کا پنڈت بھی ہوتا تھا، گویا مختلف مذاہب کے عالم ہوتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرنی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عیسائی نے پوچھا کہ آئندہ جب ہماری محفل ہوگی تو ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ ان عالم صاحب نے کہا کہ ہر ہر مذہب والے کے پاس جو ''اللہ کا کلام'' ہے اس کی تلاوت کرنی چاہیے اور پڑھ کر سمجھانا بھی چاہیے کہ اس کا خلاصہ کیا ہے۔ اس بات پر سب آمادہ ہو گئے۔

چنانچہ جب اگلی دفعہ پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے ان عالم سے کہا کہ آپ ہی ابتداء کریں۔ اس مولانا نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کا خلاصہ بھی انہیں سمجھایا کیونکہ یہ فاتحۃ الکتاب ہے۔ مولانا کے بعد عیسائی کی باری تھی۔ اس نے بائبل پڑھنی شروع کی، جب اس نے بائبل پڑھی تو مولانا نے اس سے کہا کہ مجھے ایک بات کی وضاحت مطلوب ہے۔ وہ کہنے لگا، کیا وضاحت مطلوب ہے؟ مولانا نے کہا، آپ بائبل کس زبان میں پڑھ رہے ہیں؟ کہنے لگا، انگریزی زبان میں۔ مولانا نے کہا، آپ اللہ کا کلام پڑھیں، اللہ کا کلام انگریزی زبان میں تو نازل نہیں ہوا تھا، چونکہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہر مذہب والے کے پاس جو اللہ کا کلام ہے وہ پڑھیں گے اس لیے آپ اللہ کا کلام پڑھیں۔ وہ کہنے لگا، جی وہ تو ہمارے پاس نہیں ہے، ہمارے پاس تو فقط اس کا انگلش ترجمہ ہے جو کہ انسانوں کے الفاظ ہیں۔ آگے یہودی بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ پھر تو ہمارے پاس بھی اللہ کا کلام نہیں ہے۔ مولانا نے پوچھا، کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ جس زبان میں ہماری یہ کتاب نازل ہوئی آج وہ زبان بھی دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے، اس زبان کو پڑھنے اور سمجھنے والے ہی موجود نہیں تو وہ کتاب کیسے پڑھیں؟

بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ پوری دنیا کے ادیان میں سے صرف دین اسلام والے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اللہ رب العزت کا کلام اصل شکل میں آج تک موجود ہے۔ جب مولانا نے انہیں بتایا کہ اس کتاب کے ہمارے ہاں حافظ بھی موجود ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ مولانا نے کہا کہ آپ کی کتاب کے کسی ایک صفحہ کا کوئی حافظ ہو تو مجھے دکھائیں۔ اول تو کتاب ہی محفوظ نہیں اور جو کچھ موجود ہے اس کے ایک صفحہ کا بھی کوئی حافظ نہیں۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے دین اسلام ہی کو بخشا ہے ؎

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پہ نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

﴿۱۵۷﴾ ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے...... طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے

بدنگاہی کے مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دنیا و دین دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، آج کل اس مرض روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جا رہے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کے بعض مضرات اور ان سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر

کردیا جائے، تاکہ اس کے مضرات سے حفاظت کی جاسکے، چنانچہ حسب ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بسہولت ہو سکے گی۔

① جس وقت مستورات کا گزر ہو، اہتمام سے نگاہ نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو۔

جیسا کہ اس پر عارف ہندی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے اس طور پر تنبیہ فرمائی ہے:

دین کا دیکھ ہے خطر، اٹھنے نہ پائے ہاں نظر — کوئے بتاں میں اگر جائے تو سر جھکائے جا

② اگر نگاہ، اٹھ جائے، کسی پر پڑ جائے تو فوراً نگاہ نیچی کر لینا، خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

③ یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں لذت کا اندیشہ ہے، طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے، آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

④ بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار کرنے کا معمول بنالینا چاہیے۔

⑤ یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے، حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے، باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

⑥ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان، میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

⑦ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر، شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

﴿۱۵۸﴾ میرا دل صاف ہے، میری نظر پاک ہے یہ جملہ کہنا عام طور سے شیطان کا دھوکا ہوتا ہے

''کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ...... الخ''، یہ بہترین امت تھی جو تمام کائنات کے لیے بھلائی پھیلانے اور برائی سے روکنے کے لیے پیدا کی گئی تھی، لیکن وہی امت آج خود ہی جرائم کی عادی ہو رہی ہے

تو نہیں ہے اس جہاں میں منہ چھپانے کے لیے — تو نمونہ بن کے آیا ہے زمانے کے لیے
تو نہیں ہے وقت غفلت میں گنوانے کے لیے — تو ہے دنیا بھر کے سوتوں کو جگانے کے لیے

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی کے مفاسد کو اہل فتاویٰ سے پوچھیے۔ ایک عورت نے خط لکھا کہ میری بہن بے پردہ آتی جاتی تھی، میرے شوہر کا دل اس پر آیا، مجھے بھنگن کی طرح ذلیل رکھتا ہے، کوئی تعویذ دیجیے۔ بعض لوگ دل صاف اور نظر پاک یا نظر صاف اور دل پاک کا بہانہ کرتے ہیں، ان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل اور ان کی نظر کے بارے میں کیا خیال ہے، کہنے لگے، ارے صاحب کیا کہنا ہے ان کا دل تو پاک اور نظر بھی پاک تھی۔ میں نے کہا پھر حضور ﷺ نے ان کو کیوں حکم دیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! پہلی اچانک نظر معاف ہے، مگر خبردار دوسری نظر مت ڈالنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کی نظر اور آپ لوگوں کا دل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاف اور پاک ہے۔ دیکھیے اگر بجلی کا تار ننگا ہو اور پاور ہاؤس سے اس وقت بجلی نہ آ رہی ہو تو بھی اس کو عقلمند نہیں چھوتے، اور کہتے ہیں کہ ارے بھائی پاور ہاؤس سے بجلی آنے میں دیر تھوڑا ہی لگتی ہے۔ بس یہی حال نظر کا ہے، ابھی پاک ہے مگر اسی نامحرم سے جس سے نظر ابھی پاک ہے ذرا تنہائی ہو تو ناپاک ہونے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگتی۔ جنہوں نے اپنے نفس پر بھروسہ کیا عمر بھر کا تقویٰ اور دین ذرا سی دیر میں غارت ہو گیا۔

﴿۱۵۹﴾ انگوٹھی پر تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعض سلام عرض ہے کہ مجھے انگوٹھی کے بارے میں کچھ سوالات کرنے ہیں، برائے کرم تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

سوال انگوٹھی پر بعض مرتبہ ذکر اللہ یا حکمت کا کلام یا نا یا دیگر تعویذات مثلاً مقطعات قرآنیہ اور دیگر کلمات یا دعائیں وغیرہ لکھنا اور پہننا

درست ہے؟

جواب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی چاندی کی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا۔ (بخاری، صفحہ ۸۷۳)
ابوالشیخ کی ایک روایت بواسطہ انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ کی انگوٹھی پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کندہ تھا۔ (فتح الباری، جلد۱۰ صفحہ ۳۲۹)
اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی کے نگینہ پر ذکر اللہ وغیرہ کندہ کرانا درست ہے۔ چنانچہ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی انگوٹھیوں پر کندہ کرانا منقول ہے۔ دیکھئے:

(۱) حضرت حذیفہ و حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما کی انگوٹھیوں پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔
(۲) حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر بِسْمِ اللّٰهِ۔
(۳) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ۔
(۴) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر باللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۲۸)
(۵) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر نعم القادر اللّٰه لکھا تھا۔ (طحاوی: صفحہ ۳۵۴)
(۶) حضرت عبداللہ بن عمرو قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر نعم القادر اللّٰه کندہ تھا۔
(۷) ابن سیرین نے کہا کہ انگوٹھیوں پر حَسْبِیَ اللّٰهُ کا نقش ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ (جمع الوسائل: صفحہ ۱۸۴)
(۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تھا۔
(۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔
(۱۰) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر لَتَصْبِرَنَّ اَوْ لَتَنْدَمَنَّ۔
(۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ۔
(۱۲) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر قُلِ الْخَيْرَ وَاِلَّا فَاسْكُتْ۔
(۱۳) حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ عَمِلَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ نَدِمَ۔
(۱۴) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ۔
(۱۵) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ۔
(۱۶) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر از گروہ اولیاء اشرف علی۔ (اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ انگوٹھی پر اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام کندہ کرانا اور پہننا جائز ہے۔ علامہ نووی نے بھی جمہور کا قول جواز کا لکھا ہے۔ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ کراہت استنجاء وغیرہ کی صورت میں بے احتیاطی سی ہوسکتی ہے۔ ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ (جلد۱۰، صفحہ ۳۲۸) ویسے اس قسم کی انگوٹھیوں کو پاخانہ پیشاب سے پہلے اتار لینا چاہیے جیسا کہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض انگوٹھیوں پر جو تعویذات لکھے ہوتے ہیں جیسا کہ سوال مذکورہ میں آپ نے بتایا (مقطعات قرآنیہ یا اور دیگر کلمات یا دعائیں) تو ان کا پہننا درست ہے ان کو ممنوع قرار دینا مطلقاً درست نہیں نہ اس میں کوئی قباحت ہے، البتہ بے ادبی سے بچانا لازم ہے۔ (شمائل کبریٰ، جلد۲ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳)

سوال پیتل اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب مذکورہ آلات کی انگوٹھیاں پہننا ممنوع ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم میں بت کی بو پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے پھینک دیا۔ پھر آیا اور اس کے پاس لوہے کی انگوٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے بھی پھینک دیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ، سونا نہ شامل کرنا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو کراہت محسوس کی، انہوں نے اتاردی، پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے بھی پھینک دیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ، سونا نہ شامل کرنا۔ (ابوداؤد: صفحہ ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو کراہت محسوس کی، انہوں نے اتاردی۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو اور زیادہ خبیث ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بھی اتاردیا اور چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ (عمدۃ القاری: جلد ۲۲، صفحہ ۳۳)

فائدہ: قاضی خاں نے لکھا ہے کہ چاندی کے علاوہ کوئی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی بھی مکروہ ہے۔ کہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (جمع، صفحہ ۱۴۸)

بعض لوگ اسٹیل کی خوشنما انگوٹھی پہنتے ہیں۔ درست نہیں۔ چاندی کے علاوہ کی انگوٹھی مطلقاً ناجائز ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ پتیل، لوہا اور رصاص (سیسہ دھات) سب مطلقاً حرام ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۷، شمائل کبریٰ: جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

سوال عقیق، یاقوت وغیرہ پتھروں کی انگوٹھیاں بنا کر پہن سکتے ہیں۔

جواب عقیق، یاقوت وغیرہ پتھر انگوٹھی میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول پاک سے نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عقیق کی انگوٹھی بنائے گا وہ ہمیشہ بھلائی پائے گا۔

(مجمع الزوائد: جلد ۵ صفحہ ۱۵۷، عن الطبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاندان جعفر سے کوئی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اے اللہ کے رسول آپ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو چپل یا جوتا اور انگوٹھی خرید دے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا، بازار چلے جا، چپل خریدلو مگر کالا نہ ہو۔ انگوٹھی خریدلو جس کا نگینہ عقیق کا ہو۔ (مجمع، صفحہ ۱۵۸)

فائدہ: ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ حفاظ نے حدیث مذکورہ کو غیر ثابت مانا ہے۔ جمع الوسائل میں ہے کہ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ زرد یاقوت کا نگینہ طاعون سے روکتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۹) ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ سے عقیق کی انگوٹھی پہننا ثابت ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے کہ چاندی اور عقیق کا نگینہ سنت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو، یہ مبارک پتھر ہے اس جیسا کوئی پتھر نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔ (جمع الوسائل: صفحہ ۱۴۰)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک انگوٹھی یاقوت پتھر کی تھی۔ قوتِ قلب کے لیے جس پر لا الٰہ الا اللہ الحق المبین لکھا تھا۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

﴿۱۶۰﴾ پاخانہ جاتے وقت تعویذ والی انگوٹھی نکال لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔ (نسائی، جلد ۲ صفحہ ۲۸۹، ابن حبان)

فائدہ: اگر انگوٹھی میں کچھ لکھا ہو تو بیت الخلاء سے قبل اسے اتار دے۔ آپ ﷺ کی انگوٹھی میں چونکہ کلمہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس احترام کی وجہ سے آپ ﷺ اتار دیتے تھے۔ (حاشیہ نسائی: صفحہ ۲۸۹)

﴿۱۶۱﴾ چودہ (14) عیوب عام طور پر ماؤں بہنوں میں پائے جاتے ہیں جن سے بچنا بہت ضروری ہے

① ایک عیب یہ ہے کہ بات کا معقول جواب نہیں دیتیں جس سے پوچھنے والے کو تسلی ہو جائے بہت فضول باتیں اُدھر اُدھر کی اس میں ملا دیتی ہیں اور اصل بات پھر بھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ جو شخص جو کچھ پوچھے اس کا مطلب خوب غور سے سمجھ لو پھر اس کا جواب ضرورت کے موافق دے دو۔

② ایک عیب یہ ہے کہ جا ہے کسی چیز کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن پسند آنے کی دیر ہے ذرا پسند آئی اور لے لی، خواہ قرض ہی ہو جائے لیکن کچھ پرواہ نہیں اور اگر قرض بھی نہ ہوا تب بھی اپنے پیسے کو اس طرح بیکار رکھونا کون سی عقل کی بات ہے۔ فضول خرچی گناہ بھی ہے جہاں خرچ کرنا ہو اول خوب سوچ لو یہاں خرچ کرنے میں کوئی دین کا فائدہ یا دنیا کی ضرورت بھی ہے اگر خوب سوچنے سے ضرورت اور فائدہ معلوم ہو تو خرچ کرو نہیں تو پیسہ مت کھوؤ اور قرض تو جہاں تک ہو سکے ہرگز مت لو چاہے تھوڑی سی تکلیف بھی ہو جائے۔

③ ایک عیب یہ بھی ہے کہ جب کہیں جاتی ہیں خواہ شہر کے شہر میں سفر میں ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتی ہیں کہ وقت تنگ ہو جاتا ہے اگر سفر میں جانا ہے تو منزل پر دیر میں پہنچیں گی۔ اگر راستہ میں دیر ہوگئی تو جان و مال کا اندیشہ ہے، اگر گرمی کے دن ہوئے تو دھوپ میں خود بھی تپیں گی اور بچوں کو بھی تکلیف ہوگی، اگر برسات ہے اول تو برسنے کا ڈر، دوسرے گارے کیچڑ میں گاڑی کا چلنا مشکل اور دیر بھی دیر ہو جاتی ہے اگر سویرے سے چلیں، ہر طرح کی گنجائش رہے اور اگر بستی میں ہی جانا ہوا جب بھی رکشتہ کو کھڑے کھڑے پریشانی، پھر دیر میں سوار ہونے سے دیر میں لوٹنا ہوگا، اپنے کاموں میں حرج ہوگا کھانے کے انتظام میں دیر ہوگی کہیں جلدی میں کھانا بگڑ گیا کہیں میاں تقاضا کر رہے ہیں، کہیں بچے رو رہے ہیں، اگر جلدی سوار ہو جاتیں تو یہ مصیبتیں کیوں ہوتیں۔

بعض عورتوں کو آواز کے پردے کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا حالانکہ آواز کا پردہ بھی واجب ہے جیسا، صورت کا پردہ ضروری ہے لہذا گناہ گار ہوتی ہیں، ہر قسم کے پردے کا نہایت سخت اہتمام کرنا چاہیے۔

④ ایک عیب یہ ہے کہ آپس میں دو عورتیں جو باتیں کرتی ہیں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک کی بات ختم ہونے نہیں پاتی کہ دوسری شروع کر دیتی ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں ایک دم سے بولتی ہیں کہ وہ اپنی کہہ رہی ہے اور یہ اپنی ہانک رہی ہے نہ وہ اس کی سنے، نہ یہ اس کی بھلا ایسی بات کرنے ہی سے کیا فائدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ جب ایک کی بات ختم ہو جائے، اس وقت دوسری کو بولنا چاہیے۔

⑤ ایک عیب یہ بھی ہے کہ زیور اور کبھی روپیہ پیسہ بھی بے احتیاطی سے کبھی تکیہ کے نیچے رکھ دیا کبھی کسی طاق میں کھلا رکھ دیا، کبھی غسل خانے میں رکھ دیا۔ تالا ہوتے ہوئے سستی کے مارے اس میں حفاظت سے نہیں رکھتیں، پھر کوئی چیز جاتی رہی تو سب کا نام لگاتی پھرتی ہیں۔

⑥ ایک عیب یہ ہے کہ ان کو ایک کام کے واسطے بھیجو جا کر دوسرے کام میں لگ جاتی ہیں۔ جب دونوں سے فراغت ہو جائے تب لوٹتی ہیں، اس میں بھیجنے والے کو سخت تکلیف اور الجھن ہوتی ہے کیونکہ اس نے تو ایک کام کا حساب لگا رکھا ہے کہ یہ اتنی دیر کا ہے جب اتنی دیر گزر جاتی ہے پھر اس کو پریشانی شروع ہوتی ہے اور عقل مند یہ کہتی ہے کہ آئے تو ہیں ہی لاؤ دوسرا کام بھی لگے ہاتھ کرتے چلیں۔ ایسا مت کرو اول پہلا کام کر کے اس کی فرمائش پوری کر دو پھر اپنے طور پر اطمینان سے دوسرا کام کر لو۔

⑦ ایک عیب سستی کا ہے کہ ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھتی ہیں اس سے اکثر حرج اور نقصان ہو جاتا ہے۔

⑧ ایک عیب یہ ہے کہ کوئی چیز کھو جائے تو بے تحقیق کسی پر تہمت لگا دیتی ہیں یعنی جس نے بھی کوئی چیز چرائی تھی بے دھڑک کہہ دیا کہ بس جی اسی کا کام ہے حالانکہ یہ کیا ضروری ہے کہ سارے عیب ایک ہی آدمی نے کیے ہوں۔ اسی طرح اور بری باتوں میں ذرا سے شبہ سے ایسا پکا یقین کر کے اچھا خاصا گھڑ مڑھ دیتی ہیں۔

⑨ ایک عیب یہ ہے کہ اپنی خطا یا غلطی کا کبھی اقرار نہ کریں گی جہاں تک ہو سکے بات کو بنائیں گی خواہ بن سکے یا نہ بن سکے۔

⑩ ایک عیب یہ ہے کہ کہیں سے تھوڑی چیز ان کے حصہ میں آئے یا ادنیٰ درجہ کی چیز آئے تو اس پر ناک ماریں گی، طعنہ دیں گی کہ گھر گئی ایسی چیز بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، بھیجتے ہوئے شرم نہ آئی۔ یہ بری بات ہے کہ اس کی اتنی ہی ہمت تھی تمہارا تو اس نے کچھ نہیں بگاڑا اور خاوند کے ساتھ بھی ان کی یہی عادت ہے کہ خوش ہو کر چیز کم لیتی ہیں اس کو رد کر کے عیب نکال کر تب قبول کرتی ہیں۔

⑪ ایک عیب یہ ہے کہ ان سے کسی کام کو کہو اس میں جھک جھک کر لیں گی پھر اس کام کو کریں گی، بھلا جب وہ کام کرنا ہے پھر اس واہیات سے کیا فائدہ نکلا، ناحق دوسرے کا بھی جی برا کیا۔

⑫ ایک عیب یہ ہے کہ آنے کے وقت اور چلنے کے وقت مل کر ضرور روتی ہیں چاہے رونا نہ بھی آئے مگر اس ڈر سے روتی ہیں کہ کوئی یوں نہ کہے کہ اس کو محبت نہیں۔

⑬ ایک عیب یہ ہے کہ اکثر تکیہ میں یا ویسے ہی سوئی رکھ کر اٹھ جاتی ہیں اور کوئی بے خبری میں آ بیٹھتا ہے، اس کے سوئی چبھ جاتی ہے۔

⑭ ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو گرمی سردی سے نہیں بچاتیں، اس سے اکثر بچے بیمار ہو جاتے ہیں پھر تعویذ گنڈے کراتی پھرتی ہیں، علاج یا آئندہ کو احتیاط پھر بھی نہیں کرتیں۔

﴿۱۶۲﴾ وضو کا بچا ہوا پانی اپنے بچے کے چہرے پر پھیریئے اور دعا دیجئے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی، اس چھوٹے سے بندے ابو عامر کو درجہ میں قیامت کے دن اکثر لوگوں سے اوپر کر دینا۔

حضرت حسان بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں تا کہ آپ میرے اس بیٹے کے لیے دعا کر دیں اور اسے بڑا اچھا بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے چہرے پر پھیرا اور یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! اس عورت کے لیے اس کے بیٹے میں برکت عطا فرما اور اسے بڑا اور عمدہ بنا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۳ صفحہ۳۸۳)

﴿۱۶۳﴾ شادی گھر بسانے کے لیے کی جاتی ہے گھریلو زندگی زوجین کے اتحاد سے ہی پرسکون بنتی ہے

شادی گھر بسانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے زیادہ توقعات وابستہ کرنے اور ضد پر اڑ جانے کے بجائے درگزر اور ایثار کا رویہ اپنائیں تو گھر خوشیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

انسان کی بقا کے لیے قانونِ فطرت مسلسل مصروفِ عمل ہے۔ اس کی بنیاد "محبت" جیسے پاکیزہ جذبے پر رکھی گئی ہے کہ کسی بھی گھر کو برائیوں سے پاک رکھنے کے لیے محبت جیسے پرخلوص جذبے کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔ دین اسلام میں دلوں کو آپس میں جوڑنے اور باہمی آہنگی پیدا کرنے کے لیے شادی جیسا مقدس بندھن موجود ہے۔ شادی ایک ایسا مذہبی فریضہ ہے جس کے سبب ایک صحیح مکمل خاندان، گھر اور معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

یوں بھی زندگی ایک سفر کے مانند ہے اور میاں بیوی اس سفر کے ایسے ساتھی ہیں جس کا راستہ بھی ایک ہے اور منزل بھی ایک، اگر ان کے درمیان مکمل ذہنی ہم آہنگی اور جذبہ محبت موجود ہو تو یہ سفر نہایت آرام اور سکون سے کٹ سکتا ہے، ویسے جب دو روحیں نکاح جیسے پاک بندھن میں بندھتی ہیں تو پھر ان کی یکجائی خاندان کی اکائی کو جنم دیتی ہے، یہی اکائی آگے جا کر بہتر گھر اور صالح معاشرے کی صورت میں ڈھلتی ہے۔ گویا بہترین گھر اور صالح معاشرے کی تعمیر کے لیے خاندان کی اکائی مضبوطی اور خوبصورتی نہایت ضروری ہے۔ یوں سمجھئے پر سکون گھر اور معاشرہ پرسکون ازدواجی زندگی سے مشروط ہے۔ بظاہر تو کوئی بھی لڑکی نئے گھر کی بنیاد اس لیے نہیں رکھتی کہ اسے آباد نہ کیا جائے، گھر کا ماحول خوشگوار نہ ہو، مگر بعض اوقات حالات موافقت نہیں رکھتے۔ بہت کچھ توقعات کے خلاف ہو جاتا ہے تو زندگی کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا درست نہیں، یہ طے ہے کہ مردوں کی بہ نسبت خواتین کو زیادہ قربانیاں اور خدمات پیش کرنی پڑتی ہیں لیکن عورت کی قربانی اور ایثار سے ایک خوبصورت گھر اور معاشرہ تخلیق پاتا ہے تو اس سے بڑھ کر اعزاز کیا ہوگا۔ ذیل میں گھر اور بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے چند باتیں درج کی گئی ہیں۔ جو عام سی ہونے کے باوجود بے حد اہم ہیں اور خوشگوار ازدواجی زندگی کی کنجی ہیں:

① دن بھر تھکا ہارا شوہر جب گھر میں داخل ہو تو اس کا استقبال ایک بھرپور مسکراہٹ اور سلام سے کریں، اس طرح وہ ساری تھکن بھول کر اپنے آپ کو ایک دم تروتازہ محسوس کرے گا۔ کوشش کریں کہ شوہر کی آمد سے قبل گھر کی صفائی اور لباس صاف ستھرا پہن کر ہلکا پھلکا تیار ہوں اور بچوں کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔ اس طرح گھر کے ماحول میں خوشگواری رچی بسی رہے گی۔

② ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں، اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو اس بات کا طعنہ کبھی نہ دیں، بلکہ ایسے مرحلے میں ان کا ساتھ دیں۔ ایسے حالات میں کفایت شعاری سے کام لیں، ناشکری نہ کریں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا ہے۔ وجہ پوچھنے پر بتایا، شوہروں کی نافرمانی اور ناشکری کی وجہ سے۔

③ اپنے غصے کو قابو میں رکھیں، کیونکہ زیادہ تر اختلافات غصہ کی وجہ سے ہوتے ہیں اگر شوہر غصہ میں ہو تو خاموش رہیں۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد انہیں اپنی بات نہایت ہی شیریں لہجہ میں سمجھائیں تاکہ وہ آپ کے موقف اچھی طرح سمجھ سکے، اس طرح بات کبھی نہیں بڑھے گی۔ البتہ شوہر کے دل میں آپ کی اہمیت اور عزت مزید بڑھ جائے گی۔

④ آپ سسرالی رشتہ داروں کے متعلق کوئی بات اپنے میکہ میں نہ کریں۔ اپنے سسر، ساس، نند، جیٹھ اور دیور کی عزت دل سے کریں۔ انہیں اس طرح سمجھیں جیسے میکے میں والدین اور بہن بھائیوں کو سمجھتی تھی، معمولی باتوں کو دل پر نہ لیں بلکہ یہ سوچ کر خود کو ذہنی طور پر مطمئن کریں کہ جب شادی سے پہلے بھی کبھی والدین کسی بات پر ڈانٹ دیتے تھے یا بہن بھائیوں سے کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تھا تو ہم ایک دوسرے کو جلدی سے منا لیا کرتے تھے۔ میکے کی طرح اگر سسرال میں بھی یہی سوچ اور رویہ رکھیں گی تو یقیناً ذہنی طور پر مطمئن رہیں گی جس سے آپ کی طبیعت اور مزاج پر بھی بہت اثر پڑے گا۔

⑤ کوشش کیجئے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں باہر نہ نکلیں۔ کیونکہ اس طرح تعلقات میں بھی اعتماد کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایک دوسرے کو ہر بات سے آگاہ رکھا جائے تاکہ رشتے میں مضبوطی اور اعتماد پیدا ہو۔

{۱} ماں، بہن اور بیوی کا احترام کریں، کسی ایک فریق کی بات سن کر دوسرے کو بے عزت کبھی نہ کریں، بلکہ پوری بات جان کر انصاف کریں اور ہر حال میں احتیاط کا دامن تھامے رہیں۔

{۲} بیوی کی خدمات کو سراہیں، اس کے کاموں کی تعریف کریں، ہر وقت نقص نہ نکالیں، بلکہ غلطی ہو جانے پر اسے اطمینان سے سمجھائیں کہ پیار سے تو سنگ دل کو بھی نرم کیا جا سکتا ہے۔

(۳) اپنے لہجے کو شیریں بنائیں، آپ کا شیریں لہجہ بیوی کے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۴) بیوی پر بلاوجہ تنقید نہ کریں، ہر معاملے میں خود کو اس سے بہتر تصور نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ باتوں کی سمجھ اسے آپ سے بہتر ہو۔ اس سے ہر بات شیئر کریں، کیونکہ بیوی آپ کی شریک حیات ہی نہیں اچھی دوست بھی ہوتی ہے۔ آپ کے ہر سکھ دکھ کی ساتھی ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی بیوی کی قدر کیجئے اور اسے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھئے، ایک دوسرے سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر لی جائیں تو عمر گزر جاتی ہے توقعات پوری نہیں ہوتیں۔ اس لیے زیادہ نہیں چند ایک چھوٹی چھوٹی باتوں ہی کا خیال رکھ لیا جائے تو چھوٹا سا گھر ہنستی مسکراتی، جیتی جاگتی جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

﴿۱۶۴﴾ خط کی ابتداء ۷۸۶ سے مت کیجئے

(۱) خط کی ابتداء ہمیشہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے کیجئے، اختصار کرنا چاہیں تو باسمہ تعالیٰ لکھئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کام کے شروع میں بسم اللہ نہیں کی جاتی وہ ادھورا اور بے برکت رہتا ہے۔ بعض لوگ الفاظ کے بجائے ۷۸۶ لکھتے ہیں، اس سے پرہیز کیجئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے تلقین کیے ہوئے الفاظ میں بھی برکت ہے۔

(۲) اپنا پتہ ہر خط میں ضرور لکھئے۔ یہ سوچ کر پتہ لکھنے میں ہرگز سستی نہ کیجئے کہ آپ مکتوب الیہ کو اپنا پتہ اس سے پہلے لکھ چکے ہیں یا اس کو یاد ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کا پتہ مکتوب الیہ کے پاس محفوظ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مکتوب الیہ کا آپ کا پتہ یاد ہی ہو۔

(۳) اپنا پتہ دائیں جانب ذرا سا حاشیہ چھوڑ کر لکھئے۔ پتہ ہمیشہ صاف اور خوش خط لکھئے اور پتے کی صحت اور املا کی طرف سے ضرور اطمینان کر لیجئے۔

(۴) اپنے پتے کے نیچے یا بائیں جانب سرنوشت پر تاریخ ضرور لکھ دیا کیجئے۔

(۵) تاریخ لکھنے کے بعد مختصر القاب و آداب کے ذریعے مکتوب الیہ کو مخاطب کیجئے۔ القاب و آداب ہمیشہ مختصر اور سادہ لکھے، جس سے خلوص و قربت محسوس ہو، ایسے القاب سے پرہیز کیجئے جن سے تصنع اور بناوٹ محسوس ہو۔ القاب و آداب کے ساتھ ہی یا القاب کے نیچے دوسری سطر میں سلام مسنون یا السلام علیکم یا سلام مسنون لکھنے کے بجائے آداب وتسلیمات وغیرہ جیسے الفاظ لکھئے۔

(۶) غیر مسلم کو خط لکھ رہے ہوں تو السلام علیکم یا سلام مسنون لکھنے کے بجائے آداب وتسلیمات وغیرہ جیسے الفاظ لکھئے۔

(۷) القاب و آداب کے بعد اپنا وہ اصل مطلب و مدعا لکھئے جس غرض سے آپ خط لکھنا چاہتے ہیں۔ مطلب اور مدعا کے بعد مکتوب الیہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنے والے الفاظ کے ساتھ اپنا نام لکھ کر خط کو ختم کیجئے۔ مثلاً آپ کا خادم، دعا کا طالب، خیر اندیش، دعا گو، اللہ کی رضا کا طالب وغیرہ وغیرہ۔

(۸) خط نہایت صاف، سادہ اور خوش خط لکھئے کہ آسانی سے پڑھا اور سمجھا جا سکے اور مکتوب الیہ کے دل میں اس کی وقعت ہو۔

(۹) خط میں نہایت شستہ، آسان اور سلجھی ہوئی زبان استعمال کیجئے۔

(۱۰) خط مختصر لکھئے اور ہر بات کھول کر وضاحت سے لکھئے، محض اشاروں سے کام نہ لیجئے۔

(۱۱) پورے خط میں القاب و آداب سے لے کر خاتمہ تک مکتوب الیہ کے مرتبہ کا لحاظ رکھئے۔

(۱۲) نیا پیراگراف شروع کرتے وقت لفظ کی جگہ چھوڑ دیجئے۔

(۱۳) خط میں ہمیشہ سنجیدہ انداز رکھئے، غیر سنجیدہ باتوں سے پرہیز کیجئے۔

(۱۴) خط کبھی غصہ میں نہ لکھئے اور نہ کوئی سخت، سست بات لکھئے۔ خط ہمیشہ نرم لہجہ میں لکھئے۔

(۱۵) عام خط میں کوئی راز کی بات نہ لکھئے۔
(۱۶) جملے کے آخر میں ڈیش (۔) ضرور لگائیے۔
(۱۷) کسی کا مکتوب بغیر اجازت ہرگز نہ پڑھئے۔ یہ زبردست اخلاقی خیانت ہے، البتہ گھر کے بزرگوں اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹوں کے خطوط پڑھ کر ان کی تربیت فرمائیں، اور انہیں مناسب مشورے دیں۔ لڑکیوں کے خطوط پر خصوصی نظر رکھنی چاہیے۔
(۱۸) رشتہ داروں اور دوستوں کو خیر و عافیت کے خطوط برابر لکھتے رہئے۔
(۱۹) کوئی بیمار ہو جائے، خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے یا کسی اور مصیبت میں کوئی پھنس جائے تو اس کو ہمدردی کا خط ضرور لکھئے۔
(۲۰) کسی کے یہاں کوئی تقریب ہو، کوئی عزیز آیا ہو، یا خوشی کا کوئی اور موقع ہو تو مبارک باد کا خط ضرور لکھئے۔
(۲۱) خطوط ہمیشہ نیلی یا سیاہ روشنائی سے لکھیں، پنسل یا سرخ روشنائی سے ہرگز نہ لکھئے۔
(۲۲) کوئی شخص ڈاک میں ڈالنے کے لیے خط دے تو نہایت ذمہ داری کے ساتھ بروقت ضرور ڈال دیا کیجئے، لاپروائی اور تاخیر ہرگز نہ کیجئے۔
(۲۳) غیر متعلق لوگوں کو جواب طلب باتوں کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیج دیا کیجئے۔
(۲۴) لکھ کر کاٹنا چاہیں تو ہلکے ہاتھ سے اس پر خط کھینچ دیا کیجئے۔
(۲۵) خط میں صرف اپنی دلچسپی اور اپنے ہی مطلب کی باتیں نہ لکھتے۔ بلکہ مخاطب کے جذبات و احساسات اور دلچسپیوں کا بھی خیال رکھئے۔ صرف اپنے ہی متعلقین کی خیر و عافیت نہ بتائیے بلکہ مخاطب کے متعلقین کی خیر و عافیت بھی معلوم کیجئے اور یاد رکھئے: خطوط میں بھی کسی سے زیادہ مطالبے نہ کیجئے، زیادہ مطالبے کرنے سے آدمی کی وقعت نہیں رہتی۔ آج کل موبائل اور فون کی سہولتوں کی وجہ سے خط و کتابت میں کافی کمی آئی ہے ایسا نہ کیجئے بلکہ خط و خطابت کی عادت رکھئے۔

﴿۱۶۵﴾ مجنوں کو مجنوں کیوں کہا گیا؟

انسان میں شہوانی محبت جنون کی حد تک پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس محبت میں پاگل ہو جاتا ہے۔ عرب میں قیس نامی ایک آدمی تھا۔ اس کو کسی خاتون سے تعلق ہو گیا۔ اگرچہ وہ خاتون رات کی طرح کالی تھی اور اس کے ماں باپ نے بھی اس کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا لیکن قیس اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہوئی۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں کے لیے فرمایا گیا۔ فئتین عظیمتین ۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اگلے دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کو قیس مل گیا۔ اس کو سلام کیا، پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیس! یہ میں نے اچھا کیا ہے ناں کہ میں نے حکومت انہی کے سپرد کر دی ہے جو اس کے زیادہ اہل تھے۔ قیس خاموش رہا۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ قیس! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ قیس کہنے لگا، جی سچی بات تو یہ ہے کہ حکومت لیلیٰ کو بجتی ہے۔ یہ سن کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انت مجنون (تو پاگل ہے) اس وقت سے اس کا نام مجنوں پڑ گیا۔ اس کا یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس کے اصل نام سے بہت لوگ ناواقف ہیں۔ مجنوں کے والد نے ایک مرتبہ اسے کہا کہ تیری وجہ سے میری بڑی بدنامی ہوتی ہے۔ چل تجھے بیت اللہ شریف لے جاتا ہوں اور وہاں جا کر اس تعلق سے توبہ کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے والد کے ساتھ مقام ابراہیم پر پہنچ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس کے والد نے اس سے کہا کہ اب دعا کرو کہ اے اللہ! میں لیلیٰ کی محبت سے توبہ کرتا ہوں۔ اس نے والد کے کہنے پر ہاتھ تو اٹھا لیے مگر دعا کرتے ہوئے کہنے لگا:

اِلٰهِـيْ تُبْتُ مِنْ كُلِّ الْمَعَاصِيْ وَلٰـكِـنْ حُـبَّ لَيْـلٰـى لَآ اَتُـوْبُ

ترجمہ: ''اے اللہ! میں سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا ہوں۔''

ایک آدمی نے سوچا کہ لیلیٰ کا بڑا نام سنا ہے، ذرا دیکھوں تو سہی کہ وہ حور پری کون سی ہے۔ جس کی مجنوں کے ساتھ اتنی باتیں مشہور ہیں۔ اس نے دیکھا تو وہ عام لوگوں سے بھی گئی گزری تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اس سے کہا: ''از دگر خوباں تو افزوں نیستی۔''

(اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے)۔ وہ کہنے لگی؟ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی۔

(اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے)۔ وہ کہنے لگی؟ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی۔

(اس نے کہا تو چپ ہو جا کیونکہ تو مجنوں نہیں ہے) یعنی اگر تو مجھے مجنوں کی نظر سے دیکھے گا تو ساری دنیا کی حسین عورتوں سے زیادہ میں تجھے حسین نظر آؤں گی۔ ایسی محبت کو محبت نہیں کہتے بلکہ پاگل پن کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مجنوں کتے کو بیٹھا چوم رہا تھا، کسی نے کہا، ارے مجنوں! تو کتے کو چوم رہا ہے۔ کہنے لگا، ہاں میں اسے اس لیے چوم رہا ہوں کہ یہ اس دیار سے ہو کر آیا ہے، جہاں لیلیٰ رہتی ہے۔

﴿۱۶۶﴾ شیطان کے چھ ہتھیار

شیطان مختلف طریقوں سے فتنہ میں ڈالتا ہے:

① علماء نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلے انسان کو طاعات سے روکتا ہے۔ یعنی انسان کے دل سے طاعات کی اہمیت نکال دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے بندہ کہتا ہے کہ اچھا، میں نماز پڑھ لوں گا، حالانکہ دل میں پڑھنے کی نیت نہیں ہوتی۔

② اگر انسان شیطان کے کہنے سے بھی نیکی سے نہ رکے اور وہ نیت کر لے کہ مجھے یہ نیکی کرنی ہے تو پھر وہ دوسرا ہتھیار استعمال کرتا ہے کہ وہ اس نیک کام کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں توبہ کر لیتا ہوں تو یہ اس کے دل میں ڈالتا ہے کہتا ہے اچھا، پھر کل سے توبہ کر لینا، کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں نماز پڑھوں گا تو کہتا ہے کہ کل سے نماز شروع کر دینا۔ یوں شیطان اسے نیکی کے کام سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے اور یاد رکھیں کہ جو کام ٹال دیا جاتا ہے وہ کام ٹل جایا کرتا ہے۔

③ اگر کوئی بندہ شیطان کے اکسانے پر بھی نیک کام کرنے سے نہ ٹلے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو پھر وہ دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کر لو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کر لو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھتی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لے پھر کھانا کھانا۔ نہیں بھائی نہیں یوں کہنا چاہیے کہ بھائی! جلدی جلدی کھانا کھا لو، پھر تسلی سے نماز پڑھ لیں گے۔

④ اگر کوئی آدمی جلدی میں کوئی نیک کام کر لیتا ہے تو پھر وہ اس میں ریاء کرواتا ہے اور یوں وہ ریا کے ذریعے اس کے کیے ہوئے عمل کو برباد کرواتا ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگتا ہے کہ ذرا دوسرے بھی دیکھ لیں کہ میں کیسا نیک عمل کر رہا ہوں۔

⑤ اگر اس میں کام کرتے وقت ریاء پیدا نہ ہو تو وہ اس کے دل میں عجب ڈالتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میں دوسروں سے بہتر ہوں۔ مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں تو پھر بھی نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن فلاں تو نماز ہی نہیں پڑھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو آخر پڑھا لکھا ہوں، حافظ ہوں، قاری ہوں، عالم ہوں، اور میں نے اتنے حج کیے ہیں۔ جب اس طرح اس میں تکبر آ جاتا ہے تو یہی عجب اس کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

⑥ اگر اس کے دل میں عجب بھی پیدا نہ ہو تو وہ آخری حربہ یہ استعمال کرتا ہے کہ وہ اس کے دل میں شہرت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زبان سے شہرت پسندی کی باتیں نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں یہ بات ہوگی کہ لوگ میری تعریفیں کریں اور جب لوگ اس کی تعریف کریں گے تو وہ خوش ہوگا۔ شیطان ان چھ ہتھکنڈوں سے انسان کے نیک اعمال برباد کر دیتا ہے۔

﴿۱۶۷﴾ پانچ چیزوں میں جلد بازی جائز ہے

① جب لڑکی جوان ہو جائے تو جتنی جلدی اس کا رشتہ مل سکے اتنا اچھا ہے، جب مل جائے تو پھر اس کی شادی میں جلدی کرنی چاہیے۔
② اگر کسی کے ذمہ قرض ہو تو اس قرض کو ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
③ جب کوئی بندہ فوت ہو جائے تو اس مرحوم کو دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
④ جب کوئی مہمان آ جائے تو اس کی مہمان نوازی میں جلدی کرنی چاہیے۔ ہم نے وسط ایشیا کی ریاستوں میں دیکھا ہے کہ جیسے ہی مہمان گھر میں آتا ہے تو فوراً کم از کم پانی تو ضروری مہمان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشروبات اور کھانے پیش کیے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ پانی پلانا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے لہٰذا جس نے مہمان کے سامنے پانی کا کٹورا بھر کر رکھ دیا اس نے گویا مہمان نوازی کر لی۔
⑤ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

﴿۱۶۸﴾ تہجد کے لیے توفیق کی دعا

جب یہ امت راتوں کو رویا کرتی تھی تو دن کو ہنسا کرتی تھی۔

ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیجیے کہ اگر آپ تھکے ہوئے ہیں۔ نیند غالب ہے اور اٹھ نہیں سکتے، تو کئی مرتبہ انسان کی رات میں آنکھ کھلتی ہے۔ کسی تقاضے کی وجہ سے کروٹ لیتے ہوئے آنکھ ضرور کھلتی ہے۔ جن حضرات کو تہجد کی توفیق نہیں ملتی وہ جب کروٹ لینے کے لیے بیدار ہوں تو اس ایک لمحہ میں اللہ رب العزت سے تہجد کی توفیق کی دعا ضرور مانگ لیا کریں۔ یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس کا آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس لمحے کی مانگی ہوئی دعا بھی آپ کو اللہ رب العزت کا مقبول بنا دے گی۔ ہمارے مشائخ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو عورتیں فجر کی اذان سے پہلے اٹھ کر گھروں کو صاف کرتی ہیں یا چائے بنا لیتی ہیں وہ بھی اللہ کی رحمت سے فائدہ پا لیتی ہیں۔

﴿۱۶۹﴾ لفظ ''جناب'' کسی زمانے میں گالی ہوتی تھی

اردو زبان کے کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا ہر حرف بڑا بامعنی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ پر کچھ انگریزی خواں لوگ تھے۔ وہ دینی طلبہ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ وہ عربی مدارس کے طلباء کو بھی قربانی کا مینڈھا کہتے، کبھی کچھ کہتے، کبھی کچھ کہتے۔ ایک دن وہ سب طلبہ مل بیٹھے اور کہنے لگے کہ انگریزی خواں لوگوں کے لیے کوئی ایسا لفظ بنائیں جس میں ان کی ساری صفات آ جائیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ان میں ہوتا کیا ہے۔ ایک نے کہا کہ ان میں بڑی جہالت ہوتی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یہ لوگ بڑے نالائق ہوتے ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ یہ بڑے احمق ہوتے ہیں۔ چوتھے نے کہا کہ یہ تو بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں، ہم ان چاروں الفاظ کے پہلے حرف کو لے کر ایک لفظ بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک لفظ بنایا ''جناب'' ج سے جاہل، ن سے نالائق، الف سے احمق، ب سے بیوقوف۔ اس کے بعد انہوں نے ہر انگریزی خواں کو جناب کہنا شروع کر دیا۔ یہ لفظ ایسا مشہور ہوا کہ آج کسی کو پتہ ہی نہیں کہ یہ بنا کیسے تھا۔ سب ایک دوسرے کو جناب کہتے پھرتے ہیں۔ آج عرف عام میں جناب بمعنی بارگاہ ہے جیسا کہ حضرت بمعنی بارگاہ ہے۔ جناب اور حضرت یہ دونوں الفاظ اعزازی بن گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج کل انگریزی پڑھے لکھے بھی خوب دینداری میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ: (خطبات فقیر، جلد ۹ صفحہ ۱۹)

﴿۱۷۰﴾ ایک عورت کا دل ٹوٹا، روئی، سوئی آپ ﷺ کی زیارت ہوگئی

کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک خاتون نہایت ہی پاک دامن اور نیک تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ وہ درود شریف بھی بہت پڑھتی تھی لیکن زیارت نہیں ہوتی تھی۔ ان کے خاوند بڑے اللہ والے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے خاوند سے اپنی یہی تمنا ظاہر کی کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو، لیکن کبھی یہ شرف نصیب نہیں ہوا، اس لیے آپ مجھے کوئی عمل ہی بتا دیں جس کے کرنے سے میں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرلوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو عمل تو بتاؤں گا لیکن آپ کو میری بات ماننا پڑے گی۔ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے جو بات کہیں گے وہ مانوں گی۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا تم بن سنور کر دلہن کی طرح تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے غسل کیا، دلہن والے کپڑے پہنے، زیور پہنے اور دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی، جب وہ دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی تو وہ صاحب ان کے بھائی کے گھر چلے گئے اور جا کر اس سے کہا کہ دیکھو، میری کتنی عمر ہو چکی ہے اور اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ کیا بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب بھائی گھر آیا، اور اس نے اپنی بہن کو دلہن کے کپڑوں میں دیکھا تو اس نے اسے ڈانٹنا شروع کیا کہ تم کو شرم نہیں آتی، کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے، تمہارے بال سفید ہو چکے ہیں، تمہاری کمر سیدھی نہیں ہوتی، اور بیس سال کی لڑکی بن کر بیٹھی ہوئی ہو۔ اب جب بھائی نے ڈانٹ پلائی تو اس کا دل ٹوٹا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ روتے روتے سوگئی۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اسے اسی نیند میں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروادی۔ وہ زیارت کرنے کے بعد بڑی خوش ہوئی، لیکن خاوند سے پوچھنے لگی کہ آپ نے وہ عمل بتایا ہی نہیں جو آپ نے کہا تھا اور مجھے زیارت تو ویسے ہی ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگا، اللہ کی بندی! یہی عمل تھا، کیونکہ میں نے تیری زندگی پر غور کیا، مجھے تیرے اندر ہر نیکی نظر آئی، تیری زندگی شریعت وسنت کے مطابق نظر آئی، البتہ میں نے یہ محسوس کیا کہ میں چونکہ آپ سے پیار محبت کی زندگی گزارتا ہوں اس لیے آپ کا دل کبھی نہیں ٹوٹا، اس وجہ سے میں نے سوچا کہ جب آپ کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور آپ کی تمنا کو پورا کر دیا جائے گا۔ اسی لیے تو میں نے ایک طرف آپ کو دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھنے کو کہا اور دوسری طرف آپ کے بھائی کو بلا کر لے آیا، اس نے آکر آپ کو ڈانٹ پلائی جس کی وجہ سے آپ کا دل ٹوٹا اور اللہ رب العزت کی ایسی رحمت اتری کہ اس نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروادی۔ اللہ اکبر

﴿۱۷۱﴾ منتخب اشعار

دل کی محرابوں پہ لکھی ہیں وفا کی آیتیں ۔۔۔ دیکھتے تو ہیں بظاہر ان کو پڑھتا کون ہے
محبت کے مسافر کی مہک صدیوں نہیں جاتی ۔۔۔ یہاں سے کون گزرا ہے یہ رستہ بول دیتا ہے
کشاں کشاں وہ میرے دل پہ جمائے جاتے ہیں ۔۔۔ بھلا رہا ہوں مگر یاد آئے جاتے ہیں
چراغوں کو لہو دینا پڑے گا ۔۔۔ اندھیروں کی حکومت ہو رہی ہے
مجھ میں برائیاں تو برابر تلاش کر ۔۔۔ لیکن کمی کچھ اپنے بھی اندر تلاش کر
انہیں کیا خوف طوفانوں کا ہو گا ۔۔۔ جو طوفانوں میں پالے جا رہے ہیں

﴿۱۷۲﴾ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ میرا کفن وہ دے جس نے حکومتِ عثمانی میں نوکری نہ کی ہو

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جنگل میں رہتے تھے، موت کا وقت آگیا، ان دنوں وہاں کوئی نہیں تھا، صرف حج کے دنوں میں عراق کے حاجی وہاں سے جاتے تھے، اس وقت حج کا موسم نہیں تھا، ان کی صرف ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی، اب ان کو کفن دفن کون کرے گا، غسل

کون دے گا، جنازہ کون پڑھے گا، قبر کون کھودے گا؟ بیوی کہنے لگی کہ اب کیا بنے گا ہمارا، تمہارا مسئلہ یہ ہو گیا، ہم کیا کریں؟ تو کہنے لگے مَا کَذَبْتُ مَا کُذِبْتُ نہ تم سے جھوٹ کہوں گا، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا، میرے آقا نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی ایسا ہے، اکیلا مرے گا، اکیلا اٹھے گا، جنازہ مسلمانوں کی ایک جماعت پڑھے گی، جتنے آدمی اس محفل میں تھے۔ وہ سارے مر گئے، شہروں میں، میں اکیلا بچ گیا ہوں جنگل میں، معلوم نہیں کون آئے گا، کہاں سے آئے گا، اور خبر سچی ہے، لہٰذا غم نہ کرو، میرا جنازہ پڑھنے کوئی آئے گا۔ یہ تقویٰ کی ایسی نشانی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا علم ان کے دلوں میں اترا ہوا تھا، دیکھو بمبئی کے بازار والوں سے پوچھو کہ اللہ کا دین کیا کہتا؟ اس تجارت میں تمہیں پتہ ہے؟ کس طریقہ سے یہ کاروبار چلایا جائے گا کہ اللہ اور اس کا حبیب ناراض نہ ہو جائے، کوئی نہیں بتا سکتا، اسی طرح زمینداروں سے پوچھ لو، کہ بھائی! کس طرح زمینداری کرنی ہے؟ کہ اللہ اور اس کا رسول راضی ہو جائے اور ناراض نہ ہوں، جو سارے تاجر کر رہے ہیں وہ یہ بھی کر رہا ہے، یہ جھوٹ بول رہا ہے، اور وہ بھی جھوٹ بول رہے ہیں، وہ سود پہ چل رہا ہے، یہ بھی سود پہ چل رہے ہیں، لیکن ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ پر ایک دن گزر گیا، دوسرا دن گزر گیا، تیسرے دن ان پر موت کے آثار آ گئے، بیٹی کو بلایا کہ بیٹی، آج مہمان ضرور آئیں گے میرے جنازے میں! روٹی پکاؤ تاکہ مہمانوں کی خدمت میں کمی نہ آئے، میں ضرور مر جاؤں گا، ان کو کھانا پکانے میں لگا دیا اور بیوی سے کہا کہ تو جا راستہ میں بیٹھ، کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا، وہ جا کے بیٹھ گئیں راستے میں، اللہ اکبر! کافی عرصہ گزر گیا، امید ناامیدی میں بدل گئی کہ اچانک عراق کی سڑک سے غبار اٹھتا ہوا نظر آیا، جب غبار کا پردہ پھٹا تو بیس (۲۰) اونٹنیوں کے سوار نمودار ہوئے۔ ان کی بیوی نے سامنے سے کھڑے ہو کر اشارہ کیا، جب انہوں نے عورت کو جنگل اور تنہائی میں دیکھا تو اپنی سواریاں موڑ لیں، تو اس عورت نے کہا کہ ایک اللہ کا بندہ مر رہا ہے، اس کا جنازہ پڑھ لو تو تمہیں اجر ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ اللہ کے حبیب کا ساتھی ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے۔ سارے یک دم رونے لگے اور کہا، ہمارے ماں باپ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر قربان۔ یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے 19 ساتھی۔ غیبی نظام کیسے چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج پر پہنچے ہوئے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کوئی چیز تھی، تو ان سے کہلوا بھیجا کہ بیٹھے ہوتو کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے ہو تو چل پڑو، ہر حال میں مکہ آکر مجھ سے ملو، تم سے مشورہ کرنا ہے، حج ملے یا نہ ملے اس کی فکر نہ کرو، لیکن فوراً مکہ پہنچ جاؤ۔ ظاہری سبب تو یہ بنا لیکن اندر کا سبب ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ بنا کہ ان کا جنازہ کون آکے پڑھے گا؟ ان حضرات نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، تو یہ حضرات سواریوں سے اترے اور دوڑتے ہوئے آئے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ اسی اطمینان میں ہیں۔ پہلے ہی پتہ تھا کہ کوئی آئے گا، لیکن ابو ذر رضی اللہ عنہ تقویٰ کے اتنے بڑے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ فرماتے ہیں، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کی نوکری کی ہو وہ مجھے نہ کفن دے۔ ان 19 میں سے ہر ایک نے حکومت میں ملازمت کی تھی، البتہ ان میں سے ایک نوجوان کھڑے ہوئے کہ میں نے آج تک حکومت کی نوکری نہیں کی ہے اور یہ احرام بھی میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، کہا بس ٹھیک ہے تو میرا سارا انتظام کرے گا۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا، یہ سارے ان کو دفن کر کے چلنے لگے، بیٹی نے کہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ اے چچا کھانا تیار ہے۔ کہا یہ کھانا پہلے سے کیسے تیار ہو گیا۔ کہا میرے بابا نے کہا تھا کہ آج میرے مہمان آئیں گے میرا جنازہ پڑھنے کے لیے، ان کی خدمت میں غفلت نہ ہو، اس لیے پہلے سے کھانا تیار کر کے رکھنا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، واہ رے واہ! ابو ذر رضی اللہ عنہ سے زندہ بھی سخی اور مر کر بھی سخی۔

نوٹ: یہ قصہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کا مختلف الفاظ سے اکثر تاریخی کتابوں میں موجود ہے۔ (دیکھئے سیرۃ الصحابۃ، اسد الغابۃ، حیاۃ الصحابۃ)

﴿۱۷۳﴾ ایک عورت کا حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں کیس آیا، تین آدمی تھے، ان کے قتل کا حکم دیا، ایک خاتون بھی ساتھی، اس نے کہا چھوڑ دے، تیری بڑی مہربانی

ہوگی۔حجاج کہنے لگا، تینوں میں سے ایک چن لے (اس ایک کو چھوڑ دوں گا، باقی دو کو قتل کروں گا) ایک بیٹا تھا، ایک خاوند تھا، ایک بھائی تھا۔عورت نے کہا، خاوند دوسرا بھی مل جائے گا، بچے اور بھی پیدا ہو جائیں گے، میرے ماں باپ مر گئے، بھائی اب کوئی نہیں ملے گا، میرا بھائی چھوڑ دے باقی سب کو قتل کر دے۔حجاج نے کہا، میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑتا ہوں۔(اصلاحی واقعات: صفحہ ۱۳۴)

﴿۱۷۴﴾ دو عورتوں کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ ہیں، ان کا نام ہاشم رحمۃ اللہ علیہ وہ کہتے ہیں میں سفر میں تھا تو میں ایک خیمے میں اترا، مجھے بھوک لگی ہوئی تھی، اس خیمے میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ بہن بھوک لگی ہے، کھانا مل جائے گا؟ کہنے لگی کہ میں مسافروں کے لیے کھانا پکانے بیٹھی ہوں؟ جا اپنا راستہ لے۔ کہنے لگے کہ بھوک ایسی تھی کہ میں اٹھ نہ سکا، میں نے سوچا کہ یہی ستا کر چلا جاؤں گا۔اتنے میں اس کا خاوند آ گیا۔اس نے مجھے دیکھا اور کہا:

مرحبا کون ہیں؟

کہا: میں مسافر ہوں۔

کھانا کھایا؟

نہیں کھایا۔

کیوں؟

مانگا تھا لیکن ملا نہیں۔

اس نے اپنی بیوی سے کہا، ظالم تو نے اسے کھانا ہی نہ کھلایا، اس نے کہا کہ میں کوئی مسافروں کے لیے بیٹھی ہوں۔مسافروں کو کھانا کھلا کھلا کر اپنا گھر خالی کر لوں۔

ایسی بداخلاقی میں خاوند نے بیوی سے کوئی بدتمیزی نہیں کی۔کہا کہ اللہ تجھے ہدایت دے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین مرد وہ ہے جو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔انہوں نے کہا، اچھا تو اپنا گھر بھر لے، پھر اس نے بکری ذبح کی، اس کو کاٹا اور گوشت بنایا، پکایا، کھلایا، اور ساتھ ہی معذرت بھی کی اور ان کو روانہ کیا، چلتے چلتے آگے ایک جگہ پہنچے، اگلی منزل پر بھی ایک خیمہ آیا وہاں پڑاؤ ڈالا تو ایک خاتون بیٹھی تھی، کہا، بہن، مسافر ہوں کھانا مل جائے گا۔اس نے کہا مرحبا، اللہ کی رحمت آ گئی، اللہ کی برکت آ گئی، اب میں آپ کو سچ بتاؤں۔ کسی زمانہ میں بوڑھیاں، دادیاں، کوئی مہمان آتا تو وہ خوش ہو کر کہتیں، اللہ کی برکت آ گئی، نوکرانیوں کو ہٹا کر خود کام کرنا شروع کر دیتیں۔ اور اب جب ساری سہولتیں ہیں اس وقت یہی کہتی ہیں کہ یہ بے وقت آ گیا، ان کو وقت کا احساس نہیں ہوتا اور آ جاتے ہیں۔تو اس خاتون نے کہا ماشاءاللہ مہمان آ گیا، برکت آ گئی، جلدی سے بکری ذبح کی، پکائی اور پکا کر اس کے سامنے رکھی تو اس پر اس کا خاوند آ گیا۔

اس نے کہا کون ہے تو؟

کہا جی میں مہمان ہوں۔

یہ انگوٹھی کہاں سے لی؟

جی آپ کی بیگم نے دی۔

تو اس نے اپنی بیگم پر چڑھائی کر دی۔ تجھے شرم نہیں آتی، مہمانوں کو کھلا کر میرا گھر خالی کر دے گی۔تو ان کو ہنسی آ گئی، زور سے قہقہہ لگایا تو وہ کہنے لگا کیوں ہنستے ہو؟ کہنے لگا کہ پیچھے اس کا الٹا دیکھا تھا، کہنے لگا کہ جانتے بھی ہو وہ کون ہے۔کہا کہ وہ میری بہن ہے یہ اس کی

بہن ہے۔یعنی ایک بھائی بہن بخیل،ایک بھائی بہن سخی۔(اصلاحی واقعات:صفحہ۳۵)

﴿۱۷۵﴾ ایک عورت نے دیوار کے ساتھ جوانی گزار دی

فروخ تابعین میں سے ہیں، بیوی حاملہ تھی کہنے لگے اللہ کے راستہ میں جانے کی آواز لگ رہی ہے، چلا نہ جاؤں؟ بیوی کہنے لگی میں تو حاملہ ہوں، میرا کیا بنے گا؟ کہا تو اور تیرا حمل اللہ کے حوالے۔ان کو تیس ہزار درہم دے کر گئے کہ یہ تو خرچہ رکھ اور میں اللہ کے راستے میں جاتا ہوں۔کتنی خزائیں اور بہاریں آئیں اور کتنے دن صبح سے شام میں بدلے،شام ڈھل کر میں بدلی، پر فروخ نہ آیا،دو، تین، چار، پانچ،دس،بیس،پچیس،ستائیس،انتیس،تیس سال گزر گئے،ایک عورت نے دیوار کے ساتھ جوانی گزار دی۔فروخ لوٹ کے نہ آیا،تیس سال گزر گئے،ایک دن ایک بڑے میاں مدینے کی گلیوں میں داخل ہوئے، پراگندہ شکستہ حال، بڑھاپے کے آچار اور اپنے گھوڑے پہ چلے آرہے ہیں،تیس برس میں تو ایک نسل ختم ہو جاتی ہے،اب یہ پریشان ہیں کوئی مجھے پہچانے گا کہ نہیں پہچانے گا؟ وہ مر گئی یا زندہ ہے؟ کیا ہوا؟ کیا بنا؟ گھر وہی ہے کہ بدل گیا؟ انہیں پریشانیوں میں غلطاں و پیچاں گھر کے دروازے پر پہنچے۔پہچانا کہ وہی ہے۔اندر جو داخل ہوئے تو گھوڑے کی آواز،اپنی آواز،ہتھیاروں کی آواز، بیٹا بیدار ہو گیا، دیکھا تو ایک بڑے میاں چاندکی چاندنی میں کھڑے ہوئے ہیں۔تو ایک دم جھپٹے اور اس پر لپکے اور گریبان سے پکڑا، جان کے دشمن ، تجھے شرم نہیں آئی ؟ بڑھاپے میں مسلمان کے گھر میں بن اجازت داخل ہوئے ہو؟ایک دم جھٹکا دیا،جھنجھوڑا،وہ ڈر سے گھبرا گئے،وہ سمجھے کہ شاید میں غلط گھر میں آگیا ہوں،میرا گھر بک گیا،کوئی اور اس میں آگیا، کہنے لگے بیٹا! معاف کرنا، غلطی ہوگئی، میں سمجھا میرا ہی گھر ہے،تو ان کو اور غصہ چڑھ آیا، کہنے لگے اچھا،ایک غلطی کی، اور اب گھر ہونے کا دعوٰی بھی، چلو، میں ابھی تجھے قاضی کے پاس لے چلتا ہوں، تیرے لئے وہ سزا تجویز کر دے گا،اب وہ چڑھ رہے ہیں اور یہ دب رہے ہیں،ادھر بڑھاپا،ادھر جوانی،ادھر سفروں نے مار دیا،ہڈیاں کھوکھلی ہوگئیں،اور پھر شک بھی ہے کہ پتہ نہیں میرا گھر ہے یا کسی اور کا؟ اسی کشمکش میں اوپر سے ماں کی آنکھ کھلی،اس نے کھڑکی سے دیکھا تو فروخ کا چہرہ بیوی کی طرف اور بیٹے کی پشت بیوی کی طرف،تو تیس سال کے دریچے کھل گئے،اور بڑھاپے کی جھڑیوں میں سے فروخ کا چمکتا چہرہ نظر آنے لگا اور اس کی ایک چیخ نکل،اے ربیعہ! اور ربیعہ کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، یہ میری ماں کو کیا ہوا؟ دیکھا تو اوپر کھڑی ہوئی،اے ربیعہ!

کیا ہوا اماں؟

کون ہے؟

پتہ نہیں!

اے ظالم! باپ سے لڑ پڑا، تیرا باپ ہے،جس کے لیے تیری ماں کی جوانی گزر گئی،اور اس کی رات دن میں ڈھل گئی، بال جس کے چاندی بن گئے یہ وہ ہے، تیرا باپ! جس کے لیے میں نے ساری زندگی کاٹ دی۔ربیعہ رو دیئے،معافی نامے ہو رہے ہیں،رات کار گزاری میں گزر گئی۔فجر کی اذان پہ اٹھے، کہنے لگے،ربیعہ کہاں ہے؟ کہا وہ تو اذان سے پہلے چلا جاتا ہے،یہ گئے تو نماز ہو چکی تھی۔اپنی نماز پڑھی، روضہ اطہر مسجد سے باہر ہوتا تھا،آ کے صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے، پڑھتے پڑھتے جو مسجد کی طرف نظر پڑی تو یوں مجمع بھرا پڑا اور ایک نوجوان حدیث پڑھا رہے ہیں،دور سے دیکھا،نظر کمزور تھی۔پتہ نہ چلا کون ہے؟ ادھر ہی پیچھے بیٹھ گئے اور سننا شروع کر دیا۔حدیث پاک کا درس ہو رہا ہے،جب فارغ ہو گئے تو برابر والے سے کہنے لگے: بیٹا! کون یہ کون تھا جو درس دے رہا تھا؟

اس نے کہا،آپ جانتے نہیں،آپ مدینے کے نہیں ہیں؟

کہنے لگے،بیٹا میں مدینے کا ہوں،آیا بڑی دیر سے ہوں۔

کہا، یہ ربیعہ ہیں، مالک کے استاذ، سفیان ثوری کے استاذ، ابوحنیفہ کے استاذ، وہ اپنے جوش میں تھا، تو سنتے سنتے کہنے لگے، بیٹا! تو نے یہ نہیں بتایا، بیٹا کس کا ہے؟ کہا، اس کے باپ کا نام فروخ تھا، اللہ کے راستے میں چلا گیا۔

ان مشقت کی وادیوں میں اسلام نے سفر کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، جلد ۸ صفحہ ۴۲۰)

﴿۱۷۶﴾ منتخب اشعار

کہنے کو ایک ذرہَ نا چیز ہیں مگر
تعمیر کاینات کے کام آ رہے ہیں ہم

اس لیے آرزو ہے جینے کی
دیکھ لوں پھر زمین مدینے کی

ستارے کا ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا بجھنا
ہزاروں مرحلے ہیں صبح کے ہنگامے سے پہلے

عجب کیا؟ شان رحمت ڈھانپ لے میرے گناہوں کو
خطا کی ہے، مگر تیری عطا کو دیکھ کر کی ہے

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو، شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اے شمع! تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح
ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

چھپ گیا آفتاب، شام ہوئی
اک مسافر کی رہ تمام ہوئی

راقم الحروف کومندرجہ ذیل شعر نہایت پسند ہے۔ بقول شاعر ؎

﴿۱۷۷﴾ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرا بندہ سچا ہے...... تیرا قرضہ میں ادا کروں گا

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے وہ جواب دے گا کہ خدایا! تجھے خوب علم ہے میں نے نہ یہ رقم کھائی، نہ پی، اور نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہوگئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا، جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل ورحمت سے جنت میں لے جائے گا۔

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر: جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

﴿۱۷۸﴾ خوشی کا دن سب سے زیادہ برا دن ثابت ہوا

یزید بن ملک اموی خلیفہ گزرے ہیں، یہ نئے خلیفہ تھے، عمر بن عبدالعزیز کے بعد آئے تھے، ایک دن وہ کہنے لگے کہ کون کہتا ہے کہ بادشاہوں کو خوشیاں نصیب نہیں ہوتیں؟ میں آج کا دن خوشی کے ساتھ گزار کر دکھاؤں گا، اب میں دیکھتا ہوں کہ کون مجھے روکتا ہے؟ کہا آج کل بغاوت ہو رہی ہے، یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، تو مصیبت بنے گی، کہنے لگا، آج مجھے کوئی ملکی خبر نہ سنائی جائے، چاہے بڑی سے بڑی بغاوت ہو جائے، میں کوئی خبر سننا نہیں چاہتا، آج کا دن خوشی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اس کی بڑی خوبصورت لونڈی تھی، اس کے حسن وجمال کا کوئی مثل نہ تھا، اس کا نام حبابہ تھا، بیویوں سے زیادہ اسے پیار کرتا تھا، اس کو لے کر محل میں داخل ہو گیا، پھل آ گئے، چیزیں آ گئیں، مشروبات آ گئے، آج کا دن امیر المومنین خوشی سے گزارنا چاہتے ہیں، آدھے سے بھی کم دن گزرا ہے، حبابہ کو گود میں لیے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا ہے، اور اسے انگور کھلا رہا ہے، اپنے ہاتھ سے توڑ توڑ کر اس کو کھلا رہا ہے، ایک انگور کا دانہ لیا اور اس کے

منہ میں ڈال دیا، وہ کسی بات پر ہنس پڑی تو وہ انگور کا دانہ سیدھا اس کی سانس کی نالی میں جا کر اٹکا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اس کی جان نکل گئی، جس دن کو وہ سب سے زیادہ خوشی کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا، اس کی زندگی کا ایسا بدترین دن بنا کہ دیوانہ ہو گیا، پاگل ہو گیا، تین دن تک اس کو دفن کرنے نہیں دیا، تو اس کا جسم گل گیا، سڑ گیا، زبردستی بنوامیہ کے سرداروں نے اس کی میت کو چھینا اور دفن کیا، اور دو ہفتے کے بعد یہ دیوانگی میں مر گیا۔ (حیاۃ الحیوان)

﴿۱۷۹﴾ ایک قیمتی بات

حاکم وقت ایک دریا کی مانند ہے اور رعایا چھوٹی ندیاں، اگر دریا کا پانی میٹھا ہوگا تو ندیاں بھی میٹھا پانی دیں گی، اور اگر دریا کا پانی تلخ ہوگا تو لازماً ندیوں کا پانی بھی تلخ ہوگا۔

﴿۱۸۰﴾ اللہ نے ایک موتی کو ہدایت دی

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا تو دہلی کے کوٹھے پر ایک بہت مشہور رقاصہ تھی، موتی اس کا نام تھا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلے اور بازارِ حسن میں پہنچے اور موتی کے گھر پر دستک دی، وہاں سے ان کو خیرات دی جانے لگی، تو انہوں نے کیا فقیر پہلے صدا لگاتا ہے، پھر خیرات لیتا ہے، تم میری صدا سن لو۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو قرآن کی آیات تلاوت کیں۔ **والتین والزیتون** ......الخ "قسم ہے تین (انجیر) کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور پاک شہر کی۔ سب سے بہترین ہم نے انسان کو بنایا، پھر اسی کو ہم نے سب سے ذلیل بنا کر پیچھے بھی لوٹایا۔" سب سے بہترین اور سب سے ذلیل کی تشریح بیان کرنی شروع کی تو موتی کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے اور ان آنسوؤں سے اس کی پچھلی زندگی کے سب داغ اللہ نے دھو دیئے اور اس نے توبہ کی اور کہا اب میں ساتھ جاؤں گی۔ اس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کرایا اور پھر وہ مجاہدین کے لیے آٹا پیستی تھی، اور مجاہدین کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہو گئی۔ اس موتی کا کوٹھا کس نے چھڑایا؟ اللہ نے۔ وہ کون سی حلاوت تھی، لذت تھی، وہ قرآن کی حلاوت تھی، کاش ہم اس مٹھاس سے باخبر ہو جائیں۔ **اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض** اللہ ہی کا نور ہے کائنات میں۔ اللہ کی قسم! اللہ کہتا ہے کہ جو آنکھوں کے پردے حرام سے گرا لیتا ہے، اللہ اسے چپے چپے پر اپنا نور دکھاتا ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہے۔ اور اللہ کی قسم اللہ سناتا ہے اور جو اپنے کانوں کو گانے بجانے سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اللہ اسے سناتا ہے، جس کی آنکھوں نے حرام دیکھنا چھوڑا، جس کے کانوں نے حرام سننا چھوڑا، اللہ اس کو دنیا ہی میں دکھا دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ، سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کہہ رہا ہے میرے حکموں پر تجارت کرو، میں تمہاری تجارت کے منافع کی گارنٹی دیتا ہوں۔ کوئی شئے اپنی ذات میں کچھ نہیں۔ جو ہے میرے اللہ کا امر ہے۔ (اصلاحی واقعات: صفحہ ۵۲۶)

الحمد للہ یہ کتاب بکھرے موتی جلد پنجم (۵) مکۃ المکرمہ حرم شریف میں رات کے وقت پونے ایک بجے (12:45) پوری ہوئی۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔

20 جون 2006ء بمطابق ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ بروز منگل۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ ششم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالی
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظرثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

ملت پبلی کیشنز اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی

دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی

کتابستان شاہی بازار بہاول پور

اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی

مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

داراخلاص محلہ جنگی، پشاور

ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ملتان

مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ حقانیہ ملتان

مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (ششم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس

حضرت مولانا مفتی **سعید احمد صاحب** پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! ﴾

''بکھرے موتی'' میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجدہم کا کشکول ہے جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کئے ہیں۔ ایک حسین دستر خوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لئے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں، جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو ایک گونہ عملیات کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب میں چار چاند لگائے ہیں۔ اس لئے اُمید ہے کہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور اُمت کو اس سے فیض یاب بنائیں۔

والسلام

کتبہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

16 صفر 1426ھ

☆.................☆☆☆.................☆

تعارف وتبصرہ

حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی زید مجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب وواعظ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد تو بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دُعا بھی طویل فرماتے تھے، مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گزارتے ہیں، مولانا کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے حضرت کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں۔ بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی 9 ذی الحجہ کو عشق وسرمستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج نصیب فرمائے، یہ ایک دور افتادہ کی دُعاء ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور تقاریر اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات وحکایات اور نصائح وحکم کو بیان کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے، اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاوٰی کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت ودلکش ہار ہے، جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد بمبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دُعا پر ہوتا ہے۔ لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں جس سے گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع مناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے جاتے ہیں، جو اب کتابی شکل میں آگئے ہیں۔ ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دِل کو گرمانے والا ہے، زبان وبیان آسان ورواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (تعمیرات۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۵ء صفحہ ۲۶)

☆..................☆☆☆..................☆

تقریظ

حضرت مولانا مفتی **محمد امین** صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ ! ﴾

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحب زادے ہیں، موصوف نے 1339ھ مطابق 1973ء میں بظاہر علوم سہارن پور سے علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی ہے، طالب علمی کے زمانہ سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تک والد محترم کے زیر سایہ دعوت وتبلیغ کے کام میں شب وروز لگے رہے، والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زیدمجدہم اخلاق وعادات اوراو صاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زیدمجدہم جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے، رمضان المبارک میں تراویح کے بعد بمبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے آپ کی علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔

دوسری طرف مولانا زیدمجدہم اُن پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانہ سے اب تک منتخب ومحفوظ فرمارہے ہیں ''بکھرے موتی'' کے نام سے شائع فرما کر پوری اُمت مسلمہ کو فیض پہنچارہے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اسم بامسمی ہے۔ جو خوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کئے بغیر دم نہیں لیتا۔ یہ کتاب صحابہ کرام، ائمہ عظام اور بزرگانِ دین کے عبرت آموز واقعات، پریشان حال لوگوں کے لیے مجرب وظائف اور نبوی، تبلیغی اور اصلاحی بیانوں اور عمدہ نصیحتوں کا حسین گلدستہ ہے۔

چھٹا حصہ پہلی بار شائع ہورہا ہے، سابقہ حصوں کی طرح اس حصہ میں بھی مولانا نے عبرت آموز واقعات، نہایت مفید مضامین اور کار آمد باتیں جمع کردی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے اور موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری

خادم حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

10 محرم 1427 ہجری

☆..............☆☆☆..............☆

﴿۱﴾ دعاء کی قبولیت کا مجرب نسخہ

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہل بدریین سے صرف چوالیس (44) نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جو ان کی شرائط صحت واستناد کے مطابق تھے۔ علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں منقول اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے اور بار بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

﴿۲﴾ حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم

سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق اجمعین، خاتم الانبیاء والمرسلین
سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اجمعین

- ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- ابو عبد اللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
- زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- انسہ حبشی مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ
- ابو کبشہ فارسی مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ
- ابو مرثد کناز بن حصن رضی اللہ عنہ
- مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ یعنی کناز بن حصین کے بیٹے
- ابو سنان بن محصن رضی اللہ عنہ
- عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
- طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ
- حصین بن حارث رضی اللہ عنہ
- مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ عنہ
- ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
- صبیح مولیٰ ابی العاص اُمیہ رضی اللہ عنہ
- عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ
- شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
- یزید بن رقیش
- محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ
- ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ
- محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ
- سوید بن مخشی رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
- حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
- سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
- سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
- عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

- عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
- بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ
- صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
- ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
- ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ
- معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
- عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
- عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ
- خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ
- سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
- عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
- سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ
- عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
- حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- خباب بن الارت رضی اللہ عنہ
- عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
- طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
- شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ
- عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- خولیٰ بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
- عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
- ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
- عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ
- قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- معمر بن حارث رضی اللہ عنہ
- ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
- سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ
- عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ
- صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ
- وہب بن سعد رضی اللہ عنہ
- عیاض بن ابی زبیر رضی اللہ عنہ

﴿۳﴾ حضرات بدریین انصار رضی اللہ عنہم

- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
- حارث بن انس رضی اللہ عنہ
- سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ
- سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ
- حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہ
- عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھائی
- سعد بن زید رضی اللہ عنہ
- عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ
- رافع بن یزید رضی اللہ عنہ
- محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ

- سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ
- عبید بن التیہان رضی اللہ عنہ
- قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ
- ابوعبس بن جبیر رضی اللہ عنہ
- عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
- عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ
- مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ
- رافع بن عنجدہ رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ
- حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ
- عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ
- معن بن عدی رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ
- ربعی بن رافع رضی اللہ عنہ
- عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ
- سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
- خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ
- ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ
- حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ
- جبر بن عتیک رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ
- سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
- خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ
- سماک بن سعد رضی اللہ عنہ
- عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
- ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ
- عبید بن اوس رضی اللہ عنہ
- معتب بن عبید رضی اللہ عنہ
- مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
- ابوبردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ
- معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ
- سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
- عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ
- ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ
- ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ
- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ
- ابوضیاع بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ
- منذر محمد رضی اللہ عنہ
- سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن قدامہ رضی اللہ عنہ
- تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن نمیانہ رضی اللہ عنہ
- خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
- بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
- سبیع بن قیس رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عبس رضی اللہ عنہ

- یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی رضی اللہ عنہ
- زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- معبد بن عباد رضی اللہ عنہ
- نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ
- ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ
- ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ
- عمرو بن خشخاش رضی اللہ عنہ
- عماد بن خشخاش رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ
- ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- عبدربہ بن حق رضی اللہ عنہ
- ضمرہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ
- قراش بن صمہ رضی اللہ عنہ
- عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
- معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- بشر بن البراء رضی اللہ عنہ
- طفیل بن النعمان رضی اللہ عنہ
- خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ
- حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- تمیم بن یعار رضی اللہ عنہ
- زید بن المزین رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
- اوس بن خولی رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
- عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ
- عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ
- عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
- نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
- مالک بن دعشم رضی اللہ عنہ
- ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ
- مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ
- نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ
- کعب بن جماز رضی اللہ عنہ
- زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
- تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ عنہ
- معاذ بن عمرو الجموح رضی اللہ عنہ
- خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
- حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ
- عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ
- طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ
- سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ

- عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ عنہ
- جبار بن صخر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
- معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ
- ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- معبد بن قیس رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مناف رضی اللہ عنہ
- خلید بن قیس رضی اللہ عنہ
- ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ
- قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- عیس بن عامر رضی اللہ عنہ
- ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ
- قیس بن محصن رضی اللہ عنہ
- جبیر بن ایاس رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
- مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ
- اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ
- معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
- مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
- خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ
- زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
- خالد بن قیس رضی اللہ عنہ
- عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ
- عمارۃ خرم رضی اللہ عنہ
- حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ
- مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ
- رافع بن حارث رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
- یزید المنذر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- سعاد بن زریق رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
- جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ
- نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ
- سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ
- سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
- حارث بن قیس رضی اللہ عنہ
- سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ
- ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
- عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
- فاکہ بن بشر رضی اللہ عنہ
- عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ
- عبید بن زید رضی اللہ عنہ
- فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- خلقہ بن عدی رضی اللہ عنہ
- سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ
- سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ
- عدی بن زغبار رضی اللہ عنہ
- ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ
- عوف بن حارث رضی اللہ عنہ

- معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
- ودیقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
- انس بن معاذ رضی اللہ عنہ
- ابوطلحہ بن سہل رضی اللہ عنہ
- عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عامر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ
- سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ
- ابوالاعور بن حارث رضی اللہ عنہ
- حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ
- ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ
- قیس بن مخلد رضی اللہ عنہ
- حماک بن عبدعمرو رضی اللہ عنہ
- جابر بن خالد رضی اللہ عنہ
- کعب بن زید رضی اللہ عنہ
- عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
- عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ
- معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ
- عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ
- عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ
- ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ عنہ
- سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ
- اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ
- اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ
- ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ
- محرز بن عامر رضی اللہ عنہ
- ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ عنہ
- سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ
- قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ
- عصمہ اسدی رضی اللہ عنہ
- سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عبدعمرو رضی اللہ عنہ
- سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ
- سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ
- بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ عنہ
- ملیل بن دبرہ رضی اللہ عنہ
- بلال بن المعلی رضی اللہ عنہ

(سیرۃ المصطفیٰ، جلد دوم، صفحہ 136 تا 145)

﴿۴﴾ اللہ کے راستے میں نکلئے، سورج غروب ہوتے ہی آپ کے گناہ معاف

رُوِيَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَاحَ مُسْلِمٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُجَاهِدًا أَوْ حَاجًّا مُهِلًّا أَوْ مُلَبِّيًا إِلَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ بِذُنُوْبِهٖ ط (الترغیب والترہیب، جلد۲ صفحہ۲۶۹)

ترجمہ: ''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بھی اللہ کے راستہ میں شام کرتا ہے اس حال میں کہ وہ جہاد کررہا ہو یا حج کرتے ہوئے تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) پڑھ رہا ہو یا تلبیہ (لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ......الخ) پڑھ رہا ہو تو سورج اس مسلمان کے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔''

﴿۵﴾ نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے

جس طرح بچے کے رونے کا اثر پورے گھر کے ماحول میں پڑتا ہے، اسی طرح نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں نمازِ استسقاء پڑھنا، سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف پڑھنا اور چاند گرہن کے وقت نمازِ خسوف پڑھنا اس کی واضح دلیل ہے۔

انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو اوقاتِ نماز کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے۔ مثلاً:

- نمازِ فجر کو بچپن کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن کی ابتداء ہوتی ہے)
- نمازِ ظہر کو جوانی کے ساتھ مناسبت ہے۔ (سورج اپنے عروج پر ہوتا ہے)
- نمازِ عصر کو بڑھاپے کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن ڈھل جاتا ہے)
- نمازِ مغرب کو موت کے ساتھ مناسبت ہے۔ (زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے)
- نمازِ عشاء کو عدم کے ساتھ مناسبت ہے۔ (انسان کا دُنیا سے نام ونشان مٹ جاتا ہے)

اس لئے نمازِ عشاء کو ثلث لیل تک پڑھنا مستحب ہے، چونکہ روشنی کا نام ونشان مٹ جاتا ہے، اور رات کے بعد پھر دن ہوتا ہے اسی لیے قیامت کے دن کا تذکرہ ہے۔ یوم الدین اور یوم القیامۃ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ لیل القیامۃ نہیں کہا گیا۔

(نماز کے اسرار ورموز، صفحہ ۸۳)

﴿۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتے بات کرتے تھے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی اُمت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا! محدث کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۶۱۰)

﴿۷﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو شاندار مناجات سکھائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی تعریف کسی نے نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے لیے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ اُمور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے، میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور ان پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۶۱۰)

﴿۸﴾ مومن کی موت پر فرشتے کی نرمی

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے۔ وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فرشتے! ان کے ساتھ نرمی کرو۔ اس بیمار آدمی نے کہا: وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مؤمن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۲۰۹)

﴿۹﴾ ''یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' کہہ کر دُعا مانگئے ظالم کے ظلم سے نجات ملے گی

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ اس طرح سنایا کہ میں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا، کرایہ پر دینے والے نے شرط لگائی کہ وہ راستہ میں جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا۔ چنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا: یہاں اُتر جاؤ۔ میں وہاں اُتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو میں نے کہا: مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو اس نے کہا، پڑھ لو، تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا تھا جب میں نماز پڑھ چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو میں نے کہا: یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ تو اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرو، وہ ایک دَم ڈر گیا اور اس آواز سے کہا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اس طرح تین مرتبہ ہوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا، اس نیزے کے سرے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا۔ پھر مجھ سے کہا، جب تم پہلی دفعہ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہہ کر پکارا تو میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا، جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دُنیا پر تھا، جب تم نے تیسری بار پکارا تو میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا، جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دُنیا پر تھا، جب تم نے تیسری بار پکارا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۲۰۶)

﴿۱۰﴾ دشمن پر غالب ہونے کا نبوی نسخہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ دشمن سے مقابلہ ہوا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا کرتے ہوئے سنا:

﴿ یَا مٰلِكَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾

ترجمہ: ''اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

﴿۱۱﴾ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں:

① ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔
② وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔
③ وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ (یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے)۔

④ چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے، یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۹۰)

﴿۱۲﴾ اے گناہ کرنے والے، گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گناہ کرنے والے، گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا، گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئی، تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کرسکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازہ کا پردہ ہل جائے، اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دِل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے بڑا گناہ ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۸)

﴿۱۳﴾ دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنا ہو کر چلو

ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا، اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ فرمایا: لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو۔ اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) زندہ آدمی کی انہیں باتوں پر رشک کرو جن باتوں پر مرجانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر اور اپنی حاجت اس آدمی سے نہ طلب کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پرواہ نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۷)

﴿۱۴﴾ مومن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے، اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۵)

مؤمن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ مؤمن اندر جاتا ہے تو نور میں اور باہر آتا ہے تو نور سے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام ظلمت ہے، اس کا عمل ظلمت ہے، کافر اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۶)

﴿۱۵﴾ فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فتنہ تین آدمیوں کے ذریعے سے آتا ہے۔ ایک تو اس ماہر اور طاقتور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعے سے جو اُٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے، دوسرے اس بیان والے کے ذریعہ جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے۔ تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعے سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کے بل گرادیتا ہے البتہ سردار کو فتنہ خوب کر دیتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۵)

﴿۱۶﴾ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اُٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے کیونکہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اُٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیر کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا۔ لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۵۸۵)

﴿۱۷﴾ دِل چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دِل چار قسم کے ہوتے ہیں:

① ایک وہ دِل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ تو کافر کا دل ہے۔
② دوسرا دومنہ والا دِل یہ منافق کا دِل ہے۔
③ تیسرا وہ صاف ستھرا دِل ہے جس میں چراغ روشن ہے یہ مؤمن کا دِل ہے۔
④ چوتھا وہ دِل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی شان پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۵۸۴)

﴿۱۸﴾ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا درد بھرا خط

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے نام

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام بندے مل کر نہیں ٹال سکتے (اس بلا سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دُعا کو غنیمت سمجھو۔ اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے، یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دِل نرم ہو جائے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دِل نرم ہو جائے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یتیم کو اپنے سے قریب کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں کھلاؤ، اس سے تمہارا دِل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی۔ اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دُنیا والا انسان جس نے اس دُنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حالت میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا، وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا کہ تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے

ادا کیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے اس دُنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھوں کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا، تیرا ناس ہو تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسا ہی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے، حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے ایک خادم مانگا تھا اور میں ان دِنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے مل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آ جانا کیونکہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد کیا کیا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰)

﴿۱۹﴾ اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آ جائیں گے۔

① تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو۔
② اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو۔
③ اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ مت سمجھو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰)

﴿۲۰﴾ زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو۔ اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو، کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں، جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۹)

﴿۲۱﴾ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت

حضرت شرجیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے، تم صبح کو جا رہے ہو، شام کو ہم بھی تمہارے پاس آ جائیں گے، یا تم شام کو جا رہے ہو صبح کو ہم بھی آ جائیں گے۔ جنازہ ایک زبرست اور مؤثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہو جاتے ہیں، نصیحت حاصل کرنے کے لیے موت کافی ہے۔ ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جا رہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے۔ (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دینوی کاموں میں لگے رہتے ہیں) (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۸)

﴿۲۲﴾ وہ قوم جس کے گھر قبر میں بدل گئے

حضرت ابوالدرداء فرماتے تھے، اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی اُمیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم سے پہلے کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور اُنہوں نے بڑی لمبی اُمیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائی تھیں لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور اُن کی اُمیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کے گھر قبر بن چکے ہیں۔ یہ ''قومِ عاد'' ہے جن کے مال و اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا

لیکن اب مجھ سے ''عاذ'' کا سارا تر کہ دو درہم میں خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ (حیاۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ ۵۷۷)

﴿۲۳﴾ جو لوگوں کے عیب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہوگا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں، لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا، اس کا غم لمبا ہوگا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۷۶)

﴿۲۴﴾ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی، انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (دمشق میں رہتے تھے، انہوں نے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے، اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے، شاباش ہو کہ آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم وطبیب سے بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے، میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہوں، تم دونوں میرے پاس واپس آ کر اپنا سارا واقعہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے) (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۷۵)

﴿۲۵﴾ تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے

حضرت جعفر بن بُرقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دُنیا کی اُمیدیں لگا رہا ہے حالانکہ موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی۔ یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی، دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے مناظر کی ہولناکی۔ تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۷۴)

﴿۲۶﴾ حق وزنی ہوتا ہے اور باطل ہلکا ہوتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتیں ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اُٹھانے پڑتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی دِلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۷۱)

﴿۲۷﴾ دُنیا کا صاف حصہ چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے، نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دُنیا کے کسی کام میں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہیے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو ''قطرب'' کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن میں دُنیا کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دُنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لیے تحفہ ہے۔

(خواجہ ابونعیم فی الحلیۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰)

ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہے اور گدلا حصہ رہ گیا ہے۔

(خواجہ ابونعیم، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱)

﴿۲۸﴾ سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بے زاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اس سے بے زار ہو کر نفرت کریں گے، غیر تعجب کی بات پر ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا۔ اس میں تو تم کامیاب ہو گئے، تم نے صبر سے کام لیا، اب خوشحالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے۔ جب وہ سونے، چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور ملک شام کی باریک اور یمن کی پھول دار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیز لگا دیں گی جو اُسے میسر نہیں ہوں گی۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۳۷)

﴿۲۹﴾ اپنے ذمہ داروں کی خیر خواہی کرو اُن کو دھوکہ نہ دو

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قبر اُردن میں ہے، جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا، میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو، اور دُنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے، اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے۔ لہٰذا اُن سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کرے گا اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا، تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے، کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ نہ ہو چھوڑے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز، جلد ۵، صفحہ ۷۴)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مومن کے دِل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نا معلوم کتنی مرتبہ اِدھر اُدھر پلٹتا رہا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے) (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، جلد ا، صفحہ ۱۰۲)

﴿۳۰﴾ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو

حضرت نمراں بن مخمر ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لشکر میں چلے جا رہے تھے۔ فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اُجلا اور سفید کر رہے ہیں، لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں، یعنی دین کا نقصان کر کے دُنیا اور ظاہری شان وشوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں، پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعہ سے ختم کرو اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کرلے جس سے زمین وآسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرلے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آجائے گی۔

(عند ابن السمعانی کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۳۶)

﴿۳۱﴾ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

① آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی مثلاً روزی کا ملنا یقینی ہے، اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے)۔

② اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں)۔

③ اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دُنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے آگے چلا دیا یا تقسیم کر کے برباد کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا۔ (خواجہ ابن عساکر کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۲۱)

﴿۳۲﴾ علمائے کرام اس مضمون کو ضرور پڑھیں

ہمارے اس زمانہ میں ایک نہایت ہی اہم دینی ضرورت یہ ہے کہ ہمارے جید الاستعداد علماء کرام چھوٹے چھوٹے بچوں کو انگلش اور ہندی اور مقامی زبان سکھانے کے لئے اسلامی طرز پر ایک کورس تیار کریں، جس میں جانداروں کی تصاویر بالکل نہ ہوں اور غیر اسلامی ناموں کے بجائے اسلامی نام ہوں، اور اسکولوں میں رائج کورس میں جو غیر اسلامی مضامین ہوتے ہیں ان سے بھی وہ کورس پاک وصاف ہو، بلکہ اسلامی عقائد اور ہمارے اسلاف کے واقعات وکارناموں سے وہ آراستہ ہو، جس سے بچے زبان دانی کے ساتھ اسلام کے عقائد وآداب سے بھی واقف ہوں بلکہ ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھی آگاہ ہوں۔ چنانچہ کچھ حساس، بیدار مغز علماء نے اس دینی ضرورت کو محسوس کر کے اسلامی طرز پر مقامی زبان سکھانے والی ابتدائی وبنیادی کتابیں تالیف کرنا شروع بھی کر دیا ہے اور کچھ حضرات نے ایسی ہی کچھ کتابیں شائع بھی کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مبارک محنتوں کو قبول فرمائے اور تکمیل تک پہنچائے اور ہمارے عوام کو ان کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ آمین

اس کام کی بڑی اہمیت اس بناء پر ہے کہ اسکولوں میں رائج کورس کو پڑھ کر ہمارے بچوں کا ذہن غیر اسلامی بنتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کی تصویر دیکھ کر اور ان کو سولی دینے کا مضمون پڑھ کر بچوں کا ذہن قرآن کے خلاف بنتا ہے، قرآن تو صاف الفاظ

میں کہتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۱۵۷) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمنوں نے قتل نہیں کیا اور نہ سولی دی۔ اسی طرح دوسرے غیر اسلامی مضامین پڑھ کر عقائد خراب ہوتے ہیں، حالانکہ عقائد ہی اصل ایمان ہے۔

﴿۳۳﴾ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے

حضرت ابو زید مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا، تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ابو ہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابو ہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابو ہریرہ پر بڑا احسان فرمایا۔ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بنتِ غزوان سے میری شادی کرادی۔ حالانکہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اور اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھی۔ پھر فرمایا عربوں کے لیے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آگیا ہے اور ان کے لیے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آکر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۴۵)

﴿۳۴﴾ دُنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے اور دُنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا جیسے برتن میں پانی اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے۔ اور آدمی اسے چوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہاں میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہاں میں جاؤ، ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر (70) سال تک جہنم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی، میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنالیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔ ایک زمانہ میں تو ہمارا فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے یہاں چھوٹا ہوں۔ (اخرجہ مسلم کذا فی الترغیب، جلد۵، صفحہ ۱۷۹)

حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کرلو گے۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک، جلد۳، صفحہ ۲۶۱)

﴿۳۵﴾ سانپ مارنے کی عجیب فضیلت

حضرت ابوالاحوص جشمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر

آیا، انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا ہے جس کا خون بہانا حلال ہو گیا ہے۔ (اخرجہ احمد، جلد ۱، صفحہ ۴۲۱)

﴿۳۶﴾ لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں میں لگ کر اپنے آپ سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اِدھر اُدھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا۔ جب تم سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اسی طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۰۸)

﴿۳۷﴾ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے منبر پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کر سکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی نہیں کر سکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کہا تم سوادِ اعظم کو چمٹے رہو یعنی علماء حق سے جڑے رہو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۴۵۶)

﴿۳۸﴾ فرض نمازوں کے پانچ ہونے کی حکمت

سوال نمازیں پانچ ہی کیوں فرض ہوئیں، کیا حکمت ہے؟

جواب دستور یہ ہے کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَةِ (دانا کا فعل دانائی سے خالی نہیں ہوتا) پانچ نمازوں کی چند حکمتیں درج ذیل ہیں۔

حکمت (1):

جب نبی کریم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بار بار شفاعت پر پینتالیس (45) نمازیں معاف کر دی گئیں۔ مگر اُصول بنا دیا گیا کہ:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾ (سورۂ سبأ، آیت:۱۳)

ترجمہ: ''جو ایک نیکی لایا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔''

اللہ رب العزت کی شان رحمت کا اندازہ لگائے کہ اُمت پانچ نمازیں پڑھے گی مگر پچاس کا اجر و ثواب پائے گی۔

عربی زبان میں صفر کو نکتہ کی مانند لکھتے ہیں۔ پروردگارِ عالم نے نکتہ ہٹا دیا اور اُمت کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ قیامت کے دن رب کریم کی نکتہ نوازی کا ظہور ہوگا۔ رحمت کا نکتہ شامل کر کے پانچ کے بجائے پچاس نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اُردو زبان میں سخی کی سخاوت بیان کرنے کے لئے نکتہ نوازی کا محاورہ شاید اسی واقعہ سے مشہور ہوا ہے۔ اگر پچاس نمازیں ہوتیں تو ہزاروں میں کوئی ایک نمازی ہوتا۔ پانچ کی وجہ سے کمزوروں کے لئے بھی آسانی ہوگی۔ ہزاروں لوگ نمازی بن گئے۔ بڑا بوجھ گردنوں سے اُٹھ گیا۔

حکمت (2):

انسان کے جسم میں حواس خمسہ موجود ہیں۔

① دیکھنے کی حس (قوت باصرہ) ② سننے کی حسن (قوت سامعہ) ③ سونگھنے کی حس (قوت شامہ)

④ چکھنے کی حس (قوت ذائقہ) ⑤ چھونے کی حس (قوتِ لامسہ)

اللہ تعالیٰ نے پانچ حواس کے بدلے پانچ نمازیں عطا فرمائیں تا کہ ہر حس عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جا سکے۔

حکمت (3):

انسانی زندگی کی پانچ نعمتیں نمایاں ہیں:

① کھانا پینا ② لباس ③ مکان ④ بیوی بچے ⑤ سواری

جان کا شکریہ ایمان لانا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا جبکہ بقیہ پانچ نعمتوں کے شکرانے کے طور پر پانچ نمازیں عطا کر دی گئیں۔ جو شخص پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں سے ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص طواف کے دوران دُعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! مجھے قلیل لوگوں میں سے بنا دے۔ کسی نے پوچھا کہ قلیل لوگوں میں سے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ (سورۂ سبا، آیت: ۱۳)

ترجمہ: ''میرے بندوں میں تھوڑے شکر گزار ہیں۔''

حکمت (4):

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو پانچ نعمتیں مل گئیں وہ سمجھ لے کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل گئیں۔

① شکر کرنے والی زبان۔ ② ذکر کرنے والا دل۔ ③ مشقت اٹھانے والا بدن۔

④ نیک بیوی۔ ⑤ سہولت کی روزی۔

پانچ نمازیں ان پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کافی ہیں۔

حکمت (5):

انسانی زندگی کی پانچ حالتیں ممکن ہیں:

① کھڑا ہونا ② بیٹھنا ③ لیٹنا ④ جاگنا ⑤ سونا

ان پانچ حالتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ اگر انسان ہر نعمت کا حق ادا کرنا چاہے تو وہ حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ہم نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتے تو اُن کا شکریہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتے تو اُن کا شکریہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ظاہراً ناممکن نظر آتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے احسان فرمایا کہ انسان پر پانچ نمازیں فرض فرما دیں۔ پس جو شخص اہتمام کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرے وہ زندگی کی ہر حالت میں ہونے والی اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے والا بن جائے گا۔

حکمت (6):

شریعت محمدیہ میں نجاست سے پاکی حاصل کرنے والے غسل پانچ ہیں:

① جنابت کا غسل ② حیض کا غسل ③ نفاس کا غسل

④ اسلام لانے کا غسل ⑤ میت کا غسل

یہ پانچ غسل ہر قسم کی حقیقی نجاستوں اور حکمی نجاستوں کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔ سے ادا کر لے وہ ہر قسم کی باطنی نجاستوں سے پاک ہو جائے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال ایک نہر کی مانند ہے جو مؤمن کے گھر کے سامنے جارہی ہو۔ پھر وہ مؤمن اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ ... نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسی طرح جو شخص پانچ نمازیں ادا کر لیتا ہے اس کے ذمہ گناہوں کا میل کچیل نہیں رہ سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۴)

ترجمہ: ''بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

حکمت (7):

قبلے پانچ طرح کے ہیں:

① بیت اللہ۔ اُمتِ محمدیہ کا قبلہ ② بیت المقدس۔ یہودیوں کا قبلہ ③ مکاناً شرقیاً یعنی مشرقی سمت، نصاریٰ کا قبلہ

④ بیت المعمور۔ ملائکہ کا قبلہ ⑤ وجہ اللہ۔ راہ گم متحیر انسان کا قبلہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۱۵)

گویا عبادت کرنے والے پانچ قسم کے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کیں تا کہ ان کو تمام عبادت گزاروں سے مناسبت ہو اور سب کی عبادت کے بقدر اُن کو عبادت کرنے کا اجر و ثواب حاصل ہو۔

حکمت (8):

انسان کی دنیاوی زندگی ختم ہونے پر اُسے پانچ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا:

① سکراتِ موت ② عذابِ قبر ③ روزِ محشر نامۂ اعمال کا ملنا

④ پل صراط سے گزرنا ⑤ جنت کے دروازے سے گزرنا

جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پانچ مصیبتوں کو آسان فرما دیں گے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں حدیث نقل کی ہے:

﴿ وَمَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ كَرَمَهُ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ۔ يَرْفَعُ عِنْدَ ضِيقِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ بِيَمِيْنِهِ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

ترجمہ: ''جس نے نمازوں کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ پانچ خصلتوں سے اس کا اکرام فرمائے گا۔ اول موت کی سختی سے بچائے گا، دوسرے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، تیسرے حشر کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا، چوتھے پل صراط سے بجلی کی طرح پار ہو جائے گا، پانچویں جنت میں بلا حساب داخل کر دیا جائے گا۔'' (نماز کے اسرار و رموز، صفحہ ۸۴)

﴿۳۹﴾ غم ہلکا کرنے کا مجرب عمل

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ کفار کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے بڑے مغموم تھے۔ اللہ رب العزت نے کتنے پیارے انداز میں فرمایا:

﴿ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَاتَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ (سورۂ نحل: آیت ۱۲۷، ۱۲۸)

کبھی آپ بہت پریشان ہوں تو اس آیت کو ذرا چند بار پڑھ کر دیکھا کیجئے، آزمودہ چیز ہے، بڑے بڑے غم اور مصیبتیں اللہ رب العزت اس آیت کے پڑھنے سے بندے کے سر سے دور فرمائیں گے، دِل میں ٹھنڈک آ جائے گی، اللہ کے اس کلام میں عجیب تاثیر ہے۔ پریشان بندے کو خوش کرنے کے لیے یہ آیت اکسیر ہے، اس پر آپ خود بھی عمل کر لیجئے گا کبھی بھی کوئی پریشانی آئے آپ اس آیت کو پڑھیئے۔ دیکھئے پھر اللہ تعالیٰ دِل کی حالت کو کیسے بدلتے ہیں۔

﴿۴۰﴾ خط۔ مسجد کی خدمت کیجئے، اللہ آپ کو نیک خادمہ بیوی دے گا

سوال مکرم...... بندہ بہت دنوں سے بیوی ڈھونڈ رہا ہے، کوئی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، کوئی وظیفہ بتائیے۔

جواب ① استغفار کی کثرت کرو۔

② یَاجَامِعُ ۵۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔

③ علماء نے لکھا ہے کہ جس نوجوان کی شادی میں رکاوٹ ہو۔ اگر وہ مسجد میں جھاڑو دے اور خدمت کرے تو اس خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو خادمہ عطا فرما دیتے ہیں۔

④ اگر آپ ایسی بیوی کی تلاش میں ہیں کہ جس میں کوئی عیب نہ ہو تو آپ کو بیوی ملنا مشکل ہے۔ وہ تو انشاء اللہ جنت میں ملے گی اس لئے اس کی بندی مل جائے تو اسے اپنی شریک حیات بنا لیجئے۔

⑤ سورۂ احزاب لکھ دیجئے اور گھر میں رکھئے۔

⑥ اگر عورت کو شوہر کی ضرورت ہو تو بھائی کو مسجد کی صفائی کے لیے بھیجے۔

﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ﴾

• ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

﴿۴۱﴾ دِل ہلا دینے والی دُعا

رب کریم ہم ظاہر میں بندے ہیں حقیقت میں نہایت گندے ہیں، اللہ ہمارے اندر کی گندگیوں کو دور فرما، ہمارے دِلوں کی ظلمت کو دور فرما۔ ہمارے دِلوں کی سختی کو دور فرما، اللہ ہمارے دِلوں کو منور فرما، ہمارے دل کی دُنیا کو آباد فرما، میرے مالک ہماری نگاہوں کو پاک فرما۔ ہمارے دِلوں کو صاف فرما، ہمارے سینوں کو اپنی محبت سے لبریز فرما۔

اپنے عشق کی آتش ہمارے سینوں میں پیدا فرما۔ ہمارے انگ انگ سے اپنے ذکر کو جاری فرما، روئیں روئیں سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہماری ہڈی ہڈی، بوٹی بوٹی میں اپنی محبت پیدا فرما۔ اے مالک ہمارے عمل میں اخلاص پیدا فرما، رزق میں برکت پیدا فرما، صحت میں برکت پیدا فرما، کاموں میں برکت پیدا فرما، قدم قدم پر اپنی برکتیں شامل حال فرما۔

اے مالک! ہماری جسمانی بیماریوں کو دور فرما، ہماری روحانی بیماریوں کو دور فرما، نفس و شیطان کے مکروفریب سے حفاظت فرما۔ بُرا چاہنے والوں کی برائی سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ فرما، عزت وآبرو کی حفاظت فرما، اے اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اے مالک! ہمیں برے کاموں سے محفوظ فرما، بُرے دن سے محفوظ فرما بُری رات سے محفوظ فرما، بُرے وقت سے محفوظ فرما،

بُرے کاموں سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں بُرے انجام سے محفوظ فرما، بُرے دوستوں سے محفوظ فرما، بُرے حالات سے محفوظ فرما۔

رب کریم ہمارے حال پر رحمت کی نظر فرما، اللہ ہمیں نماز کی حضوری نصیب فرمایا، مسجدوں کا سرور نصیب فرما، قرآن پاک پڑھنے کا لطف نصیب فرما، رات کے آخری پہر مناجات کی لذت نصیب فرما، اے مالک! ایمان حقیقی کی لذت نصیب فرما، رب کریم! ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما، اے اللہ! جس طرح ماں باپ اپنے کمزور بچے کا زیادہ لحاظ کرتے ہیں، اے اللہ ہم آپ کے کمزور بندے ہیں ہمارا زیادہ لحاظ فرما، ہم پر خصوصی رحمت کی نظر فرمادیجئے۔

اللہ تری اک نگاہ کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے

آپ کی ایک رحمت کی نظر ہوگی ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا، اے اللہ! آپ کو اسی وقت تک منانا ضروری ہے جب تک کہ آپ راضی نہیں ہو جاتے، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جایئے، اے مالک رضا عطا فرمادیجئے، اے مالک! ہمارے گناہوں کے سبب ہم سے ناراض نہ ہوئیے، ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیجئے، اے اللہ! جب بچہ پریشان ہوتا ہے، اپنے ماں باپ کی طرف دوڑتا ہے، جب بندے پریشان ہوتے ہیں اپنے پروردگار کے در پر آتے ہیں، اے بے کسوں کے دستگیر، اے ٹوٹے دِلوں کو تسلی دینے والے، اے زخمی دِلوں پر مرہم رکھنے والے، اور غمزدہ دلوں کے غموں کو دور کرنے والے، اے پھیلے ہوئے دامنوں کو بھر دینے والے، اللہ ہماری توبہ کو قبول فرما۔

اے مالک! ہماری دُعاؤں کو کہیں پھٹے کپڑے کی طرح منہ پر نہ مار دینا، اللہ ہم آپ کی شان بے نیازی سے ڈرتے ہیں، اے مالک! جب آپ کی بے نیازی کی نگاہ اُٹھتی ہے تو بلعم باعورا کی چار سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا دیتے ہیں، اللہ ہمارے پلے تو عبادتیں بھی نہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرسکیں، اللہ ہم تو گناہوں کے گٹھرلے کر آگے کھڑے ہیں، اے مالک! اس امید کے ساتھ کہ جب کوئی شہنشاہ کے دروازے پر جاتا ہے تو شہنشاہ یہ نہیں پوچھتا کہ تم کیا لے کر آئے ہو، ہمیشہ یہ پوچھتا ہے کیا لینے کے لئے آئے ہو، اے مولیٰ! ہمارے پاس کوئی ایسا عمل نہیں کہ جو آپ کی خدمت میں پیش کرسکیں۔ ہم تو لینے کے لیے آئے ہیں، مانگنے کے لیے آئے ہیں، رب کریم! رحمت کی نظر کر دیجئے، اے مالک! ہم پر احسان فرمادیجئے، اے اللہ! جب کوئی ماں بچے کو نجاست میں لتھڑا دیکھتی ہے، وہ بچے کو پھینک نہیں دیتی، نفرت نہیں کرتی، سمجھتی ہے یہ نادان ہے، نجاست میں لتھڑا پڑا ہے اس کو دھولیتی ہے سینے سے لگالیتی ہے، مولیٰ! ہم بھی گناہوں کی نجاست میں لتھڑے ہوئے ہیں، مولیٰ ہم بڑے نادان، بڑے جاہل بن کر زندگی گزارتے پھر رہے ہیں، مگر بندے تو آپ ہی کے ہیں، اے اللہ! اپنی رحمت کی نظر کر دیجئے، اور ہمارے گناہوں کی نجاست کو دھو دیجئے اور اپنی رحمت کی چادر میں چھپا لیجئے۔

اے مالک! ہمارے جیسے تو آپ کے اربوں، کھربوں بندے ہیں، لیکن ہمارا تو تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیں تو آپ ہی کے در سے مانگنا ہے، اللہ اپنے دروازے کھول دیجئے، رحمت کی نظر ڈال دیجئے، اے مالک! ہمارے لئے رحمت کا معاملہ فرمادیجئے، اے اللہ! یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا، آپ تو ان سے زیادہ کریم ہیں، آپ اپنے بندوں کو معاف فرمادیجئے، میرے مالک! کرم کا معاملہ فرمادیجئے۔

رب کریم! احسان کا معاملہ فرمادیجئے اور ہماری زندگی کے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیجئے، یہاں جتنی بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئی ہیں جتنی معلمات ہیں، یا خادمات ہیں، اللہ سب کی محنتوں کو قبول فرما، سب کو اپنے مقرب بندوں میں شامل کر لیجئے، رب کریم ہم نے تو یہ معمول دیکھا کہ اگر کسی سے کوئی لڑا ہو اور کسی کی عورتیں معافی مانگنے گھر پر آجائیں تو دنیا دار لوگ بھی چل کر آنے والی عورتوں کا لحاظ کر لیتے ہیں۔ قتل کے مقدمے تک معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ جب لوگ عورتوں کے چل کر آنے کا اتنا لحاظ کرتے ہیں، آپ کی یہ بندیاں اپنے گھروں سے چل کر یہاں آئی بیٹھی ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، اللہ رحمت کی سوالی ہیں، آپ سے آپ کی رحمت

مانگتی ہیں، مولیٰ ان کے گناہوں کو بخش دیجئے، ان کی خطاؤں کو معاف کر دیجئے، رب کریم! احسان فرما دیجئے۔

اے اللہ! ہم نے علماء سے یہ مسئلہ سنا ہے کہ جب باپ کوئی چیز کھانے، پینے کی خرید کر لائے اس کے بیٹے بھی ہوں، بیٹیاں بھی ہوں، وہ بیٹی کو پہلے دے، اس عزت کی وجہ سے جو آپ نے بیٹی کو عطا کی ہے، اے اللہ! جب آپ نے ہمیں یہ حکم دیا، ہم بیٹیوں کا اکرام کریں، اے اللہ! آپ کی بندیاں آپ کے سامنے ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، آپ ان پر کرم فرما دیجئے۔ میرے مولیٰ! یہ اپنے دل کے غم کس کے سامنے کھولیں، مولیٰ آپ تو سینے کے بھید جاننے والے ہیں، اے اللہ! انہیں شیطانی وساوس سے بچا لیجئے۔ نفسانی وساوس سے بچا لیجئے، ان کو عزت و پاک دامنی کی زندگی عطا کر دیجئے، اے اللہ! ان کی عزت و ناموس کی حفاظت فرمائیے، رب کریم! احسان فرمائیے اور ان کو نیکوکاری کی زندگی عطا فرما دیجئے، زیورِ علم سے ان کو آراستہ فرما دیجئے، ان کے سینوں کو قرآن و حدیث کے نور سے منور فرما دیجئے، زندگی اور آخرت کے ہر امتحان میں کامیاب فرما دیجئے، اے اللہ! یہ اپنے ماں باپ سے دور، عزیز و اقارب سے دور تیرے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے، اللہ ان جامعات میں آئی ہیں، پروردگار! آپ تو مسافر کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، اے اللہ! ان طالبات کی دعاؤں کو قبول کر لیجئے، اے اللہ! ان کے جو نیک مقاصد ہیں ان کو پورا فرما دیجئے، اور جو ان کی مشکلات ہیں ان کو آسان کر دیجئے، اے اللہ! غافیت والا پاکیزہ رزق عطا فرما دیجئے، دوغلی دورنگی زندگی سے محفوظ فرما دیجئے، اے اللہ! ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائیے۔

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا يَا مَوْلٰنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

﴿۴۲﴾ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دھوبن نے توحید سکھائی

حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی، پوچھا کہ بھائی خیریت تو ہے، کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی، وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں گزاریں، فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لیے اب بھی تیار ہوں۔ لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے، تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ میں تیرے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتی۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ (سورۃ النساء، آیت:۱۱۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے تو جو بھی گناہ لے کر آئے گا میں چاہوں گا سب معاف کر دوں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ (تمنائے دل، صفحہ ۳۸)

﴿۴۳﴾ دینی پیشوا اگر پھسل جائے تو قوم کا کیا ہوگا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے کچھ واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت وہ کون سے؟ کہنے لگے کہ:

① ایک مرتبہ دس بارہ سال کی ایک لڑکی آ رہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا۔ بارش ہوئی تھی میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے

کوئی چیز لے کر آ رہی تھی۔ جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اُٹھانا کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا، حضرت! میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا آپ ذرا سنبھل کر قدم اُٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے، اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اُٹھانا آپ پھسل گئے تو قوم کا کیا بنے گا۔

(۲) ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے اور کھلے سر کے ساتھ آگے سے گزری، اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا، کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آتی، دھیان نہیں ننگے سر اور کھلے چہرے کے ساتھ اس حال میں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی۔ اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دے دی اور میں اس وقت غم زدہ ہوں، مجھے پتہ نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے اور واقعی ہماری نمازوں کا یہی حال ہے، نیچے کی منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا، ہماری نماز کی توجہ کا یہ عالم ہوتا ہے۔ (تمنائے دل صفحہ ۴۰)

﴿۴۴﴾ مردوں کا فتنہ جمال ہے، عورتوں کا فتنہ مال ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے میں دو چیزیں رکاوٹ سبب بنتی ہیں:

(۱) جمال (۲) مال

جمال کیسے رکاوٹ بنتا ہے؟ یہ ہر ایک کو پتہ ہے، مسجد میں نماز پڑھی، باہر نکلتے ہیں تو آنکھ قابو میں نہیں رہتی۔ ادھر بھی ہوس سے نگاہ پڑ رہی ہے اور اُدھر بھی ہوس کی نگاہ پڑ رہی ہے۔ اِدھر اُدھر ہوس کی نگاہوں کا اُٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمال اس کے لیے پھندہ بن گیا ہے، آنکھیں غیر محرم سے قابو میں نہیں رہتیں، آج کل مردوں کے لیے یہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔

دوسرا فتنہ مال ہے اور یہ مردوں کی نسبت عورتوں کے لیے زیادہ بڑا فتنہ ہے۔ مال کی محبت عورت کے دل میں شدید ہوتی ہے اور جمال کی محبت مرد کے دِل میں شدید ہوتی ہے اور آج کے نوجوانوں کو مال اور جمال کے پھندوں نے پھنسا دیا اور اللہ سے دور کر دیا، اس لئے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

❁ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۳۱)

ترجمہ: ''اے محبوب! آپ ان کافروں کے مال کو نہ دیکھیں، ان سے اپنی نگاہوں کو ہٹا لیجئے، یہ چند دن کی چاندنی ہے، ان سے اپنی نگاہیں ہٹا لیجئے تو ایک تو مال سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا اس کی طرف دیکھو ہی نہیں۔''

❁ اور دوسرا غیر محرم کی طرف سے نگاہیں ہٹانے کا حکم فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ (سورۂ نور: آیت: ۳۰)

ترجمہ: ''ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں (یعنی جمال سے اور مال سے نگاہوں کا پرہیز کرنے کا حکم دیا۔)''

اور ایک چیز ایسی ہے جس کی طرف نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ پروردگار عالم فرماتے ہیں:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾

(سورۃ الکہف، آیت: ۲۸)

ترجمہ: ''اے محبوب! اپنے آپ کو صبر دیجئے، اپنے آپ کو بٹھایئے، اپنے آپ کو تھمی رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اللہ کی ضا کے لیے اس کو یاد کرتے ہیں اور اے محبوب! آپ کی نگاہیں ان کے چہروں سے اِدھر اُدھر ہٹنے نہ پائیں، ان پر نگاہیں جمائے رکھے۔''

تو ایک چیز پر نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ قرآن عظیم الشان ہمیں یہ سبق دے رہا ہے کہ ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ تمہاری نگاہیں ان کے چہروں سے ہٹیں نہیں ہر وقت ان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی ہوں۔ معلوم ہوا کہ یہ نگاہیں اگر اللہ والوں کے چہروں پر لگی رہیں گی تو پھر بندے کا راستہ بھی سیدھا رہے گا، وہ خود بھی اللہ کے قریب ہوتا چلا جائے گا، تو دو چیزوں سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا، ایک مال سے اور ایک جمال سے، اور ایک چیز پر نگاہ جمانے کا حکم دیا اور وہ ہے اللہ والوں کے چہروں پر نگاہیں جمانے کا حکم ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ اگر آپ نگاہیں ہٹائیں گے ﴿تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ پھر آپ دُنیا کی زینت کے چاہنے والے بن جائیں گے۔

﴿۴۵﴾ رابعہ بصریہ نے فرمایا: ''اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ''

کسی نے رابعہ بصریہ کو یہ دُعا دی تھی کہ: ''اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں گھر عطا کر دے۔'' کہنے لگیں کہ ''اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ'' پہلے پڑوسی کی بات کرو بعد میں گھر کی بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پڑوس کی جگہ عطا فرمادے۔

﴿۴۶﴾ مجنون، بہرا اور چھوٹے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں

مکرم ومحترم حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بھائی کانوں سے بہرا ہے، اسی طرح ہمارے چچا زاد بہن دماغ سے معذور ہے، اب بتایئے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کا کہاں ٹھکانا ہوگا، جنت میں یا جہنم میں۔ جواب سے مطلع فرمایئے اور خوشی کا موقع دیجئے۔ فقط والسلام

﴿۴۷﴾ جوابِ خط

دیکھئے بھائی! اللہ کے یہاں یقیناً کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا، اس لیے بہرا، پاگل، فاتر العقل اور زمانہ فترت یعنی دو نبیوں کے درمیان زمانے میں فوت ہونے والے لوگوں کا مسئلہ ہے، ان کی بابت بعض روایات میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے بھیجے گا اور وہ انہیں کہیں گے کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ، اگر وہ اللہ کے اس حکم کو مان کر جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو جہنم ان کے لیے گلزار بن جائے گی، بصورتِ دیگر انہیں گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد، جلد۴، صفحہ ابن حبان، جلد ۹، صفحہ ۲۲۶)

چھوٹے بچوں کی بابت اختلاف ہے۔ مسلمانوں کے بچے تو جنت میں ہی جائیں گے، البتہ کفار ومشرکین کے بچوں میں اختلاف ہے، کوئی توقف کا قائل ہے، کوئی جنت میں جانے کا اور کوئی جہنم میں جانے کا قائل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میدان محشر میں ان کا امتحان لیا جائے گا، جو اللہ کے حکم کی اطاعت اختیار کرے گا، وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا جہنم میں جائے گا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اس سے متضاد روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے، (تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ کیجئے)۔ مگر صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنت میں جائیں گے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، ۲: ۲۵۱، ۱۲: ۳۴۸، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۷۰)

﴿۴۸﴾ سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے

سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سورۂ کہف پڑھی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ بدکنا شروع ہوگیا، انہوں نے غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، صحابی رضی اللہ عنہ نے اس موقع کا ذکر جب نبی کریم ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسے پڑھا کرو، قرآن پڑھتے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری: فضل سورۃ الکھف مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب نزول السکینۃ بقراءۃ القرآن، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۹۹)

﴿۴۹﴾ دِن اور رات یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں

دن اور رات، یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ رات کو تاریک بنایا تا کہ سب لوگ آرام کرسکیں۔ اس اندھیرے کی وجہ سے ہر مخلوق سونے اور آرام کرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ اگر آرام کرنے اور سونے کے اپنے اپنے اوقات ہوتے تو کوئی بھی مکمل طریقے سے سونے کا موقع نہ پاتا، جب کہ معاشی تگ ودو اور کاروبار جہاں کے لئے نیند کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر توانائی بحال نہیں ہوتی۔ اگر کچھ لوگ سورہے ہوتے اور کچھ جاگ کر مصروف تگ وتاز ہوتے، تو سونے والوں کے آرام وراحت میں خلل پڑتا، نیز لوگ ایک دوسرے کے تعاون سے بھی محروم رہتے۔ جبکہ دُنیا کا نظام ایک دوسرے کے تعاون وتناصر کا محتاج ہے اس لیے اللہ نے رات کو تاریک کردیا تا کہ ساری مخلوق بیک وقت آرام کرے اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں مخل نہ ہوسکے۔ اسی طرح دن کو روشن بنایا تا کہ روشنی میں انسان اپنا کاروبار بہتر طریقے سے کرسکے۔ دِن کی یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، اسے ہر شخص بآسانی سمجھتا اور اس کا ادراک رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے حوالے سے اپنی توحید کا اثبات فرمایا ہے کہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ دِن اور رات کا یہ نظام ختم کرکے ہمیشہ کے لیے تم پر رات ہی مسلط کردے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبد ایسا ہے جو تمہیں دن کی روشنی عطا کردے؟ یا اگر وہ ہمیشہ کے لیے دن ہی دن رکھے تو کیا کوئی تمہیں رات کی تاریکی سے بہرہ ور کرسکتا ہے، جس میں تم آرام کرسکو نہیں، یقیناً نہیں۔ یہ صرف اللہ کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے دن اور رات کا ایسا نظام قائم کردیا ہے کہ رات آتی ہے تو دن کی روشنی ختم ہوجاتی ہے اور تمام مخلوق آرام کرلیتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن کی روشنی سے کائنات کی ہر چیز نمایاں اور واضح تر ہوجاتی ہے اور انسان کسب ومحنت کے ذریعے سے اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرتا ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۰۹۳)

﴿۵۰﴾ دِل کی بیماریاں

یعنی دِل کی وہ دس باتیں جن کی اصلاح سے دِل کی دوسری بیماریاں دور ہوجاتی ہیں:

① زیادہ کھانے کی ہوس ② زیادہ بولنے کی فکر ③ بے جا غصہ ④ حسد کرنا
⑤ بخل اور مال کی مذمت ⑥ شہرت اور جاہ کی محبت ⑦ دنیا کی محبت ⑧ تکبر کرنا
⑨ عجب یعنی خود پسندی ⑩ ریاء یعنی دکھلاوا

﴿۵۱﴾ منوراتِ ظاہری

یعنی وہ دس اعمال جن کا انسان کے ظاہری اعضاء سے تعلق ہے ان کا اہتمام کرنے سے دوسرے حکموں پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے:

① نماز ② زکوٰۃ وخیرات ③ روزہ ④ حج ⑤ تلاوتِ قرآن پاک
⑥ کثرتِ ذکر ⑦ طلبِ حلال ⑧ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت

⑨ اتباع سنت ⑩ اچھی بات کہنا اور بری باتوں سے روکنا

﴿۵۲﴾ منوراتِ باطنی

یعنی وہ دس اعمال جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ان کا اہتمام کرنے سے دل کے دوسرے احکام پر عمل کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

① توبہ ② خوف ③ زہد ④ صبر ⑤ شکر

⑥ اخلاص وصدق ⑦ توکل ⑧ اللہ کی محبت ⑨ رضا برقضا ⑩ سفر وطن کی اصلی تیاری

﴿۵۳﴾ بارش کو بارش کے ان راستوں سے طلب کرو جو آسمانوں میں ہیں

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا○ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ○﴾ (سورۂ نوح، پارہ:۲۹، آیت:۱۰تا۱۲)

ترجمہ: ''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔''

بعض علماء اسی آیت کی وجہ سے نمازِ استسقاء میں سورۂ نوح کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک مرتبہ نمازِ استسقاء کے لئے منبر پر چڑھے تو صرف آیاتِ استغفار (جن میں یہ آیات بھی تھیں) پڑھ کر منبر سے اُتر آئے اور فرمایا کہ میں نے بارش کو بارش کے ان راستوں سے طلب کیا ہے، جو آسمانوں میں ہیں، جن سے بارش زمین پر اُترتی ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت حسن بصری کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آ کر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی، کسی دوسرے شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا، اس سے بھی فرمایا: استغفار کر۔ایک شخص نے کہا، میرے گھر اولاد نہیں ہوتی، اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی، یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لیے اللہ نے بتلایا ہے۔ (ایسر التفاسیر تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۶۳۳)

استغفار سے متعلق کچھ احادیث پڑھ لیجئے:

① مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر خدا کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا تو معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے سے گو گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی فرما دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا۔اس سے پھر گناہ ہوتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر معاف فرماتا ہے، پھر تیسری مرتبہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے یہ پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشتا ہے۔ چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کہتا ہے اب میرا بندہ جو چاہے کرے۔ (مسند احمد) یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دِلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت

نہیں رہتی، عورتوں، بچوں میں پھنس جاتے ہیں، گھر بار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سنو جو کیفیت تمہارے دلوں کی میرے سامنے ہوتی ہے اگر یہی کیفیت ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہاری ملاقات کو تمہارے گھروں پر آتے۔ سنو! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں سے ہٹادے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے پھر بخشش مانگے، اور خدا اُنہیں بخشے۔ ہم نے کہا، حضور! یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنا کیا ہے؟ آپ ﷺ، اور خدا اُنہیں بخشے۔ ہم نے کہا، حضور! یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی، اس کا گارہ مشک خالص ہے، اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے، جنتیوں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، ان کی زندگی ہمیشگی والی ہوگی، ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے، ان کی جوانی فنا نہ ہوگی، تین شخصوں کی دُعا رد نہیں ہوتی: ① عادل بادشاہ ② روزے دار ③ مظلوم اس کی دُعا بادلوں میں اُٹھائی جاتی ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جناب باری ارشاد فرماتا ہے، مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو۔ (مسند احمد)

③ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد)

④ صحیح مسلم میں بروایت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جو شخص کامل وضو کر کے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس سے چاہے اندر چلا جائے۔

⑤ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دِل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس یہ حدیث تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے، اس سے اگلی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، اس سے اگلی روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور اس تیسری روایت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ تو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور اس کی بے انتہا مہربانی کی خبر سید الاولین والآخرین کی زبانی آپ کے چاروں برحق خلفاء کی معرفت ہمیں پہنچی۔

آؤ! اس موقعہ پر ہم گنہگار بھی ہاتھ اُٹھائیں اور اپنے مہربان رحیم و کریم خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی طلب کریں۔ خدایا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان! اے عفو و درگزر کرنے والے اور کسی بھکاری کو اپنے در سے خالی نہ پھیرنے والے! تو ہم خطا کاروں کی سیاہ کاریوں سے بھی درگزر فرما اور ہمارے کل گناہ معاف فرمادے۔ آمین۔ (محمد یونس پالن پوری)

⑥ مسند ابویعلیٰ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو اور استغفار پر مداومت کرو، ابلیس گناہوں سے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اس کی اپنی ہلاکت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار سے ہے، یہ حالت دیکھ کر ابلیس نے لوگوں کو خواہش پرستی پر ڈال دیا۔ پس وہ اپنے تئیں راہ راست پر جانتے ہیں، حالانکہ ہوتے ہیں ہلاکت پر۔

⑦ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! میں بنی آدم کو ان کے آخری دم تک بہکاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے بھی میرے جلال اور میری عزت کی قسم! جب تک مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔

⑧ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا، مجھ سے گناہ ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا توبہ کرلے۔ اُس نے کہا، میں نے توبہ کی پھر گناہ ہوگیا۔ فرمایا، پھر توبہ کرلے۔ اس نے کہا، مجھ سے پھر گناہ ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر استغفار کر۔ اس نے کہا، مجھ سے اور گناہ ہوا۔ فرمایا: استغفار کیے جاؤ۔ یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔ پھر فرمایا، گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

⑨ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا اور کہنے لگا، یا اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں، محمد ﷺ کی طرف توبہ نہیں کرتا (یعنی خدایا تیری ہی بخشش چاہتا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے حق حقدار کو پہنچایا۔

⑩ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر دو یا تین مرتبہ کہا، ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہو:

﴿ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی اُمید ہے۔''

اس نے یہ کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، دوبارہ کہو۔ اس نے دوبارہ کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، پھر کہو۔ اس نے پھر کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، اُٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کردی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰)

﴿۵۴﴾ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے یہ اللہ کی ایک نشانی ہے

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

تشریح: ﴿مَوَدَّةً﴾ سے مراد یہ ہے کہ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور ایسے ہی بیوی شوہر سے۔ جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، ایسی محبت جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے، دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔ اور رحمت یہ ہے کہ مرد بیوی کو ہر طرح کی سہولت اور آسائشیں بہم پہنچاتا ہے۔ جس کا مکلف اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور ایسے ہی عورت بھی اپنے قدرت واختیار کے دائرہ میں۔ تاہم انسان کو یہ سکون اور باہمی پیار انہیں جوڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو قانونِ شریعت کے مطابق باہم نکاح سے قائم ہوتے ہیں اور اسلام انہی کا جوڑا قرار دیتا ہے۔ غیر قانونی جوڑوں کو وہ جوڑا ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ انہیں زانی اور بدکار قرار دیتا ہے اور ان کے لیے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ آج کل مغربی تہذیب کے علمبرداران مذموم کوششوں میں مصروف ہیں کہ مغربی معاشروں کی طرح اسلامی ملکوں میں بھی نکاح کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے بدکار مرد وعورت کو ''جوڑا'' (Couple) تسلیم کروایا جائے اور ان کے لیے سزا کی بجائے وہ حقوق منوائے جائیں جو ایک قانونی جوڑے کو حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴾ (تفسیر مسجد نبوی: صفحہ ۱۱۲۸)

﴿۵۵﴾ دُنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کرنا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴾

(پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۲)

ترجمہ: ''اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔''

دُنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کر دینا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، عربی، ہے ترکی ہے، انگریزی ہے، اُردو، ہندی ہے، پشتو، فارسی، سندھی بلوچی وغیرہ ہے۔ پھر ایک ایک زبان کے مختلف لہجے اور اسلوب ہیں، ایک انسان ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں اپنی زبان اور اپنے لہجے سے پہچان لیا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص فلاں مل اور فلاں علاقہ کا ہے۔ صرف زبان ہی اس کا مکمل تعارف کرا دیتی ہے۔ اس طرح ایک ہی ماں (آدم وحوا علیہما السلام) سے ہونے کے باوجود رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا، کوئی نیلگوں ہے تو کوئی گندمی رنگ کا، پھر کالے اور سفید رنگ میں بھی اتنے درجات رکھ دیئے ہیں کہ بیشتر انسانی آبادی دو رنگوں میں تقسیم ہونے کے باوجود اُن کی بیسیوں قسمیں ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ممتاز۔ پھر ان کے چہروں کے خدوخال، جسمانی ساخت اور قد وقامت میں ایسا فرق رکھ دیا گیا ہے کہ ایک ایک ملک کا انسان الگ سے پہچان لیا جاتا ہے۔ یعنی باوجود اس بات کے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نہیں ملتا، حتیٰ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے مختلف ہے، لیکن اللہ کی قدرت کا کمال ہے کہ پھر بھی کسی ایک ہی ملک کے باشندے، دوسرے ملک کے باشندوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۱۲۹)

﴿۵۶﴾ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قرض ادا کرنے کی دُعا سکھائی

سوتے وقت مندرجہ ذیل دُعاء پڑھنا مسنون ہے، لہٰذا اپنے متعلقین اور متعلقات کو یہ دُعا سکھا دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی:

﴿ اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانَ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ ○ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ ﴾ (صحیح مسلم تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۵۳۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرشِ عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات وانجیل اور قرآن کے اُتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کے اُگانے والے! تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اُس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی ہوئی کوئی چیز نہیں، ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔''

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کو یہ دُعا سکھاتے اور فرماتے، سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دُعا پڑھ لیا کرو۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۶۸)

نوٹ: دُعا کے الفاظ میں روایات کا فرق ہے، ملاحظہ کیجئے مسلم شریف اس لئے زیادہ حیرانی میں نہ پڑیں۔ اور اپنے بچوں کو بھی مذکورہ دعا پڑھنے کی تاکید کیجئے۔

﴿۵۷﴾ بہترین ہدیہ سلام ہے

حضرت البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے، اندر جا کر انہیں سلام کیا، اور یہ دُعائیہ کلمات کہے: ''حَيَّاكَ اللّٰهُ'' اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا، کیا آپ ہی سلمان فارسی ہیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، جی ہاں! ان دونوں حضرات نے کہا، کیا آپ ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا: معلوم نہیں۔ ان پر ان دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا، شاید یہ وہ

سلمان فارسی نہیں ہیں جن سے ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا، میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے)۔ آپ لوگ کس ضرورت کے لیے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا: ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا، وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے جو ہدیہ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا: انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا، آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں، ہمارے پاس ہر طرح کا مال و سامان ہے آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمہارا مال یا سامان لینا نہیں چاہتا، میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں نے کہا، اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا، بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے، جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اس کے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ سلام ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۲، صفحہ ۶۲۸)

﴿۵۸﴾ جن کے دِل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں ان کی عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دو کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دِل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں، میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں، جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اُسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے، مجھے اپنی اُمت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے، ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ منافق لوگ دُنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مؤمنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ ۳۰۹)

﴿۵۹﴾ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب تسبیح آسمانوں میں سنی

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اُڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ:

سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰی مِنْ ذِی الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الَّذوِی الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔

”مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔“ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ ۲۰۲)

﴿۶۰﴾ کھانا بھی ذکر کرتا ہے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث

میں ہے کہ حضور نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں، میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح خدا کر رہی تھیں، اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو، راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنا لیا کرو، بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد)

سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

﴿ ٦١ ﴾ شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عجیب بات سمجھائی گئی ہے

شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائیں۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے، پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے، آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو، چاہے بیابان کے درخت ہو، چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں، یہ نہ راستہ بھولے، نہ بھٹکتی پھرے۔ خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے، اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔
(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۸)

﴿ ٦٢ ﴾ ''ہوا'' کا خدا کا نظارہ پڑھ لیجئے

① ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اُٹھاتی ہے اور بادلوں کو پُر کر دیتی ہے۔
② ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے۔
③ ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اُٹھاتی ہے۔
④ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے نہ بہ تہ کر دیتی ہے۔
⑤ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے۔
⑥ ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھلدار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۹۲)

﴿ ٦٣ ﴾ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ عز و جل سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد! اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ ہی کے لیے تو حمد ہے، جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتی ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکر یہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہو سکا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۸)

﴿۶۴﴾ قیامت کے دِن انسان کے تین دیوان نکلیں گے

بزار میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دِن انسان کے تین دیوان نکلیں گے، ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی، دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں خدا کی نعمتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اُٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے۔ اس سے اس کے سارے ہی نیک عمل ختم ہو جائیں گے، پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے، اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر خدا کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرمادے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ۸۷)

﴿۶۵﴾ اے اللہ! رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہوسکتا

اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو، آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے، زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے، آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات، تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں، تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، ان سے کھیتیاں کرو، نہاؤ، دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائماً چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ ہو، نہ آگے پیچھے ہوں، دن رات انہی کے آنے جانے سے پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے، اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے، کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز و غفار ہے، تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں، تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دیا ہے، مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا، تو بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکر یہ تم کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کرسکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کرسکیں۔ لوگو! صبح و شام توبہ، استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا! تیرے ہی لئے سب حمد و ثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں، خدایا تو معاف فرما۔ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہوسکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ۷۷)

﴿۶۶﴾ عبداللہ بن سلام مکہ مکرمہ عید منانے گئے اور اللہ نے اسلام دے دیا

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علماء و یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی مسجد میں جا کر عید منائیں۔ مکہ مکرمہ پہنچے، آنحضرت ﷺ یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے، اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس تھے، یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں۔ کہا: ہاں، فرمایا: قریب آؤ۔ جب قریب ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا، آپ خدا کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے۔ اسی

وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کہو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ ﷺ نے پوری سورۃ پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہوگئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اُتار رہے تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی، اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے، کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماجی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے خاتم المرسلین ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۵۴)

﴿٦٧﴾ داعی کی حیات اسلام کی حیات ہے، اور داعی کی موت بھی اسلام کی حیات ہے

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا، اس کے یہاں جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے، مجھے کسی بچہ کو سونپ دو تو میں اُسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اُس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا۔ یہ لڑکا بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ راہب نے کہا کہ جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر ہوگئی تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا، اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا۔ یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا، دوسری جانب کلام اللہ اور دین سیکھتا تھا۔

ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے۔ اِدھر والے اُدھر اور اُدھر والے اِدھر نہیں آ سکتے۔ اور سب لوگ اِدھر اُدھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اُس نے اپنے دِل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور یہ کہہ کر اُس پر پھینکا کہ خدایا! اگر تیرے راہب کا دین اور اُس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے، تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جا کر راہب کو خبر دی تو اس نے کہا، پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے، اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔

اب اس بچہ کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا، اور اُس کی دُعا سے مادر زاد اندھے، کوڑھی، جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی، وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا۔ اُس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اُس سے دُعا کروں۔ اس نے اقرار کیا۔ بچے نے اُس کے لئے دُعا کی، اللہ تعالیٰ نے اُسے شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اُس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، ہاں یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا نہیں! نہیں! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے؟ وزیر نے کہا، ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب اُس نے اُسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا، تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اُس نے بتا دیا کہ اُس بچہ کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا، اس نے اسے بلوایا اور کہا، اب تو تم جادو

میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔ اُس نے کہا، غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا، ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے، کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔ کہا، پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا، ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کر دیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا۔ راہب کو بلا کر اُس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اُس نے انکار کیا، تو اس بادشاہ نے آرے سے اُسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا، اُس نے بھی انکار کیا۔ تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں، اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے، جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ۔ خدایا! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دُعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے، صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اُترا اور ہنسی خوشی پھر اُس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے کہا، یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا، میرے خدا نے مجھے اُن سے بچا لیا۔ اُس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور اُن سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ، اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اُسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اُس نے پھر وہی دعا کی کہ بارِالٰہا! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا۔ موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے، صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا، میرے رب نے مجھے اُن سے بھی بچا لیا۔ اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہاں! جس طرح میں کہوں اُس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی۔

اُس نے کہا، کیا کروں؟ فرمایا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ یعنی اُس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچہ کا رب ہے، کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک، وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کہا۔ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا، اس نے اپنا ہاتھ اُس جگہ رکھ لیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا۔ چاروں طرف سے یہ آوازیں اُٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچہ کے رب پر ایمان لا چکے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے، اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں۔ دیکھئے! اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اُس کے مذہب پر ہو گئے۔ ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے آ ہی گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ اور اُن میں لکڑیاں بھرو، اور اُن میں آگ لگا دو، جو اس دین سے پھر جائے اُسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اُسے اُس آگ میں ڈال دو۔ ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اُس میں کود کود کر گرنے لگے۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اُس بچہ کو خدا تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی، اُس نے کہا، اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو، صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ (یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے۔)

نوٹ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اس بچہ کو اس کی قبر سے نکالا گیا تھا، اس کی انگلی اُسی طرح کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی، جس طرح بوقت شہادت تھی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد، جلد ۵، صفحہ ۵۳۱)

﴿۶۸﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے تھے

حضرت مثنی بن سعید ذراع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے کہ میں ہر رات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد، صفحہ ۴۴۸)

﴿۶۹﴾ جنت اور جہنم کی آپس میں گفتگو

صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا، مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں اور جہنم نے کہا، میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پُر ہو جاؤ گی، جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھے گا، تب وہ کہنے لگے گی، تیری عزت کی قسم! اب بس ہے، بس ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۲، صفحہ۵۱۹)

﴿۷۰﴾ ایک آدمی کا عجیب صدقہ

صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا، لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا۔ صبح لوگوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار کو کوئی خیرات دے گیا۔ اُس نے بھی سنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر اپنے جی میں کہا کہ آج رات پھر صدقہ کروں گا۔ لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چل آیا۔ صبح سنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج رات ایک نادار کو کوئی صدقہ دے گیا۔ اس نے پھر خدا تعالیٰ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا، دے آیا۔ دن کو معلوم ہوا کہ وہ چور تھا۔ تو کہنے لگا، خدایا! تیری تعریف ہے، زانیہ عورت کو دیئے جانے پر بھی مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کو دیئے جانے پر بھی، خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔ شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرامکاری سے رک جائے، اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۱، صفحہ ۳۶۸)

﴿۷۱﴾ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے، صبر کر لیجئے، اللہ آپ کے درجے بڑھا دے گا

ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا، جس سے اُس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا جا تجھے اختیار ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وہیں تھے، فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کر لے، بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔ اس انصاری نے یہ سن کر کہا، کیا سچ مچ آپ نے خود ہی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے۔ اس نے کہا، پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُسے انعام دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۱، صفحہ۶۱۷)

﴿۷۲﴾ خدایا تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، قیامت کے دن اعمال آئیں گے، نماز آ کر کہے گی کہ خدایا! میں نماز ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے۔ صدقہ آئے گا اور کہے گا، پروردگار! میں صدقہ ہوں۔ جواب ملے گا تو بھی خیر پر ہے۔ روزہ آ کر کہے گا میں روزہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی بہتری پر ہے۔ پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا۔ پھر اسلام آئے گا اور کہے گا، خدایا! تو سلام ہے اور میں اسلام۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے، آج تیرے ہی باعث میں پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں انعام دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۱، صفحہ ۴۳۰)

﴿۷۳﴾ منافقین کے بارے میں کچھ پڑھ لیجئے

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ ﴾

(سورۃ النساء، آیت: ۱۴۲، ۱۴۳)

ترجمہ: ’’بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں پائے گا۔‘‘

تشریح: سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیت ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ...... الخ﴾ اس مضمون میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ یہ کم سمجھ منافق اس خدا کے سامنے چالیں چلتے ہیں جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دِل کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے، کم فہمی سے یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ جس طرح ان کا نفاق دُنیا میں چل گیا اور مسلمانوں میں ملے جلے رہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بھی یہ مکاری چل جائے گی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ لوگ خدا کے سامنے اپنی یک رنگی کی قسمیں کھائیں گے جیسے یہاں کھاتے ہیں، لیکن اس عالم الغیب کے سامنے یہ ناکارہ قسمیں ہرگز کارآمد نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے، وہ ڈھیل دیتا ہے، بڑھوتری دیتا ہے، یہ پھولتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور اپنے لئے اسے اچھائی سمجھتے ہیں۔ قیامت میں بھی ان کا یہی حال ہو گا، مسلمانوں کے نور کے سہارے میں ہوں گے، وہ آگے نکل جائیں گے، آوازیں دیں گے کہ ٹھہرو! ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں، جواب ملے گا کہ پیچھے مڑ جاؤ اور روشنی تلاش کر لاؤ، یہ مڑیں گے، ادھر حجاب حائل ہو جائے گا، مسلمانوں کی جانب رحمت اور ان کی طرف زحمت۔ حدیث شریف میں ہے، جو سنائے گا اللہ اُسے بھی سنائے گا۔ جو ریاکاری کرے گا اللہ بھی اسے دکھائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے، ان منافقوں میں وہ بھی ہوں گے کہ بظاہر لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرمائے گا انہیں جنت میں لے جاؤ، فرشتے لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر ان منافقوں کی بدذوقی کا بیان ہو رہا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولی اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان، سچا یقین ان میں ہے ہی نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تھکے ہارے ہوئے بدن کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہئے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر خدا تعالیٰ کے کان ہیں، اس کی طلب پوری کرنے کو خدا

تیار ہے، یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگدلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے لئے نماز کے لئے آئے۔ پھر اندرونی حالت یہ کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں۔ رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، نمازی مشہور ہونے کے لئے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بھلا ان صنم آشنا دِل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں، مثلاً عشاء کی نماز اور فجر کی نماز۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے۔ اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دِل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آجاتے، میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اُٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں میں جلا دو۔ ایک روایت میں ہے، خدا کی قسم! اگر انہیں ایک چرب ہڈی بنا دوا چھے گھر ملنے کی اُمید ہو تو دوڑتے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور خدا کے .... کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں، اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ ابو یعلی میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص لوگوں کی موجودگی میں تو نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے، لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے، یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا، یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت کم کرتے ہیں، یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں بلکہ غافل دِل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، یہ نماز منافق کی ہے، یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کی طرف دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا اور شیطان نے اپنے دونوں سینگ اس کے اردگرد لگا دیئے تو یہ کھڑا ہوا اور جلدی جلدی چار رکعتیں پڑھ لیں جن میں خدا کا ذکر برائے نام ہی کیا۔ (مسلم وغیرہ)

یہ منافق متحیر ششدر و پریشان حال ہیں، ایمان و کفر کے درمیان ان کا دِل ڈانوا ڈول ہو رہا ہے، نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہی ہیں، نہ بالکل کفار کے ساتھ، کبھی نورِ ایمان چمک اُٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے، کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آگئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے، نہ تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہیں، نہ یہودیوں کی جانب۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے دو ریوڑ کے درمیان کی بکری کہ کبھی تو وہ مَیں مَیں کرتی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے کبھی اُس طرف۔ اس کے نزدیک ابھی یہ طے نہیں ہوا کہ اس میں جائے یا اس کے پیچھے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس معنی کی حدیث حضرت عبید بن عمیر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کچھ الفاظ کے ہیر پھیر سے بیان کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سنے ہوئے الفاظ دہرا کر کہا، یوں نہیں بلکہ دراصل حدیث یوں ہے، جس پر حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے۔ (ممکن ہے ایک بزرگ نے ایک طرح کے الفاظ سنے ہوں اور دوسرے نے دوسری قسم کے) ابن ابی حاتم میں ہے، مؤمن کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے، ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا، دوسرا اُتر کر پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا، تیسرا اُتر اچلا، جب بیچوں بیچ پہنچا تو اِدھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا، اِدھر آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آجاؤ! نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ، آدھا راستہ طے کر چکے ہو۔ اب یہ حیران ہو کر کبھی اِدھر دیکھتا ہے کبھی اُدھر نظر ڈالتا ہے۔ مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی، غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے، کنارے کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۶۵۴)

﴿۷۴﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عجیب خواب اور اس کی تعبیر

مؤطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
﴿رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي، فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ﴾
ترجمہ: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ میں نے اپنے خواب کا تذکرہ (اپنے والد محترم) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔''
طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے اس خواب کی تعبیر کیا کی ہے؟ میں نے عرض کیا:
﴿أَوَّلْتُهَا وَلَدًا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ﴾
ترجمہ: ''میں نے اپنے طور پر یہ تعبیر کی ہے کہ میرے ہاں رسول اللہ ﷺ سے اولاد پیدا ہوگی۔''
یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔
پھر جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ہوگیا اور آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کئے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (خواب کی تعبیر کے طور پر) فرمایا:
﴿هٰذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا﴾
ترجمہ: ''تمہارے ایک چاند یہ ہیں اور بقیہ دو چاندوں سے بہتر ہیں۔'' (مؤطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی موفن المیت، ۱/۲۳۲)
بعد میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن ہوئے۔

﴿۷۵﴾ سات بیٹیوں کی برکت سے ایک آدمی جہنم سے بچ گیا تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے

تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:
ایک شخص کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں۔ ہر مرتبہ اس کو اُمید ہوتی کہ اب تو بیٹا پیدا ہوگا مگر ہر بار بیٹی ہی پیدا ہوتی۔ اس طرح اس کے ہاں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں ہوگئیں، اس کی بیوی کے ہاں پھر ولادت متوقع تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ شیطان نے اس کو بہکایا، چنانچہ اس نے ارادہ کرلیا کہ اب بھی لڑکی پیدا ہوئی تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔
اس کی کج فہمی پر غور کریں! بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور! رات کو سویا تو اس نے عجیب وغریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہوچکی ہے، اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جن کے سبب اس پر جہنم واجب ہوچکی، لہٰذا فرشتوں نے اس کو پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔ پہلے دروازے پر گئے تو دیکھا کہ اس کی ایک بیٹی وہاں کھڑی تھی جس نے اسے جہنم میں جانے سے روک دیا۔ فرشتے اسے لے کر دوسرے دروازے پر چلے گئے، وہاں اس کی دوسری بیٹی کھڑی تھی جو اس کے لیے آڑ بن گئی۔ اب وہ تیسرے دروازے پر اسے لے گئے، وہاں تیسری لڑکی کھڑی تھی جو رکاوٹ بن گئی۔ اس طرح فرشتے جس دروازے پر اسے لے کر جاتے وہاں اس کی ایک بیٹی کھڑی ہوتی جو اس کا دفاع کرتی اور جہنم میں جانے سے روک دیتی۔ غرض یہ کہ فرشتے اسے جہنم کے چھ دروازوں پر لے کر گئے مگر ہر دروازے پر اس کی کوئی نہ کوئی بیٹی رکاوٹ بنتی چلی گئی۔ اب ساتواں دروازہ باقی تھا۔ فرشتے اس کو لے کر اس دروازے کی طرف چل دیئے۔ اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس دروازے پر میرے لئے رکاوٹ کون بنے گا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ جو نیت اس نے کی تھی وہ غلط تھی۔ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔ انتہائی پریشانی اور خوف و دہشت کے عالم میں اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور اس نے رب العزت کے

حضور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دُعا کی:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا السَّابِعَةَ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے ساتویں بیٹی عطا فرما۔''

اس لئے جن لوگوں کا قضا وقدر پر ایمان ہے، انہیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیے۔ ایمان کی کمزوری کے سبب جن بدعقیدہ لوگوں کا یہ تصور بن چکا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کا سبب ان کی بیویاں ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں بیویوں کا یا خود اُن کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ میاں بیوی تو صرف ایک ذریعہ ہیں، پیدا کرنے والی ہستی تو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ کی قضا وقدر پر راضی ہو۔ اللہ نے سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: ''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا پھر لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔'' (سنہری کرنیں، صفحہ ۲۴)

﴿۷۶﴾ باون لاکھ درہم، پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں

ایک مرتبہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کھجوروں کی گٹھلیاں سر پر اُٹھائے ہوئے مدینہ کے اطراف سے شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اونٹنی پر سوار وہاں سے گزر رہے تھے اور ان کی سالی بھی تھیں اور پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی۔ آپ ﷺ نے ساربان سے کہا: ''رُک جاؤ، رُک جاؤ۔ اسماء کو سوار کرلیں۔'' آپ ﷺ نے اسماء کو اونٹنی پر سوار ہونے کی دعوت دی۔ وہ فرماتی ہیں: ''میں نے اپنے خاوند زبیر کی غیرت کو یاد کیا اور اونٹنی پر سوار ہونے سے معذرت کر دی۔'' (بخاری: ۵۲۲۵، مسلم: ۲۱۸۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اونٹنی پر بیٹھنے سے انکار کیوں کیا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھنے سے انکار؟ وہ مقدس اور پاکباز ہستی، طاہر، مطہر، معصوم نبی ﷺ کیا خاوند ناراض ہوتا؟ ہرگز نہیں! یہ کیسے ممکن ہے، مگر دراصل یہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی غایت درجہ کی خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے جذبات کا احترام تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی سواری پر بیٹھنے سے معذرت کر دی۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے والد محترم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو گھوڑا اور اس کی نگہداشت کے لیے خادم عطا کیا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ مشکل حالات میں صبر کیا، تنگی اور ترشی میں گزارا کیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وافر مقدار میں رزق عطا فرمایا اور جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ جانتے ہیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ترکہ میں کیا ملا؟

وہ عورت جو کھجوروں کی گٹھلیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھیں، اسے باون لاکھ (52,000,00) درہم ترکہ میں ملے۔ اور یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حرام کی کمائی سے یا لوگوں کا مال چھین کر جمع نہیں کئے اور نہ لوگوں کو قربت رسول اور حواریٔ رسول ہونے کا وسیلہ دے کر اکٹھے کئے بلکہ اُنہوں نے تجارت کی اور حلال ذرائع سے مال اکٹھا کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے خاوند کے پاس ایک ہزار کارندے تھے جو ان کے لئے کام کرتے اور اس کا حصہ ان کو دیتے تھے۔ اتنا رزق، اتنی جائداد اور مال ودولت کے باوجود ان پر کبھی زکوٰۃ نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے کبھی مال ودولت کو ذخیرہ نہیں کیا نہ اس کے انبار لگائے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس جب کچھ نہ تھا، فقر

وفاقہ تھا تو وہ اس حال میں گھبرائی نہیں اور واویلا نہیں کیا اور مال و دولت آئی تو اس پر فخر و غرور کا اظہار نہیں کیا اور ساری زندگی خیر کے کاموں میں، لوگوں پر احسان کرنے میں اور نیکی کرنے میں گزاری۔ (اسد الغابہ، جلد۲، صفحہ ۳۰۹)

﴿۷۷﴾ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے۔ کیا اس کو اس کے والدین کے گھر واپس بھجوا دوں؟ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے، اگر تمہیں بیوی کے ساتھ دوڑ لگانی ہے، پھر تو تمہیں ضرور اسے چھوڑ دینا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں تو پھر......!! (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۴)

﴿۷۸﴾ نہایت ذہین بیوی

ایک شخص اپنی بیوی سے بڑا تنگ تھا اور اسے ہر حالت میں طلاق دینا چاہتا تھا۔ ایک دِن اُس نے دیکھا کہ اس کی بیوی سیڑھیاں چڑھ رہی ہے۔ اس نے بیوی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا: سنو! اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے طلاق، نیچے اُتری تو طلاق اور اپنی جگہ کھڑی رہی تو پھر بھی طلاق۔ اس عورت نے اپنے خاوند کی طرف دیکھا، لحہ بھر کے لئے رُکی، ذرا سوچا اور پھر اس کے خاوند نے دیکھا کہ اس نے سیڑھی سے چھلانگ لگا دی۔ خاوند کی حسرتوں پر پانی پھر گیا، اپنی بیوی سے مخاطب ہوا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان! تو کتنی بڑی فقیہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات پا جائیں تو ممکن ہے اہل مدینہ فتویٰ کے لئے تیرے ہی پاس آئیں۔ (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۵)

﴿۷۹﴾ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی عجیب شادی اور عجیب شہادت

جلیبیب رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی تھے۔ نہ مالدار تھے، نہ کسی معروف خاندان سے تعلق تھا۔ صاحب منصب بھی نہ تھے، رشتہ داروں کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی۔ رنگ بھی سانولا تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ بھوک کی حالت میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علم سیکھتے اور فیضیاب ہوتے۔ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کی نظر سے دیکھا اور ارشاد فرمایا:

﴿يَا جُلَيْبِيبُ! أَلَا تَتَزَوَّجُ؟﴾

ترجمہ: جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟''

جلیبیب نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ جیسے آدمی سے بھلا کون شادی کرے گا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ''جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟'' اور وہ جواباً عرض گزار ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا؟ نہ مال، نہ جاہ وجلال!!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ بھی ارشاد فرمایا: ''جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟'' جواب میں انہوں نے پھر وہی کہا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے شادی کون کرے گا؟ کوئی منصب نہیں، میری شکل بھی اچھی نہیں، نہ میرا خاندان بڑا ہے اور نہ مال و دولت رکھتا ہوں۔'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذْهَبْ إِلٰى ذَاكَ الْبَيْتِ مِنَ الْأَنْصَارِ وَقُلْ لَهُمْ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُبَلِّغُكُمُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: زَوِّجُوْنِيْ ابْنَتَكُمْ﴾

ترجمہ: ''فلاں انصاری کے گھر جاؤ اور اُن سے کہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کررہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اپنی بیٹی سے میری شادی کردو۔''

جلیبیب رضی اللہ عنہ خوشی خوشی اس انصاری کے گھر گئے اور دروازہ پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا: کون؟ کہا جلیبیب۔ گھر والوں نے

کہا: ہم تو تمہیں نہیں جانتے، نہ تم سے کوئی غرض ہے۔ خیر گھر کا مالک باہر نکلا، اُدھر جلیبیب کھڑے تھے۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو، کدھر سے آئے ہو؟ کہا اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں سلام بھجوایا ہے۔

یہ سننے کی دیر تھی کہ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سلام کا پیغام بھجوایا ہے۔ ارے! یہ تو بہت ہی خوش بختی کا مقام ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے سلام کہلا بھیجا ہے۔

جلیبیب کہنے لگے: ''آگے بھی سنو! اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔''

صاحب خانہ نے کہا: ذرا انتظار کرو، میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کرلوں۔ اندر جا کر لڑکی کی ماں کو پیغام پہنچایا اور مشورہ پوچھا۔ وہ کہنے لگی: ''نا نا...... نا نا...... قسم اللہ کی! میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہیں کروں گی، نہ خاندان، نہ شہرت، نہ مال ودولت۔'' ان کی نیک سیرت بیٹی بھی گھر میں ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور جان گئی تھی کہ حکم کس کا ہے؟ کس نے مشورہ دیا ہے؟ سوچنے لگی اگر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہیں تو اس میں یقیناً میرے لئے بھلائی اور فائدہ ہے۔ اس نے والدین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی:

﴿ أَتَرُدُّوْنَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَمْرَهُ؟ إِدْفَعُوْنِي إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهُ لَنْ يُضَيِّعَنِي ﴾

ترجمہ: ''کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش میں ہیں؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کردیں (وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں میری شادی کردیں) کیونکہ وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔''

پھر لڑکی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۶)

ترجمہ: ''اور دیکھو! کسی مؤمن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے اُمور میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔''

لڑکی کا والد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کا مشورہ، آپ کا حکم قبول میں شادی کے لیے راضی ہوں۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس لڑکی کے پاکیزہ جواب کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی:

﴿ اَللّٰهُمَّ صُبَّ الْخَيْرَ عَلَيْهَا صَبًّا وَّلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو مشقت وپریشانی سے دور رکھ۔''

(موارد الظمآن: ۲۲۶۹، احمد: ۴/ ۴۲۵، مجمع الزوائد: ۹/ ۳۷۰ وغیرہ)

پھر جلیبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ایک اور گھرانہ آباد ہوگیا جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر تھی، جس کی چھت مسکنت اور محتاجی تھی، جس کی آرائش، وزیبائش تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید تھی۔ اس مبارک جوڑے کی راحت نماز میں اور دل کا اطمینان تپتی دوپہروں کے نفلی روزوں میں تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ شادی خانہ آبادی بڑی ہی برکت والی ثابت ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے مالی حالات اس قدر اچھے ہوگئے کہ راوی کا بیان ہے:

﴿ فَكَانَتْ مِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ نَفَقَةً وَّمَالًا ﴾

ترجمہ: ''انصاری گھرانوں کی عورتوں میں سب سے خرچیلا گھرانہ اس لڑکی کا تھا۔''

ایک جنت میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا:

﴿ هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ ؟﴾

ترجمہ: دیکھو! تمہارا کوئی ساتھی بچھڑا تو نہیں گیا۔''

مطلب یہ تھا کہ کون کون شہید ہو گیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں! فلاں فلاں حضرات موجود نہیں ہیں۔ پھر ارشاد ہوا:

﴿هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ ؟﴾

ترجمہ: ''کیا تم کسی اور کو گم پاتے ہو؟'

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لٰكِنِّيْ أَفْقِدُ جُلَيْبِيْبًا فَاطْلُبُوْهُ ﴾

ترجمہ: ''لیکن مجھے جلَیبیب نظر نہیں آ رہا، اس کو تلاش کرو۔''

چنانچہ ان کو میدانِ جنگ میں تلاش کیا گیا۔ وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ میدانِ جنگ میں ان کے اردگرد سات کافروں کی لاشیں تھیں۔ گویا وہ ان ساتوں سے لڑتے رہے اور پھر ساتوں کو جہنم رسید کر کے شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو خبر دی گئی۔ رؤف ورحیم پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔ اپنے پیارے ساتھی کی نعش کے پاس کھڑے ہوئے، منظر کو دیکھا، پھر فرمایا:

﴿ قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ ﴾

ترجمہ: ''اس نے سات کافروں کو قتل کیا، پھر دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔''

﴿فَوَضَعَهٗ عَلٰى سَاعِدَيْهِ لَيْسَ لَهٗ إِلَّا سَاعِدَا النَّبِيِّ ﷺ﴾

ترجمہ: ''پھر آپ ﷺ نے اپنے پیارے ساتھی کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا اور شان یہ تھی کہ اکیلے ہی اس کو اُٹھایا ہوا تھا۔ صرف آپ کے دونوں بازوؤں کا سہارا اسے میسر تھا۔''

جلیبیب رضی اللہ عنہ کے لئے قبر کھودی گئی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُنہیں قبر میں رکھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۲)

﴿۸۰﴾ بہترین عورت کی خوبیاں

ایک اعرابی سے جس کا عورتوں کی صفات کے بارے میں خاصہ تجربہ تھا، پوچھا گیا: ''بہترین عورت میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔'' اس نے جواب دیا، ایک اچھی عورت میں درج ذیل خوبیاں ہوتی ہیں۔ کھڑی ہو تو لمبے قد کی ہو، اور بیٹھے تو نمایاں نظر آئے۔ گفتگو کرے تو سچ بولے۔ اس کو غصہ دلایا جائے تو بردباری کا مظاہرہ کرے۔ ہنسے تو صرف مسکراہٹ بکھیرے، کھانا پکائے تو نہایت ہی لذیذ، اپنے خاوند کی فرماں بردار ہو۔ اپنے گھر سے محبت کرنے والی، اور کم سے کم گھر سے باہر نکلنے والی ہو۔ اپنی قوم میں نہایت عزیز اور باوقار ہو، مگر انتہائی متواضع و منکسر مزاج ہو۔ خاوند سے محبت کرنے والی اور کثرت سے اولاد جننے والی ہو، پھر اس کا ہر کام نہایت پسندیدہ ہوگا۔

﴿۸۱﴾ کبھی کبھی بیوی اپنے شوہر پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بڑی مالدار خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم نے سنا:

﴿ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ ﴾

ترجمہ: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو اگر چہ اپنا زیور (فروخت کر کے) ہی کیوں نہ ہو۔''

کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا، آپ محتاج ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کریں۔ اگر یہ صدقہ میں آپ پر کروں اور یہ کفایت کر جائے تو ٹھیک ورنہ میں یہ صدقہ دوسروں کو دیا کروں گی۔ عبداللہ بن مسعود نے ان سے کہا: تم ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چنانچہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے گھر کی طرف چل دی، وہاں دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی تھی۔ میں نے جب اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تو اس کا مسئلہ بھی میرے ہی جیسا تھا۔ اب احترام کے باعث باہر کھڑی ہو گئیں کہ اندر جانے کی جرأت کون کرے۔ اتنے میں گھر سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اور خیرات اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں اور اسے اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کر سکتی ہیں، اور ساتھ ہی ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ جو دو عورتیں دروازے پر ہیں کون کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ایک تو انصاری عورت ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أَيُّ الزَّيَانِبِ ''کون سی زینب؟'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ ﴾

ترجمہ: ''ان کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک تو قرابت داروں سے حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ و خیرات کرنے کا۔''

(بخاری: ۱۴۶۶، مسلم ۱۰۰۰)

﴿ ۸۲ ﴾ ایک عورت کو مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر وہ جنتی تھی

امام بخاری و مسلم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے تھے کہ سامنے سے کالے رنگ کی ایک لونڈی گزری۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عطاء رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگے: تمہارا کیا خیال ہے؟ کیوں نہ تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا کہ ایک جنتی عورت؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! ایک عورت ہے، جب وہ وفات پا جائے گی تو جنت میں جائے گی۔ عطاء رضی اللہ عنہما نے تعجب کیا، کہنے لگے کہ مجھے دکھائیں، وہ کون سی خوش نصیب خاتون ہے جو جنتی ہے، ہمارے درمیان رہتی ہے۔ بازاروں گلیوں میں چلتی پھرتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کالے رنگ کی اس بوڑھی لونڈی کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگے کہ وہ بوڑھی عورت جنتی ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ! آپ کو کیسے معلوم کہ وہ جنتی ہے؟

جواب دیا: کئی سال گزرے یہ کالی کلوٹی لونڈی اللہ کے رسول کے پاس آئی، تب اس کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ کر شفا کے لیے دعا کی درخواست کی۔ وہ کہنے لگی: ''میری زندگی اجیرن ہو گئی ہے، بچے مجھ سے ڈرتے ہیں، میرا مذاق اُڑاتے ہیں، مجھ پر ہنستے ہیں، میں بازار میں ہوں یا گھر میں، یا لوگوں کے پاس، اچانک مجھے دورہ پڑتا ہے اور مجھے ہوش نہیں رہتا، میں اس زندگی سے تنگ آ چکی ہوں، اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر پر درس دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ﴾

ترجمہ: ''اگر تم چاہو تو صبر سے کام لو اور اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہاری شفا کے لیے اللہ سے دعا کر دوں۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے جب بات ختم کی تو اس عورت نے غور و فکر کیا، سوچا، اپنے حالات اور اپنی بیماری کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے فرمان کو اپنے دِل میں دہرایا۔ اب وہ دونوں میں فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی کہ کس کو اختیار کرے۔ صبر کو یا دنیاوی آرام کو؟ سوچا، غور کیا کہ دُنیا تو فانی ہے، اسے ایک دن ختم ہو جانا ہے۔ میں جنت کی طلبگار کیوں نہ بنوں، اس کی چاہت کیوں نہ کروں؟ اور پھر اس نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں صبر سے کام لوں گی، لیکن جب مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرما دیں کہ وہ مجھے بے پردہ نہ کرے۔'' رسول اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دُعا فرما دی۔ (بخاری: ۵۶۵۲، مسلم: ۲۵۷۶)

﴿۸۳﴾ ہمیشہ دُم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو، کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے...... بارہ اہم نصیحتیں

❁ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرہ برابر بھی کچھ ادا کیا ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ہم اپنے نور ایمان سے یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں شروع سے لے کر آخر تک سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، بھلا غور کریں کہ غلام کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اس کے آقا کا عطیہ ہوتا ہے، اگر وہ اس کو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اس کا حق ادا کر دیا تو اس سے زیادہ بے وقوف دُنیا میں کوئی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے، پیدا اُس نے کیا، ہوش و حواس، عقل و تمیز، بینائی شنوائی، ہاتھ، پیر، غذا وغیرہ سب اسی کی دی ہوئی ہے۔ جن کے سہارے ہم کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کر لیتے ہیں، پھر حق کس چیز سے ادا کیا۔ ع

جاں دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

❁ اپنے اقوال اور اعمال و افعال میں توحید خالص کا استحضار رہے، مثلاً کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز میری ہے، یا جیسے میری مرضی۔ ہاں مجازاً یا بھولے سے ایسی بات ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ خدا کی عبادت کرو، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ''شَيْئًا'' ارشاد فرمایا کسی شئی کو متعین نہیں فرمایا۔

حقیقتاً ہر چیز اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے انتظام کے تحت لوگوں کو اس کا قبضہ دیا ہوا ہے، اگر کسی نے آپ کی ملک والی چیز بغیر اجازت کے لے لی یا چوری کر لی تو یہ نہ سوچیں کہ اس نے میری چیز لے لی، اب میں اس کا مواخذہ کرتا ہوں بلکہ یہ سوچیں کہ اس نے بادشاہ کے انتظام میں خلل ڈالا ہے، لہٰذا میں قانون شریعت کی وجہ سے اس کا مواخذہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بزرگ نے دُعا کی کہ اے اللہ! تو نے توحید خالص پر مغفرت کا وعدہ کیا ہے، میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، لہٰذا میری بخشش فرما، ان کو الہام ہوا کہ وہ وقت یاد کریں جب آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے کہا میں نہیں پیتا کہ اس سے مجھے ضرر نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کلمے پر گرفت فرمائی کہ ضرر پہنچنے کو دودھ سے منسوب کر دیا تھا۔

❁ اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کئے ہوئے کام ہیں بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان پر نظر کر کے ثواب طلب کریں، اور اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص اپنے نیک اعمال پر اس وجہ سے ثواب طلب کرے گا کہ اس نے خود یہ اعمال کئے ہیں، تو اس کے لئے کچھ بعید نہیں کہ برے اعمال کی سزا دینے کے واسطے بھی ترازوئے اعمال قائم کی جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہو تو محض اس کے احسان و فضل سے مانگو۔

❁ اپنے آپ کو سرداری کے لئے آگے نہ بڑھائیں، کسی بھی امر میں اپنے آپ کو بطورِ قائد سردار اور ذمہ دار آگے نہ بڑھائیں۔ مثلاً مشیخیت، امامت، امارت اور تدریس وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے تابع بننے کی کوشش کریں نہ کہ اس سے سبقت لے جانے کی، مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہمیں آگے بڑھائیں یا ہماری پیش قدمی سے دوسروں سے بلاء اور مصیبت دور ہوتی ہو یا انہیں نیک کاموں کی رغبت ہوتی ہو تو پھر مضائقہ نہیں، کیونکہ نیک کاموں میں سبقت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمیشہ دُم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو، کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے۔

❁ کسی منصب یا ذمہ داری کی تمنا نہ کریں اور اپنی طرف سے اس کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کی مشیت پر نظر رکھیں، اور صبر کریں یہاں تک کہ خود ان سے اسے قبول کرنے کی درخواست نہ کی جائے، کیونکہ اپنی کوشش سے کوئی منصب حاصل کرو گے تو تمہیں اس منصب کے حوالے کر دیا جائے گا، اور اگر بغیر کوشش کے کوئی ذمہ داری ملے گی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت کی جائے گی۔

❁ ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، اگر یہ اعتقاد رکھیں گے تو کسی معاملے میں بھی دِل میں ناخوشی پیدا نہ ہوگی، اور جو شخص اس اعتقاد سے غافل رہے گا وہ ضرور تقدیر سے ناخوش ہوگا، بلکہ بعض اوقات اعتراض کا مرتکب ہوگا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات کے دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ مجھے بخش دیا اور کسی بات پر عتاب نہیں فرمایا، البتہ ایک بار میری زبان سے اتنی بات نکل گئی تھی کہ اس سال زمین کو بارش کی زیادہ ضرورت ہے، اس پر حق تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے جنید! تم مجھے خبر دینا چاہتے تھے، حالانکہ میں علیم وخبیر ہوں۔

❁ جب ہمارے اوپر دُنیا میں تنگی اور کمی کر دی جائے تو اس صورت میں بھی ہم اپنے پروردگار سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں ہم اس سے خوش رہتے ہیں، بلکہ وسعت کی حالت میں ڈرتے رہنا بھی چاہئے، کیونکہ دُنیا کا کم ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھنا چاہتے ہیں، اور زیادہ ہونے میں اندیشہ ہے کہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں اور دفعتہً پکڑے جائیں۔

❁ اپنے دِل کو دُنیا میں مشغول نہیں کرنا چاہئے حتی الوسع لین دین اور جمع تقسیم کے معاملات سے دِل کو فارغ رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے، اگر کسی سے کچھ قرض وغیرہ لینا ہو تو زیادہ سختی نہ کریں، نرمی سے دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ مطالبہ نہ کریں، یہ سوچ لیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہے، تو اللہ اور رسول کی عظمت کو سوچتے ہوئے اس سے زیادہ تقاضہ نہ کریں۔

❁ دُنیا اور اس کی شہوات ولذات کو بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں، رغبت کی نگاہ اس طرف نہ کریں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، دُنیا اس بوسیدہ ہڈی کی مانند ہے جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں، لہٰذا جو کوئی بھی دُنیا میں رغبت کرے گا، ضرور نجاست سے آلودہ ہوگا، اور اس کو کتے کاٹیں گے، اور اس پر دانت نکال کر بھونکیں گے، لہٰذا بڑی مصیبت اُٹھانا پڑے گی۔

❁ دُنیا کی چیز پر مزاحمت نہ کریں، فقراء کو چاہئے کہ دُنیا کی کسی چیز پر مزاحمت، جھگڑا اور تکرار نہ کریں، کیونکہ دُنیا پر جھگڑنے سے دِلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ جان لیں کہ ہر وہ چیز جو نزاع اور تکرار سے حاصل ہو وہ دُنیا ہے اگرچہ بظاہر وہ دینی چیز محسوس ہوتی ہے، اس لئے کہ جو کام بھی خالص آخرت کے لیے ہوں ان میں جھگڑا اور نزاع نہیں ہو سکتا، اگر نزاع کی نوبت آتی ہے تو سمجھ لیں کہ اس میں دُنیا کی آمیزش ضرور ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دُنیا کی تمام محبتوں پر غالب رکھیں، خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی ہو یا ازواج کی ہو یا اصحاب (دوستوں) کی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے غیرت والے ہیں، وہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں کسی غیر کی محبت کو پسند نہیں کرتے،! جن کی محبت کا خود

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، جیسے انبیاء وملائکہ، علماء، اولیاء اللہ تو ان کی محبت اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لیے ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں غیر کی محبت سے مراد وہ محبت ہے جو ''وصول الی اللہ'' میں داخل نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اپنے مشائخ اور جملہ اولیاء اللہ سے محبت چونکہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی شمار ہوتی ہے، ازواج واولاد سے اس قدر محبت جائز اور ضروری ہے جس سے ان کے حقوق ادا کرنے میں آسانی ہو، اس سے زائد محبت جس کی وجہ سے احکام الٰہی میں سستی اور فتور آنے لگے وہ نقصان دہ ہے۔ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ تمہارے بیوی، بچوں کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمہارے دِل میں ان کی محبت جم گئی ہوتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس پر غیرت کھاتے ہیں) اور کبھی ان کی محبت کی وجہ سے خود تمہارے اوپر عتاب فرماتے ہیں۔

❁ جس شخص کی عادت لڑائی جھگڑے کی ہو اس سے مناظرہ نہ کریں۔ جس شخص میں دیکھیں کہ اس کی طبیعت میں جوش زیادہ ہے، اور لڑائی جھگڑے اور مناظرہ کرنے کی عادت ہے، اس سے مناظرہ نہ کریں، اور اپنی بات کو دلائل سے منوانے کی کوشش نہ کریں، ایسے شخص کے سامنے جتنی مرضی معقول بات کی جائے اس کی کوشش ہمیشہ دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنی عقل وفہم کو صائب الرائے ثابت کرنے کی ہوگی۔

ایسے شخص سے بات کرنے سے پہلے کوئی ایسی حکمت عملی اپنائیں کہ اس کو جوش نفس آپ کے لیے نرم ہو چکا ہو، مشائخ جب کسی کو برے کاموں کا مرتکب دیکھتے تو اس شخص کو نصیحت کرنے سے پہلے اس کی اچھائیوں کو بیان کرتے اور درمیان میں اس کی خامیوں کو بیان کر دیتے اور کہتے کہ ان سے بھی بچ جاتے تو بہت اچھا ہوتا، اس طرح وہ شخص ان برائیوں سے اجتناب کرنے لگتا۔

﴿۸۴﴾ قضائے حاجات کے لیے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا مجرب عمل

بندہ ایک روز اپنی اہلیہ کے ساتھ دیوبند کے سفر پر تھا، وہاں پہنچ کر میری اہلیہ نے حضرت شیخ حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ سے کچھ نصیحت کی فرمائش کی تو حضرت شیخ کی اہلیہ محترمہ نے بتلایا کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھے جس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس (50) مرتبہ سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، پھر اللہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کیجئے۔ حضرت مدنی مشکلات کے وقت یہ عمل لوگوں کو بتلایا کرتے تھے اور خود بھی عمل کرتے تھے:

نوٹ: مذکورہ مجرب عمل اگرچہ احادیث میں موجود نہیں، مگر اللہ والے کا بتایا ہوا عمل ہے، اور کئی لوگوں کا مجرب عمل ہے، اس لئے اگر آپ بھی کسی سخت سے سخت مسئلے میں اُلجھے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے تمہارا مسئلہ سلجھا دے گا۔

﴿۸۵﴾ پروردِگارِ عالم! میرا رزق تیرے ذمے ہے

ابو عبداللہ بن جعفر جو کہ برتی کے لقب سے مشہور ہیں، کہتے ہیں میں نے ایک بیابان میں ایک بدو خاتون کو دیکھا جس کی کھیتی کڑاکے کی سردی، زوردار آندھی اور موسلا دھار بارش کے سبب تباہ وبرباد ہو چکی تھی، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اس کی فصل تباہ ہونے پر اسے دلاسا دے رہے تھے۔ اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہنے لگی:

﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَأْمُوْلُ لِأَحْسَنِ الْخَلَفِ، وَبِيَدِكَ التَّعْوِيْضُ عَمَّا تَلَفَ، فَافْعَلْ بِنَا مَا أَهْلُهُ فَإِنَّ أَرْزَاقَنَا عَلَيْكَ وَاٰمَالَنَا مَصْرُوْفَةٌ اِلَيْكَ﴾

ترجمہ: ''اے پروردگار! پسماندگان کی عمدہ دیکھ بھال کے لیے تجھ ہی سے اُمید وابستہ کی جاتی ہے جو کچھ تباہ وبرباد ہو گیا اس کی تلافی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اس لئے تو اپنی نرالی شان کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ

ہماری روزی کا بندوبست تیرے ہی ذمہ ہے اور ہماری آرزوئیں اور تمنائیں تجھی سے وابستہ ہیں۔''

ابوعبداللہ بن جعفر کہتے ہیں: میں ابھی اس خاتون کے پاس ہی تھا کہ ایک آدمی وہاں آپہنچا، ہمیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ جب اس عورت کے عقیدے، منہج اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا پتہ چلا تو اس نے پانچ سو (500) دینار نکالے اور اس عورت کی خدمت میں پیش کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔ (مجلۃ العربی: ۴۴۴۔۱۸۸ انساء ذکیات جداً: ۴۴)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، وہ کبھی نعمتِ خداوندی سے محروم نہیں رہے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اسے ایسے راستے سے روزی بہم پہنچائیں گے جس کا وہ کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ اس دیہاتی خاتون کے ساتھ واقعہ پیش آیا جس کا آپ نے اوپر مطالعہ کیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (سورۃ الطلاق، آیت: ۲،۳)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے (مشکل سے) چھٹکارے کی شکل پیدا فرما دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ان سطور کے راقم کے عربی ادب کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک فقیر محتاج عورت، بادیہ نشین، جنگل میں خیمہ لگائے ہوئے تھی۔ اپنی ضرورتوں کے لئے اس نے اردگرد کھیتی لگا رکھی تھی، گزر اوقات اسی سے کرتی تھی۔ ایک دن طوفان آیا، بجلی چمکی اور کڑکی، آسمان سے ژالہ باری ہوئی اور کھیتی تباہ و برباد ہوگئی۔ جب طوفان تھم گیا تو اس عورت نے خیمے سے سر نکالا۔ اپنی کھیتی کو دیکھا، ہر چیز تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ اس نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی:

﴿اِصْنَعْ يَا اِلٰهِيْ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ رِزْقِيْ عَلَيْكَ﴾

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! جو جی چاہے کر (تجھے کون پوچھنے والا ہے) ہاں (اتنی بات ضرور ہے کہ) میرا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے۔''

﴿۸۶﴾ عورت کا حسن اس کے ٹیڑھے پن میں ہے

مشہور مؤرخ و سیرت نگار واقدی کا بیان ہے کہ میں ایک روز خلیفہ مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے چند احادیث بیان کیں۔ میری بیان کردہ حدیثیں اس نے لکھ لیں، پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب وہ گھر سے نکلا تو غصہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا اور وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین! خیریت تو ہے؟ خلیفہ مہدی کہنے لگا:

﴿دَخَلْتُ عَلَى الْخِيْزُرَانِ فَقَامَتْ اِلَيَّ وَ مَزَّقَتْ ثَوْبِيْ وَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ خَيْرًا مِّنْكَ﴾

ترجمہ: ''میں اپنی بیوی ''خیزران'' کے پاس گیا تو اس نے میرا کپڑا اس قدر زور سے کھینچا کہ وہ پھٹ گیا اور کہنے لگی: میں نے تم میں کوئی خیر کا پہلو نہیں دیکھا ہے۔''

خلیفہ نے مزید کہا: اے واقدی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے ''خزران'' کو ایک غلام فروش سے خریدا تھا، پھر میں نے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی چنانچہ اب وہ قیصر شاہی میں میری بیوی کی حیثیت سے خوش خرم زندگی گزار رہی ہے۔ نیز اس کو ناز و نعم اور آرائش و زیبائش کے لیے وہ چیزیں دستیاب ہیں جو دیگر عورتوں کو کم ہی نصیب ہوا کرتی ہیں۔ مگر آج اس کا ذہن اس قدر بدل گیا ہے کہ اس نے میرے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اور کہنے لگی کہ آج تک میں نے کبھی تم میں خیر نہیں دیکھی۔ حالانکہ میں نے اس کے دونوں لڑکوں (ہادی اور ہارون رشید) کے لیے پیشگی بیعت کروا دی ہے، میرے بعد یکے دیگرے وہ دونوں مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے،

پھر بھی وہ مجھے طعنے دے رہی ہے کہ میں نے اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں کی ہے!!

واقدی نے خلیفہ مہدی کی بات سن کر کہا: امیر المؤمنین! آپ ناراض نہ ہوں، کیونکہ کفرانِ نعمت عورتوں کی فطرت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي﴾

ترجمہ: ''تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔'' (صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح: ۱۹۷۷)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ﴾ (بخاری: ۳۳۳۱، مسلم: ۱۴۶۸)

ترجمہ: ''عورتوں کے بارے میں میری نصیحت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو انجام کار توڑ کر رہو گے۔ اور اگر اس ٹیڑھی پسلی کو یونہی چھوڑ دو گے تو ویسے ہی ٹیڑھی رہے گی (اور تم اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو) پس تم لوگ عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کیا کرو۔''

واقدی نے اس موضوع سے متعلق چند مزید احادیث خلیفہ سے بیان کیں۔ خلیفہ مہدی نے انہیں دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ جب واقدی خلیفہ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر پہنچے تو اسی وقت ملکہ ''خیزران'' کا پیغامبر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ملکہ کا دیا ہوا تقریباً دو ہزار دینار کا عطیہ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا، علاوہ ازیں کپڑے اور جوتے بھی تھے۔ ملکہ نے پیغامبر کے ذریعے ان عطیات کے ساتھ ساتھ اس کارِ خیر پر اُن کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۳/ ۵۴۵، طبع دار ہجر)

﴿۸۷﴾ نہر زبیدہ کا درد بھرا واقعہ

یہ دوسری صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ دنیا کے چپے چپے میں اسلام کی کرنیں اپنی تابناک شعاعیں بکھیر رہی تھیں۔ وہی عرب جو کچھ عرصہ پہلے انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے، آج اسلامی تعلیمات کی بدولت تمام بھائی بھائی بن چکے تھے۔ قبائل کے درمیان باہمی اختلافات پائے جاتے تھے مگر محاذ جنگ پر جب اکٹھے ہوتے تو سب ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ تلواروں کے سائے میں ان کی نمازیں ادا ہوتی تھیں اور جن جن ملکوں میں وہ جہاد کا پرچم لہراتے وہاں کے باشندوں کے ساتھ عدل وانصاف کرنا ان کی شان تھی۔ دوسری جانب مسلمان مبلغین بھی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تعداد میں بے تحاشہ اضافہ ہونے لگا۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں مملکت اسلامیہ کی باگ دوڑ خلیفہ ہارون رشید کے ہاتھ میں ہے، دُنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنے کے لیے آرہے ہیں، مکہ مکرمہ میں پانی ناپید ہے، حجاج کرام اور اہل مکہ بڑی مشکل سے کسی طرح پانی کا بندوبست کر پاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں ملکہ زبیدہ بنت جعفر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ آتی ہیں۔ انہوں نے جب اہل مکہ اور حجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو انہیں سخت افسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو رہتی دُنیا تک عالم بشریت کو یاد رہے گا۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابو جعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ یہ خلیفہ ہارون رشید کی چچا زاد بہن تھیں۔ ان کا نام''

اُمۃ العزیز'' تھا، ان کے دادا منصور بچپن میں ان سے خوب کھیلا کرتے تھے۔ ان کو ''زبیدہ'' (دودھ پلانے والی متھانی) کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ سب اسی نام سے پکارنے لگے اور اصلی نام لوگ بھول ہی گئے۔ یہ نہایت خوبصورت اور ذہین وفطین تھیں۔ جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون رشید سے ان کی شادی ہوگئی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالحجہ ۱۶۵ ہجری میں ہوئی۔ ہارون رشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام وخواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلامی میں مفقود ہے۔ اس موقع پر خاص بیت المال سے اس نے پچاس ملین درہم (50,000,000) خرچ کئے۔ ہارون رشید نے اپنے خاص مال سے جو کچھ خرچ کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ ہارون رشید ملکہ زبیدہ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر پکارا: هَلُمِّي يَا أُمَّ نَهْر '' اُم نہر! ذرا ادھر آنا۔'' زبیدہ نے بعد میں مشہور عالم اصمعی کو بلوا کر پوچھا: امیر المؤمنین مجھے ''اُم نہر'' کہہ کر پکارتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اصمعی نے جواب دیا، چونکہ جعفر عربی لغت میں نہر کو کہتے ہیں اور آپ کی کنیت ام جعفر ہے، اس لیے نہر معنی مراد لے کر آپ کو اس نام سے پکارا ہوگا۔ زبیدہ بڑی ہی سمجھدار خاتون تھیں، حاشیہ برداروں کے کہنے پر کبھی فوری فیصلہ نہیں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک شاعر نے ان کی خدمت میں چند اشعار سنائے، مگر ردیف وقافیہ اور الفاظ کی ترکیب میں شاید وہ اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے ادا نہیں کر سکا۔ شعر کے مفہوم سے ان کی عظمت کے بجائے گستاخی عیاں تھی۔ حشم وحذم نے شاعر کی عبارت کو ملکہ کی بے ادبی پر محمول کیا اور اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر ملکہ نے ان سے کہا:

﴿ دَعُوهُ فَإِنَّ مَنْ أَرَادَ خَيْرًا فَأَخْطَأَ خَيْرٌ مِمَّنْ أَرَادَ شَرًّا فَأَصَابَ ﴾

ترجمہ: ''اس کو نظر انداز کردو، کیونکہ جس کی نیت اچھی بات کہنے کی ہو مگر اس سے لغزش ہو جائے ایسا شخص اس آدمی سے بہتر ہے جس کی نیت بری ہو مگر وہ اچھی بات کہہ جائے۔''

ملکہ زبیدہ کی خدمت کے لیے ایک سو کرانیاں تھیں جن کو قرآن کریم یاد تھا اور وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، ان کے محل میں قرأت کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی۔

زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھیں اور حج وعمرہ کے لیے مکہ آنے والوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔ اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے 35 کلومیٹر شمال مشرق میں وادیٔ حنین کے ''جبال طاد'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی ''جبال قرا'' سے ''وادی نعمان'' کی طرف جاتا تھا اُسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کرلیا گیا۔ یہ مقام عرفات سے 12 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا، اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا، پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر سترہ لاکھ (17,00,000) دینار خرچ ہوئے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبہ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ وہ حجاج کرام اور اہل مکہ کو پانی کی دشواریوں سے نجات دلانا چاہتی تھی اور یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اُنہوں نے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: ''آپ نے جس منصوبہ کا حکم دیا ہے اس کے لیے خاصے اخراجات درکار ہیں، کیونکہ اس کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب وفراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی، تب کہیں جا کر اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔''

یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ دلچسپ بھی ہے اور اس سے ان کی قوتِ فیصلہ اور منصوبے سے دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے چیف انجینئر سے کہا:

﴿اِعْمَلْهَا وَلَوْ كَانَتْ ضَرْبَةُ فَأْسٍ بِدِيْنَارٍ﴾

ترجمہ: ''اس کام کو شروع کرو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو۔''

اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا میں ڈال دیا اور کہنے لگیں: ''الٰہی! مجھے دُنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینا تو مجھ سے قیامت کے دِن حساب نہ لینا۔''

ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دے کر حجاج کرام اور باشندگان مکہ مکرمہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس نہر کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔

ان کی وفات بغداد میں جمادی الاولیٰ 216 ہجری میں ہوئی۔ (وفیات الأعیان، البدایۃ والنہایہ، کتاب الوافی بالوفیات، الأعلام للزرکلی اور تاریخ مکہ مکرمہ، محمد عبدالمعبود وغیرہ کتب سے مواد اکٹھا کر کے لکھا گیا ہے)

﴿۸۸﴾ کھجوروں میں برکت

جنگ خندق کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں۔ مسلمانوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے اردگرد خندق کی کھدائی میں مشغول تھی۔ بہت سے مسلمانوں کے گھروں میں ایک وقت کی روٹی بھی دستیاب نہ تھی۔ پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت اور شدید لگاؤ کے سبب آپ کے حکم کی تکمیل میں لگے رہتے تھے۔ بھوک کی شدت سے نڈھال ہو جاتے تو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ بھوک برداشت کر سکیں، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھے تھے اور خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پورے انہماک کے ساتھ مشغول تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

﴿شَكَوْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ حَجَرَيْنِ﴾

ترجمہ: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا دیکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے دو پتھر بندھے ہوئے ہمیں دکھائے۔'' (جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد۲، صفحہ ۴۴۸)

خندق کی کھدائی کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک ہزار اور واقدی کی روایت کے مطابق تین ہزار بتائی گئی ہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران کئی معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک معجزہ یہاں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن کا بیان ہے کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلایا اور دو مٹھی کھجوریں دے کر کہنے لگیں: بشیر اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کی خدمت میں لے جاؤ تاکہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھالیں۔ میں کھجوریں لے کر اپنے والد اور ماموں کی تلاش میں نکلی، وہ دونوں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ مجھے انہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے بلایا اور پوچھنے لگے: ﴿مَا الَّذِيْ مَعَكِ﴾ ''تیرے پاس کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا:

﴿هٰذَا تَمَرَةٌ بِهٖ أُمِّيْ إِلَى أَبِيْ وَخَالِيْ يَتَغَدَّيَانِهٖ﴾

ترجمہ: ''یہ چند کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری امی نے میرے ابو اور ماموں کے پاس بھیجا تاکہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھالیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (هَاتِيْهِ) ''یہ کھجوریں مجھے دے دو۔''

میں نے کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں نہیں بھریں۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے چادر بچھائی گئی اور آپ ﷺ نے چادر پر کھجوریں پھیلا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: ''اہل خندق کو آواز دو کہ وہ آکر دوپہر کا کھانا لیں۔'' یہ آواز سنتے ہی خندق کی کھدائی کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دسترخوان پر حاضر ہوئے اور کھجوریں تناول کرنے لگے۔ اہل خندق کھجوریں کھاتے گئے اور وہ بڑھتی گئیں۔ سارے اہل خندق کھا کر واپس ہو گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گر رہی تھیں۔ واضح رہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران اس قسم کے کئی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔

(دیکھئے سیرت ابن ہشام: ۲/ ۲۱۸، المغازی للواقدی: ۲/ ۴۷۶، أسد الغابہ: ۴۱۴)

﴿۸۹﴾ 14 آیات سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دُعاء کی قبولیت

پورے قرآن کریم میں چودہ (14) آیاتِ سجدہ ہیں۔ یہ سب ایک مجلس میں، ایک ہی بیٹھک میں علی الترتیب پڑھی جائیں اور ہر ایک کے ساتھ ساتھ سجدہ بھی کیا جائے اور پھر اس کے بعد دُعا کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ اور اگر مصیبت زدہ ہے تو اس کی مصیبت اور پریشانی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ یہ اکابر، فقہاء اور ائمہ مجتہدین کا مجرب عمل ہے۔

(نور الایضاح، صفحہ ۱۱۵، ایضاح المسائل، صفحہ ۴۵، مراقی الفلاح، صفحہ ۲۷۲)

ہم آسانی کے لیے قرآن کریم کی چودہ (14) آیاتِ سجدہ کو علی الترتیب یہاں پر یکجا جمع کر دیتے ہیں تاکہ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

﴿أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○﴾

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○﴾

۞﴿إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○﴾ (پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۲۰۶)

ترجمہ: ''یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔''

۞﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○﴾ (پارہ ۱۳، سورۂ رعد، آیت: ۱۵)

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کے سامنے سب سر خم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں، خوشی سے اور مجبوری سے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقت۔''

۞﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○﴾ (پارہ ۱۴، سورۂ نحل، آیت: ۵۰)

ترجمہ: ''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالادست ہے، اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اُس کو کرتے ہیں۔''

۞﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ○﴾ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۰۹)

ترجمہ: ''اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن اُن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔''

۞﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ○﴾ (پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت: ۵۸)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے من جملہ انبیاء کے آدم علیہ السلام کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے

جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔''

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○﴾ (پارہ ۱۷، سورۂ حج، آیت: ۱۸)

ترجمہ: ''اے مخاطب! کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی، اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے، اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔''

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ○﴾ (پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت: ۶۰)

ترجمہ: ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے۔ کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لیے ہم کو کہو گے۔ اور اس سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔''

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○﴾ (پارہ ۱۹، سورۂ نمل، آیت: ۲۶)

ترجمہ: ''بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں، اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔''

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ○ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○﴾ (پارہ ۲۳، سورۂ ص، آیت: ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: ''داؤد علیہ السلام نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے۔ اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کو معاف کر دیا، اور ہمارے یہاں ان کے لیے قرب اور نیک انجامی ہے۔''

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ○﴾ (پارہ ۲۴، سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۸)

ترجمہ: ''پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور وہ نہیں اکتاتے۔''

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○﴾ (پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت: ۶۲)

ترجمہ: ''سو اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو۔''

﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ○﴾ (پارہ ۳۰، سورۂ انشقاق، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ''اور جب اُن کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔''

﴿ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ ﴾ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت: ۱۹)

ترجمہ: ''ہر گز نہیں، آپ اس کا کہنا نہ مانئے، اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔''

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

نوٹ: اس کتاب کو پڑھنے والے تمام بھائیوں سے اللہ کے نیک بندوں سے سیاہ کار راقم الحروف کی درخواست ہے کہ اپنی دُعاؤں کے ساتھ ناکارہ راقم الحروف اور اس کے والدین کی فلاحِ دارین کے لیے بھی دُعا کریں، بہت بڑا احسان ہوگا۔

﴿۹۰﴾ ایک عورت کی بہادری کا واقعہ

اسلامی تاریخ میں جن نامور اور بہادر خواتین کا تذکرہ آیا ہے ان میں زرقاء بنت عدی بن غالب قیس ہمدانیہ کا ذکر بھی ہے۔ یہ کوفہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پر جوش حامی تھیں۔ اپنے رشتہ داروں سمیت جنگ صفین میں شامل تھیں۔ انہوں نے لڑائی کے دوران فوجیوں سے متعدد بار خطاب کیا اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہادیئے جس سے فوجی اور زیادہ جوش وخروش سے لڑنے لگے۔ ان کے حوالے سے تاریخ نے ایک دلچسپ مگر سبق آموز واقعہ محفوظ کیا ہے۔ آیئے صنف نازک سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کی جواں مردی اور حق گوئی کا مطالعہ کیجئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 14 ہجری میں خلافت سنبھال چکے تھے۔ مسلمانوں میں صلح ہو چکی تھی۔ کبھی کبھار جنگوں کے حوالے سے بعض مجالس میں تذکرہ ہو جاتا۔ ایک رات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعض خاص ساتھیوں کے ہمراہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک کسی نے جنگ صفین کا تذکرہ کر دیا۔ اہل کوفہ کی جواں مردی کا تذکرہ ہوا تو زرقاء کا بھی نام لیا گیا۔ کسی نے کہا کہ اس روز اس عورت نے بڑی زوردار تقاریر کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو جوش دلایا۔ ان کے عزم واستقلال کو جلا بخشی اور اس پُر جوش طریقے سے فوجیوں سے خطاب کیا کہ بزدل سے بزدل آدمی بھی اگر سن لے تو میدان کارزار میں آگے بڑھتا چلا جائے۔ چنانچہ اس کے خطاب کی وجہ سے کتنے ہی لوگ جو میدانِ جنگ سے پلٹ رہے تھے لوٹ آئے، جو صلح وآتشی کی طرف مائل تھے میدان کارزار میں گھس گئے۔ اس کے الفاظ کیا تھے، ایک جادو تھا، نہایت ہی کاٹ دار فقرے، پاٹ دار آواز، اس کی وجہ سے متزلزل قدم جم گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو سے محفوظ ہو رہے تھے۔ اتنی عظیم عورت! یہ درست ہے کہ وہ مخالف گروپ سے تعلق رکھتی تھی مگر اس نے ایک عورت ہونے کے باوجود پامردی کا ثبوت دیا۔ اس کے استقلال اور ثابت قدمی سے وہ خاصے متاثر تھے۔ اچانک سوال کیا، ساتھیو! اس عورت کی تقریروں کے اقتباسات کسی کو یاد ہیں، بہت سوں نے جواب دیا، ہاں! کیوں نہیں! وہ الفاظ کوئی بھولنے والے نہیں تھے۔ کم وبیش سب کو یاد ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک اور سوال کر دیا:

﴿ فَمَا تُشِيْرُوْنَ عَلَيَّ فِيْهَا ؟ ﴾

ترجمہ: ''اس عورت کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟''

بہت سوں نے اس عورت کے قتل کا مشورہ دیا مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو عرب کے نہایت ذہین وفطین آدمی تھے، یوں گویا ہوئے:

﴿ بِئْسَ مَا أَشَرْتُمْ بِهٖ وَقُبْحًا لِّمَا قُلْتُمْ ! أَيَحْسُنُ أَنْ يَّشْتَهِرَ عَنِّيْ أَنَّنِيْ بَعْدَ مَا ظَفِرْتُ وَقَدَرْتُ قَتَلْتُ امْرَأَةً وَفَتْ لِصَاحِبِهَا، إِنِّيْ إِذَنْ لَّلَئِيْمٌ، لَا وَاللّٰهِ ! لَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ أَبَدًا ﴾

ترجمہ: ''جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے، تمہارا یہ مشورہ اور قول بہت ہی بُرا اور نامناسب ہے! کیا یہ اچھا ہوگا کہ میرے متعلق مشہور ہو جائے کہ میں نے زمام اقتدار ہاتھ میں آ جانے کے بعد ایک ایسی خاتون کو قتل کر دیا جس نے اپنے ساتھی (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نہایت ہی وفاداری کا ثبوت دیا؟ اللہ کی قسم! میں ہر گز ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسی صورت

میں یہ مصری خست اور کمینگی کی دلیل ہوگی۔''

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا:

﴿أَنْ أَنفِذْ إِلَيَّ الزَّرْقَاءَ بِنْتَ عَدِيٍّ مَعَ نَفَرٍ مِّنْ عَشِيْرَتِهَا وَفُرْسَانٍ مِّنْ قَوْمِهَا، وَمَهِّدْ لَهَا وِطَاءً لَيِّنًا وَّمَرْكَبًا ذَلُولًا﴾

ترجمہ: ''زرقاء بنت عدی کو اس کے خاندان کے چند افراد اور اس کی قوم کے چند شہسواروں کے ہمراہ میری خدمت میں روانہ کریں۔ اس کے لیے نرم گدے اور آرام دہ سواری کا بندوبست کرنا نہ بھولیں۔''

حاکم کوفہ نے جب زرقاء بنت عدی کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط سے آگاہ کیا تو اس نے حکم کی تعمیل میں جلدی کی اور کہنے لگی: ''امیر المؤمنین کی طاعت و فرماں برداری واجب ہے میں اعراض نہیں کر سکتی۔''

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حاکم کوفہ نے زرقاء کو ان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب زرقاء امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے پرتپاک استقبال کیا اور پوچھنے لگے: ''خالہ! کیا حال ہے؟ آپ کا سفر کیسا رہا؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔''

زرقاء بنت عدی نے عرض کیا: ''رَبِيْبَةَ بَيْتٍ أَوْ طِفْلًا مُّمَهَّدًا''

مفہوم یہ ہے کہ الحمد للہ میں خیریت سے ہوں۔ مجھے گھر کی مالکن کی طرح باعزت لایا گیا ہے، یا پھر گہوارے والے بچے کی طرح محفوظ طریقے سے آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دراصل میں نے یہ حکم دے رکھا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس لئے یہاں آنے کی زحمت دی ہے؟

زرقاء بنت عدی نے کہا:

﴿وَأَنّٰى لِيْ بِعِلْمِ مَا لَمْ أَعْلَمْ؟ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى﴾

ترجمہ: ''بھلا جس بات کی مجھے خبر نہیں اس کے بارے میں کیا جانوں؟ غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''صفین کی جنگ میں تم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو میرے خلاف جنگ پر ابھارا تھا اور انہیں اپنے پرجوش خطاب سے غیرت دلا رہی تھیں اور تم ہی وہ عورت ہو جس کی چرب زبانی نے نہ جانے کتنے بزدلوں کو ہمت و شجاعت سے بہرہ ور کر دیا جو میرے خلاف اندھا دھند تلواریں چلانے لگے تمہیں یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ سورج کی تابناک روشنی میں چراغ کی کوئی اہمیت نہیں اور چاند کا مقابلہ تارے نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب تم مردانہ وار لڑو، صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، اس میں تمہاری سربلندی ہے، جیو تو شان سے، مرو تو شان سے!! اور جان لو:

﴿إِنَّ خِضَابَ النِّسَاءِ الْحِنَّاءُ وَخِضَابُ الرِّجَالِ الدِّمَاءُ﴾

ترجمہ: ''عورتوں کا خضاب مہندی ہے جبکہ مردوں کا خضاب خون ہے۔''

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''زرقاء! میں نے تمہارے حوالے سے جو کچھ کہا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے؟''

زرقاء بنت عدی نے اثبات میں جواب دیا۔ امیر معاویہ کہنے لگے:

﴿لَقَدْ شَارَكْتِ عَلِيًّا فِيْ كُلِّ دَمٍ سَفَكَهٗ﴾

ترجمہ: ''گویا کہ تم ہر اس خون میں علی کی شریک ہو جو انہوں نے بہایا ہے۔''

زرقاء بنت عدی نے جواب دیا:

''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو شرف قبولیت سے نوازے کیونکہ یہ میرے لئے بشارت سے کم نہیں۔ بلاشبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ان کی طرف سے بہائے گئے ہر ایک خون میں میری شرکت میرے لئے قابل فخر ہے۔ آپ کا شکریہ جو آپ نے مجھے اس خوشخبری سے نوازا۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس عورت کی ہمت وشجاعت اور بے خوفی و بے باکی کو دیکھ کر ہنس پڑے اور کہنے لگے:

﴿وَاللّٰہِ لَوَ فَاؤُکُمْ بَعْدَ مَوْتِہٖ أَعْجَبُ عِنْدِیْ مِنْ حُبِّکُمْ لَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد تم لوگ ان کے ساتھ جو بے انتہا وفاداری کا ثبوت پیش کر رہے ہو، مجھے یہ بات ان کی زندگی میں تمہاری محبت سے زیادہ تعجب خیز لگ رہی ہے۔''

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

''تمہاری کوئی ضرورت ہو تو پیش کرو، میں حاضر ہوں۔''

زرقاء بنت عدی کہنے لگی:

﴿یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ إِنِّیْ آلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ أَلَّا أَسْأَلَ أَحَدًا أَعَنْتُ عَلَیْہِ أَبَدًا﴾

ترجمہ: ''امیر المؤمنین! میں نے اپنے بارے میں قسم کھا رکھی ہے کہ میں نے جس شخص کے خلاف (میدان جنگ میں) کردار ادا کیا ہے اس کے آگے کبھی دستِ سوال نہیں دراز کروں گی۔''

''مجھے چند لوگوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا ہے۔''

زرقاء کہنے لگی:

''مشورہ دینے والے کم ظرف لوگ ہیں، آپ اگر ان کی بات مان کر مجھے قتل کر دیں گے تو پھر آپ کا شمار بھی ان ہی جیسے لوگوں میں ہوگا۔''

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اس عورت کو معاف کر دیا اور خلعت کے ساتھ ساتھ درہم و دینار سے بھی نوازا۔ مزید اُسے ایک ایسی جاگیر سے نوازا جس سے سالانہ دس ہزار درہم کی آمدنی ہوتی تھی، اور اسے اس کے خاندان والوں کے ساتھ صحیح سلامت کوفہ روانہ کر دیا۔ حاکم کوفہ کو خط بھی لکھا کہ اس خاتون اور اس کے خاندان کا خاص خیال رکھا جائے۔

(دیکھئے من قصص العرب: ۲۳۷، العقد الفرید: ۲/۱۰۶، بلاغات النساء: ۳۷)

﴿۹۱﴾ ماں نے فرمایا: ''بیٹا حق پر جان دے دو''

انسان ایک ہدف متعین کر کے اس کے حصول کی کوشش میں تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے اور خاص طور پر جب اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ جس ہدف کے حصول میں کوشاں ہے وہی ہدف صحیح ڈگر پر لے جانے والا ہے اور اس کے مقابل جو بھی اہداف ہیں وہ سیدھے راستے سے ہٹانے والے ہیں تو پھر وہ اپنے مقصد کے حصول میں جان کی بازی لگانے سے بھی چنداں دریغ نہیں کرتا، خواہ اس کی راہ میں مضبوط سے مضبوط چٹان کیوں نہ حائل ہو، وہ اس چٹان کو چکنا چور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہی عزم واستقلال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اندر بھی تھا، انہوں نے جس بات کو حق سمجھا اس کے لیے زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے، اور ان کے اندر یہ جوش وجذبہ پیدا کرنے والے ان کی بہادر ماں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں اس کے سپہ سالار حجاج بن یوسف کے لشکر نے خلافت کے دعویدار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حرم مکہ میں محصور کر رکھا تھا اور ان کے اپنے بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وقت کی گردش ان کے

خلاف ہے، لوگوں کی اکثریت ان کے مشن کی مخالف ہوگئی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں ان کی کوئی وقت باقی نہیں رہی ہے تو انہیں اپنی سبکی محسوس ہوئی، چنانچہ وہ اپنی والدہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امی جان! آپ دیکھ رہی ہیں کہ مجھے چاروں طرف کے لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے، اور تو اور میرے بیوی بچے بھی میرے مشن کے خلاف ہیں ان کی نگاہ میں بھی میری کوئی وقت نہیں ہے۔ اب معدودے چند لوگ ہی میرا ساتھ دینے کے لئے رہ گئے ہیں وہ بھی اس قدر کمزور ہیں کہ چند لمحے بھی مخالف گروہ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر آج میں اپنے مشن سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے معاشرے میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، میں ساری بے رُخ نگاہوں کی توجہ کا مرکز بن جاؤں گا، دُنیاوی مال ومتاع سے مالا مال کر دیا جاؤں گا اور میرے جانی دشمن میرے غمگسار ہمدم بن جائیں گے، پھر ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ امی جان! اس وقت میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سانس لے رہا ہوں، مجھے آگے قدم بڑھانے کے لئے آپ کا مشورہ درکار ہے۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیٹے کی دردانگیز گفتگو سن کر کہنے لگیں: جانِ من! تم اپنے متعلق جتنا کچھ جانتے ہو کوئی دوسرا اس قدر نہیں جان سکتا، اگر تمہیں اپنے طور پر کلی اطمینان ہے کہ تم جس بات کی طرف دعوت دے رہے ہو، اس میں حق پر ہو اور تمہارے مقابل ناحق پر، تو پھر اپنی دعوت سے باز مت آؤ اور قدم آگے کی جانب بڑھاتے چلے جاؤ۔ پست ہمتی کا ثبوت ہرگز نہ دو اور اپنی گردن کو اتنی ڈھیل مت دو کہ بنو امیہ کے بچے تمہارے سر سے کھلواڑ کریں۔ اور اگر تم یہ سب کچھ دنیاوی مال ومتاع کے لالچ میں کر رہے تھے تو پھر تم ایک بدترین آدمی ہو، تم نے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا اور تمہارے جو ساتھی قتل کر دیئے گئے ہیں ان کے قتل کے ذمہ دار تم اور صرف تم ہو۔ اور اگر تمہاری رائے یہ ہے کہ تم حق پر تھے مگر جب تمہارا ساتھ دینے والے کمزور پڑ گئے تو تم نے بھی ہمت ہار کر سر تسلیم خم کر دیا تو پھر یہ آزاد لوگوں کی شان نہیں اور نہ ہی اہل دین کا شیوہ۔ آخر اُس دنیا میں تمہاری زندگی ہے ہی کتنی؟ ذلت کے ساتھ زندہ رہنے سے عزت کے ساتھ قتل ہو جانا کہیں بہتر ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ فِيْ عِزٍّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ضَرْبَةٍ ○ بِسَوْطٍ فِيْ ذُلٍّ﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! عزت وشان میں تلوار کی ضرب کھانا مجھے ذلت ورسوائی کی حالت میں کوڑا کھانے سے زیادہ محبوب ہے۔''

ماں کی یہ ایمان افروز تقریر سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ قَتَلُوْنِيْ أَنْ يُّمَثِّلُوْنِيْ﴾

ترجمہ: ''مجھے خدشہ ہے کہ اگر میرے دشمن مجھے قتل کر دیں گے تو میرا مثلہ کریں گے۔'' (مُثلہ کہتے ہیں میت یا مقتول کے کان، ناک، آنکھ یا ہاتھ وغیرہ اعضائے جسمانی کو بری طرح کاٹنے اور مسخ کرنے کو)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿يَا بُنَيَّ! إِنَّ الشَّاةَ لَا يَضُرُّهَا سَلْخُهَا بَعْدَ ذَبْحِهَا﴾

ترجمہ: ''بیٹے! بکری کے ذبح ہونے کے بعد اس کی چمڑی اُدھیڑنا اس کے لیے کسی تکلیف کا باعث نہیں ہوتا (اس لئے قتل کے بعد تمہاری لاش کی جتنی بھی بے حرمتی ہو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔)''

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اپنی ماں کے سر کا بوسہ لیا اور کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! یہی میری رائے بھی ہے۔ جس دعوت کا علم میں نے بلند کیا تھا، آج تک اسی کی سربلندی کے لئے کوشاں ہوں، میں نے کبھی دُنیا کو حسن نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور نہ آج دنیوی حرص وطمع کی میرے اندر گنجائش ہے۔''

﴿وَمَا دَعَانِيْ إِلَى الْخُرُوْجِ إِلَّا الْغَضَبُ أَنِ اللّٰهُ تُسْتَحَلُّ حُرُمُهُ﴾

ترجمہ: ''میں نے وقت حکمرانوں کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے اس کا سبب میری دینی حمیت ہے، کیونکہ ان کے دور میں اللہ تعالیٰ کی محرمات کی پامالی ہو رہی ہے اور انہیں جائز ٹھہرا لیا گیا ہے۔''

پھر بولے:

''امی جان! میں نے اپنے مشن سے متعلق آپ کی رائے لے لینا مناسب سمجھا، الحمدللہ آپ کی ایمان افروز گفتگو نے میری بصیرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ امی جان! آج ہی میں قتل ہونے والا ہوں، میرے قتل پر غمزدہ نہ ہونا اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا کیونکہ آپ کے اس صاحبزادے نے کبھی کسی منکر و ناجائز کام کے کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کسی غلط اور اخلاق سے گری ہوئی بات میں ملوث ہوا۔ میں نے اللہ کی سلطنت میں کبھی ظلم و استبداد کو نہیں سراہا، امن و امان کا جھانسا دے کر کسی پر دست درازی نہیں کی، کسی مسلمان یا غیر مسلم پر زیادتی کو روا نہیں رکھا۔ میرے عمال کی طرف سے ظلم و زیادتی کی جب بھی مجھے شکایت ملی، میں نے مظلوموں کی بھرپور تائید کی اور ان کے حقوق دلوائے۔ میں نے کبھی رضائے الٰہی پر اپنے خواہش کو ترجیح نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا۔''

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا تَزْكِيَةً مِّنِّيْ لِنَفْسِيْ اَنْتَ اَعْلَمُ بِيْ وَلٰكِنْ اَقُوْلُهٗ تَعْزِيَةً لِاُمِّيْ لِتَسْلُوْا عَنِّيْ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! یہ سب باتیں میں اپنی ذات کے تزکیہ کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے تو بخوبی واقف ہے، بلکہ میں یہ سب کچھ اپنی ماں کو تسلی دینے کے لیے کہہ رہا ہوں تا کہ وہ مجھے پہنچنے والی مصیبت کو بھول جائے۔''

یہ تعزیت بھرے الفاظ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کہنے لگیں:

﴿اِنِّيْ لَاَرْجُوْا مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ عَزَائِيْ فِيْكَ حَسَنًا اِنْ تَقَدَّمْتَنِيْ وَاِنْ تَقَدَّمْتُكَ فَفِيْ نَفْسِيْ حَرَجٌ حَتّٰى اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُكَ﴾

ترجمہ: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اللہ کے پاس چلے گئے تو تمہارے بارے میں میری تعزیت اچھی ہوگی، البتہ اگر میں تم سے پہلے انتقال کر گئی تو میرے دل میں یہ خلش باقی رہے گی کہ میں تمہارے مشن کا انجام نہ دیکھ سکی۔''

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے ان کے پاس سے روانہ ہو گئے اور اسی روز انہیں حجاج بن یوسف اور اس کے ساتھیوں نے شہید کر دیا۔

(دیکھیے تاریخ طبری: ۶/ ۱۸۸، بلاغات النساء: ۱۳۰، العقد الفرید: ۴/ ۴۱۷، قصص العرب: ۲/ ۱۳۲)

﴿۹۲﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے دوسری عورت کا دانت توڑ دیا تھا۔ جب یہ مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَلْقِصَاصُ اَلْقِصَاصُ﴾ ''کتاب اللہ کے فیصلے کے مطابق دانت کے بدلہ میں دانت ہی توڑا جائے گا۔''

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور بعد میں انہوں نے حمیتِ اسلامی سے سرشار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

﴿وَاللّٰهِ! لَئِنْ اَشْهَدَنِي اللّٰهُ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے جنگ کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ خوب دیکھے گا کہ میں کیسے کارنامے انجام دیتا ہوں۔''

چنانچہ غزوۂ احد میں بڑی جواں مردی سے کافروں نے ان کا اس قدر بُرے طریقے سے مثلہ کیا تھا کہ ان کی بہن ربیع بنت نصر رضی اللہ عنہا انہیں پہچان نہ سکیں۔ بلکہ ان کی انگلیوں کے پوروں کی مدد سے انہیں پہچانا۔

غرض یہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میری بہن ربیع کا دانت توڑ دیا جائے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿نَعَمْ ! كِتَابُ اللّٰهِ ﴾

ترجمہ: ''ہاں! کتاب اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔''

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! میری ہمشیرہ کا دانت نہیں ٹوٹے گا!'' آخر یہ قسم کیسی تھی؟ کیا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے شرعی حکم پر اعتراض کیا تھا؟ کیا نبی کریم ﷺ کا فیصلہ قبول نہ تھا؟

ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے یہ قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اللہ کی ذات سے اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو رائیگاں نہیں جانے دے گا، بلکہ ضرور کوئی دوسری صورت پیدا فرمادے گا، وہ اپنے رب ذوالجلال سے دُعا کر رہے تھے۔

چنانچہ جب انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (زخمی) عورت کے گھر والوں کے پاس جاؤ، اگر وہ لوگ تاوان پر راضی ہو جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔''

لوگ اس زخمی عورت کے گھر والوں کے پاس گئے، ان لوگوں نے تاوان پر رضامندی ظاہر کر دی، حالانکہ اس سے پہلے وہ راضی نہیں ہو رہے تھے بلکہ وہ ربیع بنت نظر رضی اللہ عنہا کا دانت توڑنے پر مصر تھے۔

رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ چھا گئی اور آپ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے پھٹے ہوئے کپڑے اور ان کے دبلے پتلے جسم کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا:

﴿إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ ﴾

ترجمہ: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ (کے بھروسہ) پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔'' (بخاری: ۲۷۰۳، مسند احمد: ۳/۱۲۸)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آپ ﷺ کی قمیص تھی، ابوزناد سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اکرم ﷺ کی قمیص تھی جو انہوں نے اپنے عظیم بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عطا کر دی تھی مگر جب انہیں مخالفین نے قتل کر دیا تو اس عظیم سانحہ کے باعث وہ قمیص گم ہوگئی۔ اس حادثہ کے بعد بسا اوقات حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی تھی:

﴿لَلْقَمِيصُ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ قَتْلِ عَبْدِ اللّٰهِ ﴾

ترجمہ: ''میرے لختِ جگر عبداللہ کا قتل اس قدر تکلیف کا باعث نہیں جتنا کہ نبی کریم ﷺ کی قمیص کے گم ہو جانے سے مجھے تکلیف ہوئی۔''

کچھ عرصہ بعد ملکِ شام کے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ کی وہ قمیص اس شامی کے پاس ہے۔ جب قمیص کے متعلق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حزن و ملال کا اس شامی کو علم ہوا تو اس نے قمیص لوٹانے کے لیے شرط عائد کر دی کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعائے مغفرت کریں چنانچہ وہ کہنے لگا:

﴿لَا أَرُدُّهُ أَوْ تَسْتَغْفِرَ لِي أَسْمَاءُ ﴾

ترجمہ: ''میں اس قمیص کو اسی صورت میں لوٹاؤں گا جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مغفرت کریں۔''

جب یہ بات سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے عرض کیا:

﴿كَيْفَ أَسْتَغْفِرُ لِقَاتِلِ عَبْدِ اللهِ ؟﴾

ترجمہ: ''بھلا اپنے لختِ جگر عبداللہ کے قاتل کے لئے میں کیوں کر دُعائے استغفار کرسکتی ہوں؟''

لوگوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ جب تک آپ اس شامی کے حق میں دُعا استغفار کے لیے اللہ کے دربار میں ہاتھ دراز نہیں کریں گی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص واپس کرنے سے انکاری ہے جس کی واپسی کی آپ خواہاں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: شامی کو میرے پاس آنے کے لیے کہو۔ چنانچہ وہ شامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص لے کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت اس کے ہمراہ عبداللہ بن عروہ بھی موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے شامی سے کہا: قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کردو۔ شامی نے قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کردی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پوچھا: عبداللہ قمیص حاصل کرلی؟ عبداللہ بن عروہ نے عرض کیا: ہاں۔ تب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

﴿غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ﴾

ترجمہ: ''عبداللہ! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔''

شامی نے سمجھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ''عبداللہ'' کہہ کر اُس کے لئے مغفرت کی دُعا کی ہے، حالانکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عبداللہ سے عبداللہ بن عروہ مراد لیا اور کنایہ میں انہی کو دُعا دے گئیں مگر شامی نہیں سمجھ سکا۔ (فراستہ المؤمن: ۴۱، ابراہیم الحازمی)

﴿۹۳﴾ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے عجیب دل ہلانے والی نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کردی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہوگئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ ''تمہیں شرم نہیں آتی، تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کردیا جسے تم نہیں کھاسکتے، تم نے وہ مکانات بنانے شروع کردیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے، تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کردیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے، تم سے اگلے لوگوں نے بھی دولتیں جمع جتھا کرکے سنبھال سنبھال کر رکھی تھیں بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے، بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے، ان کی پونجی برباد ہوگئی، اُن کے مکانات اور بستیاں اُجڑ گئیں، عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک اُن کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ۴۱)

﴿۹۴﴾ شیطان ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرمارہا ہے۔ ارشاد ہے: ''اس دن باپ اپنے بچے کے اور بچہ اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا، ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہوسکے گا، تم دنیا پر اعتماد نہ کرلو اور دارِ آخرت کو فراموش نہ کرجاؤ، شیطان کے فریب میں نہ آجاؤ، وہ تو صرف ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔'' ابن ابی حاتم میں ہے، عزیز علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم ورنج بہت بڑھ گیا، نیند اُچاٹ ہوگئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں، میں نے نہایت تضرع وزاری کی، خوب رویا گڑگڑایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، دُعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ روز تضرع کررہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آگیا، میں نے

اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا، قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا، کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا، کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا، نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے، نہ غلام آقا کے بدلے، نہ کوئی کسی کا رنج وغم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت ومحبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا، ہر شخص آپا دھاپی میں ہوگا، ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا، ہر ایک اپنا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوگا نہ کسی اور کا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ۱۹۹)

﴿۹۵﴾ مندرجہ ذیل گیارہ آیتوں پر جو جم گیا وہ جنتی ہے

رسول اللہ ﷺ کی عجیب وغریب دُعاء

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ۵۴)

ترجمہ: ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪﴾ (سورۃ المؤمنین، آیت ۱تا۱۱)

ترجمہ: ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اُترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی سی آواز آپ ﷺ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اُڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اُتر چکی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی کہ:

''خدایا! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے۔''

عربی کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا﴾

پھر فرمایا، مجھ پر دس آیتیں اُتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ۴۴۶)

﴿۹۶﴾ نافرمان بیوی کے لیے ایک مجرب عمل

سوال میں آج کل بہت پریشان ہوں، میری اہلیہ میری کوئی بات نہیں مانتی ہے، میرے والدین، بھائی، بہن سب ہی سے لڑائی کرتی ہے اور ان سب کے ساتھ مجھے قتل کی بھی دھمکی دیتی ہے میں ہر ممکن کوشش سمجھانے کی کر چکا ہوں، اس سے علیحدہ بھی رہ چکا ہوں، اس

کے والدین بجائے اس کو سمجھانے کے اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں جن سے وہ اور بھی زیادہ شوخ چشم بن گئی ہے۔ آپ اس کے لئے دُعا فرمانے کے ساتھ کوئی تدبیر ایسی بتائیں کہ میں اس مصیبت و پریشانی سے نجات پاسکوں۔

جواب آپ کے پریشان کن حالات سے بہت قلق ہے، جو عادت لگ جاتی ہے اس کا چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ صبر وتحمل کی ضرورت ہے۔ آپ اس کو سمجھاتے ہیں اس کے اقوال واعمال سے خوش نہیں ہیں پھر بھی وہ باز نہیں آتی۔ اس کا گناہ آپ کے سر نہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد ''یَا مُقَلِّبَ وَالْاِبْصَارِ یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ'' دوسو مرتبہ، اول وآخر درود شریف گیارہ مرتبہ پابندی سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

﴿۹۷﴾ جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اس کی اصلاح نافرمان بیوی سے ہوتی ہے

سوال حضرت! میری بیوی بہت پریشان کر رہی ہے، میکے میں ہی رہتی ہے، بات بات پر غصہ ناراضگی، گھر میں جوان بچے پھر بھی ہر وقت اپنے میکے چلے جانا، ہر طرح سے پریشان کر رکھا ہے، اس کو طلاق رجعی دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔

جواب آپ بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہرگز نہ کریں کہ ابغض المباحات ہے۔ آپ کو بھی دشواری پیش آئے گی اس کو بھی۔ جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اس کی اصلاح بیوی سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ شریف مرد پر اس کی بیوی حاوی رہتی ہے اور کمینہ مرد اپنی بیوی پر حاوی رہتا ہے۔ شریف ہو کر اس حال میں رہوں کہ میری بیویاں حاوی رہیں مجھے پسند ہے اس سے کہ میں کمینہ بن کر بیویوں پر حاوی رہوں۔ جب سسرال قریب ہے تو آپ وہاں ہو کر آیا کریں، بیوی اگر چہ اپنے دِل میں ناخوش رہے مگر آپ اس سے ناخوش نہ ہوں بلکہ اس سے کہہ دیں کہ میری طرف سے اجازت ہے جب تک جی چاہے آٹھ روز، دس روز اپنے میکہ میں رہو۔ ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس سے بہت سی اُلجھنیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ قلب میں صلاحیت پیدا فرمائے۔

﴿۹۸﴾ خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا

سوال حضرت! رات میں کبھی خواب دیکھتا ہوں کہ ساری جائداد میرے ملک کی میرے قبضہ میں آچکی ہے اور میں اس ملک کا بادشاہ بن چکا ہوں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور پبلک میرے پیچھے پیچھے چل رہی ہے، کبھی دیکھتا ہوں کہ میں ایک بڑے دستر خوان پر جس پر عجیب قسم کے میوہ جات چیزیں ہیں، اس میں سے کھا رہا ہوں، کبھی ڈراؤنے خواب دیکھتا ہوں کہ میرے پیچھے ایک کالا سانپ دوڑ رہا ہے اور میں اس کے آگے دوڑ رہا ہوں مگر دِل کی گھبراہٹ نے مجھے دوڑنے نہیں دیا اور سانپ کا نوالہ بننے کے قریب کردیا۔ برائے کرم جواب دے کر تسلی دیجئے۔

جواب دیکھئے بھائی! اولاً تو ہر خواب کی تعبیر کی جستجو نہ کیجئے، خواب چند وجوہات کی بنا پر آدمی دیکھتا ہے:

- خواب دماغی انتشار اور ماحول کے اثرات سے کم خالی ہوتے ہیں۔
- خزانہ خیال میں کبھی کبھی دیکھی ہوئی چیزیں پڑی رہتی ہیں، قوت متصرفہ ان کو جمع کر دیتی ہے۔
- معدے سے بخارات اُٹھ کر دماغ کی طرف عود کرتے ہیں تو اس سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
- مزاجی کیفیت سوداء، صفراء، دم، بلغم کی وجہ سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
- نفس کی خواہشات کو خواب میں بڑا دخل ہوتا ہے۔
- شیطان حسد کر کے پریشان کن خواب دکھلاتا ہے۔

❁ خواب بسا اوقات تمثیل ہوتا ہے اور بھی عین ہوتا ہے۔

اس لئے ہر خواب کی تعبیر تلاش کرنا اور ہر خواب کی تعبیر کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی بھوکا پیاسا آدمی خواب میں روٹی کھالے، پانی پی لے تو اس سے بھوک اور پیاس رفع نہیں ہوجاتی۔ خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا، اچھا خواب نظر آئے تو اس پر الحمدللہ پڑھ لیا جائے اور برا خواب نظر آئے تو لاحول اور استغفار پڑھ دیا جائے۔ آپ کو اگر موقع ہو تو یہاں تشریف لے آیئے، زبانی فہمائش اچھی طرح کردی جاتی ہے، اُمید تو یہ ہے کہ آپ کے چار صفحات گنجان کے جواب میں یہ سطریں بھی کافی ہوجائیں گی۔

اللہ کی رضا کا طالب

محمد یونس پالن پوری

﴿۹۹﴾ معاف کردینے والا بآرام میٹھی نیند سوجاتا ہے اور بدلے کی دُھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور جوڑ جوڑ سوچتا ہے

سنو معاف کردینے والا تو بآرام میٹھی نیند سوجاتا ہے، اور بدلے کی دُھن والا رات دن متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ مسکرانے لگے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب اُس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا، اس پر حضور ﷺ وہاں سے ناراض ہوکر چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ﷺ ناراضی سے اُٹھ چلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! جب تک تم خاموش تھے، فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم خود بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔ پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا، سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں:

❁ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔

❁ جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔

❁ اور جو شخص بڑھانے کے لیے سوال کا دروازہ کھول لے گا اس سے اُس سے مانگتا پھرے گا اللہ تعالیٰ اس کے یہاں بے برکتی کردے گا اور کمی میں ہی مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۲۳)

﴿۱۰۰﴾ معاف کرنے میں جو لذت ہے، بدلہ لینے میں نہیں ہے

❁ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی دانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمادے۔

❁ اور جیسے کہ سردارِ انبیاء رسول خدا، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (80) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے، جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہوکر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیئے گئے تو آپ ﷺ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

❁ اور جیسے کہ آپ ﷺ نے غورث بن حارث کو معاف کردیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ حضور ﷺ کے سوتے ہوئے اس نے آپ ﷺ کی

تلوار پر قبضہ کرلیا۔ جب آپ ﷺ جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ ﷺ نے تلوار لے لی، اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔

- اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ ﷺ پر جادو کیا تو باوجود علم وقدرت کے آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمالیا۔
- اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ رضی اللہ عنہم کو زہر دیا تھا، آپ ﷺ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہوجانے کے بھی آپ ﷺ نے اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کردیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے ہی نے آنحضرت ﷺ کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ ﷺ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اگر آپ ﷺ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے راحت حاصل ہوجائے گی۔ یہ معلوم ہوجانے پر اس کے اقبال کرلینے پر بھی خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، معاف فرمادیا، گو بعد میں وہ قتل کردی گئی، اس لئے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے، تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور ﷺ کے ایک واقعات بہت سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۲۱)

﴿۱۰۱﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے خوب خوش ہوتا ہے

صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہوگئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کرکے عاجز آکر درخت تلے پڑا رہا اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، اونٹنی سے بالکل مایوس ہوگیا کہ یکایک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے، یہ فوراً ہی اُٹھ بیٹھتا ہے، اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشہ اس کی زبان سے نکل جاتا ہے یا اللہ! بے شک تو میرا غلام اور میں تیرا رب ہوں اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہوں جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہوگیا ہو جو اسے دفعتہً مل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۱۶)

﴿۱۰۲﴾ آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں جو دُنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں کفار کو یہ دُنیا حقیر اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ بالا خانوں پر پہنچتے اور ان کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دُنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے، برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں، آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو خدا تعالیٰ سے کچھ حاصل کرسکیں، جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے کہ اگر دُنیا کی قدر خدا تعالیٰ کے یہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا، پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں

صرف ان کے لیے ہیں جو دُنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے، ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب تعالیٰ کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے بالا خانے میں گئے اور آپ ﷺ نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کر رکھا تھا، تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں۔ تو رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شان و شوکت سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور ﷺ تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا اور فرمانے لگے، اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے انہیں مل گئیں، ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ پیو نہیں یہ دُنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں اور دُنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب اللہ تعالیٰ کی نظروں میں دُنیا ذلیل وخوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر دُنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۳)

﴿۱۰۳﴾ ہر دوستی قیامت کے دِن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی

ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، دو ایمان دار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے، خدایا! فلاں شخص میرا ولی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا تھا، بھلائی کی ہدایت کرتا تھا، برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا تعالیٰ سے ملنا ہے، پس اے باری تعالیٰ! تو اسے راہِ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوستی کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۴۱)

﴿۱۰۴﴾ سب سے نیچے درجہ کا جنتی اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جائے گی

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو (100) سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے، خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پُر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پُر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اول سے آخر تک اس کی اشتہار برابر اور یکساں رہے گی، اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کردے تو سب کو کفایت کر جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اُٹھائے گا اور اس کے دِل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا، چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند احمد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبہ کے جنتی کے بالا خانے کی سات منزلیں ہوں گی

یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی۔ اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام و شراب پیش کریں گے، ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا۔ اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی، وہ بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوگی۔ یہ کہے گا کہ خدایا! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں، سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی۔ اور اس کی بہتر (72) بیویاں حور عین میں سے ہوں گی۔ اور دُنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشگی والی ہیں، اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے نہ موت آئے نہ گھاٹا آئے، نہ جگہ بدلے، نہ تکلیف پہنچے، پھر ان پر اپنا فضل و احسان بتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمتِ خدا تعالیٰ کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جاسکتا۔ ہاں! البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۴۲)

﴿۱۰۵﴾ آپ ﷺ کی عجیب مناجات

مسند احمد میں ہے اُحد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا، درستگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی ثنا بیان کروں۔ پس لوگ آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے یہ دُعا پڑھی:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّه اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَّ وَ لَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَ لَا هَادِيَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَّ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ○ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَ فَضْلِكَ وَ رِزْقِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ ا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ○ بِكَ مِنْ شَرِّ مَآ اَعْطَيْتَنَا وَ مِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَ زَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَ كَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرّٰشِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلٰهَ الْحَقِّ ﴾ (نسائی)

ترجمہ: ”یعنی تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو جسے کشادگی دے اسے کوئی تنگ نہیں کرسکتا تو جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا جسے تو دور کردے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کرلے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں، رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کردے، اے اللہ! میں تجھ سے وہ ہمیشگی کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ اِدھر اُدھر ہوں نہ زائل ہوں۔ خدایا! فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرما اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرما پروردگار! جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے معبود! ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنادے اور کفر، بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دِلوں میں دوری اور عداوت پیدا کردے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کردے۔ اے رب ہمارے! ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ۔ اور نیک کار لوگوں سے ملادے، ہم رسوا نہ ہوں، ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ خدایا! ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں، تو ان پر اپنی سزا اور عذاب نازل فرما۔ الٰہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر، اسے سچے معبود۔“

یہ حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلہ'' میں لائے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

﴿۱۰۶﴾ حق کے مطابق فیصلہ کیجئے، دوفرشتے ساتھ رہیں گے اور آپ کی رہبری کریں گے

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کا فیصلہ کیا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا، تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے) اس پر یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۴)

﴿۱۰۷﴾ امارت کے خواہش مند اپنی خواہش کے انجام کو سوچیں

ہر امیر چاہے اچھا ہو یا بُرا جہنم کے پُل پر کھڑا کیا جائے گا اور اسے طوق پہنایا جائے گا

حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے پر) عامل مقرر کیا لیکن حضرت بشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشر نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جسے مسلمانوں کے کسی اَمر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دِن لاکر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پائے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر (70) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوؤں جبکہ میں حضرت بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی اَمر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دِن لاکر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر وہ (اس کا ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک ہے تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر (70) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے؟ جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو، بہر حال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل وانصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر امیر وحاکم خواہ وہ دس ہی آدمیوں کا امیر وحاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک

کرے گا۔ (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم کو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہِ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا اور پھر تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہو تو اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہوگا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید، جلد۴، صفحہ ۴۳۱)

﴿۱۰۸﴾ شیطان کی تصویر بنا دیجئے

جاحظ ایک بہت معروف ادیب گزرا ہے، اس کا نام ابوعثمان بن بحرین محبوب تھا، یہ معتزلی تھا، اس کی شکل وصورت بہت ہی بُری اور خوفناک تھی، گویا یہ بدصورتی کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھا، اس کا عقیدہ بھی درست نہیں تھا، البتہ علم وفن میں اس کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔ اس نے بہت سے علوم سیکھ رکھے تھے، چنانچہ اس نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ غیر معمولی حافظے کا مالک تھا۔ اس کی لکھی ہوئی کتاب میں دو کتابیں۔ ''کتاب الحیوان'' اور ''البیان والتبیین'' بہت ہی مشہور ہیں۔ اس کے بارے میں یہ بات تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ:

﴿لَمْ يَقَعْ بِيَدِهٖ كِتَابٌ قَطُّ اِلَّا اسْتَوْفٰى قِرَاءَتَهٗ حَتّٰى اِنَّهٗ كَانَ يَكْتَرِىْ دَكَاكِيْنَ الْكُتُبِيِّيْنَ وَيَبِيْتُ فِيْهَا لِلْمُطَالَعَةِ﴾

ترجمہ: ''جو کتاب بھی اس کے ہاتھ لگی وہ اسے مکمل پڑھ ڈالتا، بلکہ اس کا شوق مطالعہ اس حد تک تھا کہ وہ کتب فروشوں کی دکانیں اُجرت پر لے کر رات رات بھر ان میں مطالعہ کرتا۔''

چہرہ تو اس کا بڑا بدصورت اور بدشکل تھا مگر مستحکم علم نے اسے خوب صورت بنا دیا تھا، آج بھی وہ اپنے علم کے سبب تاریخ وادب کی کتابوں میں زندہ ہے۔ اس کی بدصورتی کے متعلق ایک واقعہ معروف ہے جو ایک خاتون کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جاحظ کا اپنا بیان ہے:

﴿مَا أَخْجَلَتْنِىْ قَطُّ اِلَّا اِمْرَأَةٌ مَرَّتْ بِىْ اِلٰى صَائِغٍ، فَقَالَتْ لَهٗ: اِعْمَلْ مِثْلَ هٰذَا﴾

ترجمہ: ''مجھے ایک عورت کے سوا کبھی کسی عورت نے رسوا نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ وہ عورت مجھے ایک سنار کے پاس لے گئی اور اس سے کہنے لگی: اس کی طرح بنا دو۔''

یہ کہہ کر وہ عورت تو چلی گئی مگر میں حیرت میں پڑ گیا۔ پھر میں نے زرگر سے پوچھا: یہ عورت تم سے میرے بارے میں کیا کہہ کر چلی گئی؟ زرگر نے جواب دیا:

﴿هٰذِهٖ امْرَأَةٌ أَرَادَتْ أَنْ أَعْمَلَ لَهَا صُوْرَةَ شَيْطَانٍ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِىْ كَيْفَ أُصَوِّرُهٗ، فَأَتَتْ بِكَ اِلَيَّ أُصَوِّرَهٗ عَلٰى صُوْرَتِكَ﴾

ترجمہ: ''اس عورت نے (اپنی انگوٹھی پر) مجھ سے شیطان کی تصویر بنانے کی خواہش کی۔ میں نے اس سے کہا کہ جب میں نے کسی شیطان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو بھلا اس کی شکل کیسے بنا سکتا ہوں؟ چنانچہ وہ آپ کو میرے پاس لے کر آئی تا کہ آپ کی صورت دیکھ کر اس کے لئے (اس کی انگوٹھی پر) شیطان کی تصویر منقش کروں۔''

(المستطرف: ۱/ ۳۸، جاحظ کی سوانح کے لیے دیکھئے: سیر أعلام النبلاء: ۱۱/ ۵۲۶، معجم الادباء: ۵/ ۲۱۰۱، البدایہ والنہایہ: ۱۴/ ۵۱۴، دار ہجر)

﴿۱۰۹﴾ میاں بیوی کی شکر رنجی اگر ہو تو باوقار ہو

ہر گھر میں بعض اوقات شکر رنجیاں ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی میں بھی کبھی کبھار غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض اوقات بیوی خاوند سے ناراض اور بسا اوقات خاوند کو بیوی سے شکوہ۔ کائنات کے سب سے بہترین گھرانے میں بھی بعض اوقات ایسی شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ان کا اظہار کیسے ہوا؟ آئیے ایک حدیث پڑھتے ہیں، اس کے مطالعے کے بعد بہت سے اُمور آپ کے علم میں آئیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

﴿اِنِّیْ لَاَ عْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً وَّ اِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی﴾

ترجمہ: ''جب تم مجھ سے خوش ہوتی رہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جب ناراض ہو تب بھی میں سمجھ جاتا ہوں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

﴿مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ﴾

ترجمہ: ''آپ ﷺ کیسے یہ سمجھ جاتے ہیں۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَمَّآ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ : لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَاِذَا کُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ : لَا وَ رَبِّ اِبْرٰھِیْمَ﴾

ترجمہ: ''جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: محمد (ﷺ) کے رب کی قسم، اور جب مجھ سے ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم!''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

﴿اَجَلْ وَاللّٰہِ ! یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَآ اَھْجُرُ اِلَّا اسْمَکَ﴾

ترجمہ: ''بالکل درست فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قسم کھاتے وقت صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔''

دیکھئے! اظہار ناراضی کا کتنا لطیف انداز ہے اور بیوی کے مزاج کو اللہ کے رسول ﷺ کس قدر گہرائی میں جا کر سمجھ لیتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی شکر رنجی کے انداز بھی نرالے اور باوقار ہوتے ہیں۔

﴿۱۱۰﴾ باندی کی حاضر دماغی سے سیٹھ بچ گیا

مدائنی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زیاد گھڑ سواروں کے ساتھ نکلا۔ گھڑ سواروں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ وہ لونڈی انتہائی حسین و جمیل تھی۔ گھڑ سواروں نے اس آدمی کو دھمکی آمیز لہجے میں پکارا: اس لونڈی کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس آدمی کے پاس ایک کمان تھی۔ اس نے گھڑ سواروں میں سے ایک آدمی کو دے ماری جس سے کمان کی تانت ٹوٹ گئی اور گھڑ سواروں کو طیش آ گیا۔ چنانچہ اسے پکڑنے کے لیے سارے ہی گھڑ سوار اس پر ٹوٹ پڑے اور اس سے لونڈی کو چھین لیا، وہ آدمی اپنی جان بچا کر ان سے بھاگ نکلا۔ چونکہ گھڑ سواروں کی توجہ کا مرکز لونڈی ہی تھی، اس لئے آدمی سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔

گھڑ سواروں میں سے ایک شخص نے لونڈی کے کان کی بالی کو غور سے دیکھا تو بالی میں ایک بہت ہی نادر اور بیش قیمت موتی نظر آیا۔ لونڈی کہنے لگی: یہ موتی کوئی بڑی قیمت نہیں رکھتا، اگر تم اس آدمی کی ٹوپی کو کھول کر دیکھتے تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ کس قدر بیش قیمت موتی اس نے چھپا رکھے ہیں۔ ان موتیوں کے مقابلے میں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ سننا تھا کہ سارے گھڑ سوار اس آدمی کے پیچھے دوڑ پڑے اور جب اس کے قریب پہنچے باآواز بلند کہنے لگے: جو کچھ تمہاری ٹوپی میں ہے اسے ہمارے حوالے کردو، ہم تمہاری جان چھوڑ دیں گے۔

اس آدمی کی ٹوپی میں کمان کی ایک تانت تھی، جسے اس نے بطور احتیاط چھپا رکھا تھا، تاکہ بوقت ضرورت کام آئے مگر مارے خوف و دہشت کے اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کے پاس تانت موجود ہے۔ جس کو کمان پر چڑھا کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ گھڑ سواروں نے جب ٹوپی کے اندر کا سامان طلب کیا تو فوراً اسے یاد آ گیا کہ میں نے تو کمان کی تانت ٹوپی کے اندر چھپا رکھی ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا اور ٹوپی سے تانت نکال کر کمان پر چڑھائی اور پھر گھڑ سواروں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جب گھڑ سواروں نے اس کی یہ جرأت مندانہ کیفیت

دیکھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور لونڈی کو چھوڑ دیا۔ (المجلۃ العربیہ:۹۷۔۵۵۔۷،نساء ذکیات جدأ:۱۱۸)

اس طرح لونڈی کی حاضر دماغی نے ابن زیاد کے آدمیوں کو ناکام کر دیا۔

﴿۱۱۱﴾ ہر ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور سال بھر تہجد کا ثواب لینے کا نبوی نسخہ

سنن اربعہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے، پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے، لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۱۲﴾ بچوں کے ساتھ جھوٹا وعدہ کبھی مت کیجئے

مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا اِدھر آ کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا، ہاں! حضور کھجور دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو خیر، ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں ہی کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدہ کے ساتھ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہے تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۳۴۴)

﴿۱۱۳﴾ دو جمعہ یعنی ایک ہفتے کے گناہ معاف کرانے کا نبوی نسخہ

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کے خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے، پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذاء نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آ جائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۱۴﴾ اپنے دِل کی محراب کو رذائل سے بچایئے

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو! ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے۔ ڈاڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اُٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور ان انصاری سے کہنے لگے کہ حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ تکرار ہو گئی جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دِن تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے یہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں اُن کے گھر ان کے ساتھ گزاریں، دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر

لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اُٹھیں ۔ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی تھی، نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادت کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات آپ کی خدمت میں رہا تاکہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کردوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا، نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔اب جارہا ہوں لیکن بہ زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتایئے آخر وہ کون سا عمل ہے۔جس نے آپ کو پیغمبر خدا ﷺ کی زبانی جنتی بتایا؟ آپ نے فرمایا: بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں ۔ چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا، تھوڑی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، ہاں !میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دِل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بد خواہ نہیں بنا۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہوگیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں ۔امام نسائی نے اپنی عمل الیوم واللیلۃ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۱۷)

﴿۱۱۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آیت سن کر مہینہ بھر بیمار رہے

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لیے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی، وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے۔آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے۔ جب وہ آیت:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾

ترجمہ: ''بے شک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے اسے کوئی روک سکنے والا نہیں۔''

پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم! سچی ہے۔ پھر اپنے گدھے سے اُتر پڑے، اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے، چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی، دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ ایک روایت میں ہے، آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ مذکورہ آیت آئی، اُسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے، چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۸۹)

﴿۱۱۶﴾ قیامت کے دن آسمان تھر تھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا

قیامت کے دن آسمان تھر تھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے، اِدھر اُدھر ہو جائیں گے، کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، آخر روئی کے گالوں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑ جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے اس دِن اُن لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل وحسرت خرابی اور ہلاکت ہوگی، خدا کا عذاب فرشتوں کی مار، جہنم کی آگ ان کے لیے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے، اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا، اس دن انہیں دھکے دے کر نارِ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے، پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے، اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ یہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو، ہائے

ہائے کروخواہ خاموش رہو، اس میں پڑے جھلستے رہو گے، کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی، کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے، یہ خدا کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال بد کا بدلہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۸۹)

﴿۱۱۷﴾ اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ کفر کی نیکیاں قبول ہو سکتی ہیں یا نہیں

مکرم ومحترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض ہے کہ میں نومسلم عورت ہوں، اسلام سے پہلے حالت کفر میں میں بہت کارِ خیر کر چکی ہوں، پانی کی سبیل میں نے مسافروں کے لئے بنائی ہے، فقراء محتاج لوگوں کی بہت امداد کی ہے، عزیز واقارب سے حسن سلوک نبھایا ہے، قیدیوں کو قید سے رہا کرنے میں اپنی حسن تدبیر انجام دی ہے وغیرہ، تو کیا بعد قبول اسلام ان اعمال خیر کا مجھ کو اجر وثواب ملے گا، برائے کرم جواب دے کر اُخروی خوشی کا موقع دیجئے۔

فقط والسلام

آپ کی دینی بہن

مریم

﴿۱۱۸﴾ جوابِ خط

آپ روایت سنئے۔ حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ فرمایئے میرے وہ نیک کام جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھ کو ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو، ان سب کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا)

(بخاری، مسلم، مستدرک)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد معتبر ہو سکتے ہیں۔ (ترجمان السنہ، جلد ۲، صفحہ ۳۱۹)

﴿۱۱۹﴾ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے بندے مجھے ڈھونڈتا کہ تو مجھے پالے

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر، تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلف نہ کر، مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پالے، جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۸۶)

﴿۱۲۰﴾ جہنم کا خطرناک ساحل

جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے، وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں، جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے، حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ یہ فریاد کرنے لگیں کہ ہمیں ان سے چھڑایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنم والوں پر خارش کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی، فرشتہ کہے گا، اے

فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہے گا، ہاں۔ فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۱، صفحہ۵۵۱)

﴿۱۲۱﴾ مسجدوں کو دلہن نہ بنائیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنا دو اور قرآنوں کو سجا دو پس تمہاری ہلاکت ہے۔

(حلیۃ الاولیا، اصلاحی مضامین، صفحہ۸۷)

﴿۱۲۲﴾ نہر کوثر کا تذکرہ پڑھ لیجئے

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اس کے دونوں کنارے موتی کے خیمے ہیں، اس کی مٹی خالص مشک ہے، اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں، اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ کوثر ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے میں بھی وہ بہت لذیذ ہیں۔ (ابن جریر)

اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ نہر بیچوں بیچ جنت کے ہے۔ ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۶۰۴)

﴿۱۲۳﴾ جنت میں بڑے بڑے شاپنگ سینٹر اور مول ہوں گے

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ جس پر حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دُنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچہ میں نور کے اور لؤلؤ اور یاقوت کے اور زبرجد (زمرد) اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے۔ بعض اور جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ وہ مشک کے اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے، لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ہاں! دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح خدائے تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اُس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا، یاد ہے فلاں دِن تم نے فلاں کام میرے خلاف کیا تھا۔ وہ کہے گا کیوں جناب اباری! تو تو وہ خطا

معاف کر چکا تھا پھر اس کا ذکر، کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے انہیں ایک بادل ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اُٹھو اور میں نے جو انعام و اکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں، نہ کبھی خیال میں گزری تھیں، جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا، خرید وفروخت وہاں نہ ہوگی، بلکہ انعام ہوگا، وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اُس کے لباس وغیرہ دیکھ کر جی میں خیال کرے گا، وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اُس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں، کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے، وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گے اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تب یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے، ہم آج خدائے تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۹۵)

﴿۱۲۴﴾ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے مندرجہ ذیل تسبیح پڑھتے رہتے ہیں

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حاملان عرش آٹھ ہیں، جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے:

﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ﴾

ترجمہ: ''یعنی اے باری تعالیٰ تیری پاک ذات ہی کے لیے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بُردباری اور حلم کرتا ہے۔''

اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے:

﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ﴾

ترجمہ: ''یعنی اے اللہ! قدرت کے باوجود تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تعریف بیان کرتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۵۳)

﴿۱۲۵﴾ ایک بزرگ کو ایک جن نے بڑی عجیب نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا، ایک دن میں نے سنا کہ ہاتفِ غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آوازِ بلند کہہ رہا ہے، خدایا! اُس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی تیرے سوا دوسرے کی ذات سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا! اُس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پُرزور آواز لگائی اور کہا، پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو اُن کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں، اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۷)

﴿۱۲۶﴾ ایک بڑے میاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب سوال کیا

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو خدا کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا: ہاں! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۳۴)

﴿۱۲۷﴾ چہرہ پردہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سورۂ احزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۳۲، ۳۳)

ترجمہ: ''اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورتاً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلانِ قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو (بلکہ تم قاعدہ کے موافق بات کرو (جیسے پاکباز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانہ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرو اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو۔''

ان آیات میں اول تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے ضرورۃً اگر بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت نہ ہو جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دِل کھنچتے ہیں۔ اسی طرح گفتار کے نزاکت والے لہجہ کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دلکشی ہوتی ہے۔ پاک نفس عورتوں کی یہ شان ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھاپن ہو تاکہ کسی بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے شب و روز گزارنے کی اصل جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں۔ شرعاً جن ضرورتوں کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں۔

آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے، نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہیے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرا کرو۔ زمانہ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جاہلیت مراد ہے جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج و سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی۔ اس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں اور گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں اور بن ٹھن کر نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لیے دوپٹہ ڈال دیا، نہ اس سے سینہ ڈھکا، نہ کان اور چہرہ چھپایا، جدھر کو جانا ہوا چل پڑیں۔ مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں، نہ محرم اور غیر محرم کا امتیاز یہ تھا جاہلیت اولیٰ کا رواج اور سماج جو آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں میں جگہ لے چکا ہے۔

ان آیات میں گو ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام عورتوں کے لیے عام ہیں۔ اجماعِ اُمت اور احادیث نبویہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان آیات کا حکم اُمت کی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لیے عام ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا۔

ایک موٹی سمجھ والا انسان بھی (جسے خدا کا خوف ہو) ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ جب ازواجِ مطہرات کے لیے یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں ہی میں رہا کریں اور جاہلیت اولیٰ کے دستور کے مطابق باہر نہ نکلیں، حالانکہ ان کو تمام مؤمنین کی مائیں فرمایا گیا ﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ تو اُمت کی دوسری عورتوں کے لیے بے پردہ ہو کر نکلنا کیوں کر درست ہوگا؟ شرف اور احترام کے باعث اُمت کی نظریں جن مقدس خواتین پر نہیں پڑ سکتیں تھیں جب ان کو بھی ﴿قرار فی البیوت﴾ (یعنی گھروں میں رہنے) کا حکم دیا گیا ہے تو جن عورتوں کی طرف قصداً نظریں اُٹھائی جاتی ہوں اور خود یہ عورتیں بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں، ان کو جاہلیت اولیٰ

کے طریقہ پر باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہوگی۔

صحیح بخاری جلد۲، صفحہ ۲۹۶ میں واقعہ افک کی تفصیل مروی ہے، اس میں لکھا ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق کے موقعہ پر جب حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نظر پڑی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی آواز سنی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے فوراً چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے مجھے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ چہرہ سے بھی متعلق تھا۔ ورنہ انہیں چہرہ ڈھانکنے کی کیا ضرورت تھی۔

نیز صحیح بخاری جلد۱، صفحہ ۷۸۸ پر ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، وہیں ایک مخنث بھی تھا اس نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے طائف کو فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی بتادوں گا۔ جو ایسی ایسی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس (اندرونِ خانہ) اچھے برے لوگ آتے جاتے ہیں (وہاں اُمہات المؤمنین کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کی آیت میں نامحرموں کے سامنے چہرہ ڈھانپنے کا حکم نازل ہوا، کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ کپڑے پہنے ہوئے بیٹھی رہتی تھیں صرف چہرہ ہی کھلا رہتا تھا۔ پردہ کا حکم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ چہرہ چھپائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اور سنیئے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب گزار کر صبح کو ولیمہ کیا تو خوب بڑی دعوت کی، لوگ آتے رہے اور کھا کر جاتے رہے، کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے لیکن تین اصحاب رہ گئے وہ باتیں کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں حیاء بہت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہیں فرمایا کہ تم چلے جاؤ، بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف چلے گئے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حسب عادت) داخل ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان میں پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ۔ الخ﴾ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔ (صحیح بخاری، صفحہ ۷۰۶، ۷۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ پرانے خادم تھے، دس برس تک انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اندر آنے نہیں دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ گھروں میں اندر آتے جاتے تھے کیا ازواج مطہرات کپڑے پہن کر نہیں رہتی تھیں، ان کی جو نظر پڑتی تھی کیا چہرہ کے سوا کسی اور جگہ بھی پڑتی تھی، اگر چہرہ پردہ میں نہیں تو ان کو اندر جانے سے کیوں روکا گیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرما دیتے کہ اس کو آنے جانے دو صرف چہرہ کھلا رکھا کرو۔ لیکن وہاں مستقل داخل ہونے پر پابندی لگا دی گئی۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا اس میں اصل چہرہ کا چھپانا ہے ورنہ جسم کے دوسرے حصے پہلے بھی نامحرموں کے سامنے ظاہر نہیں کئے جاتے تھے۔

سنن ابوداؤد ''کتاب الجہاد'' میں ہے کہ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا کا صاحبزادہ ایک جہاد کے موقعہ پر شہید ہو گیا، وہ چہرہ نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لیے آئی ہو؟ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہو گئی ہوں تو اپنی شرم و حیا کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیاء کا چلا جانا ایسی ہی مصیبت زدہ کر دینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا)۔ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں؟ ارشاد فرمایا، اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، جلد۱، صفحہ ۳۳۶)

اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ مجتہدین کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے رنج ہو یا خوشی، نامحرم کے سامنے بے پردہ ہوکر آنا منع ہے بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی موت ہوجائے گی تو اس بات کا جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے، عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں، جنازہ جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک اس کے پیچھے چلی آتی ہیں اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، خوب یاد رکھو! غصہ ہو یا رضامندی خوشی ہو یا مصیبت، ہر حال میں احکام شریعت کی پابندی لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حج، عمرہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ المحرمة لا تنتقب یعنی احرام والی عورت نقاب نہ ڈالے۔ (سنن ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

اس سے ظاہر ہے کہ زمانہ نبوت میں عورتیں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں۔ یاد رہے کہ حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ احرام میں چہرہ پر کپڑا نہ ڈالے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھول کر پھرا کریں۔ یہ عورتوں میں مشہور ہے کہ حالتِ احرام میں پردہ نہیں یہ غلط ہے۔ اس غلط فہمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے دور کرلیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے۔ جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۳۶، از ابی داؤد)

منہ پر کپڑا نہ لگنا اور بات ہے اور محرموں کے سامنے پھرنا یہ دوسری بات ہے، حج یا عمرہ میں بے پردگی جائز نہیں ہوجاتی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی جب اپنے شوہر کو لے کر حضور ﷺ کے پاس چلی اور راستہ میں عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری بات ماننے سے تم کو جس کام نے روکا ہے وہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا کام ہے۔ تو جب بیوی عکرمہ رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو چہرہ پر نقاب (پردہ) تھا۔ پھر شریعت چہرہ کو کھلا رکھنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۱، صفحہ ۲۲۸)

﴿۱۲۸﴾ اے اللہ ہماری زبان اور دِل کو مسلمان بنادے

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائیں ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ دُنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو، لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہے، پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے، اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دِل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہوجائے اور بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بےفکر نہ ہوجائیں۔ لوگوں نے پوچھا، ایذائیں کیا کیا ہیں؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو! جو شخص مال حرام کھائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جتنا کچھ مال اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے دوزخ کی آگ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی بھلائی سے مٹاتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶)

﴿۱۲۹﴾ حرام بستر کے علاوہ سب کچھ کرلیا اب میں کیا کروں

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھری میں لے جاکر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم خدا ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، شاید

اس کا خاوند غیر حاضر ہو گا؟ اس نے کہا: جی ہاں! یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فرمایا۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاید اس کا خاوند راہِ خدا میں گیا ہوا ہو گا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اُتری:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ۝﴾

(سورۂ ھود، آیت: ۱۱۴)

ترجمہ: ''دن کے دونوں سروں میں نماز پڑھو اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں، یہ ہے نصیحت، نصیحت پکڑنے والوں کے لیے۔''

تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، نہیں! اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی نظر کسی غیر محرم عورت پر پڑ گئی۔ عورت کے حسن و جمال نے مرد کے دل کو اپنی طرف مائل کیا، حتیٰ کہ مرد نے مغلوب الحال ہو کر عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر اس پر خوفِ خدا غالب ہوا کہ میں نے تو حکم الٰہی کی خلاف ورزی کر لی۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی کا رو رو کو بُرا حال ہوا۔ ندامت کی آگ نے ان کے دِل کو بے قرار کر دیا۔ وہ مسلسل توبہ و استغفار میں لگے رہے، حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ آیت اُتری:

﴿اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ۝﴾ (سورۂ ھود، آیت: ۱۱۴)

ترجمہ: ''البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یادگار ہے یاد کرنے والوں کے لیے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلا کر خوشخبری سنائی کہ تیرا رونا دھونا قبول ہو گیا اللہ تعالیٰ نے تجھے معافی عطا فرما دی۔ اس نے پوچھا کہ یہ آیت خاص میرے لئے اُتری ہے، فرمایا نہیں! سب لوگوں کے لئے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۱۳۰﴾ زبیدہ کی ایک نیکی پر مغفرت

اذان کا ادب کیجئے، خاص طور سے مائیں بہنیں

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرما دی۔ جواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا، آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا، نہیں! نہیں! جب ''نہر زبیدہ'' والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا، اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا، میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا، مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی، مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا، تم نے لقمے کو واپس رکھا، پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا، پھر لقمہ کھایا، تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی، چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جب اذان کی آواز سنے تو ادب کی وجہ سے خاموش ہو جائے اذان کا جواب دے اور آخر میں مسنون دُعا پڑھے۔ میرا تجربہ ہے کہ اذان کے ادب کی وجہ سے اسے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوگی۔

(نماز کے اسرار ورموز، صفحہ ۵۵)

﴿۱۳۱﴾ زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دِن فقیر بنا دیتی ہے

حضرت سلیمان کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے! رات کو بہت نہ سویا کرو، رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۲۹۰)

﴿۱۳۲﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو مندرجہ ذیل دُعا سکھاتے تھے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور بزدلی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور یہ کہ میں رذیل عمر میں ڈال دیا جاؤں، اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں اور دُنیا کی آزمائش اور عذابِ قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (منہاج المسلم، صفحہ ۳۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ دُعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے۔

﴿۱۳۳﴾ مناجاتِ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

هَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاكَا — وَاَیْتَمْتُ الْعِیَالَ لِكَیْ اَرَاكَا

ترجمہ: ''میں نے آپ کی محبت میں تمام دُنیا کو چھوڑ دیا، اور آپ کی زیارت کے اشتیاق میں اپنے عیال کو یتیم کیا۔''

وَلَوْ قَطَّعْتَنِیْ فِی الْحُبِّ اِرْبًا — لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰی سِوَاكَا

ترجمہ: ''اگر آپ رگِ محبت کاٹ دیں، تب بھی دِل آپ ہی کی طرف مائل رہے گا۔''

تَجَاوَزْ عَنْ ضَعِیْفٍ قَدْ اَتَاكَا — وَجَآءَ رَاجِیًا یَرْجُوْا نِدَاكَا

ترجمہ: ''جو ضعیف آپ کے در پر آ گیا ہے اس کو معاف کیجئے اور جو آپ سے بخشش کی اُمید لگا کر آیا ہے اس کی تمنا پوری کیجئے۔''

وَاِنْ یَّكُ یَا مُهَیْمِنُ قَدْ عَصَاكَا — فَمَا سَجَدْتُّ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاكَا

ترجمہ: ''اے غفار! اگرچہ میں آپ کی حکم عدولی کر چکا ہوں، مگر آپ کے سوا کسی کو سجدہ تو نہیں کیا۔''

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَا — مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَا

ترجمہ: ''اے خداوند! آپ کا نافرمان بندہ آپ کی بارگاہ میں آیا ہے جسے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور عفو کا خواستگار ہے۔''

وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَالِكَ اَهْلٌ — وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَّرْحَمْ سِوَاكَا

ترجمہ: ''اگر آپ بخش دیں تو آپ کی شان یہی ہے اور اگر آپ دھتکار دیں تو بتائیے کون آپ کے سوا رحم کر سکتا ہے۔''

﴿۱۳۴﴾ رنگ برنگی باتیں جن سے خوشبو آئے

❁ زیادہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

- دوسروں کے آنسوؤں کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے دامن میں جذب کر لینا انسانیت کی معراج ہے۔
- نیک بننے کی کوشش کرو جیسے حسین بننے کی کوشش کرتے ہو۔
- اعتماد وہ شیشہ ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں بنتا۔
- جس طرح سمندر اپنی لہروں کو اپنی حدود میں رکھتا ہے اسی طرح ماں اپنی اولاد کا ہر دُکھ اپنے دِل تک محدود رکھتی ہے۔
- جو یہ کہے کہ اس کی بات سچی ہے تو اس کی ہر بات جھوٹ ہوگی۔
- محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی۔ مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری اور افلاس ہے۔
- راحت کثرت سے آمدنی میں نہیں ہے، قلت مصارف میں ہے۔

﴿۱۳۵﴾ جواہر پارے

- رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی شکایت نہ کر۔
- کبھی بھی اپنے ماں باپ اور اُستاد کی شکایت نہ کر۔
- اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت نہ کر۔
- بے موقع بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔
- بری صحبت سے دور رہنا بہتر ہے۔
- سب سے اچھا نشہ خدمت خلق ہے۔
- مرد کی خوبصورتی اس کی فصاحت ہے۔
- ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو قبول کر لے۔
- یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے پریشانی آتی ہے۔
- بحث کرنے میں جاہل سے شکست کھا لے۔
- بے ادبی کرنے سے بدنصیبی آتی ہے۔
- غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو قبول کر لے۔
- غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔
- جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔
- امانت دار مفلسی کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔
- خاموش زبان سینکڑوں زبانوں سے اچھی ہے۔
- بہادر مقابلے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی شکایت نہ کر۔
- ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی کا منتظر رہے۔
- بے عزتی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔
- سب سے اچھی خیرات معاف کر دینا ہے۔
- سب سے بڑا بہادر بدلہ نہ لینے والا ہے۔
- غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔
- نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو قبول کر لے۔
- خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔
- فضول خرچی کرنے سے مفلسی آتی ہے۔
- توبہ گناہ کو کھا جاتی ہے۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- انصاف ظلم کو کھا جاتا ہے۔
- دوست کو مصیبت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- بردبار کو غصے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- خدا سے ڈرنے والے کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

﴿۱۳۶﴾ قرآن

- قرآن......ایک حکمت بھری کتاب ہے۔
- قرآن......نصیحت کی ایک آسان راہ ہے۔
- قرآن......حق و باطل کے امتیاز کے لئے ہے۔
- قرآن......ہر قسم کے فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

- قرآن......ایک فیصلہ کن قوت ہے۔
- قرآن......کوئی ہنسی کی چیز نہیں ہے۔
- قرآن......ہی انسان کو چشم بنا دیتا ہے۔
- قرآن......میں شفا اور رحمت کے دریا بہتے ہیں۔
- قرآن......نے انسان کو علم وحکمت عطا کیا۔
- قرآن......تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔
- قرآن......سلامتی کی راہیں کھول دیتا ہے۔
- قرآن......حق وسعادت کا مرقع ہے۔
- قرآن......ایمان کا سرچشمہ اور عمل کا مرکز ہے۔
- قرآن......تصفیہ معاملات کے لیے بہترین ضابطہ ہے۔
- قرآن......رہنمائی اور لیڈری کے حقیقی گر بتاتا ہے۔
- قرآن......جملہ انسانی ضروریات کے مسائل بیان کرتا ہے۔
- قرآن......فکر وعمل کی راہوں کو ہموار کرتا ہے۔
- قرآن......سے مسائل زندگی سیکھو۔
- قرآن......کی تصدیق پچھلی الہامی کتابیں کرتی ہیں۔
- قرآن......پچھلی الہامی کتابون کا جامع اور محافظ ہے۔
- قرآن......اللہ تعالیٰ، رب کائنات وخالق جہاں کا کلام ہے۔
- قرآن......فہمی کامیابی کی ضامن ہے، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

﴿۱۳۷﴾ مسجد میں اللہ کے ذکر وعبادت میں خلل ڈالنے والا سب سے بڑا ظالم ہے

قرآن پاک کے پہلے پارے (سورۂ بقرہ، آیت:۱۱۴) میں ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ...... الخ﴾

ترجمہ: ''جو شخص اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔''

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر ونماز سے روکنے کی جتنی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز وتلاوت سے صاف طور پر روکا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور وشغب کرکے یا مسجد کے قریب باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز وذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے، اسی طرح تیسری صورت یہ ہے کہ اوقات نماز میں جب لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت کرنے لگے تو یہ بھی نماز وتسبیح میں خلل ڈالنے کی ایک صورت ہے۔ اسی لئے فقہاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (معارف القرآن، جلد ا، صفحہ ۲۴۲)

﴿۱۳۸﴾ نمازیوں کی توجہ ہٹانے والا سزا کا مستحق ہے

حکایت: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص کوئی چیز لے کر آیا اور اس کو صف کے آگے ڈال کر خود نماز میں شریک ہوگیا (جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں دالا۔ (الاعتصام للشاطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کی توجہ نماز سے ہٹا دینے والا کوئی بھی کام کرنا منع ہے۔

﴿۱۳۹﴾ مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنے والوں کے لیے سخت وعید

حدیث: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کریں گے، اس لئے تم ان کے پاس مت بیٹھنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔ (مشکوۃ، صفحہ ۷۱)

فائدہ: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بے تعلق ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے

نکل جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی بھی حاجت نہیں ہے۔ غور کریں! اس میں کتنی بھاری دھمکی اور کیسی سخت وعید ہے، فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دُنیا کی باتیں مسجد میں مکروہ ہیں، اس سے نیکیاں جل جاتی ہیں۔

﴿۱۴۰﴾ مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا ناجائز ہے

مسئلہ: جو دُنیا کی باتیں مسجد سے باہر جائز ہیں وہ مسجد میں ناجائز ہیں۔ اور جو باتیں مسجد سے باہر ناجائز ہیں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ مثلاً غیبت کرنا، تہمت لگانا وغیرہ۔ اور ''خزانة الفقه'' میں لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دُنیا کی باتیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے عمل بے کار دیتا ہے۔ (آداب المساجد، صفحہ ۳۸)

﴿۱۴۱﴾ اپنی گمشدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کرنے کی مذمت

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو اپنی گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرتے ہوئے سنے تو اعلان سننے والا یوں کہے: ''اللہ تعالیٰ تیری گمشدہ تجھے نہ لوٹائے، اس لے کہ مسجدیں ایسے اعلانوں کے واسطے نہیں بنائی گئیں۔'' (مسلم شریف)

فائدہ: جب اتنے سے اعلان کی ممانعت ہے تو مستقل باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا کتنا سخت گناہ ہوگا۔

﴿۱۴۲﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد سے باہر چبوترا بنانا

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر کنارہ پر ایک چبوترا بنایا تھا اور اعلان کر دیا تھا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے وہ اس چبوترے پر چلا جائے۔ (مؤطا امام مالک)

﴿۱۴۳﴾ مسجد کی عظمت ارشادِ خداوندی کی روشنی میں

حدیث: یہود کے ایک بہت بڑے عالم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہتر جگہ کون سی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے دِل میں طے کرلیا کہ جب جبرئیل علیہ السلام آئیں گے ان سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہی سوال کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کا جواب مجھے معلوم نہیں لیکن دربارِ خداوندی سے معلوم کرکے جواب دوں گا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے اور واپس آکر یہ عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! اس وقت مسئلہ پوچھنے کی برکت سے خدا تعالیٰ سے اتنی نزدیکی ہوئی کہ مجھے اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا، کتنی نزدیکی ہوئی؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نورانی پردے رہ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بری جگہ بازار ہے، اور سب سے اچھی جگہ مسجد ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۷۱)

﴿۱۴۴﴾ ایک عام غلطی کی اصلاح

ہر محلّہ میں مسجد بنانے کا حکم حدیث شریف کی روشنی میں

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے محلّہ محلّہ میں بنانے کا حکم فرمایا ہے اور ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدیں زیادہ بنانا شرعاً مطلوب ہے، اس حکم نبوی کے مطابق اگر ہر محلّہ میں مسجدیں بن جائیں (خواہ سادہ ہی ہوں) تو بارش، سخت گرمی اور سردی میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا آسان ہو جائے، خصوصاً بوڑھے لوگوں کے لئے

اور بیماروں کے لئے زیادہ سہولت ہو جائے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہوگئی، جو ایک گاؤں میں زیادہ مسجدیں بنانے کو اجتماعیت کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے کہ ان کا یہ خیال حدیث بالا کے خلاف ہے۔ واللہ الموفق۔

﴿۱۴۵﴾ ذمہ دار علماء کرام سے درخواست

ہر مقام کے ذمہ دار علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ کسی نماز کے بعد لوگوں کو یہ مضمون پڑھ کر سنائیں اور مسجد میں لٹکا دیں اور جب بھی اس کو سنانے کی ضرورت محسوس کریں سنا دیا کریں۔

حضرت مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی مدظلہ
مدرسہ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات

﴿۱۴۶﴾ سادگی بذاتِ خود حسن ہے

موجودہ دور میں گھر ہو یا سڑک، کالج ہو یا دفتر، پارٹی ہو یا میلاد ہر جگہ نوجوانوں میں فیشن و سجنے کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے، قیمتی لباس کو آج امارت کی نشانی سمجھا جاتا ہے، آج مہمانوں کی تواضع بھی ان کے زیب کردہ لباس کو دیکھ کر کی جاتی ہے، کیا ہم نے اپنی اصل کو کھو دیا ہے؟ کیا ہمارے مقابل ذاتی صفات کی اہمیت نہیں؟ کیا محض دکھاوے کی چاہ میں ہم سرگرداں ہو رہے ہیں؟ یہ تمام سوالات قابل غور ہیں۔ آج کے نوجوانوں کو اگر کسی تقریب میں جانا مقصود ہو تو ہفتہ بھر قبل ہی ذہن پریشانیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ لباس ایسا ہو جو قیمتی بھی ہو اور خوبصورت بھی، لباس سے میچ کرتے سینڈلز بھی نئے ہونے چاہئیں، پھر جیولری بھی قیمتی ہونی چاہئے، اس فیشن اور نقالی کی دوڑ میں لڑکیوں نے بھی اپنے قدم پیچھے نہیں رکھے ہیں، موجودہ دور کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی چیز ''موبائل'' بھی ہے، جس کا استعمال ضرورت کے تحت ہی کیا جاتا تھا مگر اب فقط فیشن کا ایک سیمپل بن کر رہ گیا ہے۔

سجنے سنورنے اور فیشن شو کو جب ٹی وی، اخبار، رسالے اور فلموں میں دکھایا جاتا ہے اور جنہیں دیکھ کر نوجوان بھی اسی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں، بازاروں میں مختلف اشیاء سنگھار، میک اپ کے لوازمات اور لباس مشہور ماڈلز اور ہیرو، ہیروئن کے نام پر فروخت کئے جاتے ہیں جنہیں نوجوان لڑکے لڑکیاں نہایت جوش و خروش سے خریدتے ہیں۔ اکثر اوقات اس فیشن کے وبائی مرض میں مبتلا لوگ گھر کی خستہ حالی کو بھی فراموش کر دیتے ہیں، دیگر انتہائی ضروریات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے بے جا فیشن کی تکمیل کرتے ہیں۔ آج بیشتر لڑکیاں محض اپنے فیشن کی ضروریات کی تکمیل کی خاطر ملازمت بھی کرتی ہیں اور اسی کی خاطر سڑکوں کی خاک چھانتی ہیں۔

یہ فیشن کا مرض فقط ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ اب گھروں کو سجانے سنوارنے کے فیشن نے بھی لوگوں کو ادھ مرا کر دیا ہے۔ بڑھتی مہنگائی اور محدود تنخواہ میں دوسروں کی نقالی کا جنون راتوں کو بے خواب کرنے لگا ہے، شاید ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مصنوعی لوازمات کا بوجھ لاد کر فیشن ایبل بن جانے سے ہم ''خوبصورتی'' کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے اور یہی ہماری سب سے بڑی بھول ہے۔

صحرا کے پیاسے کو کون بتلائے کہ دور سے چمکتے ذرے آب نہیں محض سراب ہیں اسی رات کا ایک حصہ ہیں جن میں وہ سرگرداں ہیں آج ہم نے ان ذریں اقوال کو فراموش کر دیا ہے جو حقیقت کو آشکار کرتے ہیں۔ آج ہم سچے مسلمان نہیں، پھر ہمارے چہرے پرنور کیسے ہو سکتے؟ آج ہم نے خوش خلقی کو خود سے کوسوں دور کر رکھا ہے۔ ریاکاری کی دوڑ میں ہمیں اتنی فراغت ہی دستیاب نہیں ہوئی کہ ہم کسی سے خوش گفتاری و ملنساری کے ہمراہ گفتگو کر سکیں، پھر ہم میں جاذبیت کیوں کر پیدا ہوگی؟ آج ہم نے مہمان نوازی کو فقط ایک بوجھ تصور کر لیا ہے، پھر ہمارے گھر رحمت و برکت کس طرح برس سکتی ہے اور بغیر رحمت و برکت کے گھروں میں دلکشی کس صورت میں ہو سکتی ہے؟

ہم ٹی وی، اخبار، رسالوں میں سجے سنورے کرداروں کو دیکھ کر ان جیسا بننے کی کوشش میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کس قدر نادانی کی بات اور حماقت ہے، ہم کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کرداروں کا فیشن کرنا ان کی ضرورت یا مجبوری ہے۔ اگر وہ

اس میں گلیمر نہیں پیدا کریں گے تو لوگ انہیں ذوق وشوق سے نہیں دیکھیں گے۔ لان، گاڑیاں، پارٹیاں، سجاوٹ، جاہ وحشم ناظرین کو دکھلانا ان کی ضرورت ہے تاکہ ہم ان کے پروگرام دیکھنے اور رسائل خریدنے پر مائل ہوں۔

ہم میں اس فیشن کی مہلک بیماری کے پھیلنے کی سب سے بڑی وجہ مذہب سے دوری ہے، دوسری بڑی وجہ ہوس ہے اور تیسری وجہ نقالی کا زور ہے۔ زندگی خواہشوں کا ایک ایسا دائرہ ہے جس میں انسان مقید ہے اور یہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہی جارہی ہے۔ ایک خواہش کے اختتام پر دوسری خواہش اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ یوں خواہشات کا یہ طویل سلسلہ زندگی کے ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔ زندگی بذاتِ خود ایک خواہش ہے، زندہ رہنے کی خواہش، دوسروں سے آگے نکل جانے کی خواہش اور بے شمار خوشیاں حاصل کرنے کی خواہش۔

انسان اپنی خواہشات کے حصول کے لیے دن رات ایک کردیتا ہے۔ اگر خواہشات قبولیت کا لبادہ اوڑھ لے تو زندگی مسرتوں سے ہمکنار ہونے لگتی ہے۔ لیکن اگر خواہشات حسرت کی صورت میں تبدیل ہوجائیں تو انسان کی زندگی دُکھ اور کرب کی المناک تصویر بن جاتی ہے۔ آج ہم بھی خواہشات کے سمندر میں غوطہ زن ہوچکے ہیں۔ بیرونی ممالک کی تہذیب، خوش رنگی ہمیں مارڈالتی ہے۔ رہن سہن کی آسائشوں سے لیس ہونے کے لیے ہماری خواہش قالین، صوفے، پردے غرض گھر کی سجاوٹ کے لیے ضروری ہر چیز کی خواہش اور حسرت لئے ہوئے ہے۔ اپنی ذات کے متعلق فیشن اور میک اپ ہمیں ہمہ وقت متفکر رکھتا ہے ہم نے سادگی کو خود سے دور کرلیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہلاکت کی ہیں، ترقی کی نہیں۔

ذہن نشین رکھیں سادگی میں آسانی اور خوبصورتی دونوں ہی مضمر ہیں۔ سادگی زندگی کو سہل اور دلکش بناتی ہے۔ جس طرح ایک کنول اپنی حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کیچڑ میں جاذب نظر و دلکش نظر آتا ہے، اتنا حسین کسی قیمتی گلدان میں نظر نہیں آتا۔ یہی فلسفہ انسانی زندگی پر بھی صادق ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تہذیب اور کلچر کو فراموش کریں اور اپنے نفس پر قابو پانا سیکھیں۔

﴿۱۴۷﴾ روزی میں برکت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی دُعاء بہت نفع بخش ہے

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر دروازہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ملتزم پر تشریف لائے اور یہ دُعا پڑھی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سَرِیْرَتِیْ وَ عَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَالرِّضَاءَ بِمَا قَضَیْتَ عَلَیَّ﴾

ترجمہ: تو حضرت آدم علیہ السلام پر وحی آئی کہ تم نے ایسی دُعا کی جو قبول کی گئی تمہاری اولاد میں سے جو بھی یہ دُعا کرے گا اس کے غم وفکر کو دور کردوں گا اور اس کی روزی کو کافی کردوں گا، اس کے دِل سے فقر کو دور کردوں گا، اور اس کو غنی کردوں گا، اس کی طرف اسبابِ رزق کو متوجہ کردوں گا، اس کی طرف دُنیا ذلیل ہوکر آئے گی اگر چہ وہ دُنیا کو نہ چاہے گا۔

(مناسک، جلد۲، صفحہ۱۷۔ الدعاء المسنون، صفحہ۴۴۱)

﴿۱۴۸﴾ واہ رے واہ اللہ! سبحان تیری قدرت

بلی کی تربیت کا عجیب انداز

بلی حاملہ ہوتی ہے تو وہ کونہ تلاش کرنے لگتی ہے، بچہ دینے کے لئے، اس کو اس کی ماں نے نہیں بتایا کہ تجھے بچہ دینا ہے، کسی کونے میں

چھپنے کی جگہ دیکھنی ہے، کسی ٹریننگ سنٹر سے نہیں سیکھا، کسی نرسنگ ہاؤس سے ٹریننگ نہیں لی، اس کو من جانب اللہ الہام کہ میں ایک ایسی جگہ بچہ دے دوں کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس کا کوئی ٹیچر یا استاد نہیں، اللہ کا نظام ہے، اس کو بھی ہدایت دیتا چلا آ رہا ہے، بلی کسی کونے میں جا کر بچہ دیتی ہے تو بچہ کو نہیں پتہ کہ میری ماں کی چھاتی کہاں ہے اور اس میں میری غذا ہے اس کو ماں نے نہیں بتایا۔

ماں تو خود اپنے بچے کو سینے سے لگاتی ہے اور اس کے منہ میں چھاتی دیتی ہے وہ چوستا ہے، بلی تو ایسا نہیں کرتی، اس کے بچے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اس کی تقدیر اور اللہ کی ربوبیت اس کو اس طرف لے جا رہی ہے، اس کو چوسنے کا طریقہ بتا رہی ہے۔

ہم تو بچے کے منہ میں چوسنی دے دیتے ہیں تو اس کو چوسنے کا طریقہ آ جاتا ہے اور اس کی مختلف طریقوں سے تربیت کرتے ہیں تو وہ سیکھتا ہے، بلی کا بچہ ہے جس نے کبھی دیکھا نہیں، سنا نہیں، وہ خود بخود چھاتی کی طرف لپکتا ہے اور دودھ پیتا ہے، یہ سارے کا سارا نظام اللہ تعالیٰ غیب کے پردوں سے چلا رہا ہے۔ ایک مادہ ہے، وہ انڈے دیتی ہے، انڈے دینے کے بعد وہ کیڑے کو ڈنک مارتی ہے، ایسے ڈنک مارتی ہے کہ وہ مرے نہیں، بے ہوش ہو جائے، مر جائے تو گل جائے گا، سڑ جائے گا، اتنا ڈنک مارتی ہے کہ بے ہوش ہو جائے، مرے نہیں۔ وہ ان کیڑوں کو اپنے انڈوں کے پاس رکھ لیتی ہے اور ان کی بے ہوشی اتنی ہوتی ہے کہ جب تک وہ بچہ انڈے کے اندر سے نکلتا ہے تو پہلے سے اس کے لیے گوشت کا انتظام کیا جا چکا ہوتا ہے۔ وہ ماں چلی جاتی ہے، انڈے سے نکلنے والا بچہ جب دیکھتا ہے کہ میرے لئے کھانا تیار ہے تو پھر اس کو کھاتا ہے، پروان چڑھتا ہے، پھر اس کے پر لگتے ہیں یہ بچہ جب بڑا ہو کر انڈے دینے پر آتا ہے تو اسی کام کو کرتا ہے، جو اس کی ماں نے کیا تھا، نہ وہ اپنی ماں کو دیکھتا ہے نہ اپنی ماں سے سنتا ہے، نہ اپنی ماں سے سیکھتا ہے۔

(اصلاحی واقعات، صفحہ ۳۹۴)

﴿۱۴۹﴾ ایک لڑکی نے کہا کہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ سے شادی کروں گی، اس لئے کہ وہ گھر میں آتے ہیں ہنستے ہوئے اور گھر سے جاتے ہیں مسکراتے ہوئے اور مالدار بھی ہیں

عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اُم ابان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو انکار کر دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو اُسے قبول کر لیا۔ جب نکاح ہو رہا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پردے سے اُس عورت سے کہا کہ امیر المؤمنین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے تو نکاح کرنے سے انکار کر دیا، طلحہ رضی اللہ عنہ سے کر لیا، جواب ملا، جیسے خدا کی مرضی! خیر طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ہم سے اچھا ہے۔ بعد میں اس نے عورتوں میں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزارنی بہت سخت ہوگی۔ علی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف محبت ہی ہے، زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف لاٹھی ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزارنے کا مزہ ہے ہنستے ہوئے گھر میں آئیں گے ہنستے ہوئے گھر سے نکلیں گے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے حسن معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ میں جس لطف و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اُم ابان سے اگر چہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی، لیکن انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے وجہ پوچھی، تو کہا: ”میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے اور اگر کوئی کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔“

(سیر الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۱۷، خصوصی بیانات مولانا یوسف صاحب، کنز العمال، جلد ۶/۴۱۳)

﴿۱۵۰﴾ کن کن وقتوں میں دُعا قبول ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں

جس طرح مخصوص اوقات مقبولیتِ دعا میں اثر رکھتے ہیں، اسی طرح انسان کے بعض حالات کو بھی حق تعالیٰ نے مقبولیت دُعا کے لیے مخصوص فرمایا، جن میں کوئی دُعا رد نہیں کی جاتی، وہ حالات یہ ہیں:

- اذان کے وقت۔ (ابوداؤد، متدرک)
- اذان واقامت کے درمیان۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)
- حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے بعد اس شخص کے لئے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو اس وقت دُعا کرنا بہت مجرب ومفید ہے۔ (متدرک)
- جہاد میں صف باندھنے کے وقت۔ (ابن حبان، طبرانی، موطا)
- جہاد میں گھمسان کی لڑائی کے وقت۔ (ابوداؤد)
- فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی)
- سجدہ کی حالت میں۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: مگر فرائض میں نہیں۔

- تلاوتِ قرآن کے بعد (ترمذی) اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد۔ (طبرانی، ابویعلیٰ)

اور بالخصوص پڑھنے والوں کی دُعاء بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے۔ (ترمذی، طبرانی)

- آب زم زم پینے کے وقت۔ (متدرک حاکم)
- میت کے پاس حاضر ہوتے وقت۔ یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دُعا قبول ہوتی ہے۔ (مسلم وسنن اربعہ)
- مرغ کے آواز کرنے کے وقت۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)
- مسلمانوں کے اجتماع کے وقت۔ (صحاح ستہ عن عطیۃ الانصاریۃ)
- مجالس ذکر میں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)
- امام کے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہنے کے وقت۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: بظاہر امام جزری کی مراد اس سے وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے باب التشہد میں ذکر کی ہے۔ وَاِذَا قَرَءَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ یعنی جب امام ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو، حق تعالیٰ تمہاری دُعا قبول فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر دُعا سے مراد صرف آمین کہنا ہے دوسری دُعا مراد نہیں۔

- اقامت نماز کے وقت۔ (طبرانی، ابن مردویہ)
- بارش کے وقت۔ (ابوداؤد، طبرانی، ابن مردویہ عن سہل بن سعد الساعدی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے وقت خصوصیت سے دُعا مانگتے تھے۔

- بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت۔ (ترمذی وطبرانی)

﴿۱۵۱﴾ دُعا کی قبولیت کے لئے بہت مجرب عمل

- سورۂ انعام کی آیت کریمہ:

﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

(سورۂ انعام: آیت: ۱۲۴)

میں دونوں اسم اللہ کے درمیان جو دعا کی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا

ہےاور بہت سے علماء سے اس کا مجرب ہونا منقول ہے۔

توضیح: حاجتوں کی تکمیل کروانے کے لیے اس عمل کا شروع اس طرح کیجئے کہ مذکورہ آیت پڑھنا شروع کیجئے جیسے: ﴿وَاِذَا جَآءَ هُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ پھر اس آیت کا آگے کا حصہ چھوڑ کر اللہ سے اپنی ساری مرادیں مانگئے پھر پڑھئے: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ان شاءاللہ ضرور بالضرور دُعا قبول ہوگی۔

﴿۱۵۲﴾ ایک جیب کترے نے عجیب نصیحت کی

ایک جیب کترا شام کو اپنے استاد کے پاس دو روپے لے کر گیا۔ اس نے کہا، آج سارا دن کیا کیا۔ کہنے لگا، مال تو بہت ہاتھ آیا تھا ایک گورے کی جیب کاٹی تھی، جب لے کر چلا تو خیال آیا کہ اگر قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام نے رسول پاک ﷺ سے گلہ کر دیا کہ آپ کے اُمتی نے میرے اُمتی کی جیب کاٹی تھی تو بس ان کو کیا منہ دکھاؤں گا، تو میں نے بٹوہ اس کو واپس کر دیا۔ نافرمانوں کو ایسی شرم وحیا تھی تو فرمانبردار کیسے ہوں گے:

جو ساز سے نکلی ہے وہ سُر سب نے سنی ہے　　　جو تار پر بیتی ہے وہ بس دِل کو پتہ ہے

﴿۱۵۳﴾ جس اللہ کو زمین کے اوپر بھول نہ سکی تو زمین کے نیچے کیسے بھول سکتی ہوں

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال ہوگیا، تو خواب میں اپنی خادمہ کو ملیں، اُنہوں نے کہا کہ اماں! آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے پاس منکر نکیر آئے، مجھ سے کہنے لگے: مَنْ رَّبُّكَ؟ ''تیرا رب کون ہے؟'' تو میں ان سے کہا کہ: مَنْ رَّبُّكَ؟ ''تمہارا رب کون ہے؟'' اور کہاں سے آئے ہو؟ تو فرشتوں نے کہا: اپنے پروردگار کے پاس سے۔ تو حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا: جب اتنی دوری سے آنے پر تم اپنے رب کو نہیں بھولے تو میں چار ہاتھ زمین کے نیچے آکر اپنے رب کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ رَبِّیَ اللّٰهُ۔ کہا کہ جس رب کو ساری زندگی نہیں بھولی، اس کو چار ہاتھ زمین کے نیچے آکر کیسے بھول جاؤں گی۔ اُنہوں نے کہا: چھوڑو اس کا کیا حساب لینا۔

خادمہ کہنے لگی کہ آپ کی گدڑی کہاں گئی؟ گدڑی ایک لمبا ساجبہ کو کہتے ہیں جو عرب پہنتے ہیں ہمارے ہاں اس کا کوئی دستور نہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا تھا کہ مجھے کفن میری گدڑی میں ہی دے دینا، میرے لئے نیا کپڑا نہ لانا۔ لیکن ان کی خادمہ نے دیکھا کہ بہت عالی شان پوشاک پہنی ہوئی ہیں۔ کہنے لگیں کہ وہ گدڑی کہاں گئی؟ کہا کہ اللہ نے سنبھال کر رکھ دی ہے کہ قیامت کے دِن میری نیکیوں میں اس کو بھی تولے گا اور اس کا بھی وزن کرے گا۔ ہمارے دور اوّل کی حکومتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ان کی تجارتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ہماری تجارتیں اسلام کو مٹانے کا ذریعہ ہیں۔

﴿۱۵۴﴾ گنجائش والا اسلام نبھے گا اور قربانی والا اسلام چلے گا

جب ملک فتح ہوگئے اور فتوحات کے دروازے کھل گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ کیا کہ اب یہ بوڑھے ہوگئے ہیں اور فتوحات ہوگئی ہیں، اب ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہے انہیں چاہئے کہ اچھا کھائیں، اچھا لباس پہنیں، کوئی خادم رکھ لیں، جو کھانا پکایا کرے اور لباس اور آرام کا خیال کیا کرے۔ علی، عبدالرحمٰن، عثمان، طلحہ، زبیر سعد رضی اللہ عنہم۔ یہ چھ بڑے صحابی آپس میں مشورہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا: بات کون کرے؟ طے یہ ہوا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور اُم المؤمنین ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور بات عرض کی کہ امیر المؤمنین کو اب سختی پر نہیں رہنا چاہئے تھوڑی نرمی پر آجانا چاہئے اور ان سے بات کریں اگر مان جائیں تو ہمارا نام بتادیجئے اگر نہ مانیں تو ہمارا نام ظاہر نہ کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اگر آپ خادم رکھ لیں جو آپ کے لیے کھانا پکایا کرے، لباس اچھا پہن لیا کریں، آپ کے پاس دور دور سے وفد آتے ہیں، کچھ آرام کر لیا کریں۔

فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا یہ بات کس نے تجھ سے کہی ہے؟

فرمایا کہ پہلے آپ یہ بتاؤ مانتے ہو کہ نہیں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے تو میں مار مار کے ان کے چہرے لہولہان کر دوں۔ اے حفصہ! ''صَاحِبُ الْبَیْتِ ادری بما فیہ'' گھر والے کو پتہ ہوتا ہے کہ گھر کا حال کیا ہے تو نبی ﷺ کی بیوی ہے، تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا، اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تو نے ایک مرتبہ چھوٹی سی میز پر آپ ﷺ کے لیے کھانا رکھ دیا تھا اور حضور ﷺ آئے تھے اور آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کھانا نیچے رکھو، میں میز پر نہیں کھاؤں گا، آپ ﷺ نے کھانے کو نیچے رکھ کر کھایا تھا اور حفصہ رضی اللہ عنہا تجھے یاد ہے حضور کے پاس ایک ہی جوڑا ہوتا تھا جسے وہ دھو کر پہنتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ابھی وہ کپڑا خشک نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت ہو جاتا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ آ کے کہتے تھے: یارسول اللہ ﷺ! الصلوٰۃ الصلوٰۃ اور آپ ﷺ انتظار کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جوڑا خشک ہوتا تھا اور اسی کو پہن کر جاتے تھے۔ اے حفصہ رضی اللہ عنہا! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیرے گھر میں ایک ٹاٹ تھا جسے تو دوہرا کر کے بچھاتی تھی، رات کو آپ ﷺ کے آرام کے لیے ایک رات تو نے چوہرا کر کے بچھا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حفصہ! اس ٹاٹ کو دوہرا کر دے، اس نے رات کو کھڑا ہونے سے مجھے روک دیا۔ اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کو دو چادریں ہدیہ میں بھیجی تھیں ایک چادر پہلے بھیج دی، دوسری چادر دیر سے بھیجی، تو آپ ﷺ کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا اسی چادر و آپ ﷺ نے کانٹوں سے سی کر اور گانٹھ لگا کر اسے پہن کر نماز پڑھائی تھی۔ اے حفصہ! گھر والا اچھی طرح سمجھتا ہے، اور پھر رونا شروع کیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا! سن لے، میری مثال اور میرے ساتھیوں کی مثال ایسی ہے، تین راہی ہیں تین مسافر ہیں ایک اُٹھا منزل کو چلا، ایک راستہ پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا اُٹھا منزل کو چلا، ایک راستے پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزلِ مقصود تک پہنچ گیا، اب تیسرے کی باری ہے اور میں تیسرا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے نفس کو مجاہدے پر رکھوں گا اور دُنیا کی لذتوں سے ہٹا کر چلوں گا یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جاؤں، اگر میں نے اپنے راستے کو جدا کر دیا تو میں اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکتا، میں اسی طرح چلوں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ ان (کھر درے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرمادی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرما دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور ﷺ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حضور ﷺ کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ رونے لگیں، پھر ان سے فرمایا، تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تا کہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد کے باب میں اس بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷۵)

﴿۱۵۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا منظر

پھر اللہ نے دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ ملا دیا، جب ابولؤلؤ نے خنجر مارا اور آپ گرے، آنتیں کٹ گئیں اور خون بہنے لگا، غذا کھلائی تو آنتوں سے باہر نکل گئی، پتہ چل گیا کہ اب میں نہیں بچتا تو اپنے بیٹے کو بلایا، اے عبداللہ جاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر اجازت لو، امیر المؤمنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن ہونا چاہتا ہے۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حاضر ہوئے، دروازے پر دستک دی، کہا عبداللہ حاضر ہے، امیر المؤمنین یہ اجازت چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کئے جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمانے لگیں، اے اللہ! یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی، عمر رضی اللہ عنہ کو لایا جائے۔ واپس جا کر اپنے ابا جان سے فرمایا: خوشخبری ہو آپ کو اجازت مل گئی۔

فرمایا: بیٹا! نہیں نہیں ہوسکتا ہے کہ میری شرم میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے ہو، جب میں مر جاؤں میرے جنازے کو دروازے پر رکھنا پھر دوبارہ اجازت مانگنا، اگر اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا جب موت کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے سر کو گود میں رکھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیٹا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ کو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہا بیٹا! میرا سر زمین پر رکھ، اب مجھے یاد نہیں کہ کیا لفظ فرمایا: ''تربت یداك'' یا یوں فرمایا: ''ثکلتك امك'' تیری ماں تجھے روئے، تیرے ہاتھ ٹوٹیں، مجھے زمین پر ڈال، میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرنا چاہتا ہوں تا کہ میرے مولیٰ کو میرے اوپر رحم آ جائے۔

یہ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ انتقال ہوا، نمازِ جنازہ پڑھی گئی، جنازہ اُٹھا، حجرۂ مبارک کے سامنے جنازہ رکھا گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ام المؤمنین! امیر المؤمنین دروازے پر آ چکے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مرحبا امیر المؤمنین! مرحبا امیر المؤمنین بے شک امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے، امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

میرے بھائیو! اللہ نے دکھا دیا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتا ہے، میں اُسے کیسے ساتھ ملاتا ہوں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوڑھنی سر پر رکھی اور باہر نکل گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں قیامت کے دن اُٹھوں گا اور میرے دائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور بائیں طرف عمر ہوں گے اور بلال رضی اللہ عنہ میرے آگے آگے اذان دیتے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزے کے دو وار کئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید اُن سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُن سے بہت محبت تھی، وہ اپنے قریب ان کو رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر عرض کیا، یا امیر المؤمنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے اُن کو روتے ہوئے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج اُن کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولولو نے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو! میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے یہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔

پھر فرمایا، میرے بھائیوں کو بلا لاؤ۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرات آ گئے تو میں نے کہا، یہ سب آ گئے ہیں۔ تو فرمایا، اچھا! میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا، میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہوگا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپس کے اختلافات کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے۔ وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے، اس پر میں نے کہا ابھی امیر المؤمنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کو اُٹھایا پھر اُنہوں نے فرمایا، تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا، ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا، مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا، اب اگر میرے پاس ساری دُنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والی ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس [نے کہا، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کی خوب زور دار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے، کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان کا خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقے سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لئے روم فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا، یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کر کے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے، پھر فرمایا: اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دِن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ تو فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں، پھر فرمایا)، اے عبداللہ

بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اُٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا۔ تو فرمایا نہیں! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ڈاڑھی اور رخسار کو اُٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ اور فرمایا: او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے، اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں اُن کے امراء سے مشورہ کریں۔ اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا، مومن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے بھی ڈرتا ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر[نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے، اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا، چھیاسی ہزار (86000) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اُتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنا اور اس کے ساتھ امیر المؤمنین نہ کہنا، کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔ سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لیے نیت کی ہوئی تھی، لیکن میں آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی (یعنی ان کو اجازت ہے)۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اُٹھا کر (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کو اُٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) اور ایسا لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا، آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنا لیں وہی میرے

بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزور یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کردو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا اختیار علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ فیصلہ میرے حوالہ کردو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا، ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ چنانچہ یہ حضرات آ گئے۔ ان حضرات میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ! یہ حضرات آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کو ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے درتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے عثمان رضی اللہ عنہ! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا، تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھا۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں، اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا۔ آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اُدھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر

جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کرلیں۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔ (الفاظ ذاتی ہیں، مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ، جلد۲، صفحہ ۴۷ سے ۵۲)

﴿۱۵۶﴾ حل مشکلات کا نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مشکل میں یہ دُعا فرماتے:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے آپ آسان بنادیں، آپ غم کو جب چاہیں آسان بنادیں۔''

(ابن حبان، جلد۳، صفحہ ۹۷۴، ابن سنی، ۳۱۱، بہ سند صحیح)

﴿۱۵۷﴾ ہر رنج وغم دور کرنے کا نبوی نسخہ

﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ﴾

ترجمہ: ''نہ کوئی قوت ہے، نہ طاقت ہے، سوائے اللہ کے۔ نہ کوئی جائے پناہ ہے اللہ سے مگر اسی کی طرف۔''

(ابونعیم، جلد۳، صفحہ ۵٦۰، ابن ابی شیبہ، جلد۱۰، صفحہ ۴۲۹)

﴿۱۵۸﴾ فقر دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کو اس بات سے کون سی چیز روکتی ہے کہ جب تنگی معیشت ہو تو جب گھر سے نکلو تو پڑھو:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ دِیْنِیْ اَللّٰهُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَآئِكَ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا قُدِّرَ لِیْ حَتّٰی لَآ اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَآ اَخَّرْتَ وَلَا تَاْخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ ﴾

ترجمہ: ''اللہ کا نام اپنی جان، مال و دین پر، اے اللہ! اپنے فیصلہ سے مجھے راضی فرمادے اور جو مقدر فرمائیں اس میں برکت عطا فرما تاکہ جسے آپ تاخیر سے دیں اس میں جلدی اور جسے آپ جلدی نوازیں اس میں تاخیر میں نہ چاہوں۔''

(نزل الابرار، صفحہ ۲٦۴، ابن سنی، صفحہ ۳۵۰)

﴿۱۵۹﴾ امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عجیب دُعا سکھائی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر تھا، ایک لاکھ درہم۔ ایک ماہ وظیفہ آنے میں دیر ہوگئی اور بڑی تنگی آئی تو خیال آیا کہ خط لکھ کر یاد دلاؤں قلم اور دوات منگوایا پھر یکدم چھوڑ دیا۔ قلم کاغذ سرہانے رکھ کر سو گئے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، حسن! میرے بیٹے ہو کر مخلوق سے مانگتے ہو؟ کہا: تنگی آگئی ہے۔ تو فرمایا: تو میرے اللہ سے کیوں نہیں مانگتا؟ کہا: کیا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مندرجہ ذیل دُعا سکھائی:

﴿اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَآءَكَ، وَاقْطَعْ رَجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَآ اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ اَمَلِیْ، وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّآ اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمارے دل کو اپنی اُمیدوں سے وابستہ فرما، اور اپنے علاوہ سے ہماری اُمیدیں ختم فرما، یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی سے اُمید نہ ہو۔ اے اللہ! میری قوت کمزور ہوگئی، اُمید ختم ہوگئی اور میری رغبت تیری طرف ختم نہیں ہوئی، نہ میرا سوال تجھ تک پہنچ سکا اور میری زبان پر وہ یقین نہ جاری ہو سکا جو تو نے اولین و آخرین کو دیا اے رب العالمین مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کر دے۔''

کیا زبردست دُعا ہے، بیٹا یہ دُعا مانگ۔ چند دِن کے بعد ایک لاکھ کے بجائے پندرہ لاکھ پہنچ گیا۔

(الارج، ابن ابی الدنیا: ۳.....۸۶۔ الدعاء المسنون، صفحہ ۵۲۰)

﴿۱۶۰﴾ نعت

نبی اکرم شفیعِ اعظم، دُکھے دِلوں کا سلام لے لو
تمام دُنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی نا خدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تم محبت سے کام لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ ہے نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اُٹھو ذرا انتقام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دُنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دِل میں ارماں ہے اپنے یونس مزارِ اقدس پہ جا کے ایک دِن
سناؤں ان کو میں حال دل کا، کہوں میں ان سے سلام لے لو
نبی اکرم شفیعِ اعظم، دُکھے دِلوں کا سلام لے لو
تمام دُنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

(قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۱۶۱﴾ یار ہے یارب تو میرا

یار ہے یارب تو میرا اور میں تیرا یار ہوں
ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
دونوں جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے تیرے زیرِ نگیں
کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نورِ مبیں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے تیرے دِل شاد رہے
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ

مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوش یار رہے
لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دِل آباد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ، لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اے شاہ نہ ہوں | بندۂ مال و زر نہ بنوں طالب عزّ و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں | چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ | لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ، لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ
یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں | مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

﴿۱۶۲﴾ اللہ نے کان دو دیئے ہیں (یعنی زیادہ سنو) زبان ایک دی ہے (یعنی ڈھنگ کا بولو اور کم بولو)

سخت بات سے اصلاح نہیں ہوتی:

نرم اور میٹھی بات کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے بغیر ہڈی کے زبان بنائی ہے، جس طرح زبان میں ہڈی نہیں ہوتی اسی طرح تمہاری بات میں بھی ہڈی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ سخت بات سے عام طور پر اصلاح نہیں ہوتی۔

﴿۱۶۳﴾ اللہ تک پہنچنے کے لئے بے شمار راستے ہیں

جب بندہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ بھی اسے قرب عطا فرماتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا﴾

ترجمہ: ''جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔'' جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

دیکھئے! کس قدر پیار ہے اللہ کو اپنے بندوں سے لیکن اپنی طرف سے طلب تو ہو، وہ تو اس قدر مہربان ہے کہ ہماری طرف سے طلب میں ضرور دستگیری فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا﴾ (پارہ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھلاتے ہیں۔''

یعنی جو لوگ راہِ خدا میں جدوجہد کرتے ہیں، ان کے لئے راستے کھول دیئے جاتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے: **طرق الوصول الی اللہ بعدد انفس الخلائق**۔

معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے بے شمار راستے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی طریقہ ہو، بلکہ حالات وصلاحیت کے لحاظ سے الگ الگ ہوسکتا ہے، عالم کے لیے الگ، اللہ کے علم والے کے لئے الگ اور کم فرصت والے کے لئے الگ الگ طریقے ہوں گے۔ تاہم شرط ایک ہے، طلب ہو، اس کی فکر اور لگن ہو۔

﴿۱۶۴﴾ طلب مجنوں کی طرح

در راہ لیلیٰ خطرہ است بجاں | شرط اول آنکہ تو مجنوں باشی

ترجمہ: ''لیلیٰ کی راہ میں جان کو خطرہ ہے، شرط یہ ہے کہ تو مجنوں بن جائے۔''

لہٰذا پہلے ہمیں اللہ کی راہ کا مجنوں بننا پڑے گا، اور جس کے پاس اللہ کی محبت ہے، اس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا پڑے گا۔ علماء، صلحاء اور بزرگوں کے پاس، ان کی مجلسوں میں آنا جانا ہوگا، پھر انشاء اللہ تم کو بھی وہ محبت کی آگ لگ جائے گی، اس کے بعد تو دِل کی دُنیا بدل جائے گی۔

جو خاصیت آگ کی ہے وہ خاصیت عشق کی ہے ایک خانہ بہ خانہ ہے ایک سینہ بہ سینہ ہے

دُنیا کی آگ سے جو قریب ہوتا ہے وہ آگ اس کو جلا دیتی ہے، اس طرح جن اللہ والوں کے دِلوں میں عشق کی آگ ہے وہ ان سے قریب ہوتا ہے۔

﴿۱۶۵﴾ اصلی اور نقلی مجنوں

ایک دفعہ مجنوں ایک جگہ پر بیٹھا لیلیٰ لیلیٰ کررہا تھا، لیلیٰ نے اپنے خادم کو دودھ دے کر بھیجا کہ مجنوں کو پہنچا آؤ۔ ایک شخص نے دیکھا کہ مجنوں کے لئے دودھ جارہا ہے، راستہ میں بناوٹی مجنوں بن کر بیٹھ گیا، خادم نے مجنوں سمجھ کر اس کو ہی دودھ دے دیا، اس نے پی لیا۔ خادم جب واپس پہنچا تو لیلیٰ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا، مجنوں کو دے دیا اور اس نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بھیجا، پھر وہی بناوٹی مجنوں پی گیا۔ تیسرے دِن بھی وہی پی گیا۔ لیلیٰ نے سوچا کہ امتحان لینا چاہئے۔ چنانچہ خادم کو چھری اور گلاس دے کر بھیجا اور کہا کہ جاؤ، مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ بیمار ہے اور حکیم نے کہا ہے کہ مجنوں کا خون پئے گی تو صحت یاب ہوگی، لہٰذا لیلیٰ کو تیرے خون کی ضرورت ہے۔ اب خادم نے اس سے جا کر کہا، اس نے کہا کہ بھائی! میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں، خون دینے والا مجنوں نہیں۔ وہ تو جنگل میں بیٹھا ہے۔ چنانچہ خادم اصلی مجنوں کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً اپنے بدن پر چاقو چلایا، لیکن خون نہیں نکلا کیونکہ لیلیٰ کے عشق میں اس کے بدن کا سارا خون ختم ہوگیا تھا۔

عشق مولیٰ کے کم از عشق لیلیٰ بود کوئے گشتن بہراو اولیٰ بود

اندازہ لگائیے کہ لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کتنا بے قرار ہوا کہ اس کے بدن کا سارا خون ختم ہوگیا، یہ دُنیا کی محبت کا حال ہے، اصل اللہ کی محبت حاصل کرنی چاہئے۔

﴿۱۶۶﴾ محبت الٰہی کے ساتھ محبت نبوی

اللہ کی محبت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت بھی پیدا کرنی ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کے والد، اولاد اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں میں سب سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔'' (مسلم شریف:۴۹)

یعنی جب ہر ایک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہوگی تو ہی اتباع واطاعت ہو سکے گی، جس کو اطاعت کی توفیق مل جائے، نماز و روزہ کی توفیق ہو جائے تو فخر نہیں کرنا چاہئے، اور جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہیں ہے، اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ پیار و محبت سے سمجھانا چاہئے تاکہ اطاعت والی زندگی میں رنگ آجائے۔

﴿۱۶۷﴾ عرش جب میدانِ محشر میں اُترے گا سارے فرشتے عجیب تسبیح پڑھیں گے، وہ تسبیح مندرجہ ذیل ہے

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ایک لمبی حدیث لکھی ہے جس میں صور وغیرہ کا مفصل بیان ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند وغیرہ میں یہ حدیث ہے، اس میں ہے کہ جب لوگ گھبرا اُٹھیں گے تو انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ایک ایک پیغمبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے صاف جواب پائیں گے، یہاں تک کہ ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس پہنچیں گے۔ آپ ﷺ جواب دیں گے کہ میں تیار ہوں، میں ہی اس کا اہل ہوں۔ پھر آپ ﷺ جائیں گے اور عرش تلے سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے کہ وہ بندوں کا فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور بادلوں کے سائبان میں آئے گا۔ آسمانِ دُنیا ٹوٹ جائے گا اور اس کے تمام فرشتے آجائیں گے۔ پھر دوسرا بھی پھٹ جائے گا اور اس کے فرشتے بھی آجائیں گے۔ اسی طرح ساتوں آسمان شق ہو جائیں گے اور ان کے فرشتے آجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عرش اُترے گا اور بزرگ تر فرشتے نازل ہوں گے اور خود وہ جبار خدا تشریف لائے گا، فرشتے سب کے سب تسبیح خوانی میں مشغول ہوں گے۔ ان کی تسبیح اس وقت یہ ہوگی:

﴿سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ یُمِیْتُ الْخَلَآئِقَ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ قُدُّوْسٌ، سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی، سُبْحَانَ ذِی السُّلْطَانِ وَالْعَظْمَةِ، سُبْحَانَهٗ سُبْحَانَهٗ اَبَدًا اَبَدًا﴾ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۲۸۸)

﴿۱۶۸﴾ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبے میں فرمایا، لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی امانت سے انہیں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ اور اڑھاؤ۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیج دو، ہاں گھر ہی میں رکھو۔ اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۳۱۳)

﴿۱۶۹﴾ آپ ﷺ بہت روئے

ابن مردویہ میں ہے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، عبید! تم کیوں نہیں آیا کرتے؟ حضرت عبید نے جواب دیا، اماں جان! صرف اس لئے کہ کسی شاعر کا قول ہے: زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا یعنی کم آؤ تاکہ محبت بڑھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب ان باتوں کو چھوڑ دو۔ مائی صاحبہ! ہم یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو دیں اور فرمانے لگیں، حضور ﷺ کے تمام کام عجیب تر تھے۔ اچھا ایک واقعہ سنو، ایک رات میری باری میں حضور ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے، عائشہ! میں اپنے رب تعالیٰ کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں، مجھے جانے دو۔ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ کی قسم! میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کے لئے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے خدا تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے

گناہ معاف فرما دیئے ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا، بلال! میں کیوں نہ روؤں، مجھ پر آج کی رات یہ آیت اُتری ہے: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ...... الخ ﴾ یعنی سورۂ آل عمران کا آخری رکوع ویل یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اسے پڑھے اور پھر اس میں غور و تدبر نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۴۹۵)

﴿۱۷۰﴾ مہمان کو کھلایئے، اللہ کے مقرب بن جاؤ گے

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا۔واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ پوچھا! اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا: اس مکان کے حقیقی مالک نے۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے بشارت سنا دوں کہ خدا نے اُسے اپنا خلیل کرلیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں، خدا کی قسم وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں، میں ضرور جا کر اُن سے ملاقات کروں گا، پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا، وہ شخص خود آپ ہیں۔آپ نے پھر دریافت فرمایا، کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا، ہاں! آپ ہی ہیں۔آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر، کن اُمور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا، اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود کچھ طلب نہیں کرتے۔روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو خلیل خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوفِ خدا اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اُچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرند کی پرواز کی آواز۔صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزماں ﷺ کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت خوفِ خدا آپ پر غالب آجاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی کہ جیسے کسی ہنڈیا کی کھدبد کی آواز ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۶۴۴)

﴿۱۷۱﴾ توبہ کی پختگی کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ننانوے (99) قتل کرنے والے نے سوچا کہ توبہ کرلوں، کسی اَن پڑھ سے پوچھا کہ توبہ کرنا چاہتا ہوں۔اس نے کہا، آپ کی کوئی توبہ نہیں۔اس نے کہا، پھر سو قتل پورے کردوں؟ تو اس کو بھی ختم کردیا تو سو ہوگئے۔

پھر کسی عالم سے پوچھا کہ میری توبہ ہو سکتی ہے۔انہوں نے کہا، ہاں! توبہ تو ہے لیکن یہ جگہ چھوڑ دو۔اس نے کہا، بخشش ہو جائے گی، تو میں تیار ہوں۔چل پڑے، راستے میں موت آگئی اور سفر ابھی تھوڑا ہی طے ہوا تھا۔اب تو مصیبت یہ ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کہاں ہے۔تو اس عالم نے کہا، بیٹا! بستی چھوڑ دو۔اس نے کہا، بخشش ہو جائے گی، تو میں تیار ہوں۔چل پڑے، راستے میں موت آگئی اور سفر ابھی تھوڑا ہی طے ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے نمونہ بنایا تھا، دو فرشتے آگئے جنت کے بھی اور دوزخ کے بھی۔ دوزخ والا کہتا ہے یہ ہمارا ہے، اور جنت والا کہتا ہے، یہ ہمارا ہے۔ جنت والے کہتے ہیں توبہ کرلی ہے۔دوزخ والے کہتے ہیں، توبہ پوری ہی نہیں ہوئی، وہاں جا کے پوری ہونی تھی۔تو اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرشتہ بھیجا، اس نے کہا، اس کے سفر کی مسافت کو ناپورا کرو، اگر یہ یہاں سے گھر کے قریب ہے تو دوزخی، اگر نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہے تو جنتی۔ جب فاصلہ ناپنے لگے تو نیک لوگوں کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا اور اپنی بستی کا فاصلہ تھوڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے گھر کی طرف والی زمین سے کہا، پھیل جاؤ اور بستی والی زمین سے کہا سکڑ جاؤ، تو وہ پھیل گئی اور یہ سکڑتی چلی گئی۔ یہاں چاروں طرف گند ہی گند ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہمیں ایک ماحول دیا ہے، دس بارہ آدمی ایک ایمانی فضا بنا کر چل رہے ہوتے ہیں اس کے اندر جو چلا جاتا ہے تو ایک ایسی فضاء میں آجاتا ہے ان کے اعمال اگرچہ کمزور ہوتے ہیں، اس کے اندر آہستہ آہستہ اس

کے دل ودماغ میں توبہ کی طاقت پیدا کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چلتا پھرتا ماحول ہمیں عطا فرمادیا ہے۔
نوٹ: الفاظ ذاتی ہیں، یہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے۔

﴿۱۷۲﴾ آپ ﷺ نے قبرستان میں عجیب بیان کیا

راء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، اور قبر تک پہنچے تو آنحضرت ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموش وبے حرکت دیکھ کر) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمانے لگے، عذابِ قبر سے خدا کی پناہ مانگو، دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مؤمن جب دُنیا سے اُٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رُخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں، جنت کا کفن لیے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اے مطمئن روح! مغفرتِ خداوندی کی طرف چل۔'' یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں، روح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبو میں اُس کو بساتے ہیں، وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دُنیا میں جو بہترین ہوسکتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جارہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھول دیا جاتا ہے ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمانِ دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کردو۔ کیونہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوبارہ اُسی کے اندر سے اس کو اُٹھاؤں گا۔

اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے، یہاں دو فرشتے آتے ہیں، اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے، اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں، وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تمہارا ذریعہ علم کیا تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی، اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنت کا فرش لاؤ، جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو تاکہ جنت کی ہوا اور خوشبو اُس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تاحد نگاہ کشادہ ہوجاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہوجاؤ کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا آج پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا، تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا، میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا، اے خدا! اسی وقت قیامت قائم کردے، میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب دُنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آپہنچتے ہیں اور تاحد نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! نکل اور خدا کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے۔ فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفة العین میں ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں، اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے، اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں، یہ کس کی خبیث روح ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان پر پہنچ کر

کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے لَا تُفَتَّحُ والی آیت پڑھی۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقہ سجین میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''جو اللہ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لیے اُڑ رہی ہوں۔'' اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے، دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے، افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں، تیرا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، ہائے! میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے، حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے، اس کے لیے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تاکہ اس کو دوزخ کی حرارت اور بادِ گرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبودار اُس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے، میں تیرا عمل بد ہوں، کافر کہنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت قائم نہ ہو (تاکہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔ براء عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ باہر نکلے، جنازے کے ساتھ تھے، (باقی بیان سابقہ بیان کی طرح ہے) حتیٰ کہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، سارے فرشتوں کی دُعا یہی ہوتی ہے کہ اس کی روح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا، بہرا اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے، پھر وہ جیسا تھا ویسا بحکم خدا بن جاتا ہے۔ پھر ایک اور مار پڑتی ہے، وہ چیخ اُٹھتا ہے کہ جن وانس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۲، صفحہ ۱۷۲)

﴿۱۷۳﴾ آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں

کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ تسبیح خدا میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آسمان کا چرچرانا سن رہا ہوں اور وہ کیوں نہ دے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد۲، صفحہ ۴۱۸)

﴿۱۷۴﴾ ایک آیت اُتری اور سارے جنات شہروں سے نکل پڑے

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (سورۂ یونس، پارہ ۱۱، آیت: ۳)

ترجمہ: ''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں، ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا، کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دِنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا، جس کا بیان آگے آئے گا، پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے، خدا سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک طرف کی توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لیے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی، کوئی جاندار بھی دُنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو، ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے، ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر وخشک ایسا ہے جو اس کے لوحِ محفوظ یعنی کتابِ علم میں نہ ہو، جس وقت یہ آیت اُتری:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... الخ ﴾

مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا، معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ تو کہا، ہم جن ہیں، اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۳۴)

﴿ ۱۷۵ ﴾ اللہ کی قدرت

﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ: ’’آپ کہہ دیجیے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو نشانیاں اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں، سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کریں۔‘‘

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے، شمس و قمر، لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں ان پر نظر بصیرت ڈالو کہ رات میں دن کیسے داخل ہو جاتا ہے، اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے، کبھی دِن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، سیاروں سے اُس کی زیب و زینت آسمان سے پانی برسنا، زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا۔ درختوں میں پھل، پھول، کلیاں پیدا ہونا مختلف نباتات کا اُگنا مختلف نوع کے جانور، اُن کی شکلیں الگ الگ، ان کے رنگ، ان کے افادات سب الگ الگ، پہاڑ، چٹیل میدان، جنگل، باغ، آبادیاں اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، ان کے مدوجذر، اس کے باوجو سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازوں کا چلنا یہ سب خدائے قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ خدا کی دلیل ثابت ہو چکی ہے، ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں، یہ لوگ تو انہی عذاب کے دِنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی! کہہ دو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آجائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی اُمت کو بھی۔ اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ مؤمنین کو

بچالے۔ جیسے کہ نیکوکاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب لوحِ محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۲، صفحہ ۴۷۶)

﴿۱۷۶﴾ محمد بن قاسم کا ایک گھر اُجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جن کے ذریعہ سے سندھ اور پنجاب مسلمان ہوا ان کی شادی کو چار مہینے ہوئے تھے، ان کے چچا حجاج ابن یوسف نے اپنی بیٹی نکاح میں دی تھی، چار مہینے بعد ان کو بھیجا تھا، سو دو سال تک وہ یہاں رہے ہیں۔ آج تک مسلمانوں کے نامہ اعمال ان کے نام پر جا رہے ہیں، ساڑھے دو سال بعد گرفتار ہوئے، سلیمان کے ظلم کا شکار ہوئے، جیل میں شہید ہوئے، اپنے گھر کو صرف چار مہینے آباد دیکھ سکے، اور ہمیشہ کے لئے دُنیا چھوڑ گئے لیکن کروڑوں انسانوں کو ہدایت کا اجر وثواب اپنے نامہ اعمال میں لکھوائے گئے اور ابھی تک لکھا جا رہا ہے۔ جب ان کو شہید کیا جانے لگا تو کہنے لگے: اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فتی اَضَاعُوْا انہوں نے مجھے ضائع کیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا۔ جو اُن کی حدود کی حفاظت کرتا تھا اور مشکل وقت میں ان کے کام آتا تھا آج اس کو انہوں نے ضائع کر دیا۔

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گھر اُجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۶)

ایک اللہ والے نے ملک کافور احمد بن طولون کو نصیحت کی، تو اس کو غصہ آ گیا، ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا اور اعلان کرا دیا کہ بادشاہ کے سامنے گستاخی کرنے والے کا انجام ایسا ہوتا ہے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو ایک بھوکا شیر آ کر اپنی زبان سے ان کے پاؤں اور ہاتھوں کو چاٹنے لگا جیسے جانور اپنے بچوں کو زبان سے چاٹتے ہیں۔

یہ جانور کی محبت اور پیار کا طریقہ ہے، وہ شیر اس اللہ والے کے پیر چاٹ رہا تھا تو اُن پر بھی لرزہ طاری ہو گیا کہ میں ابھی اس کے منہ میں جاؤں گا اس کے بعد ان کے ہاتھ اور پاؤں کھول کر باہر لایا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ جب شیر آپ کے پاؤں چاٹ رہا تھا تو آپ اپنے دِل میں کیا سوچ رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں سوچ رہا تھا کہ میرے پاؤں پاک ہیں یا ناپاک ہیں۔ اللہ کی عظمت دِل میں اتر جاتی ہے تو شیر کو بھی اللہ تعالیٰ بکری بنا دیتا ہے اور ہم انسان نما بکریوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۸)

﴿۱۷۷﴾ جو حد سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۹، ۳۰)

حکم ہو رہا ہے کہ زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو، نہ بخیل بنو، نہ مسرف، ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو، یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر خدا کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ خدا کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کریم ووہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھیل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے۔ ہر ایک کی انگلی اُٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے:

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ يَبْخَلْ بِمَالِهٖ ... عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمِ

یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اُس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان بُرا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا، ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے، جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اَڑ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ ۱۹۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

حصہ ہفتم

بکھرے موتی

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب	....	بکھرے موتی
انتخاب وترتیب	....	حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالی
		صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح وعمر ثانی	....	حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
با اہتمام	....	محمد قیصر محمود مہاروی
مطبع	....	لٹل سٹار پرنٹرز
ناشر	....	**مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
ملت پبلی کیشنز اسلام آباد
مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی
دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور
اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
داراخلاص محلہ جنگی، پشاور
ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ قاسمیہ ملتان
مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
مکتبہ امدادیہ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان
مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (ہفتم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿۱﴾ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال انتقال کے بعد

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ ابھی جنازہ رکھا ہے، ایک صاحب نسبت نے مکاشفے میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمارہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر سے فرش نکال کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں بچھادیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر میں نیا فرش جنت سے لاکر بچھادیا جائے۔ جس شخص نے اپنی پوری زندگی دین کے لئے قربان کی، زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کے دین کے لئے قربان کیا اگر اس کا یہ اکرام کیا جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

(ماہنامہ المحمود، ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۹ھ، اپریل سنہ ۲۰۰۸ء)

﴿۲﴾ نابیناؤں کے لئے خاص فضیلت

سوال جنت میں اللہ کا دیدار سب سے پہلے کون کرے گا؟

جواب حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرے گا وہ اندھا ہوگا۔ نیز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ جنت والوں کے سامنے تجلی فرمائیں گے اور جنتی اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے تو جنت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے۔

عجب تیری ہے اے محبوب! صورت ۔۔۔ نظر سے گر گئے سب خوب صورت

﴿۳﴾ وہ گناہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو پاگل زمینوں کو بے وفا اور سمندروں کو سرکش بنادیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت پندرہ (۱۵) قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو اُمت پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی، کسی نے پوچھا:

یارسول اللہ! وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے گا۔
② اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔
③ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا۔
④ اور علم دین کو دُنیا طلبی کے لئے سیکھا جائے گا۔
⑤ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے لگے گا۔
⑥ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔
⑦ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے گا۔
⑧ اور مسجد میں شوروغل ہونے لگے گا۔
⑨ جب قبیلہ کا سرداران کا بدترین شخص بن جائے گا۔
⑩ اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔
⑪ آدمی کا اعزاز واکرام اس کے شر سے بچنے کے لئے کیا جائے گا۔
⑫ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔
⑬ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔
⑭ ناچنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنالیا جائے گا۔
⑮ اس اُمت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔

تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ اور ان نشانیوں کا انتظار

کرو جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف: ۴۴/۲)

﴿۴﴾ والدہ کی فرمانبرداری کا عجیب واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یا اللہ! میرا جنت کا ساتھی کون ہے تو فرمایا کہ فلاں قصائی۔ قصائی کا پتہ بتایا۔ نہ کسی ابدال کا، نہ کسی قطب کا، نہ کسی شہید کا، نہ محدث کا۔

کہا کہ فلاں قصائی! حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہو گئے۔ پھر اس قصائی کو دیکھنے چلے گئے۔ قصائی بازار میں بیٹھا گوشت بیچ رہا ہے۔ شام ڈھلی اس نے دکان بند کی اور گوشت کا ٹکڑا تھیلے ڈالا اور گھر چل دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہو گئے۔ کہنے لگے بھائی! تیرے ساتھ جاؤں گا۔ اس کو نہیں پتا تھا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کہنے لگا آجاؤ۔ گھر گئے، اس نے بوٹیاں بنا کر سالن چڑھایا، آٹا گوندھا، روٹی پکائی، سالن تیار کیا۔ پھر ایک بڑھیا تھی اسے اُٹھا کر کندھے کا سہارا دیا۔ سیدھے ہاتھ سے لقمے بنا بنا کر اسے کھلائے۔ اس کا منہ صاف کیا، اس کو لٹایا۔ وہ کچھ بولی بڑبڑائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میری ماں ہے۔ صبح کو اس کی ساری خدمت کر کے جاتا ہوں اور رات کو آکر پہلے اس کی خدمت کرتا ہوں۔ اب اپنے بچوں کو دیکھوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کچھ کہہ رہی تھی؟ کہا: ہاں جی! روز کہتی ہے، عجیب بات ہے۔ میں روز اس کی خدمت کرتا ہوں تو کہتی ہے کہ اللہ تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے۔ میں قصائی اور موسیٰ علیہ السلام نبی کہاں؟ (اللہ اکبر)۔

﴿۵﴾ ماں کی نافرمانی قیامت کی علامت ہے

اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ اللہ ہی کو پتا ہے کب آئے گا۔ کہا کوئی نشانی تو بتائیں، فرمایا! دیکھو جب اولاد ماؤں سے نوکروں کی طرح بات کرے تو بس قیامت آگئی، جب اولاد والدین کے ساتھ ایسے بات کرے جیسے نوکروں سے کی جاتی ہے اور اس سے وہ سلوک کرے جو نوکروں سے کیا جاتا ہے تو پھر سمجھنا قیامت قریب آچکی ہے۔

﴿۶﴾ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی

افغانستان کے ایک شہر میں قحط آگیا۔ یہاں ایک آل رسول ﷺ کا خاندان تھا وہ فوت ہو گیا اور بچے یتیم ہو گئے تو انہوں نے قحط کی وجہ سے شہر چھوڑا، ایک جوان عورت سمرقند پہنچی، ایک مسجد میں بچوں کو بٹھایا۔ جو سمرقند کا والی تھا اس کے پاس پہنچی کہ میں آل رسول ہوں میرے ساتھ یہ قصہ ہوا ہے۔ مجھے پناہ چاہئے، مجھے کھانا بھی چاہئے۔ تو وہ کہنے لگا کہ تم گواہ پیش کرو کہ میں آل رسول ہوں۔ کہا میں پردیسی ہوں، میرا گواہ کہاں سے آئے گا کہنے لگا ادھر ہر آدمی آل رسول کے دعوے کرتا ہے۔ چلی جاؤ۔ اُٹھ کر باہر نکلی تو اس کو کسی نے کہا کہ ایک مجوسی ہے آتش پرست ہے، وہ بڑا سخی ہے۔ اس کے پاس چلی جا، وہ عورت اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے اس کا اکرام کیا۔ پھر اپنے گھر لایا، کھانا پانی میسر کیا۔ رات کو والی سمرقند نے خواب دیکھا کہ جنت میں اللہ کے نبی کھڑے ہیں اور ایک بڑا عالی شان محل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یارسول اللہ! میں بھی ایمان والا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ایمان پر گواہ پیش کرو۔ تو اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تیرے پاس آئی تھی اور تو اس سے گواہیاں مانگنے لگا کہ گواہ پیش کر۔ اسی ڈانٹ پڑی۔ جب آنکھ کھلی تو پسینے پسینے ہو گیا۔ سیدھا اس (مجوسی) کے دروازے پر گیا اور رونے لگا کہ یہ خاندان مجھے دے دے، منہ مانگی دولت لے لے۔ کہا!

این سعادت بزور بازو نیست

یہ نعمت مجھے دی ہے میں تمہیں کیسے دوں؟ تجھے پتہ ہے رات کو خواب دیکھ رہا تھا اور تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور مجھے عطا کیا جا رہا تھا۔ میں ایمان لا چکا ہوں، میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ وہ محل تیرے نام سے کٹ کر میرے نام لگا دیا۔ میں یہ گھر تجھے کیسے دے دوں؟ محل کے باہر تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور میں محل میں کھڑا کھڑا سن رہا تھا۔

﴿۷﴾ عبرت انگیز مکالمہ

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں بدمزاج ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

''نو مہینے تک مسلسل جب یہ تجھے پیٹ میں لئے پھری اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔''

وہ شخص بولا: ''حضرت! میں سچ کہتا ہوں وہ بدمزاج ہی ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔''

اس آدمی نے کہا: ''میں اپنی ماں کو ان باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں۔''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تو کیا بدلہ دے چکا ہے بھلا؟''

اس نے کہا: ''میں نے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر اس کو حج کرایا ہے۔''

رحمت عالم ﷺ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''کیا تو اسے اس دردزہ کی تکلیف کا بدلہ بھی دے سکتا ہے جو تیری پیدائش کے وقت اس نے اُٹھائی ہے؟'' (ماخوذ حسن معاشرت: ص ۴۸)

﴿۸﴾ ماں کی خدمت سے کبیرہ گناہوں کی معافی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: ''حضرت! میں نے ایک جگہ شادی کا پیغام بھیجا لیکن لڑکی نے انکار کر دیا۔ ایک دوسرے آدمی نے پیام بھیجا لڑکی نے منظور کر لیا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی غیرت آئی اور میں نے جذبات سے بے قابو ہو کر اس عورت کو مار ڈالا۔ حضرت بتایئے! اب میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے؟'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: ''یہ بتاؤ کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟'' وہ آدمی بولا: ''حضرت ماں کا تو انتقال ہو چکا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''جاؤ سچے دل سے توبہ کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے ایسے کام کرو جن سے خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو۔'' حضرت زید بن اسلم، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا: حضرت یہ تو بتایئے! اس آدمی سے آپ نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے ماں کے ساتھ نیک سلوک سے بڑھ کر مجھے نہیں معلوم کہ کوئی اور عمل بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی پیش آیا۔ ایک آدمی پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ایک بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیری ماں زندہ ہے؟'' اس آدمی نے کہا حضور! والدہ تو زندہ نہیں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: اچھا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: خالہ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ان واقعات سے ماں کی عظمت اور ماں کی خدمت کی دینی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر آدمی بڑے سے بڑا گناہ کر لے تو اس کے عذاب سے بچنے اور خدا کو خوش کرنے کی شکل حضور ﷺ نے یہ بتائی کہ ماں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور یہ خدا کی رحمت کی انتہا ہے کہ اگر ماں انتقال کر گئی ہو تو ماں کی بہن کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آدمی اپنی آخرت بنا سکتا ہے۔ (ماخوذ حسن معاشرت: ص ۵۳)

﴿۹﴾ اولاد سے عام شکایت

یہی اولاد، جس کی خدمت میں نحیف ماں نے دن رات مشغول رہ کر اپنے جسم و جان کی قوتیں گھلا دیں اور جھولی پھیلا پھیلا کر ان کے لئے ہر وقت دُعائیں کرتی رہی، اگر ماں کی اُمیدوں پر پانی پھیر دے اور اس کی توقعات کے خلاف وہ نافرمان اور باغی بن کر اُٹھے تو اندازہ کیجئے اس ماں کا کیا حال ہوگا۔ اس کی روحانی اذیت اور دلی رنج و غم کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

آج کے دور میں چند خوش نصیب گھرانوں کو چھوڑ کر ہر گھر میں یہی رونا ہے کہ اولاد بے کہی ہوگئی ہے، بیٹے ہوں یا بیٹیاں، ماں باپ کے حقوق سے غافل ہیں، ماں باپ کا ادب و احترام اور فرمانبرداری کا جذبہ جیسے دلوں سے بالکل ہی نکل چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک، ان کی خوشنودی کا خیال، ان کی خدمت و فرمانبرداری، ان کا ادب و احترام، ان کے جذبات کا پاس ولحاظ، یہ سب گویا بے معنی الفاظ ہیں۔

ایک عام سی شکایت ہے کہ اولاد نافرمان، باغی اور سرکش اُٹھ رہی ہے، جس مجلس میں بیٹھے، جس گھر میں جائیں، والدین یہی روتا روتے نظر آئیں گے۔ پھر کچھ بڑی بوڑھیاں آپ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنا شروع کریں گی، ارے بیٹی! ایک ہمارا زمانہ تھا، بھلا کیا مجال کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اُونچی آواز میں بات بھی کر سکے اور پھر ماحول کی خرابی، زمانے کی رنگا رنگی، غلط اور گمراہ کن افکار و نظریات کی اشاعت، فحش لٹریچر، بے اخلاق تعلیم اور آزادروی کی رنج دہ شکایت کی طویل داستان شروع ہو جائے گی اور ہر خاتون ایک طرح ایک اطمینان محسوس کرتے ہوئے یوں سوچے گی، ان حالات میں یہی کچھ ہونا بھی چاہئے، ماں باپ کے بس کی کیا بات ہے یہ صورتِ حال انتہائی افسوس ناک ہے۔

﴿۱۰﴾ معصوم بچی کا حسرت ناک واقعہ

قبیلہ بنوتمیم میں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا ظالمانہ رواج کچھ زیادہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کا حسرت ناک واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

''یارسول اللہ! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا۔ میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتا۔ ماں جیسے تیسے اس کو چند روز تک پالتی رہی۔ مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی ممتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس تصور سے لرز اُٹھتی کہ باپ آکر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا۔ چنانچہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آجائے گا۔ میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا اور بات آئی گئی ہوگئی۔ بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہوگئی۔ خدا کرنا کسی ضرورت سے ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر نہیں ہے کیوں نہ اس کو بلالوں اور ماں نے اس کو بلالیا۔ شامت اعمال، کچھ دیر کے بعد میں بھی گھر پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت خوبصورت بنی سنوری پیاری سی بچی گھر میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھر رہی ہے۔ میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا اندازہ دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اُٹھی ہے اور خون کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا: نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے؟ بڑی پیاری بچی ہے۔

اور بیوی نے سارا قصہ سنا دیا۔ میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگایا۔ ماں نے اس کو بتایا کہ یہ تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کا پیار پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوگی کہ ابا! ابا! کہتے اس کا منہ سوکھتا تھا اور جب ابا! ابا! کہہ کر دوڑ کر آتی تو میں اسے گلے لگا کر

عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اس طرح دن گزرتے گئے اور لڑکی پیار و محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پرواہ پرورش پاتی رہی۔ مگر اس کو دیکھ دیکھ کر میں کبھی کبھی سوچتا کہ اس کی وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا۔ مجھے یہ ذلت بھی برداشت کرنا ہوگی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے گی۔ میں لوگوں کے سامنے کیا منہ دکھاؤں گا۔ میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور میں نے طے کرلیا کہ اس ذلت کے سامان کو دفن کر کے ہی دم لوں گا۔ اور میں نے بیوی سے کہا: بچی کو تیار کردو، ایک دعوت میں ساتھ لے جاؤں گا۔ بیوی نے اس کو نہلایا دُھلایا، صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر تیار کردیا۔ بچی خوشی سے چہک رہی تھی کہ ابا جان کے ساتھ جارہی ہے۔ اور میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ بچی کودتی پھاندتی میرے ساتھ چل رہی تھی اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد از جلد اس شرم کی پوٹلی کو مٹی میں دبادوں۔

بچی کو کیا خبر تھی، معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی، کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی، کبھی پیاری زبان میں باتیں کرتی۔ یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رُک گیا۔ پھر میں نے زمین میں ایک گڑھی کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھودرہے ہیں اور پوچھتی: ابا! یہ کیوں کھودرہے ہیں؟ اسے کیا خبر تھی کہ ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لئے قبر کھودرہا ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے اسے خاموش کردے۔

گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی اور توتلی زبان میں کہتی: ابا! آپ کے کپڑے خراب ہورہے ہیں۔ جب میں نے گہرا گڑھا کھودلیا تو ایک دم اس بے گناہ ہنستی کھیلتی بچی کو اُٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی مجھے حسرت سے دیکھتے ہوئے چیختی رہی، ابا جان! میرے ابا جان! یہ کیا کررہے ہو؟ ابا! آپ کیا کررہے ہو؟ ابا! میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا۔ ابا! آپ مجھے کیوں مٹی میں دبارہے ہیں؟ اور میں بہرا اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یارسول اللہ! مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ بچی کو میں زندہ دفن کر کے اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آگیا۔‘‘

معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم ﷺ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو رواں ہوگئے۔ آپ رورہے تھے اور کہہ رہے تھے: ’’یہ انتہائی سنگ دلی ہے، جو دوسروں پر رحم نہیں کھاتا اللہ اس پر کیسے رحم کھائے گا؟‘‘

﴿۱۱﴾ عبرت ناک کارگزاری

نبی ﷺ کے سامنے ایک صاحب نے اپنے زمانۂ جاہلیت کی آپ بیتی سنائی اور اس کا حسرت ناک نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ نبی ﷺ بے قرار ہوگئے۔

’’یارسول اللہ! ہم لوگ ناواقف تھے۔ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے اور اپنی پیاری اولاد کو خود اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتاردیتے تھے۔ یارسول اللہ! میری ایک بہت ہی پیاری بچی تھی۔ میں جب بھی اس کو بلاتا وہ دوڑ کر میرے پاس آجاتی۔ ایک دن میں نے اس کو اپنے پاس بلایا وہ خوشی خوشی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ آگے آگے میں تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آرہی تھی۔ میرے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گہرا کنواں تھا۔ جب میں اس کنویں کے قریب پہنچا تو رُک گیا۔ لڑکی بھی میرے قریب آگئی۔ پھر یارسول اللہ! میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اُٹھا کر اس کنویں میں ڈال دیا۔ معصوم بچی کنویں میں چیختی رہی اور بڑی درد بھری آواز میں مجھے ابا! ابا! کہہ کر پکارتی رہی۔ یارسول اللہ! یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی۔‘‘

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ درد بھری داستان سنی تو دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ایک صحابی نے ان کو برا بھلا کہا کہ تم نے خواہ مخواہ یہ دردناک آپ بیتی سنا کر رسول اللہ ﷺ کو دُکھ پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا: ''نہیں ان سے کچھ نہ کہو، ان سے کچھ نہ کہو۔ اس پر جو مصیبت پڑی ہے یہ اس کا علاج پوچھنے آئے ہیں۔'' اور پھر انہی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا عجیب حال تھا۔ روتے روتے آپ ﷺ کی داڑھی تر ہوگئی اور پھر ان سے کہا: تم اسلام لے آئے ہو تو اس برکت سے زمانۂ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ جاؤ اور اب اچھے کام کرو۔ (مسند دارمی)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی بے گناہ اور بے بس بچیاں اس ظلم اور سفا کی کا نشانہ بنیں اور کتنے دنوں تک بیٹیاں اپنے ماں باپ کے ہاتھوں زندہ دفن ہوتی رہیں۔ اگر چہ اس دور میں بھی کچھ رحم دل خدا ترس انسان ضرور تھے جو لڑکیوں کو اس ظلم اور بربریت سے بچانے کے لئے اپنی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن یہ انفرادی کوششیں اس ہولناک رسم کو ختم نہ کر سکیں۔

﴿۱۲﴾ فرزدق کے دادا نے چورانے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچالیا

فرزدق عرب کے مشہور شاعر تھے۔ ان کو اس بات پر بجا فخر تھا کہ ان کے دادا حضرت صعصعہ نے کتنی ہی لڑکیوں کو اس دور میں زندہ دفن ہونے سے بچایا، جس میں اہل عرب لڑکی کے تصور ہی سے شرم محسوس کرتے تھے۔ حضرت صعصعہ خود ہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک بار میں اپنی دو گم شدہ اُونٹنیوں کی تلاش میں نکلا۔ دُور ایک آگ نظر آئی، کبھی اس کے شعلے بھڑک اُٹھتے اور کبھی بجھ جاتے۔ میں نے سوچا چل کر دیکھنا چاہئے ممکن ہے کسی مصیبت زدہ نے جلا رکھی ہو اور میں اس کے کام آسکا تو ضرور اس کی مصیبت دُور کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میں نے اُونٹ تیز کیا اور تھوڑی ہی دیر میں بنی انمار کے محلے میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا شخص لمبے لمبے بالوں والا اپنے گھر کے سامنے بیٹھا سوگ منا رہا ہے، اور بہت ساری عورتیں ایک عورت کو گھیرے میں لئے بیٹھی ہیں جو دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ سلام دُعا کے بعد میں نے ان سے معاملے کی نوعیت معلوم کی تو پتا چلا کہ تین روز سے یہ عورت اس تکلیف میں مبتلا ہے۔ بڑے میاں سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عورتوں کی آواز آئی، بچہ پیدا ہو گیا۔ بوڑھا چلایا، اگر لڑکا ہے تو خیر اور اگر لڑکی ہے تو میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ میں اسی دم اسے مار ڈالوں گا۔

میں نے بڑی لجاجت سے بڑے میاں سے کہا کہ شیخ! ایسا نہ کیجئے، آپ ہی کی بیٹی ہے۔ رہا روزی کا سوال تو اس کی رزی دینے والا اللہ ہے۔ بوڑھا پھر گر جا۔ نہیں میں اس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ میں اسے قتل کر کے ہی دم لوں گا۔ میں نے نرمی سے پھر اصرار کیا تو اس نے ذرا تیور بدل کر کہا کہ اگر تم ایسے ہی رحم دل ہو تو اس کی قیمت دو اور لے جا کر پال لو۔ میں نے بلا تامل کہا۔ ہاں! میں خریدنے کے لئے تیار ہوں اور میں بچی کو خرید کر خوشی خوشی لوٹ آیا اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ اس بچی کو شفقت و محبت سے پالوں گا اور میں نے خدا سے یہ بھی عہد کیا کہ جب بھی کوئی سنگ دل کسی معصوم بچی کو مار ڈالنے کا ارادہ کرے گا میں ہرگز اس کو ایسا نہ کرنے دوں گا۔ قیمت دے کر اس بچی کو حاصل کروں گا اور نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس کی پرورش کروں گا۔

پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ خدا نے حضرت کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت تک میں چورانے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچا چکا تھا اور پھر تو حضور ﷺ نے اس لعنت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اسلام نے قتل اولاد کی تمام ظالمانہ رسموں سے اپنے معاشرے کو پاک کیا اور خدا کے پیارے بندوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ اولاد کے لئے یہ دُعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہمارے ربّ ہمارے جوڑوں کو اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔''

﴿۱۳﴾ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں نوک جھوک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے، گھر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا تنہا تھیں اور علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ بیٹی پوچھا: ''کہاں ہیں تمہارے چچا کے بیٹے؟'' بیٹی نے کہا: ''میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری ہوگئی، وہ مجھ پر بگڑ گئے اور خفا ہو کر کہیں چلے گئے۔ یہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا: ''ذرا دیکھ کے تو آؤ علی کہاں ہیں؟'' اس آدمی نے بتایا: ''وہ مسجد کی دیوار سے لگے سو رہے ہیں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے نکلے، دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہوئے ہیں، چادر بھی کچھ سرک کر گر گئی ہے اور جسم پر مٹی لگ رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جارہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''اُٹھ ابوتراب! اُٹھ ابوتراب!''

﴿۱۴﴾ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک عجیب تمنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے بتایا کہ ایک بار کسی آدمی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا: حضرت آپ کی آنکھیں کس وجہ سے جاتی رہیں اور آپ کی کمر کس وجہ سے جھک گئی ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا، آنکھیں تو یوسف کے غم میں روتے روتے جاتی رہیں اور کمر اس کے بھائی بنیامین کے صدمے سے جھک گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور بولے: ''آپ اللہ کی شکایت کر رہے ہیں؟'' حضرت یعقوب علیہ السلام بولے: ''نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے غم اور دُکھ کی فریاد پیش کر رہا ہوں۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ''آپ نے اپنا جو دُکھ بیان کیا ہے، اللہ کو سب معلوم ہے۔'' پھر جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور کہنے لگے: اے میرے پروردگار! کیا تجھے ایک بوڑھے آدمی پر رحم نہیں آتا، تو نے میری آنکھیں بھی چھین لیں اور میری کمر بھی جھکا دی۔ پروردگار! میرے دونوں پھولوں کو مجھے لوٹا دے کہ دونوں کو صرف ایک بار سونگھ لوں پھر تو جو چاہے میرے ساتھ سلوک کر۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور بولے! اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یعقوب خوش ہو جاؤ، اگر تمہارے دونوں بیٹے مر گئے ہوتے تو بھی تمہاری خاطر انہیں زندہ کر کے اُٹھا دیتا تا کہ تم دونوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔ (ترغیب وترہیب ج۔سوم ص ۳۵۰)

﴿۱۵﴾ عظیم ماں کی تربیت لوگوں کی تقدیریں بدل دیتی ہے

سوداگروں کا ایک قافلہ بغداد کی طرف جارہا تھا۔ ان کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا۔ جس کو اس کی ماں نے کچھ ہدایات دے کر اس قافلے کے ساتھ اس لئے کر دیا تھا کہ حفاظت کے ساتھ یہ اپنی منزل پر پہنچ جائے اور دین کا علم حاصل کر کے اللہ کے بندوں کو اللہ کی ہدایات اور روشنی دکھائے۔

قافلہ اطمینان سے چلا جارہا تھا کہ ایک جگہ کچھ ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے اپنا مال واسباب بچانے کے لئے بڑی چالیں چلیں کہ کسی طرح ان ڈاکوؤں سے اپنا کچھ مال بچالیں لیکن ڈاکو نہ ان کی چالوں میں آئے اور نہ ان کی رحم کی اپیلوں سے ان کی دل پسیجے۔ قافلے کے ایک ایک آدمی سے انہوں نے سب کچھ چھین لیا۔

ڈاکو جب اپنا کام کر چکے تو ان میں سے ایک نے اس نوعمر غریب اور پریشان حال بچے سے پوچھا:

ڈاکو: کہومیاں تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟

نوعمرلڑکا: جی ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

ڈاکو: تمہارے پاس چالیس دینار ہیں۔ (ڈاکو کو یقین نہ آیا کہ اس خستہ حال اور غریب کے پاس بھلا چالیس دینار کہاں سے آئے اور اگر ہوتے بھی تو یہ ہمیں کیوں بتاتا۔ ڈاکو نے سوچا اور اس عجیب وغریب لڑکے کو اپنے سردار کے پاس لے گیا)۔

ڈاکو: سردار! اس لڑکے کو دیکھئے، کہتا ہے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: میاں صاحبزادے کیا تمہارے پاس واقعی دینار ہیں؟

نوعمرلڑکا: جی ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: بھلا تمہارے پاس دینار کہاں رکھے ہیں؟ سردار نے غریب لڑکے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نوعمرلڑکا: جی میری کمر سے ایک تھیلی بندھی ہوئی ہے اس میں ہیں۔

سردار نے لڑکے کی کمر سے تھیلی کھولی، دینار گنے۔ واقعی چالیس دینار تھے۔ سردار حیرت سے کچھ دیر اس لڑکے کو دیکھتا رہا پھر بولا صاحبزادے! تم کہاں جا رہے ہو؟

نوعمرلڑکا: میں دین کا علم حاصل کرنے کے لئے بغداد جا رہا ہوں۔

سردار: کیا وہاں تمہارا جاننے والا کوئی ہے؟

نوعمرلڑکا: جی نہیں وہ ایک اجنبی شہر ہے، میری امی نے مجھے یہ چالیس دینار دیئے تھے کہ میں اطمینان کے ساتھ علم دین حاصل کرسکوں اس اجنبی شہر میں میری ضروریات کا کون خیال کرے گا اور کیوں کسی کا احسان اُٹھاؤں۔

سردار بڑی دلچسپی اور حیرت کے ساتھ نوعمرلڑکے کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، اس نوعمر نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں اگر یہ نہ بتاتا تو میرے کسی ساتھی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ اس پریشان حال مفلس لڑکے کے پاس بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ اس لڑکے نے یہ کیوں نہ سوچا کہ میں ایک اجنبی مقام پر جا رہا ہوں، میرے مستقبل اور تعلیم کا دارومدار اسی رقم پر ہے۔ آخر اس نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں۔ بچے کی سادگی اور سچائی نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑنا شروع کیا، اور اس نے پوچھا: صاحبزادے! تم نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں؟ اگر تم نہ بتاتے اور انکار کردیتے تو ہمیں شبہ بھی نہ ہوتا کہ تمہارے پاس بھی کوئی رقم ہوسکتی ہے۔

نوعمرلڑکا: جب میں گھر سے نکل رہا تھا تو میری ماں نے مجھے یہ نصیحت کردی تھی کہ بیٹا کچھ بھی ہو تم جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ بھلا میں ماں کے حکم کو کیسے ٹال دیتا۔

سردار کے اندر کا انسان جاگ گیا۔ وہ سوچنے لگا یہ نوعمرلڑکا اپنی ماں کا ایسا اطاعت گزار ہے کہ وہ اپنا مستقبل تباہ ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے لیکن ماں کا حکم ٹالنے کو تیار نہیں اور میں کتنے عرصے سے برابر اپنے پروردگار کے حکموں کو روند رہا ہوں، اس نے لڑکے کو گلے سے لگایا، اس کے دینار اس کو واپس کئے، قافلے والوں کا سامان واپس کیا اور اللہ کے حضور سجدے میں گر کر گڑگڑانے لگا۔ سچے دل سے اس نے توبہ کی اور اللہ کی رحمت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، یہ ڈاکو پھر اپنے وقت کا ایک زبردست ولی بنا اور اللہ کے بندوں کو لوٹنے والا اللہ کے بندوں کو دین کی دولت تقسیم کرنے والا بن گیا۔ عظیم ماں کی تربیت نے صرف نوعمرلڑکے کو ہی اُونچا نہیں اُٹھایا بلکہ ڈاکوؤں کی بھی تقدیر بدل دی۔ یہ وہی ہونہار لڑکا ہے جس کو ساری اسلامی دُنیا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے اور جس کا نام آتے ہی دل عقیدت و احترام سے جھک جاتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ مناسب رشتے کی تلاش

بچے کی شادی میں تاخیر بالعموم اس لئے ہوتی ہے کہ مناسب رشتہ نہیں مل پاتا۔ آپ کی یہ خواہش اور کوشش بالکل بجا ہے کہ آپ کے بیٹے یا بیٹی کے لئے مناسب رشتہ ملے بلکہ یہ فکر و جستجو آپ کا فرض ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ مناسب رشتہ کے لئے پوری جدو جہد کریں۔

اسلام کا مطالبہ آپ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو جو بھلا برا رشتہ مل جائے، آنکھ بند کر کے بس اسے قبول ہی کر ڈالیں، اور اس معاملے میں کچھ غور و خوض نہ کریں۔ شادی نہایت اہم معاملہ ہے۔ پوری زندگی کا مسئلہ ہے۔ نہ صرف دُنیا کے بننے بگڑنے تک اس کے اثرات محدود ہیں بلکہ آخرت کی زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑ سکتے ہیں۔

یہ معاملہ نہایت سنجیدہ ہے۔ شریک حیات کے انتخاب میں سوچ بچار لازمی ہے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ کی سوچ بچار اسلام کی روشنی میں ہو۔ انتخاب کا جو معیار اسلام نے بتایا ہے وہی آپ کے پیش نظر ہو۔ اس کا جائزہ لینا ضروری ہے اپنی اولاد کے لئے شریک حیات کے انتخاب میں انہیں بنیادوں کو سامنے رکھئے جن کو پیش نظر رکھنے کی اسلام نے ہدایت دی ہے۔ بے لاگ جائزہ لیجئے کہ بچے کی شادی میں کہیں اس لئے تو تاخیر نہیں ہو رہی ہے کہ آپ نے لڑکے یا لڑکی کے انتخاب میں کچھ ایسی باتوں کو اہمیت دے رکھی ہے جن کی دین میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آپ اور باتوں کو اس لئے اہمیت دے رہے ہیں کہ سماج میں عام طور پر انہی کو اہمیت دی جا رہی ہے یا آپ کو اس لئے ان پر اصرار ہے کہ آپ نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کیا ہیں۔

﴿۱۷﴾ شریک حیات کے انتخاب کا معیار

شریک حیات کے انتخاب میں عام طور پر پانچ باتیں پیش نظر رہتی ہیں:

① مال و دولت ② حسب و نسب ③ حسن و جمال

④ دین و اخلاق ⑤ تعلیم

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پانچوں باتیں اپنی جگہ اہم ہیں۔ مال و دولت کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بالخصوص اس دور میں۔ خاندان اور حسب و نسب بھی بعض پہلوؤں سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہیں۔ بعض خاندان یا برادریاں جو عرصۂ دراز سے پسماندہ ہیں ان میں بعض معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور طرزِ معاشرت، اندازِ فکر اور سلوک و برتاؤ کا فرق بعض اوقات اس درجہ اثر انداز ہوتا ہے کہ خوشگوار ازدواجی زندگی کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔

انتخاب میں حسن و جمال کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے اور لڑکی کے انتخاب میں تو خاص طور پر یہی چیز فیصلہ کن ہوتی ہے۔ اس سے انکار کی کیا گنجائش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذوقِ جمال دیا ہے اور خوبصورتی پسند کرنے ہی کی چیز ہے۔

تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بھی مسلم ہے اور دورِ حاضر میں تو تعلیم اور ڈگری کا رشتے کے معاملے میں خصوصی خیال رکھا جانے لگا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اونچی تعلیم حوصلوں کو بلند کرتی ہے۔ تہذیب سے آراستہ کرتی ہے، عزت و احترام کا ذریعہ بنتی ہے، خوشحال زندگی اور سماج میں وقعت و عظمت کا سبب بنتی ہے۔

رہا دین و اخلاق کا معاملہ تو ظاہر ہے مسلمان کے نزدیک اس کی اہمیت اور قدر تو ہونا ہی چاہئے۔ مسلمان ماں یہ کیسے گوارا کر سکتی ہے

کہ وہ زیر تجویز فرد میں سب کچھ تو دیکھے لیکن اس پہلو کو نظر انداز کر دے یا اسے کوئی اہمیت ہی نہ دے۔

آپ کی خواہش، آرزو اور کوشش اگر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی یا بیٹے کو ایسا شریک زندگی ملے جوان پانچوں خوبیوں میں معیاری ہو تو آپ کی تمنا بھی مبارک، آپ کی آرزو بھی درست اور آپ کی کوشش بھی حق بجانب۔ کون نہیں چاہے گا کہ اس کے جگر گوشے کو ایسا ہی جوڑا ملے جوان پانچوں خوبیوں سے آراستہ ہو۔

اسلام آپ کی اس خواہش، تمنا اور کوشش کو ہرگز ناقدری نہیں کرتا۔ وہ آپ کے ان جذبات کا احترام کرتا ہے۔

اگر آپ کو ایسا جوڑا مل جائے جس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں تو یقین کیجئے کہ اللہ کی خصوصی نوازش ہے۔ مگر عام حالات میں یہ انتہائی مشکل ہے کہ ہر رشتے کے لئے آپ کو یہ ساری خوبیاں یکجا مل جائیں۔ کسی میں کچھ خوبیاں ملیں گی تو کچھ خرابیاں بھی ہوں گی۔ دراصل اسی میں آپ کا امتحان ہے کہ آپ انتخاب میں اسلامی نقطہ نظر اپنے سامنے رکھیں اور اُن ہی خوبیوں کو وجہ ترجیح بنائیں جن کو اسلام نے ترجیح دی ہے۔

﴿۱۸﴾ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ آپ انتخاب کرتے وقت دین واخلاق کو اوّلین اہمیت دیں۔ دین واخلاق کے ساتھ دوسری چار چیزوں میں سے جو بھی میسر آجائیں اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور پھر بے وجہ ٹال مٹول نہ کریں۔ ہاں وہ رشتہ آپ کے لئے ہرگز قابل قبول نہ ہونا چاہئے جس میں ساری خوبیاں تو ہوں مگر دین واخلاق کی طرف سے مایوسی ہو۔ مسلمان ماں باپ کے لئے دیکھنے کی اوّلین چیز دین واخلاق ہے، جو شخص اس سے کورا ہے وہ دوسری تمام چیزوں میں مثالی ہو تو بھی اس لائق نہیں کہ آپ اپنے جگر گوشے کے لئے اس کا انتخاب کریں۔ اسے اپنے گھر کی بہو بنائیں یا اپنا داماد بنائیں۔ دوسری تمام چیزوں کے نقص کی تلافی تو دین واخلاق سے ہوسکتی ہے، یا یوں کہئے دین واخلاق کی خاطر دوسری کمزوریوں کو تو گوارا کیا جاسکتا ہے لیکن کسی بڑی سے بڑی خوبی کی خاطر بھی دین واخلاق سے محرومی کو گوارا نہیں کیا جاسکتا، دین واخلاق کی تلافی کسی دوسری خوبی سے نہیں ہوسکتی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت ہے۔

''نکاح کے لئے عام طور پر عورت میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ ﴿۱﴾ مال ودولت ﴿۲﴾ خاندانی شرافت ﴿۳﴾ حسن وجمال ﴿۴﴾ دین واخلاق۔ تم دیندار عورتوں سے شادی کرو تمہارا بھلا ہو۔''

یہ حدیث آپ کو بتاتی ہے کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے ایسی بہو بیاہ کر لائیں جو دیندار ہو اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو۔ ایسی بہو کے ذریعہ ہی آپ کا گھر اسلام کا گہوارہ بن سکتا ہے اور ایسی بہو سے ہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کی گود سے ایسی نسل اُٹھے جو دین وایمان اور اسلام کے لئے جذبہ اشاعت وجہاد سے سرشار ہو۔

اسی طرح داماد اور بہو کے انتخاب کے لئے بھی آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ دین واخلاق ہی کو بنیادی اہمیت دینی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں زبردست فساد پھیل جائے گا۔''

یہ حدیث آپ کو فیصلہ کن انداز میں بتاتی ہے کہ جب آپ کے یہاں کسی ایسے لڑکے کا پیغام آجائے جس کے دین واخلاق کی طرف سے آپ کو اطمینان ہو، آپ کی یقینی معلومات یہ ہوں کہ یہ خدا ترس، دیندار، صوم وصلوٰۃ کا پابند اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہے تو پھر بلاوجہ تاخیر اور ٹال مٹول کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اللہ کے بھروسے پر اس کے ساتھ ہی شادی کر دیجئے اور خیر کی توقع رکھئے۔ اس لئے کہ

رشتہ نکاح میں مسلمان کے لئے اوّلین اہمیت کی چیز دین وایمان ہی ہے اور جس سماج میں دین وایمان کونظر انداز کر کے دوسری چیزوں کو اہمیت دی جائے یا مال ودولت اور حسن وجمال کو دین واخلاق پر ترجیح دی جائے تو ایسے سماج میں فتنہ وفساد کا طوفان اُٹھ کر رہے گا اور دُنیا کی کوئی طاقت ایسے سماج کو اس طوفان سے بچانہ سکے گی۔

﴿۱۹﴾ ذرا غور کریں: مرنے سے پہلے موت کی تیاری کیجئے

① کیا آپ نے وصیت نامہ لکھ لیا ہے؟
② کیا آپ نے توبہ کرلی ہے؟
③ کیا آپ نے قرض ادا کر دیا ہے؟
④ کیا آپ نے بیوی کو مہر ادا کر دیا ہے؟
⑤ کیا آپ نے تمام مالی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
⑥ کیا آپ نے تمام جانی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
⑦ کیا آپ کے ذمہ کوئی نماز باقی ہے؟
⑧ کیا آپ کے ذمہ کوئی روزہ باقی ہے؟
⑨ کیا آپ کے ذمہ کوئی زکوٰۃ باقی ہے؟
⑩ کیا آپ کے ذمہ کوئی حج فرض باقی ہے؟

﴿۲۰﴾ قرآنِ پاک کا ادب واحترام

سوال محترم المقام عالی جناب مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری دامت برکاتہم زید الطافکم سلام مسنون۔

قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کی بے حرمتی، مساجد میں بے ترتیب اور بے ڈھنگے طور پر کلامِ پاک کا رکھا ہونا نیز بغیر جزدان یا بے حد بے ترتیبی سے رکھے قرآن شریف کو دیکھ کر ہمیں بے حد افسوس ہوتا ہے۔ ہم ''بکھرے موتی'' برابر پڑھتے ہیں اور واقعی یہ ایسی کتاب ہے کہ ہزاروں گھروں میں اسے پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سوال اپنے جواب کے ساتھ آئندہ اشاعت میں شائع فرمادیں تو اُمت پر یہ آپ کا احسانِ عظیم ہوگا۔ کلام پاک کے ساتھ اس بے حرمتی کا کیا سد باب ہونا چاہئے، اس پر روشنی ڈالیے تاکہ قرآنِ حکیم کے ساتھ ہونے والی اس بے حرمتی کی روک تھام ہوسکے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

نیازمند، محمد افضل لادی والے، اے/۲۰۱ علی چیمبرس

نزد دار الفلاح، پونے روڈ، کوسہ، ممبرا ضلع تھانہ

جواب آپ نے اللہ کی کتاب قرآنِ مجید کے تعلق سے جو سوال پوچھا ہے۔ اس پر میں بھی بے حد رنجیدہ ہوں، خاص طور پر جب مساجد یا گھروں میں کلامِ پاک کی بے حرمتی دکھائی دیتی ہے تو بڑی روحانی اذیت ہوتی ہے۔

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ قرآنِ پاک کا درجہ کیا ہے اور اس کی کس قدر وقعت ہے؟

پہلے آسمانی کتب صرف کتابِ الٰہی کہلاتی تھیں مگر قرآنِ پاک کا اعزاز یہ ہے کہ یہ ''کتاب الٰہی'' بھی ہے اور ''کلام الٰہی'' بھی ہے۔ پورا کلام پاک پہلے لوحِ محفوظ پر رقم کیا گیا اور پھر حسب ضرورت ۲۳ برسوں میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا گیا۔ یہ نزول اس طرح عمل میں آتا تھا کہ اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اپنا کلام سناتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور وحی نزول فرماتے۔

اتنی عظیم المرتبت اور آفاقی کتاب جو اللہ کا کلام بھی ہے۔ اس کے ساتھ آج اُمت کے ذریعہ ہورہی بے حرمتی پر جتنے آنسو بہائے جائیں، کم ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں جبکہ اور قرآنِ پاک اللہ کی آخری کتاب ہے یعنی اب صبح قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب۔

آج یہ آخری کتاب یعنی قرآنِ عظیم ہمارے درمیان ہے مگر اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ اس حق ہے۔ آج صرف

مرحومین کو ایصال ثواب کے لئے اس کا ورد کیا جاتا ہے یا پھر حلفیہ بیان کے لئے اسے ہاتھوں پر اُٹھایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ نازل اس لئے کیا گیا تھا کہ اس پر غور وفکر کیا جائے، تدبر کیا جائے اور اس کی روشنی میں زندگی کے مراحل طے کئے جائیں، دُنیا و عقبیٰ کو سنوارا جائے۔

قرآنِ پاک کی بے حرمتی خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہو تو اس سے زیادہ افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

بات لکھنے کی نہیں لیکن عبرت کے لئے لکھ رہا ہوں کہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ خود تو بہترین کپڑے پہن کر گھومتے ہیں اور جب قرآن شریف پر جزدان چڑھانے کی بات آتی ہے تو بیوی سے کہا جاتا ہے کہ پرانی ازار کا کپڑا تراش کر جزدان بنا دو۔ بتایئے کتنی گری ہوئی ذہنیت کا اظہار اس عمل سے ہوتا ہے۔ وہ عظیم الشان کتاب جو اللہ کا کلام ہے اور آپ ﷺ حامل قرآن ہیں، اس کی یہ بے حرمتی کتنی بڑی جسارت ہے؟ کیا اللہ پاک اس توہین آمیز حرکت کو برداشت کریں گے؟

اب میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتا چلوں کہ اگر قرآنِ پاک کے اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں تو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

بڑی سیدھی سی بات ہے کہ آپ قرآن کے بوسیدہ اوراق کو مساجد کے باہر لگے باکس میں ڈال دیجئے۔ مساجد کے منتظمین اسے جمع کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر یہی کام آپ گھر بھی چاہیں تو بآسانی کر سکتے ہیں۔ ایک تھیلی مستقل اسی کام کے لئے رکھئے۔ قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق، اخبار کے وہ تراشے جن میں دینی باتیں درج ہوں، نیز رمضان المبارک میں روزہ افطار کے ٹائم ٹیبل وغیرہ جن پر قرآنی آیات نیز احادیث شائع کی جاتی ہیں، انہیں گھر میں رکھی ہوئی اس تھیلی میں جمع کرتے جایئے، مہینے دو مہینے میں جب تھیلی بھر جائے تو اسے خود جا کر سمندر میں ڈال آیئے۔ اس طرح قرآن پاک کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی غیروں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ اپنی مذہبی کتابوں کو جا بجا پھینکتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے: باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب!

کلام پاک یا دیگر دینی کتابوں کے بوسیدہ اوراق کی بے ادبی یا بے حرمتی گناہِ عظیم ہے، مسجد میں قرآنِ پاک کو صاف اور عمدہ جزدان میں لپیٹ کر رکھئے۔ ترتیب سے رکھئے۔ یہ نہیں کہ جہاں جی میں آیا، قرآن شریف اُٹھا کر رکھ دیا۔ چھوٹی سائز کے قرآن شریف الگ رکھئے، بڑے سائز کے قرآن الگ رکھئے، یہ نہیں کہ چھوٹے قرآن پر بڑا قرآن رکھ دیا کہ غلطی سے ہاتھ لگ جائے تو قرآن پاک نیچے گر جانے کا خدشہ رہے۔

بہت سے نمازی ممبر پر قرآن شریف رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کی جگہ ممبر پر نہیں بلکہ مساجد میں لگے ہوئے طاق یا الماری میں ہونی چاہئے۔ ممبر تو صرف خطیب وامام کے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ممبر خطبہ یا تقریر کے لئے ہوتا ہے اس پر ہرگز ہرگز قرآن مجید نہیں رکھنا چاہئے۔ اور نہ کوئی دینی کتاب رکھی چاہئے۔

آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کا یہ سوال بمعہ جواب ''بکھرے موتی'' میں شامل کر رہا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچ سکے، اللہ پاک ہمیں اپنی آخری کتاب ''قرآنِ حکیم'' کی عزت اور توقیر کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس کی بے ادبی یا بے حرمتی سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

(مولانا) محمد یونس پالنپوری

۱۳رشوال المکرّم سنہ ۱۴۲۷ھ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۲۰۰۷ء

﴿۲۱﴾ مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے

مال سے دُنیا کے چند بڑے فائدے تو حاصل کئے جاسکتے ہیں مگر ہر مشکل میں مال کام نہیں آتا۔ مثلاً:

مال سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم نرم بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔
مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم خوشامد تو خرید سکتے ہیں کسی کی محبت نہیں خرید سکتے۔
مال سے ہم زیورات تو خرید سکتے ہیں حسن نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم گھر میں نوکر تو لا سکتے ہیں بیٹا نہیں لا سکتے۔
مال سے ہم خضاب تو خرید سکتے ہیں شباب نہیں خرید سکتے۔
پس انسان کو چاہئے کہ طالب مال بننے کے بجائے طالب علم بن کر دُنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

﴿۲۲﴾ دیندار غربا اللہ کے قریب ہوں گے

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب وہ ہوگا جس کا فاقہ، پیاس اور غم دُنیا میں طویل مدت تک رہا۔ اگر وہ غائب ہو جائیں تو لوگ تلاش نہ کریں، جب رات کو لوگ بستر بچھا لیتے ہیں تو وہ ربّ کے حضور پیشانیاں اور گھٹنے بچھا لیتے ہیں اور جب زمین انہیں کھوتی ہے تو روتی ہے۔ جب تو اُن کو کسی شہر میں دیکھے تو جان لے کہ یہ لوگ اس شہر میں ایمان کی علامت ہیں۔''

﴿۲۳﴾ دوست کو دوست کیوں کہتے ہیں؟

سلف صالحین سے منقول ہے کہ دوست کا لفظ چار حروف سے مل کر بنا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:
د: سے درد، یعنی جو دُکھ درد بانٹنے والے ہوں۔
و: سے وفا، یعنی جن کی آپ میں وفا ایسی ہو کہ زندگی بھر ساتھ نبھائیں۔
س: سے سچائی، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ سچائی کا معاملہ کریں۔
ت: سے تابعداری، یعنی ہر ایک دوسرے کی بات ماننے کے لئے تیار رہے۔

﴿۲۴﴾ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پڑھ لیجئے

① اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خوشخبری دی کہ ان کی کنیز ''خیرۃ'' نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے۔ یہ خبر سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا دل باغ باغ ہو گیا، چہرۂ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پہلی فرصت میں بچہ کو دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا، لہٰذا زچہ اور بچہ دونوں کو اپنے گھر بلانے کے لئے پیغام بھیجا۔ انہیں اپنی اس کنیز سے بے حد پیار تھا۔ اس کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ زچگی کے ایام یہاں گزارے۔

② پیغام بھیجے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ کی کنیز ''خیرۃ'' اپنے ہاتھوں میں نومولود بچہ کو اُٹھائے پہنچ گئی۔ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ بچے کے معصوم چہرے پر پڑی تو وفورِ شوق سے آگے بڑھیں اور اسے اپنی گود میں لے کر پیار کیا۔ یہ بچہ کیا تھا قدرت کا انمول ہیرا، اتنا خوبصورت گلِ رخ، ماہ جبیں اور صحتمند کہ کیا کہنے۔ ہر دیکھنے والا قدرت کے اس شاہکار کو دیکھتا ہی رہ جاتا۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے پوچھا: اے خیرۃ! کیا بچے کا نام تجویز کر لیا ہے؟ اس نے کہا۔ امی جان! ابھی نہیں، یہ میں نے آپ پر چھوڑ رکھا ہے، جو نام آپ کو پسند ہو رکھ دیجئے۔
فرمایا: ہم اس کا نام اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے حسن تجویز کرتے ہیں۔ پھر ہاتھ اُٹھائے اور نومولود کے حق میں دُعا کی۔

③ حسن کی پیدائش سے صرف ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہی خوشیوں کا گہوارہ نہ بنا بلکہ مدینہ منورہ کا ایک اور گھرانہ اس

خوشی میں برابر کا شریک رہا اور وہ تھا، کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا گھرانہ، وہ خوشی میں اس لئے شریک تھے کہ نومولود کا باپ یسار ان کا غلام تھا اور ان کے دل میں اپنے غلام کی بڑی عزت تھی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

④ حسن بن یسار نے جو بعد میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے، رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی زوجہ محترمہ ہند بنت ابی امیہ کی گود میں پرورش وتربیت پائی، جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب خواتین میں سے سب سے بڑھ کر عقلمند، سلیقہ شعار محتاط، حساس، پیکر حسن و جمال اور صاحب فضل و کمال تھیں۔ علم و ہنر اور تقویٰ وخشیت میں ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ آپ سے ''۳۷۸'' احادیث مروی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں آپ کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا جو لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصری کا تعلق ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف ان کی کنیز کے بیٹے کی حیثیت سے ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بھی کہیں گہرا اور قریبی تعلق پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بسا اوقات حسن کی والدہ خیرۃ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی ضروری کام کو نپٹانے کے لئے گھر سے باہر جاتیں تو یہ بچپن میں بھوک و پیاس کی وجہ سے رونے لگتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہیں اپنی گود میں لے لیتیں۔ ماں کی غیر حاضری میں بچے کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لئے اپنی چھاتی اس کے منہ کو لگاتیں، دُودھ اُتر آتا، بچہ جی بھر کر پیتا اور خاموش ہو جاتا۔

اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حسن بصری کے ساتھ دو نسبتیں تھیں۔ ایک ام المومنین کے اعتبار سے ماں کی اور دوسری رضاعی ماں ہونے کی۔

⑤ اُمہات المومنین کے باہمی خوشگوار تعلقات اور گھروں کے آپس میں قرب و ربط کی وجہ سے اس خوش نصیب بچے کو تمام گھروں میں آنے جانے کا موقع ملتا رہتا اور اس طرح سے اہل خانہ کے پاکیزہ اخلاق واطوار اپنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ازواجِ مطہرات کے گھروں میں میرے آنے جانے اور کھیل کود سے چہل پہل رہتی اور تمام گھر خوشیوں کا گہوارہ بنے رہتے۔ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں اُچھلتا کودتا ہوا گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتا، مجھے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

⑥ حضرت حسن بصری کا بچپن انوارِ نبوت کی چمکیلی اور معطر فضاؤں میں ہنستے کھیلتے گزرا اور یہ رشد وہدایت کے ان میٹھے چشموں سے جی بھر کر سیراب ہوئے جو اُمہات المومنین کے گھروں میں جاری وساری تھے۔ بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ کے شرف سے نوازے گئے اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

انہیں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن سب سے بڑھ کر امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پیار تھا، دینی مسائل میں ان کے مضبوط دلائل، عبادت میں گہری دِلچسپی اور دُنیوی زیب و زینت سے بے رغبتی نے بہت متاثر کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سحر انگیز بیان، حکمت و دانش سے لبریز باتیں، مسجع ومقفیٰ عبارتیں اور دل ہلا دینے والی نصیحتیں ان کے دل پر اثر انداز ہوئیں تو ان کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقویٰ واخلاق کا رنگ ان پر چڑھا اور حضرت حسن بصری نے فصاحت و بلاغت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلوب اختیار کیا۔

حضرت حسن بصری جب اپنی عمر کی پودہ بہاریں دیکھ چکے تو اپنے والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اس طرح حسن بصرہ کی طرف منتقل ہوئے اور لوگوں میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے۔

⑦ جن دنوں حضرت حسن بصری بصرہ میں آباد ہوئے، بلاد اسلامیہ میں یہ شہر علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اس کی مرکزی مسجد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھری رہتی تھی۔

مسجد کا ہال اور صحن مختلف علوم وفنون کے حلقہ ہائے درس سے آباد تھا۔ حضرت حسن بصری اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جید وممتاز عالم دین، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور تجوید کا علم حاصل کیا، فقہ، لغت اور ادب جیسے علوم دیگر صحابہ کرام سے حاصل کئے۔ یہاں تک کہ یہ ایک راسخ عالم دین اور فقیہ کے مرتبہ کو پہنچے۔ علم میں رسوخ کی وجہ سے عام لوگ دیوانہ واران کی طرف متوجہ ہوئے، لوگ ان کے پاس بیٹھ کر خاموشی سے ایسے مواعظ سنتے جن سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے، اور گنہگار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے، آپ کی زبان سے نکلنے والی حکمت ودانش کی باتوں کو لوگ سرمایہ حیات سمجھتے ہوئے اپنے دلوں میں محفوظ کر لیتے اور آپ کی قابل رشک سیرت کو اپنانے کے لئے ہر دم کوشاں رہتے۔

⑧ حضرت حسن بصری کا نام پورے ملک میں مشہور ہو گیا۔ لوگ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر خیر کرنے لگے۔ حکمران ان کی خیریت دریافت کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے، ان کے شب وروز کے معمولات سے آگاہی کی دلی تمنا رکھتے۔

خالد بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں عراق کے ایک قدیم شہر ''حیرہ'' میں بنوامیہ کے جرنیل اور فاتح قسطنطنیہ مسلمہ بن عبدالمالک سے ملا، اُس نے مجھ سے دریافت کیا۔

خالد! مجھے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ بتاؤ۔ میرا خیال ہے انہیں جتنا تم جانتے ہو کوئی اور نہیں جانتا۔

میں نے کہا: آپ کا اقبال بلند ہو، ہر دم کامیابی آپ کے قدم چومے، بلاشبہ میں ان کے متعلق آپ کو بہتر معلومات بہم پہنچا سکتا ہوں، کیونکہ میں ان کا پڑوسی بھی ہوں اور ہم نشین بھی، بلکہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ انہیں جانتا ہوں، اس نے کہا: ان کے متعلق کچھ مجھے بھی بتائیں۔ میں نے کہا: ان کا باطن ظاہر جیسا ہے۔ ان کا قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ جب وہ کسی کو نیکی کا حکم دیتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب کسی کو برائی سے روکتے ہیں تو خود بھی اس برائی کے قریب نہیں پھٹکتے۔ میں نے دُنیاوی مال ومتاع سے انہیں بالکل مستغنی وبے نیاز پایا، جو علم وتقویٰ کا خزانہ ہے، لوگ اسے حاصل کرنے کے لئے دیوانہ واران کی طرف لپکتے ہیں، وہ لوگوں کے محبوب نظر ہیں۔ یہ باتیں سن کر جرنیل مسلمہ بن عبدالمالک پکار اُٹھا: ''خالد! اب بس کیجئے، اتنا ہی کافی ہے، بھلا وہ قوم کیسے گمراہ ہو سکتی ہے، جس میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت موجود ہو۔''

⑨ جب حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے اپنے دورِ حکومت میں ظلم وتشدد کی انتہا کر دی تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان معدودے چند اشخاص میں سے ایک تھے جنہوں نے اس کی سرکشی اور ظلم وجور کو آگے بڑھ کر روکا، اس کے برے کارناموں کی ڈٹ کر مخالفت کی اور حق بات ڈنکے کی چوٹ سے اس کے منہ پر کہی۔

حجاج بن یوسف نے وسط شہر میں اپنے لئے ایک عالی شان محل تعمیر کروایا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی، اس نے افتتاحی تقریب میں لوگوں کو دعوتِ عام دی تاکہ وہ عظیم الشان محل کو دیکھیں، اس کی سیر کریں، بزبانِ خود تعریف کریں اور دُعائیہ کلمات سے نوازیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ وہ یہ نیت لے کر گھر سے نکلے کہ آج لوگوں کو نصیحت کریں گے، انہیں دُنیاوی مال ومتاع سے بے رغبتی اختیار کرنے کا درس دیں گے۔ اور جو اللہ کے یہاں

انعامات ہیں، انہیں حاصل کرنے کی ترغیب دیں گے۔ جب آپ موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اس عالی شان اور بلند و بالا محل کے چاروں طرف جمع ہیں اور عمارت کی خوبصورتی پر فریفتہ، اس کی وسعت پر انگشت بدنداں اور اس کی آرائش و زیبائش سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہا:

ہمیں یہ معلوم ہے کہ فرعون نے اس سے زیادہ مضبوط، خوبصورت اور عالی شان محلات تعمیر کیے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر دیا اور اس کے محلات کو بھی تباہ کر دیا۔

کاش! حجاج کو یہ معلوم ہو جائے کہ آسمان والے اس سے ناراض ہیں اور زمین والوں نے اسے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

وہ پورے جوش و ولولہ سے حجاج کے خلاف برس رہے تھے۔ ان کے منہ سے الفاظ تیروں کی طرح نکل رہے تھے، مجمع ان کی شعلہ بیانی پر دم بخود تھا۔ یہاں تک کہ سامعین میں سے ایک شخص نے حجاج بن یوسف کے انتقامی جذبے سے خوفزدہ ہو کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: جناب! اب بس کیجئے، اتنا ہی کافی ہے، کیوں اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں دے رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس نیک دل شخص سے کہا: میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے یہ پیمان لیا ہے کہ وہ ظالم کے منہ پر بغیر کسی خوف کے حق بات کی تبلیغ کرتے رہیں گے اور کبھی اس راہِ وفا میں جفا کا گزر نہیں ہونے دیں گے۔ یہی ہمیشہ حق والوں کا وطیرہ رہا ہے اور یہی فریضہ آج میں ادا کر رہا ہوں۔

⑩ دوسرے روز حجاج گورنر ہاؤس میں آیا تو اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا تھا۔ اس نے غضب ناک انداز میں اہل مجلس سے کہا: لاکھ لعنت ہے تمہارے وجود پر، بزدلو! کمینو! میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ، کتنے افسوس کی بات ہے کہ بصرے کا ایک غلام ابن غلام مجمع عام میں بے لگام جو جی میں آتا ہے میرے خلاف کہہ جاتا ہے اور تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی زبان کو روکے، شرم کرو، حیا کرو۔ اے گروہ بزدلان اقلیم من! کان کھول کر سنو! اللہ کی قسم! اب میں اس کا خون تمہیں پلا کر رہوں گا۔ اسے آج ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ دُنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔ پھر اس نے تلوار اور چمڑے کی چادر منگوائی۔ یہ دونوں چیزیں فوراً اس کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ اس نے جلاد کو حکم دیا، وہ پلک جھپکتے ہی سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر پولیس کو حکم دیا کہ حسن بصری کو گرفتار کر کے لایا جائے۔

پولیس تھوڑی ہی دیر میں انہیں پکڑ کر لے آئی۔ منظر بڑا ہی خوفناک تھا، ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی، لوگوں کی نظریں اُوپر اُٹھی ہوئی تھیں، ہر شخص مغموم تھا، دل کانپ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو وہ زیر لب مسکرائے اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

جب وہ حجاج کے سامنے آئے تو ان کے چہرے پر مومن کا جاہ و جلال، مسلمان کی شان و شوکت اور مبلغ کی آن بان کا عکس جمیل نمایاں تھا۔

حجاج بن یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی، غصہ کافور ہو گیا اور بڑی دھیمی آواز میں کہا: ابوسعید حسن بصری! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، آیئے تشریف رکھئے اور میرے قریب بیٹھیں۔ آپ بیٹھنے لگے تو کہا: ذرا اور قریب ہو جایئے یہاں تک کہ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ لوگ یہ منظر حیرت، استعجاب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اطمینان سے تخت پر بیٹھ گئے، تو حجاج نے ان سے دینی مسائل دریافت کرنا شروع کر دیئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہر سوال کا جواب بڑی دلجمعی، سحر بیانی اور عالمانہ انداز میں دیتے رہے۔ حجاج بن یوسف ان کے جوابات

سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:
ابوسعید! تم واقعی علماء کے سردار ہو، پھر قیمتی عطر منگوایا اور ان کی داڑھی کو محبت بھرے انداز میں لگا کر رُخصت کیا۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دربار سے نکلے تو حجاج کا دربان بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ تھوڑی دُور جا کر اس نے کہا: اے ابوسعید! حجاج نے آج آپ کو کسی اور غرض سے بلوایا تھا، لیکن اس کی طرف سے یہ حسن سلوک دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ مجھے ایک بات بتائیں، جب آپ گرفتار ہوکر دربار میں تشریف لائے تھے، آپ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ آپ کیا پڑھ رہے تھے؟
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت یہ دُعا کی تھی:
''الٰہی! تو مجھ پر کی گئی نعمتوں کا والی ہے۔ ہر مصیبت کے وقت میرا ملجا و ماویٰ ہے۔
الٰہی! ساری مخلوق کے دل تیرے قبضے میں ہیں۔
الٰہی! حاج کے غصے کو میرے لئے ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دے، جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا تھا۔''

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے   وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

میری دُعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور حجاج کا غصہ محبت میں بدل گیا۔
(۱۱) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جابر و ظالم حکمرانوں کے ساتھ کئی مرتبہ اسی نوعیت کا پالا پڑا، لیکن آپ ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکمرانوں کی نگاہ میں محترم اور ان کے دلوں پر اپنی عظمت و خودداری کے گہرے نقوش ثبت کر کے واپس لوٹے۔
اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب خدا ترس، منصف مزاج، سادہ منش، پاک بیں، پاک طینت، خوش گہر اور پاکیزہ خو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد یزید بن عبدالملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا۔ اس نے عمر بن ہبیرہ فزاری کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ پھر اس کے اختیارات میں اضافہ کر کے خراسان کا علاقہ بھی اس کے ماتحت کر دیا۔
یزید بن عبدالملک نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جو سلف صالحین کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس تھا۔ وہ اپنے گورنر عمر بن ہبیرہ کو کثرت سے خط لکھتا اور ان خطوط میں ایسے احکامات جاری کرتا جو بسا اوقات حق کے منافی ہوتے اور انہیں فوری طور پر نافذ کرنے کا حکم دیتا۔
ایک دن عمر بن ہبیرہ نے حسن بصری اور عامر بن شرحبیل کو مشورے کے لئے بلایا اور عرض کیا کہ امیر المومنین یزید بن عبدالملک کو اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت عطا کی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، اس نے مجھے عراق اور خراسان کا گورنر مقرر کیا ہے، کبھی کبھی وہ مجھے ایسے سرکاری خطوط ارسال کرتا ہے جن میں بعض ایسے اقدامات کرنے کا حکم ہوتا ہے جو میرے نزدیک مبنی بر انصاف نہیں ہوتے کیا ایسے احکامات سے پہلوتہی اختیار کرنے کا دینی لحاظ سے میرے لئے کوئی جواز نکلتا ہے؟
حضرت عامر بن شرحبیل نے ایسا جواب دیا جس میں خلیفہ کے لئے نرم روّیہ اور گورنر کو خوش کرنے کا انداز پایا جاتا تھا لیکن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خاموش بیٹھے رہے۔
گورنر عمر بن ہبیرہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور کہا ابوسعید! آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا:

''اے ابن ہبیرہ! ہوسکتا ہے کہ آسمان سے ایک ایسا سخت گیر فرشتہ نازل ہو جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ تجھے تخت سے اُٹھا کر اور اس محل کی وسعتوں سے نکال کر ایک تنگ و تاریک قبر میں ڈال دے، وہاں تو یزید کو نہیں دیکھ سکے گا، وہاں تجھے وہ عمل ملے گا جس میں تو نے اپنے اور یزید کے ربّ کی مخالفت کی تھی۔

اے ابن ہبیرہ! اگر تو اللہ کا ہو جائے اور ہر دم اس کی اطاعت میں سرگرم رہے تو وہ تجھے یقیناً دُنیا و آخرت میں یزید کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے یزید کا ساتھ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی تجھے یزید کے ظلم و ستم کے حوالے کر دے گا۔ اے ابن ہبیرہ! خوب اچھی طرح جان لو مخلوق میں خواہ کوئی بھی ہو اس کا وہ حکم نہیں مانا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ یہ باتیں سن کر ابن ہبیرہ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر وہ حضرت عامر بن شرحبیل شعبی کو چھوڑ کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہوئے اور حد درجہ ان کی عزت و اکرام بجالائے۔

جب دونوں بزرگ گورنر کی ملاقات سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچے، لوگ ان کے ارد گرد جمع ہوگئے اور ان سے گورنر کے ساتھ ہونے والی باتیں معلوم کرنے لگے۔ حضرت عامر بن رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے سامنے برملا کہا۔

لوگو! ہمیں ہر حال میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو مخلوق پر ترجیح دینی چاہئے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر عمر بن ہبیرہ کو کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں نہ جانتا ہوں لیکن میں نے اپنی گفتگو میں گورنر کی خوشنودی کو ملحوظِ خاطر رکھا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیشِ نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گورنر کی نظروں میں گرا دیا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی نگاہوں میں محبوب بنا دیا۔

(۱۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی (۸۰) برس تک زندہ رہے۔ اس دوران دُنیا کو اپنے علم و عمل، حکمت و دانش اور فہم و فراست سے فیض یاب کرتے رہے۔ انہوں نے نئی نسل کے لئے جو عظیم ورثہ چھوڑا وہ ان کے رقت انگیز پند و نصائح ہیں جو رہتی دُنیا تک خزاں گزیدہ دلوں کے لئے بہار بنے رہیں گے، ان کی نصیحتیں دلوں میں گداز اور انتعاش پیدا کرتی رہیں گی، ان کے رقت انگیز مواعظ کے اثر کی بنا پر احساسِ ندامت سے آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں لگتی رہیں گی، بیتاب آنسو بہتے رہیں گے، پریشان حال لوگوں کو راہنمائی ملتی رہے گی اور غفلت شعار انسانوں کو دُنیا کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی رہے گی۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دُنیا کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے دُنیا و آخرت کے متعلق پوچھتے ہو، سنو! دُنیا و آخرت کی مثال مشرق و مغرب جیسی ہے، جتنا زیادہ تم ایک کے قریب جاؤ گے اتنا ہی دوسرے سے دُور ہوتے جاؤ گے۔

تم کہتے ہو کہ میں دُنیا کے اوصاف بیان کروں، میں تمہارے سامنے اس گھر کی کیا صفت بیان کروں جس کا آغاز مشیت و تکلیف پر مبنی ہے اور جس کا انجام فنا و بربادی ہے۔ اس میں جو حلال ہے اس کا حساب لیا جائے گا اور جو حرام ہے اس کے استعمال پر سزا دی جائے گی۔ جو اس میں تونگر و مالدار ہوا وہ فتنے میں مبتلا ہوا اور جو فقیر محتاج ہوا وہ حزن و ملال کا شکار ہوا۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ سے آپ کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

بھائی! میرا حال کیا پوچھتے ہو، افسوس! ہم نے اپنی جانوں پر کتنے ظلم ڈھائے، ہم نے اپنے دین کو کمزور کر دیا اور دُنیاوی حرص نے ہمیں موٹا کر دیا، ہم نے اپنے اخلاق بوسیدہ کر دیئے اور اپنے بستر اور کپڑے نئے بنوا لئے۔ ہم میں سے ایک اپنے بائیں پہلو پر ٹیک لگائے مزے سے پڑا رہتا ہے اور غیروں کے مال بڑی بے پرواہی سے ہڑپ کئے جاتا ہے۔

پھر تو نمکین کے بعد میٹھا کھانے کے لئے منگواتا ہے، ٹھنڈے کے بعد گرم پیتا ہے، خشک کے بعد تر کھجوریں کھاتا ہے، پاپی پیٹ میں

درد اُٹھتا ہے اور قے آنے لگتی ہے، پھر گھر میں شور مچاتا ہے کہ جلدی چورن لاؤ تاکہ کھانا ہضم ہو جائے۔ اے گھٹیا نادان! اللہ کی قسم! تو اپنے دین کے سوا کچھ بھی ہضم نہیں کر سکے گا۔

احمق! تیرا پڑوسی کہاں اور کس حال میں ہے؟ تیری قوم کا بھوکا یتیم کہاں ہے؟ وہ مسکین کہاں ہے جو تیری طرف دیکھتا رہتا ہے؟ وہ مخلوق کہاں ہے جس کی نگرانی اور دیکھ بھال کی اللہ تعالیٰ نے تجھے وصیت کی تھی؟ کاش! تجھے علم ہوتا تو محض ایک گنتی کا ہندسہ ہے، جب ایک دن کا سورج غروب ہوتا ہے تو تیری زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے۔

(۱۳) یکم رجب سنہ ۱۱۰ ہجری جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ربّ کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ صبح کے وقت جب ان کی وفات کی خبر لوگوں میں پھیلی تو بصرے میں کہرام مچ گیا۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور اس مرکزی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھائی گئی جس میں زندگی کا بیشتر حصہ عالم، معلم اور داعی و مبلغ کی حیثیت میں گزارا۔ بصرہ کے تمام باشندے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، اس روز بصرہ کی مرکزی مسجد میں نمازِ عصر کی جماعت نہیں ہوئی کیونکہ شہر میں نماز پڑھنے والا کوئی فرد باقی نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس خوش گہر، پاکیزہ خو، سادہ منش، شیریں سخن، پاک طینت، پاک بیں، فرخندہ اور خندہ جبیں عظیم المرتبت شخصیت کی قبر کو منور کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

(۱۴) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(۱) الطبقات الکبریٰ	۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۸، ۱۹۵، ۱۹۷، ۲۰۲
(۲) الطبقات الکبریٰ	۳/۲۳۳/ ۲۳۷
(۳) حلیۃ الاولیاء اصفہانی	۲/۱۳۱، ۱۶۱
(۴) تاریخ خلیفہ بن خیاط	۱۲۳، ۱۸۹، ۲۸۷، ۳۳۱، ۳۵۴
(۵) وفیات الاعیان ابن خلکان	۱/۳۵۴، ۱۳۹
(۶) شذرات الذھب	۱/۱۳۸، ۱۳۹
(۷) میزان الاعتدال	۱/۲۵۴
(۸) امالی المرتضیٰ	۱/۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۶۰
(۹) البیان والتبیین	۲/۱۷۳، ۳/۱۴۴
(۱۰) المحبر محمد بن حبیب	۲۳۵، ۳۷۸
(۱۱) کتاب الوفیات احمد بن حسن بن علی	۱۰۸، ۱۰۹
(۱۲) حسن بصری، احسان عباس	

﴿۲۵﴾ ایران کی تین شہزادیوں نے مدینہ منورہ کے تین دیندار لڑکوں کو پسند کیا

جس روز ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کو ذلت آمیز انداز میں موت کے گھاٹ اُتار دیا اس روز اس کے تمام جرنیل، حفاظتی دستہ اور اہل خانہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے اور مالِ غنیمت کو سمیٹ کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ اس عظیم فتح کے موقع پر جس کثیر تعداد میں قیمتی

قیدی مدینہ منورہ میں لائے گئے ،اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی ،ان قیدیوں میں ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی تھیں ۔

① لوگ قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے پلک جھپکتے ہی انہیں خرید لیا اور رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ صرف ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹیاں باقی رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا پیکر، پری رُخ اور سیمیں بدن دوشیزائیں تھیں جب انہیں فروخت کرنے کے لئے پیش کیا گیا تو مارے ذلت و رسوائی کے ان کی آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ حسرت و یاس اور انکساری و درماندگی کی وجہ سے ان کی غزالی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، انہیں دیکھ کر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں ترس آ گیا اور یہ خیال آیا کہ انہیں وہ شخص خریدے جو اُن سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس میں حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''شکست خوردہ قوم کے معزز افراد پر ترس کھایا کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے امیر المومنین! بادشاہ کی بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہونا چاہئے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ سچ کہتے ہیں، لیکن اس کی صورت کیا ہو؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک تو ان کی قیمت زیادہ لگائیں اور دوسرے ان کو اختیار دے دیں جس پر یہ راضی ہو جائیں ان کے ہاتھ انہیں دے دیا جائے اور ان پر قطعاً کوئی جبر نہ ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو نافذ کر دیا۔

ان میں سے ایک نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔ دوسری نے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور تیسری حسن و جمال کی وجہ سے جسے ملکہ خواتین کہا جاتا تھا اس نے اپنے لئے نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔

② تھوڑے ہی عرصہ بعد ملکہ خواتین نے اپنی دلی رغبت سے اسلام قبول کر لیا، یہ دین قیم کی راہ پر گامزن ہوئیں، غلامی سے آزاد کر دی گئیں، کنیز سے آزاد ہو کر بیوی کا باعزت مقام حاصل کیا، پھر اس نے سوچا کہ ماضی کی تمام شرکیہ یادیں یکسر بھلا دی جائیں اور اس نے اپنا نام شاہ زندہ سے بدل کر غزالہ رکھ لیا۔

غزالہ کے نصیب میں بہترین رفیق حیات آیا۔ بڑی خوشگوار زندگی بسر ہونے لگی، مہینے لمحوں میں گزرنے لگے۔ اب ایک ہی دلی خواہش باقی رہ گئی تھی کہ اسے چاند سا بیٹا نصیب ہو جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی، ایک مہتاب چہرہ بیٹے نے جنم لیا۔ برکت کے لئے اس کا نام دادا کے نام پر علی رکھا گیا لیکن غزالہ کے لئے یہ خوشی چند لمحات سے زیادہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی کیونکہ اپنے بیٹے کو جنم دیتے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی۔

③ اس نومولود کی پرورش و نگہداشت ایک کنیز کے سپرد کر دی گئی جس نے اسے ماں جیسا پیار دیا، اس نے اس پر اپنی محبت کو اس طرح نچھاور کیا جس طرح کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اس کی اس طرح پرورش کی کہ یہ نومولود بڑا ہو کر اسے ہی اپنی حقیقی ماں سمجھنے لگا۔

④ حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جب سن شعور کو پہنچے تو حصول علم کی طرف شوق و رغبت سے متوجہ ہوئے، پہلا مدرسہ گھر ہی تھا اور یہ کتنا اچھا مدرسہ تھا۔

پہلے اُستاد ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما تھے اور یہ کتنے عظیم اُستاد تھے، دوسرا مدرسہ رسول اکرم ﷺ کی مسجد تھا۔ مسجد نبوی ﷺ میں ان دنوں صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہ کی چہل پہل تھی۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام بڑی ہی دلی رغبت کے ساتھ

پھولوں جیسے نونہال بیٹوں کو کتابِ الٰہی پڑھایا کرتے تھے اور اس میں غور و تدبر کی تلقین کرتے، حدیث رسول ان کے سامنے بیان کرتے اور اس کے مقاصد سمجھاتے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت اور غزوات کے واقعات بیان کرتے، مختلف شعراء کے اشعار پڑھ کر سناتے اور پھر ان کے مطالب بیان کرتے اور ان کے دلوں میں حب الٰہی، خشیت الٰہی اور تقویٰ کی جوت جگاتے۔ اس طرح یہ نونہال باعمل علماء اور باکردار راہنما بن کر اُبھرتے۔

⑤ حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قرآنی علم نے گھر کر لیا۔ اس کے سوا کسی اور علم کی طرف دل راغب ہی نہ ہوا۔ قرآنِ مجید کے وعدہ و وعید کی وجہ سے ان کے احساسات میں لرزہ طاری ہو جاتا۔ جب قرآنِ مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا تو دل شوق و رغبت سے اس کے حصول کا متمنی ہوتا، اور جب قرآنِ مجید کی ایسی آیت پڑھتے جس میں جہنم کا تذکرہ ہوتا تو ایک گرم اور لمبی سانس لیتے، انہیں یوں محسوس ہوتا جیسے جہنم کی آگ کا دہکتا ہوا شعلہ ان کے دامن میں اُتر آیا ہے۔

⑥ حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جوانی اور علم کے نکتۂ عروج پر پہنچے تو مدنی معاشرے کو ایک ایسا جوان ملا جو بنو ہاشم کے جوانوں میں عبادت اور تقویٰ میں مثالی شان رکھنے والا، فضل و شرف اور اخلاق و کردار میں سب سے بڑھ کر، نیکی و بردباری میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز، ان کی عبادت اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ وضو اور نماز کے درمیان ان کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی اور ان کا جسم مسلسل رعشے کی زد میں آ جاتا اور اس سلسلے میں ان سے بات کی جاتی تو فرماتے:

''تم پر بڑا افسوس ہے، کیا تم جانتے نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟ کیا تم جانتے نہیں کہ کس کے ساتھ میں سرگوشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں؟''

⑦ اس ہاشمی نوجوان کی نیکی، تقویٰ اور عبادت گزاری سے متاثر ہو کر لوگوں نے اس زین العابدین کے نام سے پکارنا شروع کر دیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے اصلی نام کو بھول گئے۔ غرضیکہ لقب اصلی نام پر غالب آ گیا، ان کی سنجیدہ ریزی اور نماز کے دوران دُنیا کی بے نیازی کی وجہ سے اہل مدینہ نے انہیں ''فنانی السجوذ'' کا لقب دے دیا۔ ان کے باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی کی وجہ سے لوگوں نے انہیں پاک بازو پاک طینت شخصیت قرار دے دیا۔

⑧ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا اس بات پر یقین تھا کہ عبادت کا مغز دُعا ہے۔ وہ کعبہ شریف کے پردے سے چمٹ کر گھنٹوں رب جلیل کی بارگاہ میں دُعائیں کرتے۔ بیت اللہ کے ساتھ کتنی ہی مرتبہ چمٹ کر انہوں نے یہ دُعا کی:

''پروردگار! تو نے بے پایاں رحمت مجھ پر نچھاور کی، مجھ پر انعام و اکرام کی بے انتہا بارش کی۔ میں بلا خوف و خطر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں، محبت و اُلفت کی بنا پر تجھ سے سوالی ہوں، تیری بارگاہ سے مزید رحمت کا ملتجی ہوں۔ تیرے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہمت و طاقت کی التجا ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے اس بیچارے گہرے پانی میں ڈوبنے والے کے مانند مانگتا ہوں جسے کنارے لگنے کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نظر نہ آتا ہو۔ الٰہی! کرم فرما اور میری زندگی کی منجدھار میں پھنسی ہوئی ناؤ کو کنارے لگا دے، بلاشبہ تو سب سے بڑھ کر اپنی مخلوق پر کرم کرنے والا ہے۔''

⑨ حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ یہ بیت اللہ کے سایے میں کھڑے مضطرب شخص کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ سخت بیمار کی طرح کراہ رہے تھے محتاج کی طرح دُعا کر رہے تھے۔ حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کھڑے انتظار کر رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے رونا بند کر دیا، دُعا سے فارغ ہوئے تو طاؤس بن کیسان نے ان سے کہا: ''اے اللہ کے رسول

ﷺ کے نواسے! میں نے آج تیری حالت دیکھی ہے، تجھ میں تین خوبیاں ایسی پائی جاتی ہیں جو تجھے خوف سے بچالیں گی۔''
حضرت زین العابدین نے پوچھا: ''اے طاؤس! وہ کون سی خوبیاں ہیں؟''
آپ نے فرمایا: ''ایک تو آپ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں، دوسری تجھے اپنے نانا کی شفاعت حاصل ہوگی اور تیسری اللہ تعالیٰ کی رحمت تیرے شاملِ حال ہوگی۔''
انہوں نے فرمایا: ''اے طاؤس! قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت سننے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میرا رسول کے ساتھ انتساب مجھے فائدہ نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ'' (سورۂ مؤمنون: آیت ۱۰۱)
''تو جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی حسب ونسب کام نہ آئے گا اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔''
جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد میرے پیش نظر ہے۔
''وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی'' (سورۃ الانبیاء: آیت ۲۸)
''کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔''
اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:
''اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ'' (سورۃ الاعراف: آیت ۵۶)
''بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔''
تقویٰ اور خوفِ خدا نے حضرت زین العابدین میں بہت سی خوبیاں پیدا کردیں۔ فضل وشرف اور نرمی اور بردباری کے خوگر ہوئے، ان مثالی اوصاف کے دل پذیر تذکروں سے سیرت کی کتابیں مزین ہیں اور تاریخ کے صفحات چمک رہے ہیں۔
حضرت حسن بن حسن بیان کرتے ہیں۔ میرے اور چچازاد بھائی زین العابدین کے درمیان ایک مرتبہ اختلاف پیدا ہوگیا، میں ان کے پاس گیا۔ وہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، غصے میں آکر میں نے جو منہ میں آیا انہیں کہہ دیا لیکن وہ میری کڑی کسیلی باتیں خاموشی سے سنتے رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں غصے کا بھرپور اظہار کر کے چلا گیا، رات کو میرے دروازے پر کسی نے دستک دی، یہ دیکھنے کے لئے اُٹھا کہ اس وقت میرے دروازے پر کون ہوسکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زین العابدین کھڑے ہیں، مجھے اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ یہ اب اپنا بدلہ لینے آئے ہیں، لیکن انہوں نے فرمایا:
''میرے بھائی! آج صبح جو آپ نے میرے بارے میں کہا اگر اس میں آپ سچ ہیں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے اور اگر آپ ان باتوں میں سچے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کردے۔''
یہ کہا، مجھے سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے انہیں روکا اور عرض کیا، ''آئندہ میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے۔ بھائی مجھے معاف کردیجئے۔''
اُن کا دل نرم ہوگیا اور فرمایا: ''کوئی بات نہیں، میرے بارے میں آپ کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔''
(۱۰) مدینہ منورہ کا ایک باشندہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ زین العابدین مسجد سے باہر نکلے اور میں بھی ان کے پیچھے ہولیا، میں بغیر کسی وجہ کے انہیں گالیاں دینے لگا، لوگ یہ سن کر مجھ پر پل پڑے، مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ قریب تھا کہ وہ میرا کچومر نکال دیتے، زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: رُک جاؤ۔ تو وہ سب رُک گئے، جب آپ نے مجھے کانپتے ہوئے دیکھا تو

بڑی خندہ پیشانی سے میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے دلاسہ دینے لگے تا کہ میرا خوف جاتا ہے۔
پھر آپ نے فرمایا: ''آپ نے مجھے اپنی معلومات کے مطابق گالی دی لیکن وہ عیب جن پر پردہ پڑا ہوا ہے، آپ نہیں جانتے، وہ تو کہیں زیادہ ہیں۔'' پھر مجھ سے پوچھا:'' کیا تمہاری کوئی ایسی ضرورت ہے جسے پورا کر کے ہم تمہاری مدد کر سکیں۔''
میں شرمندہ ہوا اور کچھ کہہ نہ سکا۔ جب انہوں نے میری شرمساری دیکھی تو اپنی قیمتی چادر اُتار کر مجھ پر ڈال دی اور ایک ہزار درہم مجھے عنایت کئے۔
ایک غلام کہتے ہیں کہ میں زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا غلام تھا۔ انہوں نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے تاخیر کر دی، جب میں ان کے پاس آیا تو بڑے غصے سے کوڑا پکڑا اور میری پٹائی شروع کر دی، میں رونے لگا، مجھے غصہ بھی بہت آیا، آپ نے اس سے پہلے کسی کو مارا بھی نہیں تھا۔
میں نے کہا: ''اے علی بن حسین! اللہ سے ڈریں، ایک تو آپ مجھ سے خدمت لیتے ہیں، میں آپ کے حکم کے مطابق ہر کام پوری محنت سے کرتا ہوں، اُوپر سے آپ میری پٹائی کرتے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟''
میری یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا: ''ابھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دُعا کرو۔ الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے، اگر آج آپ یہ کریں گے تو میری غلامی سے آپ آزاد ہوں گے۔'' میں مسجد گیا، نماز پڑھی اور دُعا کی۔ جب میں گھر واپس لوٹا تو آزاد تھا۔

(۱۱) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی وافر مقدار میں مال و دولت اور رزق کے خزانے کھول رکھے تھے۔ تجارت میں انہیں بہت نفع ہوتا تھا۔ زراعت میں بھی بڑی فراوانی میسر تھی۔
یہ دونوں کام آپ کے نوکر چاکر انجام دیا کرتے تھے۔ زراعت وتجارت کے ذریعے وافر مقدار میں مال و دولت ان کے ہاتھ لگتا، لیکن اس تونگری وفراوانی نے ان کے اندر نخوت یا تکبر کا کوئی شائبہ پیدا نہیں کیا۔ البتہ دُنیا کے مال کو انہوں نے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ ان کی دولت وثروت ہر لحاظ سے ان کے لئے مفید کار آمد ثابت ہوئی۔ رازداری اور پوشیدہ انداز میں صدقہ وخیرات کرنا انہیں بہت محبوب تھا۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو یہ اپنی کمزور کمر پر آٹے کے تھیلے اُٹھاتے اور مدینے کے ان ضرورت مندوں کے گھر چپکے سے چھوڑ آتے جو خودداری کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لئے رات کی تاریکی میں اس وقت نکلتے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے۔
مدینہ منورہ میں بہت سے گھر خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے، جنہیں یہ بھی پتا نہیں تھا کہ ان کے پاس وافر مقدار میں رزق کہاں سے آتا ہے۔ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے اور ان لوگوں کے پاس آٹا آنا بند ہو گیا تب پتا چلا کہ یہ کہاں سے آتا تھا۔
حضرت زین العابدین کو غسل دینے کے لئے جب تختے پر رکھا گیا، غسل دینے والوں نے پیٹھ پر سیاہ نشان دیکھا تو کہنے لگے، یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا کہ یہ آٹے کی بوریاں اُٹھانے کی وجہ سے نشان پڑا، جو وہ مدینے کے تقریباً ایک سو گھروں میں پہنچایا کرتے تھے، آج اس طرح فیاضی کے ساتھ خرچ کرنے والا دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔

(۱۲) حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کو اس کثرت اور فیاضی سے آزاد کیا کرتے تھے کہ اس کا چرچا مشرق ومغرب میں سفر کرنے والے مسافروں تک پہنچ چکا تھا۔ ان کا یہ کارنامہ لوگوں کی فکر ونظر کے اُفق سے بھی کہیں بلند تھا، اس کی پرواز تخیلات

سے بھی کہیں اُونچی تھی، کوئی عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

یہ ہر اُس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے، جو ان سے حسن سلوک سے پیش آتا، اس کی آزادی اس کے حسن سلوک کا بدلہ ہوگی۔ یہ اس غلام کو بھی آزاد کر دیا کرتے تھے جو نافرمانی کرتا اور پھر توبہ کر لیتا۔ اُسے اپنی توبہ کے بدلے آزادی مل جاتی۔ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ آپ اپنے کسی غلام یا کسی کنیز سے ایک سال سے زائد خدمت نہیں لیا کرتے تھے۔

عید الفطر کی رات بہت زیادہ غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے، ان سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے قبلہ رُخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کریں: ''الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے'' اس طرح انہیں دہری خوشی نصیب ہوتی، ایک خوشی عید کی اور دوسری خوشی آزادی کی۔

⑬ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اُتر چکی تھی۔ لوگ انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، لوگوں کے دلوں میں ان کا بہت مرتبہ تھا۔ گویا یہ لوگوں کے بے تاج بادشاہ تھے۔ ان کے دور میں یہ مقام کسی اور کو حاصل نہ تھا، لوگوں کو ان سے سچی محبت تھی، ان کے ساتھ بڑی تعظیم سے پیش آتے، بڑا ہی گہرا تعلق تھا، لوگوں کی نگاہیں ہر دم ان کی متلاشی رہتیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے، مسجد جاتے ہوئے یا مسجد سے واپس آتے ہوئے لوگ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

⑭ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لئے مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت وہ ولی عہد تھا، وہ طواف کرنا اور حجر اسود کو چومنا چاہتا تھا، حفاظتی دستے نے لوگوں کو ہٹو بچو کرتے ہوئے اس کے لئے راستہ بنانا شروع کر دیا۔ لیکن لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کی طرف دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی ان کے لئے راستہ بنایا بلکہ وہ یہ کہہ رہا تھا: ''یہ گھر اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے بندے ہیں۔''

اسی دوران دُور سے ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کی آوازیں سنائی دینے لگیں، لوگ ٹکٹکی لگا کر اس کی طرف دیکھنے لگے، وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے جھرمٹ میں ایک خوبصورت، چھریرے بدن اور روشن چہرے والا شخص احرام باندھے بڑے ہی وقار کے ساتھ بیت اللہ کی جانب چلا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان نمایاں ہے۔ لوگ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لئے راستہ بنا رہے ہیں اور اسے محبت وعقیدت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں، وہ شخص حجر اسود تک پہنچا اور اسے بڑے ہی باوقار انداز میں چوما۔

ہشام بن عبدالملک کے حاشیہ برادروں میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا، یہ کون ہے جس کی لوگ اس انداز میں تعظیم بجالا رہے ہیں۔ ہشام نے کہا، میں اسے نہیں جانتا۔

دُنیائے عرب کا مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا، اگر ہشام اس کو نہیں جانتا تو کیا ہوا، میں اسے جانتا ہوں اور تمام دُنیا اسے جانتی ہے۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند علی ہے جسے لوگ زین العابدین کے نام سے جانتے ہیں، پھر برجستہ ان کی شان میں اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

① یہ وہ شخص ہے جس کے قدموں کی آہٹ کو وادی بطحاء جانتی ہے
بیت اللہ بھی اس کو جانتا ہے اور حل و حرم بھی اسے جانتے ہیں

② یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر انسان کا نواسہ ہے
یہ متقی پرہیزگار، پاک صاف اور ممتاز انسان ہے

③ یہ فاطمۃ الزہرا کا پوتا ہے ، اگر تو نہیں جانتا تو سن لے
اس کے نانا خاتم الانبیاء ﷺ ہیں
④ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسے کوئی نقصان نہیں دے گا
تو اسے اگر نہیں جانتا عرب و عجم تو اسے جانتے ہیں
⑤ اس کے دونوں ہاتھ بڑے فیاض ہیں
لوگ اس کی فیاضی سے خوب مستفیض ہوتے ہیں
⑥ یہ نرم طبیعت ہے اس میں ترش روئی کا شائبہ تک نہیں ہے
دو خوبیوں نے اس کا آراستہ کیا ہے وہ حسن اخلاق اور نرم طبیعت ہے
⑦ تشہد کے علاوہ اس کی زبان پر لا نہیں آتا
اگر تشہد نہ ہوتا تو یہ لابھی نعم ہوتا
⑧ اس کے احسانات خلق خدا پر عام ہیں
جن کی وجہ سے تاریکیاں ، غربت و افلاس ختم ہوگئے
⑨ جب قریش نے اسے دیکھا تو اس کا ایک شخص پکار اُٹھا
یہ وہ شخص ہے جس پر حسن اخلاق ختم ہے
⑩ یہ حیا کی وجہ س اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ہ
اور لوگ اس کی ہیبت سے نگاہیں جھکا لیتے ہیں
⑪ اس کی ہتھیلی ریشم کی طرح نرم ہے اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی ہے
اور اس کی ناک کھڑی ہے جس سے شخصی عظمت آشکار ہوتی ہے
⑫ اس کا اصل رسول ﷺ سے مشتق ہوا ہے
اس کا حسب و نسب کس قدر عمدہ ہے

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہر اُس شخص کے لئے نادر نمونہ تھے، جو پوشیدہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کا لالچ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔

نوٹ: بندے کے والد صاحب بیانات میں عربی کے یہ اشعار مع ترجمہ درد بھرے انداز میں پڑھتے تھے، مجمع بہت روتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب فرمائے، آمین!

⑮ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

① طبقات ابن سعد	۲۱۱/۵	② تاریخ البخاری	۶۲۶/۶
③ المعارف	۲۱۴	④ المعرفہ والتاریخ	۳۶۰/۱، ۵۴۴
⑤ الجرح والتعدیل	۱۷۸/۳	⑥ طبقات الفقہاء (شیرازی)	۶۳
⑦ تاریخ ابن عساکر	۵۱۵/۱۲	⑧ الاسماء واللغات	۳۴۳/۱

⑨ وفیات الاعیان ۳۶۶/۳ ⑩ تاریخ اسلام ۳۴/۴
⑪ العبر ۱۱۱/۱ ⑫ البدایۃ والنہایۃ ۱۰۳/۹
⑬ النجوم الزاہرہ ۲۲۹/۱

﴿۲۶﴾ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض ہے کہ بارہا آپ کے وعظ میں حضرت ثمامہ بن اُثال کا واقعہ سنتا ہوں جو میں نے کسی کتاب میں پڑھا نہیں ہے حالانکہ میں بفضلہٖ وکرمہٖ علم کی دولت کے حصول میں کچھ عرصہ دے چکا ہوں، برائے کرم تفصیلی خطاب سے مستفیض فرما کر قلبی فرحت کا موقع عنایت کیجئے۔ فقط والسلام!

جوابِ خط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ ہجری میں دعوتِ اسلامی کا دائرہ وسیع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم کے حکمرانوں کو آٹھ دعوتی خط لکھے۔ آپ نے جن حکمرانوں کے پاس یہ خطوط ارسال فرمائے تھے، ان میں سے ایک ثمامہ بن اُثال حنفی تھا، ثمامہ کو اہم حکمرانوں میں شامل کرنا اور اس کے یہاں دعوتی خط روانہ کرنا حیرت انگیز اور قابل تعجب اس لئے نہیں تھا کہ وہ نہایت بااثر اور اہم شخصیت کا مالک تھا۔ وہ دورِ جاہلیت میں عرب کا ایک حکمراں قبیلہ بنوحنفیہ کا ایک سربرآوردہ رئیس اور علاقہ یمامہ کے ان بادشاہوں میں سے تھا جن کی کوئی بات ٹھکرائی نہیں جاتی تھی۔

جب ثمامہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا تو اس نے اس کے ساتھ نہایت توہین آمیز اور غیر ذمہ دارانہ روّیہ اپنایا۔ جھوٹے پندار اور جاہلانہ غرور نے اس کو کفار پر جما دیا اور اس نے دعوتِ حق سے اپنے کان بند کر لئے، پھر شیطان اس پر سوار ہوگیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا اور اپنے اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لئے وہ کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ثمامہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ قتل سے باز آگیا لیکن وہ آپ کے صحابہ کو قتل کرنے کے ارادے سے دست بردار نہیں ہوا، وہ برابر ان کی تاک میں لگا رہا، آخر کار وہ چند صحابہ پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا اور ان کو نہایت دردناک طریقے سے شہید کر ڈالا۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں اس بات کا اعلان فرما دیا کہ وہ جہاں کہیں ملے قتل کر دیا جائے۔ صحابہ کے قتل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے کچھ ہی دنوں بعد ثمامہ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور اس ارادے سے وہ اپنے علاقہ یمامہ سے مکہ کی سمت روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر وہ کعبہ کا طواف اور اس میں رکھے ہوئے بتوں کے لئے قربانی کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اپنے اس سفر کے دوران وہ مدینہ کے قریب ایک راستے سے گزرتے ہوئے اچانک ایک ایسی آفت میں پھنس گیا جس کا اسے وہم وگمان تک نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے کچھ مسلمانوں پر مشتمل ایک فوجی دستے نے جو اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں کوئی شرپسند رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر مدینہ کے باشندوں کو نقصان نہ پہنچا دے، ثمامہ کو دیکھا اور اسے گرفتار کر لیا (حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہ تھا) اور اس کو مدینہ لائے اور اُسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس قیدی کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے مسجد کی طرف آئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کی نظر ثمامہ پر پڑی جو ستون

سے بندھا ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا: ”جانتے ہو تم لوگوں نے کس کو گرفتار کیا ہے؟“
صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! ہم اس سے واقف نہیں ہیں۔
”یہ قبیلہ بنی حنفیہ کا سردار ثمامہ بن اُثال ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔“ آپ ﷺ نے قیدی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔ پھر آپ واپس گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے کہا کہ ”تمہارے پاس جو بھی کھانا ہو، اسے جمع کر کے ثمامہ بن اُثال کے پاس بھیج دو۔“ پھر آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ”میری اُونٹنی کا دُودھ صبح و شام دُوہ کر اس کو پیش کیا جائے۔“ پھر آپ ثمامہ کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے خیال سے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا کہ ”ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ تم ہماری طرف سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟“
”میں آپ کے متعلق اچھا گمان اور آپ سے اچھے برتاؤ کی اُمید رکھتا ہوں لیکن اگر آپ میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کرائیں گے جو قتل کا مجرم ہے، اور اگر احسان کر کے مجھے چھوڑ دیں تو ایک احسان شناس کو اپنا ممنون کرم پائیں گے اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو وہ بھی فرمایئے، جتنا مال چاہیں گے، دیا جائے گا۔“ اس نے جواب دیا۔
اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ کو اس کے حال پر چھوڑا اور دو روز تک اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس دوران اس کے پاس حسب معمول کھانے پینے کی چیزیں اور اُونٹنی کا دُودھ برابر پہنچتا رہا۔ دو دن بعد رسول اللہ ﷺ پھر اس کے پاس تشریف لائے اور وہی سوال کیا۔ ”ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے تم ہم سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟“
اس نے جواب دیا۔ ”میرے پاس کہنے کی وہی باتیں ہیں جو اس سے پہلے میں کہہ چکا ہوں، اگر آپ میرے اُوپر احسان کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو اس کی قدر پہچانتا ہے اور اگر میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ کا یہ فیصلہ حق بجانب ہوگا کیونکہ میں آپ کے آدمیوں کو قتل کر کے اس کا مستحق قرار پا چکا ہوں اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو بتایئے، جو چاہیں گے آپ کو پیش کیا جائے گا۔“ اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس سے مزید کچھ نہیں کہا بلکہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ اگلے روز آپ ﷺ پھر اس کے پاس گئے اور پھر وہی سوال دہرایا۔ ”ثمامہ! تم کو ہماری طرف سے کس طرح کے برتاؤ کی اُمید ہے؟“ اور اس نے بھی حسب سابق وہی جواب دیا۔ ”اگر آپ میرے اُوپر احسان کرتے ہیں تو ایک احسان شناس شخص پر احسان کریں گے اور مجھے قتل کرا دیتے ہیں تو میں اس کا مستحق ہوں، اور اگر آپ کو مال کی ضرورت ہو تو فرمایئے آپ کا مطلوبہ مال میں آپ کو پیش کر دوں۔“
اس سوال و جواب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ثمامہ کو رہا کر دو۔“ اور حسب ارشاد اس کی زنجیریں کھول دیں گئیں۔ رہائی پا کر ثمامہ مسجد سے نکلا اور مدینے کے باہر بقیع کے قریب واقع کھجوروں کے ایک باغ میں گیا جس میں کنواں تھا، اپنی سواری کو اسی کنویں کے پاس بٹھا کر اس کے پانی سے خوب اچھی طرح غسل کیا اور پاک صاف ہو کر پھر اسی راستے سے چل کر مسجد میں واپس آ گیا، اس نے مسجد میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے قریب پہنچ کر باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ”اے محمد! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہ تھا مگر اب یہ مجھے ہر چہرے سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کی قسم! آپ کے دین سے زیادہ قابل نفرت میرے نزدیک کوئی دین نہ تھا، لیکن اب یہ مجھے تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ میرے نزدیک کوئی دوسرا شہر نہیں تھا مگر اب آپ کا یہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ پسند ہے۔“
تھوڑی دیر رُک کر پھر بولے۔ ”میں نے آپ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کیا ہے، اس کی تلافی کے لئے آپ میرے اُوپر کیا عائد کرتے ہیں؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ثمامہ! اس سلسلے میں تمہارے اُوپر نہ قصاص ہے نہ دیت کیونکہ اسلام نے تمہاری تمام سابقہ زیادتیوں

اور غلط کاریوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے اسلام لانے کی وجہ سے جنت کی خوشخبری دی، ان کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا۔ کہنے لگے کہ ''اللہ کی قسم! میں نے آپ کے جتنے صحابہ کو قتل کیا ہے اس سے کئی گنا تعداد میں مشرکین کو قتل کروں گا اور اپنی ذات کو، اپنی تلوار کو اور اُن لوگوں کو جو میرے ماتحت اور ہم نوا ہیں، آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت وتائید کے لئے وقف کرتا ہوں۔''

قدرے توقف کے بعد پھر کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا تھا جب میں عمرہ کی نیت سے نکلا تھا تو آپ کے خیال میں اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم مکہ جا کر عمرہ ادا کرلو۔ مگر یہ عمرہ اب تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کے مطابق ادا کرو گے۔'' پھر آپ ﷺ نے مناسک حج اور افعال عمرہ کی تعلیم دی۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب بطن مکہ میں پہنچے تو وہیں کھڑے ہو کر بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا:

''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ''

''میں حاضر ہوں، خدایا! میں ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، بیشک ساری تعریفیں اور تمام نعمتیں تیرے لئے ہیں اور اقتدار تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

وہ دُنیا کے سب سے پہلے مسلمان تھے جو تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے قریش کے لوگ ناگہانی اور غیر متوقع آواز کو سن کر سہم گئے اور غضب ناک ہو کر دوڑے، انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کرلیں اور آواز کی طرف لپکے تاکہ اس شخص پر ٹوٹ پڑیں جوان کے کچھار میں گھس آیا تھا۔ وہ لوگ ثمامہ کی طرف بڑھے تو انہوں نے تلبیہ کی آواز اور تیز کر دی۔ وہ ان کی طرف نہایت لاپرواہی اور بے خوفی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی جوان نے تیر چلا کر ان کو شہید کرنا چاہا مگر دوسروں نے اس کو یہ کہتے ہوئے ایسا کرنے سے روک دیا کہ ''تیرا برا ہو، جانتا ہے یہ کون ہے؟ یہ یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اُثال ہے۔ اگر تم نے اس کو کوئی نقصان پہنچایا تو اس کے قبیلے والے ہمارے یہاں غلے کی برآمد روک کر ہم کو بھوکوں مار دیں گے۔'' پھر وہ لوگ اپنی تلواریں میان میں کر کے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور ان سے بولے: ''ثمامہ! یہ تم کو کیا ہوگیا ہے؟ کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟ اور تم نے اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا ہے؟''

''نہیں! میں بے دین نہیں ہوا ہوں، بلکہ میں نے سب سے اچھے دین محمد ﷺ کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے۔'' حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اس کے بعد انہوں نے کہا: ''اس گھر والے کی قسم! میرے واپس جانے کے بعد یمامہ کے گیہوں کا ایک دانہ اور وہاں کی پیداوار کا کوئی حصہ اس وقت تک تمہارے یہاں نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ تم سب کے سب محمد ﷺ کا اتباع نہ اختیار کرلو۔''

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے قریش کی آنکھوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمرہ کے ارکان ادا کئے، انہوں نے غیر اللہ اور بتوں کے لئے نہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے قربانی کے جانور ذبح کئے اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ واپس آ کر انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو قریش کے یہاں غلے کی سپلائی روک دینے کا حکم دیا، قبیلہ والوں نے ان کے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل مکہ کے یہاں اپنی پیداوار کی سپلائی بند کر دی۔

اقتصادی پابندی جو ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نے قریش کے خلاف لگائی تھی، بتدریج سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی، اس کے نتیجے میں غلے کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، لوگوں میں فاقہ کشی عام ہوگئی اور ان کی تکلیف اور پریشانی زیادہ بڑھ گئی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کو اپنے اور بال بچوں کی بھوک سے مر جانے کا شدید خطرہ لاحق ہوگیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا۔

ہم آپ کے متعلق پہلے سے یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کی تاکید کرتے ہیں مگر اس وقت ہم جس صورتِ حال کا سامنا کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ قطع رحمی کا طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے، آپ نے ہمارے باپوں کو تلوار سے قتل کیا، اور بیٹوں کو بھوکوں مار رہے ہیں۔ ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نے غلے کی برآمد پر پابندی لگا کر ہمیں سخت تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو لکھ دیں کہ وہ غلہ وغیرہ پر عائد پابندی ختم کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثمامہ کو لکھ دیا کہ وہ قریش کے خلاف پیداوار کی برآمد کی لگائی ہوئی بندش ختم کر دیں، چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق وہ پابندی اُٹھالی اور قریش کے یہاں کی سپلائی جاری کر دی۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنے دین کے وفادار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے عہد کے پابند رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اہل عرب اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ کے دین سے نکلنے لگے اور مسیلمہ کذاب نے بنوحنفیہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے انہیں اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دینی شروع کی تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے ڈٹ گئے، انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ ''بنوحنفیہ کے لوگو! خبردار اس گمراہ کن دعوت کو ہرگز قبول نہ کرنا جس میں نورِ ہدایت کا دُور دُور تک پتا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ شقاوت و بدبختی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان لوگوں پر مسلط کیا ہے جو اسے اختیار کریں، اور زبردست امتحان و آزمائش ہے، ان لوگوں کے لئے جو اس سے انکار کریں۔'' انہوں نے مزید فرمایا: ''بنوحنفیہ والو! ایک وقت میں دو نبی نہیں ہو سکتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، نہ ان کی نبوت میں کسی کو شریک کیا گیا ہے۔''

''حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ'' (سورۃ المؤمن: آیت ۳۱)

''حا، میم، اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے، جو زبردست ہے۔ سب کچھ جاننے والا گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

پھر فرمایا کہ کہاں اللہ کا یہ عظیم کلام اور کہاں مسیلمہ کذاب کا قول:

''يَاضِفْدَعَ نَقِّيْ مَاتَنْقِيْنَ لَا الشَّرَابَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ''

''اے مینڈک! تم جتنا چاہو ٹرٹر کرتے رہو، اپنی اس ٹرٹر سے نہ تم پانی پینے سے روک سکتے ہو، نہ پانی کو گدلا کر سکتے ہو۔''

پھر وہ اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو لے کر الگ ہو گئے جو اسلام پر ثابت قدم رہ گئے تھے اور راہِ خدا میں جہاد اور اس کے دین کو زمین پر غالب کرنے کے لئے مرتدین کے ساتھ جنگ و قتال میں مشغول ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے اور اس جنت سے نوازے جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔ اور ہم کو بھی جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین!

﴿۲۷﴾ پوشیدہ قرضہ ادا کر دیجئے جس حور سے چاہیں نکاح کر لیجئے اور جس دروازے سے چاہیں جنت میں داخل ہو جائیے

ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کسی حورِ جنت سے چاہے نکاح کر لے۔

① جو اپنے قاتل کو معاف کر دے۔ ② پوشیدہ قرض ادا کر دے۔

(۳) ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ......الخ کو پڑھ لے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ! جوان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۲۸﴾ مسلمان رسم ورواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے

آج کل کے مشینی دور کا عام انسان خود بھی ایک مشین کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ کام کاج کی زیادتی اور معاشی و معاشرتی پریشانیوں نے اسے اُلجھا رکھا ہے۔ پُرآسائش زندگی کے باوجود اسے وسائل اور اطمینانِ قلب کی کمی کا شکوہ رہتا ہے۔ ایک طرف مادی ترقی نے اسے اپنی ذات کے خول میں بند کر دیا ہے، دوسری طرف سائنسی علوم نے عقل کو اس قدر مسحور کر رکھا ہے کہ دینی علوم کی اہمیت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے، اپنی زبان سے ''دین و دُنیا برابر'' کا نعرہ لگانے والے بھی عملاً دُنیا دارانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رسم و رواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مسلمان نوجوان فرنگی تہذیب کے اس قدر دلدادہ بن چکے ہیں کہ لباس و طعام اور نشست و برخاست میں فرنگی طور طریقوں کو اپنا ناروشن خیالی کی علامت سمجھتے ہیں۔ کفر و الحاد نے مسلمان معاشرے پر اپنے مکروہ سائے ڈالنے شروع کر دیئے ہیں۔ جبکہ جدید تعلیم نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے　　لب خندہ سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم　　کیا پتا تھا کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

آج کل کے مسلمان بچے ماں باپ کی گود سے ہی انگریزی زبان کے الفاظ اس طرح سیکھ رہے ہیں جس طرح ماضی میں کلمہ طیبہ اور قرآنِ مجید کی آیتیں سیکھا کرتے تھے۔ جب بچے کی اُٹھان ہی ایسی ہی تو کیا گلہ اور کیا شکوہ کہ بچہ بڑا ہو کر ماں باپ کا نافرمان بنتا ہے۔

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی　　دُودھ ڈبوں کا ہے اور تعلیم ہے سرکار کی

بعض عورتوں کا تو یہ نظریہ ہوتا ہے کہ بچہ بڑا ہو کر خود بخود سنور جائے گا، لہٰذا بچہ کی بری حرکات و سکنات دیکھ کر خود تھوڑا بہت ڈانٹ لیتی ہیں، باپ کو روک ٹوک نہیں کرنے دیتیں۔ حالانکہ بچپن کی بگڑی عادتیں جوانی میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ بچہ سیال فولاد کی طرح بچپن میں جس سانچے میں ڈھل جائے ساری عمر اسی طرح رہتا ہے۔ رہی سہی کسر کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم پورا کر دیتی ہے جس سے نوجوان طبقہ ''مان کر چلنے'' کے بجائے ''منوا کر چلنے'' کا عادی ہو جاتا ہے، اب اگر انہیں روک ٹوک کی جائے تو یہ ماں کو دقیانوسی سمجھتے ہیں اور باپ سے یوں نفرت کرتے ہیں جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں　　جن کو پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اکثر نوجوان جب یونیورسٹیوں کی تعلیم پا کر نکلتے ہیں تو دین کے ہر مسئلے کو عقل کی ترازو پر تولنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا ہوتا ہے۔ پھر اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرونِ ملک جانے کا موقع مل جائے تو عموماً ''ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' (اندھیرے در اندھیرے) والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ایسے حضرات کو اپنی اصلاح کے بجائے دین کی اصلاح کی فکر زیادہ ہوتی ہے۔ میاں بیوی خود دین کے مطابق ڈھلنے کے بجائے دین کو اپنی مرضی و سہولت کے مطابق ڈھالتے رہتے ہیں۔

خدا کے فضل سے میاں بیوی دونوں مہذب میں　　انہیں غصہ نہیں آتا انہیں غیرت نہیں آتی

دین کی سچی محبت رکھنے والے حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی اولاد کی اچھی تربیت کیسے ہو؟ جن گھروں میں اولاد کی تربیت کے لئے کوششیں ہو بھی رہی ہیں وہاں خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہو رہے۔ انہیں بھی علمی تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

﴿۲۹﴾ برش، منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کا ثواب نہیں ملے گا

خیال رہے کہ جہاں تک نظافت اور دانتوں کی صفائی اور ستھرائی کا حکم ہے وہاں تک دانتوں کی صفائی کے لئے کوئی چیز بھی استعمال کرے، نظافت اور صفائی کا حصول ہو جائے گا اور عام نظافت اور صفائی کے حکم کی تعمیل کا نیت کے پائے جانے پر ثواب مل جائے گا۔ مگر مسواک کی جو فضیلت ہے اس سے نماز کا ثواب ۷۰۔۷۵ گنا بڑھ جاتا ہے، یہ فضیلت اور اُخروی ثواب احادیث میں مسواک کی قید سے مقید ہونے کی وجہ سے اسی سے متعلق رہے گا۔ اسی طرح مسواک کے جو بنیادی طبی فوائد ہیں، وہ منجن و ٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جائیں گے۔

اس دور میں خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں اور نئی عمر اور نئے ذہن والے لوگوں میں برش اور پیس ﷺ رائج ہے، اس سے وہ دُنیاوی صفائی و نظافت تو حاصل کرلیں گے مگر مسواک کی سنت اور اس کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ افسوس کہ اب تو مدارس کے ماحول نے بھی مسواک کے بجائے ٹوتھ پیس ﷺ کو اختیار کرلیا ہے۔ اسلام کے طور اور طریقہ کو چھوڑ کر مغربیت پر فدا ہو رہے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ممنوع ہے مگر سنت کے ثواب سے محروم اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے طریق سے تو ہٹ کر ہے۔ کتب فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: ''جب مسواک کی موجودگی میں اُنگلیاں جن کے لئے آنحضرت ﷺ کا عمل اور قول ثابت ہے، مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔ اس لئے کہ سنت درخت کی مسواک ہے۔''

(توضیح المسائل، صفحہ ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح فضائل مسواک میں آیا ہے:

''منجن کا استعمال جائز ہے۔ لیکن محض منجن پر اکتفا کرلینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔'' (صفحہ ۷۳)

سعادیہ میں حاشیہ ہدایہ جونفوری کے حوالہ سے ہے کہ ''اُنگلیوں سے ملنا مسواک ملنے اور پائے جانے کی صورت میں سنت ادا کرنے والا نہ ہوگا۔'' (صفحہ ۱۱۷)

ان اکابر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نظافت اور صفائی اور چیز ہے، سنت کا ثواب اور چیز ہے۔ منجن اور پیسٹ کے استعمال سے عام صفائی و پاکیزگی حاصل ہو جائے گی مگر مسواک کا ثواب نہ ملے گا۔ لہٰذا سنت کے ثواب اور اس کی تاکید و ترغیب کے پیش نظر اُمت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ مسواک کی سنت کو ترک نہ کریں۔ منجن اور پیسٹ کے علاوہ خصوصاً نماز کے اوقات میں مسواک کا اہتمام رکھیں تا کہ نبیوں والا طریقہ ماحول میں رائج ہو۔

﴿۳۰﴾ مسواک کرتے وقت یہ نیت کیجئے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ ''اللہ کے ذکر اور تلاوت کے لئے منہ صاف کرتا ہوں۔'' اس کی شرح احیاء میں ہے کہ محض ازالہ گندگی کی نیت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ یعنی صفائی کی نیت کے ساتھ ذکر و تلاوت کی نیت کرے تا کہ اس کا بھی ثواب ملے۔ (اتحاف السادہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۸)

﴿۳۱﴾ مسواک کرنے کا مسنون طریقہ

علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک دانت کے اُوپری حصہ اور نچلے حصہ اور تالو پر ملے اور مسواک ملنے میں دائیں جانب پہلے کرے پھر بائیں جانب کم از کم تین بار اُوپر کے دانتوں کو اسی طرح تین بار نیچے کے دانتوں کو ملے، مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑ کر لمبائی اور چوڑائی دونوں میں کرے۔

طحطاوی علی المراقی میں طریقۂ مسواک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دانت کے اندرونی حصہ اور دانت کے باہری حصہ دونوں جانب کرے اور منہ کے اُوپری حصہ میں بھی ہے۔ (طحاوی علی المراقی، صفحہ ۳۸)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک دانتوں کے باہری حصہ پر گھما گھما کر کرے اور چوڑے دانت کے اُوپری حصہ کے اور دونوں دانتوں کے جوڑ میں بھی کرے۔ (شامی، جلد۱، صفحہ ۱۱۴)

﴿۳۲﴾ مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی اُنگلی) کو مسواک کے نیچے کرے اور بنصر (اس کی بغل والی) اور سبابہ یعنی انگشت شہادت مسواک کے اُوپر رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے، اور مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ (عن ابن مسعود: السعایہ، صفحہ ۱۱۹، عمدۃ القاری، جلد ۳، صفحہ ۱۷۵)

﴿۳۳﴾ مسواک کی موٹائی کتنی ہو؟

مسواک کی موٹائی چھوٹی اُنگلی کے برابر ہو۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۸ عمدۃ القاری، صفحہ ۱۸۵)

مطلب یہ ہے کہ ایسی ہو کہ سہولت سے چبا جائے اور نرم ہو۔ اگر اس سے موٹا ملے تو نہ چھوڑے، لے لے کہ اسے بھی کیا جاسکتا ہے۔

﴿۳۴﴾ مسواک کی لمبائی کتنی ہو؟

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سوار ہو جاتا ہے، ہاں مسواک کرتے وقت چھوٹا ہو جائے کوئی حرج نہیں۔

(السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

﴿۳۵﴾ مسواک کو بچھا کر نہ رکھئے بلکہ کھڑی کر کے رکھئے جنون سے حفاظت ہوگی

مسواک کو بچھا کر نہ رکھئے، بلکہ کھڑی کر کے رکھیں۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹، الشامی، صفحہ ۱۱۵)

مسواک کو دھو کر رکھے اور پھر کرتے وقت دھوئے۔ مسواک زمین پر نہ رکھے کہ جنون کا اندیشہ ہے، بلکہ طاق یا کسی اور اُونچے مقام، دیوار وغیرہ پر کھڑی رکھئے۔ (شامی جلد۱، صفحہ: ۱۱۵)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مسواک کو زمین پر رکھنے کی وجہ سے مجنون ہو جائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے کہ یہ خود اس کی اپنی غلطی ہے۔

﴿۳۶﴾ مسواک کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھئے ورنہ کئی بیماریوں کا اندیشہ ہے

مسواک کو مٹھی میں پکڑ کر نہ کرے اس سے مرض بواسیر پیدا ہوتا ہے۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

مسواک لیٹ کر نہ کرے کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔ (طحطاوی، صفحہ ۳۸)

مسواک کو چوسے نہیں کہ اس سے نابینائی، اندھاپن آتا ہے۔ ہاں مگر مسواک نئی ہو تو پہلی مرتبہ صرف چوسا جاسکتا ہے۔

(السعایہ، صفحہ ۱۹۹)

پہلی مرتبہ نئی مسواک کو چوسنا جذام اور برص کو دفعہ کرتا ہے۔ موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے، اس کے بعد چوسنا نسیان پیدا کرتا ہے۔ (اتحاف السادہ، صفحہ ۵۳۱، شامی جلد۱، صفحہ ۱۱۵)

﴿۳۷﴾ بلا اجازت دوسرے کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے

مسواک کرنے سے پہلے بھی دھوئے اور کرنے کے بعد دھو کر رکھے، ورنہ شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔ (طحطاوی، صفحہ ۳۷)
مسواک کو ہمیشہ اپنے پاس جیب وغیرہ میں رکھنا بہتر ہے، تاکہ جب جہاں نماز وضو کا موقع ہو مسواک کی فضیلت کے ساتھ ہو۔
(فضائل مسواک، صفحہ ۷۹)

﴿۳۸﴾ دینداروں کے ساتھ دُشمنی نہ رکھئے

ہم کسی مؤذن یا کسی خادم مسجد سے خواہ دربان ہو، صفائی کرنے والا ہو یا غسل خانوں کو صاف کرنے والا ہو کبھی دُشمنی پیدا نہ کریں۔ خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرضِ منصبی کو محض ثواب سمجھ کر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں تب تو اور زیادہ ان کا احترام کرنا چاہئے، اور یہ ادب اگرچہ سب مسلمانوں کے لئے ہے لیکن ان کی خاص رعایت کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت نہ کریں، وہ اللہ کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ مرتبہ مؤذن کا ہے کیونکہ وہ اکثر صبح کی اذان کے لئے صبح صادق سے پہلے جاگ اُٹھتا ہے اور پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربارِ خاص میں حاضر ہوتا ہے۔

﴿۳۹﴾ نفس کے باریک باریک دھوکوں سے بچئے

جب تک اپنے نفس کے باریک باریک دھوکوں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کرلیں اس وقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطع تعلقی تو خواہش نفس کی وجہ سے ہوتی ہے اور نفس یہ سمجھتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں اور اس پر بہت سے دلائل بھی باندھتا ہے، اگر ہم اس بات پر غور کرلیا کریں کہ قطع تعلقی کے گناہ کی وجہ سے ہمارا کوئی عمل آسمان تک نہیں پہنچے گا تو ہرگز قطع تعلقی میں جلدی نہ کریں گے۔

﴿۴۰﴾ مخالف کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیجئے

جو شخص بھی ہمارا مخالف ہو اور ہماری بدخواہی میں لگا رہتا ہو، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی خیر خواہی اور احسان وسلوک کا معاملہ کرتے رہیں، ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ کر رہا ہے جیسے ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے الطاف واحسانات منقطع نہیں ہوتے، ایسا ہی معاملہ ہمیں اس کی مخلوق کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف بلانے والا ہو اس پر یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج نرمی اور حکمت سے کرے اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آتا رہے کیونکہ وہ راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے نفرت ہوگئی جو میرے پاس رہتے تھے اور میں نے ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا تو اسی رات مجھے سیّد علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صبر کرتے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت ان کی خبر گیری کرتے رہو۔ اس شخص کی طرح نہ بنو جس کی بکریاں دُشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور غصہ میں ان کو جنگل میں بھیڑیئے کے واسطے چھوڑ آیا کہ وہ ان کو پھاڑ کھائے۔

جب کوئی ظالم ہمارے اُوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذرا

سی راکھ اس پر ڈال کر اس سے صلح کر لی جائے تو اس کے خوش ہونے کا مقام ہے کہ بڑی بلا آنے سے نجات ملی اور تھوڑی سی ہی پر ٹل گئی۔

جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کر دیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور جب وہ ہم کو اپنے بندوں میں رُسوا کریں تو یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے راضی رہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کسی حکمت کاملہ ہی کی وجہ سے کیا ہے، جس پر ہم جیسوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ پس ہم کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنی چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق پر ہمارے عیبوں کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ وہ ہم کو ان سے مطلع کر دیں تا کہ ہم ان سے باز رہیں، آئندہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں۔ کیونکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب کسی عیب کے ساتھ لوگوں میں اس کی تنقیص ہونے لگتی ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن کو اس سے بچا لیتا ہے۔

پھر اس صورت میں دوسروں کو ملامت ہرگز نہیں کرنی چاہئے کیونکہ حقیقت میں ملامت کے قابل ہم ہی ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کیا جو کہ بدنامی اور پردہ دری کا سبب بن گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کی نگہداشت رکھتے اور اس سے پوری طرح شرماتے تو ہرگز تنہائی میں کوئی گناہ نہ کرتے، پھر جب ہم اس بات سے نہ رُکے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال کو جانتے ہیں تو اس نے مخلوق کو ہمارے حال کی خبر کر دی کہ ان عیبوں سے ہم باز آ جائیں اور اس میں منجانب اللہ ہمارے لئے بہت بڑی دھمکی ہے کہ ہمیں مخلوق کی تو پرواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔

﴿۴۱﴾ حکیم ترمذی کا عجیب خواب

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دُنیا کی بھی حکمت دی تھی۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے۔ آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو حسن و جمال اتنا دیا تھا کہ دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ ربّ العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت تامہ عطا کر رکھی تھی۔ آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ بڑی حسینہ و جمیلہ تھی۔ کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں، بڑی مدت سے موقع کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے، آپ میری خواہش پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوفِ خدا غالب ہوا تو رو پڑے۔ آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی۔ وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول گئے۔

جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلّے پر بیٹھے تھے، ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے، اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی، اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہوں گا، اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حالت میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا، میرے محبوب! جب جوانی کا وقت تھا، جب شہوت کا دور تھا، جب قوت کا زمانہ تھا، جب اندھے پن کا وقت تھا، اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ نادم ہو کر چلی گئی، لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے، تو اے اللہ کے محبوب! میرے بال سفید ہو گئے، لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر لیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ میں اس لئے آج بہت پریشان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا

تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی، ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا۔ اب تیرا بڑھاپا آگیا ہے تو میرے زمانے سے دُوری ہوگئی ہے، اس لئے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہوگیا تھا۔''

﴿۴۲﴾ گھر میں داخل ہو کر سورۃ الاخلاص پڑھ لیجئے انشاءاللہ روزی میں برکت ہوگی

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ الاخلاص کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دُور کر دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۴۳﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک کا انتقال کیسے ہوا؟

استاذ المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث پاک پڑھنے والے ہزاروں طلبا ہوتے تھے۔ مُکَبِّر جیسے نماز میں آگے تکبیر کہتے ہیں اسی طرح لوگ ان سے حدیث پاک آگے نقل کرتے تھے۔ ایک مجمع میں انمُکَبِّرِین کی تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) تھی۔ مجمع کا اندازہ آپ خود لگالیں۔ ایک مجمع میں دواتوں کو گنا گیا تو اس مجمع میں چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) دواتیں تھیں۔ اتنے بڑے مجمع میں وہ حدیث پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ جب ان کے آخری لمحات آئے، بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور کیفیت بدل رہی تھی۔ اسی اثناء میں اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے اُٹھا کر نیچے زمین پر لٹادو۔ شاگرد حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ اس وقت چپس کے فرش نہیں ہوتے تھے، فقط مٹی ہوتی تھی۔ پھر فرمایا، مجھے اُٹھاؤ اور زمین پر لٹادو۔ شاگردوں نے حکم کی تعمیل کی اور مٹی پر لٹادیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وقت کے اتنے بڑے شیخ اپنے رُخسار کو زمین پر ملنے لگے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! تو عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ میرے دوستو! جن کی زندگی حدیث پاک کی خدمت میں گزری، جب وہ اپنے آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح عاجزی کرتے تھے تو ہمیں بھی عاجزی و انکساری کرنی چاہئے، کیونکہ ہمارے پاس تو عمل بھی نہیں ہے۔ ہم واقعی قابل رحم ہیں، اللہ ربّ العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین!

﴿۴۴﴾ جو حال آدمی کو اللہ سے قریب کر دے وہ اچھا حال ہے

صحابہ کرام کی اس بات پر بڑی نظر ہوتی تھی کہ ہمارے اُوپر غم اور پریشانیاں آرہی ہیں یا نہیں۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت سمجھتے تھے، بھوک اور فاقہ آتا تھا تو وہ خوش ہوتے تھے کہ فاقے وہ نعمتیں ہیں جو پروردگارِ عالم اپنے پیاروں کو عطا کیا کرتے ہیں۔ غم اور پریشانی پر خوش ہوتے تھے کہ پروردگار نے ہمیں اپنا سمجھا ہے اس لئے یہ پریشانی بھیجی ہے۔

ایک صحابیہ کا واقعہ ہے کہ گھر کے اندر لیٹی ہوئی تھیں میاں نے کہا کہ مجھے پانی لادے۔ کہنے لگی کہ بہت اچھا وہ گئیں اور پانی کا پیالہ لے کر آگئیں۔ مگر رات کا وقت تھا میاں کو نیند آگئی۔ اب یہ اللہ کی بندی پانی کا پیالہ لے کر انتظار میں کھڑی رہی کہ میاں کی آنکھ کھلے گی تو میں انہیں پانی کا پیالہ پیش کردوں گی۔ جب صبح کا وقت ہونے لگا تو ان کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے دیکھا کہ بیوی پانی کا پیالہ لے کر ان کے انتظار میں کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے کہ اچھا! میں تجھ سے اتنا خوش ہوں کہ تو آج جو بھی مطالبہ کرے گی میں تیرے اس مطالبے کو پورا کردوں گا۔ بیوی نے کہا: اچھا! پھر میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجئے۔ اب پریشان ہوئے کہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت کرنے والی، اتنی وفادار، اتنی نیک بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور قول بھی میں دے بیٹھا ہوں۔ پوچھنے لگے کہ طلاق کیوں چاہتی ہے؟ بیوی نے کہا کہ آپ نے خود ہی کہا ہے جو مطالبہ کرے گی میں پورا کروں گا۔ اب اپنے قول کو نبھایئے اور مجھے طلاق دے دیجئے۔ فرمانے لگے، صبح کو ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس جائیں گے اور اپنا مسئلہ پیش کریں گے، کہنے لگی: بہت اچھا! فجر کی نماز کے بعد چل پڑے۔ ابھی راستے میں جا رہے تھے کہ خاوند کا پاؤں کسی پتھر سے اٹکا اور وہ نیچے گر گیا۔ اس کے بدن سے کچھ خون نکلا، بیوی

نے فوراً دوپٹہ پھاڑا اور اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھی اور کہنے لگی کہ نہیں اب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب مجھے آپ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہوئی، طلاق مانگی تھی تو بھی میری سمجھ میں بات نہ آئی۔ جب مطالبہ چھوڑ دیا تو بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی، اصل بات کیا ہے؟ بیوی نے کہا، گھر چلیں وہاں بتاؤں گی۔ جب گھر پہنچے تو خاوند نے بیٹھتے ہی کہا کہ بتائیے، اصل بات کیا تھی؟ کہنے لگی: آپ نے ہی تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث سنائی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتے ہیں تو پریشانیاں اس کی طرف یوں دوڑتی ہیں جس طرح پانی اُونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف جاتا ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں، کتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزار چکی ہوں۔ میں نے آپ کے گھر میں دولت دیکھی، سکھ دیکھا، آرام دیکھا خوشیاں دیکھیں مگر میں نے آپ کے گھر میں کبھی غم اور پریشانی نہیں دیکھی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے دل میں نفاق ہو جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اپنے پیاروں جیسا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ میرے آقا ﷺ کی حدیث سچی ہے جو کچھ دیکھ رہی ہوں یہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا تم سے طلاق لے لوں۔ لیکن جب راستے میں جاتے ہوئے آپ کو زخم لگا، پریشانی آئی تو میں نے فوراً سمجھ لیا کہ آپ کے ایمان میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں ساری زندگی آپ کی بیوی بن کر آپ کی خدمت کروں گی۔

﴿۴۵﴾ مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

بھرے بازار میں کتے، بلی اور خنزیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیانات میں ایک عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ بازار جا رہا تھا۔ وہاں مجھے ایک مجذوب نظر آئے، میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پہچان کر پوچھا، احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟ میں نے حیران ہو کر بھرے بازار کی طرف اشارہ کر کے کہا، حضرت! یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ جب یہ کہا تو انہوں نے حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا اور حسرت بھرے لہجے میں کہا، یہ سب انسان ہیں؟ ان کی توجہ کی تاثیر ایسی تھی کہ جب میری نگاہ مجمع پر دوبارہ پڑی تو مجھے بازار میں کتے، بلی اور خنزیر چلتے ہوئے نظر آئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ مجذوب جا چکے تھے۔ یہ واقعہ اپنے بیانات میں سنا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

مالک تو سب کا ایک ، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

جی ہاں! لاکھوں میں سے کوئی ہی ہوگا جو سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو پروردگار کے حوالے کر دے اور کہہ دے کہ اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے حکموں کے مطابق میری آئندہ زندگی گزرے گی۔ اس کو کہتے ہیں: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً ''تم پورے کے پورے سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔'' مگر میرے دوستو! ہم تو اپنی مرضی کے مالک بنے پھرتے ہیں۔ ہم دوستوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم کام تو وہ کریں گے جس کے لئے ہمارا دل کہے گا اور پھر اللہ ربّ العزت کی طرف سے خاص رحمتیں بھی طلب کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ جب تک ہم اپنے آپ کو اللہ ربّ العزت کے سپرد نہیں کریں گے تب تک اللہ ربّ العزت کی طرف سے خاص رحمتیں نازل نہیں ہوں گی۔

﴿۴۶﴾ کتے کی دس صفات

حیوان اپنے مالک کا زیادہ وفادار ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے پروردگار کا اتنا وفادار نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کتے کے اندر دس صفات ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ ولی اللہ بن جائے۔ فرماتے ہیں کہ:

① کتے کے اندر قناعت ہوتی ہے جو مل جائے یہ اسی پر قناعت کر لیتا ہے، راضی ہو جاتا ہے، یہ قانعین یا صابرین کی علامت ہے۔
② کتا اکثر بھوکا رہتا ہے، یہ صالحین کی نشانی ہے۔
③ کوئی دوسرا کتا اس پر زور کی وجہ سے غالب آ جائے تو یہ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ راضیین کی علامت ہے۔
④ اس کا مالک اسے مارے بھی تو یہ اپنے مالک کو چھوڑ کر نہیں جاتا۔ یہ صادقین کی نشانی ہے۔
⑤ اگر اس کا مالک بیٹھا کھانا کھا رہا ہو تو یہ باوجود طاقت اور قوت کے اس سے کھانا نہیں چھینتا، دُور سے ہی بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہے۔ یہ مساکین کی علامت ہے۔
⑥ جب مالک اپنے گھر میں ہو تو یہ دُور جوتے کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ ادنیٰ جگہ پہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ متواضعین کی علامت ہے۔
⑦ اگر اس کا مالک اسے مارے اور یہ تھوڑی دیر کے لئے چلا جاتا ہے اور پھر مالک اسے دوبارہ ٹکڑا ڈال دے تو دوبارہ آ کر کھانا کھا لیتا ہے اس سے ناراض نہیں ہوتا، یہ خاشعین کی علامت ہے۔
⑧ دُنیا میں رہنے کے لئے اس کا اپنا کوئی گھر نہیں ہوتا، یہ متوکلین کی علامت ہے۔
⑨ رات کو یہ بہت کم سوتا ہے، یہ محبین کی علامت ہے۔
⑩ جب مرتا ہے تو اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔ یہ زاہدین کی علامت ہے۔

غور کریں کہ کیا ان صفات میں سے کوئی صفت ہم میں بھی موجود ہے؟

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

﴿۴۷﴾ گناہ کرنے کی چار وجوہات ہیں

عموماً گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام وجوہات کے جوابات قرآنِ مجید میں ارشاد فرما دیئے ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے گناہ کرتے وقت کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس کا جواب یوں دیا ہے: "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" کہ تیرا ربّ تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔" (سورۃ الفجر: آیت ۱۴) شکاری جب شکار پر اپنا نشانہ باندھتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے بہت ہی زیادہ متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ توجہ کی اس کیفیت کے ساتھ دیکھنے کو "مرصاد" کہتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اس قدر غور سے انسان کو دیکھ رہا ہے۔ دوسری وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جب تم تین ہوتے ہو تو وہ چوتھا ہوتا ہے: "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" کہ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔ (سورۃ الحدید: آیت ۴)

تیسری وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ میری حرکتوں کا کسی کو پتا نہیں چلا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" قنیہ وہ جانتا ہے تمہاری آنکھوں کی خیانت کو اور جو تمہارے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ (سورۃ مومن: آیت ۱۹)

چوتھی وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی یہ کہتا ہے کہ میں اگر یہ برائی کرتا بھی ہوں تو کوئی میرا کیا کر لے گا۔ جی ہاں! جب انسان باغی ہو جائے اور گناہ پر جرأت بڑھ جائے تو وہ بے شرم ہو کر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے۔ اللہ ربّ العزت اس کا بھی جواب دیتے ہیں۔ فرمایا: "اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ" اس پروردگار کی پکڑ بڑی دردناک اور بڑی شدید ہے۔ (سورۃ الھود: آیت ۱۰۲) "وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ" ایسے باندھے گا کہ تمہیں ایسے کوئی دوسرا باندھ نہیں سکتا۔ (سورۃ الفجر: آیت ۲۶) "فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ" میں پروردگار

وہ عذاب دوں گا کہ جہانوں میں کوئی دوسرا عذاب دے نہیں سکتا۔ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۵)

گناہ کرنے کی ان وجوہات کا جواب قرآنِ مجید میں دینے کی وجہ یہ تھی کہ انسان گناہوں سے بچ جائے اور اپنے پروردگار کا فرمانبردار بندہ بن جائے، شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گناہوں میں مست رکھے اور رحمٰن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان ظاہر ہو یا پوشیدہ جو بھی گناہ کرتا ہے اس کو چھوڑ دے۔ اب بندے کو چاہئے کہ اپنے پروردگار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گناہوں بھری زندگی کو چھوڑ دے اور نیکیوں والی زندگی کو اختیار کرے۔

﴿۴۸﴾ حضرت جنید بغدادی نبی کریم ﷺ کی قرابت کے واسطے کی خاطر بالقصد کشتی ہار گئے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔ بادشاہِ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔ سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا، نانِ شبینہ کو ترستا تھا، اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔ اس نے سوچا کہ جنید کو رستمِ زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے، مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں، اس لئے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کہہ سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔ وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

مقابلے کے لئے دن متعین کر دیا گیا، بادشاہِ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لئے آیا، جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سیّد صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستم زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ میں سادات میں سے ہوں، غریب ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے، آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا لیکن میری پریشانی دُور ہو جائے گی، اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی۔ جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی کریم ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیا تھا، یہ محبوب ﷺ کی نسبت تھی، جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب ﷺ کے ہاں عزت مل جائے، تو تیرے لئے یہی کافی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ان کو گرا لیا۔

بادشاہ نے کہا، نہیں کوئی وجہ بن گئی ہوگی لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی، جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا، بادشاہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی، حتیٰ کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرادوں، تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا۔ آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا، گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا، مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔ اس صفت کی وجہ سے جنید بغدادی بنے ہیں اور اللہ نے ان سے خوب دین کا کام لیا۔

﴿۴۹﴾ اللہ نے کہا: تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں

ایک آدمی کی بیوی سے کوئی غلطی ہو گئی، نقصان کر بیٹھی، اگر وہ چاہتا تو اسے سزا دے سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے کر گھر بھیج سکتا تھا، کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ تاہم اس آدمی نے یہ سوچا کہ میری بیوی نقصان تو کر بیٹھی ہے، چلو میں اس اللہ کی بندی کو معاف کر دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کی وفات ہو گئی، کسی کو خواب میں نظر آیا، خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ سناؤ! آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے

لگا کہ اللہ ربّ العزت نے میرے اُوپر مہربانی فرمادی۔ اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میری بیوی غلطی کر بیٹھی تھی، میں چاہتا تو سزا دے سکتا تھا، مگر میں نے اس کو اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا، جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

﴿۵۰﴾ خواب میں کھارا پانی اپنے کھیت میں دیکھنا اور اس کی تعبیر

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض ہے کہ میں خواب میں اپنے کھیت کا حال دیکھتا ہوں کہ وہ کھارے پانی سے بھرا ہوا ہے، تو میرے لئے اپنے کھیت کی یہ حالت نفع بخش ہے، یا ضرر رساں، برائے کرم جواب دے کر تشویش قلب کو دفع دیجئے۔ فقط والسلام!

جواب آپ کا اپنے کھیت کو اس حالت پر دیکھنا نقصاندہ ثابت ہوگا۔ کیونکہ کھارا پانی قابل زراعت نہیں ہے، لہٰذا کھیت سماوی آفات کا شکار ہوسکتا ہے، اب آپ برے خواب سے بچائے کے لئے سنتوں کا اہتمام لازم سمجھئے اور آیت "لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" پڑھنے کا اہتمام کیجئے اور ہمیشہ باوضو رہنے کا بھی اہتمام کیجئے۔

﴿۵۱﴾ حضرت عقبہ بن عامر کو حضور ﷺ کی بڑی عجیب نصیحت

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یارسول اللہ! مومن کی نجات کس عمل پر ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عقبہ! زبان تھامے رکھ، اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ۔ پھر دوبارہ جب حضور سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: عقبہ! کیا میں تمہیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اُتری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں بتاؤں۔ میں نے کہا: ہاں حضور! ضرور ارشاد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ پس آپ نے مجھے سورۃ الاخلاص اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بتائیں۔ دیکھو عقبہ! انہیں نہ بولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا۔ فرماتے ہیں کہ پھر نہ میں انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گزاری۔ میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے بہترین اعمال ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سن! جو تجھ سے کٹے تو اس سے جڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۵۲﴾ ''اللہ کا رنگ اختیار کرو'' اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض ہے کہ ''اللہ کا رنگ اختیار کرو'' اس کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۳۸)

''اللہ کا رنگ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ سے اچھا اور رنگ کس کا ہوگا۔''

جواب مذکورہ آیت سے دو چیزیں بتلانا مقصود ہے:

﴿۱﴾ نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید کرنا۔ ﴿۲﴾ علاماتِ ایمان کا مومن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہئے۔

① نصاریٰ کی یہ رسم جاری تھی کہ جو بچہ پیدا ہو اس کو ساتویں روز ایک رنگین پانی میں نہلاتے تھے اور بجائے ختنہ کے اسی نہلانے کو بچہ کی طہارت اور دین نصرانیت کا پختہ رنگ سمجھتے تھے۔ اس رسم کا نام ان کے یہاں بپتسمہ ہے۔ جو ان کے یہاں لازم تھا، جس کے بغیر وہ کسی کو پاک تصور نہیں کرتے تھے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ یہ پانی کا رنگ تو دُھل کر ختم ہو جاتا ہے، اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا، نیز ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے جو گندگی اور ناپاکی جسم میں رہتی ہے، اس سے بھی یہ رنگ نجات نہیں دیتا، اصل رنگ دین وایمان کا رنگ ہے، جو ظاہری اور باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے۔

② علاماتِ ایمان کا مومن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہئے۔ دین وایمان کو رنگ فرما کر اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جس طرح رنگ آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے مومن۔ کہ ایمان کی علامت اس کے چہرہ بشرہ اور تمام حرکات وسکنات، معاملات وعادات میں ظاہر ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم! (تفسیر مسجد نبوی، معارف القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶)

﴿۵۳﴾ سو (۱۰۰) بکھرے موتی پڑھ لیجئے

① ساتھیوں کو چاہئے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لئے اُٹھیں۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”رات کے آخری حصہ میں مرغ کا تجھ پر اُٹھنے میں سبقت لے جانا، تیرے لئے باعث ندامت ہے۔“

② رات کو اُٹھو اس لئے کہ عشاق رات کو راز ونیاز کرتے ہیں، دوست کے دروازے اور چھت کے اردگرد پرواز کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں، سوائے دوست کے دروازے کے جسے رات کو کھول دیتے ہیں۔

③ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کا معمول تھا کہ پہلے دوگانہ میں آیت الکرسی والا رکوع سورۃ البقرۃ کا آخری رکوع پڑھتے۔ پھر آٹھ رکعت میں دس دس آیات پڑھ کر سورۃ یٰسین مکمل کرتے۔ آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۃ الاخلاص پڑھتے۔ (حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی صحبت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے فیضان پایا آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں)۔

④ اللہ کے خزانہ میں چار چیزیں نہیں ہیں:

① عدم ② حاجت ③ عذر ④ گناہ

⑤ **سوال** استغفار پہلے پڑھیں یا درود شریف پہلے پڑھیں۔

جواب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ”استغفار پہلے پڑھے کہ درود شریف۔“ فرمایا کہ استغفار کی مثال کپڑے دھونے والے صابن کی سی ہے، جبکہ درود شریف کی مثال کپڑے پر لگانے والے عطر کی سی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کپڑے کو پہلے عطر لگائیں یا صابن سے دھوئیں؟ سائل نے عرض کیا: حضرت پہلے صابن سے دھونا چاہئے پھر عطر لگانا چاہئے۔ فرمایا: ”بس اسی طرح پہلے خوب نادم وشرمندہ ہو کر استغفار پڑھیں تا کہ دل دُھل جائے پھر محبت وعقیدت سے درود شریف پڑھیں تا کہ عطر لگے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو انگ انگ میں سما جائے۔“

⑥ ایک شخص نے رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس دُنیا کی برائی کا تذکرہ کیا۔ فرمایا ”آئندہ میرے پاس نہ آنا، تمہیں دُنیا سے بہت محبت ہے۔“

⑦ بعض لوگوں نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: فلاں جماعت شغل وطرب میں مشغول ہے، بددعا کریں۔ فرمایا: اللہ! جیسے تو نے انہیں دُنیا میں خوشیاں دیں، آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما۔

(۸) اگر کوئی اہل دُنیا کی تعظیم کرے تو کون سی عجیب بات ہے، لوگ تو سانپ اور بچھو کو دیکھ کر بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۹) **سوال** اسم اعظم کیا ہے؟

جواب دل غیر سے خالی اور پیٹ حرام سے خالی ہو تو ہر اسم ''اسم اعظم'' ہوتا ہے۔

(۱۰) لقمان حکیم نے فرمایا: ''میں چاند اور سورج کی روشنی میں پرورش پاتا رہا مگر دل کی روشنی سے بڑھ کر کسی کو سودمند نہ پایا۔

(۱۱) دل سیاہ ہو تو چمکتی آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

جس دل میں غم نہ ہو:

(۱۲) جس گھر میں آرائش نہ ہو بگڑ جاتا ہے، اسی طرح جس دل میں غم نہ ہو تو وہ بھی بگڑ جاتا ہے۔

دل ہنڈیا کے مانند ہے:

(۱۳) یحییٰ بن معاویہ نے فرمایا: ''دل ہنڈیا کے مانند ہے جبکہ زبان چمچہ کے مانند۔ چمچہ وہی نکالتا ہے جو ہنڈیا میں ہوتا ہے۔''

(۱۴) قیامت کے بازار میں سودے کی اتنی قیمت نہ ہوگی جتنا مومن کا دل خوش کرنے کی۔

(۱۵) نماز میں جی نہ لگنے کی وجہ ایسی ہے جیسے چمڑے کے کارخانے میں کام کرنے والا عطر کی دُکان پر جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

(۱۶) ایک تاجر نے تین سال روزے رکھے، گھر والے سمجھتے تھے، دن کا کھانا دُکان پر کھاتا ہوگا، دُکان والے سمجھتے تھے گھر سے کھا کر آتا ہوگا۔ کسی کو پتا نہ چلنے دیا، اسے اخلاص کہتے ہیں۔

(۱۷) جو عبادت دُنیا میں مزہ نہ دے گی وہ آخرت میں کیا جزا دے گی۔

ولی، گنہگار اور شیطان:

(۱۸) جو گناہ پر پچھتاتے اسے ولی سمجھو، جو پرواہ نہ کرے اسے گنہگار انسان سمجھو، جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

(۱۹) گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھو کہ کس کی نافرمانی کی جارہی ہے۔

سچ کو باہر مت چھوڑیئے:

(۲۰) اگر تم غلطیوں کو چھپانے کے لئے دروازے بند کرو گے تو سچ بھی باہر ہی رہ جائے گا۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بدی جو تمہیں رنجیدہ کرے اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں نازاں کرے۔

اخلاص کیا ہے؟

(۲۲) حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔

(۲۳) ساتھیوں کو چاہئے کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے تاکہ شکر کریں، اپنے گناہ یاد دلائے تاکہ توبہ کریں۔ نفس وشیطان کی عداوت یاد دلائے تاکہ بچ سکیں۔

(۲۴) ایک غافل نے کسی شیخ سے کہا کہ آپ کا مرید ریائی ذکر کرتا ہے۔ فرمایا: اس کے پاس ٹمٹماتا چراغ ہے، لہٰذا بخشش کی اُمید ہے، آپ کے پاس تو یہ بھی نہیں۔

(۲۵) جس نے معمولات میں پابندی حاصل کر لی اس پر رحمت ہوگئی۔ فرحت قلب اس کی لونڈی ہے جو خود بخود مل جائے گی۔

(۲۶) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص بیعت کی تمنا ظاہر کرے، میں اس کو اس لئے مرید کر لیتا ہوں کہ پیر کو

قیامت کے دن جہنم جاتا دیکھ کر مرید ترس کھائے گا۔ شاید اسی برکت سے بخشا جاؤں۔

٢٧ ایک شخص نے کسی بزرگ کو ہدیہ دے کر دُعا کر درخواست کی۔ فرمایا: ''ہدیہ واپس لے جاؤ، یہ دُعا کی دُکان نہیں ہے۔''

٢٨ شیخ گنہگار مرید کو یوں سمجھے جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگالی ہے، اگر دھوئے تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

٢٩ تقویٰ یہ ہے کہ روزِ محشر کوئی تمہارا گریبان نہ پکڑے۔

٣٠ ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ سلف صالحین نے اپنے علم وتقویٰ کے باوجود اس سے پناہ مانگی تھی۔

٣١ شیخ عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ گاہکوں کو کھوٹے سکوں کے بدلے میں بھی مال دے دیتے تھے، مرتے وقت دُعا مانگی کہ ''میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کئے، اے اللہ! تو میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرما۔''

٣٢ شیخ شہاب الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ دُعا مانگتے تھے کہ یا اللہ! مرتے وقت کوئی پاس نہ ہو، نہ اپنا نہ پرایا نہ ہی ملک الموت۔ بس میں اور تو۔

٣٣ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا یہ ہوتی تھی: ''اے اللہ! اگر میری مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت فرمادے۔''

٣٤ دُعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا ''اے اللہ! میں نے تو دُعا کی تھی مجھے نیک بنا، پس معذور سمجھا جائے گا۔

٣٥ جس سے حسد ہو اُس کے لئے بلندئ درجات کی دُعا کرنا حسد کا بہترین علاج ہے۔

٣٦ محنت ہمارے ہاتھ میں ہے، نصیب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہئے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

٣٧ بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے۔

جہنم میں ایک مصلّے کی جگہ:

٣٨ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیزادی کی قضا کے لئے کسی بزرگ سے سفارش کروائی، انہوں نے سفارشی رقعے میں لکھا: ''یہ مردِ صالح عالم فاضل ہے، جہنم میں ایک مصلے کی جگہ چاہتا ہے۔''

٣٩ جس طرح مخلوق کے لئے عمل کرنا ریا ہے، اسی طرح مخلوق کے لئے عمل ترک کرنا بھی ریا ہے۔

٤٠ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے بازاروں میں خرید وفروخت وہ کرے جو فقیہ ہو۔'' سبحان اللہ! سارے ملک کو درسگاہ بنادیا۔

٤١ نفس کی سرکشی کو توڑنا ''اِمَاطَةُ الْاَذیٰ عَنِ الطَّرِیْقِ'' میں داخل ہے۔

٤٢ آج عام روحانی مرض ہے: ''یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنَ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ'' ''کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا۔ یہ تو بڑا قسمت کا دھنی ہے۔'' (سورۃ القصص: آیت ٧٩)

٤٣ جس سے محبت ہو اس کا نام آئے تو نبض تیز ہوجاتی ہے، یہی معنیٰ ''وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ'' کا ہے۔ (سورۃ الانفال: آیت ٢)

٤٤ ''فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ وَاِنَّا لَهٗ کٰتِبُوْنَ'' (سورۃ الانبیاء: آیت ٩٤)
''پھر جو کچھ بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں کی جائے گی ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔''
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکیاں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ قربان جائیں اس عزت افزائی پر۔

٤٥ بغیر مصیبت کے کوئی نعمت چھن جائے تو بہتر ملتی ہے۔ ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا'' (سورۃ البقرۃ: آیت ١٠٦) اس کی دلیل ہے۔
''جس آیت کو ہم منسوخ کردیں یا بھلادیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں۔''

۴۶ کسی نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا: آپ بھوک کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: ''اگر فرعون بھوکا ہوتا تو "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" (سورۃ النازعات: آیت ۲۴) نہ کہتا۔

۴۷ علماء کا درسِ نظامی کا نصاب آٹھ سالہ ہوتا ہے۔ سند یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رہنے کا عہد آٹھ سالہ ہے لیکن تخصص کے لئے "فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ" (سورۃ القصص: آیت ۲۷) ہے۔

۴۸ بعض اسلاف کے چراغ کے تیل کا خرچہ زیادہ ہوتا تھا، اور کھانے کا خرچہ کم ہوتا تھا۔

۴۹ ایک مرتبہ شیخ الاسلام عزیز الدین بن السلام سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ چومئے۔ حضرت نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ وہ میرا ہاتھ چومے چہ جائیکہ میں اس کے ہاتھ چوموں۔''

۵۰ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہِ وقت نے بڑی جاگیر پیش کی تو فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کو "مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ" (سورۃ النساء: آیت ۷۷) کہا۔ اسی قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کو ملا ہے۔ اب اس میں سے بھی تھوڑا سا حصہ آپ مجھے دیں گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے بھی مجھے شرم آتی ہے۔

۵۱ ایک ککڑی بیچنے والے نے آواز لگائی: "عَشْرَةُ خِيَارٍ بِدَانِقٍ" (دس ککڑی ایک دانق کے بدلے میں) خیار عربی میں ککڑی کو کہتے ہیں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے چیخ ماری کہ جب دس خیار کی یہ قیمت ہے تو ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی؟

۵۲ نادانوں کی بات پر تحمل عقل کی زکوٰۃ ہے۔

۵۳ بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونے والوں کی تعداد فاقہ کشی سے بیمار ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

۵۴ ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ اللہ ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

۵۵ سچ پر چلنے والوں کا ہر قدم شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

۵۶ حیرت ہے کہ انسان ہاتھ تو دُنیا کے آگے پھیلاتا ہے مگر گلہ اللہ سے کرتا ہے۔

۵۷ بری عادتوں کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انہیں چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۵۸ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت میں جنت ملتی ہے۔

۵۹ ترکِ تبلیغ کے لئے مخاطب کی ناگواری عذر نہیں۔ "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ" (سورۃ الزخرف: آیت ۵) ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹالیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔''

دوزخ میں بھی ایمان کی برکت: گنہگار مؤمنین کو جہنم میں تکلیف کا احساس نہیں ہوگا:

۶۰ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ جہنمی جو جہنم کے مستحق ہیں تو انہیں جہنم میں نہ موت آئے گی (کہ تکلیف کا چھٹکارا پالیں) اور نہ انہیں زندگی (کا لطف) نصیب ہوگا، لیکن تم (مومنین) میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں پہنچیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں ایک خاص قسم کی موت دے گا (جس سے تکلیف کا احساس نہیں ہوگا) یہاں تک کہ جب وہ (جل کر) کوئلہ ہو جائیں گے تو (دوسرے جنتی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے حق میں) سفارش کرنے کی اجازت دی جائے گی، لہٰذا انہیں مختلف ٹکڑیوں میں (اس طرح اُٹھا کر) لایا جائے گا جس طرح سامان اُٹھایا جاتا ہے۔ پھر انہیں جنت کی نہروں میں بکھیر دیا جائے گا پھر جنت والوں سے کہا جائے گا کہ ان پر (زندگی کا پانی) بہاؤ۔ چنانچہ (وہ اس پانی سے اتنی تیزی کے ساتھ) زندہ ہوں گے (جتنی تیزی کے ساتھ) وہ گھاس اُگتی ہے جو کیچڑ میں ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، صفحہ ۴۵۹)

نوٹ: ڈاکٹر کا آپریشن مریض کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوتا، چمڑی (کھال) کے سن ہونے کی وجہ سے۔ ویسے ہی عاصی مؤمن کا جہنم میں دل تکلیف دہ نہیں ہوگا، قلب میں ایمان کی وجہ سے۔

٦١ انگریزی پڑھ کر دیندار بننا عربی پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے۔

٦٢ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جو بچہ سورۃ الیوسف پہلے یاد کرے اسے قرآن جلدی یاد ہو جاتا ہے۔

٦٣ مرشد کی دُعا کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال پہلے ایمان لائے مگر حافظہ اتنا تھا کہ روایات سب سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی تھی۔

٦٤ جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔

٦٥ بزرگوں کا کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو طوطا کیسے ہو بہو آدمی کی طرح بولتا ہے، کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں۔

٦٦ سچائی کی مشعل جہاں جلتی دیکھو فائدہ اُٹھاؤ، یہ نہ دیکھو کہ مشعل بردار کون ہے۔

٦٧ مسلمان کو فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان نہ دو۔ خوش نہ کر سکو تو رنجیدہ نہ کرو۔ تعریف نہ کر سکو تو غیبت نہ کرو۔

٦٨ سو سال کی عمر میں ایک لمحے کی غلطی انسان کا رُخ مشرق سے مغرب کی طرف بدل دیتی ہے۔

٦٩ غلطی کے بعد چہرے کو بہانے کی چادر سے نہ چھپاؤ، کیونکہ چادر چہرے سے زیادہ میلی ہے۔

٧٠ کمینے آدمی سے دوستی نہ کرو، کیونکہ گرم کوئلہ ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا کوئلہ ہاتھ کالے کرتا ہے۔

٧١ حیوانات میں مکھی سب سے زیادہ حریص اور مکڑی سب سے زیادہ قناعت پسند ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مکھی کو مکڑی کی غذا بنا دیا۔

٧٢ اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو کئی نیک لوگ بدمعاش ہوتے۔

٧٣ حضرت عبداللہ بن مبارک نے نصیحت فرمائی: ''بری نظر چھوڑ دو، خشوع کی توفیق ملے گی۔ بیہودہ گوئی چھوڑ دو، دانائی ملے گی۔''

٧٤ فحش کلامی کرنے پر ایک نوجوان کو کسی بزرگ نے کہا: ''دیکھ تو اللہ تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے۔''

٧٥ اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے کئی سند یافتہ ہوتے۔

٧٦ اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

٧٧ انکساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

٧٨ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی: ''خدایا! مخلوق کی زبان مجھ سے روک دے۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کرتا تو اپنے لئے کرتا۔''

٧٩ اشرافِ نفس کے بغیر جو ہدیہ ملے اس میں برکت ہوتی ہے۔

٨٠ لباس کے تین درجے ہیں: ایک آسائش کا جو ضروری ہے، دوسرا زیبائش کا جو جائز ہے اور تیسرا نمائش کا جو منع ہے۔

٨١ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۰ سال رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معمول رکھا، ایک رات سو گئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کی: ''یا اللہ! میں نے جاگنے میں آپ کو ڈھونڈا مگر آپ سونے میں ملے۔'' فرمایا: ''جاگنے کی برکت سے سونے میں ملا ہوں۔''

٨٢ اے دوست! تو اپنے اصل مکان کی طرف جا رہا ہے، لیکن سست رفتاری کے ساتھ، اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیز چلتے ہیں۔

٨٣ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی کہ کوئی پیٹھ کی طرف سے پکارے تو جواب نہ دو، پیٹھ کی طرف سے جانوروں کو پکارتے ہیں۔

٨٤ جو نعمت کی قدر نہیں کرتا نعمت نامعلوم طریقے سے چھین لی جاتی ہے۔

۸۵ وعظ گوئی سے عجب پیدا ہو تو لکھ کر وعظ کرے، اس طرح لوگ کہیں گے کہ بیچارہ دیکھ دیکھ کر بول رہا تھا۔

۸۶ اپنے اختیار و قصد سے کسی کی برائی دل میں رکھنا اور اسے ایذا پہنچانے کی تدبیر کرنا کینہ ہے۔ اگر کسی سے رنج کی بات پیش آئے تو طبیعت ملنے کو نہ چاہے تو یہ انقباض ہے، دُور ہونے کی دُعا کرے۔

۸۷ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی فاقے کی شکایت کرتا تو فرماتے: ''تم فاقے کی قدر کیا جانو، ہم نے سلطنت دے کر خریدے ہیں، ہم سے پوچھو۔''

۸۸ عورت کے لئے زیور ولباس کی محبت کم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں اچھے کپڑے پہنے۔ دوسری جگہ جائے تو معمولی کپڑے پہنے۔

۸۹ ابن عطاء سکندری کو الہام ہوا کہ میں ایسا رازق ہوں اگر تو دُعا کرے کہ رزق نہ ملے تو پھر بھی دوں گا، اگر رو رو کر مانگے گا تو کیوں نہ دوں گا۔

۹۰ دریا کے پانی اور آنکھوں کے پانی میں صرف جذبات کا فرق ہوتا ہے۔

۹۱ ہماری مشرقی عورتیں عام طور پر عاشقات الازواج اور قاصرات الطرف (دوسروں کی طرف نہ دیکھنے والیاں) ہوتی ہیں۔ عورتیں فطرتاً مرد کے تابع، مگر مرد محبت کی وجہ سے عورت کا تابع ہوتا ہے۔

۹۲ بوڑھا آدمی چراغِ سحر ہے تو جوان آدمی چراغِ شام ہے۔

۹۳ اپنا بچہ روئے تو دل میں درد ہوتا ہے، اور دوسرے کا بچہ روئے تو سر میں درد ہوتا ہے۔

۹۴ تہجد کے وقت آنکھ کھلے تو سمجھ لو کہ آسمان سے فون آیا ہے۔

۹۵ ذکر سے خالی بات لغو ہے۔ عبرت سے خالی نظر لہو ہے اور فکر سے خالی خاموشی سہو ہے۔

۹۶ حضرت ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی فرماتے ہیں: خبردار! کسی اہل اللہ کی شان میں گستاخی نہ کر دینا، ورنہ تمہاری زندگی پھیکی ہوگی۔

۹۷ بیمار دل کی چار علامتیں ہیں:

① اطاعت میں حلاوت محسوس نہ کرے۔ ② اس میں اللہ کا خوف نہ رہے۔

③ دُنیا کی چیزوں کو نگاہِ عبرت سے نہ دیکھے۔ ④ جو علم سنے اسے سمجھے نہیں۔

۹۸ حضرت عثمان الخیری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کو زبان سے یاد کرتا ہوں مگر دل اس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا۔ فرمایا: شکر کرو کہ اللہ کی یاد میں ایک عضو تو مطیع ہوا، دوسرا بھی ہو جائے گا۔

۹۹ گناہوں سے پرہیز کیا جائے تو دین و دُنیا میں مزے ہی مزے ہیں۔

۱۰۰ تمام برائیوں کی جڑ دُنیا کی دوستی ہے۔

﴿۵۴﴾ مسجد میں داخل ہوتے ہی یہ دُعا پڑھ لیجئے شیطان سے آپ کی حفاظت ہو جائے گی

حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

''میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں۔''

آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے: باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہوگئی۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ۳۹۴)

﴿۵۵﴾ ایک قیمتی نصیحت: حضور ﷺ کی شفقت ودلجوئی کا عجیب واقعہ

غزوۂ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری مچی ہوئی تھی، لوگوں کا ازدحام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی، ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے، اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر پڑا اور اس سے آپ ﷺ کا پیر مبارک روندا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا، آپ ﷺ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا اور فرمایا: ''اَوْجَعْتَنِی'' ''تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔'' وہ صحابی فرماتے ہیں: میں نے رات کس طرح گزاری ''فَبِتُّ بِلَیْلَۃٍ کَمَا یَعْلَمُ اللّٰہُ'' صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہے ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شخص میں ہی ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے: ''فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مُتَخَوِّفٌ'' چنانچہ میں پہنچا، آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا۔ یہ اسّی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کر دو۔

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ پر کس قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے مار دینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا، اور اس کے عوض اسّی (۸۰) اونٹنیاں آپ ﷺ نے ان کو دیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے، اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش کرتے تھے۔ ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہل تعلق کے ساتھ کرنا چاہئے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔

(ماہنامہ الحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۰)

﴿۵۶﴾ ایک قیمتی نصیحت: حضور اکرم ﷺ کا بیمار کی مزاج پرسی کا عجیب واقعہ

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ آپ بیمار لوگوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ خواہ کسی بھی درجہ کا بیمار ہوتا شریف اور معزز آدمی ہوتا یا غیر معزز اور معمولی سب کی عیادت فرماتے، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت اور مزاج پرسی فرمایا کرتے تھے اور جس سے آپ کو بے حد اذیت اور تکلیف پہنچی اور جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا، یعنی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی، اس تک کی آپ نے عیادت فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھار آپ اس سے کوئی کام بھی لے لیا کرتے تھے، وہ بیمار ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ اس کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ اس کے سر کے قریب بیٹھ گئے۔ اس لڑکے کا آخری وقت تھا، آپ نے ازراہِ شفقت اور اپنے حق رسالت کو ادا کرتے ہوئے اس لڑکے کو اسلام کی تبلیغ فرمائی، لڑکے نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا، باپ حقیقت دین محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واقف تھا ہی، اس لئے قبول اسلام کی اجازت دے دی اور وہ لڑکا مشرف باسلام ہو گیا اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بے حد مسرت اور خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ'' غرض یہ کہ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ کو اہل علم سے معلوم کر کے ہمیں اپنی زندگیوں میں لانا چاہئے۔ آپ کی ایک ایک سنت اور آپ کی ایک ایک ادا اللہ کو محبوب ہے، اور جو اس کو اختیار کرے گا یقیناً نص قرآنی ہے وہ اللہ کا محبوب ہوگا: ''فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' (سورۃ العمران، آیت ۳۱) اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق دے۔ (ماہنامہ الحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۱)

﴿۵۷﴾ ایک قیمتی نصیحت: ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں

ہم سے یہ عہد لیا گیا کہ ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں۔ کسی نعمت یا مصیبت کی محض ظاہری صورت کو نہ دیکھیں

کیونکہ بعض دفعہ مصیبتوں کی شکل میں نعمتیں آتی ہیں اور بھی نعمتوں کی صورت میں بلائیں آجاتی ہیں۔

اگر ہم نعمتوں کے باطنی رُخ کو دیکھیں گے تو ان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں گھرا ہوا پائیں گے، کم از کم ایک بلا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمت والے سے یہ مطالبہ فرماتے ہیں کہ اس نعمت کو کسی وقت بھی کسی مخلوق کی طرف سے منسوب نہ کرے کہ فلاں کی وجہ سے مجھ کو یہ نعمت ملی، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے، اور اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی مطالبہ فرماتے ہیں کہ نعمت کو ان ہی مواقع میں صرف کرے جہاں اللہ تعالیٰ اس کے صرف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور یہ مطالبہ بھی ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر بجالائے محض زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی۔ اب جو شخص نعمت میں ان بلاؤں کا مشاہدہ کرتا ہو وہ ان سے لذت حاصل کرنے کی فرصت کب پائے گا۔

اسی طرح اگر ہم تکلیفوں اور مصیبتوں کے باطن پر نظر کریں تو ان کا اپنے حق میں بہت بڑی نعمت ہونا معلوم ہوگا کیونکہ ان سے ذلت وعاجزی پیدا ہوتی ہے اور ہمارا بازو جھک جاتا ہے اور سرکشی جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى" (سورۃ العلق: آیت ۶، ۷) "کچھ نہیں، واقعی انسان سرکش بن جاتا ہے جب اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔" ان تکالیف ومصائب میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان سے درجے ملتے ہیں لیکن ان سے طاعات (عبادات) اور علوم ومعارف میں عجب نہیں پیدا ہوتا۔

مصیبت سے انسان کی آزمائش اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دربارِ خداوندی کی طرف اس کو متوجہ نہ کرتی ہوں، جب نعمتیں اس کو اللہ کی طرف متوجہ نہیں کرتیں تو اب اللہ تعالیٰ اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: "وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" (سورۃ الاعراف: آیت ۱۶۸) "اور ہم نے ان کو راحتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا شاید اللہ کی طرف رجوع کریں۔" یعنی اوّل تو ان کو راحتوں اور نعمتوں میں رکھا جب ان سے رجوع نہ ہوئے تو مصائب وتکالیف میں مبتلا کر دیا۔

اور سیّدی تاج الدین بن عطاء اللہ نے اس سے بھی زیادہ عجیب بات بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "جو گناہ ذلت وانکساری پیدا کر دے وہ اس اطاعت سے بہتر ہے جو غرور وتکبر پیدا کر دے۔" (ماہنامہ المحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۸)

﴿۵۸﴾ ایک قیمتی نصیحت دین کے کام کے ذریعے شہرت طلب کرنا کمر کو توڑ دیتا ہے

دُنیا میں تصرف وکرامت کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے طالب ہرگز نہ ہوں، کیونکہ جس کو اس بات کی خواہش ہوتی ہے اس کا دین برباد ہو جاتا ہے اور عالم آخرت میں خالی ہاتھوں پہنچتا ہے۔ مگر یہ کہ کوئی محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے بغیر اپنی خواہش سے ظاہر اور مشہور ہو گیا ہو جیسا اولیاء کاملین کو پیش آتا ہے۔ سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر اولیاء کاملین کو شہرت کی خواہش ہوتی تو ان کو کوئی بھی نہ پہچانتا۔ سیّدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دُنیا میں درویش کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی پاخانہ میں بیٹھا ہو، اب اگر وہ آگے سے دروازہ بند کر لے گا تو پردہ کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لے گا، اور ڈھکا وہاں سے نکل جائے گا کہ کسی کی نظر اس کے عیبوں پر نہ پڑی ہوگی اور اگر دروازہ کھول کر بیٹھا تو اس کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے اور اس کے اندرونی جسم کا پردہ چاک ہو جائے گا اور جو کوئی دیکھے گا اس پر لعنت کرے گا۔

سیّد محمد عمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ظہور اور شہرت کی طلب کمر توڑ دیتی ہے۔" یاد رکھیں! اس کارخانۂ دُنیا میں کوئی ولی اور عالم ایسا نہیں جس کا دل شہرت سے مکدر نہ ہوا ہو، وہ شہرت کے بعد اس صدائے قلب کے ایک ذرّہ کو ڈھونڈتے اور ترستے ہیں، جو شہرت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل میں پاتے تھے، مگر اب نہیں پا سکتے، اسی لئے تمام عارفین اپنے ابتدائی احوال کی طرف مشتاق ہوتے ہیں، اس کو خوب سمجھ لیں۔ (ماہنامہ المحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۹)

﴿۵۹﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت پر عمل کرتے تھے سنت سمجھ کر اور ہم سنت کو چھوڑ دیتے ہیں سنت سمجھ کر، یہ کہتے ہوئے کہ سنت ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے

شریعت کی رخصتوں (آسانیوں) پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں، اپنا ضعف ظاہر کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام حاصل کرنے کے لئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہاتھوں رخصت کا ظاہر کرنا بھی محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصَةً کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَآئِمَهٗ" "اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی یونہی پسند فرماتے ہیں جیسا کہ اصل احکام پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔"

مگر رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس کی شرط کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ اصلی حکم پر عمل کرنے میں سخت مشقت کے قدرت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جب تک عادتاً افضل کام پر آسانی سے قدرت ہو سکے اس وقت تک رخصتوں پر نہ اُترنا چاہئے اور جب افضل اپنانے میں دُشواری ہو تو مشقت برداشت کر کے اسی پر اڑنا بھی نہ چاہئے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی کمزوری اور عاجزی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور رحمت الٰہی اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔

﴿۶۰﴾ ایک عجیب واقعہ: ہار بھی ملا ہار والی بھی ملی

مکہ مکرمہ میں ایک عبادت گزار حاجی صاحب رہتے تھے۔ وہ کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایک ریشمی تھیلی ملی، جس میں ایک قیمتی ہار تھا۔ بڑا قیمتی ہار ہے، ہیرے جواہرات اس میں جڑے ہوئے ہیں، یہ تو بہت قیمتی ہے اسے چھپا لینا چاہئے، اللہ کا ڈر غالب آیا، اللہ کا خوف غالب آیا کہ بھائی! اللہ تو دیکھ رہا ہے، اگر اسے چھپا لیا تو اللہ تو کہیں بھی پکڑ سکتا ہے، اور جہنم میں ڈال سکتا ہے، تو میں کیا کروں گا اس لئے اس کو چھپانے کی بجائے طے کر لیا کہ مالک ملے گا تو میں مالک کے حوالہ کر دوں گا۔ اتفاق سے مالک بھی مل گیا کوئی تلاش کرتا پھر رہا ہے، بھائی! میرا ہار گم ہو گیا ہے، انہوں نے کہا بھائی! میرے پاس بھی ایک تھیلی ہے تم دیکھو تمہاری تو نہیں، اس نے دیکھا اور دیکھ کر پہچان لیا کہ ہاں! یہی میری تھیلی ہے، اور یہ میرا ہار ہے وہ بڑا خوش ہوا، تاجر نے اس کو پانچ سو اشرفیاں نکال کر انعام میں دیں، اس نے کہا مجھ کو انعام نہیں چاہئے، میں نے تو یہ جو کچھ کیا، اللہ کو خوش کرنے کے لئے کیا، اللہ کی رضا کے لئے کیا، تیرے انعام کے لئے نہیں کیا، اس نے بہت اصرار کیا اور کہا میں نے نیت کی تھی کہ اگر ہار مل جائے تو میں اس کے پانے والے کو اور لانے والے کو پانچ سو اشرفیاں دوں گا، اس لئے میں تم کو دے رہا ہوں، کہا کہ نہیں مجھ کو پانچ سو اشرفیاں نہیں چاہئیں، بہر حال وہاں سے وہ چلا گیا، اور اپنی بستی میں جا کے کہتا تھا کہ ایسا نیک آدمی نوجوان مجھ کو ملا، ایسا لڑکا اگر مجھ کو اپنے یہاں مل جاتا تو میں اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا اور وہ اپنے یہاں کا بہت بڑا تاجر تھا۔

اب اللہ کی قدرت دیکھو، یہ نوجوان مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا، اس کو سفر پیش آیا، سمندری سفر۔ سفر میں چلے اچانک طوفان آیا، اور کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ایک تختہ کے اُوپر یہ لیٹے ہوئے ہیں اور تختہ بہتا ہوا چل رہا ہے، تمام ساتھی اِدھر اُدھر ہو گئے، معلوم نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کون ڈوبا، کون بچا، بہتے ہوئے تختہ پر جا رہے ہیں، چلتے چلتے ایک کنارہ پر یہ تختہ رُکا، وہاں ایک بستی آباد تھی، بستی کے لوگ اتفاق سے آئے ہوئے تھے، جب دیکھا کہ کوئی بیچارہ مسافر تختہ کے اُوپر بہہ رہا ہے تو انہوں نے اُس کو نکال لیا اور نکال کر اپنی بستی میں لے گئے۔ وہاں بستی میں رکھا، ان کو ہوش آیا، کھلایا پلایا، آرام کرایا، کئی دن گزر گئے اور حالات معلوم کئے کہ یہ تو بڑے عالم ہیں، اور بڑی مہارت بھی ان کو ہے، حافظ بھی ہیں، اور عالم بھی اور بہت نیک صالح شخص ہیں۔ ان کو اپنے یہاں امام بنا لیا جائے اور اپنے بچوں کو پڑھانے پر مقرر کر لیا اور ان کی تنخواہ مقرر کر دی اور سب نے ان کو اپنا شیخ بھی بنا لیا اور اپنے سب کام ان کے مشورہ سے کرنے لگے۔

ان لوگوں نے سوچا کہ اتنا نیک آدمی مل گیا ہے، اتنا بڑا عالم یہ کسی طرح یہاں سے چلا نہ جائے، اس لئے ایسی شکل کرنی چاہئے کہ یہ ہماری بستی میں رہے، ایسے نیک آدمی کا بستی سے چلا جانا تو ٹھیک نہیں، اس کی کیا شکل ہو، اس کی شکل یہ ہے کہ ان کی یہاں شادی کردو، شادی کے لئے سوچا فلاں لڑکی مناسب ہے۔ ایک بڑے تاجر کا انتقال ہوا، ان کی بیٹی بہت خوبصورت، بہت حسین اور جوان ہے، اسے رشتے کی ضرورت ہے، ان سے کہا کہ بھئی فلاں رشتہ طے کردیا جائے، لڑکی سے پوچھا، لڑکی بھی تیار ہوگئی، اس کے گھر والوں سے معلوم کیا وہ بھی تیار ہوگئے۔ جب دونوں کی شادی ہوگئی، اور یہ رات کو وہاں پہنچا اور بیوی سے ملاقات ہوئی تو دیکھا اس کے گلے میں وہی ہار پڑا ہوا ہے جو ہار ان کو مکہ مکرمہ میں ملا تھا اور انہوں نے اس تاجر کو واپس کردیا تھا اور انعام لینے سے بھی انکار کردیا تھا۔ وہ تاجر کہتا تھا کہ اگر یہ مجھے میرے یہاں مل جاتا تو میں اس کی شادی اپنی بیٹی سے کردیتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی برکت سے اس تقویٰ اور پرہیز گاری کی برکت سے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ تم نے ہمارے ڈر کی وجہ سے ہار واپس کیا ہے، اب ہم ہار بھی دیں گے اور ہار والی بھی دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ ہار بھی واپس کیا اور ہار والی بھی عطا کی، پھر یہ مکان اور کوٹھی بھی اور تجارت بھی اور جائیداد بھی۔ اس تاجر کی وہ تمام کی تمام ملکیت اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کردی۔ یہ ہے اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف جس دل میں اللہ کا ڈر رہتا ہے اور اللہ کا خوف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دُنیا میں بھی اس طرح نوازتا ہے اور بھائی یہ تو دُنیا میں ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نوازیں گے۔ تو بھائی ہم یہاں دُنیا میں رہتے ہوئے اصل یہ ہے کہ ہم اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف حاصل کریں، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور نافرمانیوں سے پرہیز کریں، اور اسی کے اُوپر اللہ کی مدد آتی ہے۔

﴿۶۱﴾ اختلاف اتحاد کو لے ڈوبتا ہے

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں، لہٰذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دو شخصوں کے درمیان بھی دُشمنی اور کینہ ہرگز باقی نہ رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کے سامنے دوسرے کی خوبیاں بیان کیا کریں اور ایک دوسرے کے متعلق یہ خبر دیا کریں کہ وہ تو مجلسوں میں تمہاری خوبیاں ظاہر کرتا ہے، نیز لوگوں کو اس بات کی تاکید کریں کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کریں۔

﴿۶۲﴾ جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں

جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں اور اس وقت یوں نہ کہیں کہ ہم تو سب سے کمتر ہیں یا لوگوں کی جوتیوں کی خاک ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں تلبیسات نفس میں شمار کی گئی ہیں، اس قسم کی باتوں سے نفس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت کی خاموشی سے میرے متعلق یہ گمان نہ کریں کہ مجھے اپنی تعریف سنن سے خوشی ہوئی ہے اور اگر وہ خاموشی ہی اختیار کرلے تو اس میں مجاہدہ زیادہ ہے۔ جو شخص نفس سے مغلوب ہو اس کو ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ پر فضل وکرم فرمایا ہو کہ نفس اس کے قبضہ میں اس طرح آگیا جیسے گدھا سدھانے سے قابو میں آجاتا ہے تو اس کو اختیار ہے، چاہے جواب دے یا خاموش رہے۔

﴿۶۳﴾ اکتیس (۳۱) اہم نصیحتیں

① آنحضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو آدمی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر فرمانبرداری کی عزت کی طرف آجائے تو اللہ تعالیٰ:

﴿۱﴾ بغیر مال کے اس کو غنی بنادیں گے۔ ﴿۲﴾ بغیر لشکر کے اس کی مدد فرمائیں گے۔

﴿۳﴾ بغیر خاندان کے اس کو عزت عطا فرمائیں گے۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم نے کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا، ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: تمہارے ایمان کی

علامت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

{۱} ہم تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ {۲} خوشحالی پر شکر کرتے ہیں۔ {۳} تقدیر پر راضی رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رب کعبہ کی قسم! بے شک تم مومن ہو۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی وحی بھیجی ہے۔

{۱} جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہو، میں اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا۔

{۲} جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے ڈرتا ہو، تو میں اس کو اپنی جہنم سے دُور رکھوں گا۔

{۳} جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے حیا کرتا ہو، میں کراماً کاتبین (فرشتوں) کو اس کے گناہ بھلا دوں گا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

{۱} اللہ تعالیٰ نے تم پر جو چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ادا کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

{۲} اللہ تعالیٰ کی حرام فرمودہ چیزوں سے، بچو، لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد بن جاؤ گے۔

{۳} اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ عطا فرمایا اس پر راضی رہو، لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔

(۴) حضرت صالح مرقدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ بعض مکانوں کے پاس سے گزرے، (مکانوں کو مخاطب کر کے) ارشاد فرمایا:

{۱} تمہارے پہلے مالک کہاں چلے گئے؟ {۲} تمہارے پہلے آباد کرنے والے کہاں ہیں؟

{۳} تمہارے اندر پہلے رہنے والے کہاں ہیں؟

ہاتف غیبی نے آواز دی:

{۱} ان کے نشانات مٹ گئے۔ {۲} ان کے جسم مٹی کے نیچے بوسیدہ ہو گئے۔

{۳} ان کے اعمال ان کی گردنوں میں ہار بنا کر ڈال دیئے گئے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

{۱} جس پر چاہو احسان کرو، پس تم اس کے امیر ہو۔ {۲} جس سے چاہو سوال کرو، پس تم اس کے غلام ہو۔

{۳} جس سے چاہو استغناء اختیار کرو، پس تم بھی اسی کے مثل (غنی) ہو۔

(۶) مصائب سے مت گھبرائیے اس لئے کہ ستارے اندھیروں میں ہی چمکتے ہیں۔

(۷) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ تم نے کس چیز کی وجہ سے زہد کو اختیار کیا، ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

{۱} میں نے دیکھا کہ قبر وحشت ناک جگہ ہے اور میرے پاس میرا کوئی مونس نہیں۔

{۲} میں نے دیکھا کہ راستہ طویل ہے اور میرے پاس توشہ نہیں۔

{۳} میں نے دیکھا فیصلہ کرنے والا خدائے جبار ہے اور میرے پاس کوئی حجت نہیں۔

(۸) حضرت شبلی سے منقول ہے، جو بڑے عارف ہیں، وہ (مناجات میں) کہا کرتے تھے:

{۱} الٰہی! میں اپنی حاجت مندی اور ناتوانی کے باوجود پسند کرتا ہوں کہ اپنی تمام نیکیاں آپ کو بخش دوں، پس اے میرے آقا! آپ کیسے پسند نہیں فرمائیں گے کہ میرے تمام گناہ بخش دیں حالانکہ آپ اے میرے سردار مجھ سے بے نیاز ہیں۔

۞۲۞ ان کا یہ بھی ارشاد ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے انس حاصل کرنا چاہو تو اپنے نفس سے وحشت اختیار کرو۔
۞۳۞ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر تم وصال کی حلاوت چکھ لو تو فراق کی تلخی پہچان سکتے ہو، مطلب یہ ہے کہ جو شخص وصال کی حلاوت سے نا آشنا ہے وہ فراق کی تلخی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

جس نے اسے یار پایا تا زیست نہ پھر قرار پایا

⑨ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ:
۞۱۞ کسی حسین چہرہ ۞۲۞ حسین آواز ۞۳۞ اور خوش بیان زبان کے ساتھ اُنس حاصل کرو۔

⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ''زہد'' کے تین حروف ہیں:
۞۱۞ زا ۞۲۞ ہا ۞۳۞ دال
۞۱۞ پس زا سے مراد ہے زاد المعاد، آخرت کا توشہ۔ ۞۲۞ ہا سے مراد، ہدایت دین۔
۞۳۞ دال سے مراد، دوام علی الطاعت. اطاعت پر ہمیشگی۔
ایک دوسرے مقام پر فرمایا، زہد کے تین حروف ہیں:
۞۱۞ زا سے مراد، ترکِ زینت، زینت کا ترک کر دینا۔ ۞۲۞ ہا سے مراد، ترکِ خواہش نفس: نفس کی خواہش کا ترک کر دینا۔
۞۳۞ دال سے مراد، ترکِ دُنیا، دُنیا کا ترک کر دینا۔

⑪ حضرت حامد سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ان سے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے جواب دیا، اپنے دین کے لئے غلاف بنا لینا، جس طرح قرآنِ پاک کے لئے غلاف ہوتا ہے۔ ان سے سوال کیا گیا، دین کا غلاف کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:
۞۱۞ ترکِ کلام مگر بضرورت ۞۲۞ ترکِ دُنیا مگر حسب ضرورت ۞۳۞ ترکِ اختلاط مگر بقدرِ ضرورت
فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے قرآنِ پاک کی حفاظت کے لئے غلاف کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دین کی حفاظت کے لئے بھی غلاف کی ضرورت ہے اور وہ غلاف یہ تین چیزیں ہیں کہ ان تینوں چیزوں کو بالکلیہ کر دیا جائے کہ ان تینوں سے ہی زیادہ تر دین کا نقصان ہوتا ہے، صرف بقدرِ ضرورت کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو اختیار کیا جائے۔ پھر جان لو کہ اصل زہد یہ تین چیزیں ہیں:
۞۱۞ حرام چیزوں سے اجتناب وہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ ۞۲۞ تمام فرائض کی ادائیگی وہ آسان ہوں یا دُشوار۔
۞۳۞ دُنیا کو اہل دُنیا پر چھوڑ دینا وہ قلیل ہو یا کثیر۔

⑫ حضرت لقمان حکیم سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی، بیٹا انسان کے تین حصے ہیں:
۞۱۞ ایک حصہ اللہ کے لئے۔ (اللہ کا حصہ اس کی روح ہے)۔
۞۲۞ ایک حصہ اس کے نفس کے لئے۔ (اس کے نفس کے لئے اس کا عمل ہے)۔
۞۳۞ ایک حصہ کیڑے مکوڑوں کے لئے۔ (کیڑے مکوڑوں کے لئے اس کا جسم ہے)۔

⑬ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں حفظ کو بڑھاتی ہیں اور بلغم کو دُور کرتی ہیں:
۞۱۞ مسواک ۞۲۞ روزہ ۞۳۞ تلاوتِ قرآنِ پاک

⑭ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: مومنوں کے لئے شیطان سے حفاظت کے تین قلعے ہیں:

﴿۱﴾ مسجد ایک قلعہ ہے۔ ﴿۲﴾ ذکر اللہ ایک قلعہ ہے۔ ﴿۳﴾ تلاوتِ قرآن ایک قلعہ ہے۔

⑮ بعض حکماء سے منقول ہے: انہوں نے فرمایا، تین چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں کہ وہ چیزیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں ہی کو عطا فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ فقر (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہوں اور دُنیوی تکالیف سے انسان محفوظ رہتا ہے)۔

﴿۲﴾ مرض (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں)۔ ﴿۳﴾ صبر (کہ رفع درجات کا سبب ہے)۔

⑯ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان سے سوال کیا گیا:

﴿۱﴾ بہترین دن کون سا ہے؟ ﴿۲﴾ بہترین مہینہ کون سا ہے؟ ﴿۳﴾ بہترین عمل کون سا عمل ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

﴿۱﴾ بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ ﴿۲﴾ بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔

﴿۳﴾ بہترین عمل پانچ وقت کی نماز ان کے وقت پر ادا کرنا ہے۔

اس کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی کہ ان سے یہ سوال کیا گیا تھا اور انہوں نے یہ جواب دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مشرق و مغرب کے درمیان تمام علماء حکما اور فقہاء سے یہ سوال کیا جائے تو وہ سب بھی یہی جواب دیں گے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مگر ایک بات اور کہتا ہوں:

﴿۱﴾ بہترین عمل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے۔ ﴿۲﴾ بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تم اللہ تعالیٰ سے کامل توبہ کرلو۔

﴿۳﴾ بہترین دن وہ ہے جس دن تم دُنیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان کی حالت میں نکل جاؤ۔

شاعر نے کہا ہے:

کیا تو نہیں دیکھتا کس طرح ہم کو روز و شب آزما رہے ہیں اور ہم ظاہر و باطن میں کھیلنے میں مشغول ہیں، ہرگز دُنیا اور اس کی نعمتوں کی طرف مائل مت ہو، اس لئے کہ اس کا وطن اصل وطن نہیں ہے، اور مرنے سے پہلے پہلے اپنے لئے عمل کرلے، پس دوستوں اور بھائیوں کی کثرت تجھ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

مقولہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ اس کو دین کی سمجھ عطا فرمایا ہے۔ ﴿۲﴾ دُنیا سے بے رغبت بنا دیتا ہے۔

﴿۳﴾ اپنے نفس کے عیوب کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے۔

⑰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

﴿۱﴾ لوگوں کے ساتھ حسن محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے۔ ﴿۲﴾ حسن سوال آدھا علم ہے۔

﴿۳﴾ حسن تدبیر آدھی معیشت ہے۔

⑱ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

﴿۱﴾ جو شخص دُنیا کو ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

﴿۲﴾ جو شخص گناہوں کو ترک کر دے فرشتے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

﴿۳﴾ جو شخص مسلمانوں سے طمع ختم کرلے مسلمان اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

⑲ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

① دُنیا کی نعمتوں میں سے نعمت اسلام کافی ہے۔ ② مشاغل میں سے شغل عبادت کافی ہے۔
③ عبرت کی چیزوں میں سے موت عبرت کے لئے کافی ہے۔

⑳ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
① کتنے لوگ ہیں کہ ان پر نعمت کئے جانے کی وجہ سے وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، (اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا تو ہم سے یہ نعمت چھین لی جاتی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت سے خوش ہے، اس لئے وہ بدستور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔
② کتنے لوگ ہیں جو اپنی تعریف کئے جانے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، یعنی خوشامدی قسم کے لوگ جو تعریف کرتے ہیں اس سے فتنے میں مبتلا ہو گئے کہ اگر ہم کسی قابل نہ ہوتے تو لوگ ہماری تعریف کیوں کرتے، اس لئے بدستور اپنی بدحالی میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں کرتے۔
③ کتنے لوگ ہیں جو اپنے عیوب پر پردہ پوشی کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پردہ پوشی فرمانے کی وجہ سے لوگ عزت واکرام کا معاملہ کرتے ہیں، جس سے اپنے آپ کو عند اللہ مقبول سمجھتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ پردہ پوشی نہ فرماتے تو کوئی بات کرنا گوارا نہ کرتا۔

㉑ حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے۔ زبور میں وحی کی گئی ہے کہ عقلمند پر لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو:
① آخرت کے لئے توشہ کی تیاری۔ ② کسبِ معاش۔ ③ حلال کے ذریعہ طلب لذت۔

㉒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی منقول ہے:
① تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ ② تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔
③ تین چیزیں بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہیں۔ ④ تین چیزیں گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہیں۔

تین نجات دینے والی چیزیں:

① سِرًّا وعَلَانیه ''ظاہر وباطن'' میں اللہ تعالیٰ کا خوف (کہ خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے)۔
② تنگدستی وخوشحالی میں میانہ روی (ایسا نہ ہو کہ خوشحالی میں اسراف میں مبتلا ہو جائے)۔
③ رضامندی وناراضگی میں عدل وانصاف (ایسا نہ ہو کہ کسی سے ناراض ہو تو اس کے بارے میں انصاف بھی نہ کرے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے)۔

تین ہلاک کرنے والی چیزیں:

① شدتِ بخل (کہ حقوق واجبہ بھی ادا نہ کرے)۔
② ہوائے نفسانی جس کا اتباع کیا جائے (کہ ہوائے نفسانی میں حدود شرع کی بھی پرواہ نہ کرے)۔
③ خود پسندی (کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے)۔

تین درجات بلند کرنے والی چیزیں:

① سلام کو عام کرنا (کہ ہر مسلمان کو سلام کرے خواہ اس سے تعارف ہو یا نہ ہو)۔ ② کھانا کھلانا (حسب وسعت)۔

﴿۳﴾ رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)۔

فائدہ: سلام کرنے سے:

﴿۱﴾ دل کی کدورتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ ﴿۲﴾ باہم الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔
﴿۳﴾ کبر ختم ہوجاتا ہے۔ ﴿۴﴾ کبر سے پیدا ہونے والی برائیاں بھی ختم ہوجاتی ہیں۔
﴿۵﴾ سلام ایک جامع دُعا ہے۔ سلام کو عام کرنے سے ایک دوسرے کے لئے دُعاؤں کا سلسلہ عام ہوجاتا ہے۔

کھانا کھلانے سے:

﴿۱﴾ رنجش ختم ہوجاتی ہے۔ ﴿۲﴾ باہم الفت ومحبت پیدا ہوجاتی ہے۔
﴿۳﴾ بخل ختم ہوجاتا ہے۔ ﴿۴﴾ بخل سے پیدا ہونے والی برائیاں (حقوقِ واجبہ ادانہ کرنا وغیرہ ختم ہوجاتی ہیں)۔

رات کے وقت نماز پڑھنا:

﴿۱﴾ اخلاص پیدا کرتا ہے جو ہر عمل کی جان ہے۔
﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، جس سے ہر نیکی کی رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔
﴿۳﴾ جو شخص نمازِ تہجد کی پابندی کرتا ہے دیگر نمازوں کی پابندی بدرجہ اولیٰ کرتا ہے۔

تین گناہوں کا کفارہ کردینے والی چیزیں:

﴿۱﴾ سردی میں وضو کامل کرنا۔ ﴿۲﴾ باجماعت نماز کے لئے قدم اُٹھا کر چلنا۔ ﴿۳﴾ نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تین نصیحتیں فرمائیں:

﴿۱﴾ جتنا چاہے زندہ رہو آخر کو مرنا ہے۔ ﴿۲﴾ جس سے چاہے دوستی کرلو آخر اس سے جدا ہونا ہے۔
﴿۳﴾ جو چاہے عمل کرو آخر کار اس کا بدلہ ملنا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب آخر کو مرنا ہی ہے تو اس کے لئے تیاری کرنا چاہئے اور جب ہر دوست سے جدا ہونا ہی ہے تو اس ذات سے تعلق قائم کرنا چاہئے جس سے کبھی جدائی نہیں ہوگی، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ سے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

عشق بامردہ نباشد پائیدار عشق راباحی و باقیوم دار

اور جب ہر عمل کا بدلہ ملنا ہے، یعنی نیک عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ تو ہر ہر نیکی کی کوشش کرنا چاہئے اور ہر ہر برائی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

﴿۲۳﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی وجہ سے خلیل بنایا؟ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

﴿۱﴾ میں نے اللہ کے حکم کو اس کے غیر کے حکم پر اختیار کیا۔
﴿۲﴾ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ذمہ لیا ہے میں نے اس کی فکر نہیں کی۔
﴿۳﴾ مہمان کے بغیر صبح یا شام کا میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔

بعض حکماء سے منقول ہے:
تین چیزیں رنج وغم کو دُور کرتی ہیں:
﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ ﴿۲﴾ اولیاء اللہ کی ملاقات۔ ﴿۳﴾ عقلمندوں کا کلام۔

﴿۲۵﴾ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:
﴿۱﴾ جس کو ادب نہیں اس کو علم نہیں۔ ﴿۲﴾ جس کو صبر نہیں اس کو دین نہیں۔
﴿۳﴾ جس کے لئے پرہیزگاری نہیں اس کے لئے قربِ خداوندی نہیں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ علم کا تقاضا ادب ہے کہ ہر کسی کے ساتھ اس کے مناسب ادب سے پیش آئے، اگر کسی شخص میں علم کے باوجود ادب نہیں تو یہ کہا جائے گا کہ گویا علم ہی نہیں۔
اسی طرح دین کے اندر خلافِ مزاج باتوں پر صبر کرنا چاہئے، اگر کسی کے اندر صبر نہیں تو اس کا دین پختہ اور کامل نہیں۔
اسی طرح اللہ کا قرب پرہیزگاری کے بقدر ہوگا، اگر کسی میں پرہیزگاری نہیں تو اللہ کا قرب بھی اس کو حاصل نہیں۔
منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص تحصیل علم کے لئے نکلا، اس کی خبر ان کے نبی کو پہنچی اور انہوں نے اس شخص کو طلب کیا۔ وہ شخص حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے فرمایا: اے جوان! میں تجھ کو تین چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں، ان میں اوّلین وآخرین کا علم ہے۔
﴿۱﴾ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔
﴿۲﴾ اپنی زبان کو مخلوق سے روک لینا اور خیر کے بغیر ان کا ذکر نہ کرنا۔
﴿۳﴾ جو کھانا کھاؤ خیال رکھنا کہ وہ حلال ہو۔
پس وہ جوان سفر سے رُک گیا۔
فائدہ: یعنی تین چیزوں میں تمام علم جمع ہوگیا، پھر مزید کیوں وقت ضائع کروں۔
منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص نے علم کے اسّی (۸۰) صندوق جمع کئے اور اس علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ تو جتنا چاہے علم جمع کرلے جب تک تین چیزوں پر عمل نہ کرے تجھ کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔
وہ تین چیزیں یہ ہیں:
﴿۱﴾ دُنیا سے محبت نہ کرے، اس لئے کہ وہ مومنین کا گھر نہیں۔
﴿۲﴾ شیطان کی ہم نشینی اختیار نہ کرے، اس لئے کہ وہ مومنین کا رفیق نہیں۔
﴿۳﴾ کسی کو ایذا نہ پہنچائے، اس لئے کہ یہ مومنین کا پیشہ نہیں۔

﴿۲۶﴾ ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ مناجات میں کہا کرتے تھے:
﴿۱﴾ الٰہی! اگر تو مجھ سے میرے گناہ کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری معافی کو طلب کروں گا۔
﴿۲﴾ اگر تو میرے بخل کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری سخاوت کو طلب کروں گا۔
﴿۳﴾ اگر تو مجھ کو جہنم میں داخل کرے تو میں جہنمیوں کو خبردار کروں گا کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ (تاکہ جہنمیوں کو محبین خدا کا حال معلوم ہوکر کچھ تسلی ہو)۔
مقولہ: جس شخص کو تین چیزیں حاصل ہیں وہ سعادتمند ہے۔

﴿۱﴾ جاننے والا دل۔ ﴿۲﴾ صبر کرنے والا بدن۔ ﴿۳﴾ اپنے پاس جو موجود ہو اس پر قناعت۔

(۲۷) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے وہ تین باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے:

﴿۱﴾ فضول کلام ﴿۲﴾ زیادہ کھانا ﴿۳﴾ زیادہ سونا

فائدہ: جب فضول کلام ہوگا تو غیبت، چغلی وغیرہ ہوگی۔ زیادہ کھانے سے زیادہ شہوت پیدا ہوگی اور زیادہ سونے سے سستی کاہلی پیدا ہوتی ہے۔

(۲۸) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اس شخص کے لئے مبارکباد ہے جو یہ تین کام کرے:

﴿۱﴾ جو دُنیا کو چھوڑ دے اس سے پہلے کہ دُنیا اس کو چھوڑ دے۔

﴿۲﴾ جو قبر میں داخل ہونے سے پہلے قبر کو (نیک اعمال کے ذریعہ) آراستہ کرلے۔

﴿۳﴾ اپنے رب سے ملاقات سے پہلے اس کو راضی کرلے۔

(۲۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس کے پاس تین چیزیں نہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں: وہ تین چیزیں یہ ہیں:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کی سنت ﴿۲﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ﴿۳﴾ اولیاء اللہ کی سنت

دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: راز کا چھپانا۔ عرض کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آنا۔ عرض کیا گیا: اولیاء اللہ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کی تکالیف کو برداشت کرنا۔

پہلے زمانہ کے لوگ ایک دوسرے کو تین چیزوں کی وصیت کیا کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو لکھ کر دیا کرتے تھے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں:

﴿۱﴾ جو شخص اپنی آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دُنیا دونوں کی کفایت فرما دیتے ہیں۔

﴿۲﴾ جو شخص اپنے باطن کو درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی درست کردیتا ہے۔

﴿۳﴾ جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ صحیح کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو بھی صحیح کردیتا ہے۔

(۳۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

﴿۱﴾ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بہترین بن کر رہو۔ ﴿۲﴾ اپنے نفس کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین بن کر رہو۔

﴿۳﴾ لوگوں کے نزدیک ایک عام انسان بن کر رہو۔

مقولہ: حضرت عزیز نبی علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿۱﴾ اے عزیز! جب تم چھوٹا گناہ کرو، اس کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس کا گناہ کیا ہے۔

﴿۲﴾ جب تم کو معمولی خیر پہنچے اس کے معمولی ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس نے وہ تم کو عطا کی ہے۔

﴿۳﴾ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے۔ میری مخلوق سے میری شکایت نہ کرو، جس طرح جب تمہارے گناہ مجھ تک پہنچتے ہیں تو میں اپنے فرشتوں سے تمہاری شکایت نہیں کرتا۔

(۳۱) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: ہر روز صبح ہوتی ہے تو شیطان مجھ سے کہتا ہے:

﴿۱﴾ تو کیا کھائے گا؟ ﴿۲﴾ کیا پہنے گا؟ ﴿۳﴾ کہاں رہے گا؟

میں اس کو جواب دیتا ہوں:

﴿۱﴾ موت کو کھاؤں گا۔ ﴿۲﴾ کفن پہنوگا۔ ﴿۳﴾ قبر میں رہوں گا۔

﴿۶۴﴾ چھ لاکھ سیٹوں والا ہوائی جہاز

تفسیر ابن کثیر میں ہے تخت سلیمان علیہ السلام جو ہوا پر چلتا تھا اس کی کیفیت یہ بیان کی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے لکڑی کا ایک بہت وسیع تخت بنوایا تھا، جس پر خود مع اعیانِ سلطنت اور مع لشکر اور آلاتِ حرب کے سب سوار ہو جاتے، پھر ہوا کو حکم دیتے وہ اس عظیم الشان وسیع و عریض تخت کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا وہاں جا کر اُتار دیتی تھی۔ یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینہ کی مسافت طے کرتا تھا، اور دوپہر سے شام تک ایک مہینہ کی یعنی ایک دن میں دو مہینوں کی مسافت ہوا کے ذریعے طے ہو جاتی تھی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس تخت سلیمانی پر چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں، جس میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان انسان سوار ہوتے تھے اور ان کے پیچھے اہل ایمان جن بیٹھتے تھے، پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ وہ اس پورے تخت پر سایہ کر لیں تاکہ آفتاب کی تپش سے تکلیف نہ ہو۔ پھر ہوا کو حکم دیا جاتا تھا وہ اس عظیم الشان مجمع کو اُٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا پہنچا دیتی تھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس ہوائی سفر کے وقت پورے راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سر جھکائے ہوئے اللہ کا ذکر و شکر میں مشغول رہتے تھے، دائیں بائیں کچھ نہ دیکھتے تھے، اور اپنے عمل سے تواضع کا اظہار فرماتے تھے۔ (ابن کثیر بحوالہ معارف القرآن، جلد ۶ صفحہ ۲۱۲)

﴿۶۵﴾ دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض یہ ہے کہ دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

جواب اگر اُمت میں فراض چھوٹ رہے ہیں، تو دعوت کا کام فرض ہے، اگر واجبات چھوٹ رہے ہیں تو دعوت کا کام واجب ہے، اگر سنتیں چھوٹ رہی ہیں تو دعوت کا کام سنت ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اُمت اس وقت کیا چھوڑ رہی ہے اور اپنے دل سے فتویٰ لیں۔

﴿۶۶﴾ جنت کے ہوائی جہازوں میں سونے کی کرسیاں ہوں گی

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب جنتی اپنی قبروں سے نکلیں گے، ان کا استقبال کیا جائے گا اور ان کے لئے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی، جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کی جوتیوں کے تسمے نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دُور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ جنتی ایک درخت کے پاس پہنچیں گے، جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک نہر کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کے تمام فضلات اور میل کچیل دُھل جائیں گے۔

دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے، ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے، دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی کی صدا پیدا ہوگی، اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے۔ یہ داروغہ کو حکم کرے گی کہ جاؤ دروازہ کھولو، وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغہ کو نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر جائے گا، لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا: اپنا سر اُٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں، اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔ جب یہ اس دریا قوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بے تابانہ دوڑ کے خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی: تم میرے محبوب ہو اور میں

تمہاری چاہنے والی ہوں، میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں، مروں گی نہیں، میں نعمتوں والی ہوں، فقر ومحتاجی سے دُور ہوں، میں آپ سے ہمیشہ راضی، خوش رہوں گی، کبھی ناراض نہیں ہوں گی، میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں، کبھی اِدھر اُدھر ہٹوں گی نہیں۔

پھر یہ گھر میں جائے گا، جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہوگی، اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ موتیوں کی ہوں گی، اس گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ستر جوڑے ہوں گے، اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، ان کے ایک جماع کا انداز ایک پوری رات کا ہوگا، ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا، صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے۔

اور دُودھ کی نہریں ہوں گی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا، جو دُودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہوگی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہوگا، یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں، اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں، اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اور جھک آئیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت "وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا الخ" پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ پرندان کے پاس آ کر اپنا پر اُونچا کر دیں گے، یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے، پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا، ویسا ہی ہو کر اُڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے، سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آجائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

﴿ ٦٧ ﴾ جنت کا درخت جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہیں

ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر جنتی ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے، ان کے بال کنگھی کئے ہوئے، تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں سے پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے، مبارکباد پیش کریں گے اور انہیں جنت میں جانے کو کہیں گے کہ آپ خوش ہو جایئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں، ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے۔

اور جو حوریں اس جنتی کے لئے مخصوص ہیں ان سے کہیں گے: لو مبارک ہو! فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے، وہ کہیں گے: ہاں! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی، جنتی جب اپنے محل میں آ کر دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں، اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں، اور قالین بچھے ہوئے ہیں، اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو وہ سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی، پھر چھت کی طرف نگاہ اُٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہوگی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہوگی، جس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے، اگر اللہ اسے برقرار نہ رکھے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا، پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا اور کہے گا: اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت کی، اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

﴿۶۸﴾ مندرجہ ذیل کلمات پڑھ لیجئے اور چھ بڑی بڑی فضیلتیں حاصل کر لیجئے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عثمان! جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے:

① وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے۔ ② اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے۔

③ اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ ④ اس کا حور عین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے۔

⑤ اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں۔

⑥ اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور تورات اور انجیل و زبور پڑھی، پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۳۹)

﴿۶۹﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی زندگی کی ہر گوشۂ انسانیت کے لئے نمونہ واسوہ ہے، اس لئے اللہ کی مشیت نے اس کا انتظام کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ اور آئینہ کی طرح شفاف ہو۔

دُنیا کا ہر انسان اپنی خانگی زندگی کو راز رکھنا چاہتا ہے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی طرف سے اس بات کی عام اجازت بلکہ ترغیب تھی کہ آپ کے اندرونِ خانہ کے حالات وکوائف کو بھی عام کیا جائے اور اس سے سبق حاصل کیا جائے اور یہی سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی ایسی دقیق ترین تفصیلات ریکارڈ میں ہیں جن کا کسی اور کے بارے میں محفوظ ہونا ممکن نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی بالکل اسی طرح دلکش و دیدہ زیب اور اعلیٰ ترین انسانی کردار کا نمونہ تھی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر کی زندگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بھی اسی طرح رحمت وشفقت کا پیکر تھے، جس طرح آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے۔ گھر میں بھی آپ ویسے ہی معلم اخلاق و مربی تھے جیسے اپنے حلقہ وعظ میں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وتدبر کا جول حال گھر کے اندر نظر آتا ہے وہ اس سے کسی طرح کم نہیں جو گھر کے باہر نظر آتا ہے۔ آپ اپنے متبعین کو جس طرزِ عمل اور جن اخلاق واوصاف کی تلقین کرتے تھے، خود گھر کی خلوتوں میں بھی اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور خانگی زندگی بھی ویسی ہی سبق آموز ہے جس طرح آپ کی اجتماعی زندگی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے۔

﴿۷۰﴾ ایک سادہ انسانی زندگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی بالکل سادہ اور سارے تکلفات سے بالکل پاک تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عظیم ترین مقام و مرتبہ ملا تھا اور خلق خدا کے دلوں میں آپ کی جو عظمت ومحبت تھی اس کے باوجود آپ گھر میں بالکل سادگی وتواضع کے ساتھ رہتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر کے معمولات کے سلسلہ میں کسی سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتی ہیں:

کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَیَحْلِبُ شَاتَہٗ وَیَخْدِمُ نَفْسَہٗ (شمائل ترمذی)

یعنی آپ ﷺ عام انسانوں کی طرح گھر میں رہتے اور وہ تمام گھریلو و خانگی کام جو عام انسان کرتے ہیں آپ بھی اپنے گھر میں کر لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کپڑوں میں جوئیں ہو جاتیں تو ان کو بھی نکال لیتے تھے، اپنی بکری کا دُودھ دوہ لیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ''آپ ﷺ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے، جوتا درست کر لیتے۔ (مسند احمد) اور اپنے اہل خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، نماز کا وقت ہوتا تو باہر چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ) گھر میں داخل ہوتے تو خود سلام کر کے داخل ہوتے، اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے اور نرمی کا معاملہ کرتے۔

﴿۷۱﴾ ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت

آپ ﷺ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرماتے اور ان کی خلقی و طبعی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنے کا حکم دیتے۔ متعدد روایات میں اس کا ذکر ہے کہ عورتوں کے مزاج میں تخلیقی طور پر کچھ کجی ہوتی ہے، اس کو بالکل سیدھا کرنا ممکن نہیں، ان کے ساتھ گزارے کی صورت یہی ہے کہ ان کی اس طبعی کمزوری سے درگزر اور بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایا بالنساء)
آپ ﷺ نے اس حسن سلوک کو ایمان کے کمال کا سبب بتلایا ہے۔ (ترمذی، کتاب الایمان) خود آپ ﷺ کا طرزِ عمل ان ہدایات پر پورا پورا تھا اور ایسا تھا کہ اس سے بہتر مثال ممکن نہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بھی فرمایا کہ ''وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ'' اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے حق میں بہتر ہوں۔ (ترمذی، مناقب ۶۳، ابن ماجہ، نکاح ۵۰)
ازواجِ مطہرات اگرچہ ساری دُنیا کی عورتوں میں بہترین اور اللہ کی طرف سے اپنے رسول کی رفاقت کے لئے منتخب عورتیں تھیں، لیکن تھیں تو عورتیں ہی، اسی لئے (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) ان میں بھی عورتوں کی فطری کمزوریاں کسی نہ کسی درجہ میں موجود تھیں اور ان کا اظہار بھی کبھی کبھی ہو جاتا تھا، لیکن آپ کی جانب سے ہمیشہ عفو و درگزر اور حسن سلوک کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ سے دن دن بھر ناراض رہتیں اور آپ حلم و عفو کا معاملہ فرماتے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا)
ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے ناراض ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سرزنش کرنی چاہی: تو اللہ کے رسول سے چلا کر بولتی ہے، مگر آپ ﷺ نے ہی ان کو بچا لیا۔
(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی المزاح)
ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے پتا چل جاتا ہے اور جب راضی ہوتی ہو تب بھی کہتی ہو کہ محمد کے رب کی قسم! اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: لیکن اے اللہ کے رسول! میں صرف نام لینے کی حد تک ناراض ہوتی ہوں دل میں ناراض نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

﴿۷۲﴾ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حساب کتاب برابر ہو گیا

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور لطف و کرم کے ایسے ایسے واقعات حدیث کی کتابوں میں ذکر کئے جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر ثابت نہ ہو تو لوگ شاید اپنی شانِ بزرگی کے خلاف سمجھیں۔ مثلاً حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک عجیب و غریب واقعہ مذکور ہے۔ ایک سفر میں آپ کے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے درمیان پیدل دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیت گئیں، پھر کبھی سفر میں دوبارہ ایسا ہی مقابلہ ہوا اور اب کی بار اُم المومنین ہار گئیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! حساب کتاب برابر ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ کم عمری ہی میں آپ ﷺ کے نکاح میں آ گئی تھیں، اس لئے کم سنی کے شوق اور تقاضے ابھی باقی تھے۔ آپ ان کی دلجوئی کے لئے ان کے شوق اور جائز خواہشات کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ ان کی سہیلیاں آپ کے یہاں آ کر ان کے ساتھ کھیلتی اور گاتی تھیں، اور آپ کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی تھی، بلکہ اگر سہیلیوں کو آپ کی وجہ سے کھیلنے میں تکلف ہوتا تو آپ خود باہر تشریف لے جاتے اور ان لڑکیوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔ ان کے شوق کی تکمیل کے سلسلہ کا ایک واقعہ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ کے گھر کے سامنے مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں کچھ حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا، آپ نے ان کو یہ کھیل دکھانے کا اہتمام اس طرح فرمایا کہ خود دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اپنے پیچھے (غالباً پردہ کے خیال سے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کھڑا کر لیا اور وہ آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر آپ کے کندھے اور کان کے درمیان سے کافی دیر تک کھیل دیکھتی رہیں اور آپ ان کے خیال سے مسلسل کھڑے رہے۔

(بخاری، کتاب الصلوۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد، مسلم کتاب العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب یوم العید)

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کا دل خوش کرنے کی یہ اعلیٰ مثالیں ہیں۔ ان کا اتباع بھی اتباعِ سنت ہی ہے اور اس میں ان لوگوں کے لئے خاص سبق ہے جن کے نزدیک یہ طرزِ عمل بزرگی اور بلند مقامی کے منافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمام ہر طرح کے تفکرات اور نبوت کی عظیم ذمہ داریوں کے باوجود وہ لطیف احساسات وجذبات جلوہ ریز تھے جو ایک معتدل انسانی فطرت کا تقاضا ہیں۔ آپ اپنے اعزہ واہل خانہ سے محبت وتعلق خاطر میں بھی ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے۔ آپ ﷺ ان کے انتقال کے بعد بکثرت ان کو یاد کرتے، یہاں تک کہ دوسری ازواجِ مطہرات کو ان پر رشک آتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کا کچھ اظہار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار ملنے آتے تو آپ بڑی مسرت کا اظہار فرماتے۔ (ایضا) دیگر ازواجِ مطہرات سے بھی آپ ﷺ بہت محبت فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی ذہانت وعلمی مزاج اور دینی بصیرت کی وجہ سے خاص تعلق تھا۔

﴿۴۷﴾ بچوں سے محبت اور شفقت

گھر میں بچے اب تو لائق التفات سمجھے جاتے ہیں (خصوصاً زمانہ جاہلیت میں) تو بالکل ہی ان کو قابل توجہ اور لائق التفات نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے بچوں کو بھی اپنی خاص الخاص رحمتوں سے نوازا اور اس سلسلہ میں اپنے قول وعمل سے ایسا اسوہ اور نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے بچوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی خاص الخاص نعمت ہیں ان کی تعلیم وتربیت اور ان کو حسن ادب کے ساتھ متصف کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے، بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ والدین اور گھر کے دوسرے بڑے ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کریں۔ بچوں میں اگر لڑکیاں ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور برتاؤ میں کسی قسم کی تفریق نہ برتیں۔ خود آپ ﷺ کا عمل بھی اپنے گھر کے بچوں کے ساتھ اور بچیوں کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ آپ کی اپنی بیٹیوں سے غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ صرف شفقت ہی نہیں اکرام کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کے لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ﷺ پیش قدمی فرما کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل فاطمہ)

ان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا

معاملہ اسی طرح کا تھا اوران کے متعلق بھی آپ کے اکرام وشفقت کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ نہایت پیار ومحبت اور شفقت کا تھا (اور یہی معیارِ کمال ہے)۔آپ کے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ ہی کی گود میں پلے ہیں، نبوت کی ساری ذمہ داریوں کے باوجود آپ ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ فرماتے تھے۔ان کو گود میں لیتے ،اپنے کندھوں پر سوار کرتے ،ان کو پیار کرتے ،ان کو سونگھتے اور مستقبل میں ان کو حاصل ہونے والے کمالات کا ذکر بھی کرتے اور نیز ان کو دُعائیں دیتے ،اپنے ساتھ سواری پر سوار کرتے۔(ترمذی باب فی رحمۃ الولد)

کبھی فرماتے تم دونوں میرے گلدستے ہو۔(بخاری وترمذی، کتاب المناقب الحسن والحسین)

ایک صحابی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی بھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر منجانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)

یعنی بچوں کو پیار کرنا بھی رحمت خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔حضرات حسنین کے علاوہ آپ کا معاملہ درجہ بدرجہ خاندان کے دیگر بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کا ہی رہا ہے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرات حسنین گھر سے نکل آئے ،نیا نیا چلنا شروع کیا تھا،قدم لڑکھڑا رہے تھے،فرطِ محبت میں آپ ﷺ سے رُکا نہ جاسکا،آپ درمیانِ خطبہ ممبر سے اُترے اور بڑھ کر ان کو گود میں اُٹھالیا۔پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا ہے: اولاد انسان کی کمزوری ہے۔میں نے دیکھا،یہ دونوں اپنے کپڑوں میں اُلجھ کر لڑکھڑا رہے ہیں،مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے درمیانِ خطبہ ہی اُتر کر ان کو گود لے لیا۔(نسائی کتاب الجمعہ، باب نزول الامام الخ)

کبھی ایسا بھی ہوا کہ درمیانِ نماز کو نواسی یا نواسہ آکر کندھے یا پیٹھ پر سوار ہو گیا،آپ نے نماز جاری رکھی،جب رکوع یا سجدہ کیا تو اُتار دیا اور پھر اُٹھالیا۔(ملاحظہ ہو، بخاری کتاب الادب، باب رحمۃ الولد اور مسند احمد، جلد۳ صفحہ۴۹۳-۴۹۴ نسائی کتاب الصلوٰۃ، باب من یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ)

اولاد سے آپ ﷺ کو بڑی محبت تھی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اولاد کے ساتھ رحم دل وشفیق شخص نہیں دیکھا۔(مسلم کتاب الفضائل، باب رحمۃ علیہ السلام، وتواضعہ)

اور اگر ان کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ بیتاب ہو جاتے ،ایک مرتبہ برسرِ عام کہا، فاطمہ! میری ہے، میں فاطمہ کا ہوں، فاطمہ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔(مسلم ترمذی، باب فضل فاطمہ)

غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص قیدی بنے ،ان کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی ،انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔حضرت زینب کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ایک قیمتی ہار تھا، جو ان کو شادی میں ملا تھا۔جب نقد رقم پوری نہ ہوئی تو انہوں نے اپنے گلے کا ہار بھی اُتار کر بھیج دیا۔آنحضرت ﷺ کے سامنے جب وہ ہار آیا تو نہ جانے کیا کیا یادیں نظر کے سامنے گھوم گئیں۔آپ بے تاب ہو کر رو پڑے۔شدید رقت طاری ہوگئی۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دوں۔صحابہ نے رضامندی ظاہر کی اور وہ ہار واپس کر دیا۔(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فداء الاسیر بالمال)

آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ سے کچھ دُور عوالی میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں جاتے اور بچہ کو دیکھ کر آتے۔اللہ کی تقدیر کہ ان کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا، جب کہ آپ کبرسنی کو پہنچ چکے تھے،اور ابراہیم رضی اللہ عنہ اکیلے نرینہ اولاد تھے۔آپ ﷺ انتقال کے وقت پہنچ گئے، بچے نے اس حال میں دم توڑا کہ اس کا سر آپ کی گود میں تھا اور آپ کی آنکھیں شدتِ غم سے جاری تھیں۔مگر اس وقت بھی سیّدنا محمد ﷺ بشر کے ساتھ نبی بھی تھے، اس حال میں آپ کو اللہ کی رضا کا خیال تھا،

پورے صبر کے ساتھ زبان سے یہ ایمان افروز کلمات نکلے:

"اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَآ اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ"

(بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی انا بک لمحزونون)

"آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل غمگین ہے، مگر سوائے اس بات کے جو اللہ کو پسند ہو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بخدا! ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم بہت غمگین ہیں۔"

﴿۷۴﴾ خادموں کے ساتھ برتاؤ

گھر کے لوگوں میں سب سے کمزور پوزیشن ملازم یا خادم پیشہ لوگوں کی ہوتی ہے اور اگر یہ لوگ غلام یا باندی ہوں تب تو ان کی بیچارگی اور کسمپرسی کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں رہتی۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس ذلیل مقام سے اٹھا کر آزادوں کے تقریباً مساوی مقام دیا' غلاموں کے مالکوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے' مالکوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے غلاموں کے ساتھ نہایت درجہ کا حسن سلوک کریں' جو خود کھائیں وہی انہیں بھی کھلائیں جو خود پہنیں وہی ان کو بھی پہنائیں۔ ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی مشکل کام ان کے سپرد کریں تو خود بھی اس کام میں شریک ہو جائیں اور ان کی مدد کریں۔ (بخاری' کتاب الایمان' باب المعاصی من امر الجاھلیۃ)

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں آپ ﷺ کی تاکید اور خود آپ کے طرزِ عمل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں محمود وایاز کا فرق باقی نہ رہنے دیا تھا۔ آپ نے حضرت زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی' وہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ آپ ان سے اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایسی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے کہ دیگر صحابہ ان دونوں کو "محبوبِ رسول ﷺ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاص مسئلہ میں صحابہ نے آپ ﷺ سے سفارش کرنی چاہی' مگر رعب کی وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہے تھے' باہمی مشورہ سے کہا گیا کہ یہ سفارش بس اسامہ ہی کر سکتے ہیں' جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب بھی ہیں اور محبوب زادے بھی۔ (بخاری' کتاب احادیث الانبیاء۔ مسلم کتاب الحدود' باب قطع ید السارق)

آپ کا عام معمول تھا کہ جو غلام بھی آپ ﷺ کے پاس آتا اس کو آپ فوراً آزاد کر دیتے۔ وہ آزاد ہو جاتا لیکن آپ کے احسان و کرم کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ نے آزاد کر دیا تھا' ان کے باپ ان کو لینے کے لیے آئے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی محبت وتعلق نے ان کو جانے نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی عمر بھر کسی عورت یا خادم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال لگاتار آپ کی خدمت کی' آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا' اور نہ کبھی یہ کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا۔ (بخاری' کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء)

﴿۷۵﴾ رسول اللہ ﷺ کے معمولات

رسول اللہ ﷺ جو وقت اپنے گھر میں گزارتے تھے' اس کے آپ نے تین حصے کر لیے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا' دوسرا اہل خانہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے' اور تیسرا حصہ اپنے آرام وراحت کے لیے۔ پھر اس تیسرے حصہ میں بھی جو اپنے آرام و راحت کے لیے تھا آپ اپنے امتیوں کو بھی شریک فرما لیا کرتے تھے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس وقت خواص صحابہ کرام کو حاضری کی اجازت ہوتی تھی اور ان کے ذریعہ علوم ومعارف عوام تک پہنچاتے تھے' اس طرح اگر چہ یہ وقت عمومی ملاقات کا تو نہ تھا لیکن اس کے فیض سے عامۃ الناس بھی محروم نہ رہتے تھے۔ خواصِ صحابہ کرام اس وقت میں اپنے اور دوسروں کے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ

ﷺ ان مسائل کو حل فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے اپنی ضرورت مجھ سے نہ کہہ سکتا ہو' آپ حضرات اس کی حاجت وضرورت مجھ تک پہنچا دیا کریں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کارِ خیر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ (شمائل ترمذی)

نمازِ عصر کے بعد آپ اُمہات المؤمنین کے یہاں تشریف لے جاتے اور سب سے خیریت دریافت کرتے۔

(شرح المواہب للزرقانی' ذکر ام سلمۃ)

رات کے معمولات حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے آئے ہیں۔ عشاء کے بعد ازواجِ مطہرات میں جس کی باری ہوتی' ساری ازواجِ مطہرات وہاں جمع ہوتی اور کچھ دیر مجلس رہتی۔ (ابوداؤد) عشاء کے بعد دیر تک جاگنا آپ کو ناپسند تھا' لیکن اگر کبھی کوئی معاملہ مشورہ طلب ہوتا تو آپ اکابر صحابہ سے اس وقت مشورہ کرتے۔ (ترمذی' کتاب الصلوٰۃ) نصف شب عبادت فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی اگر رات میں سوتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور اگر نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔

﴿۷۶﴾ خانہ نبوی ﷺ کا زاہدانہ ماحول

رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہل وعیال سے کامل محبت تھی اور آپ ﷺ ان کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس کا تقاضا یہ ہوسکتا تھا کہ آپ خود تنگی و پریشانی کے ساتھ گزراوقات کرلیتے مگر اپنے گھر والوں کے لیے تو کم ازکم رفاہیت اور آرام کے انتظامات کرہی دیتے۔ انسان کے لیے خود پریشانیاں برداشت کرنا آسان ہوتا ہے' مگر اپنے اہل خانہ اور بچوں کے چہروں پر وہ فقر کے سائے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن آپ ﷺ کا طرزِ عمل اس سلسلہ میں بالکل ممتاز اور آپ ﷺ کی شانِ نبوت کے مطابق ہے۔ آپ کے گھر کا ماحول اور عمومی نقشہ ویسا ہی تھا جو:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ" اور "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ"

''یعنی اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ اور رہی دنیا تو یہ لعنتی ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا اللہ سے کچھ تعلق ہے۔''

آپ ﷺ نے کبھی اس کی فکر نہیں کی کہ آپ کے گھر والوں کو دنیا کی زندگی میں رفاہیت حاصل ہو۔ آپ ﷺ یہ دعا اکثر فرماتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" (بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

''اے اللہ! محمد ﷺ کے گھر والوں کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرمادیجئے۔''

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں' فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی دن چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی' پوچھا گیا: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پھر کیسے بسر ہوتی تھی؟ کہا بس کھجور اور پانی سے۔ (بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ کبھی ہم کو دو وقت لگاتار باقاعدہ کھانا نہیں ملا' ایک وقت ضرور صرف کھجور پر بسر کرتے۔

(بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

ازواجِ مطہرات کے پاس صرف ایک ہی جوڑا کپڑا رہتا۔ (بخاری' کتاب الحیض' باب تصلی المرأۃ فی ثوب)

گھر میں آٹا چھانے بغیر پکتا۔ کبھی چپاتی پکنے کی نوبت نہیں آتی' راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ' باب الصلوٰۃ علی فراش)

آپ ﷺ کے بستر کی یہ حالت ہوتی کہ ایسی چٹائی پر لیٹتے کہ جسم مبارک پر اس کے نشان پڑجاتے۔ (حوالہ بالا و ترمذی' کتاب الزہد)

کبھی چمڑے کے اندر بھوسا بھر کر گدا بن جاتا' بس یہی بستر تھا۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر نظر دوڑائی تو گھر کی کل متاع چند کلو جَو اور چمڑے کے چند ٹکڑے ہی نظر آئے۔ رسول اللہ

ﷺ کی اس بے سروسامانی کی زندگی پران کا یہ فدائی رو پڑا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا یہ حال ہے، قیصر وکسریٰ اللہ کے باغی کیسے کیسے عیش لوٹتے ہیں؟ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جلالی شان کے ساتھ فرمایا: عمر کچھ شک ہے، اُن لوگوں کو سارے مزے دنیا ہی میں لوٹ لینے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حجراتِ نبوی کی تعمیر کا یہ حال تھا کہ تعمیر کچی اینٹ کی تھی۔ کچھ حجرے کھجور کی ٹٹیوں کے تھے، چھت اتنی نیچی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ لگتا۔ چوڑائی چھ سات گز اور لمبائی دس ہاتھ تھی۔ دروازوں کو قاعدے کا پردہ بھی میسر نہ تھا۔ بوسیدہ کمبل ہی ڈال دیا جاتا تھا۔

ازواجِ مطہرات بھی اس طرزِ عمل پر نہایت قانع تھیں اور صبر وشکر سے گزر کرتی تھیں۔ جب اللہ کی طرف سے فتوحات کے بعد غذائی اشیاء اور مال ودولت کی کچھ فراوانی ہوئی تو اُن کو امید ہوئی کہ عام انسانوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر کے معیار میں کچھ بہتری لائیں گے۔ کم ازکم دووقت کی روٹی کی حد تک تو ان کو بھی اُمید تھی کہ یہ میسر ہو ہی جائے گی اور انہوں نے اس کا مطالبہ کیا، مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو ایسا ناپسند کیا کہ ایک ماہ تک گھر کے اندر تشریف نہیں لے گئے۔ اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں سے صاف کہہ دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت تو اسی حال اور فقر وفاقہ کے ساتھ ہی ممکن ہے، اس گھر کا تو یہی حال رہے گا، اگر تم میں سے کسی کو دنیا کی زندگی کی رفاہیت وزینت کی طلب ہے تو وہ مجھ سے بحسن وخوبی الگ ہو سکتی ہے اور اگر تم کو اللہ کی رضا اور رسولِ خدا کی رفاقت اور آخرت زیادہ محبوب ہے تو اللہ نے تمہارے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ یہ حکم قرآن کی آیات کی شکل میں نازل ہوا۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۸، ۲۹) آپ نے ازواجِ مطہرات تو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا، ان سب نے بیک زبان اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت کو اختیار کیا۔ (مسلم کتاب الطلاق باب بیان ان تخیر المرأۃ لا یکون طلاقا)

جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ یہ فقر وزبوں حالی اس وقت بھی قائم رہی جب آپ ﷺ کے پاس مال ودولت کے ڈھیر آکر لگنے لگے تھے۔ جس دن مال آتا، آپ اُس وقت تک گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا، فدک سے کچھ غلہ آیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیچ کر وہ قرض ادا کیا، جو ایک یہودی سے آپ ﷺ نے کسی دینی ضرورت کے لیے لیا تھا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے (جو گھریلو امور کی نگرانی کرتے تھے) پوچھا کہ کچھ بچا تو نہیں؟ انہوں نے کہا: کچھ بچ رہا۔ فرمایا: جب تک کچھ بچ رہے گا میں گھر کے اندر نہیں جا سکتا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ کیا کروں، کوئی سائل بھی تو نہیں۔ مگر آپ نے رات مسجد ہی میں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی، اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا، یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا گیا، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر گھر کے اندر گئے۔ (ابوداؤد، باب ہدایات المشرکین)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو جیسا تعلق تھا اس کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے۔ ان کا یہ حال تھا کہ گھر کے سارے کام کاج کرتے کرتے کپڑے غبار میں اَٹ جاتے، چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے، مشک بھر بھر کر لانے سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا۔ ایک موقع پر کہیں سے کچھ غلام وباندیاں آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حالت آپ ﷺ کو بتلائی اور ایک خادمہ مانگی۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ سے ڈرو! گھر کا کام خود کرو، اللہ کے حقوق وفرائض ادا کرو اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سویا کرو۔ یہ تمہارے لیے باندی سے بہتر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدر کے یتیموں کا حق تم سے پہلے ہے۔ دوسری روایات میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک سے پچکے جا رہے ہیں، میں تم کو کیسے دے دوں۔ (ابوداؤد، کتاب الخراج، باب بیان موضع قسم الخمس بخاری کتاب الجہاد، باب بیان ان الخمس النوائب رسول اللہ ﷺ بحوالہ ماہنامہ الفرقان، ماہ مارچ ۲۰۰۷ء مطابق صفر ۱۴۲۷ھ)

﴿۷۷﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک تحریری فتویٰ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المؤمنین! ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے، پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے آزمالیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۴۳)

﴿۷۸﴾ ایک نومسلمہ عورت کی عجیب کارگزاری

میں ایک امریکی خاتون ہوں اور امریکہ کے قلب ''نیویارک'' میں پیدا ہوئی۔ میری نوجوانی ایک ''امریکی'' لڑکی ہی کی طرح گزری۔ میرا ایک ہی شوق تھا، امریکہ کے ''عظیم شہر'' کی گلیمر بھری زندگی میں جاذبیت اور دلکشی کی دوڑ میں حصہ لوں۔ میں فلوریڈا کے شہر میامی کے ایک ساحلی مقام پر رہنے لگی، پھر سال گزرنے لگے اور میرے اندر اطمینان اور سکون بجائے بڑھنے کے کم ہوتا گیا، میری نسوانی کشش جس قدر بڑھتی جاتی، اور جتنا میں (بظاہر) کامیابیوں کی منزلیں طے کرتی میرے اندرونی خلا اور بے اعتمادی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا۔ میں ایک شدید قسم کی ذلت اور حقارت میں اپنے آپ کو ڈوبا ہوا محسوس کرتی، میں فیشن کی غلام بن گئی تھی اور میرا مصرف بس یہ تھا کہ دوسروں کی آنکھوں اور دلوں کو خوش کروں۔

میرا معیارِ زندگی جتنا ''اونچا'' ہوتا، میرا اعتماد اتنا ہی نیچا ہوجاتا۔ میں نے ان حقائق سے منہ چرانا چاہا، مگر وہ فرار کے ہر موڑ پر مجھ کو منہ چڑانے کے لیے موجود ہوتے۔ آخر میں اپنے آپ سے ادب گئی، میں نے نشہ کی پناہ لی، کلبوں اور پارٹیوں میں جاکر دل بہلانا چاہا، مگر سب بے سود۔ میں نے روحانی مراقبوں سے اپنی بے سکونی کا علاج کرنا چاہا، جب یہ تدبیریں ناکام ہوگئیں تو مذہب بدلے، ایکٹوازم کا سہارا لیا، یعنی فلاحی اور اجتماعی تحریکوں میں لگی، مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی کے مصداق میری ترقیوں میں جو اضافہ ہورہا تھا، اور میرا لائف اسٹائل جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا، میری اندرونی بے اعتمادی کی آگ مجھے جلاتی جارہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اسلام اور اسلامی اقدار وتہذیب کے خلاف ایک خطرناک اور چوطرفہ حملہ ہوچکا ہے۔ اور پھر بد اور بدنام ''نئی صلیبی جنگ'' کا بھی اعلان ہوتا ہے، اب مجھے اسلامی نامی ایک چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے، ب تک تو میرے ذہن میں اسلام کے نام پر صرف چند تصویروں کے نقوش تھے، ترپالوں میں لپٹی عورت، بیبیوں کو پیٹتے مرد، گھروں کے پچھلے حصے میں زنان خانے اور دہشت گردی کی دنیا۔

میں ایک سماجی کارکن تھی، جو عورتوں کی آزادی کی علم بردار اور دنیا میں لوگوں کی بہتر زندگی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی، اپنے اس کام کے سلسلے میں میری ملاقات ایک سینئر کارکن سے ہوئی جو اس سلسلے میں اچھا کام کرچکا تھا۔ وہ بلا کسی تفریق کے سارے انسانوں کے لیے انصاف اور فلاح وبہبود کا داعی تھا، اس شخص سے ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ انصاف، آزادی اور احترام، یہ آفاقی اقدار ہیں اور سارے انسانوں کو ملنے چاہیے نہ کہ صرف بعض کو۔ اب مجھے احساس ہوا کہ سارے انسانوں کے لیے بھلا سوچنا خلوص کے بعد ہی ممکن ہے، پہلے میں صرف چند کے لیے اچھا سوچتی تھی، اب میں بلاتفریق ہر قسم کے لوگوں کے حقوق کے بارے میں سوچنے لگی۔

اچانک ایک دن میرے سامنے قرآنِ مقدس آیا، مغرب نے جس کی بڑی منفی تصویر بنا رکھی ہے۔ پہلے تو قرآن کے اسلوب وانداز نے مجھے متوجہ کیا، پھر اس نے کائنات، انسان اور زندگی کے حقائق اور عبد ومعبود کے رشتے پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے مجھے مسحور کردیا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن نے اپنی بصیرت کا مخاطب براہِ راست انسان اور اس کی روح کو بنایا ہے، اور وہ کسی بچولیے یا پادری کے بغیر انسان کو اللہ

کا مخاطب بنا تا ہے۔ آخر کار وہ لمحہ آ گیا جب میں نے سچائی کو تسلیم کر لیا اور میں جس منزل کے لیے سرگرداں تھی اور جس سکون کے لیے بے تاب تھی، مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صرف اسلام قبول کر کے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ میری داخلی بے تابیوں اور اضطراب کا علاج صرف ایمان سے ہو سکتا ہے، اور میرے مسائل کا حل مہم جوئی میں نہیں عملی مسلم بننے میں ہے۔

میں نے ایک برقعہ اور سر اور گردن کو ڈھکنے والا اسکارف خرید لیا، جو ایک مسلم عورت کا شرعی لباس ہے۔ اب میں اس اسلامی باوقار لباس کے ساتھ ان راستوں اور ان دوکانوں اور لوگوں کے سامنے سے گزرتی جن کے سامنے کچھ دن پہلے میرا گزر شارٹ اور ''شاندار'' مغربی لباسوں میں ہوتا تھا۔ سب کچھ وہی ہوتا جو پہلے ہوتا تھا، بس ایک چیز بدلی ہوئی تھی، یعنی میں اور میرا اندرونی اطمینان وسکون اور خود اعتمادی اور تحفظ کا احساس۔ ایسا احساس جو مجھے پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہوا ساری زنجیریں ٹوٹ کر بکھر گئی ہیں، میری گردن کے طوق پاش پاش ہو گئے ہیں، اور میں نے آزادی حاصل کر لی ہے۔ میں بڑی خوش تھی کہ ان آنکھوں میں اب تعجب اور دوری کے آثار تھے، جو پہلے مجھ کو ایسے دیکھتے تھے جیسے شکاری اپنے شکار کو اور باز ننھی چڑیا کو۔ حجاب نے میرے کندھوں کے ایک بڑے بوجھ کو ہلکا کر دیا، مجھے ایک خاص طرح کی غلامی اور ذلت سے نکال لیا، اب دوسروں کے دلوں کو لبھانے کے لیے میں گھنٹوں میک اپ نہیں کرتی تھی، اب میں اس غلامی سے آزاد تھی۔ ابھی میں پردے میں صرف سر اور گردن ڈھکتی اور ''عبایہ'' (برقعہ) پہنتی، مگر مجھے نقاب کی طرف توجہ ہوئی اور وہ اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ مغرب کی مسلم عورتوں میں نقاب کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے (جن سے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نکاح کر لیا تھا) مشورہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ چہرہ ڈھکنا یعنی نقاب افضل ہے، لازمی نہیں، البتہ حجاب یعنی چہرے کے علاوہ جسم ڈھکنا لازم ہے۔ ابھی تک میرا پردہ یہ تھا کہ صرف ہاتھ اور چہرے کو چھوڑ کر میرا پورا جسم ڈھکا ہوتا، میں ایک اسکارف اور ایک ڈھیلا ڈھالا لمبا عبایہ (گاؤن) استعمال کرتی۔ ڈیڑھ سال اسی طرح گزرا، پھر میں نے اپنے شوہر سے کہا: میں چہرہ بھی ڈھکنا چاہتی ہوں اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ میرے اللہ کو زیادہ راضی کرنے والا عمل ہوگا۔ وہ مجھے ایک دوکان پر لے گئے، جہاں میں نے ''اسدال'' (ایک عربی برقعہ جو سر سے پاؤں تک ہر چیز ڈھک دیتا ہے) خریدا۔ جس میں صرف آنکھیں کھلتی ہیں اور کچھ نہیں۔

ہدایت یابی کا میرا یہ سفر جاری تھا کہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ آزادی کے علمبرداروں اور نام نہاد انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والوں نے حجاب ونقاب کے خلاف مہم چھیڑ دی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حجاب عورت پر ظلم کی علامت ہے، کوئی اعتراض کر رہا ہے کہ یہ اتحاد و یکجہتی میں رکاوٹ بن رہا ہے، اور اب مصر سے کسی نے یہ کہتے ہوئے سُر میں سُر ملایا کہ یہ پچھڑے پن کی نشانی ہے۔ یہ بھی کیسی منافقت اور دوغلا رویہ ہے کہ اگر کوئی حکومت عورتوں کے لباس کے لیے کچھ ضابطے بنائے تو مغرب کہتا ہے کہ یہ انسانی آزادی کی مخالفت اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی ہے، اور اگر عورت اپنے انتخاب سے نقاب اوڑھے تو آپ اُس کی آزادیوں کو سلب کرتے ہیں، اس کو تعلیم اور سروس سے محروم کر دیتے ہیں۔ یہ ظلم صرف تیونس اور مراکش جیسی استبدادی حکومتیں ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ یہ فرانس، ہالینڈ اور برطانیہ میں بھی ہو رہا ہے۔

اب میں بھی فیمنسٹ (عورتوں کے حقوق کی حامی) ہوں مگر ایک مسلم فیمنسٹ، جو مسلم عورتوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو ادا کریں، اپنے شوہروں کو ایک اچھا مسلمان بننے میں مدد کریں، اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ استقامت کے ساتھ دین پر جمیں اور اندھیروں میں بھٹک رہی انسانیت کے لیے منارۂ نور بن جائیں۔ میری آپ کو دعوت ہے کہ آپ ہر خیر کو لازم پکڑ لیں اور ہر شر سے نبرد آزما ہو جائیں، حق کی آواز بلند کریں اور بدی کی مخالفت پر کمر کس لیں۔ ہمارے نقاب وحجاب کے حق کے لیے لڑیں اور اللہ کو راضی کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب پردہ کرنے والی عورتیں اپنی ان ساری بہنوں کو حجاب کے بارے میں بتائیں جو بدقسمتی سے نہیں جانتیں کہ پردہ کیا مبارک شے ہے۔ ہم ان کو بتائیں کہ حجاب ہم کو کتنا عزیز ہے اور ہم کیوں نہایت فخر ومحبت کے ساتھ اس کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔

میں جن معزز خواتین کو جانتی ہوں کہ اُنہوں نے صرف حجاب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نقاب سے چہرہ بھی ڈھکا' ان میں سے اکثر مغربی نو مسلم خواتین ہیں۔ ان میں سے کچھ تو غیر شادی شدہ دوشیزائیں ہیں۔ اکثر کو تو نقاب کی وجہ سے مسائل بھی پیش آتے ہیں' ان کی سوسائٹی' خاندان اور گھر کے لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ آزادانہ انتخاب کے حق کو تسلیم نہ کرنے ہی کی ایک شکل ہے کہ معاشرے میں ہر طرف سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے عورتوں پر ننگے ہونے اور بھڑ کیلے کپڑے کی حد تک دلربائی اختیار کرنے کی اندھا دھند تبلیغ کی جائے۔ اور عملاً ان کو خواہی نہ خواہی اس کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے' میرا کہنا ہے کہ عورتوں کو حجاب کی تہذیب کو جاننے کا بھی برابر موقع دیا جانا چاہیے' تاکہ وہ اس پاک و پرسکون تہذیب کی خوبیوں کو جان سکیں' اور ان کو وہ معلوم ہو جو مجھے معلوم ہوا ہے' میں کل تک عریانیت کو ہی اپنی آزادی کی علامت سمجھتی تھی' پھر مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ ایک پابجولاں آزادی تھی' جس نے مجھ کو خود اعترافی اور ذاتی اعتماد سے عاری کر دیا تھا اور میری روح کو بے چینی کی آگ میں ڈال دیا تھا۔

مجھے اپنے فحش لباس کو اُتار کر اور مغرب کی دلربا طرزِ زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق کی معرفت و بندگی والی ایک باوقار زندگی کو اختیار کرنے سے جو مسرت و اطمینان کا احساس ہوا ہے میں اس کی کوئی مثال نہیں دے سکتی۔ ایسی خوشی مجھے کبھی نہیں ہوتی تھی' اس لیے چہرہ ڈھکنے اور نقاب پر مجھے اصرار ہے' پردہ میرا حق ہے جو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کے لیے میں لڑ مروں گی مگر اس کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔ نقاب آج عورت کی آزادی کی ایک باعزت علامت ہے' جو اس کو گندی مخلوق کی ہوس رانیوں کا' ٹائلٹ پیپر کی طرح کا' سامان بننے سے بچاتا ہے' نقاب پہن کر عورت پہچانتی ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کا مقصد زندگی کیا ہے؟ اور اس کو اپنے خالق اللہ سے کیسا رشتہ و رابطہ قائم کرنا ہے۔ جو عورتیں اسلامی حجاب کی باوقار و باحیاء تہذیب کے بارے میں مغرب کے قدیم گھسے پٹے متعصبانہ تصورات کی شکار ہیں ان سے میں کہتی ہوں:

''تمہیں پتہ نہیں تم کس عظیم نعمت سے محروم ہو۔''

اور ''تہذیب'' کے نامبارک ٹھیکیداروں اور نام نہاد 'صلیبیوں'' سے میرا کہنا ہے کہ:

''تم بھی حجاب کو اختیار کرو' اسی میں تمہاری نجات ہے۔'' (ماہنامہ الفرقان' مارچ ۲۰۰۷ء مطابق ۱۴۲۸ھ' صفحہ ۳۳)

خواب کا بیان

﴿۷۹﴾ خواب کے آداب

① اچھے خوابوں کو پسند کرنا اور ان سے خوش ہونا۔
② بڑوں کا چھوٹے سے خواب معلوم کرنا۔
③ مسجد میں خواب معلوم کرنا۔
④ مسجد میں خواب کی تعبیر دینا۔
⑤ تعبیر دیتے وقت دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔
⑥ فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا۔
⑦ خواب کی کسی صالح' صاحب الرائے اور اہل تعبیر سے تعبیر لینا۔
⑧ خواب صالح یا اہل محبت سے ذکر کرنا۔
⑨ اچھے خواب پر الحمد للہ کہنا۔
⑩ برے خواب پر تعوذ پڑھنا۔
⑪ پریشان کن خواب پر نماز پڑھنا۔
⑫ پریشان کن اور برے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

﴿۸۰﴾ خواب معلوم کرنا

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ تھی کہ اپنے اصحاب سے بکثرت یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے؟ پس جو خواب دیکھتا وہ آپ کے سامنے خواب پیش کرتا۔ (مختصر ابخاری جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۳)

فائدہ: مؤمن کا خواب مبشرات الٰہی اور نبوت کا ایک جز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر بہت عمدہ دیا کرتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا فجر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳)

﴿۸۱﴾ خواب پیش کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خواب دیکھا کرتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی (اسی تمنا میں کہ کوئی خواب دیکھوں تو آپ کی خدمت میں پیش کروں) کہا اے اللہ! کوئی خیر ہو تو ہمیں بھی دکھا تا کہ اس کی تعبیر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کروں۔ چنانچہ میں سویا تو خواب دیکھا۔ (مختصر ابخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی خواب دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ خواب پیش کرتا تو آپ فرماتے ماشاء اللہ۔ میں نئی عمر کا جوان تھا نکاح سے قبل مسجد میں سویا کرتا تھا میں اپنے دل سے کہتا: اگر تیرے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو تو بھی خواب دیکھتا۔ ایک رات میں سویا تو کہا: اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اچھائی ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھایئے۔ (مسند طیالسی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۱)

﴿۸۲﴾ خواب پسند کرنا

ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے خواب بہت پسند تھے آپ لوگوں سے خواب کے متعلق پوچھا کرتے تھے پھر اس کی تعبیر دیتے تھے۔ (ابوداؤد طیالسی جلد: ۱ صفحہ: ۳۵۰)

﴿۸۳﴾ فجر کے بعد خواب معلوم کرنا

ابن زمیل جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ لیتے تو پیر نکال کر بیٹھ جاتے (یعنی آرام سے) ۷۰ مرتبہ استغفار پڑھتے فرماتے کہ ۷۰ سات سو کے برابر ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے زائد ہوں پھر لوگوں کی طرف رُخ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کو بہت پسند فرماتے۔ آپ پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے چنانچہ راوی ابن زمیل کہتے ہیں کہ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ (سیر صفحہ ۴۱۱ مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے اور فرماتے کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی، مگر اچھے خواب۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۸۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ تھی کہ فجر کی جماعت سے فارغ ہو کر لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر خواب معلوم فرماتے، کبھی حضرات صحابہ خواب بیان کرتے، کبھی آپ اپنا خواب، حضرات صحابہ کے سامنے بیان کرتے۔

﴿۸۴﴾ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد دینا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس جس کے بارے

میں اللہ پاک چاہتا (جس کو اللہ پاک خواب دکھاتا) خواب ذکر کرے وہ ذکر کرتا اور آپ اس کی تعبیر دیتے۔ (بخاری مختصراً جلد:۲ صفحہ:۱۰۴۳)

آپ ﷺ کی عادتِ طیبہ تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد خواب معلوم کرتے اور اسی وقت تعبیر دیتے۔

صبح کی نماز کے بعد ہی خواب کی تعبیر دینی سنت اور بہتر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے: ''تَعْبِيْرُ الرُّؤْيَا بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل خواب کی تعبیر دینی مستحب ہے۔ نمازِ صبح کے وقت خواب اور اس کی تعبیر اس وجہ سے بہتر ہے کہ رات کے قریب ہونے کی وجہ سے خواب محفوظ ہوگا' تازہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے خواب یا اس کے اجزاء غائب نہ ہوں گے' نیز اور بھی دوسرے مصالح ہیں۔

﴿۸۵﴾ پہلی تعبیر کا اعتبار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہے۔ (ابن ماجہ' صفحہ:۲۷۹)

فائدہ: جس سے اوّلاً خواب بیان کرے اور تعبیر لے اسی تعبیر کا اعتبار ہے' اسی لیے حکم ہے کہ ہر ایک سے خواب بیان نہ کرے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ مسند عبدالرزّاق میں ابوقلابہ کا قول ہے کہ جیسی تعبیر دی جائے واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری' جلد۱۲' صفحہ:۴۳۲)

﴿۸۶﴾ خواب کی تعبیر دیتے اور سنتے وقت کیا پڑھے؟

حضرت ضحاک جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خواب سننے کے وقت پڑھا:

خَيْرٌ تَلَقَّاهُ وَشَرٌّ تَوَقَّاهُ وَخَيْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَآئِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سیرۃ' جلد:۷' صفحہ:۴۱۱)

''تم کو بھلائی حاصل ہو' برائی سے محفوظ رہو' بھلائی ہمارے لیے برائی دوسروں کے لیے' تعریف اللہ کے لیے' جو ہر عالم کا مربی ہے۔''

﴿۸۷﴾ مؤمن کا خواب نبوت کا ایک حصہ ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری' جلد:۲' صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(بخاری' جلد:۲' صفحہ۱۰۳۵)

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خطابی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نبوت سے پہلے چھ ماہ تک اچھے خواب دیکھتے رہے' اس کے بعد وحی کا سلسلہ شروع ہوا جو ۲۳ سال تک جاری رہا اور ایک سال کے ۶ مہینوں کے اعتبار سے دو حصے ہوتے ہیں' پس ۲۳ سال کے کل چھیالیس (۴۶) حصے ہوئے' اس اعتبار سے ۶ ماہ جو اچھے خواب دیکھنے کا زمانہ ہے وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ بن گیا' اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت اور مطلب معلوم نہیں' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿۸۸﴾ اچھا خواب مؤمن کے لیے بشارت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں۔ پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب۔ (بخاری' جلد:۲' صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی نہ میرے بعد رسول ہے نہ نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ پوچھا کہ وہ مبشرات کیا ہیں فرمایا: اچھے خواب جس کے نیک مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ۵۱ ابوداؤد احمد سیرۃ جلد۷ صفحہ۴۰۸ ابن ماجہ صفحہ۲۷۸)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا قول (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) (ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اچھے خواب ہیں جن کو مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۷۸)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اچھے خواب مؤمن کے لیے دنیا میں بشارت ہیں۔

(طبرانی، کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۳۹۳)

وحی کے ختم اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر نے یہ ذکر کیا ہے کہ میری (یعنی نبی کریم) کی وفات سے وحی کا سلسلہ جس سے آئندہ ہونے والے اُمور کا علم ہو یہ تو منقطع ہوگیا البتہ سچے خواب جن سے ہونے والی باتوں کا علم ہوسکتا ہے باقی ہیں۔ (صفحہ۳۷۶)

﴿۸۹﴾ اچھا خواب دیکھے تو کیا کرے؟

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ کی جانب سے ہے۔ اس پر الحمدللہ کہے اور اسے بیان کرے۔ (بخاری صفحہ۱۰۴۳)

یعنی اس نعمت پر شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کی ایک خیر سے نوازا۔

﴿۹۰﴾ خواب کی نوعیت اور اس کی قسمیں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خواب کی تین نوعیتیں ہیں۔

﴿۱﴾ نفس وذہن کی باتیں۔ اس کی کچھ حقیقت (تعبیر) نہیں۔

﴿۲﴾ جو شیطان کی جانب سے ہو۔ پس جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تھتکھکائے۔ اس کے بعد کوئی نقصان نہ ہوگا۔

﴿۳﴾ وہ جو خدا تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہو۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اسے کسی خیر خواہ صاحب الرائے کے سامنے پیش کرے کہ وہ اچھی تعبیر دے اور اچھی بات کہے۔ (ابواسحٰق، سیرۃ جلد۷ صفحہ۴۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: ﴿۱﴾ اللہ کی طرف سے بشارت ﴿۲﴾ خیالی باتیں ﴿۳﴾ شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ:۲۷۹)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: بعض وہ ہوتے ہیں جو شیاطین کی جانب سے خوف کنندہ ہوتے ہیں تاکہ وہ انسان کو رنجیدہ کریں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن کو انسان بیداری میں خیال کرتا ہے اور سوچتا ہے اور بعض وہ ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں (یعنی سچا خواب جو خدا کی جانب سے ہے)۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۷۹)

فائدہ: بسااوقات انسان بیداری میں جو کرتا اور سوچتا ہے اس کے ذہن میں رہتا ہے۔ وہ بھی خواب میں آجاتا ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ وہ خیال کی ایک تصویر ہے لہٰذا تعبیر کے وقت اس کا خیال ضروری ہے کہ وہ خواب کی کس قسم سے متعلق ہے صرف ایک قسم کے خواب کی کچھ تعبیر ہوسکتی ہے۔ یہ وہی ہے جسے مبشرات کہا گیا ہے۔ "لَهُمُ الْبُشْرٰى" سے قرآن میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ یہی نبوت

کا چھیالیسواں جز ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ خواب کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں:

حدیث پاک میں تین قسمیں جو مذکور ہیں' یہ حصر کے لیے نہیں ہے' اس کے علاوہ اور بھی خواب کی قسمیں ہیں۔ مثلاً بیداری کی باتیں' بعینہٖ خواب میں دیکھنا' جیسے کسی کی عادت ہے' فلاں وقت کھانے کی چنانچہ اسی وقت کھانے کو وہ خواب میں دیکھ رہا ہے۔

(فتح الباری' جلد ۱۲' حصہ ۴۰۸)

خواب کی ایک قسم اضغاث بھی ہے جسے خوابہائے پریشان بھی کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۴۰۸) اِدھر اُدھر کا دیکھنا' اس کا تعلق بھی خیالی اُمور سے ہوتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں۔

﴿۹۱﴾ شیطانی خواب

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا' اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور بُرے (ڈراؤنے' پریشان کن خواب) شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔

فائدہ: شیطان پریشان کرنے کے لیے اور وہم میں مبتلا کرنے کے لیے ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے۔

﴿۹۲﴾ ناپسندیدہ خواب کسی سے بیان نہ کرو

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو' اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو' اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔ (مختصر بخاری' جلد ۲' صفحہ ۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگو اور اسے کسی سے بیان نہ کرو' تو نقصان نہ ہوگا۔ (مختصر بخاری' جلد ۲' صفحہ ۱۰۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کٹ گیا ہے۔ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: جب تمہارے ساتھ خواب میں شیطان کھیلے تو کسی سے مت بتاؤ۔ (مشکوٰۃ' صفحہ ۳۹۵)

فائدہ: جو خواب ''اضغاث احلام'' ہوتے ہیں یعنی شیطان کی جانب سے پریشان کن ہوتے ہیں' ان کی تعبیر نہیں ہوتی۔

شاید آپ ﷺ کو اس کا علم بذریعہ وحی ہو گیا ہو کہ اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ معبرین ایسے خواب کی تعبیر زوالِ سلطنت یا نعمتوں کے زوال سے دیتے ہیں۔ (طیبی' مشکوٰۃ' صفحہ ۳۹۵)

﴿۹۳﴾ ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب ہو جائے' اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے' اس کی برائی سے پناہ مانگے۔ (ابن ماجہ' صفحہ ۲۷۹' سیرۃ' جلد ۷' صفحہ ۴۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب تھتکھا دے اور شیطان سے پناہ مانگے (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) پڑھے اور کروٹ بدل لے۔ (ابوداؤد' صفحہ ۶۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ابن ماجہ والی روایت میں ہے بائیں جانب تین مرتبہ تھتکھا دے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے خواب دیکھے تو شیطان مردود سے پناہ مانگے یعنی (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے اور جس کروٹ پر ہو اُسے بدل لے۔ (ابن ماجہ، صفحہ ۲۷۹)

﴿۹۴﴾ خواب سے بیماری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ایسا ڈراؤنا خواب دیکھتا ہوں کہ اسے دیکھنے کے بعد بیمار پڑ جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے شیطان کی جانب سے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے تو بائیں جانب ۳ مرتبہ تھوک دے اور (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (مجمع، جلد ۷، صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض شیطانی خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے انسان بیمار پڑ سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوسلمہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا وہ خواب دیکھتے تو بیمار پڑ جاتے۔ (بخاری، جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۴۳)

لہٰذا اگر اس قسم کے خواب کے بعد مذکورہ عمل کر لیا جائے تو ضرر سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اُٹھ جائے اور نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ (بخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر برے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں:

۱. (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے۔
۲. بائیں جانب تھتکا دے۔
۳. کسی سے بیان نہ کرے۔
۴. کروٹ بدل لے۔
۵. اُٹھ کر نماز پڑھ لے۔

بعضوں نے ایسے موقع پر آیۃ الکرسی بھی پڑھنے کو کہا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۷۰)

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ برے خواب کے بعد نماز پڑھنا سب آداب کو شامل اور جامع ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۷۱)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے ناپسندیدہ خواب کے بعد یہ دُعا منقول ہے، اسے پڑھ لے:

"اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلٰٓئِكَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِىْ فِيْهَا مَا اَكْرَهُ فِىْ دِيْنِىْ وَدُنْيَاىَ"

(سعید ابن منصور، فتح ۱۲، صفحہ ۳۷۱)

"میں اس خواب کی تکلیف دہ اُمور سے اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں پناہ مانگتا ہوں، جیسے کہ خدا کے فرشتوں اور اس کے رسول نے پناہ مانگی ہے۔"

﴿۹۵﴾ صبح کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۹۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سحر کے وقت کے خواب کی تعبیر بہت جلد واقع ہوتی ہے، خاص کر صبح صادق کے وقت کی۔ دوپہر کے وقت کی بھی خواب کی تعبیر جلد واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹۰)

دن اور رات مرد اور عورت کے خواب کا یکساں حکم ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹۲)

یعنی جس طرح مرد کا خواب صحیح اور قابلِ تعبیر ہوگا۔ اسی طرح عورت کا بھی ہوگا۔

﴿۹۶﴾ سچ بولنے والے کا خواب سچا ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سچ بولنے والا ہوتا ہے اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔(ابن ماجہ، صفحہ ۲۸۰)

فائدہ: جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا خواب کیسا ہوگا۔ آج جھوٹ کی بیماری عام ہے کہ بسا اوقات آدمی بلا قصد وارادہ کے بھی جھوٹ بول دیتا ہے۔ جو جتنا سچا ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔ اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا خواب سچا ہوتا ہے۔ جو لوگ نیکی اور صلاح میں کم ہیں اکثر ان کا خواب اضغاث احلام ہوتا ہے بہت کم سچا اور لائق تعبیر ہوتا ہے۔(فتح الباری، صفحہ ۳۶۳)

﴿۹۷﴾ خواب کس سے بیان کرے؟

ابو رزین عقیلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ تاوقتیکہ نہ بیان کیا جائے معلق رہتا ہے۔ اسے اپنے دوست سمجھدار کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے معلق رہتا ہے۔ جب تعبیر دی جاتی ہے تو واقع ہو جاتا ہے خواب کو کسی خیر خواہ دوست اور صاحب الرائے کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔(مشکوۃ، صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب کسی عالم یا خیر خواہ کے علاوہ سے بیان مت کرو۔
(مجمع، جلد ۷، صفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے تو اسے کسی خیر خواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔(کنز العمال، جلد ۱۹، صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے سامنے خواب نہ بیان کرے کہ ناپسندیدہ غلط تعبیر نہ دے دے۔ بلکہ دیندار کے سامنے اسے پیش کرے اور اسی سے تعبیر لے کر بسا اوقات جو تعبیر دی جاتی ہے واقع ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بھی خیال رہے کہ ہر خواب قابل تعبیر بھی نہیں کہ خواب کی تعبیر کے لیے پریشان ہو۔

﴿۹۸﴾ خواب اپنے خیر خواہ دوست سے بیان کرے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے اپنے دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوست کے علاوہ کسی اور سے اس وجہ سے منع کیا ہے کہ بسا اوقات دوسرا شخص بغض یا حسد کی وجہ سے ناپسندیدہ تعبیر نہ دے دے اور ایسا ہی واقع ہو جائے۔(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں منقول ہے کہ ہر شخص سے اپنا خواب نہ بیان کرے بلکہ عالم، خیر خواہ، دوست، ذی عقل، صاحب الرائے سے بیان کرے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عالم جہاں تک ممکن ہوگا اچھی تعبیر نکالے گا۔ خیر خواہ خیر ہی کا رخ اختیار کرے گا، دوست اگر خیر سمجھے گا تو تعبیر دے گا، اگر کچھ شک ہوگا تو خاموش ہو جائے گا۔(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۶۹)

﴿۹۹﴾ ذکرِ خواب کے آداب

احادیث پاک سے اچھے خواب کے ذکر کے تین آداب معلوم ہوئے۔

﴿۱﴾ الحمدللہ کہے ﴿۲﴾ اسے ذکر کرے ﴿۳﴾ اس کی تعبیر کسی عالم خیر خواہ (واقف فن) سے لے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۳۷۰)

﴿۱۰۰﴾ تعبیر واقع ہوتی ہے

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو، خواب کی تعبیر دینے والے کے موافق واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۴۳۲)

﴿۱۰۱﴾ تعبیر کے اُصول

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلاسوچے سمجھے اور اُصولِ تعبیر سے واقفیت کے بغیر تعبیر نہیں دینا چاہیے۔ چونکہ تعبیر کا دینا ایک لطیف فن ہے۔ جو شخص عالم ربانی، متقی، پرہیز گار، علومِ اسلام سے واقف عالم امثال کے نکات و اسرار کا عالم ہوگا، وہی شخص اچھی تعبیر دے سکتا ہے۔ خصائل نبوی میں ہے: خواب کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بکثرت خوابوں کی تعبیر نقل کی گئی ہے۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ سمجھدار متقی پرہیز گار، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا واقف ہو۔ (فتح الباری، جلد۱۱، صفحہ ۳۹۲)

دربارِ نبوت کی چند تعبیریں

﴿۱۰۲﴾ چاند کی تعبیر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے پوچھا، تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے دیکھا ہے کہ تین چاند ہمارے حجرے میں گرے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچ ہے تو میرا خیال (اس کی تعبیر کے متعلق یہ ہے کہ) اس میں تین افضلین اہل جنت مدفون ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں مدفون ہوئے۔ (مجمع الزوائد، جلد۷، صفحہ ۱۸۵)

﴿۱۰۳﴾ دودھ پینے کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ لایا گیا، میں نے اسے پیا (اور پی کر اس قدر سیراب ہوا) کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی سیرابی ناخن سے نکل رہی ہے۔ پھر باقی ماندہ عمر کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا، آپ نے کیا تعبیر دی؟ آپ نے فرمایا: علم سے۔ (بخاری، جلد۲، صفحہ ۱۰۳۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دودھ کی تعبیر قرآن، سنت علم سے ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۳۹۳)

لہٰذا جس نے جتنا دودھ پیتا دیکھا، اسی قدر وہ علم سے مستفیض ہوگا۔ بکری کا دودھ کمالِ صحت، خوشی کی طرف اشارہ ہے، گائے کا دودھ ملک کی خوشحالی کی طرف اشارہ ہے، البتہ درندوں کا دودھ دیکھنا اچھا نہیں ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۳۹۳)

﴿۱۰۴﴾ پھونک مار کر اُڑانے کی تعبیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سو رہا تھا، دیکھا کہ میرے

ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھ دیئے گئے ہیں' جو مجھے بڑے گراں گزرے اور مجھے رنج میں ڈال دیا۔ خواب ہی میں کہا گیا کہ میں اسے پھونکوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری (تو دونوں اُڑ گئے)۔ میں نے اس کی تعبیر دی کہ دو جھوٹے مدعی نبوت ظاہر ہوں گے۔ ایک اسود عنسی جسے فیروز نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مسیلمہ کذاب جسے عکرمہ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ (بخاری' جلد۲' صفحہ۱۰۴۱)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ جس نے دیکھا کہ وہ اُڑ رہا ہے' اگر آسمان کی طرف ہو اور بلا کسی سیڑھی وغیرہ کے ہو تو ضرر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر دیکھا کہ آسمان میں اُڑ اور غائب ہو گیا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر لوٹ آیا تو مرض سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر چوڑائی میں اُڑ رہا ہے تو سفر کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد۱۲' صفحہ۴۳۰)

﴿۱۰۵﴾ شہد اور گھی کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی دو انگلیوں میں سے ایک انگلی میں شہد اور دوسری انگلی میں گھی ہے۔ دونوں کو چاٹ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو دو کتابیں یعنی تورات اور قرآن پڑھو گے یعنی اُس کے عالم ہو گے۔ چنانچہ دونوں کے عالم ہوئے۔ (ابویعلیٰ سیرۃ' جلد۷' صفحہ۴۱۰) فائدہ: شہد اور گھی کی تعبیر علم اور بھلائی سے ہوتی ہے۔

﴿۱۰۶﴾ سر کٹنے کی تعبیر

ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں خواب دیکھتا ہوں کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: جب تمہارا سر کاٹ دیا گیا تو تم کس آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ سر کٹنے کی تاویل ان کی وفات سے دی اور دیکھنے کی تعبیر اتباعِ سنت ہے۔ (سیرۃ' جلد۷' صفحہ۴۱۷)

﴿۱۰۷﴾ خواب گویا حقیقت

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا' انہوں نے اس کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور انہوں نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ (مجمع الزوائد' جلد۱' صفحہ۱۸۲)

فائدہ: خواب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت میں پیش کر دیا' جس سے خواب کا سچا ہونا واضح ہو گیا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک سے یہ اصول مستنبط کیا ہے' خواب میں کوئی نیک کام کرتا دیکھے تو بیداری میں کر لینا مستحب ہے۔ (مرقات' جلد۴' صفحہ۵۵۰)

﴿۱۰۸﴾ سفید لباس کی تعبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن ظہورِ نبوت سے قبل ان کا وصال ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ خواب میں دکھائے گئے تو ان پر سفید لباس تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس اس کے علاوہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ' صفحہ۳۹۶)

سفید کپڑے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ناجی میں شمار فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو سفید ملبوس میں دیکھا جائے تو یہ نجات یافتہ کی علامت ہے۔

﴿۱۰۹﴾ اعضاو جوارح کی تعبیر

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو

دیکھتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کی اولاد کو تم دودھ پلاؤ گی۔'' (ابن ماجہ، صفحہ ۲۸۰)

عضو سے اشارہ اولاد کی طرف ہے' اور گھر میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھر میں اس کا رہنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کا رہنا پرورش اور دودھ پلانے کے لیے ہی ہوسکتا ہے۔

﴿۱۱۰﴾ چند خوابوں کی تعبیریں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں احادیث سے ماخوذ چند تعبیریں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ہم چند تعبیریں نقل کرتے ہیں۔

① خواب میں محل کا دیکھنا۔ دیندار دیکھے تو عمل صالح کی طرف اشارہ ہے' غیر دیندار دیکھے تو قید اور تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور محل میں داخل ہونا شادی کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۶)

② خواب میں وضو کرتے ہوئے دیکھنا کسی اہم کام کے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر وضو مکمل کیا ہے تو اس کی تکمیل اور اگر ادھورا چھوڑا ہے تو اس کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۷)

③ خواب میں کعبہ کا طواف' حج اور نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۷)

④ پیالہ کا دیکھنا عورت یا عورت کی جانب سے مال ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۲۰)

⑤ جس نے خواب میں کوئی بڑی تلوار دیکھی' اندیشہ ہے کہ کسی فتنہ میں پڑے گا' تلوار پانے سے اشارہ ہے حکومت یا ولایت یا اونچی ملازمت کی طرف۔ تلوار کو میان میں کر لینا اشارہ ہے شادی کی طرف۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۲۷)

⑥ خواب میں قمیص پہنتے دیکھنا دین کی جانب اشارہ ہے' جس قدر لمبی قمیص اور بڑی دیکھے گا اسی قدر دین اور عمل صالح کی زیادتی کی جانب اشارہ ہوگا۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۵)

⑦ شاداب باغیچے کی تعبیر بھی دین اسلام سے ہے' کبھی ہرے بھرے باغ کی تعبیر علمی کتابوں سے بھی ہوتی تھی۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۷)

⑧ عورتوں کا دیکھنا حصولِ دنیا اور کبھی وسعت رزق کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۰۰)

بسا اوقات عورتوں کا دیکھنا اور اس سے لطف و حظ حاصل کرنا یہ شیطانی خواب ہوتا ہے' اس کی کوئی تعبیر نہیں جیسا کہ عموماً نئی عمر والوں کو ہوتا ہے۔

﴿۱۱۱﴾ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا' پس اس نے مجھ ہی کو دیکھا' شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا' تحقیق اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ (دارمی' کنز العمال' جلد ۱۹' صفحہ ۲۷۴)

ابوبکر اصفہانی نے بیان کیا کہ سعد بن قیس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو روحوں میں محمد ﷺ کی روح پر' جسموں میں محمد ﷺ کے جسم پر' قبروں میں محمد ﷺ کی قبر پر درود پڑھے گا' وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا قیامت میں مجھے دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا' اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پیے گا اور اللہ جل شانہٗ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیں گے۔ (القول البدیع السخاوی' صفحہ ۴۲' فضائل درود' صفحہ ۵۱)

فائدہ: نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھنا بڑی مبارک بات ہے۔ ہر مؤمن بندہ کو اس امرِ عظیم کا اشتیاق رہتا ہے' کتنے ایسے برگزیدہ

بندے جو تمنا لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے' مگر ان کو یہ دولت میسر نہیں آئی۔ خیال رہے کہ خواب میں آپ ﷺ کا دیدار ہونا ضرور ایک اچھی اور قابل رشک وتعریف کی بات ہے' مگر نہ ہونا دین کے نقص اور خلل کی بات نہیں۔

خواب میں اگر آپ ﷺ کو اس شکل مبارک میں دیکھا ہے جو احادیث پاک میں مذکور ہے' تو حقیقتاً آپ ﷺ ہی کو دیکھا' اگر کچھ معمولی فرق کے ساتھ دیکھا ہے تو آپ کا مثل ہے۔ ایسے خواب کو ''اضغاث'' خوابہائے پریشان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۶)

اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ ﷺ کے خلاف تھی تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ مثلاً خلافِ سنت لباس میں دیکھا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی آپ کو دیکھا بشارت خواب کا مستحق ہوگا۔ (فتح الباری' صفحہ ۳۸۸)

اگر آپ کو خلافِ سنت وخلافِ شرع حکم کرتے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ اور خوابی حکم ظاہری اُصولِ شرع کے مطابق خلافِ سنت یا خلافِ شرع رہے گا۔ مثلاً حکم کرتا دیکھا کہ کوٹ پتلون پہنو' یا فلاں کو قتل کر دو یا شراب پیو' تو اس پر عمل کرنا درست نہ ہو گا۔ یہ دراصل اس کے خیالات کا آئینہ ہے' جو متصور ہوا ہے۔ (فتح الباری' صفحہ ۲۸۶)

اسی طرح خواب سے احکام شریعت ثابت نہیں ہوتے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۸)

مناوی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو غیر معروف صفت پر دیکھنے والا بھی آپ ﷺ ہی کو دیکھنے والا ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۲۳)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ بعد الموت آپ ﷺ کے مخصوص دیدارِ مبارک سے نوازا جائے گا۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۵)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو مسکراتا دیکھا اسے اتباعِ سنت کی توفیق ہوگی۔ (جمع' صفحہ ۲۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا' اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (شمائل ترمذی' صفحہ ۳۰)

فائدہ: حق تعالیٰ جل شانہ' نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس ﷺ کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ (خصائل' صفحہ ۳۸۷)

کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک سنایا جو مجھے خواب میں دیکھے' وہ حقیقۃً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس لیے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب کہتے ہیں میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خیال آیا' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا' اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۹)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات انبیاء اور فرشتوں کی شکل میں شیطان نہیں آ سکتا۔ (جمع' صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کے بدن کا حصہ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے مشابہ تھا اور بدن کے نیچے کا حصہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے زیادہ مشابہ تھا۔ (خصائل' صفحہ ۳۸۸)

﴿۱۱۲﴾ زیارت متبرک کے کچھ فوائد وتعبیرات

جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا' اس کے صلاح وکمالِ دین کی علامت ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا صلاحِ

تقویٰ، کمالِ مرتبہ اور فلاح کی علامت ہے۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۳۸۷)

جس نے آپ ﷺ کو خواب میں مسکراتا ہوا دیکھا اسے اتباع واحیاء سنت کی بیش بہا دولت ملے گی۔ جس نے آپ کو غصہ وغیظ کی حالت میں دیکھا اس کے دین میں نقصان یا اس سے دین میں نقصان کی علامت ہے۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔" (جمع، صفحہ ۲۳۲)

آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا اسلام پر موت اور آخرت میں ملاقات اور زیارت کی علامت ہے۔ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

جو آپ کو خواب میں دیکھے گا، مرنے کے بعد اسے خصوصی زیارت کا شرف ملے گا۔ (فتح الباری، جلد۱۲، صفحہ ۳۸۵)

آپ ﷺ کی زیارتِ پاک قیامت میں شفاعت وسفارش کی علامت ہے۔ (القول البدیع، صفحہ ۴۳)

ابن سیرین نے بیان کیا اگر مدیون آپ کی زیارت کرے گا، تو قرضہ ادا ہوگا۔ مریض زیارت کرے گا تو مرض سے شفاء پائے گا۔ اگر ظلم کے مقام میں دیکھے گا تو عدل وانصاف کا زمانہ آئے گا، اگر جنت کے موقع پر دیکھے گا تو غلبہ کی علامت ہے۔ (منتخب الکلام، جلد۱، صفحہ ۵۷)

﴿۱۱۳﴾ خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کے حصول کا بیان

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب اہل السعادۃ میں لکھا ہے کہ شبِ جمعہ میں دو رکعت نفل نماز ادا کرے، ہر رکعت میں گیارہ (۱۱) بار آیۃ الکرسی اور گیارہ (۱۱) 'بار قُلْ ھُوَ اللّٰہ اور سو (۱۰۰) بار درود شریف سلام کے بعد پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعہ گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

اسی طرح شیخ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ہر رکعت میں الحمد للہ کے بعد ۲۵ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے، زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے: "صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ ۳۵ مرتبہ لکھے۔ اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے۔ اللہ جل شانہ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتے ہیں، برکت میں مدد فرماتے ہیں، شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتے ہیں، اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوعِ آفتاب کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی پاک ﷺ کی زیارت خواب میں بکثرت ہوا کرے گی۔ (فضائل درود شریف، صفحہ ۵۳)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ بدیع میں بیان کیا ہے کہ جو اس درود شریف کو پڑھے گا خواب میں دیکھے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ ○ (صفحہ ۱۳۰)

﴿۱۱۴﴾ زبیدہ ملکہ کی بخشش

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ نے جواب دیا کہ اللہ ربّ العزت نے بخشش فرمادی۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا، آپ کی بخشش تو نہیں ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا، نہیں! نہیں! جب نہر زبیدہ والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا۔ اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا۔ مگر اللہ ربّ العزت نے مجھ پر مہربانی

فرمائی۔ مجھ سے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دستر خوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا' اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا' تم نے لقمے کو واپس رکھا' پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا' پھر لقمہ کھایا' تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی اس لیے ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

﴿۱۱۵﴾ ایک لوہار کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا' بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہاتھ میں اُٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کے بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے۔ میں پہلے نماز پڑھوں گا' پھر کام کروں گا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا' اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟ کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبل کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا علم اور عمل اتنا تو نہیں تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تاکہ نماز ادا کروں۔ اس ادب کی وجہ سے اللہ ربّ العزت نے مجھ پر مہربانی فرمادی۔

﴿۱۱۶﴾ خواب میں اذان دینا عزت بھی اور ذلت بھی

امام ابن سیرین کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ خواب کی حالت میں اذان دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے عزت نصیب ہوگی' کچھ عرصے کے بعد اُس شخص کو عزت ملی۔ دوسرے شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اذان دے رہا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ تجھے ذلت ملے گی۔ وہ شخص کچھ عرصہ بعد چوری کے جرم میں گرفتار ہوا' اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ ابن سیرین کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ حضرت دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا' مگر تعبیر مختلف کیوں ہوئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پہلے نے اذان دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے اُس شخص میں نیکی کے آثار دیکھے تو مجھے قرآن کی یہ آیت سامنے آئی: (وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ) (سورۂ الحج: آیت ۲۷) ''اور پکار دے لوگوں کو حج کے واسطے۔'' میں نے تعبیر دی کہ اسے عزت ملے گی۔ جب دوسرے نے خواب سنایا تو اس کے اندر فسق و فجور کے آثار تھے' مجھے قرآن مجید کی یہ آیت سامنے آئی (ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ) (سورۂ یوسف: آیت ۷۰) ''پھر پکارا' پکارنے والے نے' اے قافلہ والو! تم تو البتہ چور ہو۔'' پس میں نے تعبیر یہ لی کہ اس شخص کو ذلت ملے گی' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿۱۱۷﴾ مسجد کے آداب

(ہماری جماعتیں بہت اہتمام سے یہ مضمون پڑھیں)

مسجدیں' اللہ کے گھر ہیں اور اس کے دربار ہیں۔ دربارِ شاہی کے کچھ آداب ہوتے ہیں' ان آداب کی خلاف ورزی کرنے والا گستاخ سمجھا جاتا ہے' اور ان آداب کی رعایت رکھنے والا بادشاہ کا مقرب بھی ہوتا ہے اور اس کے کام بھی بنتے ہیں اور اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں مساجد کے آداب و احکام بیان ہوئے ہیں کہ مساجد میں کیا کرنا ہے اور کن چیزوں سے احتیاط کرنا ہے۔ ہماری جماعتیں عام طور سے ان آداب کا خیال نہیں رکھتی ہیں' اس لیے تفصیل سے آدابِ مسجد بیان کیے جاتے ہیں تاکہ جماعتوں میں جانے والے ان آداب کا خاص خیال رکھیں۔

① خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے بہترین حصہ وہ ہے جہاں مسجد تعمیر ہو' خدا سے پیار رکھنے والے کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسجد سے بھی پیار رکھے۔ قیامت کے خوفناک دن میں خدا اُس شخص کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ یُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ وَفِیْهِمْ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِیْ○ (متفق علیہ ٗ ریاض الصالحین ٗ باب فضل البکاء من خشیۃ اللّٰہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں رکھیں گے، جس دن کہ اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا ان ہی میں ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔

(۲) فرض نمازیں ہمیشہ مسجد میں جماعت سے پڑھیے' مسجد میں جماعت اور اذان کا باقاعدہ نظم رکھیے اور مسجد کے نظام سے اپنی پوری زندگی کو منظم کیجئے۔ مسجد ایک ایسا مرکز ہے کہ مؤمن کی پوری زندگی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰـهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا اَلْمَلَآئِکَةُ جُلَسَآؤُهُمْ اِنْ غَابُوْا یَفْتَقِدُوْنَهُمْ، وَاِنْ مَرِضُوْا عَادُوْهُمْ، وَاِنْ کَانُوْا فِیْ حَاجَةٍ عَانُوْهُمْ، وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلِیْسُ الْمَسْجِدِ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ: اَخٌ مُّسْتَفَادٌ اَوْ کَلِمَةٌ مُحْکَمَةٌ اَوْ رَحْمَةٌ مُّنْتَظِرَةٌ○ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہیں وہ مسجدوں کے کھونٹے ہیں' فرشتے ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں' اگر وہ مسجدوں میں موجود نہ ہوں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں' اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسجد میں بیٹھنے والا تین فائدوں میں سے ایک فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کسی بھائی سے ملاقات ہوتی ہے جس سے کوئی دینی فائدہ ہو جاتا ہے یا کوئی حکمت کی بات سننے کو مل جاتی ہے' یا اللہ کی رحمت مل جاتی ہے جس کا ہر مسلمان کو انتظار رہتا ہے۔

(۳) مسجد کو صاف ستھرا رکھیے' مسجد میں جھاڑو دیجئے' کوڑا کرکٹ صاف کیجئے' خوشبو سلگائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَءَةً سَوْدَآءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهَا بَعْدَ اَیَّامٍ، فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ فَهَلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ، فَاَتٰی قَبْرَهَا فَصَلّٰی عَلَیْهَا○ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دنوں تک اس عورت کو نہیں پایا' تو اس کے بارے میں سوال کیا۔ حضور سے کہا گیا کہ اُس کا تو انتقال ہو چکا ہے' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کیوں خبر نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور نماز پڑھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ، وَاَنْ تُنَظَّفَ وَ تُطَیَّبَ○ (رواہ احمد و ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائیں' مسجدوں کو صاف ستھرا رکھیں اور مسجدوں میں خوشبو سلگائیں۔

(۴) مسجد میں سکون سے بیٹھئے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں شور مچانا' ٹھٹھا مذاق کرنا' بازار کا بھاؤ پوچھنا اور بتانا' دنیا کے حالات پر تبصرہ کرنا' اور خرید و فروخت کا بازار گرم کرنا مسجد کی بے حرمتی ہے۔ مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے' اس میں صرف عبادت کیجئے۔ اسی طرح مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو نہ لے جایئے جو مسجد کے احترام کا شعور نہ رکھتے ہوں' اور مسجد میں پیشاب' پاخانہ کریں یا تھوکیں۔ اسی طرح مسجد میں تیر اور تلوار نہ نکالیں۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَشِرَآءَکُمْ وَبَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِکُمْ وَسَلَّ سُیُوْفِکُمْ ...... (ابن ماجہ ٗ باب یکرہ فی المسجد)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجدوں سے دور رکھو (یعنی مسجدوں میں نہ لے جاؤ) اپنے بچوں کو، مجنونوں کو، خرید و فروخت کو، جھگڑوں کو، شور وغل کو، حدود قائم کرنے کو، اور تلواروں کے نکالنے کو۔

(۵) مسجد میں تھوکنے سے احتیاط کرو۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْبُصَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَۃٌ وَکَفَّارَتُھَا دَفْنُھَا○

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور (اگر تھوک دیا تو) اس کا کفارہ اس تھوک کو صاف کرنا ہے۔

(۶) اگر آپ کی کوئی چیز کہیں باہر گم ہو جائے تو اس کا اعلان مسجد میں نہ کیجئے۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَأَیْتُمْ مَّنْ یَّنْشُدُ ضَالَّۃً فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَارَدَّھَا اللّٰہُ عَلَیْہِ○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو اس کو بد دعا دو اور کہو کہ اللہ یہ چیز تجھے واپس نہ کرے۔

(۷) مسجد کو گزرگاہ نہ بنایئے، مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں یا بیٹھ کر ذکر تلاوت کریں۔

(۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھیے اور نبی کریم ﷺ پر درود سلام بھیجئے، پھر یہ دعا پڑھیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو پہلے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ○ (مسلم)

اے خدا! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیے، اس نفل کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اسی طرح جب کبھی سفر سے واپسی ہو تو سب سے پہلے مسجد پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھیے، اور اس کے بعد اپنے گھر جائیے، نبی کریم ﷺ جب بھی سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں جا کر نفل پڑھتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔

(۹) مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھیے اور یہ دعا پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ○ (مسلم)

اے خدا! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(۱۰) مسجد میں باقاعدہ اذان اور نماز باجماعت کا نظم قائم کیجئے۔ اور مؤذن اور امام ان لوگوں کو بنایئے جو اپنے دین و اخلاق میں بحیثیت مجموعی سب سے بہتر ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کیجئے کہ ایسے لوگ اذان اور امامت کے فرائض انجام دیں جو معاوضہ نہ لیں، اور اپنی خوشی سے اجر آخرت کی طلب میں ان فرائض کو انجام دیں۔

(۱۱) اذان کے بعد یہ دعا پڑھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا مانگی، قیامت کے روز وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَاسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ○

(البخاری)

ترجمہ: اے اللہ! اس کامل دعوت اور اس گھڑی ہونے والی نماز کے مالک محمد ﷺ کو اپنا قرب اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

(۱۲) مؤذن جب اذان دے رہا ہو تو اس کے کلمات سن سن کر آپ بھی دہرایئے البتہ جب وہ "حي على الصلوٰة" اور "حي على الفلاح" کہے تو اس کے جواب میں کہیے: "لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اور فجر کی اذان میں جب مؤذن "اَلصَّلوٰةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہے: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ○

(۱۳) تکبیر کہنے والا جب "قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰةُ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہیے: "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" خدا اسے ہمیشہ قائم رکھے۔"

(۱۴) ہوشیار بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جایئے' ماؤں کو چاہیے کہ وہ ترغیب دے دے کر بھیجیں تا کہ بچوں میں شوق پیدا ہو اور مسجد میں ان کے ساتھ نہایت نرمی' محبت اور شفقت کا سلوک کیجئے۔

(۱۵) مسجد میں ڈرتے لرزتے جایئے اور داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہیے اور خاموش بیٹھ کر اس طرح ذکر کیجئے کہ خدا کی عظمت و جلال آپ کے دل پر چھایا ہوا ہو' ہنستے بولتے غفلت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا' غافلوں اور بے ادبوں کا کام ہے' جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہیں۔ بعض لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے اور رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑتے ہیں' یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے' رکعت ملے نہ ملے' سنجیدگی' وقار اور عاجزی کے ساتھ مسجد میں چلیے اور بھاگ دوڑ سے پرہیز کیجئے۔

(۱۶) مسجد میں نماز کے لیے ذوق وشوق سے جایئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت میں ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی' اور یہ بھی فرمایا: نماز باجماعت کیلئے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم ایک نیکی کو واجب کرتا اور ایک گناہ کو مٹاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۱۷) بعض لوگ مساجد میں اپنے موبائل چارج کرتے ہیں' یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسجد کی تمام چیزیں موقوفہ ہیں' اور اس طرح کی حرکت کرنا خیانت ہے' اگر چارج کرنا ضروری ہو تو مسجد کے اطراف سے کسی دوکان میں چارج کرلیں اور اگر مسجد ہی میں چارج کرلیا تو اندازہ سے اتنی رقم مسجد میں دے دے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہونے سے پہلے موبائل بند کر دیں' اس لیے کہ اس کی گھنٹی سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوگا۔

(۱۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باوضو فرض نماز کے لیے چل کر مسجد جاتا ہے اس کا ثواب محرم حاجی کی طرح ہوتا ہے اور جو چاشت کی نماز کی غرض سے چل کر جاتا ہے اور صرف چاشت کی نماز کا ارادہ ہی اس کو کھڑا کرتا ہے' اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ اور (ایک) نماز کے پیچھے (دوسری) نماز عِلِّيِّيْن میں لکھ دی جاتی ہے۔ لغوی اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے جو شخص فرض نماز کے لیے پیدل چل کر مسجد گیا تو یہ نماز نفل کی حج طرح ہوگی' اور جو شخص نفل نماز کے لیے پیدل چل کر گیا تو یہ نماز نفل عمرہ کی طرح ہوگی۔ (تفسیر مظہری' جلد ۸' صفحہ ۳۸۲)

(۱۹) اذان واقامت سننے کی حالت میں نہ کلام کرے نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلافِ اولیٰ ہے)۔ اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔ اگر اقامت کے وقت دعا میں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں۔ (فضائل اذان واقامت' مصنفہ: عبدالرحمٰن ہاشمی)

(۲۰) مسجد میں اجازت کے بغیر پنکھا اور لائٹ استعمال نہ کرے۔

﴿۱۱۸﴾ حدیث اور صاحبِ کا مقامِ رفیع

حدیث قدسی میں وارد ہے: "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ."
(اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا)۔

یعنی اگر محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری نہ ہوتی تو یہ جن و بشر، شمس و قمر، شجر و حجر، بحر و بر، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، سبزے کی لہک، سماء و سمک، رفعت و پستی، خوشحالی و بدحالی، زمین کی نرمی، سورج کی گرمی، دریا کی روانی، کواکب آسمانی، خزاں و بہار، بیابان و مرغزار، نباتات و جمادات، جواہر و معدنیات، جنگل کے درندے، ہوا کے پرندے، غرض کائنات کی کسی چیز کا نام و نشان نہ ہوتا۔ فخرِ موجودات سیّد الاوّلین محبوب ربّ العالمین ﷺ وہ ذات ستودہ صفات ہیں کہ:

① جن کی خاطر کائناتِ ہست و بود کو وجود ملا۔
② جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا۔
③ جن کے گلے میں لَوْلَاکَ کا ہار پہنایا گیا۔
④ جن کو (رَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ) کا تاج پہنایا گیا۔
⑤ جن کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سیادت کا تمغہ ملا۔
⑥ جن کا کلمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔
⑦ جن کے حسن و جمال کا پرتو حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا۔
⑧ جن کے صبر کا نمونہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ملا۔
⑨ جن کے قرب کا ایک لحظہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مکالمات کی صورت میں ملا۔
⑩ جن کے مرتبے کا ایک حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کو وزارت کی صورت میں ملا۔
⑪ جن کی نعت کا ایک مصرع حضرت داؤد کا نغمہ بنا۔
⑫ جن کی عفت کا شمہ عصمتِ یحییٰ علیہ السلام کو جلوہ بنا۔
⑬ جن کے دفترِ حکمت کی ایک سطر حضرت لقمان کو نصیب ہوئی۔
⑭ جن کی رفعت و بلندی کی ایک جھلک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔
⑮ جن کا وجودِ مسعود دعائے خلیل اور نوید مسیحا بنا۔
⑯ جن کی آمد کی برکت سے لشکر ابرہہ "کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ" بنا۔
⑰ جن کی ولادت باسعادت سے فارس کے آتش کدے بجھے۔
⑱ جن کو بعثت سے ہی صادق امین کا لقب ملا۔
⑲ جن کی انگشت مبارک کے اشارے پر چاند دولخت ہوا۔
⑳ جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی۔
㉑ جن کے حصے میں معراج کی عظمت آئی۔
㉒ جن کے درِ اقدس کے خاک نشین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنے۔
㉓ جن کے خرمن ایمان کے ریزہ چیں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بنے۔
㉔ جن کے حیاء کی کرن سے عثمان رضی اللہ عنہ ذی النورین بنے۔
㉕ جن کے بحرِ علم کے چھینٹوں سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باب العلم بنے۔
㉖ جن کے شہر کو ربِّ کائنات نے "بلد امین" کہا۔
㉗ جن پر نازل ہونے والی کتاب کو "کتاب مبین" بتلایا۔
㉘ جن پر ربِ کریم اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔
㉙ جن کی امت کو خیر الامم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس خاصہ خاصانِ رسل کے آداب بجالانے کی تاکید کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (سورۂ فتح: آیت ۹،۸)

"یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ (اے مسلمانو!) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اُن کا ادب کرو۔"

﴿۱۱۹﴾ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب

وہ شاہِ اُمم، وہ سراپا جود و کرم، وہ ماہِ فضل و کمال وہ سراپا حسن و جمال کہ:

۳۰ جن کی آمد کی خوشخبری ہر الہامی کتاب میں دی گئی۔
۳۱ جن کے نورِ ولادت نے دنیا کو جگمگایا۔
۳۲ جن کے حسن و جمال کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا۔
۳۳ جن کے لعابِ مبارک نے کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا۔
۳۴ جن کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔
۳۵ جن کی چشم مبارک اگر محوخواب ہوتی تو بھی دل مبارک بیدار رہتا۔
۳۶ جن کا مبارک پسینہ مشک و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔
۳۷ جن کے جسم اطہر پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی۔
۳۸ جن کی ولادت باسعادت پر شیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔
۳۹ جن کا قرین اور موکل جن بھی مسلمان ہو گیا۔
۴۰ جن پر درود و سلام بھیجنا امت کے لیے واجب کر دیا گیا۔
۴۱ جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔
۴۲ جن کے سر پر نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کا تاج سجایا گیا۔
۴۳ جن کے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
۴۴ جن کو قیامت کے دن مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔
۴۵ جن کو حوضِ کوثر کا والی بنایا جائے گا۔
۴۶ جن کی اُمت قیامت کے دن سب امتوں سے زیادہ ہوگی۔
۴۷ جن سے دین کی تبلیغ پر قیامت کے دن گواہی طلب کی جائے گی۔
۴۸ جن پر نازل ہونے والی کتاب، جنت میں بھی پڑھی جائے گی۔
۴۹ جن کی زبان عربی اہل جنت کی زبان بنادی جائے گی۔
۵۰ جن کے خیر مقدم کے لیے کائنات کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ بقول شخصے:

کتاب فطرت کے سرِ ورق پر جو نام احمد ﷺ رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی اُبھر نہ سکتا وجودِ لوحِ قلم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو سیّدنا رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے، ان کی تعظیم و تکریم کرنا، حرمین میں آپ ﷺ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا اور وہ چیزیں جو آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا جن کو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے چھوا ہو، اُن سب کا ادب و اکرام کرنا درحقیقت نبی کریم ﷺ ہی کے اکرام میں داخل ہے۔ سلف صالحین کا دستور تھا کہ جن محفلوں میں حدیث نبوی سنی یا سنائی جاتی ان محفلوں میں باادب اور باوقار بیٹھتے، جس طرح صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں باادب ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ وہ حدیث رسول کے ادب کو درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا ادب تصور کرتے تھے۔

﴿۱۲۰﴾ حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے اور سننے یا سنانے کی مجالس کے چند آداب

① افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کر لیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم باوضو ہو کر شامل مجلس ہونا۔
② جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا۔
③ دوزانو ہو کر بیٹھنا۔
④ پڑھنے والے کے لیے حدیث مبارک اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا۔
⑤ جب حدیث مبارک پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا۔
⑥ سننے والوں کے لیے حدیث مبارک خاموشی سے سننا۔
⑦ حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آجائے تو اس کی تعظیم کے لیے نہ اٹھنا۔
⑧ اگر کوئی حدیث مبارک پہلے پڑھی یا سنی ہو تو اسے بھی اس طرح پوری توجہ سے سننا جیسے پہلی دفعہ سن رہا ہو۔

﴿۱۲۱﴾ حدیث شریف کے ادب کے تعلق سے چند واقعات

پہلا واقعہ:

ایک شخص نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ پیش کیا' آپ نے ہدیہ کو سنت کی نیت سے قبول تو فرما لیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا: قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبد خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو' سبز رنگ کا جوتا پہننا میرے نزدیک بے ادبی ہے۔

دوسرا واقعہ:

کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں۔ آپ نے اُس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ایک طالب علم نے کہا: حضرت! یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے' مدینے کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: جس ملک کا بھی بنا ہوا ہو' اِسے دیارِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا تو لگی ہے۔ عشقِ نبوی اور ادبِ نبوی کی کتنی عمدہ مثال ہے۔

تیسرا واقعہ:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے (لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ) کہ اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو' اور یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے دنیا میں ارشاد فرماتے وقت لازم تھا۔ (مدارج النبوۃ)

چوتھا واقعہ:

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۳ ہجری) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے' اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا: وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا: میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں۔ (مدارج النبوۃ' جلد ا' صفحہ ۵۴۱)

پانچواں واقعہ:

جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارک کے لیے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام مالک فوراً نکل آتے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی سماعت کے لیے آئے ہیں' تو امام مالک غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لیے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی۔ کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

چھٹا واقعہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درسِ حدیث میں مشغول تھے کہ انہیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا

بھی مشکل ہوگیا۔ انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا: پانی لے آؤ۔ طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لیے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا ''افسوس! ہمارے خاندان سے علم رخصت ہوگیا۔'' اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، چنانچہ انہوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پی لیا اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا: ''الحمدللہ! ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔''

ساتواں واقعہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ادب کی وجہ سے امام اعظم بنے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے، جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں، ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں، کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیتے۔ پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتا دیتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہیے، اس ادب واحترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل شانہ، ہم سب کو حدیث اور صاحب حدیث کا ادب کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے، اس لیے کہ ادب ہی سے انسان درجۂ کمال کو پہنچتا ہے اور بے ادب محروم رہتا ہے۔

﴿۱۲۲﴾ سات عجیب وغریب سوال اور سات عجیب وغریب جواب

ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ایک عجیب وغریب سوال کیا کہ آپ اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو:

① بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔
② یہود ونصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔
③ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو۔
④ مُردار کھالیتا ہو۔
⑤ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔
⑥ جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔
⑦ فتنے کو محبوب رکھتا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا، کہنے لگا: جی وہ کیسے؟ فرمایا:

① دیکھو! تم نے کہا کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو، تو مؤمن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔
② دیکھو! تم نے کہا کہ یہود ونصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو، قرآن میں آیا ہے:

(وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ) (سورۃ البقرہ:۱۱۳)

''یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔'' تو مؤمن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔

③ دیکھو! تم نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ تو دیکھو! بارش اللہ کی رحمت ہے، اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔
④ دیکھو! تم نے کہا کہ مردار کھاتا ہے، تو مچھلی مردہ ہوتی ہے، اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔
⑤ دیکھو! تم نے کہا کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا، پس وہ جنت ہے کہ اللہ نے اس کی طرف بلایا ہے:

(وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ) مگر اس کو مشاہدۂ حق اتنا مطلوب ہے اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا۔

⑥ دیکھو! تم نے کہا کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں، تو وہ دوزخ ہے اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر رہتی ہے کہ جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں کرتا۔

⑦ دیکھو! تم نے کہا کہ اُسے فتنہ محبوب ہے، پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا: (اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ) (سورۂ تغابن: آیت ۱۵) اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا حیران رہ گیا۔

ایک اور آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم بھی پوچھو۔ کہنے لگا: آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین؟ آپ نے فرمایا کہ میٹھا ہوتا ہے، کہنے لگا: آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ نمکین چیز پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں، ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔

﴿۱۲۳﴾ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! تیری راتیں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں میں نے دو رکعت کی نیت کی اور تیری رات ختم ہوگئی

ایک وقت تھا کہ عورتیں سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں اور جب رات آتی تھی تو مصلّٰی پر رات گزار دیا کرتی تھیں۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی، طبیعت میں ایسا سرور تھا، ایسا مزہ تھا، تلاوتِ قرآن میں ایسی حلاوت نصیب ہوئی کہ پڑھتی رہیں، حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ صبح کا وقت ہونے کو ہے، تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دُعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔ ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا، آج ہماری مائیں بہنیں ہیں جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

﴿۱۲۴﴾ آپ کا شوہر جب تجارت کے لیے جائے تو آپ چاشت کی نماز پڑھ کر برکت کی دعا کریں تو روزی میں برکت ہوگی

ایک وقت تھا جب کہ خاوند حضرات تجارت کے لیے گھر سے نکلا کرتے تھے تو ان کی بیویاں مصلّٰی پر بیٹھ کر چاشت کی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی بیویاں اپنے دامن پھیلا کر اللہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ اے اللہ! میرا خاوند اس وقت رزقِ حلال کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے، اس کے رزق میں برکت عطا فرما، اس کے کام میں برکت عطا فرما، عورت رو رو کر دُعا مانگ رہی ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ مرد کے کام میں برکت دے دیتے تھے۔ مسلمان معاشرے میں عورت گھر کی ملکہ کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا گھر کے ماحول کا دارومدار عورت کی دینداری پر موقوف ہوتا ہے۔ عورتیں اگر نیک طبع ہوں گی تو بچوں کو بھی دینی رنگ سے رنگ کریں گی۔ پس مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر بالخصوص محنت کی ضرورت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ''مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا۔'' دانایانِ فرنگ میں سے کسی کا قول ہے کہ ''تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔''

امت مسلمہ کو مسلمان لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت پر محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ماں کی گود سے ہی دین کی محبت اور عمدہ اخلاق کی دولت پائیں اور اُفق عالم پر آفتاب و ماہتاب کی طرح نور برائیں۔

﴿۱۲۵﴾ پہلے زمانے میں عورتیں روٹیاں پکاتے پکاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیا کرتی تھیں

جس طرح مرد عبادت کر کے اللہ ربّ العزت کا تعلق حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت بھی عبادت کر کے اللہ ربّ العزت کا تعلق اور اس کی معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے تنور پر روٹیاں پکوائیں اور ان کو اپنے سر پر رکھا اور چلتے ہوئے کہنے لگی' اے بہن! میرے تو تین پارے بھی مکمل ہو گئے' اور میری روٹیاں بھی پک گئیں۔ تب پتہ چلا کہ یہ عورتیں جتنی دیر روٹی پکنے کے انتظار میں بیٹھتی تھیں ان کی زبان پر قرآن جاری رہتا تھا' حتیٰ کہ اس دوران میں تین تین پارے قرآن کی تلاوت کر لیا کرتی تھیں۔

﴿۱۲۶﴾ پہلے زمانے میں مائیں بچوں کو دودھ پلاتے پلاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیتی تھیں

آج ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں بچے کا یقین اللہ کے ساتھ بناتی ہوں؟ ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں تو صبح شام کھانا کھلاتے ہوئے اپنے بچے کو ترغیب دیتی ہوں کہ ہر حال میں سچ بولنا ہے؟ ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ باپ ذرا سی نصیحت کر دے تو ماں فوراً کہتی ہے: بڑا ہو گا تو ٹھیک ہو جائے گا' حالانکہ بچپن کی بری عادتیں بعد میں نہیں چھوٹتیں۔ آج تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اولاد جب بڑی ہوتی ہے تو وہ اپنے باپ سے یوں نفرت کرتی ہے جیسے باپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ایک وقت تھا کہ عورت صبح کی نماز پڑھا کرتی تھی اور بچوں کو اپنی گود میں لے کر کبھی سورۃ یٰسین پڑھ رہی ہوتی تھی' کبھی سورۂ واقعہ پڑھ رہی ہوتی تھی' اس وقت بچے کے دل میں انوارات اُتر رہے ہوتے تھے' آج وہ مائیں کہاں گئیں جو صبح کے وقت بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھا کرتی تھیں؟ آج تو سورج نکل جاتا ہے مگر بچہ بھی سویا ہوا ہوتا ہے' ماں بھی سوئی ہوئی ہوتی ہے۔ شام کا وقت ہوتا ہے' بچے کو ماں نے گود میں ڈالا۔ ادھر سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہے' ساتھ ہی بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی ہے۔ اے ماں! جب تو ڈرامے میں غیر محرم کو دیکھے گی' موسیقی سنے گی اور غلط کام کرے گی اور ایسی حالت میں بیٹے کو دودھ پلائے گی تو بتا تیرا بیٹا بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے گا! بتا کہ تیرا بیٹا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے گا؟

﴿۱۲۷﴾ ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا۔ اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عورت میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہو گا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے' آپ اُنہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا: ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔ چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اُس نے علماء سے پوچھا: بتاؤ کون سا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے: قاسم نانوتوی' اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہو گی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہو گی۔ اُس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا: جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کو پانچ روپے کے بجائے سو روپیہ ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے۔ چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے جی ہاں! اب تو حضرت ضرور آ جائیں گے۔ دیوبند جا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملے' حضرت نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی' پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے: حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے' آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کے لیے سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپیہ ہے' اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں' مسکینوں اور یتیموں میں خرچ کرتا ہوں' اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہو گئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا اور میں پڑھا نہیں سکوں گا' لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا۔ ایسی دلیل دی کہ اُن علماء کی زبانیں گنگ ہو

گئیں۔اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔اللہ اکبر کبیراً۔

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ہے۔

① ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔

② دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔

③ تیسری بات یہ کہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا' کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔

④ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اتنے زیادہ مشہور کیوں ہو گئے؟ کسی نے کہا: اچھے مفسر تھے۔کسی نے کہا: اچھے محدث تھے' اچھے شاعر تھے' وہ منطق اچھی جانتے تھے۔فرمایا نہیں' کسی نے یہی سوال ایک مرتبہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیا تو فرمایا: دو باتیں میرے اندر تھیں:

① جب مطالعہ کرتا تھا تو باوضو کرتا تھا۔اور ② جب مجھے کتاب کا حاشیہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی اور حاشیہ دوسری طرف ہوتا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف آ کر حاشیہ پڑھ لیتا تھا۔حدیث کی کتابوں کو میں نے کبھی اپنے تابع نہیں کیا۔

﴿۱۲۸﴾ علماء کی تین قسمیں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی تین قسمیں ہیں:

① عالم باللہ اور عالم بامر اللہ' یہ وہ عالم ہے جو اللہ سے ڈرتا اور اس کے حدود وفرائض کو جانتا ہے۔

② صرف عالم باللہ' جو اللہ سے تو ڈرتا ہے لیکن اس کے حدود وفرائض سے بے علم ہے۔

③ صرف عالم بامر اللہ' جو حدود وفرائض سے باخبر ہے لیکن خشیت الٰہی سے عاری ہے۔(تفسیر مسجد نبوی ص:۱۲۲۵)

﴿۱۲۹﴾ لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے

(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ○) (الروم:۴۱)

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔''

تشریح: خشکی سے مراد انسانی آبادیاں اور تری سے مراد سمندر' سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔فساد سے مراد ہر وہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن وسکون تہ وبالا اور ان کے عیش وآرام میں خلل واقع ہو۔اس لیے اس کا اطلاق معاصی وسیئات پر بھی صحیح ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں' اللہ کی حدوں کو پامال اور اخلاقی ضابطوں کو توڑ رہے ہیں اور قتل و خونریزی عام ہو گئی ہے' اور ان ارضی وسماوی آفات پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے جو اللہ کی طرف سے بطور سزا وتنبیہ نازل ہوتی ہیں۔جیسے قحط' کثرت موت' خوف اور سیلاب وغیرہ۔مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنالیں تو پھر مکافات عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے اعمال وکردار کا رخ برائیوں کی طرف پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔امن وسکون ختم ہو جاتا

ہے اوراس کی جگہ خوف و دہشت' سلب ونہب اور قتل وغارت گری عام ہو جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بعض دفعہ آفات ارضی وسماوی کا بھی نزول ہوتا ہے۔ مقصد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اس عام بگاڑ یا آفات الٰہیہ کو دیکھ کر شاید لوگ گناہوں سے باز آ جائیں' توبہ کرلیں اور ان کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔

اس کے برعکس جس معاشرے کا نظام اطاعت الٰہی پر قائم ہو اور اللہ کی حدیں نافذ ہوں' ظلم کی جگہ عدل کا دور دورہ ہو۔ وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے: ''زمین میں اللہ کی ایک حد کا قائم کرنا' وہاں کے انسانوں کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔'' (النسائی' کتاب قطع ید السارق' باب الترغیب فی اقامۃ الحد' ابن ماجہ)

اسی طرح یہ حدیث ہے کہ ''جب ایک بدکار (فاجر) آدمی فوت ہو جاتا ہے تو بندے ہی اس سے راحت محسوس نہیں کرتے بلکہ شہر بھی' درخت اور جانور بھی آرام پاتے ہیں۔''

(صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب سکرات الموت' مسلم' کتاب جنائز باب ماجاء فی مستریح ومستراح منہ بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۱۱۳۵م)

﴿۱۳۰﴾ دیہات میں عورتوں کے لیے تعلیم کی اہمیت وضرورت

مسلم سماج میں لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے مختلف قسم کی پابندیوں کا شکار ہیں۔ شریعت نے ان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ بالکل درست ہیں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں۔ اس کے برعکس حالات کے مدنظر لوگوں کا لڑکیوں کے تئیں پرانا شیوہ اختیار کرنا کہاں تک درست ہے؟

لڑکے کسی حد تک اپنے مستقبل کو اپنے تصور میں لا سکتے ہیں' لیکن لڑکیوں کے لیے شادی سے پہلے اپنے مستقبل کا تصور کرنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے۔ کیونکہ ایک لڑکی یہ نہیں جانتی کہ اس کی آنے والی زندگی کسی گاؤں' دیہات یا کسی شہر میں گزرے گی۔ گاؤں یا دیہات کے مقابلے شہر میں پڑھے لکھے لوگوں کی کثرت ہے' جس کی وجہ سے شہروں میں شادی سے پہلے لڑکیاں کسی طرح کی پابندیوں کا شکار نہیں ہوتیں اور اپنے بہتر مستقبل کے بارے میں بآسانی غور وفکر کر لیتی ہیں۔ اس کے برخلاف گاؤں' دیہات میں والدین ناقص علم کی وجہ سے اپنے گھر کی لڑکیوں کو پرانے رسم ورواج کی زنجیر میں جکڑے رہتے ہیں۔ مثلاً لڑکیوں کی پڑھائی کو فضول سمجھنا' گھر سے باہر آنے جانے پر پابندی لگانا وغیرہ۔ بہرحال اسے والدین کی لاپرواہی نہیں کہہ سکتے بلکہ ان سب باتوں سے ماں باپ کا اپنی اولاد کے تئیں شفقت و محبت کا فطری جذبہ عیاں ہوتا ہے۔ گاؤں دیہات کے والدین کا اپنی لڑکیوں کے تعلق سے قدیم طرز کا یہ رویہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے۔

لیکن کیا یہ رویہ ان بچیوں کو اپنے تعلق سے فیصلہ کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہو سکتا ہے؟ جی نہیں' بلکہ اس طرح ان کی خود اعتمادی کی دیوار کھوکھلی پڑ جائے گی اور وہ کمزور ہو جائیں گی۔ اور یہی کمزوریاں شادی کے بعد سسرال میں ہونے والے ظلم وستم کا سبب بنتی ہیں اور ظاہر ہے کہ بچی پر ڈھائے جانے والے مظالم سے ماں باپ بھی صدموں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ خیال آتا ہے کہ کاش ہم نے اپنی بچی کو پڑھایا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور کوئی بلاوجہ ہماری بچی پر ظلم ڈھانے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن افسوس اس وقت کا پچھتانا کسی کام نہیں آتا ہے۔ گاؤں اور دیہات کے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور فرسودہ رسم ورواج کی بندشوں سے انہیں آزاد کریں تاکہ وہ اس نئے دور میں' ادب کے دائرے میں رہ کر دوسروں کے مقابل کھڑی رہ سکیں اور اپنا دفاع کرسکیں۔

ہم سبھی جانتے ہیں کہ آئے دن گاؤں کی لڑکیاں سسرال والوں کے ظلم کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ ہر چند کہ یہ معاملہ شہروں میں بھی پیش آتا ہے۔ لیکن یہاں ان کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے کئی تنظیمیں موجود ہیں البتہ گاؤں میں اگر کسی عورت پر ظلم ہوتا ہے تو گاؤں میں اسے انصاف دلانے والا نہ کوئی ادارہ موجود ہے اور نہ تنظیمیں اور نہ ہی وہ خود اپنا حق حاصل کر پاتی ہیں۔ اس ظلم سے بچنے کا بہترین ہتھیار

تعلیم ہے، جس سے ہر ایک کو استفادہ کرنا چاہیے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائیں اور خود کفیل ہو جائیں۔ لڑکی ایک بار خود کفیل ہو گئی تو اسے مستقبل کے تعلق سے اتنی فکر نہیں رہ جاتی بلکہ وہ اپنے مستقبل کو خود بنانے اور سنوارنے لگتی ہے۔ گاؤں کی لڑکیوں میں تعلیم کا رجحان بڑھانے کے لیے شہر کے پڑھے لکھے طبقات کی عورتوں کو چاہیے کہ وہ سب متحد ہو کر اپنی مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے اطراف کے گاؤں میں خواتین کو تعلیم سے روشناس کرائیں اور ان میں تعلیم کے تئیں بیداری پیدا کریں۔

﴿۱۳۱﴾ بوڑھے ماں باپ کا ہر حال میں خیال رکھیے

بوڑھے عام طور پر بوجھ سمجھے جاتے ہیں اور بہت سے گھروں میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ان کے مشوروں اور نصیحتوں کو بکواس سمجھا جاتا ہے۔ کاروبار کرنے اور پینشن پانے والے بزرگوں کو برداشت کرلیا جاتا ہے، مگر جن بزرگوں کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا وہ پوری طرح سے گھر والوں کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں اور ان کی حالت دگرگوں ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایسے بزرگ جو کما کر لاتے ہیں یا کاروبار کرتے ہیں یا پھر پینشن پاتے ہیں تب تک ان کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی اور انہیں بوجھ نہیں سمجھا جاتا۔ وقت پر کھانا ہی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً گھر والوں کا پیار بھی اُمڈتا رہتا ہے اور بیمار ہونے پر ان کی تیمارداری بھی کی جاتی ہے کیونکہ وہ دواؤں کا خرچ خود برداشت کرتے ہیں۔

ایسے بزرگوں کی بھی عزت کی جاتی ہے جن کے نام زمین اور جائیداد ہوتی ہے۔ اور ان کی تیمارداری یا ان پر محبتیں اس لیے لٹائی جاتی ہیں کہ انہیں اس جائیداد میں سے حصہ مل جائے، یعنی کمانے والے، کاروبار کرنے والے یا بے شمار دولت رکھنے والے بزرگوں کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کے پاس دولت ہوتی ہے یا وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں۔ جہاں ان کے پاس دولت ختم ہو جاتی ہے یا وہ کمانے کے لائق نہیں رہ جاتے، انہیں بوجھ سمجھا جانے لگتا ہے۔ ایسا ہر گھر میں نہیں ہوتا، لیکن بیشتر گھروں میں بزرگوں کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بات وہیں پر آ کر رک جاتی ہے کہ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا وہ بچے ہیں جن کی پرورش ان ہی بزرگوں نے بڑے ناز و نعم سے تو کی لیکن انہیں بزرگوں کی عزت اور خدمت کا سلیقہ نہیں سکھایا؟ انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی اپنے بچوں کے بیمار ہونے پر انہیں بوجھ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ سوچ کر انہیں تعلیم سے محروم نہیں رکھا کہ چھوڑو کون تعلیم دلوائے۔ کہاں سے میں اتنے پیسے خرچ کروں؟ انہوں نے اپنے بچوں کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ انہیں اچھے اور عمدہ لباس پہننے کے لیے دن رات کتنی محنت کرنی پڑی تھی۔ ان کا پیٹ بھرنے کے لیے بعض اوقات وہ خود بھوکے سو جایا کرتے تھے لیکن انہیں پیٹ بھر کھانا کھلائے بغیر کبھی نہیں سلایا۔ بچوں کا مستقبل سنوارنے کے لیے انہیں بزرگوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ پھر ان کے ساتھ برا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟

کیا نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے؟ اپنے والدین اور بزرگوں کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کرنے والے نوجوان والدین یہ بھول جاتے ہیں کہ کل کو ان کی بھی اولاد جوان ہوگی اور کل وہ بھی بوڑھے ہوں گے اور جو سلوک وہ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔

زندگی اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے کا نام ہے۔ یعنی آپ اپنے بزرگوں سے جیسا سلوک روّیا رکھیں گے ہو سکتا ہے کل آپ کو بھی اس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہر انسان ایک نہ ایک دن بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے جس طرح اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہوگا ویسا ہی سلوک ہمیں اپنے بچوں سے ملے گا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھیں بلکہ ان کی قربانیوں اور ان کی بزرگی کا خیال کرتے ہوئے ان کی تیمارداری، ان کی دل

بستگی ان کی پسند ناپسند ان کے آرام اوران کی ضروریات کا بھرپور خیال رکھیں۔

بزرگ بڑھاپے میں تھوڑے سخت اور چڑچڑے ہوجاتے ہیں اور یہ عمر کا تقاضا ہے۔ کہتے ہیں کہ بچہ اور ایک بوڑھا برابر ہوتے ہیں۔ یعنی جب انسان بوڑھا ہوجاتا ہے تو وہ بچوں جیسا ہوجاتا ہے۔ ان کا ضد کرنا' بات بات پر چڑنا عام بات ہے۔ بزرگ بالکل اس بچے کی طرح ہوجاتے ہیں جو اپنی بات پوری نہ ہونے یا کسی چیز کے نہ ملنے پر ناراض یا چڑچڑا جاتا ہے۔ ان کی خدمت اس طرح کریں جیسے ہم اپنے بچے کی کرتے ہیں۔

بزرگوں کی خدمت کرنا نہ صرف دنیا میں آپ کو سرخرو کرے گا بلکہ آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی۔ بوڑھوں کا بیمار ہونا' بات پر نکتہ چینی کرنا یا گھر ہی میں موجود رہنا بے شک آپ کو پریشان کرنا ہوگا لیکن ان حالات میں ہی آپ کی صحیح آزمائش ہوتی ہے کہ آپ کو اپنے والدین کو یا گھر کے بزرگوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اوران کی کتنی تیمارداری کرتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ آپ کا امتحان ہے اوراس امتحان میں کامیابی کے بعد ہی آپ دنیا وآخرت میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔

بزرگوں سے بھی ایک گزارش ہے کہ وہ اپنے آپ کو اتنا کمزور اور لاچار نہ بنائیں کہ بچے آپ کو بوجھ سمجھنے لگیں یا آپ سے چڑنے لگیں۔ یہ اسی وقت ہی ممکن ہوسکتا ہے جب بزرگ نہ صرف اپنے آپ کو مثالی والدین بنا کر پیش کریں' بلکہ بچوں کی تربیت بھی اس انداز میں کریں کہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں آپ سے بدتمیزی کرنے کی ہمت کرسکیں' نہ ہی آپ کے مشوروں کو رد کرسکیں۔

بعض بزرگ بلاوجہ گھر کے معاملات میں دخل دیتے ہیں یا اپنی بات منوانے کے لیے بچوں کو برا بھلا بھی کہتے رہتے ہیں۔ بھلے ہی ان کی بات نامناسب ہو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انہیں کی بات مانی جائے۔ ایسے حالات میں اولاد اور والدین کے درمیان تلخیاں بڑھ جاتی ہیں' اس لیے بزرگوں کو بھی عمر اور تجربات کی روشنی میں اور مصلحت سے کام لیتے ہوئے اپنے خاندان کو آگے بڑھانے میں مدد دینی چاہیے اور نوجوانوں کو بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے تب جا کر نوجوانوں اور بزرگوں کے بیچ کی اس خلش کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ مسلم معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بزرگوں کے احترام اوران کی ضروریات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس سے دوگنا فائدہ ہوگا دنیاوی بھی اخروی بھی۔

﴿۱۳۲﴾ عورت ماں' بیٹی' بیوی اور بہن کی حیثیت سے

معاشرے میں عورت کی حیثیت کو ہمیشہ کمزور صنف مانا گیا اور عورت نے بھی سر تسلیم خم کر کے اس حقیقت کو قبول کرلیا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل صنفِ نازک ہی طاقت کا سرچشمہ ہے اوراس کی کئی حیثیتیں ہیں۔

ماں: عورت ماں ہوتی ہے تو اتنی عظیم طاقت اس کے پاس ہے کہ وہ مرد کو جنم دیتی ہے' اس طرح خالق دوجہاں نے ماں کو وہ طاقت دی کہ وہ تخلیق کا کام کرسکے۔ وہ زمانے کے سرد وگرم سے اپنے بچے کی حفاظت بھی کرتی ہے اوراس طرح اپنی ساری قوت صرف کر کے' اپنے بچے کو اپنا دودھ پلا کر' اپنی گود میں سلا کر اور اس کی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھ کر اس کی پرورش کرتی ہے کیا یہ مرد جو دولت کما کر لاتا ہے' اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے بچے کے لیے یہ سب کرسکے؟

بیٹی: ایک بیٹی اپنے والدین کے لیے ایسا سہارا ہے جس کے نہ ہونے سے والدین بڑھاپے میں بے یارومددگار ہوجاتے ہیں۔ بیٹے کے والدین پیری میں اکثر یہ افسوس کرتے ہیں کہ کاش ہم بیٹی کی نعمت سے محروم نہ ہوتے۔ ایک بیٹی بچپن سے جوانی تک یہاں تک کہ شادی ہوجانے کے باوجود قدم قدم پر والدین کا سہارا بنتی ہے۔ وہ ماں کے ساتھ گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہے' چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش میں مدد کرتی ہے' باپ تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے تو اس کا خیر مقدم کرتی ہے اور اپنی بساط بھر اس کے کام آتی ہے۔ اور آج کی

بیٹی تو اس سے بھی کہیں آگے والدین کے لیے مالی سہارا بنتی ہے اگر گھر کی آمدنی کم ہے تو وہ مالی طور پر بھی مدد کرنے میں پیچھے نہیں رہتی۔ وہ پڑھائی کے دوران ٹیوشن وغیرہ کر کے گھر کی آمدنی میں اضافہ کرتی ہے اور ان پر بوجھ نہیں بنتی۔

بیوی: شریک حیات کی حیثیت سے ایک عورت وہ کارہائے نمایاں انجام دیتی ہے جو شاید ہی کبھی مرد بحیثیت شوہر کے انجام دے سکے۔ وہ بیوی بن کر مرد کی کمزوریوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے نہ صرف گھر گرہستی سنبھالتی ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر بعض اوقات شوہر کی آمدنی میں اضافہ کے لیے خود ملازمت وغیرہ کرتی ہے۔ بچوں کی پرورش اس طرح کرتی ہے کہ کبھی کبھی تو شوہر کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کے بچے کس طرح اس مقام تک پہنچ گئے۔ شوہر کے بیمار پڑنے پر عورت دن رات ایک کر کے اس کی تیمارداری کرتی ہے۔

بہن: عورت ایک بہن کی صورت میں بھی بھائی کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دستر خوان پر بہن اپنے منہ کا نوالا بھی اپنے بھائی کے لیے رکھ دیتی ہے۔ خود اپنا دل مار کر بھائی کو اچھا کپڑا پہننے کا موقع دیتی ہے کہ اسے گھر سے باہر نکلنا ہوتا ہے۔ اپنی پڑھائی سے زیادہ بھائی کی تعلیم پر توجہ دیتی ہے۔ بھائی کو جذباتی سہارا دینے میں بھی بہن ہمیشہ آگے آگے رہتی ہے۔ بہن کے آنچل میں منہ چھپا کر اکثر بھائی اپنے سارے غم ہلکے کر لیتے ہیں۔

ان تمام حیثیتوں کے علاوہ بھی عورت بحیثیت دفتری کارکن یا افسر اپنی ڈیوٹی ہمیشہ مرد کی نسبت زیادہ اچھی طرح انجام دیتی ہے۔ اگر وہ ایک معلّمہ ہے تو بچے کو زیادہ اچھی طرح پڑھاتی ہے۔ عورت کی شفقت اور ممتا نے اس میدان میں اسے مرد سے کہیں آگے کا مقام دلایا ہے۔ ''ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' یہ کہاوت بہت مشہور ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہت سارے تجربات اور مطالعہ کے بعد یہ کہاوت وجود میں آئی۔ آدم علیہ السلام نے جب تنہائی سے گھبرا کر ایک ساتھی کی تمنا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو عورت کی شکل میں ایک ایسا ہاتھ عطا کیا جو ان کے لیے ہر صورت میں ایک مکمل ساتھی ثابت ہوا۔ اس کے باوجود مرد نے کبھی عورت کی قدر نہیں کی اور اسے ہمیشہ اپنا غلام سمجھا۔ اسلام نے عورتوں کو وہ رتبہ عطا کیا جو کسی اور مذہب نے نہیں دیا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں بھی عورتوں کی ناقدری اور ان پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مرد اس سے اپنی ہر جائز و ناجائز بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں اسی طرح وہ خدا کی بخشی ہوئی اس نعمت کی ناقدری ہی کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مرد عورت کی طاقت کو پہچانیں اور ان کو وہ مقام دیں جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔

﴿۱۳۳﴾ عورت کی اصل درس گاہ اس کی سسرال ہے

جس طرح ایک شخص کے عادات واطوار اور خیالات کی ترتیب کسی مکتب یا تربیتی ادارے میں ممکن ہوتی ہے بالکل اسی طرح ایک عورت کو زندگی بہترین ڈھنگ سے گزارنے اور معاملات سے بہتر طور پر نمٹنے کا ہنر سسرال میں سیکھنے کو ملتا ہے۔ عورت کا اصل گھر اس کا سسرال یا اس کے شوہر کا گھر ہے۔ اسی گھر میں وہ زندگی کی ہر اونچ نیچ کا مقابلہ کرنا سیکھتی ہے۔ جب تک ایک لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر یعنی میکے میں ہوتی ہے لاڈ پیار کے باعث بہت سی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے کی اسے ترغیب نہیں ملتی۔ یہ بے فکری کی زندگی ہوتی ہے جس کو وہ زیادہ سے زیادہ انجوائے کرنا چاہتی ہے۔ والدین کے گھر میں رہ کر کوئی بھی لڑکی اپنی اصل زندگی یعنی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں سیکھ پاتی۔ ازدواجی زندگی کے اسرار ورموز شادی کے بعد سسرال میں ہی کھلتے ہیں۔ والدین اپنی بچی کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور آرام دینا چاہتے ہیں۔ شادی سے پہلے لڑکی اپنے گھر میں ہر لمحے اور ہر پل کا لطف اٹھاتی ہے اس زندگی کو پریشانیوں اور الجھنوں کی نذر کرنا نہیں چاہتی۔ یہی سبب ہے کہ زندگی کی بہت سی بنیادی باتوں کی جانب وہ دھیان نہیں دیتی اور ان باتوں کا علم اسے شادی کے بعد ہی ہوتا ہے۔ عورت کے لیے سسرال مثالی درس گاہ ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک امتحان گاہ بھی ہوتی ہے اور ساس اس درسگاہ اور امتحان گاہ کی سربراہ

ہوتی ہے۔ ساس کی سمجھداری اور معاملہ فہمی پر پورے گھر کی خوشیوں اور سکون کا دارومدار ہے۔ اگر ایمان داری اور غیر جانب داری سے جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ بیشتر ساسیں محدود ذہنیت اور بہت سی باتوں میں انا کا مظاہرہ کرتی ہیں' جس کے باعث بہوؤں سے ان کی چپقلش رہتی ہے اوراچھا خاصا گھر جہنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ معاملات میں قصوروار صرف ساس ہی نہیں ہوتی' مگر یہ سچ ہے کہ بیشتر ساسیں انتہائی استحقاق پسند ہوتی ہیں۔ وہ بیٹے اور بہو دونوں کو مٹھی میں رکھنا چاہتی ہیں اور یہیں سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بیٹا اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے اور بہو کی آنکھوں میں بھی خودمختار زندگی کے سپنے ہوتے ہیں۔ ایسے میں کسی اور کی مرضی کا پابند ہونا ان دونوں کو اچھا نہیں لگتا۔

زیادہ تر مائیں اپنے بیٹوں کی شادی کے لیے بہت بیتاب دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ بہو کے لیے زیور تیار کرنے کی غرض سے وہ اپنا زیور بیچ ڈالتی ہیں یا اپنی ہی زیور بہو کو دے دیتی ہیں۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد بہو کو غلام کیوں سمجھنے لگتی ہیں اور بہو کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کا وہ جذبہ سرد کیوں پڑ جاتا ہے؟ بعض ساسیں اتنی تنگ نظر اور بدمزاج ہوتی ہیں کہ بہو کو ہر وقت جہیز کم لانے کے طعنے دیتی رہتی ہیں' ایسے میں بہو کوئی چیز مانگ لے تو ساس کی طرف سے ٹکا سا جواب ملتا ہے کہ ''اپنی ماں سے کیوں نہیں کہا' وہ تمہیں جہیز میں دے دیتیں یا اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں مانگتیں۔''

ہم اس حقیقت کو تسلیم نہ کریں تو صورتِ حال بدلے گی نہیں کہ آج ہمارے سماج کے بیشتر گھرانوں میں ساس اور بہو کے مابین خلیج بہت زیادہ ہے۔ ان مسائل کے حل کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے بھاگنے کے بجائے ان کا سامنا کیا جائے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے خاص طور پر مرد کو اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ ان حالات میں ماں، بیوی دونوں کا مؤقف سننے کی ضرورت ہے۔ کسی ایک کی بات سن کر دوسرے سے فوری ناراضگی یا برہمی کا اظہار غیر دانشمندانہ روّیہ ہے۔ اس سے نہ تو انصاف ہوگا اور نہ ہی معاملات حل ہوں گے، لیکن یہ بات افسوس ناک ہے کہ ہمارے یہاں عام طور پر مردوں کا روّیہ یکطرفہ ہو جاتا ہے۔ ماں کو سمجھانے کے بجائے وہ سارا غصہ بیوی پر نکالتے ہیں یا بیوی کی ناراضگی کے خوف سے اس کی غلط اور ناپسندیدہ باتوں کو بھی خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں جن کا بعض اوقات بہوئیں ناجائز فائدہ اُٹھاتی ہیں۔ ہر ماں چاہتی ہے کہ اس کی بیٹی جس گھر میں جائے راج کرے۔ حالانکہ یہ راج کرنے والی سوچ درست نہیں ہے۔ راج کرنے یا کسی کا راج قبول کرنے سے معاملات ہمیشہ بگڑتے ہیں۔ گھریلو معاملات حکم چلانے یا کسی کا بے جا حکم ماننے سے نہیں چلائے جاسکتے، کیونکہ یہ دوطرفہ معاملہ ہوتا ہے۔ اس میں کبھی اپنی بات منوائی جاتی ہے اور کبھی دوسروں کی باتوں پر سرِ تسلیم خم کیا جاتا ہے۔ اگر والدین اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ان کی بیٹی کو زندگی میں کوئی دُکھ یا کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے تو ضروری ہے کہ وہ داماد منتخب کرتے وقت اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں۔

دوسری طرف بہوؤں پر یہ فرض ہے کہ سسرال کے ہر فرد، بالخصوص ساس کو اپنی ماں کی طرح سمجھیں۔ ان کی کوشش ہونی چاہئے کہ شوہر کی پوری توجہ اپنی طرف مرکوز کرنے کے بارے میں سوچنے کے بجائے سب کو اپنا سمجھے اور سب کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنے کی کوشش کرے۔ دوسری جانب ہر ساس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بہو کو بیٹی سے بڑھ کر نہیں تو بیٹی کے برابر ضرور سمجھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گھر میں توازن کی فضا پیدا ہوگی اور کامیاب زندگی توازن ہی چاہتی ہے۔ ہر گھر میں معاملات نشیب وفراز کے مراحل سے گزرتے ہیں، ان سے گزر کر ہی زندگی بنتی ہے۔ اگر ساس ضرورت سے زیادہ انا پرستی اور بہو غیر ضروری ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو تعلقات میں کشیدگی بڑھتی رہے۔ دونوں انسان ہیں، دونوں کو اُصولوں میں لچک پیدا کرنی ہوگی، معاملات کو درست ڈھنگ سے چلانے کے لئے بہت سی

خواہشات ترک کرنا پڑیں گی اور اپنے نام نہاد دائرے سے باہر نکلنا ہوگا، تب کہیں جا کر یہ مسائل ختم ہوں گے۔

﴿۱۳۴﴾ ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے

آج پوری دُنیا اضطراب اور بے چینی کے عالم میں ہے اور کہیں سکون نہیں ہے۔ دُنیا کے مختلف خطوں میں جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جنگ و جارحیت آگ برسا رہی ہے۔ حقوق پامال ہورہے ہیں، ہر طرف ظلم و ناانصافی کا برہنہ رقص ہو رہا ہے، ظلم و زیادتی افراد ہی کا نہیں قوموں کا شیوہ بن گئی ہے۔ محبت، اخوت، اخلاص، ہمدردی، صداقت، امانت و دیانت اور ایفائے عہد سے انسان کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ رشوت، چوری اور خونریزی کا بازار گرم ہے۔ شراب اور منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ عریانی و فحاشی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے، معصوم بچے جرائم میں لت پت کر دیئے گئے ہیں۔ معمولی باتوں پر قتل عام سی بات ہے۔ عشق و عاشق کے نام پر ہوس کاری پھیلی ہوئی ہے اور بہت سارے اسکول اور کالج اس کے اڈے بن چکے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں اور برائیاں روپ بدل بدل کر سامنے آرہی ہیں۔ یہ ہیں نتائج عورت کی کوتاہیوں کا جسے انسان کا کردار سنوارنے پر مامور کیا گیا تھا مگر وہ ترقی اور ملازمت، مساوات مرد و زن، فیشن و میک اَپ اور تفریح کی محفلوں میں کھوگئی ہے۔ بظاہر آج کی عورت بہت ترقی کر گئی ہے۔ ملازمت کے ہر شعبے اور بیشتر کاروبار سے وابستہ ہے۔ وہ باس بنی بیٹھی ہے اور بزنس کے بڑے بڑے شعبے چلا رہی ہے اور کون سا ایسا میدان ہے جہاں عورت نہیں۔ کلرک، ٹیچر، لیکچرار، کاروبار سے لے کر آئی پی ایس اور آئی ایس افسر تک کے عہدے پر فائز ہے۔ تعلیمی میدان میں اپنی قابلیت اور کامیابی کے جھنڈے گاڑتی چلی جارہی ہے۔ ترقی کی دھن میں وہ آگے ہی آگے بڑھتی جارہی ہے۔ اس کی یہ محنت، جستجو اور کامیابی قابل ستائش ہے۔ لیکن اس دوڑ میں وہ اپنا نام، شناخت اور پہچان بھول چکی ہے، پیچھے مڑنا اسے گوارا نہیں۔ نسوانیت کو وہ بائے بائے کہہ چکی ہے۔ دوڑتے دوڑتے اس نے شرم وحیا کا لبادہ اُتار کر پھینک دیا ہے۔ پردے کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اپنی عزت وعصمت کی دھجیاں خود ہی بکھیر دی ہیں۔ اس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے اس کے چاروں طرف خونخوار بھیڑیئے ہیں جنہیں وہ اپنا ہمدرد، پرستار اور دوست سمجھ رہی ہے۔ یہ اس کی بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ آزادی، ترقی اور ملازمت کے چکر میں وہ جیسے ہی گھر سے نکلتی ہے اس کی تباہی اور بربادی کی داستان شروع ہوجاتی ہے۔

شیطان جانتا تھا کہ انسان کا سب سے مضبوط مورچہ اس کا گھر ہے، اس لئے اس نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا کہ جب تک اس گھر کی نگہبان کو بے گھر نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اس کے چیلوں نے عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا، پھر آواز لگائی کہ عورت اور مرد دونوں ہر حیثیت سے برابر ہیں اور عورت کو گھر میں رکھنا اس پر ظلم کرنا ہے۔ لہٰذا اسے بھی مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کیا جائے۔ عورت کی نادانی دیکھئے کہ وہ مساوات مرد و زن کے چکر میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار بیٹھی اور اب اس پر دوہری ذمے داری عائد ہے۔ اسے گھر سنبھالنا ہے اور دفتر بھی۔ کیا یہ صنف نازک پر ظلم نہیں ہے؟ صبح سویرے اُٹھنا، گھر کے سارے کام انجام دینا، بچوں کو کھلانا، ٹفن تیار کرنا اور پھر دفتر جانے کے لئے اپنی تیاری کرنا، گھر کی صفائی خادمہ کے حوالے، شام میں جب میاں بیوی دونوں تھکے ہارے آتے ہیں اور غصہ ان کی ناک پر ہوتا ہے اور ذراسی بات کو لے کر جھگڑا ہوجاتا ہے۔ جبکہ پہلے ہوتا یہ تھا کہ جب شوہر دفتر سے تھکا ہارا گھر لوٹتا تھا تو بیوی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کرتی، چائے پیش کرتی، گھر صاف ستھرا رکھتی اور اس طرح بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھ کر شوہر بھی اپنی تھکان بھول جایا کرتا تھا۔ مگر اب ایسے منظر کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اس ہائی ٹیک دور میں دونوں میاں بیوی کے کمانے اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے چکر میں کہاں گھر کا سکھ چین ملے گا۔ دونوں کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں یا بچوں کی ضرورتوں کو محسوس کرسکیں اور ایسے ماحول میں تربیت پانے والے بچے کیسے ہوسکتے ہیں آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو انہیں ماں باپ سے بھی کوئی محبت نہیں ہوتی اور جہاں خون کے رشتے

میں محبت نہ ہو وہاں انسانیت کہاں باقی رہتی ہے۔ پیسے کمانے کے دھن میں ہم آج کسی سے بھی پیچھے نہیں ہیں جتنی بھی دولت ہمارے ہاتھ آتی ہے وہ ہمارا پیٹ نہیں بھرتی بلکہ آتش حرص اور بھڑکتی ہے۔ اگر عورت سلیقہ شعار ہو تو کم آمدنی میں بھی گزارا کرلے گی اور حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لائے گی لیکن یہی عورت اگر سلیقہ شعار اور سگھڑ نہ ہو تو اسے ماہانہ بیس ہزار بھی کم پڑیں گے اور شکوے شکایت کا پٹارا الگ کھول دے گی۔ آج کئی خواتین ایسی ہیں جو ملازمت بھی کرتی ہیں اور گھرداری بھی بحسن وخوبی نبھاتی ہیں۔ شوہر بھی ان سے خوش ہیں اور بچے بھی تربیت یافتہ ہیں کیونکہ وہ ملازمت کے ساتھ گھر کے سارے فرائض بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ وہ ملازمت یا کاروبار کرنے کے باوجود اپنی عصمت وعزت کی نگہبانی کرنا خوب جانتی ہیں۔ ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے۔ اگر خواتین نئی نسل کو اچھی تربیت دیں، انسانیت سکھائیں اور ان کے اندر اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ نہ صرف قوم وملت کے لئے مفید ہے بلکہ ملک کی ترقی کے لئے بھی سودمند ہوسکتا ہے۔ الغرض عورت کا اصل میدان اس کا اپنا گھر ہے، اس حقیقت کو نہ بھولیں۔

﴿۱۳۵﴾ بیٹی اللہ کی رحمت بھی ہے اور نعمت بھی ہے

خداوند کریم نے اس کائنات میں کوئی تخلیق بے مقصد، بے کار اور بے فائدہ نہیں پیدا کی، خواہ اس کا تعلق حیوانات، جمادات اور نباتات سے ہو یا اشرف المخلوقات حضرت انسان سے ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ بعض کی علت تخلیق فہم انسانی اور اس کے شعور وادراک سے ماورا ہو لیکن یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ رب العلمین کی تخلیق پر اعتراض کرے، ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرے، کیونکہ خالق کائنات اپنی تخلیق کی افادیت واہمیت سے خوب واقف ہے، خواہ دیکھنے میں وہ ہمیں کتنی ہی حقیر لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی ایک عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت! پروردگار عالم نے چھپکلی کو کیوں پیدا کیا؟ یہ تو کسی کام کی نہیں، دیکھنے میں بھدی اور شکل وصورت ایسی کہ ڈر لگے، کوئی خوبصورتی نہیں، کسی کام کی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''یہی سوال انسان کے بارے میں پروردگار عالم سے چھپکلی نے کیا کہ اے خداوند عالم! آپ نے انسان کو کیوں پیدا فرمایا، یہ ناشکرا، بے صبر، لڑنے جھگڑنے والا، روئے زمین پر فساد برپا کرنے والا، طمع پسند، بغض کینہ رکھنے والا ہے، اس کی تخلیق سے کیا فائدہ؟'' اس کو جواب ملا ''میں اپنی تخلیق کی افادیت اور حکمت سے زیادہ واقف ہوں۔''

کسی کی پیدائش ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق ہو؟ یہ سوچ اور یہ خیال نادانی پر ہی نہیں عقل وفہم سے بھی بعید ہے۔ اس سوچ کا مظاہرہ اگر انسان کی طرف سے ہو جس کو اپنی فہم وفراست پر ناز ہے، اپنے علم اور عقل پر گھمنڈ ہے تو تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہوتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت سے وطیرہ چلا آرہا ہے کہ انسان لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اس طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ (سورۃ النحل: ۵۸، ۵۹)

''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، غصے کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا مٹی میں چھپا دے گا۔''

ان کے اس سنگ دلانہ اور وحشیانہ طرز عمل سے تو دنیا واقف ہے کہ وہ لڑکی کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں آج بھی لڑکی کے حوالے سے یہ منفی رویہ پایا جاتا ہے۔ لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا جو اظہار نظر آتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر وہ مفقود ہوتا ہے۔ عالم، فاضل اور جاہل سب ہی کم وبیش اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں لڑکی کی پیدائش میں

عورت کا کیا قصور؟ جو چیز اس کی قدرت میں نہیں، جس پر اسے اختیار نہیں بلکہ وہ نو ماہ کی مدت تک جو مشقت اور تکلیف برداشت کرتی ہے، مرد نو دن تو کیا شاید نو گھنٹے بھی برداشت نہ کر سکے، ہمارا طرزِ عمل اس کے ساتھ ظالمانہ اور بے رحمانہ ہوتا ہے۔ ہم لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہو جاتے ہیں، تیوری پر بل آ جاتا ہے بلکہ کئی روز تک بیوی سے بات تک نہیں کرتے اور بچی کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ پھر عورت کا عورت کے ساتھ یہ ظلم ہوتا ہے کہ ساس، نندیں برا بھلا کہتی ہیں، بدکلامی، بدزبانی سے پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرنے کی دھمکی دے کر اس کا دل دکھاتی ہیں، بلکہ کچھ تو ایسا کر گزرتی ہیں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا یہ طرزِ عمل اللہ کی نعمت کا ناشکرا پن ہے۔ اس کی عطا کی ناقدری ہے۔ انسانیت کے ناطے بے قصور کو قصوروار ٹھہرانا ایک ظالمانہ طرزِ عمل ہے۔

بیٹی اللہ کی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی اور انہیں حسن تربیت سے مالا مال کیا یہاں تک کہ وہ سن شعور کو پہنچیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے جس طرح میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں۔''

(مسلم، کتاب البر والصلۃ)

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور ساتھ والی اُنگلی کو ملا کر دکھایا۔ صحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص لڑکیوں کی پیدائش میں آزمائش میں ڈالا جائے پھر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز دوزخ سے آڑ ہوں گی۔'' (مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات)

اس کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ میں لڑکیوں کی پرورش اور حسن تربیت پر نوید بخشش ہے اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیٹی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ اولاد ہونے کی وجہ سے نعمت اور بخشش کا سبب ہونے کی وجہ سے رحمت۔

اسلام نے عورت کو بڑے مراتب عطا کئے ہیں۔ عورت کو ماں، بہن اور بیٹی کے مقدس رشتے سے سرفراز کیا ہے۔ آج کی پیدا ہونے والی بیٹی کل ماں کے مقدس رشتہ کی حامل ہوگی کہ اس کی رضا بخشش کا سبب، اس کی دُعا قبولیت کا ذریعہ، اس کو عزت واحترام سے دیکھنا حج کا ثواب، اس کی خدمت میں دخول جنت کا راستہ۔ یہ بیٹی ہی تو ہے جو اس مقدس مرتبہ کی حامل بنی۔ سلسلۂ نسب میں سب سے اعلیٰ وارفع سلسلہ سادات کا ہے۔ اس پر غور کیجئے تو بہت واضح طور پر یہ چیز سامنے آتی ہے، اس سلسلۂ نسب کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہے۔ یہ شرف ایک بیٹی کو حاصل ہے کہ وہ سلسلۂ سادات کی منبع ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں کیا ہمیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم بیٹی کی ولادت پر غم، رنج، ناراضی اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں اور جس کی تخلیق یعنی اس کی پیدائش میں جس کا کوئی دخل نہ ہو، کوئی قصور نہ ہو اس کو قصوروار ٹھہرائیں؟ ہمارا یہ طرزِ عمل جہاں ظالمانہ ہے وہاں نعمت خداوندی پر ناشکرا پن بھی اور اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ روزمرہ زندگی میں یہ تجربہ ہے کہ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی زیادہ وفادار، محبت کی مظہر، شریک غم اور دُکھ درد میں شامل رہتی ہے۔

﴿۱۳۶﴾ ماں کی دُعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہم میں سے کس نے نہیں سنا ہے؟ چھیاسی سال کی عمر میں چند سال قبل ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رمضان کی تیئیسویں شب میں آپ کا انتقال ہوا۔ اللہ نے آپ سے دین کا وہ کام لیا جس کی نظیر ماضی قریب کی اسلامی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی، عنداللہ آپ کے مقبول ومحبوب ہونے کے دسیوں قرائن پائے جاتے ہیں۔ جمعہ کے روز، روزے کی حالت میں، عین نماز جمعہ سے قبل سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ دُنیا کے تقریباً تمام براعظموں اور اہم ممالک میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی گئی، رمضان

المبارک کی ستائیسوں شب کو حرم مکی و مدنی یعنی حرم شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں ستائیس لاکھ سے زائد اللہ کے بندوں نے آپ کی نماز غائبانہ ادا کی اور آپ کی مغفرت ورفع درجات کے لئے اللہ سے دُعائیں کیں۔ اس طرح کی عنداللہ محبوبیت ومقبولیت دُنیا میں اللہ کے بہت کم ہی بندوں کے حصہ میں آتی ہے۔

مولانا اپنے بچپن میں نہ بہت ذہین تھے اور نہ بہت چست وچالاک، آپ کی علمی صلاحیت بھی مدرسہ میں عام اور درمیانہ درجہ کے طالب علم کی تھی۔ اس کے باوجود آپ سے اللہ نے دین کا جو کام لیا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور تعجب خیز بھی۔ حضرت مولانا سے جب ان کو حاصل ہونے والی اس توفیق خداوندی کے اسباب ومحرکات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بیان کرتے کہ اللہ نے ہمارے لئے مقدر دین کی اس خدمت میں ہماری والدہ ماجدہ کی خصوصی دُعاؤں کا بڑا حصہ رکھا تھا اور یہ اس کی برکت تھی۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ تھیں۔ ۹۳ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ اپنی وفات تک ہمیشہ روزانہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے اس بیٹے کے لئے دُعا کرتی تھیں کہ ''اے اللہ! میرے نورِ نظر علی سے کوئی غلط کام نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اے اللہ! تو ہی اس کی صحیح راہنمائی فرما۔'' انہوں نے اپنے اس بیٹے کو وصیت کی تھی کہ ''علی! تم روزانہ اپنے معمولات میں اس دُعا کو شامل کرنا کہ اے اللہ! تو مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو دیئے جانے والے حصوں میں سے افضل ترین حصہ عطا فرما۔'' ''اَللّٰھُمَّ اٰتِنِی بِفَضْلِكَ اَفْضَلَ مَاتُؤْتِی عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ''

آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر انہوں نے خود اپنی وفات سے پہلے دیکھی، خواب یہ تھا کہ ہاتف غیبی نے ان کی زبان پر قرآن کی اس آیت کو جاری کر دیا ہے کہ ہم نے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے جو مخفی خزانہ چھپا رکھا ہے اس کا تمہیں اندازہ نہیں۔ ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ'' (السجدہ:۱۷) مولانا کی انہوں نے اس طرح تربیت فرمائی کہ ان سے اگر کسی خادم یا ملازمہ کے بچے پر زیادتی ہوتی تو نہ صرف معافی منگواتیں بلکہ ان سے مار بھی کھلاتیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی سے مولانا کو ظلم، غرور وتکبر سے نفرت تھی اور کسی کی دل آزاری سے وحشت ہوگئی۔ عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر سو جاتے تو آپ کی والدہ اُٹھا کر نماز پڑھواتیں، صبح کو جماعت کے ساتھ نماز کے لئے بھیجتیں، فجر کے بعد تلاوت کا ناغہ نہیں ہونے دیتیں۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی ہم میں سے دو فیصد والدین اس کے مطابق اپنے کو پائیں۔ روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کے لئے دُعا مانگنا تو دُور کی بات زندگی بھر میں اللہ سے اپنی اولاد کی نیک نامی اور صلاح مانگنے کے لئے ہم نے ایک بار بھی صلوٰۃ الحاجۃ نہیں پڑھی ہوگی جبکہ اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی بھلائی اور نیک نامی کے لئے مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کے لئے تم مجھ سے اس طرح مانگو کہ ''اے اللہ! ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا امام بنا۔'' ''رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا'' (الفرقان:۷۴)

﴿۱۳۷﴾ فضول گوئی سے پرہیز کیجیے

جب دو خواتین آپس میں ملاقات کرتی ہیں تو وہ کسی تیسری خاتون کے بارے میں فضول باتیں کرنے لگتی ہیں۔ اس طرح کی فضول اور بے مطلب باتوں کا اثر کیا ہوتا ہے؟

اگر آپ کوئی کہانی بیان کرنا چاہتی ہیں جو کسی اور کے بارے میں ہو اور کسی دوسری خاتون نے آپ کو سنائی ہو تو اس بات کو کہنے سے پہلے آپ تین مرحلوں پر اچھی طرح سے غور کر لیجیے اور یہ تین بالکل مختلف طریقے ہیں۔ پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ آپ جو کچھ کہنے جا رہی ہیں کیا وہ سچ ہے؟ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے؟ آخری مرحلہ یہ ہے کہ آیا یہ بات دوسروں کے لئے تکلیف دہ تو نہیں ہے۔

انگریزی کا لفظ ''گوسپ'' جسے ہم اردو میں گپ بازی کہہ سکتے ہیں آج کے دور میں ایک دلچسپ اور وسیع مفہوم کا حامل بن گیا ہے اور اس کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی لوگوں کے درمیان قرابت داری کے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں کے ذاتی معاملات کے بارے میں غیر ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لئے گپ شپ کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ لوگ آپس میں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار رسائل و جرائد اور اخبارات ہیں جو ہمارے سامنے خوب چٹ پٹی کہانیاں پیش کرتے ہیں، جو عام طور سے مبالغہ آمیز اور فرضی ہی ہوتی ہیں یا جنہیں طرح طرح کے لالچ اور رشوت دے کر لکھوایا جاتا ہے۔

گپ بازی یا گپ شپ کیا ہے؟ گپ بازی کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔ اِدھر اُدھر خبریں پھیلانے والے سیدھے سادھے اور بے ضرر لوگوں سے لے کر بات کا بتنگڑ بنانے والوں اور بدنام کرنے والوں تک کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ بے فکرے لوگوں کی یہ ایک عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ جب ایسے دو افراد ملتے ہیں جن کے پاس وقت کی کمی نہیں ہوتی اور جو بہت دیر تک باتیں کر سکتے ہیں تو ان کی گفتگو کا رخ لازمی طور پر اپنے پڑوسیوں اور دوستوں کی جانب مڑ جاتا ہے اور وہ ان کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں کرتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ طرح طرح کی خبریں پھیلانے والے دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں اور ان کا مقصد دوسروں کے لئے مسائل پیدا کرنا ہو، لیکن وہ اس بات کا اندازہ بھی نہیں لگا پاتے کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی غیر ذمہ دارانہ باتوں کا سلسلہ دوسری جگہوں تک جا پہنچتا ہے جس سے بات کا بتنگڑ بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں شر انگیزی اور دلوں میں تلخی جنم لیتی ہے۔

باتونی شخص کسی بات کو صیغۂ راز میں نہیں رکھ سکتا۔ جن رازوں سے وہ واقف ہوگا اسے ضرور دوسروں تک پہنچائے گا۔ اس قسم کی سرگوشیاں بنیادی طور پر خود پر قابو رکھنے کی صلاحیت سے محرومی کے باعث جنم لیتی ہیں اور ان کو روکنے کے لئے شعوری کوشش کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہم ان باتوں کا اظہار نہ کریں جن کو راز رکھنے کے لئے ہم پر اعتماد کیا گیا ہو۔

سب سے زیادہ خراب اور نقصان دہ قسم کی گپ شپ وہ ہے جو کسی کو بدنام کرنے کے لئے کی جائے۔ وہ شخص جو دوسروں کے خلاف دشنام طرازی کی مہم چلاتا ہے اور انہیں بدنام کرتا ہے، فی الحقیقت اپنی بغل میں ایسے ہتھیار چھپائے ہوتا ہے جن کے ذریعہ وہ کسی بھی نامور کردار کا صرف ایک وار کے ذریعہ خاتمہ کر دیتا ہے۔ دشنام طرازی کرنے والا شخص عام طور پر حاسد بھی ہوتا ہے اور وہ حسد کے تحت لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرتا ہے۔ ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں غلط سلط باتیں پھیلاتا رہتا ہے۔ غلط باتوں، جھوٹی اور من گھڑت کہانیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان نفاق کے بیج بوتا ہے۔ وہ کسی بھی بات میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ اور فساد کو ہوا دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اس قسم کے لوگ کسی کے بھی خیر خواہ نہیں ہوتے اور ان کی زبان سے کسی کے لئے بھی کلمہ خیر نہیں نکلتا۔ اس طرح کے لوگوں کو گپ شپ کرنے میں، دوسروں کے بارے میں جھوٹ گھڑنے میں اور اسے پھیلانے میں سکون ملتا ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کے معاملات میں زیادہ دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

﴿۱۳۸﴾ اپنی اصلاح آپ کریں

اللہ کی مخلوق کم و بیش چھتیس ہزار ہے، جس میں انسان بھی ایک ہے۔ اللہ نے انسان کو جو خوبیاں عطا کی ہیں ایسی خوبیاں کسی بھی خلق میں ناپید ہیں۔ انسان کو اللہ نے سب سے بڑا تحفہ نطق کا دیا ہے۔ انسان کو اللہ نے اعضاء و جوارح عطا کئے جس کا استعمال انسان اچھے یا برے کاموں میں کرتا ہے اور سب سے بہترین عطیہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل و فہم اور دانائی سے نوازا ہے۔ اس کے لئے

زمین وآسمان مسخر کئے اور اپنی نشانیوں کو انسان کے سامنے بیان کیا تا کہ انسان کا عقیدہ اور ایمان پختہ ہو جائے اور انسان اس کی اطاعت کرے۔ انسان غلطیوں اور گناہوں کا پتلا ہے۔ غلطی کرنا اس کی سرشت میں شامل ہے، اس کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے لیکن کچھ ایسے بھی انسان اس دُنیا میں بستے ہیں جو صرف دوسروں کی غلطیوں پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے اندر بھی کچھ خامیاں ہیں۔ ان کے اندر بھی برائی کے کچھ عنصر موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خود اپنی خامیوں اور اپنی غلطیوں کو نہیں گنواتا بلکہ اپنی غلطی اور کوتاہی چھپانے کے لئے دوسروں کے عیوب کو عیاں کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لیتی چاہئے کہ جتنا آسان غیروں کی عیب جوئی کرنا ہے اتنا ہی مشکل خودشناسی ہے۔ ہم دوسروں کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھا تو سکتے ہیں، مگر اپنی اصلاح کے معاملے میں کوتاہ نظر آتے ہیں۔

ایک بات قابل غور بھی ہے اور قابل مشاہدہ بھی کہ اگر ایک اُنگلی ہم کسی کی غلطی کی جانب اُٹھاتے ہیں تو چار اُنگلیاں ہماری جانب اُٹھ جاتی ہیں، اس وقت بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ شاید وہ خامی ہمارے اندر بھی موجود ہو اور یہ بات صد فیصد سچ ہے کہ جب تک ہم اپنے قول پر عمل نہیں کریں گے ہم دوسروں کو اس کے زیر اثر نہیں لا سکتے۔ یہی کمی ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور ہم اسے ''ناممکن'' کہہ دیتے ہیں۔

اگر ہماری سوچ میں گہرائی اور گیرائی ہو تو یہی ناممکن ہماری کامیابی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ لفظ ''ناممکن'' سے ''نا'' نکال دیں تو ''ممکن'' ہو جاتا ہے اور ہم اسے بآسانی انجام دے سکتے ہیں۔ ''نا'' لفظ ہی تو تمام جدوجہد اور کاوشوں کی جڑ ہے۔ اسی ''نا'' کے لئے تو ہم بار بار کوششیں کرتے ہیں اور یہی ''نا'' ہماری راہ میں روکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ تمام تگ ودو اسی ''نا'' کے لئے ہوتی ہے۔

نپولین بوناپارٹ کی کامیابیوں کا راز اسی ''نا'' یا ''نہیں'' میں مضمر تھا۔ بقول نپولین، اس کی زندگی کی لغت میں لفظ ''نہیں'' یا ''نا'' نہیں ہے۔ کچھ یہی داستان انگریزی کے لفظ Impossible کی ہے۔ انگریزی میں سلیس انداز میں اس لفظ کو ادا کر کے کسی کام کے نا ہونے کی مہر ثبت کر دیتے ہیں لیکن یہی لفظ خود متکلم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اس میں جو راز مخفی ہے وہ خفیف سی کاوش کے بعد عیاں ہوتا ہے۔ یہی Impossible جو زبان سے کہتا ہے I M (am) possible یعنی یہ ناممکن چیخ کر کہتا ہے ''میں ممکن ہوں'' پھر بھی ہماری فہم وفراست اس کو قبول نہیں کرتی۔

بعض اوقات انسان یہ کیوں سوچ لیتا ہے کہ اگر اس میں کوئی خامی ہے تو وہ دُور نہیں ہو سکتی؟ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر انسان کوشش کرے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا؟ لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر اچھی عادتیں پیدا کر کے ایک مثال قائم کرے بلکہ ہوتا تو یوں ہے کہ ''اندھے کے ہاتھوں میں چراغ'' جس سے اندھے کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ دوسرے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہم دوسروں پر ہنستے ہیں اور دوسرے ہماری ذات سے اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کی غلطیوں پر ہنستے ہیں، ہم دوسروں کی قابلیت دیکھ کر حسد کرتے ہیں جبکہ ہونا تو یوں چاہئے کہ بجائے حسد کے ہم ان پر رشک کریں اور اپنے اندر اتنی زیادہ قابلیت واہلیت پیدا کریں کہ وہی ہماری طاقت بن جائے۔ دوسروں کو ٹوکنے سے زیادہ بہتر ہے کہ اپنی اصلاح کی جائے۔ یہ کام اسی وقت شروع کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری نظر اس سوال پر جائے کہ کیسے شروع کریں اور کہاں سے شروع کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس سے پہلے کچھ نہ ہوا ہو، اسے شروعات کہتے ہیں بالکل اسی طرح اگر ہم خود اپنی اصلاح کے بارے میں آج ہی سے ابتدا کریں اور دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیں تو شاید بہت حد تک ہم ایک کامیاب زندگی گزارنے والوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

﴿۱۳۹﴾ کیا آپ ﷺ کے بدن کا سایہ نظر آتا تھا؟

سوال کیا آپ ﷺ کا سایہ ہوتا تھا؟

جواب حضرت ذکوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تو دن میں نظر آتا تھا اور نہ ہی رات میں۔

اس کو حکیم ترمذی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

وجہ یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر نہ چلے، اگر کوئی کافر آپ کے سایہ مبارک پر چلے گا تو یہ آپ کے لئے باعث ذلت ہوگا۔

ابن سبع فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایۂ مبارک زمین پر پڑتا ہی نہیں تھا۔ آپ تو نور تھے، رات دن میں جب بھی چلتے مگر سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کی تائید آپ ﷺ کے فرمان "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا" سے بھی ہوتی ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد۲ ص۹)

﴿۱۴۰﴾ آپ کی کتاب "مؤمن کا ہتھیار" پڑھتی ہوں مگر......

سوال ہم آپ کی کتاب "مؤمن کا ہتھیار" بلا ناغہ صبح و شام پڑھتے ہیں، لیکن کبھی کبھی کسی مشغولیت کی وجہ سے نہیں پڑھ پاتے تو کیا اس کو دوسرے وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب امام نووی اپنی کتاب "الاذکار" صفحہ۴ پر فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رات یا دن کے کسی وقت میں یا نماز کے بعد یا کسی اور وقت میں ذکر کا وظیفہ متعین ہو اور اس سے اس وقت میں وہ وظیفہ فوت ہو جائے تو مناسب ہے کہ اس کو جب بھی وقت ملے اس کا تدارک کر لے، ترک نہ کرے اس لئے کہ جب وظیفہ کی عادت بن جائے گی تو وہ وظیفہ اس سے نہیں چھوٹے گا۔ لیکن اگر وہ اس وظیفہ کو پورا کرنے میں غفلت کرے گا تو پھر وظیفہ کا اس وقت میں ضائع ہونا بھی آسان ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو آدمی اپنے کل وظیفہ یا اس میں سے کچھ حصہ پورا کیے بغیر سو گیا پھر صبح اس کو فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک کسی وقت میں پورا کر لیا تو اس کے لئے ایسا ہی لکھا جائے گا کہ گویا اس نے اس کو رات ہی میں پڑھا ہے۔" (صحیح مسلم جلد۱ ص۲۵۶) لہٰذا بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو ناغہ نہ کیجیے۔

﴿۱۴۱﴾ جہیز کی لعنت سے بچیے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے افضل و اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔ اس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ساری دنیا کے انسانوں سے قطع نظر، ہم اگر صرف مسلمانوں کی بات کریں تو ان کی کچھ حرکتیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم، جسے پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے اپنے ہر ہر عمل سے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے، کس طرح کچھ حرکتوں کی وجہ سے بدنام ہے۔ "جہیز" کا شمار بھی ایسی ہی حرکتوں میں ہوتا ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس کے باوجود مسلمانوں میں اس کی وبا عام ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "وہ شادی بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

جہیز ایک خطرناک وبا کی طرح ہمارے سماج میں موجود ہے۔ اس کے لیے کسی حد تک نوجوانوں کو بھی ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے والدین کے ساتھ جہیز کی فرمائشوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ حالانکہ نوجوانوں کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کریں اور اس کے لیے والدین کو راضی بھی کر سکتے ہیں۔ جہیز کے خلاف انقلاب لانے میں نوجوان اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ والدین اپنی بیٹی کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنی اوقات سے زیادہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جہیز کے لالچی انسانوں کا دل نہیں بھرتا اور

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سماج کے عزت دار لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جہاں نوجوانوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں لڑکی اور اس کے اہل خانہ کو بھی اس سے بری نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکی کے والدین اس کی خوشی کے لیے قرض لے کر یا گھر بیچ کر کسی بھی طرح جہیز کا سامان خریدتے ہیں' چاہے لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ ہو یا نہ ہو۔ یہ لڑکی والوں کا غلط فیصلہ ہوتا ہے کہ سامان دینے سے ان کی بیٹی خوش رہے گی۔ اول تو جہیز دینا ہی نہیں چاہیے' دوسرے یہ کہ جہیز مانگنے والوں کے یہاں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جولوگ آج مطالبہ کر رہے ہیں اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ اتنے پر ہی اکتفا کرلیں گے؟ کبھی کبھی تو ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ منگنی کے چند مہینہ بعد لڑکے والے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور لڑکی والے عزت کے مارے چپ چاپ ان کا مطالبہ قبول کرلیتے ہیں۔ کیونکہ دوسری صورت میں منگنی توڑ دینے کی دھمکی دی جاتی ہے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اگر لڑکی کی کسی وجہ سے منگنی ٹوٹ گئی تو قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی سارا الزام اسی پر دھر دیا جاتا ہے کہ یقیناً اس میں کوئی خرابی ہوگی تب ہی تو اتنے دنوں پرانی منگنی ٹوٹ گئی۔ لیکن اس طرح کا دھوکہ لڑکی والوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح کے عناصر سے نمٹنے کے لیے قانون کا سہارا بھی لیا جاسکتا ہے۔

جہیز کی وبا نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اب کیا پڑھے لکھے اور کیا جاہل' سب ہی ایک صف میں نظر آتے ہیں۔ عیش و آرام اور غیر ضروری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شادی کے برسوں بعد بھی فرمائشیں کی جانے لگی ہیں اور پوری نہ ہونے کی صورت میں' زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا وعدہ پلوں میں توڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح لڑکی جب واپس اپنے والدین کے گھر آتی ہے تو اکیلی نہیں ہوتی' بلکہ اس کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری اس کے والدین کو اٹھانی پڑتی ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر لڑکا کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا ہے تو اس کے والدین سعودی وغیرہ بھیجنے کا خرچ بھی لڑکی سے مانگتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات عام ہیں لیکن اسے ہماری بے حسی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہم دیکھ کر بھی انجان بنے رہتے ہیں۔

جہیز کے مطالبے کی وجہ سے کتنی ہی بیٹیاں والدین کی چوکھٹ نہیں پار کرسکی ہیں اور ان کی عمر گزری جارہی ہے۔ دورِ جدید میں لوگوں نے جہیز کو فیشن بنالیا ہے۔ ہر چند کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو سادگی سے اس مقدس فرض کو انجام دے رہے ہیں' اس کے باوجود اکثریت مطالبہ کرنے والوں کی ہے۔ اس وباء کے تدارک کے لیے نوجوانوں کے ساتھ خواتین بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں' کیونکہ عام طور سے فرمائشیں ساس اور نندوں کی طرف سے زیادہ ہوتی ہیں۔

اسلام جیسے آسان مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے' ہمارا فرض ہے کہ ہم اس طرح کی معاشرتی برائیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ کیونکہ یہی اسلام کا شیوہ ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے گھر سے ہی اس کی شروعات کرنی چاہیے۔

﴿۱۴۲﴾ اسلامی سزائیں انسانی معاشرے کے لیے رحمت ہیں

اسلام میں عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا گیا ہے وہ اسے تاریخ کے کسی دور میں بھی حاصل نہیں رہا ہے۔ جہاں تک عورت اور مرد کے درمیان تقابل کی بات ہے' حقوق و احترام کے معاملہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ دونوں کا مزاج اور فطری تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے دونوں کا مقام عمل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ کوئی افضلیت اور عدم افضلیت یا برتری اور کمتری کی بات نہیں بلکہ ایک ناگزیز معاشرتی ضرورت ہے۔ عورت اور مرد کے فرائض کے معاملے میں شریعت کے احکامات کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔

دونوں کا خالق و مالک ایک ہے۔ وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد سے عمر کے آخری لمحے تک دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا ہے اور نہ ہی ایک کے دکھ درد کو دوسرے سے ہلکا تصور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان نا اتفاقی کی صورت میں جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں اس طرح کی کوئی سہولت نہیں پائی جاتی۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک کا ایک قدیم مذہب ہندوازم یا سناتن دھرم ہے، جس کی انسان دوستی اور رواداری نظریاتی سطح پر ہی سہی، زبان زد عام ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی کے نازک معاملات میں ہندو دھرم کوئی واضح رہنمائی نہیں دے پاتا۔ طلاق و خلع جیسے عین فطری اصول ہندو دھرم میں نہیں ملتے۔ خلع کا تصور تک اس دھرم کے گرنتھوں میں نہیں پایا جاتا۔ عورت نے جس مرد کے ساتھ اگنی کے سات پھیرے لگا لیے اسی کے دامن سے اسے آخری سانس تک بندھے رہنا ہے خواہ عائلی زندگی میں کیسا ہی اتار چڑھاؤ آئے اور میاں بیوی کی زندگی زہر سے بھی تلخ تر کیوں نہ ہو جائے۔ بیوہ کے مسائل تو اس سے بھی زیادہ سنگین ہیں۔ عورت اگر بیوہ ہو جائے تو بن ٹھن کر نکلنا اور بناؤ سنگھار کرنا تو درکنار، بناؤ سنگھار کی اشیاء رکھنے تک کی اسے اجازت نہیں ہوتی دوسری شادی کا حق تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں عورت کے حقوق کی کتنی ٹھوس ضمانت ہے اور وہ عورت کی عظمت کا کتنا اونچا تصور رکھتا ہے، اس کا اندازہ اس ایک مسئلہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی پاکدامنی پر انگلی اٹھائے تو اسے اپنے الزام کے ثبوت میں چار آدمیوں کو پیش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ چار مردوں کی گواہی نہ پیش کر سکا تو اس کی ننگی پیٹھ پر ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔ اس باب میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ کسی عورت پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لو، سوچے سمجھے بغیر محض قیاس آرائی کی بنیاد پر ہرگز زبان نہ کھولو۔

رسول اللہ ﷺ کی عائلی و معاشرتی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی لیکن آپ ﷺ نے کامل تحقیق کے بغیر کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اصحاب بالفاظ دیگر اس وقت کے اسلامی معاشرہ نے بھی حسن ظن سے کام لیا اور صبر و انتظار کی پالیسی پر چلتے ہوئے حد درجہ قوت برداشت اور ضبط و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر اُم المؤمنین کی برائت میں پورا ایک رکوع نازل ہوا، اور منافقین کی پھیلائی ہوئی افواہ کے غبارے کی ہوا نکل گئی۔

مغربی مصنفین جن اسلامی سزاؤں کا برسرِ عام مذاق اڑاتے ہیں، انہیں میں ایک حد زنا ہے۔ ان سزاؤں کو وہ دورِ وحشت کی یادگار قرار دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی تعزیرات میں دورِ وحشت کی یادگاروں جیسی کوئی چیز نہیں آتی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اسلامی سزائیں انسانی معاشرہ کے لیے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہیں۔ اب حد زنا ہی کو لے لیجئے۔ یہ محض تعزیر نہیں، سوسائٹی کے لیے تنبیہ بھی ہے۔ اس کا مقصد سوسائٹی کو اخلاقی آلودگی سے پاک و صاف رکھنا ہے۔ مغرب کے وضع کردہ قوانین کے نزدیک زنا ایک معمولی چیز ہے۔ اس کے گناہ ہونے کا تصور تک مغربی تہذیب میں نہیں ہے۔

جدید قوانین یا مغربی تہذیب میں صرف زنا بالجبر کو جرم شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مغرب کا تصور آزادی یہ ہے کہ آزادی اس وقت تک جب تک وہ دوسرے کی آزادی سے متصادم نہ ہو۔ لیکن اسلام میں آزادی کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اسلام اسی کے ساتھ ایک قید اور لگاتا ہے، وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بے قید آزادی کے استعمال سے معاشرہ پر کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔ گویا مغرب میں براہ راست مداخلت ہی کو آزادی کے منافی سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام اس کا دائرہ فرد سے معاشرہ تک وسیع کرتا ہے۔ براہِ راست مداخلت کے ساتھ وہ بالواسطہ مداخلت کو بھی آزادی کے خلاف مانتا ہے اور اسے انسانی سماج کے لیے مضر قرار دیتا ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام کا تصور آزادی اور سوسائٹی کو صاف و شفاف رکھنے کا دعویٰ سر آنکھوں پر لیکن ایسی بھی کیا سنگ دلی

کہ اگر کسی سے زنا کا صدور ہو جائے تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ سنگسار کیے جانے کی یہ سزا (رجم) انتہائی وحشت ناک اور اعلیٰ درجہ کی سنگدلی کی علامت ہے۔ لیکن اعتراض اٹھانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جن ممالک میں اسلامی قوانین نافذ ہیں وہاں پر رجم، قصاص اور اسی طرح قطع ید کے کتنے مقدمات سامنے آتے ہیں۔ اس کے برعکس جن ممالک میں بے قید آزادی کا رجحان اور جدید کلچر کا غلبہ ہے۔ بالخصوص مغربی ممالک میں زنا، قتل، اغواء، ڈکیتی اور غنڈہ گردی کی شرح کس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اسلام اپنے مضبوط موقف کے ذریعہ معاشرہ کو اس انجام بد سے بچانا چاہتا ہے اور جدید انسانوں کو ان اخلاقی بیماریوں اور آلائشوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے جو بدقسمتی سے مغربی اقوام کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔

آج وہ تعزیرات نہیں ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے انسان شتر بے مہار بنا ہوا ہے اور ادھر اُدھر منہ مارتا پھر رہا ہے۔ خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں اسلامی و افکار و نظریات کا مذاق اڑایا جاتا ہے، وہاں اعلیٰ انسانی اوصاف اور روحانی و اخلاقی اقدار خواب میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے۔ مغربی سوسائٹی میں روحانیت پر مبنی سوچ کو رجعت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپ ان ممالک میں جا کر دیکھئے جہاں پر کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی قوانین نافذ ہیں یا جہاں کے عوام میں اسلامی قوانین اور اسلامی افکار و عقائد کو فکری و نظریاتی سطح پر برتری حاصل ہے، وہاں وہ حیاء سوز مناظر دیکھنے کو نہیں ملتے جو لندن، پیرس یا دیگر یورپی ممالک میں برسر عام دیکھے جاتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ اسلام کے عائلی و معاشرتی قوانین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دور کیا جائے اور اسلام کے ابدی و آفاقی اصولوں کو سمجھا جائے۔

﴿۱۴۳﴾ تیری گود میں پلتی ہے تقدیر اُمم

علم کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے، آج کے اس عہد میں تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس کی آمد و رفت۔ ایک بچہ کے لیے ماں کی گود سب سے پہلا مدرسہ ہوتا ہے۔ ایک نومولود جب اس دنیا میں آتا ہے تو وہ بالکل معصوم اور فرشتے کی طرح ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ تمام دنیاوی امور اور مسائل سے آزاد ہوتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے وہ اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنی طفلانہ زندگی کا آغاز کرتا ہے، ہر شئے لاشعوری طور پر اس کے سامنے آتی ہے۔ بچہ جب اپنی ماں کی گود سے اترتا ہے تو وہ اپنے گھر کی زمین پر قدم رکھتا ہے گویا اسے یہیں احساس ہو جاتا ہے کہ اس کے اطراف کا ماحول کیا ہے۔ وہ اپنے اطراف کے ماحول سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے اور ان چیزوں کو قبول کرتا ہے جو اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہیں۔

سماجی نقطۂ نظر سے ایک بچہ کا سماج اس کا گھر ہوتا ہے اور بچہ اپنے اس ماحول کے تمام طور طریقوں سے مطابقت کرنا سیکھتا ہے یا والدین اسے سکھاتے ہیں۔ اس میں مرکزی کردار ماں کا ہوتا ہے، اس لیے کہ باپ تو تلاش معاش میں گھر سے باہر ہوتا ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہے تو سب سے پہلے بچے کو لکھنا پڑھنا سکھاتی ہے، لیکن ماں اگر ان پڑھ ہے تو وہ اس کی چنداں فکر نہیں کرتی لہٰذا بچہ اس سے آزاد اور کھیل کود میں مگن رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اسکول میں داخل ہوتا ہے تو اس میں وہ دلچسپی یا رغبت مفقود ہوتی ہے جو تعلیم یافتہ ماحول سے آنے والے بچوں میں ہوتی ہے۔

ماں کی گود کے بعد اور اسکول میں داخلے سے پہلے ایک بچے کا جو مکتب ثانی ہوتا ہے وہ اس کا گھر اور آس پاس کا ماحول ہوتا ہے۔ گھر کے باہر کا ماحول بھی بچے کو اتنا ہی متاثر کرتا ہے جتنا کہ اندر کا۔ عموماً بچے گھر کے باہر نازیبا کلمات اور گالی گلوچ سیکھتے ہیں اور اس کا ردعمل کم یا زیادہ گھر میں بھی نظر آتا ہے۔ بھائی بہن کی لڑائی میں ان کی زبان سے یہ کلمات نہ چاہتے ہوئے بھی ادا ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ بیرونی ماحول سے اپنے ہم عمر بچوں سے سننے والی باتیں وہ جلد قبول کرتے ہیں۔ مشترکہ خاندانوں میں بچے زیادہ نفسیاتی اور

حساس ہوتے ہیں۔ مشترکہ خاندان میں افراد کی تعداد زیادہ ہونے کے سبب تو تو میں میں عام بات ہوتی ہے اور دو افراد کے بیچ ردعمل کو جب دیکھتے ہیں تو اس کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اکثر بچے گھر کے باہر لڑائی جھگڑے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اگر مشترکہ خاندان میں بچوں کے سامنے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو بچے اسی رو میں بہنا شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں آگے چل کر خاندان کے دوسرے افراد متاثر ہو سکتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات یہ ثابت کرتے ہیں کہ بچوں کا ذہن و دماغ ایک کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے، بچپن میں جو باتیں یا عادتیں انہیں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں وہ ان کے دماغ میں ثبت ہو جاتی ہیں اور عمر کے ساتھ ساتھ ان میں پختہ بھی ہو جاتی ہیں۔

ہمیں اپنے معاشرے کو صحت مند بنانے کے لیے اس قول کو اہمیت دے کر ایک بچے کو آنے والے کل کا ایک بہترین انسان بنانا ہوگا تا کہ وہ ایک اچھا اور سمجھدار انسان بن سکے۔ جس طرح ایک سمجھدار انسان ایک چھوٹے سے بچے سے بہت ساری باتیں سیکھتا ہے بعینہٖ ایک بچہ بھی اپنے بڑے بزرگوں سے بہت ساری نہیں بلکہ تمام باتیں سیکھتا اور قبول کرتا ہے۔

بچے فطرتاً نقال ہوتے ہیں۔ اس لیے گھر کے افراد کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو بھی حرکات و سکنات ان سے سرزد ہوں گی بچہ اسے فوراً قبول کر لے گا' اس لیے بچوں کے سامنے لغویات اور فضولیات سے پرہیز کرنا' والدین اور دیگر بڑوں کی اخلاقی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم ان بچوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انہیں ایک صالح' صاف ستھرے ماحول کی تشکیل کے لیے فضاء سازگار کرتے ہیں۔

بچے مستقبل کا سرمایہ ہیں۔ اس لیے یہ بات نہایت ہی اہم ہے کہ ان کی پرورش کے لیے گھر کا ماحول خوشگوار اور صحت مند رکھیں۔ کیونکہ ایک بچہ اپنے گھر میں والدین کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر افراد کے ساتھ بھی وقت گزارتا ہے۔ ایک نیک اور صالح بچہ جب گھر کے باہر قدم رکھتا ہے تو سماج میں مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ متعلقہ افراد بچے کے عادت و اطوار اور کردار و گفتار سے یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس بچے کے گھر کا ماحول کس طرح کا ہے۔

ماحول دینی ہو تو اس کا اثر بچے کے ذہن کو متاثر ضرور کرتا ہے ورنہ عموماً نئی نسل اپنے مذہب اور دین سے کوسوں دور نظر آ رہی ہے۔ اس کمی کے لیے بھی والدین اور گھر کے افراد ہی ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے۔ بچے قدرتی طور پر معصوم ہوتے ہیں اور ان کی اس معصومیت میں آنے والے کل کا مستقبل پوشیدہ ہوتا ہے۔ بالخصوص ایک ماں کی گود میں بچے کی تقدیر پلتی ہے جو کہ اس مصرعے کی غماز ہے:

تیری گود میں پلتی ہے تقدیر امم

﴿۱۴۴﴾ قریش کی عورتیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں۔ نبوت سے قبل اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا سے ان کا رشتہ مانگا مگر بوجوہ انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی شادی کسی اور جگہ ہو گئی' پھر ایک وقت آیا جب یہ بیوہ ہو گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بڑی خواہش تھی کہ اگر ان کی شادی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو جائے تو بڑے شرف کی بات ہے' چنانچہ ایک دن انہوں نے موقع پا کر اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب سے نکاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دو رشتوں سے نواز دے گا۔ وہ پہلے بھی آپ ﷺ کی قریبی رشتہ دار ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی زوجیت میں آ جائیں گی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھجوا دیا۔ انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا حق بہت عظیم ہے۔ میرے بچے یتیم ہیں جن کی میں پرورش کر رہی

ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں آپ ﷺ کی خدمت کا حق ادا کرنے لگ جاؤں گی تو میرے بچوں کے حقوق متاثر ہوں گے اور اگر بچوں کے حقوق ادا کرنے لگ گئی تو اللہ کے رسول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی آ جائے گی۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے جب ام ہانی رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو نہایت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''قریش کی عورتیں تمام عورتوں سے بہتر ہیں' اون ﷺ کی سواری بھی کر لیتی ہیں' چھوٹے بچوں پر نہایت مہربان اور مشفق ہیں اور اپنے شوہر کے ذاتی کاموں پر بھر پور توجہ مرکوز کرنے والی ہیں۔'' (الاصابہ جلد ۸ ص ۱۸۵)

یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے۔ مکہ میں ایک بڑے سردار کی بیٹی تھی جس کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کی نہایت ذہین وفطین اور حسین وجمیل لڑکی تھی۔ اس سے شادی کے لیے ایک ہی وقت میں سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب نے پیغام بھیجا۔ اس کے والد عتبہ اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہا ''بیٹی! مکہ کے دو بہترین نوجوانوں نے تم سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے جس کو تم پسند کرو گی میں اس سے تمہاری شادی کر دوں گا۔'' ہند کہنے لگی کہ ابا جان! ان دونوں کی عادات اور خصائل سے مجھے آگاہ کریں تا کہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

عتبہ نے سہیل بن عمرو کا تعارف یوں کروایا:

''سہیل بن عمرو خاندان کا منتخب اور بہتر آدمی ہے اور زندگی کے ناز ونعم کی سہولتیں اس کو میسر ہیں۔ دولت وثروت کے سکوں کی اس کے آنگن میں کثرت رہتی ہے۔ میری لاڈلی! اگر تو نے اس کا پیغام قبول کر لیا تو وہ تیرا ہو کر رہے گا' تیری باتوں کی موافقت کو اپنی شان تصور کرے گا۔ اگر تو نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی اور اس کی طرف محبت ومیلان کو مقدم کر دیا تو یقیناً اس کی نگاہوں کا تارا بن جائے گی۔ تیرا ہر قدم اس کی ہتھیلی پر ہو گا اور تیری ہر بات اس کے سر آنکھوں پر۔ اس کے اہل خانہ کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہو گی اور مال ودولت پر تیری حکمرانی ہو گی۔''

جہاں تک ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ خوشحال ہے' حسب ونسب والا اور پختہ ومضبوط رائے کا مالک ہے۔ اس کا گھرانہ شرافت میں معروف ہے۔ یہ خاندان مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے والا' شدید غیرت اس کی فطرت ہے اور کثرتِ فال اس کی عادت ہے' اپنے مال کے ضیاع سے وہ غافل نہیں رہتا اور نہ اپنے اہل خانہ پر لاٹھی اٹھانے سے کبھی باز آتا ہے۔'' ہند نے والد کی بات سن کر عرض کیا۔

''والد محترم! پہلا آدمی سہیل بن عمرو سردار اور اپنی بیوی کے نشہ میں اس کے قدموں کے نیچے مال ودولت بچھانا دینے والا ہے' اس لیے ممکن ہے بیوی کی ناخوشگواری کے باوجود اس کے لیے الفت ومحبت کا نذرانہ پیش کرنا اپنا شیوہ بنا لے اور اپنے دل کے نرم گوشوں میں اسے جگہ دے کر اپنا تن من دھن سب کچھ اس کے سپرد کر دے' لیکن جب اس کے اہل خانہ کی ذمہ داری بیوی کے کمزور کندھوں پر آ پڑے گی تو پھر اس کی زندگی کا ستارہ گردش کرنے لگے گا اور وہ غلطی کا شکار ہو جائے گی اور جب اہل خانہ اس سے کوئی رکاوٹ محسوس کریں گے تو پھر اطمینان کی سانس لینا بھی اس کے لیے دوبھر ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں اس کی حیثیت کم سے کم تر ہو جائے گی اور اس کا سارا ناز نخرا کھڑاؤں کی دھول کی طرح منتشر ہو جائے گا۔ اگر اس کے بطن سے کوئی بدصورت بچہ جنم لے گا تو احمقوں کی فہرست میں اس عورت کا ایک نام کا اضافہ ہو جائے گا اور اگر کوئی شریف بچہ جنم لے گا تو ایسے گھرانے میں اس کی بدقسمتی اس کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہ ہو گی۔ لہٰذا اے والد محترم! اس رشتہ کو نامنظور کر دیجیے۔ جہاں تک دوسرے آدمی ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ عفت مآب' آزاد اور شریکی دوشیزہ کا شوہر بننے کے لیے بالکل مناسب ہے اور ہاں میں بھی اس کے خاندان کا ایک ایسا فرد بن کر رہوں گی کہ اسے میرے خلاف غیرت کھانے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ یعنی بالکل پاکدامن رہوں گی اور اپنی ساری توجہ اپنے شوہر ہی پر مرکوز رکھوں گی اور خاندان کو میری طرف سے کوئی

شکایت نہ ہوگی تاکہ میری ہونے والے شریک حیات کو اس کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ایسے غیرت مند آدمی سے شادی پر اتفاق کرتی ہوں۔ سو ابو جان آپ میری شادی اسی سے کر دیجیے۔''

بیٹی کا یہ دور رس تجزیہ سننے کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے بیٹی کی شادی ابوسفیان بن حرب سے کر دی۔ یہ وہی ہندہ ہے جو ایک وقت میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ غزوۂ بدر میں اس کا باپ عتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تو اس نے انتقام لینے کی ٹھانی' چنانچہ غزوۂ اُحد سے پہلے وحشی کو اسی نے بدلہ لینے کے لیے تیار کیا تھا۔ خود عورتوں نے ایک وفد کی قیادت کرتی ہوئی اُحد میں شریک ہوئی پھر وقت آیا کہ فتح مکہ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔ چھپتی ہوئی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کے لیے آئی۔ جب آپ ﷺ نے بیعت کی شرائط میں یہ ذکر فرمایا کہ زنا نہیں کرنا تو بے اختیار پکار اُٹھی کہ کیا آزاد عورت بھی ایسی گھٹیا حرکت کی مرتکب ہو سکتی ہے؟ اس خاتون کے بطن سے ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا۔ جو عرب کی نہایت ذہین و فطین' متحمل مزاج اور کامیاب سیاسی شخصیت تھی' جس کو دنیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

﴿۱۴۵﴾ کبر کی تعریف اور اس کا نتیجہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔''

ایک شخص نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبر تو حق کے مقابلے میں اترانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جائز حد کے اندر لباس میں' رہائش میں' زیبائش (سجانا) میں خوبصورتی اور نفاست اختیار کرنا اور اپنے جی کو خوش کرنا دین کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ سب لوگوں کے سامنے بڑا بننے کے لیے اور دوسروں کو حقیر جانتے ہوئے کی جائے تو یہ کبر اور غرور ہے اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: آرائش بھی جائز' زیبائش بھی جائز' پر نمائش ناجائز! اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

﴿۱۴۶﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا؟

سوال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام ہے؟

جواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ رضی اللہ عنہا تھا۔

واقعہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر بنانے کے لیے بلایا۔ انہوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا)۔ میں تو امیمہ نامی عورت کا بیٹا ابوہریرہ ہوں' اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا؟ (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) ① میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں۔ ② اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ (امیر بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المؤمنین کی طرف سے مل سکتی ہیں کہ) ① میری کمر پر کوڑے مارے جائیں۔ ② میرا مال چھین لیا جائے اور ③ مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲' ص۶۳)

﴿۱۴۷﴾ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہلاک ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک نجات پائے گا دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہوگا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ ص۶۴)

﴿۱۴۸﴾ سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا؟

سوال سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا ہے؟

جواب حضرت عبداللہ بن جحش اَسدی رضی اللہ عنہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ ص۵۴)

﴿۱۴۹﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تیر کر طواف کرنا

سوال ہم نے سنا ہے کہ کسی زمانے میں لوگ تیر کر طواف کرتے تھے۔ کیا صحیح ہے؟

جواب جی ہاں صحیح ہے۔

قصہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ ایک ہفتے تک تیر کر طواف کرتے رہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ ص۱۵۷)

﴿۱۵۰﴾ منتخب اشعار

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے لیکن
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں
نہ جانے کتنے چراغوں کو مل گئی شہرت
اک آفتاب کے بے وقت ڈوب جانے سے

﴿۱۵۱﴾ آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں

آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں' بشرطیکہ آپ اپنے بچوں کو سمجھیں' ان کا خیال رکھیں' ان کی باتیں توجہ سے سنیں اور اپنی رائے دیں۔ آپ اس وقت بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں جب آپ کا بچہ آدھی رات کو اٹھا کر آپ سے کوئی سوال کرے اور کوئی ایسا مسئلہ پیدا کرے جسے فوری حل کرنا ضروری ہو۔ جب آپ بچوں کی دن رات کی پریشانیوں کا حل نکالیں گے تو بچوں کو گھر میں تحفظ کا احساس ہوگا اور وہ پُراعتماد ہوں گے۔

اگر آپ بچوں کو زندگی میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کی مسلسل نگرانی کرنا چھوڑ دیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جو چاہے کرتے رہیں' آپ ان پر نظر رکھیں لیکن اس طرح کہ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ ان پر ہر وقت نظر رکھی جا رہی ہے۔

آج کل کے والدین بچوں کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کے سوالات کا بھی نہ صرف سختی سے جواب دیتے ہیں بلکہ ان کو مار پیٹ کر سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا بچہ اپنے ہم عمروں کے ساتھ دوستانہ طریقے سے رہتا ہے اور اپنے

ماحول سے مانوس ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ بچے جن میں فنکارانہ صلاحیتیں ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا زیادہ وقت بے کار کاموں میں صرف کرتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یاد رکھیں! بچپن کی مار، بچوں کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر آپ مسلسل بچوں کے بارے میں پریشان رہیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ خود الجھن اور پریشانی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے بچوں کی حرکتوں کی وجہ سے جذبات میں نہ آئیں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان کی باتوں پر غور کریں۔ بچوں کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ والدین خوش باش یا چڑچڑے بچے کا اندازہ تین سال کی عمر تک لگا سکتے ہیں۔ اگر اس کی صحت اچھی ہے اور وہ اپنے آپ سے کافی دیر تک کھیلتا رہتا ہے ماں باپ کی توجہ کے بغیر تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ اپنے بچے کو بہت زیادہ توجہ دے کر اپنا محتاج نہ بنائیں۔ اس کی شخصیت بنانے میں اس کی مدد کریں۔ گھر کے ماحول کو پرسکون رکھیں، کیونکہ ماں باپ ہی بچوں کا آئیڈیل ہوتے ہیں۔ جب آپ دونوں گھر پر موجود ہوں تو اپنا وقت بچوں کو دیں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو بچے آپ سے دور ہونا شروع ہو جائیں گے، بچے کو تیرہ سال کی عمر تک آپ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جب وہ کالج جانا شروع کرتا ہے تو پھر اپنا وقت گزارنے کا خود فیصلہ کر لیتا ہے اس وقت اس کی مصروفیات پوچھیں، مگر بلا وجہ روک ٹوک نہ کریں۔ چھٹی کے دن بچوں کو گھمانے ضرور لے کر جائیں۔ بچوں کی بہتر نشوونما کے لیے ان کی غیر محسوس طریقے سے مدد کریں تاکہ ان میں اچھے انسان بننے کی صلاحیتیں بتدریج پیدا ہوں۔

عموماً پہلی بار والدین بننے والے اپنے بچے سے بہت جلد غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے کو کیسے ایک مکمل اور اچھا انسان بنائیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت بچے کو مختلف باتیں سمجھاتے ہوئے گزارتے ہیں اور بچے کے سامنے لوگوں کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بچے سے بہت پیار کرتے ہیں اور اس کے لیے بہت قربانی دے رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کہنا اور وہ بھی بچوں کے سامنے، مناسب نہیں ہے۔

بچے کبھی کبھی اپنے رویہ سے پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مالی لحاظ سے یا خرابی صحت کی وجہ سے۔ یہ ایسے لمحات ہیں جن میں بچے اپنے آپ کو غلط نہیں سمجھتے۔ یقیناً یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس طرح کے مسائل میں اول تو آپ خود میں تھوڑا صبر پیدا کریں، غصے کو قابو میں رکھیں، اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں اس سے آپ کی بیزاری اور غصہ کم ہوگا۔

اپنے بچوں کو مکمل انسان بنانے کے لیے آپ درج ذیل نکات کو ضرور ذہن میں رکھیں۔

① بچوں کو ہر وقت نصیحت نہ کریں۔
② خود ان کو اپنے طور پر سوچنے کا موقع دیں تاکہ وہ آپ کے سامنے اپنے آپ کو اچھا پیش کر سکیں۔
③ آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ اپنے بچے سے کیا کہہ رہے ہیں۔
④ بچے کی بے عزتی نہ کریں۔
⑤ انہیں یہ احساس نہ دلائیں کہ آپ ان کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہیں۔
⑥ بچوں پر ہر وقت تنقید نہ کریں ورنہ ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی آپ کی باتوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیں گے۔ یا پھر آپ کو پلٹ کر جواب دے دیں گے۔
⑦ زیادہ بلند آواز میں بچوں سے بات نہ کریں۔
⑧ بہت ساری نصیحتیں ایک ساتھ نہ کریں۔
⑨ بچوں کو گھر میں بند رکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان کی عمر کے مطابق ان کو کھلونے یا میدان میں کھیلنے کی تربیت دیں۔

⑩ اپنے رویے پر غور کریں۔ بچہ آپ کے غصے' خوشی اور مایوسی سے بہت زیادہ سیکھتا ہے۔
⑪ بچے کو سزا دینے کے بجائے سمجھائیں۔

﴿۱۵۲﴾ صنف نازک کی حفاظت بے حد ضروری ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ (الاحزاب:۵۹)

''اے پیغمبر! اپنی شریک حیات' اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ گھر کی چار دیواری سے باہر نکلیں تو اپنے چہروں پر شرافت کا دوپٹہ اوڑھ لیں تاکہ ان ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کا شریف ہونا ثابت ہو جائے اور سرِ بازار رسوائی کا سبب نہ بن جائیں۔''

عورت صنف نازک ہے جس کی حفاظت بے حد ضروری ہے' چنانچہ اگر یہ پردہ میں رہے تو اس کی حفاظت آسان ہو جاتی ہے۔ پردہ اور پردے کی غرض وغایت ظاہر عمل کی پہچان ہے' یعنی جو چیز پردے میں رہ کر محفوظ ہے گویا اس کو کسی چیز کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ یہی بات میں ان دانشوروں' شاعروں اور ادیبوں سے کہنا چاہتا ہوں جو سماجی اعتبار سے سرگرم اور فعال واقع ہوئے ہیں اور سماج میں جن کا اثر و رسوخ ہے۔ اگر وہ پردے کی وکالت کریں گے تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر سماج پر ہوگا۔

فطرت کا تقاضا ہی ایسا ہے کہ والدین کا اثر اولاد کی نفسیات پر پڑتا ہے' یعنی اولاد کے شب وروز کا خیال رکھنا' اچھے اور برے کی تمیز سکھانا اور زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا ہماری ذمہ داری ہوتی ہے۔ اب رہا ماحول کی نزاکت' حالات کی کیفیت جو زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتی رہتی ہے لیکن ہمیں اس وقت یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟

دراصل ہم پر وہ سارے آداب لازم ہوتے ہیں جو اسلامی قوانین کہلاتے ہیں۔ درحقیقت ہم نے اپنی پہچان کی نوعیت بھی بدل ڈالی ہے۔ دین سے غفلت اور دنیاوی خوشحالی ہم پر کچھ زیادہ ہی حاوی ہیں۔ غرض کہ معاشرے کا مزاج بدلتا جا رہا ہے۔ نفسانفسی کے عالم میں اخلاقی گراوٹ کا پہلو نمایاں ہے۔ خاص کر ہماری ماؤں اور بہنوں نے اسے اپنا لیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری پھول جیسی بچیاں دنیا کے بازار میں پسی جا رہی ہیں اور ہم خسارے کی طرف جا رہے ہیں۔ عیاری' مکاری اور خود غرضی نے ہمیں لاپرواہ کر دیا ہے۔ ہماری عزت مآب مائیں گھر سے نکل کر دنیا کے بازاروں میں کھو جاتی ہیں' اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہیں۔

سوچئے اور غور کیجئے' کہیں نہ کہیں آپ کو ایسی خواتین دیکھنے میں آئیں گی جن کی پیشانی دین کی خوبیوں سے چمکتی ہوں گی' جن کا ضمیر ایمان کی خوشبو سے مہکتا ہوگا۔ ایسا آئیڈیل کردار ہمارے سماج کے اردگرد آج بھی موجود ہے' لیکن قصور ہماری نظروں کا ہے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی انجان بنے رہتے ہیں۔ غفلت کے خمار نے' لاپرواہی کے سرور نے ہمیں اندھا کر دیا ہے اور ہم اس آئیڈیل کو دیکھ کر بھی کچھ سیکھتے نہیں ہیں۔

اسلام کا پاکیزہ تصور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ ہماری اپنی غلطی ہے جس کا خمیازہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ انسانیت کا بھرم ہمارے معاشرے سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے یہ سوچنے کی ہم ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے معاشرہ میں جو ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہو رہا ہے' ہماری بہت سی بہنوں نے پردہ کو اپنایا ضرور لیکن اس کی نوعیت بدل دی ہے جس کے سبب اب ہمارا پردہ ریاکاری اور نمائش میں داخل ہو گیا ہے۔

ہماری بے پردگی نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ پہلے ہم یہودیوں کو دیکھ کر شرماتے تھے اور آج ہم کو دیکھ کر غیر قومیں ہنس رہی ہیں۔

ہماری چند ایک خواتین کی بے پردگی کو دیکھ کر دنیا حیرت زدہ ہے۔ موقع پرست اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ہماری بے پردہ ماؤں بہنوں کو دیکھ کر آوازیں کسیں۔

آخر یہ کیسا انقلاب ہے؟ نئے زمانے کی نئی منطق نے ہمارے احوال کھول دیئے ہیں۔ پھر بھی ہم خاموش تماشائی بن کر کف افسوس مل رہے ہیں نہ وصال یار ملا نہ صنم کدے کے ساتھ ہوا' پردہ ایک تھا اس کا رنگ انوکھا تھا۔ اب اس کی نوعیت بدل چکی ہے' انگنت برقعوں نے نئے نئے ڈیزائن کا روپ دھار لیا ہے۔ جس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہو کر رہ گیا ہے۔

میں ان ماؤں' بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں جو زمانے کی روش کو اپنا کر اپنے وجود سے اور اپنی پہچان سے بے وفائی کر رہی ہیں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ گھر ان کے لیے قید خانہ' پارک' سینما ہال اور بازار ان کے لیے سکون وانبساط کی جگہ بن گئے ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھنا تو دور کی بات' نگاہیں لڑانا ان کا شعار بنتا جا رہا ہے۔ سروں سے چادر سرکنی شروع ہو گئی ہے اب وہ بازار میں ننگے سر گھومتی ہے۔ بے شک عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن اس طرح کہ وہ اغیار کی نظروں میں محفوظ رہیں اور شرافت' نفاست اور تقدس کو نعم البدل بنائیں۔

میری قابل صد احترام ماؤں' بہنوں اور بیٹیو! اگر آپ چاہتی ہیں کہ معاشرے کا وجود قائم رہے تو سب سے پہلے آپ کو اپنے اندر جھانکنا ہوگا۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ضروری ہے۔ شروع میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کانٹوں سے الجھنا ہوگا لیکن ان تاریکیوں سے نکلنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر گمشدہ منزل کی بازیابی ممکن ہو سکے گی۔ کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟

ہمیں اپنی ترجیحات متعین کرنی ہوں گی۔ اپنی عزت اور عفت کے نظریے کو قائم رکھنا ہے تو اس کا اہم ذریعہ پردہ ہے۔ بے پردگی کے چلن سے ہمارے معاشرے میں سوائے برائی کے بھلائی کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ برائی کو روکا نہ گیا تو تہذیب وتمدن کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ بس وہی مثال دہرائی جائے گی: ہو رہا ہونے دو چل رہا چلنے دو:

تم اپنی شمع سے اس گھر میں روشنی کر دو مرا چراغ سرِ راہ گزر رکھا ہے

﴿۱۵۳﴾ معاشرے کی تعمیر میں عورت کا رول

مرد اور عورت کے ملاپ سے ہی انسانی نسل بڑھ رہی ہے۔ دونوں کے تعلق سے آگے چل کر خاندان اور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ انسان آپس میں مل جل کر رہتے ہیں' ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے زندگی گزارتے ہیں یعنی کہ انسان معاشرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں طرح طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جیسے کہ شادی بیاہ' غمی خوشی' عیادت' تعزیت اور مذہبی ودنیاوی اجتماع۔ ان تمام مواقع پر عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں' ان میں آپس میں گفتگو پہلے موقع اور محل کے لحاظ سے پھر آہستہ آہستہ موقع سے ہٹ کر دیگر مسائل پر بات چیت شروع ہو جاتی ہے اور بات چیت شکوہ شکایات تک پہنچ جاتی ہے۔

اکثر خواتین زبان کا استعمال محتاط ہو کر نہیں کرتی ہیں۔ اگر عورتیں زبان کا استعمال صحیح اور محتاط ہو کر کریں تو ہمارا معاشرہ بہت سی خرابیوں سے پاک رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ''ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور لغو باتوں سے دور رہتے ہیں۔'' (المؤمنون:۱۔۳)

معاشرہ میں شادی کو لے لیجئے۔ شادی سے پہلے منگنی کی رسم ہوتی ہے' دونوں طرف سے عورتوں کا آنا جانا ہوتا ہے' رات بھر ڈھول بجا کر گیت گایا جاتا ہے' عورتیں اور لڑکیاں بن سنور کر محرم اور نامحرم سب کے سامنے ناز ونخرے سے چلتی پھرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں زیادہ تر بہو اپنی ساس کی شکایت اور نند' بھاوج کی برائیاں بیان کرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں مذاق مذاق میں جھوٹ بھی بولا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

''حضور ﷺ سے حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں (مذاق میں بھی) سچی ہی بات کہتا ہوں۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد۲' ص۶۷۲)

بہت سے ایسے (دنیاوی) اجتماعات ہوتے ہیں جن میں عورتوں کو جانا ہی نہیں چاہیے مگر عورتیں جانا فرضِ عین سمجھتی ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ اسلامی تعلیم پر عمل کریں۔ کیونکہ عورت معاشرہ کی تعمیر میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسلام کا تصور ہے کہ عورت اور مرد مل کر معاشرہ کو بناتے یا بگاڑتے ہیں۔ خداشناس عورت اور مرد ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں اور معاشرہ کو تقویٰ کی راہ پر لے جاسکتے ہیں۔

﴿۱۵۴﴾ امام ابوحنیفہ کی دانشمندی نے ایک گھر برباد ہونے سے بچالیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے گھر میں چوری ہوگئی۔ چور اسی محلے کے تھے۔ چور نے اس شخص کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لے لیا اور چور اس کا سارا مال لے کر چلا گیا۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چور کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا کہ یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے۔ بڑی الجھن کا شکار تھا' کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ چور نے اس سے عہد لے رکھا تھا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غمگین اور اداس و پریشان تھا امام صاحب نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو' کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت! میں کہہ بھی نہیں سکتا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کچھ تو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! اگر میں نے کچھ کہا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اجمالاً کہو۔ تو اس نے کہا کہ حضرت! چوری ہوگئی ہے اور میں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق ہو جائے گی' مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں وہ تو محلے کے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ تم مطمئن رہو' بیوی بھی نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تم ہی چوروں کا پتہ بھی بتاؤ گے۔ کوفہ میں شور ہو گیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک عہد ہے' جب وہ پورا کرے گا تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی اور نہ مال جائے گا۔ غرض علماء وفقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا۔ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے' وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں' کوئی باہر نہ جائے۔ اس میں چور بھی تھے۔ اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا۔ ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس شخص کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا۔ جو چور نہ ہو' اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق وہ کہتا جاتا تھا یہ چور نہیں ہے' یہ بھی نہیں۔ اور جب چور نکلتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح گو' اس نے بتلایا بھی نہیں مگر بنا بتائے سارے چور معلوم ہو گئے۔ چنانچہ وہ پکڑے بھی گئے' مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔

﴿۱۵۵﴾ ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہے

ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث گزرے ہیں۔ ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی۔ جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا میں تو حضرت کے پاس تھا۔ وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی۔ غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو

کچھ نہیں آتا' تجھے کیا آئے گا۔ استاد کے بارے میں بات سن کے یہ نوجوان بھڑک اُٹھا۔ جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا۔ تجھے کیا آئے گا تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں۔

صبح اُٹھ کر دماغ ذرا ٹھنڈا ہوتو سوچنے لگے کہ میں نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی۔ بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں۔ چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا' اب آپ بتایئے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے۔ ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو۔ کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ کی برکت تھی اور علم کی برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی۔

نوٹ: مذکورہ قصہ بندہ نے اپنی والدہ محترمہ کو سنایا تو والدہ نے کتاب میں لکھنے کا ذکر کیا چنانچہ بحکم والدہ اس قصہ کو بندہ نے اپنی کتاب میں لکھ لیا۔

﴿۱۵۶﴾ شہوت کا مفہوم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال بعد سلام عرض ہے کہ ہم نے بارہا آپ کے اور دیگر بزرگوں کے بیانوں میں شہوت کے سنگین گناہ ہونے کو سنا ہے' تو شہوت کس چیز کا نام ہے؟ برائے کرم قدرے تفصیل سے مستفیض فرمایئے اور اس گناہ سے بچنے کی کوئی اہم تدبیر بتلائے۔

جواب شہوت کا لفظ اشتہا سے نکلا ہے۔ عربی زبان میں اشتہا کسی چیز کی طلب اور بھوک کو کہتے ہیں۔ جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو گویا اس کو روٹی کی شہوت ہوتی ہے' پیاسے بندے کو پانی پینے کی شہوت ہوتی ہے' بعض لوگوں کو اچھے کھانے کی شہوت ہوتی ہے' کئی لوگوں کو اچھے سے اچھا لباس پہننے کی شہوت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب انسان جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے بیوی کی ضرورت ہوتی ہے' اس کے لیے بھی شہوت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح شہوت کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے' بچوں کے اندر میٹھی چیزیں کھانے کی شہوت ہوتی ہے۔ ان کو ماں باپ چیونگم اور ٹافی کھانے سے منع بھی کرتے رہیں پھر بھی وہ چھپ چھپ کر کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے اندر میٹھی چیزوں کی اشتہا رکھ دی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کی اشتہا اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ بیچارے کھانے کے چٹورے بنے پھرتے ہیں۔ ان کو ہر وقت کھانے پینے کی فکر درپیش رہتی ہے۔ کچھ لوگوں کو دنیا میں حکومت کرنے کی اشتہا ہوتی ہے' وہ بیچارے اس کی خاطر زندگی برباد کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ تو پا لیتے ہیں اور کچھ محروم رہتے ہیں۔

نوجوان مردوں کے اندر عورت کی شہوت زیادہ ہوتی ہے جب کہ عورت کے دل میں کپڑوں وغیرہ کی نمائش کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے اندر علیحدہ علیحدہ بیماریاں ہوتی ہے۔ آج کل کے مردوں کو جمال نے برباد کر دیا ہے اور عورتوں کو مال نے برباد کر دیا ہے۔ گویا پوری دنیا کے مسلمان مال اور جمال کے ہاتھوں برباد ہوئے پڑے ہیں۔ مرد نیک ہو' شریف ہو یا صوفی ہو' جمال اس کی کمزوری ہے' اسی لیے آنکھیں قابو میں نہیں رہتیں۔ اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔ کتابیں بھی پڑھ لیتے ہیں اور نیکی کے دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں لیکن آنکھوں پر قابو پانے کے لیے پیدل چلنا راہِ خدا میں خاص کر مطلوب ہوتا ہے' جو نفس کے تزکیہ کا باعث ہے۔ تب جا کر فکر کی گندگی دور ہوتی ہے۔

﴿۱۵۷﴾ نماز کے فوائد، حضور ﷺ کی زبانی

① نماز دین کا ستون ہے۔
② نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔
③ نماز مؤمن کا نور ہے۔
④ نماز افضل جہاد ہے۔
⑤ جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔
⑥ اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔
⑦ اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔
⑧ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔
⑨ اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند ہے کہ اس کو سجدے میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمیں میں رگڑ رہا ہے۔
⑩ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔
⑪ جنت کی کنجیاں نماز ہیں۔
⑫ جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔
⑬ نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے۔
⑭ نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں۔
⑮ نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے نماز کے ذریعہ سے بنالے۔
⑯ جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں۔
⑰ زمین کے جس حصے پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔
⑱ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں۔
⑲ جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔
⑳ جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے۔
㉑ جو پانچوں کی نمازوں کا اہتمام کرتا رہے، ان کے رکوع اور سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔
㉒ مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

(۲۳) نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔
(۲۴) سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے۔
(۲۵) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔
(۲۶) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا۔
(۲۷) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔
(۲۸) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔
(۲۹) اس میں کوئی تردد نہیں کہ مؤمن کی شرافت تہجد کی نماز ہے۔
(۳۰) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے (حضور ﷺ فرماتے ہیں) مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔
(۳۱) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔
(۳۲) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری طرح توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔
(۳۳) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔
(۳۴) آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔
(۳۵) اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا۔
(۳۶) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔
(۳۷) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے تو وہ مؤمن ہے۔
(۳۸) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔
(۳۹) نمازی پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔
(۴۰) اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔
(۴۱) قیامت کے دن نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔
(۴۲) پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔
(۴۳) حساب سے محفوظ رہے گا۔ (ماخوذ از فضائل اعمال)

﴿۱۵۸﴾ مال حرام کی نحوست

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ جو مال وہ لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔'' (بخاری)

یعنی قرب قیامت کے قریب بہت سی گمراہیاں پھیلیں گی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی وہیں ایک بڑی خرابی یہ بھی پیدا ہوگی کہ لوگ مال و دولت کے بے انتہا حریص اور لالچی بن جائیں گے اور اس لالچ کی وجہ سے وہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے' آدمی کی نظر صرف مال پر ہوگی اور وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ یہ مال حرام ہے یا حلال' میرے لیے اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ اپنی آنکھیں بند کر کے مال کے پیچھے دوڑے گا' بالکل یہی صورتِ حال آج کے زمانے میں پائی جارہی ہے۔ جھوٹ' دھوکہ دہی' فریب کاری' قتل وڈاکہ زنی' لوٹ مار اور وعدہ خلافی کون سا ایسا فعل ہے جو مال کو پانے کے لیے نہ اپنایا جارہا ہو۔ جوا' سٹہ' شراب کی خرید وفروخت' سود اور رشوت بازاری عام ہے اور اب تو یہ تصور عام کیا جانے لگا ہے کہ ان کاموں کو اپنائے بغیر کوئی کاروبار نہیں چل سکتا اور نہ ہی مال و دولت کا حصول ممکن ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور کوئی اللہ کا بندہ خوفِ خدا اپنے دل میں رکھتا ہو اور وہ ان حرام ذرائع سے بچ کر رزق کی طلب میں سرگرداں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنے فضل خاص سے عنایت فرماتے ہیں اور اس کی مختصر سی روزی میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے' جبکہ حرام روزی سے اللہ تعالیٰ اپنی برکت اٹھا لیتے ہیں اور اس کے اندر بے برکتی اور نحوست پیدا ہو جاتی ہے جس کے اثرات دنیا و آخرت دونوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر مالِ حرام کی نحوست اور اس کے برے نتائج کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

مالِ حرام کی نحوست یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ پیدا ہوتے ہیں' عبادت کا ذوق جاتا رہتا ہے اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے' اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاقِ فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے' عبادت میں دل لگتا ہے' گناہ سے دل گھبراتا ہے' دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان اگر مالِ حرام کماتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے کارِ خیر کرتا ہے۔ مثلاً صدقہ دیتا ہے یا غریبوں پر خرچ کرتا ہے یا حج بیت اللہ کے لیے جاتا ہے تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا' کیونکہ عمل حرام کو تو اللہ تعالیٰ کسی قیمت پر قبول نہیں کرتے۔ حرام مال کی نحوست کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ قسم کھا کر فرمایا: ''جب کسی بندہ کے پیٹ میں حرام لقمہ پہنچ جاتا ہے تو چالیس دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مسلمہ کو حرام مال سے بچائے اور حلال کمائی کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۱۵۹﴾ والدین کا فرمانبردار بننے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ کلمات کہے' اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ ''یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے۔ اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اور تین مرتبہ قل ھو اللہ' تین مرتبہ الحمد للہ شریف اور تین مرتبہ درود شریف بھی شامل کر لیں تو والدین کا فرماں بردار شمار ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفل صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں' اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (کنز العمال)

نوٹ: اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو' پھر ان کے انتقال کے بعد

ان کے لیے استغفار کرے' اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرماں برداروں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرماں بردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے' ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا اور ان کے لیے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔ (درِمنثور)

﴿۱۶۰﴾ مستورات کے چوبیس گھنٹے کے مختصر کام

عورتوں کا اصل کام تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں پانچوں نمازیں اول وقت میں خشوع وخضوع سے کھڑی ہو کر پڑھتی رہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہیں۔ اگر پڑھی ہوئی نہیں ہیں تو روزانہ اپنے کسی محرم سے یا صحیح پڑھنے والی کسی عورت سے ۲۔۲' ۴۔۴ آیتیں سبقاً سبقاً سیکھتی رہیں۔ صبح وشام ۳۔۳ تسبیحات بیٹھ کر پڑھتی رہیں تو زیادہ اچھا ہے۔ اپنے بچوں کی دینی تربیت وتعلیم اور اپنے خاوند کی خدمت کرتی رہیں اور اگر کوئی عزیز رشتہ دار خاتون یا سہیلی کسی بھی کام کے لیے آئیں تو انہیں پیار ومحبت سے اور حکمت سے دین پر چلنے اور گھر میں تعلیم کرنے نیز اپنے محرموں کو اللہ کے راستے میں نکلنے کی ترغیب دیں اگر آپ نے ان کو ان باتوں کے لیے تیار کر دیا تو یہ بہت بڑی کمائی کر لی۔ روزانہ اپنے گھر میں فضائل اعمال کی تعلیم کرتی رہیں جب تعلیم کرتے کرتے ذہن بن جائے تو ایک جماعت پانچ عورتوں کی بنالی جائے۔

اس میں ۲۔۳ پرانی اور ۲۔۳ نئی عورتیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ ان کا حقیقی محرم (باپ' بیٹا' بھائی' خاوند' ماموں) ہو۔ بچے ساتھ نہ ہوں۔ ایسی جگہ جائیں جہاں پوری جان پہچان ہو اور پہلے سے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔ وہاں پہنچ کر مردوں میں سے کوئی دعا کرائے اور عورتیں ایک طرف کھڑی ہو کر چپکے چپکے آمین کہتی رہیں۔ یہ جب ہے کہ استقبال والوں کی بھیڑ نہ ہو اگر استقبال والے زیادہ ہوں تو مرد باہر دعا کریں اور عورتیں اندر چلی جائیں اور وضو کر کے نفلیں پڑھیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ مردوں کی دعا کافی ہو جائے گی۔ بہتر تو یہ ہے کہ جہاں جانا ہے اس شہر میں داخل ہوتے ہی دعا کر لیں۔ اپنی مخصوص گاڑی ہو تو گاڑی میں بہتر ہے۔ مرد مسجد میں جا کر بعد تحیۃ الوضو مشورہ کریں۔ اور عورتوں کے لیے طے کریں کون سی خاتون تعلیم کرائے گی اور کون خدمت کرے گی۔ پرچہ میں لکھ کر بھیج دیں اور جماعت کے دو حصے ہرگز نہ کریں۔ جب تک مشورہ کا پرچہ آئے اس وقت تک عورتیں نفل پڑھنے کے بعد جو مقامی بہنیں آئی ہوئی ہیں ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ جب مشورہ کا پرچہ آ جائے تو اس کے مطابق کام کریں۔ عورتیں صرف کتابی تعلیم کریں گی۔ تقریر کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اپنے ہی ساتھ آئی ہوئی بہنوں سے قرآن مجید کی تصحیح کرنے کا حلقہ چلائیں۔ جتنی دیر مناسب سمجھیں پھر کتابی تعلیم کریں۔ کتابی تعلیم اس طرح آہستہ آہستہ کریں کہ جو بہنیں بے پڑھی ہیں وہ بھی سمجھ جائیں اور چھ نمبر کا مذاکرہ بھی حلقہ بنا کر بیٹھ کر کریں۔ یہ ظہر سے پہلے کا کام ہے۔

ظہر کے بعد مقامی عورتیں تعلیم میں آئیں گی۔ مشورہ سے جس کا تعلیم کرنا طے ہوا ہے وہ خاتون تعلیم کرے۔ تعلیم اور بیان کے انتظار میں تسبیح وغیرہ پڑھ سکتی ہیں۔ تعلیم بیٹھ کر شروع کریں اگر عورتیں کم ہوں۔ تعداد بڑھ جائے تو اسٹول یا چوکی پر بیٹھ کر تعلیم کر سکتی ہیں کرسی یا صوفہ پر نہ بیٹھیں۔ مجمع زیادہ ہو اور گھر میں گنجائش ہو تو دو حلقے کر سکتی ہیں۔ فضائل اعمال کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہ پڑھی جائے۔ کسی خاتون کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو اپنے کسی محرم کے ذریعہ معتبر ومعقول عالم سے معلوم کر لے۔ مسائل کی اجتماعی تعلیم نہیں ہوگی۔ انفرادی طور پر مسائل کی کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔

جب کوئی مرد بیان کرنے آئے تو عورتیں اپنی تعلیم بند کر دیں۔ عورتیں اس کی پوری احتیاط کریں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے۔ مرد بیان کے بعد تشکیل کا موقع دیں۔ عورتیں مقامی مستورات کی تشکیل کریں کہ کون کون اپنے شوہروں کو اپنے بیٹوں کو یا دوسرے عزیزوں کو اللہ کے راستہ میں تین چلہ' یا چلہ کے لیے بھیجیں گی۔ اور دعا سے پہلے ان کے نام پورے پتہ کے ساتھ لکھوا کر بھجوا دیں تا کہ ان

کی وصولی میں آسانی ہو۔ پرچہ مقامی ذمہ داروں کو بھجوائیں۔ مرد دعا کر کے چلے آئیں۔ پھر عورتیں عصر کی نماز ادا کریں اور تسبیحات پوری کریں اگر کچھ مقامی عورتیں بیٹھی ہوں تو ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین پڑھیں اور اگر موقع ہو تو انفرادی اعمال سیکھنا سکھانا وغیرہ کریں یا آرام کریں۔ عشاء کی نماز کے بعد کوئی تعلیم نہ ہو اور سونے میں جلدی کریں تا کہ تہجد میں اٹھنا آسان ہو۔ کھانا عشاء سے پہلے یا بعد جیسی سہولت ہو کھالیں۔ نماز تہجد کے بعد دعا مانگیں' اپنے ماں باپ اور پوری امت کے لیے نیز نماز خشوع و خضوع سے پڑھنے کی مشق کریں۔ بعد نماز فجر ناشتہ میں دیر ہو تو آرام کرلیں۔ ناشتہ جلدی ہو جائے تو بعد ناشتہ مختصر آرام کرلیں۔ تعلیم کا جو وقت مقرر ہے اس سے پہلے اپنے انفرادی اعمال وضرورتوں سے فارغ ہو جائیں' اگر مردوں میں سے کوئی ساتھی بات کرنے والے ہوں تو نمازِ فجر کے بعد ۳۰۔۴۰ منٹ بات کریں۔ بشرطیکہ ناشتہ میں دیر ہو۔ ورنہ ناشتہ کے بعد بات کریں تا کہ عورتیں شام تک کاموں میں لگی رہ سکیں۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر آرام کریں تو مشورہ سے ایک بہن ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے باہر آنے والی بہنوں پر نظر رہے۔ یہ بہن قرآن شریف لے کر نہ بیٹھے بلکہ تسبیح لے کر بیٹھے تا کہ آنے والی بہنوں کا استقبال کر سکے۔ ان سے ایسی جگہ بیٹھ کر بات کرے کہ سونے والی بہنوں کی نیند میں خلل نہ ہو' اس لیے کہ جہاں مستورات کی جماعت جاتی ہے مقامی عورتیں ملنے کے لیے آیا کرتی ہیں۔ اگر سب کو سوتا پائیں گی تو مایوس ہو کر واپس ہوں گی۔ اس لیے مشورہ سے کبھی کوئی کبھی کوئی بیٹھا کرے۔ جماعت میں آنے والے محرم مرد اپنی عورتوں سے ملنے مغرب سے پہلے آسکتے ہیں مغرب کے بعد مناسب نہیں لوگوں نے جو عورتوں کا اجتماع نام رکھا ہے اصل میں وہ عورتوں کی تعلیم ہے۔ عورتیں گشت نہیں کریں گی نہ چھوٹی نہ بڑی عمر کی نہ مقام پر نہ جماعت میں باہر نکلنے کے زمانے میں جو محرم ساتھ آئے ہیں وہ مقامی مردوں کے ساتھ مل کر گشت کریں۔ اور مقامی مردوں کو اپنی مستورات کو جہاں تعلیم ہو رہی ہو وہاں بھیجنے کی دعوت دیں اور تاکید کریں کہ وہ سادہ لباس اور سادہ طریقے سے شرکت کریں۔ بن سنور کر زیوروں سے آراستہ ہو کر نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ہوٹل سے روٹی منگوالیں اور کوئی عورت گھر میں سالن بنالے۔ عورت تعلیم میں بیٹھے بیٹھے سالن دیکھ سکتی ہے۔ یہ سولہ باتیں ہیں جن کو حضرت شاہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

چار کام خوب کرنے کے ہیں۔

① دعوت ② تعلیم وتعلم ③ عبادات ④ خدمت۔

چار کاموں میں وقت کم لگانا۔

① کھانے پینے میں ② سونے میں ③ نہانے دھونے میں ④ جائز دیگر کاموں میں۔

چار کاموں میں دخل نہ دے۔

① سیاست ② بحث ومباحثہ ③ مسائل کے تذکرے ④ حالات حاضرہ۔

بس دین وایمان کی فکر ہو اور آخرت کی سوچ۔ آپ نے اچھا کیا جو پوچھ لیا۔ جو پوچھ پوچھ کر چلے گا وہ صحیح کام کر سکے گا۔

نوٹ: ان باتوں میں جان ڈالنے کے لیے گھر پر فضائل اعمال کی تعلیم بچوں کو اہتمام سے ساتھ لے کر روزانہ فکر ولگن سے کریں۔

﴿۱۶۱﴾ مستورات میں دعوت کے کام کی شروعات

مولانا داؤد داتاوڑی کا خط رائیونڈ حاجی بشیر احمد صاحب کے نام

مکرم بندہ جناب بھائی الحاج محمد بشیر احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ یہاں پر بھی خیریت ہی ہے۔ دو سال سے گھٹنوں میں ورم ہے اور درد ہے۔ اور اب دو

ہفتے سے ناف کے نیچے رگ میں ایک گلٹی اٹھی ہے، جس میں درد رہتا ہے۔ بولنے سے درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔

اچھا مستورات کے کام کی ابتداء ۱۹۲۶ء ۱۹۲۸ء میں بالکل نہیں ہوئی۔ بندہ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ سے فارغ ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں غالباً میں نظام الدین میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بندہ مدرسہ سبحانیہ میں پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالسبحان اور آپ کی گھر والی، ہم انہیں ماں جی کہا کرتے تھے، بہت محبت کرتی تھیں۔ اماں جی دہلی میں مختلف جگہوں میں کتابیں سنایا کرتی تھیں۔ بندہ ان کی کارگزاری حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کو سناتا تھا اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات ان کو بتلایا کرتا تھا۔ ایک دن اماں جی نے کہا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ ''حضرت مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔'' میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اماں جی یوں کہتی ہیں کہ حضرت عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے شمار دعائیں دیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم ان تینوں سے مشورہ لو کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے پاس گیا کہ حضرت مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ ابھی تو مردوں کا نکلنا ہی علماء کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے عورتوں کا نکلنا کیسے مان لیں گے۔ اس لیے میری رائے نہیں ہے۔ یہی بات قاری داؤد صاحب مرحوم نے فرمائی۔ پھر میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ آپ مسجد کے برابر اوپر کے مکتب میں رہا کرتے تھے جہاں آج کل حافظہ کا مکتب ہے۔

جب میں نے رائے لی تو یوں فرمایا کہ میری تو رائے نہیں ہے، اگرچہ ایک عورت کے ساتھ دو محرم ہوں اور اس کا باپ بھی ہو اور خاوند بھی ہو۔ جب بھی میری رائے نہیں ہے۔ بس جیسی ان تینوں حضرات نے اپنی اپنی رائے دی تھی، میں نے ویسے ہی حضرت جی سے عرض کر دیا کہ فلاں نے یوں فرمایا، فلاں نے یوں فرمایا۔ حضرت شاہ محمد یوسف صاحب کی بات سن کر غصہ فرمایا اور مجھے فرمایا کہ جو عورتیں جماعت میں جانے کے لیے تیار ہیں تو ان کو دہلی میں جا کر ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دے اور میں دیکھتا ہوں ان مسلمانوں کو ان کی رائے کیوں نہیں ہے۔ پہاڑ گنج ملتانی ڈھانڈا میں ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دی، ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولوی نور محمد مرحوم با جھوٹ کو لے کر پہاڑ گنج پہنچ گئے اور مولوی نور محمد مرحوم نے بیان شروع کیا۔ دورانِ بیان مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے عورتوں کا بھی نکلنا ضروری ہے۔ مگر عورتیں بغیر محرم نہیں جا سکتیں۔ بیان کے ختم ہونے کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی نور محمد صاحب کو ڈانٹا کہ تجھے مفتی کس نے بنایا تھا۔ جو تم نے بغیر محرم نکلنے کو منع کر دیا یعنی پہلی جماعت ہے، ابھی سے مسائل پر زور مت دو خالی نکلنے کی ترغیب دو۔ یہاں تو یہ ہوا اور جب بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دہلی بھیج دیا تو لکڑی یعنی اپنی بینت لے کر حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں، تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہیے۔ یہ عورتیں کہاں نہیں جاتیں۔ یہ شادیوں میں جاتی ہیں، غمی میں جاتی ہیں، دہلی کی عورتیں مہرولی جاتی ہیں، سیر کرنے کو اوکھلا جاتی ہیں، پھر تم نے کیسے کہا کہ میری رائے نہیں ہے۔ جب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے خفا ہو کر آئے تو مولانا محمد یوسف میرے اوپر خفا ہوئے کہ داؤد نے ابا جی کو کیا کہہ دیا۔ مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دو لڑکے حوض پر بٹھا دیئے کہ جب داؤد دہلی سے آئے تو میرے پاس پکڑ کر لاؤ، میں دہلی سے عشاء پڑھ کر آیا گرمیوں کے دن تھے۔ یہ لڑکے مجھے حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے اوپر کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے اور آج صرف اتنی کسر رہی کہ لکڑی سے مارا نہیں۔ ورنہ زبان سے بہت کچھ کہا۔ تو تقریباً آدھا اشکال تو حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت کی خفگی سے نکل گیا اور میوات کو بار بار جماعت جانے لگے۔ تو حضرت مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا اور دوسرے حضرات کو جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا۔

مفتی صاحب کے خفاء ہونے کا کسی نے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آ کر کہا تو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تانگہ لے کر مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے عورتوں کے نکلنے کے فائدے بتلائے۔ ساتھ ساتھ عورتوں کے نکلنے کا اہتمام پیش کیا کہ جب مستورات کی جماعت نکالی جاتی ہے تو ہر عورت کو محرم کے ساتھ نکالا جاتا ہے' اول تو خاوند ہو یا بیٹا یا باپ ہو یا بھائی ہو' اگر کوئی عورت بغیر محرم آ گئی اور کہا کہ میرا محرم کل پرسوں آئے گا تو اس عورت کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور جہاں جماعت جا رہی ہے ان کو پہلے مطلع کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ مکان طے کر کے خالی کرا لیں۔ بس مکان میں عورتیں ٹھہرتی ہیں وہ اسی مکان میں رہتی ہیں۔ گاؤں والی عورتیں جماعت کے پاس آتی ہیں۔ گشت عورتوں کے محرم اور مقامی مرد مل کر کرتے ہیں۔ یہ مرد' مردوں سے بات کرتے ہیں کہ اپنی مستورات کو فلاں صاحب کے گھر میں جماعت کے پاس بھیجو۔ یہ جماعت کی عورتیں کہیں نہیں جاتیں۔ پردے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پورا اطمینان ہو گیا کہ اگر اتنا اہتمام کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر جو جماعت مستورات کی کام کر کے آتی تو حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو کارگزاری دیتی۔ ان تمام باتوں سے حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اشکال آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ سب سے پہلی جماعت گھاسٹیرہ اور نوح کے قریب آس پاس کے علاقے میں آٹھ یوم لگا کر آئی۔ بندہ جماعت کے ساتھ تھا۔ جب آٹھ یوم میں واپس ہوئے تو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ خفاء ہوئے کہ اتنی جلدی کیوں آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت عورتیں زیادہ کپڑے لے کر نہیں گئی تھیں۔ تو فرمایا کہ تو نوح سے نئے کپڑے بنوا کر دیتا' پیسے مجھ سے آ کر لے لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ والوں نے فرمایا تھا کہ یہ پہلی جماعت ہے ان کے واجبات کا خیال رکھنا اس لیے جلدی آ گئے۔ مشورہ کی بات سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ جب یہ جماعت مشورہ سے گھاسٹیرہ وغیرہ طے ہوئی' تو حضرت نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشین مستورات بھیج رہا ہوں تم ان کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ گھاسٹیرہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا' سڑک پر استقبال کے لیے آ گئے۔ جب جماعت پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں' اور پُر زور استقبال کیا کہ مستورات کی پہلی جماعت ہمارے گاؤں میں آئی ہے اور ہر گاؤں میں ایسا ہی استقبال ہوا۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں۔ بعدہ میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے۔ مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا۔ مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے۔ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کئی شہروں میں مستورات کی بے شمار جماعتیں پہنچ جاتیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں یہ جماعتیں نہیں گئیں۔

(از محمد داؤد)

﴿۱۶۲﴾ ایمان اعمالِ صالحہ کے بغیر ایسا ہے جیسے پھول خوشبو کے بغیر

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا) (سورۂ نساء:۵۷)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کیے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' ان کے لیے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں (اور پوری راحت) میں رکھیں گے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایمان' عمل صالح کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے پھول ہو مگر خوشبو کے بغیر' درخت ہو مگر بے ثمر۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین اور خیر

القرون کے دوسرے مسلمانوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ان کی زندگیاں ایمان کے پھل' اعمالِ صالحہ سے مالا مال تھیں۔ اس دور میں بے عمل یا بدعملی کے ساتھ ایمان کا تصور ہی نہیں تھا۔ اس کے برعکس آج ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام رہ گیا ہے۔ اعمالِ صالحہ کے دعویداروں کا دامن ایمان سے خالی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمالِ صالحہ ہیں۔ مثلاً راست بازی' امانت و دیانت' ہمدردی وغمگساری اور دیگر اخلاقی خوبیاں۔ لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہے تو اس کے یہ اعمال' دنیا میں تو اس کی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ان کا سرچشمہ ایمان نہیں ہے جو اچھے اعمال کو عنداللہ بارآور بناتا ہے۔

﴿۱۶۳﴾ جہنمی جہنم میں بہت موٹے ہو جائیں گے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بعض آثار میں بتلایا گیا ہے کہ جہنم میں جب جہنمیوں کی کھال آگ سے بالکل جل جائے گی تو اللہ تعالیٰ دوسری کھال میں تبدیل کر دے گا اور کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔ اور مسند احمد کی ایک روایت کی رو سے جہنمی جہنم میں اتنے فربہ ہو جائیں گے کہ ان کے کانوں کی لو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت جتنا ہوگا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر (۷۰) بالشت اور ڈاڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی۔ (تفسیر مسجد نبوی ص ۲۲۹)

﴿۱۶۴﴾ اللہ کے فضل سے جنت ملے گی

بھلائی کا ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے یعنی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں ہے۔ کیونکہ نیکی کی توفیق بھی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی نعمتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ ایک انسان کی عبادت و طاعت اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اسی لیے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں جو بھی جائے گا محض اللہ کی رحمت سے جائے گا (اپنے عمل کی وجہ سے نہیں)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ولا انت آپ ﷺ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں جب تک اللہ مجھے بھی اپنے دامانِ رحمت میں نہیں ڈھانک لے گا جنت میں نہیں جاؤں گا۔''

(صحیح بخاری' کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل)

﴿۱۶۵﴾ فریقین کی بات سن کر کوئی فیصلہ کریں

فریقین میں سے جب تک کسی کی بابت پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے' اس کی حمایت و وکالت کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی فریق دھوکے اور فریب اور اپنی چرب زبانی سے عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے حالانکہ وہ صاحب حق نہ ہو تو ایسے فیصلے کی عنداللہ کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس بات کو نبی ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا: ''خبردار! میں ایک انسان ہی ہوں اور جس طرح میں سنتا ہوں' اسی کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہوں۔ ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار اور ہوشیار ہو اور میں اس کی گفتگو سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں حالانکہ وہ حق پر نہ ہو اور اس طرح میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں' اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو لے لے یا چھوڑ دے۔''

(صحیح بخاری' کتاب الشہادۃ والحیل والأحکام۔ صحیح مسلم' کتاب الأقضیۃ۔ بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص: ۲۵۳)

﴿۱۶۶﴾ کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو

(لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا) (سورۂ نساء: ۱۴۸)

''برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے۔''

تشریح: شریعت نے یہ تاکید کی ہے کہ کسی کے اندر کوئی برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو' بلکہ تنہائی میں اسے سمجھاؤ' الا یہ کہ کوئی دینی مصلحت ہو۔ اسی طرح کھلے عام اور علی الاعلان برائی کرنا بھی سخت ناپسندیدہ ہے۔ برائی کا ارتکاب ویسے ہی منع ہے' چاہے پردے کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اسے برسرِ عام کیا جائے یہ مزید ایک جرم ہے اور اس کی وجہ سے اس برائی کا جرم دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ مذکورہ سے دونوں قسم کی برائیوں کے اظہار سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی شخص کو گو اس کی کردہ یا ناکردہ حرکت پر برا بھلا کہا جائے۔ البتہ اس میں ایک استثناء ہے کہ اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو تم لوگوں کے سامنے بیان کر سکتے ہو۔ جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ ظلم سے باز آ جائے یا اس کی تلافی کی سعی کرے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے میرا پڑوسی ایذا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''تم اپنا سامان نکال کر باہر راستے میں رکھ دو۔''

اس نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جو بھی گزرتا اس سے پوچھتا' وہ پڑوسی کے ظالمانہ رویے کی وضاحت کرتا' جسے سن کر ہر گزرنے والا اس پر لعنت ملامت کرتا۔ پڑوسی نے یہ تکلیف دہ صورتحال دیکھ کر معذرت کر لی اور آئندہ کے لیے ایذاء نہ پہنچانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی التجا کی۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

﴿۱۶۷﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ہی ہے کہ دنیا میں صالح و فاسق اور مؤمن و کافر دونوں ہی اس کی رحمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ۱۰۰ حصے ہیں۔ یہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ جس سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی اور وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اس نے اپنی رحمت کے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔

(صحیح مسلم نمبر ۲۱۰۸' وابن ماجہ حدیث' نمبر ۴۲۹۳' بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۴۵۹)

﴿۱۶۸﴾ ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے

ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے۔ لوگ ولایت کے لیے اظہار کو ضروری سمجھتے ہیں اور پھر وہ اپنے بنائے ہوئے ولیوں کے لیے جھوٹی سچی کرامتیں مشہور کرتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے' کرامت کا ولایت سے چولی دامن کا ساتھ ہے نہ کہ اس کے لیے شرط۔ یہ ایک الگ چیز ہے کہ اگر کسی سے کرامت ظاہر ہو جائے تو اللہ کی مشیت ہے' اس میں اس بزرگ کی مشیت شامل نہیں ہے۔ لیکن کسی متقی مؤمن اور متبع سنت سے کرامت کا ظہور ہو یا نہ ہو' اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر مسجد نبوی ص ۵۸۲)

﴿۱۶۹﴾ جنت اور جہنم میں جھگڑا

حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑ پڑیں' جنت نے کہا کیا بات ہے کہ میرے اندر وہی لوگ آئیں گے جو کمزور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگ ہوں گے؟'' جہنم نے کہا ''میرے اندر تو بڑے بڑے جبار اور متکبر قسم کے لوگ

ہوں گے۔" اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: "تو میری رحمت کی مظہر ہے، تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں اپنا رحم کروں۔ اور جہنم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرے عذاب کی مظہر ہے، تیرے ذریعے سے میں جس کو چاہوں سزا دوں۔ اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ دونوں کو بھر دے گا۔ جنت میں ہمیشہ اس کا فضل ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو جنت کے باقی ماندہ رقبے میں رہے گی اور جہنم، جہنمیوں کی کثرت کے باوجود "هَلْ مِنْ مَّزِيْد" کا نعرہ بلند کرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا، جس پر جہنم پکار اٹھے گی: "قَطْ قَطْ، وَعِزَّتِكَ" "بس بس! تیری عزت وجلال کی قسم۔"

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین، وتفسیر سورۃ ق، مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء، بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۲۳۶)

«۱۷۰» سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا

سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا یہ ہے:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ" (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، بحوالہ مشکوۃ، باب سجود القرآن)

بعض روایات میں یہ اضافہ ہے

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ"

«۱۷۱» منتخب اشعار

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
میرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

ایک ہاتھی، ایک راجا، ایک رانی کے بغیر
نیند بچوں کو نہیں آتی کہانی کے بغیر

دیوانے بھاگ جا دامن کی ساری دھجیاں لے کر
یہاں تارِ گریباں سے نئی زنجیر بنتی ہے

واپسی کا کوئی سوال نہیں
گھر سے نکلے ہیں آنسوؤں کی طرح

ہم تو وفا کے عادی ہیں
ظلم ترا دستور سہی

پیاسے نے خشک ہونٹ نہ رکھے فرات پر
تاریخ میں یہ پانی کی پہلی شکست ہے

پریوں کے دیس والی کہانی بھی خوب ہے
بچوں کو ماں نے پھر یوں ہی بھوکا سُلا دیا

میرے سجدے اِسی دنیا میں میرے کام آئے ہیں
میرے قاتل نے مجھ کو میری پیشانی سے پہچانا

پانی کی طرح بہہ گئیں صدیاں بھی بھی
اکثر ہوا ہے یوں بھی کہ لمحہ ٹھہر گیا

ہم نے نگاہِ ناز کو سمجھا تھا نیشتر
تم نے تو مسکرا کے رگ جاں بنا دیا

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

کچھ ایسے بدحواس ہوئے آندھیوں میں لوگ
جو پیڑ کھوکھلے تھے انہیں سے لپٹ گئے

چاند کا کردار اپنایا ہے ہم نے دوستو
داغ اپنے پاس رکھے روشنی بانٹا کیے

جب بلندی پر پہنچ جاتے ہیں لوگ
کس قدر چھوٹے نظر آتے ہیں لوگ

وہ حبس تھا کہ دعا دو ہمیں جہاں والو
نہ ہم چراغ جلاتے نہ یہ ہوا چلتی

کام اب کوئی نہ آئے گا فقط دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعجازِ سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو، جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

سورج کی سرپرستی سے نقصان یہ ہوا ہے
اب شمع مانگتا ہوں تو دیتا نہیں کوئی

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

﴿۱۷۲﴾ خوش رہ کر دوسروں کو خوش رکھیے

انسان کی زندگی خواہشات، امیدوں اور ذمے داریوں سے عبارت ہے۔ اپنی ابتدائی زندگی میں وہ صرف اپنے لیے خواہشات اور امیدیں رکھتا ہے۔ لیکن اسے بہت جلد احساس ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے معاشرے میں رہتا ہے، جہاں اسے صرف اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ تب اس کی خواہشات اور امیدوں میں کچھ ذمہ داریاں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے موقع پر اپنی شخصیت کو قابل قدر اور قابل قبول بنانا بھی ایک اہم ضرورت ہے ایسا کرتے ہوئے جہاں چند نادانستہ اور فطری اور ذہنی عوامی شخصیت پر

اثر انداز ہوتے ہیں وہاں خود انسان بھی لوگوں میں اپنی ذات کو تبدیل کرنے لگتا ہے۔ یہ ایک ایسا حساس مرحلہ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات انسان اپنی ترجیحات اور پسند کو بھی یکسر فراموش کر بیٹھتا ہے۔ وہ ''اپنے'' لیے نہیں بلکہ ''دوسروں'' کے لیے جیتا ہے۔ ذیل میں ان تمام عوامل کو زیر بحث لایا گیا ہے جو آپ کی شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لیے کس راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

﴿۱۷۳﴾ اندرونی احساسات کو چھپانا سیکھئے

بعض ناخوشگوار سچائیاں، تلخ حقیقتوں اور واقعات سے ہم کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات و سکنات کے ذریعہ اپنے اندرونی احساس و جذبات کو ظاہر نہ کرنا بھی سیکھ لیتے ہیں۔ ہماری شخصیت کا یہ بناوٹی نقاب کئی لحاظ سے ہمارے لیے سودمند ثابت ہوتا ہے۔ ذرا تصور تو کریں کہ اگر ہمارا چہرہ کسی آئینے کی طرح ہمارے اندرونی خیالات و احساسات کی عکاسی کرنے لگے تو زندگی کیسی ہو جائے گی؟ ہوسکتا ہے ہم میں سے اکثر اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ازدواجی زندگی بھی متاثر اور انتشار کا شکار ہو جائے۔ کوئی دوست ہو اور نہ کوئی رشتہ دار، کیونکہ اپنے چہرے سے جھلکنے والے ''سچے تاثرات'' کے جرم میں ہم سب کو اپنا دشمن بنا چکے ہوں گے، لہٰذا آپ اس بات کے لیے پریشان نہ ہوں کہ آپ کی شخصیت میں منافقت یا دوغلے پن کا عنصر کیوں موجود ہے یا آپ تضاد سے سمجھوتہ کر رہے ہیں۔ آپ اسے مصلحت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ایک ایسی مصلحت جو سماجی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

﴿۱۷۴﴾ معاشرتی دباؤ سے مزاج کو ہم آہنگ بنائیں

ہم معاشرے میں مختلف لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں، اس کا دارومدار ہماری ذہانت اور معاشی حالت پر ہے۔ معاشرے کے مزاج کے مطابق ہم کس طرح اپنے جذبات کا اظہار کریں یہ چیز رویوں کے بننے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی پسند و ناپسند کے مطابق اپنی شخصیت کو بنائیں، قطع نظر اس سے کہ ہمارے کیا احساسات ہیں اور فطرتاً ہمیں کیا بات اچھی لگتی ہے اور کیا بری، وہ مسلسل اپنی منوانے پر تلے رہتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ان سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ اپنی زندگی کو کامیاب و کامران بنا دیتا ہے اور جو اس سے بغاوت کرتا ہے اس نے گویا خود کو لوگوں کی نظر میں برا بنا دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ مکمل طور پر اپنی شخصیت کو فراموش کر دیں۔

﴿۱۷۵﴾ تلخ باتوں کو بھول جائیں

ذرا غور کریں! زندگی کے چھوٹے چھوٹے سانحات یا واقعات کو اگر ہم یاد رکھیں تو زندگی کتنی تکلیف دہ ہو جائے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''اگر آپ اپنے تعلقات کو خوش گوار اور دیرپا بنانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی یادداشت محدود ہو۔'' فراموشی کی یہ عادت ایک اور افادیت رکھتی ہے۔ اکثر اوقات لوگ کسی خوفناک واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں (مثلاً ایکسیڈنٹ، قتل، یا کوئی قدرتی سانحہ) تو ان کا دماغ ان کے اثرات سے بچنے کے لیے اپنی یادداشت کی دھند میں اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے، نتیجتاً دماغ پر ایک خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس خودکار دفاعی عمل کی وجہ سے جسمانی اعصاب پر برے اثرات نہیں پڑتے۔ جن لوگوں میں تلخ اور ناپسندیدہ باتوں کو فراموش کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ زیادہ تر پریشان کن زندگی سے دوچار رہتے ہیں اور لوگوں سے ان کا رویہ بھی تلخ رہتا ہے۔ لہٰذا آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ جو باتیں آپ کی تکلیف کا باعث بنیں، انہیں جہاں تک ممکن ہو ذہن سے نکال دیں۔

﴿۱۷۶﴾ لوگوں کے جذبات کی قدر کریں

آپ کا لوگوں کے ساتھ جذباتی رویہ کیسا ہوتا ہے؟ یہ چیز معاشرے میں خود کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے بہت ضروری ہے۔ بہت سے افراد ذہانت اور قابلیت کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ لوگوں کے جذبات کی قدر نہیں کر پاتے' انہیں صرف اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور یہی چیز انہیں معاشرتی طور پر نقصان پہنچاتی ہے' جبکہ اکثر لوگ ذہنی طور پر اتنے قابل نہیں ہوتے لیکن چونکہ وہ دوسروں کے جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور سمجھدار افراد سے بھی زیادہ ذہین نظر آتے ہیں۔ آپ بے جا اور نام نہاد اِنا پسندی کا شکار نہ ہوں۔ اور نہ آپ کے کسی عمل سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

﴿۱۷۷﴾ چاپلوسانہ روش سے گریز کیجیے

معاشرے میں دولت اور ظاہری خوبصورتی کی بنیاد پر انسان کو اہمیت دی جاتی ہے اور اسی بنیاد پر دوسروں کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی شخصیت مکمل طور پر تصنع اور بناوٹ بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ۔ انہیں خود اپنی شخصیت پر یقین نہیں ہوتا کہ وہ کیا ہیں اور ان کی حقیقی قدر و قیمت کیا ہے؟

یہ ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے' جس میں انسان کی ''انا'' اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ اکثر فلم اسٹار اس کے شکار ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بھی ہر ایک شخص اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس کیفیت سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کبھی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوتا تو وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ یہ انسان پر منحصر کرتا ہے کہ اس بناوٹی ماحول سے نکلنے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے اور یہ حوصلہ مندانہ قدم جتنی جلدی اٹھایا جائے گا' ایک متوازن اور اچھا انسان بننے کے لیے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

﴿۱۷۸﴾ نظریات میں لچک پیدا کیجیے

ہم اپنی زندگی میں بعض مواقع پر ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے ہمارے خیالات واحساسات کی ترجمانی نہیں ہوتی اور اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم مروّتاً دوسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے ہوں یا پھر دوسرے کی دل سے تعریف کرنے کے خواہش مند نہ ہوں لیکن اخلاقاً کرنا پڑتی ہو۔ اسی طرح بعض اوقات اپنی ذات کے لیے بھی اپنے حقیقی احساسات کو چھپانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو' سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ ''آدھے سچ اور آدھے جھوٹ'' کے سہارے بسر کرتے ہیں' ایک شخص کتنا ہی انا پرست یا خوددار ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرتا ہو وہ سا. ی زندگی اپنی انا کے حصار میں نہیں جی سکتا' کہیں نہ کہیں اسے لازمی طور پر خود کو دوسروں کی خاطر تھوڑا سا منکسر المز اج اور لچکدار بننا پڑتا ہے اور اکثر اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

اے مالک دو جہاں اے میرے پیارے خدا
ہم پہ رحمت ہو سدا آنکھ سے جو بہتا ہے پانی
اُس پہ ہو تیری مہربانی سینے میں جو درد جاگے
تیرا مرہم اُس پہ لاگے جان پہ بن آئی ہے
ہر سو رسوائی ہے ہم پہ رحمت ہو سدا
لب بھلے خاموش ہوں سُن رہا ہے تو صدا
سب کا تو حاجت روا مشکل میں تو مشکل کشا

راستے خاموش ہیں گلستاں ویران ہے
ہم پہ رحمت ہو سدا تیری رحمت سے ہے روشن
یہ جہاں تو ابتداء تو انتہاء طوفاں میں شمع جلا
کشتی تو ساحل پر لگا ہم پہ رحمت ہو سدا

﴿۱۷۹﴾ کچھ منتخب اشعار

غیر آباد گھر کا دروازہ
کون کھولے گا کھٹکھٹانے سے
شام ہوتے ہی مہک اُٹھی فضا
یاد اُن کی رات رانی ہو گئی
بو کہاں سے آئے گی ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی
آدمی کوئی ہو چہرے سے نہ پرکھا جائے
کیا ضروری ہے کہ اندر بھی ہو باہر جیسا

﴿۱۸۰﴾ نیک کردار بیوی ایک انمول خزانہ ہے

نیک کردار شریک حیات بلاشبہ ایک انمول خزانہ کے مانند ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعض بڑے نامور لوگوں کی ناموری اور شہرت میں نیک سیرت شریک زندگی (بیوی) کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے محترم انسان حضرت محمد ﷺ پر جب غارِ حرا میں پہلی وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی، تو آپ ﷺ بے حد متوحش و پریشان ہوئے۔ گھبراہٹ اور پسینہ آلود پیشانی لیے جب گھر تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ کو تسلی دینے، ماتھے کا پسینہ پوچھنے، ہمت وحوصلہ بڑھانے اور آپ ﷺ کے کلمۂ حق پر ایمان لانے والی، ہمدرد اور غمگسار ہستی اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ جنہوں نے قدم قدم پر جانثاری کا حق ادا کیا اور اپنی تمام دَولت اشاعت اسلام کے لیے وقف کر دی۔ اور جب آپ ﷺ مرض وفات میں مبتلا ہوئے اس وقت بھی آپ کا سرِ مبارک زانوئے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر رہا تھا۔ وہ امت کی مائیں تھیں جنہوں نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے تبلیغی مشن کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا۔ خاندانی اہل ثروت والی بعض زوجہ محترمہ بھی تھیں جو اگر چاہتیں تو اس دولت کا سہارا لے کر بڑے عیش و راحت کی زندگی بسر کر سکتی تھیں مگر انہوں نے زوجۂ رسول ﷺ بن کر عشرت کی زندگی کو دولت پر ترجیح دی۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ بہترین خزانہ نیک سیرت شریک زندگی ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب شوہر اسے کچھ حکم دے تو وہ دل و جان سے اس کا پورا کرے اور اگر شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو وہ اپنے نفس اور عصمت کی حفاظت، شوہر کے گھر کی حفاظت نیز بچوں کی بہترین تربیت کرے اور ایسے کسی شخص کو شوہر کی عدم موجودگی میں گھر کے اندر نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی کتاب النکاح، مسند احمد) یہ سچ ہے کہ دولت تو صرف مادی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے، لیکن صالح عورت (بیوی) خاندان کو اور گھر کو خوشی اور امن و امان کا گہوارہ بنا دیتی ہے۔ وہ اپنی شیریں گفتگو اور بلند اخلاق سے گھر کی فضا میں مٹھاس گھول دیتی ہے اور محبت کی خوشبو سارے گھر میں بکھیر

دیتی ہے۔اس کا بلند اخلاق اور گھر کے بھی افراد کے ساتھ خوشگوار برتاؤ خاندان کے تمام افراد کے لیے تربیت گاہ بن جاتا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں'پوری کائنات تو عارضی نفع پہنچاتی ہے مگر عورت (بیوی) دائمی خوشی اور خوشگوار زندگی (دنیا میں عارضی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے) کی ضمانت ہے۔کسی دانشور نے اس کو اس انداز سے ثابت کرنے کی کوشش کی جو حکایت کے طور پر درج ذیل ہے۔جس میں عورتوں کے لیے لائق تقلید درس بھی ہے۔

ایک ضعیفہ جو باوجود کبرسنی کے انتہائی خوبصورت اور نورانی چہرہ کی مالکہ تھیں۔ان سے کسی جوان شادی شدہ عورت نے اس نورانیت اور خوبصورتی کا راز دریافت کیا۔اس معمر عورت نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے۔''میں نے اپنے ہونٹوں پر ہمیشہ حق کی سرخی لگائی'اپنی زبان کو ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھا'جن چیزوں کو اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے ان سے ہمیشہ پرہیز کیا یعنی پرہیز کا سرمہ استعمال کیا'اپنے ہاتھوں میں عطا (سخاوت وفیاضی) کی مہندی لگائی اور اپنے اعمال پر صبر واستقامت کا پاؤڈر لگایا'اپنے دل پر خدا کی محبت اور اس کا خوف لازم کیا' اپنی عقل پر حکمت وبصیرت کو غالب رکھا اور اپنے نفس پر اللہ کے حکم کے بعد اپنے شوہر کی اطاعت اور خوشنودی کو مقدم جانا۔نفس کو اس خیال سے باندھ کر رکھا کہ اللہ تو ہر جگہ ہے اور وہ ہر بات سے واقف ہے۔وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔یہ میرے چہرے کا نور اسی نیک اعمال کا صدقہ ہے۔'' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے گھرانوں کے ماحول کو بھی اسی بزرگ مؤمنہ خاتون کے اعمال جیسا بنادے۔آمین

﴿۱۸۱﴾ اپنی ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنایئے

میاں بیوی کے درمیان معمولی بات پر اختلاف کی صورت میں اگر عقل مندی اور حکمت کا مظاہرہ نہ کیا جائے تو معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ازدواجی زندگی میں تلخیاں بھی آتی ہیں لیکن فی زمانہ دونوں جانب سے محض جذبات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی اولاد کی محبت اور ذاتی انا کی خاطر مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے اسے پیچیدہ بنادیتے ہیں۔خاندان کے وہ بزرگ جنہیں صلح صفائی کرانی چاہیے وہ بھی معاملے کا ایک پہلو دیکھ کر حالات خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

میاں بیوی کے تلخ تعلقات میں یوں تو ہر دو فریق کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔لیکن ان تعلقات کو دوبارہ محبت کے راستہ پر لانے کی ہمیں بھرپور اور مخلصانہ کوشش کرنی چاہیے۔حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مکمل طور پر قابل تقلید ہے'اس لیے ہمیں ازدواجی زندگی کے اس پہلو کو بھی حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی چہیتی بیٹی تھیں اور آپ ﷺ اپنے جگر کا ٹکڑا اور خواتین جنت کی سردار کہا کرتے تھے۔ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔اتنے عظیم مرتبہ پر فائز ان شخصیات کے درمیان بھی کبھی کبھار تلخیاں ہوجایا کرتی تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک بار دونوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شفیق باپ کی خدمت میں پہنچیں۔پیچھے پیچھے دامادِ رسول ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گھبرائے ہوئے پہنچے اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہوگئے۔سوچنے لگے کہ اگر خدانخواستہ خدا کے رسول ﷺ ناراض ہوگئے تو دین ودنیا دونوں تباہ ہوجائیں گے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کی'حال سنایا اور زار وقطار رونے لگیں۔لیکن آپ ﷺ نے جو ردعمل ظاہر کیا وہ ہماری سوچ کے بالکل برعکس ہے۔گھر بسانے والا رویہ تھا'باپ نے بیٹی کو جو اس طرح روتے دیکھا تو دل بھر آیا' آبدیدہ ہو گئے۔بیٹی کو سمجھاتے ہوئے شفیق باپ نے کہا:''بیٹی میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے۔بیٹی میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہوہی جاتی ہیں'چاہے وہ کوئی سے میاں بیوی ہوں۔اور بیٹی یہ کیسے ممکن

ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے اور اپنی بیوی کو کچھ نہ کہے۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ، خدا تمہیں خوش اور آباد رکھے اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھوں۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا، آڑ سے نکل کر سامنے آئے، آنکھوں میں آنسو تھے، رقت کے انداز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: خدا کی قسم! آئندہ تم ایسی کوئی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دکھ پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل بھر آیا اور کہنے لگیں کہ غلطی تو میری ہی تھی۔ پھر دونوں خوشی خوشی گھر لوٹ آئے۔

﴿۱۸۲﴾ اپنے گھر کا ماحول اسلامی بنائیے

اسلام دشمن تحریکیں اور تنظیمیں اپنے اہداف و مقاصد کے پیش نظر عالمی پیمانے پر پوری دنیا خصوصاً مسلمانوں کے اندر الحاد و لادینیت اور عریانیت و فحاشیت عام کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو مٹانے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ لیکن عصر حاضر میں ان کے اندر کسی قدر تیزی آ گئی ہے۔ اس کے لیے وہ متعدد ترکیبیں اور تدبیریں اختیار کر رہی ہیں۔ مثلاً ویڈیو، ٹیلی ویژن، ریڈیو، آڈیو کیسیٹ، مخرب اخلاق کتابیں، رسائل و جرائد اور لٹریچر۔ ان تمام آلات جدیدہ سے مسلح ہو کر وہ مسلمانوں کے ذہن و شعور سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو کھرچ کر پھینک دینا چاہتے ہیں۔ خصوصاً ناپختہ شعور رکھنے والے بچوں اور بچیوں کو مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھال کر ان سے ان کی معصومیت، ان کا بھولا پن اور ان کی پاکیزگی اور عفت کو چھین لینا چاہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفویٰ سے شرار بولہبی

سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ مسلمان جو کبھی اپنے اخلاق اور تہذیب و ثقافت کے ذریعہ پوری دنیا پر حکومت کرتے تھے آج وہی جدیدیت اور ترقی کے نام پر مغربی تہذیب میں ڈھلتے جا رہے ہیں۔ ان پر عالم گیر فکری انحطاط اور عملی زوال طاری ہوتا جا رہا ہے۔ اکثر مسلم گھرانوں میں تمام مخرب اخلاق چیزیں در آئی ہیں۔ مسلمان بچے اور بچیاں غیر اسلامی افکار و نظریات کی دلدادہ نظر آ رہی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں جنہیں مسلمان ہونے کے باوجود کلمہ توحید لا الہ الا اللّٰہ تک یاد نہیں ہے۔ وہ صرف خاندانی مسلمان ہیں۔ ان سے اگر کسی فلم یا سیریل کی کہانی پوچھی جائے تو وہ من و عن نقل کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کریں گے لیکن اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا نام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سی کتاب نازل ہوئی؟ خلفائے راشدین کون تھے؟ اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضے کیا ہیں؟ تو وہ کوئی جواب نہیں دے پاتے۔ یہ صورت حال امت مسلمہ کے لیے بڑا المیہ اور لمحۂ فکریہ ہے۔

بچوں کے موجودہ بگاڑ کے جملہ اسباب میں سب سے اہم سبب والدین کا اپنے فریضے سے بے توجہی برتنا ہے۔ بچے اور بچیاں اللہ کی جانب سے ایک امانت ہیں۔ ان کی اچھی تربیت اور دیکھ بھال کرنا، انہیں اسلامی تعلیمات کا پابند بنانا والدین کا دینی فریضہ ہے، کیونکہ بچوں کے بناؤ اور بگاڑ میں والدین کا بڑا عمل ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری، مسلم) یعنی بچے اپنے والدین کا عکس ہوا کرتے ہیں۔ ان کی مثال چھوٹے پودوں کے مانند ہوتی ہے کہ انہیں شجر کاری کرنے والا لگانے کے بعد اگر دیکھ بھال کرتا ہے، ان کی سینچائی کرتا ہے اور ہوا کے جھونکوں سے بچانے کے لیے لکڑیوں کا سہارا دیتا ہے اور انہیں حتی الامکان سیدھا رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ پودے بڑے ہونے کے بعد سیدھے اور لائق دید ہوتے ہیں اور اگر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تو ڈالیاں اور شاخیں ادھر ادھر جھک جاتی ہیں اور بے ڈھنگی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی اچھی اور غلط تربیت ان کے مستقبل کے بننے اور سنورنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔

بچوں کی تعمیر اور تخریب میں ماں کی ذمہ داری بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی نسل انسانی کی مربیہ ہوتی ہے۔ پورے خاندان اور معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔'' (بخاری ومسلم)

ایک ماں یہ فرض اس وقت انجام دے سکتی ہے جب وہ خود تربیت کے تمام اصول وضوابط سے مزین ہوگی۔ ایک ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پختہ اور اعلیٰ سیرت وکردار کی مالک ہو' اپنے مقام ومرتبے کا شعور رکھے' خود کو اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنائے' معروف اور اچھی باتوں کو اپنانے کی کوشش کرے اور منکر سے بچے۔ حلال وحرام کی پابندیوں کا لحاظ کرے' لالچ' حسد' جھوٹ' بغض اور منافقت جیسی بیماریوں سے دور رہنے کی سعی کرے۔ اپنے خیالات' عبادات' معاشرت' دین' اخلاق غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے کو دین کے تابع کردے۔ اس کے بعد وہ اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے تو اس کے گھر کا ماحول اسلامی بن جائے گا۔ گھر سے غیر اسلامی رسوم ورواج اور قدیم وجدید جاہلیت کے آثار یکلخت ختم ہو جائیں گے۔ صحابیات اور عہد تابعین کی خواتین کی زندگیاں واضح ثبوت ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان والدین اپنے اخلاق وکردار کو سنوار کر ایک نئے دور اور نئے معاشرے کی تشکیل وتعمیر کا عہد کریں۔ ایثار ومحبت اور اخوت و بھائی چارگی کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ اگر والدین نے ایسا نہیں کیا تو قیامت کے دن انہیں اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا' جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''تم میں ہر شخص نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بخاری' مسلم) اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

﴿۱۸۳﴾ حکمت کے موتی

۱ ایمان داری سے خرید وفروخت کرنے والے کا انجام نیکوکار اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔
۲ تنگ دست آدمی جو رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھتا ہے' اس مالدار سے اچھا ہے جو ان سے قطع تعلق رکھتا ہے۔
۳ برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رہ سکتا۔
۴ اصلاح کے بغیر پشیمانی ایسی ہے جیسے سوراخ بند کیے بغیر جہاز میں سے پانی نکالنا۔
۵ پریشانی دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی تعمیری کام میں مصروف رکھیں۔
۶ چالاک لوگ ان درندوں کے مانند ہیں جو اپنے شکار کی تاک میں ناخن چھپائے بیٹھے ہیں۔
۷ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔
۸ دنیا خراب اخلاق کا نمونہ پیش کرے تب بھی انسان کو اپنے اخلاق حسنہ نہیں چھوڑنے چاہئیں۔
۹ اللہ سے اس کا فضل طلب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔
۱۰ ہر مقصد میں خدا تعالیٰ کی بڑائی' ملک کی بھلائی اور حق کی تلاش مدنظر رکھو۔
۱۱ اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو' کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔
۱۲ اپنے مال کی خاطر لڑنے والا آخرت میں شہیدوں میں شامل ہوگا۔
۱۳ قرآن کریم اور ذکرِ الٰہی کو لازم پکڑلو' کیونکہ یہ چیز تمہارے لیے روئے زمین پر نور اور آسمان پر ذکرِ خیر کا ذریعہ ہے۔
۱۴ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہوسکتا۔
۱۵ سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ تم انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی غصہ کو پی جاؤ۔
۱۶ علم مال سے بہتر ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

(۱۷) صرف خواہش کرنے سے ہر چیز نہیں مل جاتی' خواہش کے ساتھ جدو جہد بھی لازمی ہے۔
(۱۸) اگر اونچی پرواز کرنا چاہتے ہو تو اپنی ہمت کو بلند رکھو کیونکہ ہمت ہی آپ کی طاقت ہے۔
(۱۹) خود خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو بھی خوش رکھا کرو۔
(۲۰) کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔

﴿۱۸۴﴾ شادی شدہ لڑکے اور لڑکی کی ذمہ داریاں

شادی شدہ مرد اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں مگن اور مدہوش ہو جاتا ہے اور وہ باقی ساری دنیا کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اس کی پوری توجہ بیوی کی خوشیوں کی طرف ہوتی ہے اور وہ خود بھی ان خوشیوں کے گہوارے میں جھولنا شروع کر دیتا ہے' بعض اوقات اس کے نتائج بڑے تباہ کن نکلتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک لڑکے کی شادی ہوئی۔ لڑکے کے والد کو کسی ضروری کام سے شہر سے باہر جانا پڑا۔ وہ اپنے بیٹے کو بزنس کی دیکھ بھال کرنے کی ہدایت دے کر روانہ ہو گئے' جو عموماً دونوں مل کر سنبھالتے تھے۔ نوجوان دولہا اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں ایسا سرشار رہا کہ والد کی تمام ہدایات کو یکسر فراموش کر دیا جس کے نتیجے میں زبردست مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر بیوی میں عقل ہوتی تو وہ اپنے میاں کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ محبت کی گرداب سے نکل کر کاروبار کی طرف بھی توجہ دے۔ ایسی صورت میں یہ افسوس ناک صورتحال نہ دیکھنی پڑتی۔ ایک بیوی کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کا شوہر اپنی ڈیوٹی اور فرائض سے غفلت نہ برتے اور اسی طرح کسی شوہر کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی سانحہ کے پیش آجانے کی صورت میں ساری ذمہ داری بیوی کے سر پر ڈال دے۔ اس پر خود غرض' مطلب پرست اور غیر حساس ہونے کا الزام لگائے۔

ایک شادی شدہ جوڑا ہنی مون منا کر جب گھر لوٹا تو شوہر بجائے دفتر جانے کے تین دنوں تک مسلسل دفتر میں فون کر کے یہ کہتا رہا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔ شروع میں یہ بات بیوی کو بھی اچھی معلوم ہوئی کہ اس کا شوہر اسے کتنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں اس کی کتنی اہمیت ہے۔ لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ یہ طریقہ غلط ہے اور اس نے خود ہی اپنے شوہر کو کام پر جانے کے لیے اس طرح مجبور کیا کہ اسے برا بھی نہ لگے اور اپنی ذمہ داری بھی بخوبی نبھاتا رہے۔

بعض مرتبہ بیٹا ماں باپ کے لیے اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے لگتا ہے۔ شادی کے بعد تو بوڑھے والدین کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں رہتا۔ لیکن اگر دلہن کو ساس سسر کی تکلیف کا بخوبی احساس ہو تو وہ بڑی آسانی سے ساس سسر اور شوہر کے درمیان ''پل'' کا کام انجام دے سکتی ہے اور اپنے شوہر کو والدین کے فرائض یاد دلا سکتی ہے۔

فضول خرچ شوہروں کو ان کی بیویاں موقع شناسی سے کام لے کر اور تھوڑی سمجھداری سے انہیں اپنے پیسے کی اہمیت کا احساس دلا سکتی ہیں۔ ایک صاحب جو اپنی پوری تنخواہ ۲۰ تاریخ تک ختم کر دیتے اور پھر اس کے بعد وہ اخراجات پورے کرنے کے لیے دوستوں سے قرض لے کر گزارا کرتے تھے' لیکن شادی کرنے کے بعد ان کی زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ بیوی نے شوہر کی تنخواہ کا حساب اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ذہانت سے بجٹ بنانے اور خرچ کرنے کے باعث انہوں نے اخراجات پورے کرنے کے علاوہ ہنگامی ضرورتوں کے لیے تھوڑی سی رقم پس انداز بھی کرنا شروع کر دی۔

بعض اوقات کوئی لڑکا شادی کے وقت کسی پروفیشنل ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہے' چنانچہ اپنی خوبصورت دلہن کی زلف کا اسیر ہو کر وہ اپنی ساری پڑھائی بھلا بیٹھتا ہے۔ یہ صورتحال بھی خطرے سے پُر ہے۔ صرف ذہین دلہن ہی سمجھداری سے کام لیتے ہوئے اپنے

شوہر کو پڑھائی کی طرف راغب کر سکتی ہے۔ وہ اپنی کوشش سے اس بات کو یقینی بنائے کہ پڑھائی پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے شوہر کو خاموش ماحول میسر آئے' اور وہ اپنے شوہر کو ہلکی لیکن غذائیت سے پُر خوراک بھی دے۔ اس طرح شوہر کی کامیابی کے انعام سے بیوی بھی نوازی جائے گی۔ ظاہر ہے اچھے نتائج حاصل کرنے کے بعد جب وہ اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگا تو بیوی کو بھی راحت اور خوشیاں میسر آئیں گی۔

یہ ایک صرف پہلو ہے جس میں ہم صرف عورت کو ہر چیز کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ کیا ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ کسی بھی غلطی یا کوتاہی میں تنہا لڑکی ہی ذمہ دار نہیں ہوتی؟ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر ایک نئے ماحول' نئے لوگوں کے بیچ ایک نئے ہم سفر کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ ایسے میں اگر اسے پیار کرنے والا شوہر مل جائے جو اس کا ہر ممکن خیال رکھتا ہو' اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہو' اور اس کی ہر بات پوری کرتا ہو اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کے تئیں اپنی دوسری ذمہ داریوں سے خود ہی منہ موڑ لیتا ہو تو اس میں کس کی غلطی ہے؟ کیا اس کی ذمہ دار صرف لڑکی ہے جس نے ابھی پوری طرح سے گھر کے ماحول کو نہ سمجھا اور نہ ہی افراد خانہ کے مزاج کو ہی سمجھ پائی ہو۔ اس میں اگر اس کا شوہر اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہا ہے تو اس کا ذمہ دار صرف اور صرف اس عورت کو ہی کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر لڑکا یعنی شوہر اپنی بیوی سے پیار' محبت کا برتاؤ کرتا ہے تو یہ اس کا فرض ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین اور اپنے افراد خانہ کی بھی ضرورتوں اور گھر کے تئیں ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو لڑکی پر یہ تہمت نہیں لگانی چاہیے کہ اس نے اپنے شوہر کو اس پر مجبور کیا ہے۔

اگر کسی کاروبار میں نقصان ہو جائے' گھر میں کسی بھی قسم کی مالی پریشانی ہو جائے یا خدانخواستہ کسی کی موت ہو جائے تو' ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ سماج ہونے کے باوجود اس کا الزام نئی نویلی دلہن کے سر ڈال دیا جاتا ہے۔

شادی کے بعد لڑکا والدین اور گھر کے افراد کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتتا ہے تو یقینی طور پر بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور قابلیت سے اسے اس طرح کی غفلت برتنے سے باز رکھے' لیکن اس کے باوجود اگر لڑکا اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نبھاتا تو اس کا الزام لڑکی پر لگانا سراسر غلط ہے۔ ہاں اگر لڑکی بھی اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتے تب میاں بیوی دونوں ہی اس کے ذمہ دار ہوں گے کیونکہ لڑکے کا نہ صرف یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرے بلکہ اپنے والدین اور گھر کے تمام افراد کی خوشحالی کا خیال رکھے اور سمجھدار وہی ہے جو نہ صرف بیوی سے پیار کرے بلکہ والدین اور تمام افراد خانہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے۔

﴿۱۸۵﴾ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے

قدرت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ انگنت صلاحیتوں اور احساسات کو یکجا کرتے ہوئے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا' ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ بجائے انسان کے حیوان یا کوئی چرند کی شکل دے دیتا۔ قدرت نے انسان کو ایک نہایت ہم خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے جسم کے ہر عضو کو توانا' کار آمد اور کامل بنایا ہے' ایسی بھی صورتیں ہیں کہ کسی مصلحت کی بناء پر قدرت نے انسان کو کسی عضو یا احساس سے جزوی یا کلی طور پر محروم کر دیا اور اس کو پیدائشی بدصورت یا بیمار یا پھر معذور بنا دیا یا بجائے کسی ممتاز و معزز قوم' قبیلے یا خاندان میں پیدا کیے جانے کے اس کے برعکس عمل کیا۔

درحقیقت معذور وہ ہے جو اپنے آپ کو لاچار و مجبور سمجھے یا کسی معقول یا حتیٰ کہ معمولی کام کی انجام دہی میں بھی اپنی معذوری کا عذر پیش کرتے ہوئے خود کو دوسروں کے رحم و کرم کے حوالے کر دے۔ قدرت کا ایک اٹل اصول و فطری مصلحت ہے کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی چھوٹی یا بڑی خامی میں مبتلا اور نقص سے دوچار ہے۔ ہم صرف ایک نامکمل شخص کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کوئی بھی یہ دعویٰ کبھی بھی نہیں کر سکتا کہ وہ ہر زاویہ سے ایک مکمل شخصیت ہے۔ زندگی کے اس طویل سفر میں کہیں نہ کہیں اس کا نقص و لاچاری ابھر کر آتی ہے۔ اس

لیے مایوس ہونے اور افسوس کرنے کے بجائے ہم کو اپنی خامیوں سے آگاہ ہونا اور ان کو قبول کرنا چاہیے۔

اس دنیا میں کوئی شخص یا چیز باوجود اپنے نقص اور خامی کے ناکارہ اور بے مصرف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان نقائص کو بہتر طور پر استعمال کرنے اور دنیا کو فیضیاب ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ انسان میں یہ خوشگوار احساس پیدا ہو کہ اس کی زندگی ان خامیوں کے باوجود اس کے لیے بلکہ دنیا اور اس کے خاندان کے لیے خوبصورت تحفہ ہے۔ یہ حقیقت صرف اور صرف محسوس کرنے، جاننے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دنیا میں بے شمار مثالیں ایسی ہیں کہ بالکل معذور انسانوں نے جو پیدائشی طور پر یا پیدائش کے بعد کسی مہلک بیماری یا کسی حادثہ کے باعث کسی عضو کی خرابی یا خامی اور صلاحیت سے جزوی یا مکمل طور پر محروم ہو چکے ہیں، اپنی معذوری کے باوجود زندگی کو دلیرانہ مقابلہ کیا، حالات سے نبرد آزما ہوئے اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے وقت کی نہایت ہی کامیاب اور مثالی شخصیت بن کر اُبھری اور دنیا ان کی تعظیم و تکریم کرنے پر مجبور ہوئی۔ رشک آتا ہے اور حیرت ہوتی ایسے لوگوں کے بڑے کارناموں پر جن کی توقع بھی ان سے نہیں کی جاسکتی، مگر وہ کام ان لوگوں نے کر دکھایا۔

﴿۱۸۶﴾ مشرقی اور مغربی تہذیب کا فرق

مشرق و مغرب کے تضاد اور مغرب کی برائیوں کے بارے میں ہم بہت سی باتیں کرتے ہیں اور مشرقی تہذیب کو سب سے بہتر اور اچھی تہذیب قرار دیتے ہیں۔ کیا مغربی تہذیب کو برا کہنے سے ہم اپنی تہذیب اور اپنے معاشرے کی برائیوں کو چھپا سکتے ہیں یا اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی مشرقی تہذیب اور اپنے معاشرے کی ہر ضرورت کو سچائی اور ہر رشتے کو پوری ایمان داری سے نبھا رہے ہیں؟ ان سب باتوں کا جواب ہمیں خود ہی تلاش کرنا ہوگا تب کہیں جا کر ہم اپنے آپ کو مشرقی تہذیب اور انسانی رشتوں کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے اور اسے پورا کرنے والا کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں اسی بات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک مفکر نے کہا تھا: ''مشرق، مشرق ہے اور مغرب، مغرب اور یہ دونوں کبھی باہم نہیں مل سکتے۔ ہر آدمی کی ہر بات درست نہیں ہوتی، لیکن یہ بات ضرور درست مانی جاسکتی ہے کہ واقعی مشرق کی کچھ باتیں مغرب کی کچھ باتوں سے قطعی مختلف ہیں۔ کچھ خوبیاں ہماری مشرقی روایات اور اقتدار میں پائی جاتی ہیں۔ کچھ اچھائیاں مغرب کے اصول پسند معاشرے کا لازمی اور بہترین حصہ ہیں۔ مشرق اپنی اخلاقی قدروں اور روحانی پاکیزگی کے حوالے سے مغرب سے کہیں بلند ہے اور طریقہ ہائے زندگی کو درست طور پر چلانے میں مغرب ہم سے کہیں بہتر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انگریز برصغیر سے جاتے ہوئے تین چیزیں لے کر گئے: خوفِ خدا، قانون کا احترام اور وقت کی پابندی۔ اگر ہم اپنے معمولاتِ زندگی پر نظر ڈالیں تو واقعی ہمارا دامن ان چیزوں سے خالی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مغرب نے والدین کا احترام، بزرگوں کی عزت، رشتے ناتوں کی اہمیت اور گھر گرہستی جیسی انمول چیزوں کو کھو دیا ہے، اس لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مشرق بہرحال مشرق ہے۔ لیکن صرف چند اچھی باتوں پر فخر کرنے سے ہم اپنی خامیوں کی پردہ پوشی نہیں کر سکتے۔

یہ بات ہمارے ذہنوں میں رہے کہ معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے۔ انسان کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنی زندگی بہتر اور محفوظ طریقے سے بسر کرنے کے لیے گروہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا خاندان قبیلہ، قوم اور ملک اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

انسان بلاشبہ ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اس لیے اسے اپنے دل کا حال سننے، سنانے والا کوئی ہمدم، کوئی ساتھی درکار رہتا ہے۔ تارک

الدنیا ہو جانے سے' دنیا کو تیاگ دینے سے انسان کو بھی سکون میسر نہیں آتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو رشتے نبھانے' گھر بنانے' خاندان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تلقین کی کہ انسان ایک دوسرے کے دکھ درد کو بانٹ سکے' ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہو سکے' مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کر سکے اور جب خود کسی پریشانی کا شکار ہو تو اسے چار لوگ حوصلہ دینے والے موجود ہوں۔ لیکن ذرا اپنے معاشرے کے مجموعی حالات پر نظر ڈالیے تو معاشرے کی حالت کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔ ایسے ہی حالات پر مرزا غالب کا یہ شعر صحیح ثابت ہوتا ہے:

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو	ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ

اور معاشرے کی حالت راز کو دیکھتے ہوئے فیض کو اپنا درد ان لفظوں میں بیان کرنا پڑا:

زندگی کیا مفلس کی قبا ہے جس میں	ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

یہ کیفیت ہر اس دردمند اور حساس شخص کے دل پر طاری ہوتی ہے جو انسان کو انسان سے محبت کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ جب وہ انسان کو محض اولادِ آدم نہیں بلکہ شرف انسانیت سے بھی ہمکنار دیکھنا پسند کرتا ہے' مگر کیا ہمارا معاشرہ جس میں بے شمار خوبیاں ہیں واقعی اتنا ہی قابل ہے جتنا ہم کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ ہم گھر اور گرہستی یعنی چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی بات کرتے ہیں' لیکن یہ ہمارا ہی معاشرہ ہے جہاں عورت اگر اکیلی ہو تو خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہے اور اپنے حقیقی رشتوں کے ساتھ ہو تب بھی استحصال کا شکار ہوتی ہے۔

سچ یقیناً کڑوا ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں خواتین اپنے حقیقی رشتوں کے ہاتھوں زیادہ ذلیل و خوار ہوتی ہیں۔ اگر وہ بیٹی ہے تو باپ کی عزت پر قربان ہو رہی ہے۔ ماں ہے تو بیٹے کی محبت پر مر رہی ہے' بہن ہے تو بھائی کی غیرت کے بوجھ تلے پس رہی ہے اور بیوی شوہر کی زیادتی کا شکار ہے۔ غرض وہ ساس ہے یا بہو' نند ہے یا بھاوج' دیورانی ہے یا جٹھانی' جہاں جہاں مرد اس کے ساتھ ہے وہ اپنی جیسی دوسری عورت کا استحصال کر رہی ہے۔ کیونکہ کمزور کی حکومت کمزور ہی پر ہوتی ہے۔ مرد پر وہ حاکم نہیں ہو سکتی' اس لیے اپنی جیسی عورت کو محکوم بنا کر خوش ہوتی ہے۔

ایک طرف تو ہم اپنے بزرگوں کا خیال رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف پبلک ٹرانسپورٹ میں کھڑے ہو کر سفر کرنے والے بزرگوں پر نظر ڈالیے۔ بینکوں کی قطار میں' ٹیلی فون اور بجلی وغیرہ کے بل جمع کرنے کی قطار میں' سودا سلف لانے لے جانے والے' بوجھ اٹھانے والے اپنی جسمانی طاقت سے زیادہ مشکل کام کرنے والے' اسپتالوں میں کھڑے ہوئے بے بس و لاچار بزرگوں کو دیکھئے! کیا ہم میں سے زیادہ تر لوگ ایسے ہیں یا چند لوگ ایسے ہیں جو ان بزرگوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں؟ سوچنے اور کرنے کے لیے ہمارے پاس بے شمار باتیں اور بہت سے کام ہیں' بس صاحب دل ہونا چاہیے۔ ہمارے یہاں ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد' صرف آپ کے ذہن پر دستک دینا ہے۔ یہ سب طے شدہ باتیں ہیں لیکن مجموعی طور پر جو نظر آتا ہے اسے دیکھ کر اس پر غور کر کے اگر اپنی خامیوں کو دور کر لیا جائے تو مشرق یقیناً اپنی خوبیوں کے ساتھ مغرب سے زیادہ بہتر معاشرہ بن سکتا ہے' کیونکہ زندگی ٹیکنالوجی کے ساتھ نہیں انسانوں کے ساتھ بسر کی جاتی ہے۔

﴿۱۸۷﴾ فجر کی نماز پڑھ کر بلا عذر سو جانا منع ہے

صبح کی نماز پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک بغیر کسی وجہ سے سونا درست نہیں ہے۔ یہ عبادت اور ذکر الٰہی کا وقت ہے۔ تمام چیزیں اپنی اپنی زبان میں خدا کی حمد و ثناء اور تسبیح میں مصروف ہوتی ہیں۔ انسان کو ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ صبح کو سونے سے آدمی کی روزی سلب ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں نَوْمُ الصُّبحِ یَمْنَعُ الرِّزْقَ ''صبح کا سونا روزی سے محروم کر دیتا ہے۔'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

روایت کرتی ہیں کہ میں صبح کو سوئی ہوئی تھی' رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے پاؤں سے مجھے ہلا کر فرمایا: اے میری پیاری بچی کھڑی ہو جا۔ پروردگار کی روزی کے پاس حاضر ہو۔ غافلین میں سے مت ہو۔ اللہ تعالیٰ صبح صادق اور آفتاب نکلنے کے درمیان لوگوں کی روزیاں تقسیم کرتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے آفتاب نکلنے سے پہلے سونے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا صبح کی نماز کے بعد ذکرِ الٰہی' تلاوت قرآن مجید اور وظائف میں مشغول رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نیک عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) (احمد جلد اص ۳۷ 'الکامل جلد اص ۳۲۱)

☆..................☆☆☆..................☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

حصہ ہشتم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ مبلغ اعظم

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

مکتبہ عائشہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وعمر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لٹل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

شمع بُک ایجنسی اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

ملت پبلی کیشنز اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی

دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی

کتابستان شاہی بازار بہاول پور

اقبال بُک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی

مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

داراخلاص محلہ جنگی، پشاور

ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ملتان

مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ حقانیہ ملتان

مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (ہشتم)

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی **سعید احمد صاحب** پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

''بکھرے موتی'' میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگارنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجدہم کا کشکول ہے جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کئے ہیں۔ ایک حسین دسترخوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لیے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو گونہ عملیات کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

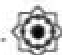
نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب کو چار چاند لگائے ہیں۔ اس لیے امید ہے کہ یہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور امت کو اس سے فیض یاب فرمائے۔ والسلام۔

کتبہ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند





تعارف و تبصرہ

از..... حضرت مولانا **شمس الحق** صاحب ندوی زید مجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب و واعظ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب ﷫ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دعا بھی طویل فرماتے تھے مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گذارتے ہیں، مولانا حضرت مفکر اسلام کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں، بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی ۹؍ذی الحجہ کو عشق سرمستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے یہ ایک دور افتادہ کی دعا ہے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات و حکایات اور نصائح وحِکَم کو بیان کرتے ہیں، اور سامعین کے دلوں کو گرماتے اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاویٰ کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں، جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت و دلکش ہار ہے، جو پڑھنے والوں کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے، خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد ممبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دعا پر ہوتا ہے، لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع ومناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے ہیں، جو اَب کتابی شکل میں آگئے ہیں، ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے، زبان و بیان آسان ورواں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے، کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

(تعمیر حیات، ۲۵؍جنوری ۲۰۰۵ء، ص:۲۶)

تقریظ

مولانا مفتی **محمد امین** صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ؛ اَمَّا بَعْدُ:

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری؛ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحب زادے ہیں، موصوف نے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں مظاہر علوم سہارن پور سے علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کی، طالب علمی کے زمانہ سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔ علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک عرصہ تک والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اوران کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زیدمجدہم اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زیدمجدہم جودلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ اوررمضان المبارک میں تراویح کے بعد ممبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے۔ ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔

دوسری طرف مولانا زیدمجدہم ان پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانہ سے اب تک منتخب ومحفوظ فرمارہے ہیں ''بکھرے موتی'' کے نام سے شائع فرماکر پوری امت مسلمہ کو فیض پہنچارہے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے، جوخوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کئے بغیر دم نہیں لیتا۔

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری زیدمجدہم نے اس کتاب میں بڑی قیمتی اورانمول باتیں کسی ترتیب کالحاظ کئے بغیر جمع کردی ہیں، اس لیے اس کانام ''بکھرے موتی'' رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کوامت کے لیے رشد وہدایت کاذریعہ بنائے! اورموصوف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

رحمت بارگاہ رسالت

رحمت بارگاہ رسالت بھول جانے کے قابل نہیں ہے
کیسے کیسے عنایت ہوئی ہے یہ بتانے کے قابل نہیں ہے

تاب دیدار کی بھی نہیں ہے ضبط غم کا بھی یارا نہیں ہے
پاس آنے کے قابل نہیں ہے دور جانے کے قابل نہیں ہے

دولت دردِ دل دینے والے حوصلہ ضبطِ غم کا بھی دیدے
ناتواں ہے مریض مدینہ غم اُٹھانے کے قابل نہیں ہے

میں ہوں بندہ تو خالق میرا ہے مَیں بھی کیا میرا سجدہ بھی کیا
سر جھکانا فریضہ ہے ورنہ سر جھکانے کے قابل نہیں ہے

بارگاہ نبی میں پہنچ کر دیر تک ہم یہ سوچا کیے ہیں
سامنے کونسا منہ لے کے جائیں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

فرد عصیاں میں لکھے ہوئے تھے چند آنسو بھی یاد نبی کے
اور حکم ہوا روز محشر یہ جلانے کے قابل نہیں ہے

ہر نفس تیرے لطف وکرم کی ہے یہ محتاج دونوں جہاں میں
امت مصطفٰے میرے مولٰی آزمانے کے قابل نہیں ہے

دیکھ کر میری پتھرائی آنکھیں قافلے والے کہنے لگے ہیں
چھوڑ دو اس کو شہر نبی میں اب یہ جانے کے قابل نہیں ہے

اک نظر اے تمنائے ہر دل جانب یونسؔ دل شکستہ
سر جھکائے ہوئے آگیا ہے سر اُٹھانے کے قابل نہیں ہے

دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز ''اذان'' ہے

دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز اذان کی آواز ہے۔ رپورٹ کے مطابق انڈونیشیا کے مشرق میں واقع جزائر سے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر تک چلا جاتا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد یہ سلسلہ ساٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور ساٹرا کے قصبوں اور دیہاتوں میں اذانیں شروع ہونے سے پہلے ہی ملایا کی مسجد میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ایک گھنٹہ کے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں ابھی اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ سے سری لنکا تک فجر کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی تک پہنچتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضاء توحید اور رسالت کے اعلان سے گونج اُٹھتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ ہیں اس عرصہ میں فجر کی اذانیں پاکستان میں گونجتی رہتی ہیں۔ پاکستان میں یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں اذانیں سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق تک گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس وقت شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں شمالی امریکہ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے شروع ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارہ تک پہنچتی ہیں۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے پہلے مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے میں بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے اور مشرقی جزائر میں مغرب کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں بھی سیلز سے ساٹرا تک ہی پہنچتی ہیں کہ اتنے میں انڈونیشا کے مشرقی جزائر میں عشاء کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کرۂ ارض پر ایک بھی سکنڈ ایسا نہیں گزرتا ہوگا جب سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول کی رسالت کا اعلان نہ کرتے ہوں۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کا احترام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی ہشام۔ نے سلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیے تا کہ میں آپ کی خدمت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: ہشام! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ سے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ادب الٰہی کا تقاضہ ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے، تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر قریب آیا۔ اور کہنے لگا کہ حضرت! اب فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہشام بتاؤ میں تم سے کیا مانگوں، دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا کہنے لگا: حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ دنیا تو میں نے کبھی خالق و مالک سے نہیں مانگی، بھلا

تم سے کہاں مانگوں گا۔ یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا۔ سچ ہے، جن حضرات کو بارگاہ رب العزت میں فریاد پیش کرنے کے آداب آتے ہیں وہ دنیا والوں کے سامنے دست دراز نہیں کرتے۔

بعض مشائخ عظام سفر مدینہ کے لیے پیادہ پا اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ جب پوچھا گیا تو فرمایا: مفرور غلام اپنے آقا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل چل کر آتے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وفات آیا، بعض لوگوں نے سوچا کہ انہیں گنبدِ خضریٰ میں دفن کریں گے جب یہ بات ان کے کانوں میں پڑی تو منع کرتے ہوئے فرمایا: ''میرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہونا بڑی گستاخی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے۔ میری اوقات کیا ہے کہ میری قبر ان کے قریب ہو۔''

تلاوت قرآن کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب دو طرح کے ہیں۔ ایک آداب ظاہری اور دوسرے آداب باطنی۔ دونوں طرح کے آداب کی تفصیل درج ذیل ہے:

آداب ظاہری

- باوضو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھے اگر خوشبو لگا لے تو بہتر ہے۔
- تلاوت کرتے وقت لباس بھی پاکیزہ ہونا چاہئے۔
- ایسی جگہ نہ بیٹھے جہاں آنے جانے والوں کو تنگی ہو یا ان کی پشت ہونے کا امکان ہو۔
- قرآن مجید کو تکیہ، رحل یا اونچی جگہ پر رکھے۔
- تلاوت قرآن کا آغاز تعوذ اور تسمیہ سے کرے۔
- جب دوران تلاوت کوئی سورت آجائے، تو تعوذ پڑھنے کی ضرورت نہیں صرف تسمیہ پڑھا جائے۔
- جب آغاز تلاوت سورۂ توبہ سے ہو، تو تعوذ ضروری ہے اور تسمیہ میں اختیار ہے چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔
- جب دوران تلاوت سورۂ توبہ آجائے تو تعوذ اور تسمیہ دونوں کا پڑھنا ضروری نہیں۔
- جہاں مختلف لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں وہاں زیر لب پڑھنا بہتر ہے۔
- اگر تنہائی نصیب ہو تو اونچی آواز سے تلاوت کر سکتا ہے، اگر کسی کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے۔
- اونچی آواز سے تلاوت کرتے ہوئے اپنے کان یا رخسار پر ہاتھ نہ رکھے، کیونکہ یہ گانے والوں کا طریقہ ہے۔
- قرآن مجید کو تجوید کے اصولوں کے مطابق عمدہ اور صحیح مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھے۔
- جتنا ممکن ہو قرآن مجید کو ترتیل سے (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھے۔
- رموز و اوقاف کا خیال رکھ کر تلاوت کرے۔
- اپنی بساط کے مطابق خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرے تاہم راگ اور گانے کی طرز لگانا بے ادبی ہے۔
- آیات رحمت پر رحمت کی دعا کرے جبکہ آیات وعید پر مغفرت کی دعا کرے۔
- دوران تلاوت اِدھر اُدھر دیکھنا بے ادبی میں داخل ہے۔
- تلاوت کرتے وقت اپنے پاؤں پر ہاتھ نہ رکھے اور نہ اِدھر اُدھر کی چیزوں کے ساتھ کھیلے۔ اگر ورق الٹنا پڑے تو انگلی پر تھوک زبان سے نہ لگائے کہ یہ بے ادبی ہے۔

- دوران تلاوت ناک میں انگلی ڈالنا ادب کے خلاف ہے۔
- دوران تلاوت کسی سے بات نہ کرے۔ اگر ضروری ہو، تو آیت مکمل کر کے بات کرے۔ اگر ممکن ہو تو رکوع مکمل کر کے کلام کرے۔ دوبارہ تلاوت کرنے سے پہلے تعوذ ضرور پڑھے۔
- دوران تلاوت آیات عذاب پر رونے کی کوشش کرے تو بہتر ہے۔
- آیات سجدہ پر سجدہ کرے اگر فوراً نہیں تو بعد میں پہلی فرصت میں سجدہ کرے۔ یہ ان آیات کا حق ہے۔
- جب طبیعت تلاوت کرتے کرتے تھک جائے تو رک جائے۔ تلاوت کے دوران طبیعت کا انشراح بہتر ہے۔
- قرآن مجید مکمل کرنے پر دعا کرنا سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ہے۔

آداب باطنی

قرآن مجید کی تلاوت کے باطنی آداب درج ذیل ہیں:

- کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو دل میں رکھے کہ جس کا کلام ہے۔
- دل کو وساوس اور خطرات سے پاک رکھے۔
- معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔
- جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے مثلاً اگر آیت عذاب زبان پر ہے تو دل لرز جائے۔
- اپنے کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا اللہ تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں۔ ہر مسلمان کو ان سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئے:

- بغیر وضو قرآن مجید کو چھونا۔
- کتب تفاسیر یا عام کتابوں میں مرقوم قرآنی آیات پر بغیر وضو ہاتھ لگانا۔
- نجس جگہ پر بیٹھے ہوئے زبانی یا ناظرہ قرآن مجید پڑھنا۔
- جب تلاوت کی آواز کانوں میں پڑ رہی ہو تو اس کو خاموشی سے نہ سننا۔
- قرآن مجید یاد کر کے بھول جانا۔
- قرآن مجید کے اوپر کوئی کتاب رکھنا خواہ حدیث یا فقہ ہی کی کیوں نہ ہو۔
- قرآن مجید کے اوپر اپنی عینک، قلم یا ٹوپی وغیرہ رکھنا۔
- قرآن مجید کی طرف پاؤں پھیلانا۔
- قرآن مجید نیچے ہونا اور خود قریب ہی اونچی جگہ بیٹھنا۔
- قرآن مجید ایسی جگہ پر رکھنا جہاں آنے جانے والوں کی پشت ہوتی ہو۔
- تلاوت کے دوران پاؤں کو ہاتھ لگانا یا ناک میں انگلی ڈالنا۔
- بغیر شرعی عذر کے لیٹ کر قرآن مجید پڑھنا، خواہ ناظرہ ہو یا زبانی۔
- قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت حقہ یا سگریٹ پینا یا منہ میں نسوار رکھے ہوئے تلاوت کرنا۔
- ناجائز کاروبار میں برکت کے لیے قرآن مجید پڑھنا یا پڑھوانا۔
- قرآنی حروف والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں جانا۔
- اخبارات میں قرآنی آیات کی اشاعت کرنا اور پھر انہیں عام کاغذوں کی طرح زمین پر پھینک دینا۔
- اخبار و رسائل وغیرہ جن میں آیات قرآنی ہوں ان کو دستر خوان وغیرہ کے لیے استعمال کرنا۔

۞ قرآن کریم کے نقوش والے کیلنڈر یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا۔
۞ مونوگرام یا گفٹ کی اشیاء وغیرہ پر آیات لکھنا کہ جس سے بے ادبی کا اندیشہ ہو۔
۞ قرآن مجید کی آیات کو مصوری اور خطاطی کے مختلف ڈیزائنوں میں اس طرح لکھنا کہ پڑھنے والے نہ سمجھ سکیں اور غلط پڑھیں سخت بے ادبی ہے۔ ۞ قرآن مجید کو میت کے ساتھ قبر میں رکھنا۔
۞ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو عام کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں پھینکنا (اگر ضرورت پیش آئے تو ایسے اوراق کو جمع کر کے نہر یا دریا کے پانی میں بہا دینا چاہئے۔)
۞ قرآنی آیات والا کاغذ کھلی حالت میں بیت الخلاء لے جانا (چاندی چمڑے وغیرہ میں بند ہو تو مستثنیٰ ہے۔)
۞ آیات قرآنی یا قرآن مجید کو حقیر سمجھتے ہوئے آگ میں ڈالنا۔ ۞ لہو ولعب کی مجالس کی ابتداء تلاوت قرآن سے کرنا۔
۞ جس نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور گمان کیا کہ کوئی شخص اس سے افضل چیز کا حامل ہے تو اس نے کلام اللہ کی توہین کی۔

والدین کے آداب کے ثمرات

بنی اسرائیل کا ایک یتیم بچہ ہر کام اپنی والدہ سے پوچھ کر ان کی مرضی کے مطابق کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک خوبصورت گائے پالی اور ہر وقت اس کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔ ایک مرتبہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس بچے کے سامنے آیا اور گائے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بچے نے قیمت پوچھی تو فرشتے نے بہت تھوڑی قیمت بتائی۔ جب بچے نے ماں کو اطلاع دی تو اس نے انکار کر دیا۔ فرشتہ ہر بار قیمت بڑھاتا رہا اور بچہ ہر بار اپنی ماں سے پوچھ کر جواب دیتا رہا۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو بچے نے محسوس کیا کہ میری والدہ گائے بیچنے پر راضی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس نے فرشتے کو صاف انکار کر دیا کہ گائے کسی قیمت پر نہیں بیچی جا سکتی۔ فرشتے نے کہا تم بڑے خوش بخت اور خوش نصیب ہو کہ ہر بات اپنی والدہ سے پوچھ کر کرتے ہو۔ عنقریب تمہارے پاس کچھ لوگ اس گائے کو خریدنے کیلیے آئیں گے تو تم اس گائے کی خوب قیمت لگانا۔

دوسری طرف بنی اسرائیل میں ایک آدمی کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور انہیں جس گائے کی قربانی کا حکم ملا وہ اسی بچے کی گائے تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لوگ جب اس بچے سے گائے خریدنے کے لیے آئے تو اس بچے نے کہا کہ اس گائے کی قیمت اس کے وزن کے برابر سونا ادا کرنے کے برابر ہے۔ بنی اسرئیل کے لوگوں نے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے گائے خرید لی۔ تفسیر عزیزی اور تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں لکھا ہے کہ اس بچے کو یہ دولت والدین کے ادب اور ان کی اطاعت کی وجہ سے ملی۔ تفسیر طبری میں بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت وادب کا کچھ صلہ اس دنیا میں بھی دیدیا جاتا ہے۔

ایک نوجوان اپنے والدین کا بڑا ادب کرتا تھا اور ہر وقت ان کی خدمت میں مشغول رہتا تھا۔ جب والدین کافی عمر رسیدہ ہو گئے تو اس کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ اپنی جائیداد کو والدین کی زندگی میں ہی تقسیم کر لیا جائے تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ جائیداد کو آپس میں تقسیم کر لیں اور اس کے بدلے مجھے اپنے والدین کی خدمت کا کام سپرد کر دیں۔ دوسرے بھائیوں نے برضا ورغبت یہ کام اس کے سپرد کر دیا۔ یہ نوجوان سارا دن محنت مزدوری کرتا پھر گھر آ کر بقیہ وقت اپنے والدین کی خدمت اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال میں گزارتا۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اس کے والدین نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ایک مرتبہ یہ نوجوان رات کو سو رہا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اسے کہہ رہا ہے، اے نوجوان! تم نے اپنے والدین کا ادب کیا، ان کو راضی و خوش رکھا، اس کے بدلے تمہیں انعام دیا جائے گا۔ جاؤ فلاں چٹان کے نیچے ایک دینار پڑا ہے وہ اٹھا لو۔ اس میں تمہارے لیے برکت رکھ دی گئی ہے۔ یہ نوجوان صبح کے وقت بیدار ہوا تو اس نے چٹان کے نیچے جا کر دیکھا تو اسے ایک دینار پڑا ہوا مل گیا۔ اس نے دینار اُٹھا لیا اور خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک مچھلی فروش کی دکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اس دینار کے بدلے میں ایک بڑی مچھلی خرید لی جائے تاکہ بیوی بچے آج اس کے کباب بنا کر کھائیں۔ چنانچہ اس نے دینار کے بدلے ایک بڑی مچھلی خرید لی۔ جب گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے مچھلی کو پکانے کے لیے کاٹنا شروع کیا۔ پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک قیمتی ہیرا نکلا۔ نوجوان اس ہیرے کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ جب بازار جا کر اس ہیرے کو بیچا تو اس کی اتنی قیمت ملی کہ اس کی ساری زندگی کا خرچہ پورا ہو گیا۔

والدین کا ادب اور نقوش اسلاف

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کا بہت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں۔ ایسے موقع پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب و احترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیتے پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتا دیتے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور ان کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہئے۔ اس ادب و احترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے۔

خلاصۂ کلام

اگرچہ والدین کا ادب و احترام عمر کے ہر حصے میں واجب ہے لیکن جب دونوں شباب کی بہاروں، رعنائیوں اور توانائیوں سے محروم ہو کر بڑھاپے کی زندگی گزار رہے ہوں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کا زیادہ خیال رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ اولاد کی ذرا سی بے رخی والدین کے لیے دل کا روگ بن جائے۔ جب والدین اولاد کے رحم و کرم کے محتاج ہوں تو حالات کے ان بے رحم تھپیڑوں میں اولاد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایسا کوئی قولی یا فعلی رویہ اختیار نہ کرے جس سے والدین کو ایذاء پہنچے۔ بلکہ اس وقت انسان اپنے بچپن کو یاد کرے کہ جب وہ اپنے والدین کی شفقت اور حسن سلوک کا اس سے زیادہ محتاج تھا۔ اپنے ننگے بدن کو ڈھانپ نہیں سکتا تھا، خود اپنی مرضی سے کروٹ نہیں بدل سکتا تھا، اپنی غذا کا بندوبست نہیں کر سکتا تھا، حتیٰ کہ اپنے بدن کے ساتھ لگی نجاست کو نہیں دھو سکتا تھا۔ اس بے بسی کے عالم میں باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا نے شجر سایہ دار کی مانند اسے اپنی محبت کی گھنی چھاؤں سے نوازا۔ یہ ماں ہی تو تھی جو بچے کو پہلے کھلاتی تھی پھر خود کھاتی تھی۔ جو بچے کو پہلے پلاتی تھی بعد میں خود پیتی تھی۔ جو بچے کو پہلے سلاتی تھی بعد میں خود سوتی تھی۔ جو اپنے سر کی ایک چادر کے ایک کونے سے بیٹے کے جوتوں کو صاف کرتی تھی۔ جو اپنے ہاتھوں سے بچے کے پاؤں میں جوتا پہناتی تھی۔ آج اس ماں کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آ پہنچا۔ پس اولاد کو چاہئے کہ والدین کا ادب و احترام کا خیال رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ.

''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ [مشکوٰۃ: ج۲،ص۴۱۹]

''رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے''۔

سچ تو یہ ہے کہ اولاد اپنے والدین کی جتنی خدمت کرے ان کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر ساری کائنات کی نعمتوں کا ایک لقمہ بنا بنا کر والدین کے منہ میں دیدے تو بھی والدہ کے سینے سے پیئے ہوئے دودھ کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ باپ بیٹے کی محبت میں کتنا فرق ہے؟ فرمایا: بیٹا بیمار ہو اور لاعلاج مرض میں گرفتار ہو جائے تو باپ اس کی درازعمری کی رو رو کر دعائیں کرتا ہے اس کے بس میں ہو تو اپنی بقیہ زندگی کے ایام اپنے بیٹے کو دے کر خود موت کو قبول کر لے، لیکن جب باپ بیمار ہو اور لاعلاج ہو جائے تو چند دن ہی میں بیٹا مایوس ہو کر دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ! میرے بوڑھے باپ کو اپنے پاس بلا لے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وفا کے بدلے اتنی جفا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کے ادب واحترام اور خدمت واطاعت کی توفیق عطا فرمادے۔

عزت اسے ملی جو گھر سے نکل گیا   وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا

طالب علم کو علم کا حریص ہونا چاہیے، اگر وطن میں مواقع میسر نہ ہوں تو سفر کرنے سے گھبرانا نہیں چاہیے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن کو علم سے سیری حاصل نہیں ہوتی یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علم کب تک حاصل کرنا چاہیے؟ فرمایا: جب تک زندگی ہے۔ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک حدیث کے لیے کئی دن اور کئی رات سفر کرتا تھا۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''اگر کوئی شخص ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لیے سفر کرے کہ علم کی ایک بات سنے تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''جو کوئی طلب علم کے سفر کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی عقل میں نقص ہے۔''

ابن ابی غسان کا مقولہ ہے: ''آدمی اس وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم ہے۔ جب طالب علمی کو خیرباد کہہ دے تو جاہل ہے۔''

ابواسامہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

﴿مَا رَأَیْتُ رَجُلاً اَطْلَبُ الْعِلْمِ فِی الْاٰفَاقِ مِنِ ابْنِ الْمُبَارَکِ﴾

میں نے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ ملک در ملک گھوم کر طلب علم کرنے والا نہیں دیکھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ طلب علم کے لیے نکلے، تو سات سال تک سفر ہی میں رہے۔ بحرین سے مصر پھر رملہ وہاں سے طرطوس کا سفر پیدل کیا۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ ابن المقری فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا۔ ان بزرگوں کے دل میں شوق علم کی ایسی بے تابی تھی جوان کو کسی شہر یا ملک میں قرار نہیں لینے دیتی تھی۔ ایک سمندر سے دوسرے سمندر اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم کا سفر تحصیل علم کے لیے کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی والدہ نے کسب معاش کے لیے بھیجا۔ یہ حصول رزق کے لیے مختلف کام کرتے رہے۔ والدہ کا مشورہ تھا کہ اگر کپڑے دھونے کا فن سیکھ لیں تو کچھ گزر اوقات کا بندوبست ہو جائے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہوئے، تو انہیں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے اصرار تھا کہ محنت مزدوری کر کے پیسہ کمائیں اور ان کا دل چاہتا تھا کہ علم حاصل کر کے عالم بنوں، انہوں نے سارا حال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کر دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاگرد رشید میں سعادت کے آثار دیکھے، تو فرمایا کہ آپ درس میں با قاعدگی سے آتے رہیں، ہم آپ کو کچھ ماہانہ وظیفہ دے دیا کریں گے، وہ آپ اپنی والدہ کو دے دیا کریں۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سارا مہینہ امام صاحب کی مجلس درس میں شریک رہتے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی گرہ سے کچھ وظیفہ کے طور پر پیسے دیدیتے جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کے سپرد کر دیتے، کافی عرصہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ایک دن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو پتہ چلا کہ بیٹا محنت مزدوری کے بجائے تحصیل علم میں مشغول ہے تو وہ برافروختہ ہوئیں۔ بیٹے کو سمجھایا کہ تمھارے والد فوت ہو گئے ہیں، گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں جو کما سکے۔ لہٰذا تم اگر کوئی کام کاج کرتے تو اچھا ہوتا۔ بہتر تھا کہ کوئی فن سیکھ لیتے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ماجرا امام صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ کسی وقت آ کر میری بات سنیں۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ والدہ نے امام صاحب کی خدمت میں وہی صورت حال پیش کی جو آپ پہلے سن چکے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کے بیٹے کو ایک فن سکھا رہا ہوں کہ جس سے یہ پستہ کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سمجھیں کہ شاید امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش طبعی فرما رہے ہیں تاہم خاموش ہو گئیں۔ کیونکہ گھر کا خرچ تو وظیفہ کی وجہ سے چل رہا تھا۔ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل علم سے فراغت حاصل کر لی اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام بن گئے، تو ان کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ حکومت وقت نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا، تو انہوں نے علمی مشغولیت کی وجہ سے معذرت کر دی۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ وہ یہ عہدہ قبول کر لیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقت کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بن گئے۔ پورے ملک میں ان کی قبولیت عام ہو گئی۔ حکومت وقت نے یہ ذمہ لیا کہ کام کے دوران کھانے کا بندوبست حکومت کی طرف سے ہو گا۔ ایک دفعہ خلیفۂ وقت ان کو ملنے کے لیے آیا اور اپنے ہمراہ پیالے میں فالودہ لایا۔ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا تو کہا، حضرت! یہ قبول فرمائیں، یہ وہ نعمت ہے جو ہمیں کبھی کبھی ملتی ہے مگر آپ کو روزانہ ملا کرے گی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا یہ پستہ کا بنا ہوا فالودہ ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوئے کہ استاذ مکرم کے منہ سے نکلی ہوئی بات مِن وعَن پوری ہو گئی۔

دستر خوان مناسب جگہ پر جھاڑا جائے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مولانا سید اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان ہوئے۔ کھانے سے فراغت پر مفتی صاحب نے دستر خوان سمیٹنا چاہا۔ مولانا اصغر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا کرنا چاہتے ہیں؟ بتایا کہ دستر خوان جھاڑ دوں۔ پوچھا: دستر خوان جھاڑنا آتا بھی ہے؟ مفتی صاحب حیران ہوئے کہ اس میں جاننے والی کون سی بات ہے۔ لہٰذا یوں پوچھا کہ آپ بتا دیجئے کیسے جھاڑتے ہیں؟ فرمایا: یہ بھی ایک فن ہے۔ پھر ہڈیوں کو، گوشت لگی بوٹیوں کو، روٹی کے ٹکڑوں کو اور چھوٹے ذرات کو الگ الگ کیا۔ پھر ہڈیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں کتے کھا سکیں۔ گوشت لگی بوٹیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں بلی کھا سکے۔ روٹی کے ٹکڑوں کو دیوار پر رکھ دیا تاکہ پرندے کھا

سکیں۔ چھوٹے چھوٹے ذرات کو ایسی جگہ ڈالا جہاں چیونٹیوں کا بل قریب تھا۔ پھر فرمایا: یہ اللہ کا رزق ہے اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے، تو ان کے کھانے میں پھل پیش کیے۔ فراغت پر اس عالم صاحب نے کہا: حضرت! پھلوں کے چھلکے میں باہر پھینک دیتا ہوں۔ پوچھا: پھینکنے آتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس میں آنے والی بات کیا ہے؟ فرمایا: میرے پڑوس میں غرباء رہتے ہیں۔ اگر سب چھلکے ایک جگہ پھینک دیے، تو انہیں دیکھ کر حسرت ہوگی۔ پس تھوڑے تھوڑے چھلکے اس طرح متعدد جگہوں پر پھینک دیئے کہ دیکھنے والوں کو احساس بھی نہ ہو۔

بعض لوگ روٹی کے بڑے ٹکڑے کوڑے کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سخت بے ادبی ہے۔ دیکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان ٹکڑوں کو اُٹھا کر اونچی جگہ رکھ دیں۔

ایک بزرگ اپنی سواری پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے اور چنے بھی کھا رہے تھے۔ ایک چنا ہاتھ سے گر گیا۔ انہوں نے سواری روکی اور نیچے اُتر کر چنا اُٹھا کر کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دی کہ اس بندے نے میرے رزق کا ادب کیا۔

آج کل مشروب پیتے ہوئے تھوڑا سا مشروب برتن میں بچا دینا فیشن بن گیا ہے۔ یہ تکبر کی علامت ہے اور رزق کی بے ادبی ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ کے لیے دودھ لایا گیا۔ اور تھوڑا سا بچا ہوا دودھ سرہانے رکھ دیا۔ اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو گلاس اپنی جگہ سے غائب پایا۔ خادم سے پوچھا کہ بچے ہوئے دودھ کا کیا معاملہ بنا؟ اس نے کہا: حضرت! ایک گھونٹ ہی تو تھا پھینک دیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی۔ خود ہی پی لیتے یا طوطے، بلی وغیرہ کو پلا دیتے تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ پھر ایک اصول سمجھایا کہ جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اُٹھاتا ہے اس کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل علی شاہ قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر سالکین کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب سالکین کے لیے دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا چن دیا گیا، تو حضرت نے فرمایا: فقیرو! یہ روٹی جو تمہارے سامنے رکھی ہے۔ اس کے گندم کے لیے کھیت میں باوضو ہل چلایا گیا، باوضو پانی دیا گیا، جب گندم کی فصل پک کر تیار ہوگئی تو اسے باوضو کاٹا گیا پھر گندم کو بھوسے سے باوضو جدا کیا گیا۔ اس گندم کو باوضو پیس کر آٹا بنایا گیا، پھر اس آٹے کو باوضو گوندھا گیا۔ اس کی روٹی باوضو بنائی گئی پھر باوضو آپ کے سامنے لا کر رکھی گئی۔ کاش! کہ آپ اسے باوضو کھا لیتے۔

عورتوں کے لیے مخصوص آداب

- راستہ میں چلتے ہوئے مردوں سے علیحدہ ہو کر چلیں۔
- راستوں کے درمیان نہ چلیں بلکہ کناروں پر چلیں۔ (ابوداؤد)
- بجنے والا زیور نہ پہنیں۔ (ابوداؤد)
- جو عورت شان (بڑائی) ظاہر کرنے کے لیے زیور پہنے گی تو اس کو عذاب ہوگا۔
- چاندی کے زیور سے کام چلانا بہتر ہے۔ (ابوداؤد)
- عورت کو اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتے رہنا چاہئے۔
- عورت کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو مگر زیادہ نہ پھیلے۔ (ابوداؤد)
- عورت ایسا باریک کپڑا نہ پہنے جس میں سے بدن نظر آئے۔ (ابوداؤد)
- اگر دوپٹہ باریک ہو تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگا لیں۔ (ابوداؤد)

✿ جو عورتیں مردوں کی شکل اختیار کریں ان پر لعنت ہے۔(بخاری)
✿ کوئی (نامحرم) مرد ہرگز کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔(بخاری)

عورت ایام حیض میں مقدس مقامات مثلاً مسجد میں نہیں جا سکتی۔ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتی تاہم وہ کسی چیز کو چھو لے تو وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ کھانا پکا سکتی ہے۔ شرع شریف کے مطابق مرد ایسی حالت میں عورت سے جماع کے علاوہ سب کام لے سکتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں اس حالت میں نبی کریم ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی، آپ ﷺ کے سر کو دھوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی چیز اُٹھا کر لانے کے لیے کہا۔ میں نے ناپاکی کا عذر کیا، تو فرمایا کہ ناپاکی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

• اللہ تعالیٰ کو صفائی ستھرائی پسند ہے۔ لہٰذا گھروں سے باہر جو جگہیں خالی پڑی ہیں ان کو صاف رکھو۔(ترمذی)
عورتیں گھر کے اندر صفائی خود رکھیں اور باہر بچوں سے صفائی کرا لیا کریں۔

متفرق آداب

① اکڑ اکڑ کر اتراتے ہوئے نہ چلیے۔
② کوئی مرد عورتوں کے درمیان نہ چلے۔(ابوداؤد)
③ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا (جاندار کی) تصویریں ہوں۔(بخاری)
④ جب کسی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اندر سے پوچھیں کون ہو، تو یہ نہ کہو کہ میں ہوں (بلکہ اپنا نام بتاؤ)۔(بخاری)
⑤ چھپ کر کسی کی باتیں نہ سنئے۔(بخاری)
⑥ جب کسی کو خط لکھو تو شروع میں اپنا نام لکھ دو۔(بخاری)
⑦ جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے اجازت لو پھر داخل ہو۔(بخاری)
⑧ تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔(بخاری)
⑨ اجازت لیتے وقت دروازہ کے سامنے کے بجائے دائیں یا بائیں جانب کھڑے رہو۔
⑩ اپنی والدہ کے پاس جانا ہو تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔(مالک)
⑪ کسی کی چیز مذاق میں لے کر نہ چل دو۔(ترمذی)
⑫ اسی طرح چھری، چاقو وغیرہ کا حکم ہے۔ اگر ایسا کرنا پڑے تو پھل اپنے ہاتھ میں رکھو اور دستہ ان کو پکڑاؤ۔(ترمذی)
⑬ زمانہ کو برا مت کہو کیونکہ اس کی اُلٹ پھیر اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔(مسلم)
⑭ ہوا کو برا مت کہو۔(ترمذی)
⑮ بخار کو بھی برا مت کہو۔(مسلم)
⑯ جب رات کا وقت ہو جائے تو بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کر دو کیونکہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ تسموں سے باندھ دو۔ برتنوں کو ڈھانپ دو۔

⑰ جب رات کو گلی کوچوں میں آمد و رفت بند ہو جائے تو ایسے وقت میں باہر کم نکلو۔ (شرح السنہ)
⑱ عام لوگوں کے سامنے انگڑائی اور ڈکار لینا تہذیب کے خلاف ہے۔
⑲ اگر پیٹ میں ہوا کا دباؤ ہو تو بیت الخلاء میں یا خلوت میں اس کو خارج کرنا چاہئے۔

دور حاضر میں امت مسلمہ کی حالت زار

آج امت مسلمہ داخلی انتشار و اندرونی خلفشار پیدا کرنے والے فکری بحران کا شکار ہے۔ گو کہ علم و دانش کی کوئی کمی نہیں مگر مفاد پرستی اور نفس پرستی نے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ علم تو پالیا مگر آداب علم سے غافل رہے۔ وسیلہ تو مل گیا مگر مقصد ہاتھ سے جاتا رہا۔ امر مباح و مندوب پر اختلافات نے امت سے بہت ساری چیزیں چھین لیں۔ مسلمانوں کو فن اختلاف میں تو مہارت حاصل ہوگئی مگر ”رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ کے اصول و آداب سے عملاً نا آشنا رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر میدان میں مسلمان اتنے زوال پذیر ہوئے کہ ہوا ہی اکھڑ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (الانفال:۴۶)

”اور آپس میں نہ جھگڑو پس تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی“۔

آج مسلمان مادی وسائل و اسباب کے اعتبار سے خود کفیل ہیں مگر افکار و نظریات کے لحاظ سے کمزور قوم بن چکے ہیں۔ اپنی اعلیٰ اقدار و روایات سے عملی طور پر دستبردار ہو کر پدرم سلطان بود کے زبانی دعووں سے اپنا دل بہلا رہے ہیں۔

چھ آدمی جن پر لعنت کی گئی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ (طرح کے) آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے:

① ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔
② اللہ کی تقدیر کا جھٹلانے والا۔
③ زبردستی تسلط اور غلبہ حاصل کرنے والا تاکہ اس شخص کو عزت دے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اور اس شخص کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔
④ اللہ کے حرم (میں قتل و قتال اور شکار وغیرہ) کو حلال سمجھنے والا۔
⑤ میری اولاد کے حق میں اس چیز کو حلال جاننے والا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا۔
⑥ میری سنت کو ترک کرنے والا۔

مومنین اور مشرکین کی اولاد کا انجام

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان (دونوں کمسن) بچوں کے بارے میں جو (ان کے پہلے شوہر سے تھے) زمانۂ جاہلیت میں مرگئے تھے، پوچھا (کہ ان کا کیا انجام ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ دونوں (دوزخ کی) آگ میں ہیں۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کچھ ملول اور رنجیدہ سی ہوگئیں

اور) آنحضرت ﷺ نے ان کے چہرہ پر رنجیدگی اور ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے تو ارشاد فرمایا: ''اگر تم اپنے بچوں کا حال ٹھکانہ دیکھ لو (کہ وہ کیسی ذلت اور رحمت الٰہی سے کتنے دور ہیں) تو خود تم ان سے نفرت کرنے لگو گی۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بولیں: ''یارسول اللہ! اور میرے ان (کمسن) بچوں کا (کیا انجام ہے) جو آپ سے ہوئے تھے یعنی قاسم اور عبداللہ؟ حضور نے فرمایا وہ جنت میں ہیں۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل ایمان اور ان کی اولاد کا ٹھکانہ جنت ہے اور اہل کفر وشرک اور ان کی اولاد کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (اس بات کی دلیل میں) یہ آیت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ تلاوت فرمائی۔ (احمد)

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو ہدیہ دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا (یعنی فرشتہ کو ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا) پس ان کی پشت سے وہ تمام جانیں باہر نکل آئیں جن کو اللہ تعالیٰ ان (آدم علیہ السلام) کی نسل سے قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نورانی چمک رکھی، اس کے بعد ان تمام جانوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا پروردگار یہ سب کون ہیں؟ پروردگار نے ارشاد فرمایا، یہ سب تمہاری اولاد ہیں (جن کو پشت بہ پشت قیامت تک پیدا ہونا ہے) حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو جو دیکھا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک ان کو بہت بھلی لگی۔ انہوں نے پوچھا، ''اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟'' پروردگار نے ارشاد فرمایا، یہ داؤد (علیہ السلام) ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا، میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ پروردگار نے ارشاد فرمایا، ساٹھ برس! حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، میرے پروردگار! میری عمر سے چالیس سال لیکر اس کی عمر میں اضافہ کر دیجئے۔ (ترمذی)

نوٹ: اس سلسلہ میں اس سے طویل اور اہم حدیث صفحہ نمبر ۶۵ پر ہے اسے ضرور پڑھیں۔

خدایا اپنی داہنی مٹھی والا ہم کو بنادے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب پیدا کیا تو ان کے دائیں مونڈھے پر (دست قدرت سے یا فرشتہ کے ہاتھ کے ذریعہ) تھپکی لگائی اور ان کی اولاد باہر نکالی جو سفید چمکدار تھیں پھر بائیں مونڈھے پر تھپکی لگائی اور ان کی مزید اولاد باہر نکالی وہ ایسی معلوم پڑتی تھیں جیسے وہ کوئلہ ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے (آدم علیہ السلام کی) اس اولاد کے بارے میں جو ان کے دائیں مونڈھے کی (طرف سے نکلی) تھیں، ارشاد فرمایا کہ یہ جنت میں جانے والی مخلوق ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔ پھر (آدم علیہ السلام کی) اس اولاد کے بارے میں، جو ان کے بائیں مونڈھے کی (طرف سے نکلی) تھیں، ارشاد فرمایا کہ یہ آگ میں جانے والی مخلوق ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔'' (احمد)

حضرت ابو نضرہ (تابعی) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی جن کو ابو عبداللہ کہا جاتا تھا۔ جب (بیمار ہوئے) ان کے احباب عیادت کے لیے ان کے پاس پہنچے تو (دیکھا کہ) وہ (اللہ کے خوف اور آخرت کی باز پرس کے ڈر سے) رو رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا، کاہے کو روتے ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنے لب کے بال خوب پست کرو اور اس پر قائم رہو یہاں تک تم مجھ سے آملو۔ ابو عبداللہ نے کہا ہاں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے، ''کہ اللہ بزرگ

وبرتر نے (اپنی مخلوق میں سے) ایک حصہ کو اپنے داہنے ہاتھ کی مٹھی میں لیا اور دوسرے حصہ کو دوسرے ہاتھ میں لیا، پھر فرمایا، یہ (دائیں مٹھی) جنت میں جانے کے لیے ہیں اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور یہ (بائیں مٹھی) دوزخ میں جانے کے لیے ہیں اور مجھے اسکی پرواہ نہیں۔'' (پھر ابو عبداللہ نے کہا) مجھے معلوم نہیں کہ میں ان دونوں مٹھیوں میں سے کس میں ہوں۔؟ (احمد)

انسان کی خصلت و جبلت اٹل ہوتی ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم (چند صحابہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ہماری باتوں کو سن کر) ارشاد فرمایا ''اگر تم سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گیا ہے تو اس کو (چاہے) سچ مان لینا، لیکن اگر تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خصلت و جبلت بدل گئی ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا، کیوں کہ جو شخص جس خصلت و جبلت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے وہ اسی کا ہو کر رہے گا۔'' (احمد)

جنت میں داخل ہونے کے تین آسان نبوی نسخے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے پاک (رزق) کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے محفوظ رہے وہ جنت میں جائے گا''۔

(یہ سن کر) ایک صاحب نے کہا یارسول اللہ: آج کل تو یہ بات بہت لوگوں میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اور میرے بعد کے زمانوں میں بھی اس طرح کے لوگ ہوں گے۔'' (ترمذی)

جھگڑالو آدمی گمراہ ہو جاتا ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی قوم راہ ہدایت پر گامزن ہونے کے بعد، اسی وقت گمراہی کا شکار ہوئی جب اس کو جھگڑنے کی عادت ہوگئی۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

''وہ (کفار) اس بات کو آپ کے سامنے صرف جھگڑنے کے لیے بیان کرتے ہیں بلکہ (درحقیقت) وہ قوم جھگڑالو ہے۔''

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک بدعت کی ایجاد سے ایک سنت اُٹھالی جاتی ہے پھر وہ قیامت تک واپس نہیں آتی

حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی قوم و جماعت کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے، تو اس جیسی کوئی سنت اُٹھالی جاتی ہے۔ بس سنت کو مضبوطی سے پکڑنا، بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔'' (احمد)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم و جماعت اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی سنت ان سے چھین لیتا ہے اور پھر وہ سنت قیامت تک ان کے پاس لوٹ کر نہیں آسکتی۔ (دارمی)

دعوت کے بارے میں یہ مضمون عجیب ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے (ہم صحابہ کو مخاطب کر کے) ارشاد فرمایا: ''دیکھو!

لوگ تمہارے تابع ہیں (یعنی میرے بعد لوگ تمہاری پیروی کریں گے، تمہارے طریقے پر چلیں گے) اور اطراف عالم سے کتنے ہی لوگ دین کا علم وفہم حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، پس جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کرنا، اوران کو دینی علم کی تعلیم دینا۔'' (ترمذی)

دل سے علم کیسے نکل جاتا ہے؟

حضرت سفیان (تابعی) سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (مشہور تابعی عالم اور تورات وغیرہ کے علوم پر گہری نظر رکھنے والے) حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک ارباب علم کون ہیں؟ حضرت کعب نے جواب دیا، وہ لوگ جوان باتوں پر عمل کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہیں (یعنی عالم باعمل ہی کو ارباب علم میں شمار کیا جاسکتا ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اچھا وہ کون سی چیز ہے جو علماء کے دلوں سے علم (کی برکت وہیبت اور علم کے نور) کو نکال دیتی ہے؟ حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا، طمع (اور لالچ)۔ (دارمی)

قیامت کے دن سب سے بدترین شخص کون ہوگا؟

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے بدترین شخص وہ عالم ہے، جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔'' (دارمی)

گناہ گار ذمہ دار کے فیصلے اسلام کو ڈھادیتے ہیں

حضرت زیاد بن حدیر رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں: کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا، جانتے ہو کیا چیز اسلام (کی عمارت) کو ڈھادیتی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا: ''عالم کا پھسلنا (یعنی اس کا خطا اور گناہ میں مبتلا ہوجانا) منافق کا کتاب اللہ کے ذریعہ جھگڑا کرنا اور گمراہ قائدین کا احکام صادر کرنا، اسلام کو ڈھادیتا ہے۔'' (دارمی)

جنت میں بہت بہت محل بنانے کا نبوی نسخہ

حضرت سعید بن مسیّب بطریق ارسال نقل کرتے ہیں: کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سورۂ قل ھو اللّٰہ احد دس (۱۰) بار پڑھے، اس کے لیے اسکی وجہ سے جنت میں ایک محل بنایا جاتا ہے اور جو شخص اس کو بیس (۲۰) مرتبہ پڑھے، اس کے لیے اس کی وجہ سے دو محل بنائے جاتے ہیں اور جو شخص اس کو تیس (۳۰) مرتبہ پڑھے، اس کے لیے جنت میں تین محل بنائے جاتے ہیں۔ لسان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے'' خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول پھر ہم (جنت میں) اپنے بہت زیادہ محل بنالیں گے'' (یعنی جب اس سورت کو پڑھنے کی یہ برکت ہے اور اس کا یہ ثواب ہے تو ہم اس سورت کو پڑھیں گے تاکہ اس کی وجہ سے جنت میں ہمارے لیے بہت زیادہ محل بنیں۔) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ فراخ ہے۔'' (یعنی اس سورت کی فضیلت اور اس کا ثواب بہت عظیم اور بہت وسیع ہے لہٰذا اس بشارت پر تعجب نہ کرو بلکہ اس کے حصول کی کوشش کرو۔) (دارمی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام عرش پر لیا گیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم

دیا ہے، کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔'' حضرت ابی نے عرض کیا۔''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا، ''تمام جہانوں کے پروردگار کے یہاں میرا ذکر کیا گیا؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' یہ سنتے ہی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، کہ میں تمہارے سامنے ﴿لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ پڑھوں۔'' حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' (یہ سنتے ہی) حضرت اُبی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ (بخاری، مسلم)

آپس کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور رسول خدا ﷺ کو اس کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا تھا، چنانچہ میں اس شخص کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا اور آپ سے صورت حال بیان کی (کہ اس شخص کی قراءت آپ کی قراءت سے مختلف ہے) پھر میں نے محسوس کیا کہ (میرے جھگڑے اور اختلاف کی وجہ سے) آپ کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کے آثار نمایاں ہیں۔ بہرکیف آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں صحیح اور اچھا پڑھتے ہو۔ (دیکھو) آپس میں اختلاف نہ کرو کیونکہ وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ آپس کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ (بخاری)

دعا کے بعد منہ پر ہاتھ کیوں پھیرتے ہیں؟

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ راوی ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس وقت تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے اپنے ہاتھ کے اندرونی رُخ کے ذریعہ مانگو، اس سے اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رُخ کے ذریعہ نہ مانگو۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی رخ کے ذریعہ مانگو، اس سے اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رخ کے ذریعہ نہ مانگو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ، تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لو (تاکہ وہ برکت جو ہاتھوں پر اُترتی ہے منہ کو بھی پہنچ جائے۔)'' (ابوداؤد)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا پروردگار بہت حیا مند ہے (یعنی وہ حیا مندوں کا سا معاملہ کرتا ہے) اور بڑا سخی ہے، وہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ واپس کرے۔ جب اس کا بندہ اس کی طرف (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ جب دعا مانگتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے، تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے۔ (بیہقی)

اللہ سے بہت دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ کلام نہ کرو کیونکہ ذکر اللہ کے علاوہ کلام کی کثرت دل کی سختی کا باعث ہے اور یاد رکھو! آدمیوں میں اللہ سے بہت دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے۔'' (ترمذی)

اپنی زندگی میں اپنی جنت دیکھنے کا نبوی نسخہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ ارشاد فرماتے تھے۔ غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا، بھاگنے والوں کے بیچ لڑنے والے کے مانند ہے (یعنی اس شخص کے مانند ہے جو کارزار میں اپنے لشکر کے بھاگ کھڑے ہونے کے بعد تنہا کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ رہا ہے) نیز غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا، خشک درختوں کے بیچ میں سبز درخت کی مانند ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سرسبز وشاداب درخت کے مانند ہے۔

اور خدا کا ذکر کرنے والا، اندھیرے گھر میں چراغ کے مانند ہے، اور غافلوں میں خدا کا ذکر کرنے والے کو، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں جنت میں اس کی جگہ دکھا دیتا ہے۔ اور غافلوں میں خدا کو یاد کرنے والے کے لیے، ہر فصیح اور غیر فصیح (یعنی تمام انسانوں اور چوپایوں کی) گنتی کے بقدر گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (رزین)

قاتل اور مقتول کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو دیکھ کر ہنستا ہے (یعنی ان سے راضی ہوتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے) ان میں سے ایک تو وہ ہے، جو خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے (یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے (اور پھر وہ کفر سے تائب ہو کر ایمان لے آتا ہے) پھر خدا کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہو جاتا ہے (لہٰذا اس کو بھی جنت میں داخل کیا جاتا ہے)۔'' (بخاری ومسلم)

شہید کے لیے خصوصی انعام

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حق تعالیٰ کے یہاں شہید کے لیے چھ خصلتیں (یعنی چھ امتیازی انعامات) ہیں:

① اس کو اول وہلہ میں (یعنی خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی) بخش دیا جاتا ہے اور اس کو جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔
② وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔
③ وہ بڑی گھبراہٹ (یعنی آگ کے عذاب) سے مامون رہے گا۔
④ اس کے سر پر عظمت ووقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر وگرانمایہ ہوگا۔
⑤ اس کی زوجیت میں بڑی آنکھ والی بہتر (۷۲) حوریں دی جائیں گی۔
⑥ اور اس کے عزیز واقرباء میں سے ستر (۷۰) آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سوال وجواب کے انداز میں

حسناء بنت معاویہ (بن سلیم) فرماتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ (ایک دن) میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: ''جنت میں کون کون لوگ ہوں گے؟'' تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں نبی ہوں گے، شہید ہوں گے، جنت میں بچے ہوں گے اور جنت میں وہ بچے بھی ہوں گے جن کو جیتے جی گاڑ دیا گیا ہے۔'' (ابوداؤد)

ہاتھ کا بوسہ وغیرہ لینا کیسا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول خدا ﷺ نے ہمیں لشکر میں بھیجا (وہاں پہنچ کر ہمارے لشکر کے) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ہم مدینہ واپس آئے تو (مارے شرم وندامت کے) اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور ہم نے (اپنے دل میں) کہا یا رسول اللہ! ہم میدان چھوڑ کر بھاگ آنے والے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(نہیں) بلکہ تم دوبارہ حملہ کرنے والے لوگ ہو اور میں تمہاری جماعت ہوں۔'' (ترمذی)

اور ابو داؤد نے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ ''نہیں بلکہ تم دوبارہ حملہ کرنے والے لوگ ہو۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (جب ہم نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے کوئی جواب طلب کرنے یا سرزنش کرنے کے بجائے اس شفقت آمیز انداز میں ہماری ہمت بڑھائی، تو (فرط عقیدت ومحبت سے) ہم آپ کے قریب پہنچے اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا، پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں مسلمانوں کی جماعت ہوں۔''

مردے بھی زندوں کا کلام سنتے ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہمارے سامنے یہ بیان کیا، کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن (مکہ کے) کفارِ قریش کے چوبیس (مقتول) سرداروں کے بارے میں حکم دیا (کہ ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے) چنانچہ ان کی نعشوں کو بدر کے ایک ایسے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، جو ناپاک تھا اور ناپاک کرنے والا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ (جنگ میں) کسی قوم (یعنی دشمنوں) پر غلبہ پا لیتے تو میدان جنگ میں تین راتیں قیام فرماتے۔

چنانچہ (اسی عادت کے مطابق آپ جنگ جیت لینے کے بعد بدر کے میدان میں بھی تین راتیں قیام فرما رہے اور) جب تین دن گزر گئے تو آپ نے اپنی سواری کے اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کجاوہ باندھ دیا گیا اور آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے ہو لیے (جب اس کنوئیں پر پہنچے جس میں سرداران قریش کی نعشیں ڈالی گئیں تھیں تو) آپ اس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو گئے اور سرداروں کو ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں! کیا (اب) تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ بلاشبہ ہمیں تو وہ چیز حاصل ہو گئی جس کا ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا، کیا تم نے بھی وہ چیز پالی جس کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا؟ (یعنی ہم کو تو خدا کے وعدے کے مطابق فتح وکامیابی حاصل ہوگئی۔ کیا تم کو بھی عذاب ملا جس سے تمہارے پروردگار نے تمہیں ڈرایا تھا؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ایسے جسموں سے گفتگو کر رہے ہیں، جن میں روحیں نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، ان (جسموں) سے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اسکو زیادہ سننے والے نہیں ہو۔'' اور ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ ''تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن (تم جواب دینے پر قادر ہو اور) یہ جواب نہیں دے سکتے۔'' (بخاری، مسلم)

مال غنیمت میں خیانت کرنے کا وبال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ایک دن ہمارے سامنے خطبہ دیا اور (اس خطبہ کے دوران) مالِ

غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا: چنانچہ آپ نے اس کو بہت بڑا گناہ بتایا اور بڑی اہمیت کے ساتھ اس کو بیان کیا، پھر ارشاد فرمایا:

① ''(خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر بلبلاتے ہوئے اونٹ کو لادے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے (یعنی جو شخص مال غنیمت سے مثلاً: اونٹ کی خیانت کرے گا، وہ شخص میدان حشر میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہی اونٹ سوار ہوگا اور بلبلا رہا ہوگا) پھر مجھ سے یہ کہے: یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا (یعنی میں تمہیں اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں دلا سکتا) کیونکہ میں نے تمہیں (دنیا میں) شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔''

② (خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو لادے ہوئے (میدان حشر میں، آئے) پھر مجھ سے یہ کہے: ''یارسول اللہ ﷺ میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے (یعنی تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ مال غنیمت میں خیانت یا کسی چیز میں ناحق تصرف کرنا بہت بڑا گناہ ہے)''۔

③ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر ممیاتی ہوئی بکری لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے، اور پھر مجھ سے یہ کہے: ''یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔''

④ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر کسی چلاتے ہوئے آدمی کو (یعنی کسی غلام یا باندی کو، جو اس نے غنیمت کے قیدیوں میں سے خیانت کرکے لے لیا ہو) لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے، اور پھر مجھ سے کہے: ''یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔''

⑤ (خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر لہراتے ہوئے کپڑے رکھے ہوئے (میدان حشر میں) آئے، پھر مجھ سے کہے: ''یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔''

⑥ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر سونا چاندی لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے، پھر مجھ سے کہے، ''یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کو جواب میں یہ کہہ دوں، کہ (اب) میں تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔'' (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں ایک غلام ہدیہ کے طور پر پیش کیا، جس کا نام 'مدعم' تھا (ایک دن غالباً کسی میدان جنگ میں) وہ رسول خدا ﷺ کا کجاوہ اُتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیر آ کر لگا، جس سے وہ جاں بحق ہوگیا۔ لوگوں نے کہا: 'مدعم' کو جنت مبارک ہو (یعنی مدعم خوش قسمت رہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا اور جنت میں پہنچ گیا)۔

(یہ سن کر) رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! ایسا نہیں ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ چادر جس کو

مدعم نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل لے لیا تھا، آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے۔''

جب لوگوں نے (اس شدید وعید کو) سنا، تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے (واپس کرنے کے لیے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا: ''یہ آگ کا تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں۔'' (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام 'کرکرہ' تھا کسی غزوہ میں رسول خدا ﷺ (کی طرف سے سامان واسباب) کا نگران مقرر ہوا، جب اس کا انتقال ہوا تو رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ (کرکرہ) دوزخ میں ہے۔'' چنانچہ لوگوں نے (اس کے سامان کو) دیکھنا شروع کیا تو اس میں ایک کملی پائی گئی جو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لے لی تھی۔ (بخاری)

ابوجہل کی تلوار کس کو ملی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے جنگ بدر کے دن مجھ کو ابوجہل کی تلوار (میرے حصہ میں) زائد دی۔ اور ابوجہل کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کمزور تھے، پنڈلیاں کمزور تھیں مگر کام اللہ نے بڑا لیا۔ (از مؤلف)

دو درہم سے کم خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے نہیں پڑھائی

حضرت یزید بن خالد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص کا خیبر کے دن انتقال ہو گیا، صحابہ نے رسول خدا ﷺ سے اس کا ذکر کیا (یعنی آپ کو بتایا گیا کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو (میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا) یہ سن کر لوگوں کا رنگ بدل گیا، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ) تمہارے (اس) ساتھی نے اللہ کی راہ میں (یعنی مال غنیمت میں) خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔''
چنانچہ ہم نے اس کے اسباب کی تلاشی لی، تو اس میں ہمیں یہود (کی عورتوں) کے ہیروں میں سے کچھ ہیرے ملے، جو دو درہموں کے برابر بھی نہیں تھے (یعنی اسکی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی)۔ (مالک ابوداؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب مال کو جمع کروا کر تقسیم کرنے کا ارادہ فرماتے، تو حضرت بلال کو (اعلان کرنے کا) حکم دیتے۔ چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان اعلان کرتے اور (اس اعلان کو سنتے ہی) لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے، پھر آنحضرت ﷺ (پہلے) خمس یعنی پانچواں حصہ نکالتے اور اس کے بعد اس مال غنیمت کو لوگوں (یعنی مجاہدین) کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔

(ایک دفعہ ایسا ہوا کہ) ایک شخص (مال غنیمت میں سے خمس نکالنے اور اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کے) ایک دن بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک مہار لے کر آیا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! جو مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگا تھا اس میں مہار بھی تھی۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''بلال نے تین بار جو اعلان کیا تھا اس کو تم نے سنا تھا؟'' اس نے کہا ہاں میں نے سنا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''پھر اس کو (اسی وقت) لانے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا'' اس نے کوئی عذر بیان کیا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''بس (اب) یوں ہی رہو (اب اس کو اپنے ہی پاس رکھو اب تو) کل قیامت کے دن ہی اس کو لے کر آنا (اور خدا تعالیٰ کو اس تاخیر کا جواب دینا) میں (اب) اس کو تم سے ہرگز نہ لوں گا۔'' (ابوداؤد)

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب) سے اور شعیب اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان و اسباب جلا ڈالا اور اس کی پٹائی (بھی) کی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی (یعنی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) نے جہاد کا ارادہ کیا اور جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس عورت کو اپنے گھر لا کر اس سے صحبت کا ارادہ رکھتا ہو اور ابھی تک اس کو (اپنے گھر) نہ لایا ہو اور میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے گھر بنایا ہو، لیکن (ابھی تک) اس کی چھت نہ ڈال سکا ہو، نیز وہ شخص (بھی) میرے ساتھ نہ چلے جس نے گابھن بکریاں یا گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے جننے کا منتظر ہو۔'' (اس لیے کہ جہاد میں جائے گا تو اس کا دل بیوی اور مکان میں اور بچوں کے جننے میں اٹکا رہے گا)۔

اس کے بعد وہ نبی (اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ) جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور جب اس بستی کے قریب پہنچے جہاں وہ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نبی نے آفتاب کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''تو بھی چلنے پر مامور ہے اور میں بھی (اس بستی کو فتح کرنے پر مامور ہوں) اے اللہ! تو اس آفتاب کو ٹھہرا دے۔'' چنانچہ آفتاب ٹھہر گیا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان نبی کو فتح عطا فرمادی۔ پھر جب مال غنیمت جمع کیا گیا اور اس کو جلا ڈالنے کے لیے آگ آئی، تو اس آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا۔ (یہ دیکھ کر) ان نبی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''یقیناً تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت واقع ہوئی ہے۔ (یعنی تم میں سے کسی نے مال غنیمت کے اندر خیانت کی ہے جس کی وجہ سے یہ آگ اپنا کام نہیں کر رہی ہے) لہٰذا تم میں سے ہر قبیلہ میں سے ہر شخص مجھ سے بیعت ہو۔''

چنانچہ (جب بیعت شروع ہوئی تو) ایک شخص کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔ نبی علیہ السلام نے (اس شخص سے) فرمایا: ''خیانت، تمہارے قبیلہ کی طرف سے ہوئی ہے۔'' پھر اس قبیلہ کے لوگ سونے کا ایک سر لائے جو بیل کے سر کے مانند تھا اور اس کو رکھ دیا، اس کے بعد آگ آئی اور اس نے اس کو جلا دیا۔

اور ایک روایت میں راوی نے یہ عبارت بھی نقل کی ہے (کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا) ''کہ ہم سے پہلے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مالی طور پر) ضعیف و کمزور دیکھا تو مال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عدل وانصاف

حضرت مغیرہ بن مقسم فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم خلیفہ بنائے گئے، تو انہوں نے مروان کے بیٹوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا: ''رسول خدا ﷺ فدک (کی زمین و جائیداد) پر اپنا ذاتی حق رکھتے تھے۔ جس کے محاصل (آمدنی و پیداوار) کو آپ ﷺ (اپنے اہل و عیال اور فقراء و مساکین پر) خرچ کرتے تھے۔ اسی میں سے بنو ہاشم کے چھوٹے بچوں پر اور نادار مرد و عورت کی شادی میں خرچ کرتے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور غیر شادی شدہ عورتوں اور مردوں کی شادی کرتے تھے۔

(ایک مرتبہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے یہ درخواست کی تھی، کہ فدک (کی زمین وجائیداد) میرے نام کر دیجئے۔ لیکن آپ نے ان کی درخواست کو رد کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاملہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو ان کا معمول بھی وہی رہا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیات مبارکہ میں تھا (یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ معمول کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی فدک کے محاصل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور بنو ہاشم کے بچوں پر اور نادار مردوں وعورتوں کی شادی میں خرچ کرتے تھے۔) یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور (ان کے بعد) جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو اس سلسلہ میں ان کا بھی وہی عمل رہا جو ان دونوں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا رہا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

پھر مروان نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یا اپنی حکمرانی کے دور میں) اس (فدک) کو اپنی (اور اپنے وارثین کی) جاگیر قرار دے دیا۔ چنانچہ (اب) وہ جاگیر عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی ہوگئی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جس چیز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیٹی) فاطمہ کو نہیں دیا، اس کا مستحق میں نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میں تمہیں (اپنے اس فیصلہ کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اس کی اسی حیثیت پر واپس کر دیا جس پر وہ تھا اب پھر اسی طریقہ پر خرچ کیا جائے گا اور فدک کسی شخص کی ذاتی جاگیر نہیں بنے گا)۔'' (ابوداؤد)

یہودیوں کا سلام، انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے، اور عیسائیوں کا سلام، ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے، اور مسلمانوں کا سلام، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا ہے

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ (حضرت شعیب) سے اور شعیب اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے غیروں کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم نہ یہودیوں کی مشابہت اختیار کرو اور نہ عیسائیوں کی، یہودیوں کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور ان کے جسم میں روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی انہوں نے الحمدللہ کہا، اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق واجازت سے خدا تعالیٰ کی حمد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان (کی حمد) کے جواب میں فرمایا: یرحمك اللہ یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ پھر فرمایا: ''آدم! فرشتوں کی اس جماعت کے پاس جاؤ جو وہاں بیٹھی ہوئی ہے اور کہو السلام علیکم (چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ان فرشتوں کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا) فرشتوں نے (جواب میں) کہا: علیك السلام ورحمۃ اللہ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اپنے پروردگار کے پاس آئے (یعنی اس جگہ لوٹ کر واپس آئے جہاں پروردگار نے ان سے کلام کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: یہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا باہمی سلام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ بند تھے۔ ان دونوں ہاتھوں میں سے جس کو چاہو پسند کر لو، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے اپنے پروردگار کے داہنے ہاتھ کو پسند کر لیا اور میرے پروردگار کے دونوں ہاتھ داہنے با برکت ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھ کو کھولا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا: کہ اس میں آدم اور آدم کی اولاد کی صورتیں تھیں۔ انہوں نے پوچھا: پروردگار! یہ کون ہیں؟ پروردگار نے فرمایا: ''یہ تمہاری اولاد ہیں۔'' اور حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بھی دیکھا کہ ہر انسان کی عمر اس کی دونوں

آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے۔ پھر ان کی نظر ایک ایسے انسان پر پڑی جو سب سے زیادہ روشن تھا یا روشن ترین لوگوں میں سے تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے (اس انسان کو دیکھ کر) پوچھا: میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ پروردگار نے فرمایا: یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے اور میں نے اس کی عمر چالیس سال لکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: پروردگار! اس کی عمر کچھ اور بڑھا دیجیے۔ پروردگار نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جس کو میں اس کے حق کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔'' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: پروردگار! (اگر اس کی عمر لکھی جا چکی ہے تو) میں اپنی عمر کے ساٹھ سال اس کو دیتا ہوں۔ پروردگار نے فرمایا: ''تم جانو اور تمہارا کام جانے'' (یعنی اس معاملہ میں تم خود مختار رہو)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہے جب تک اللہ نے چاہا، پھر ان کو جنت سے (زمین پر) اُتارا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام برابر اپنی عمر کے سال گنتے تھے۔ (جب ان کی عمر نو سو چالیس سال کی ہوئی تو) موت کا فرشتہ (روح قبض کرنے کے لیے) ان کے پاس آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا: تم نے جلدی کی، میری عمر تو ایک ہزار سال مقرر کی گئی ہے۔ فرشتے نے کہا: (یہ صحیح ہے) لیکن آپ نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے دیئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اس لیے ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اس لیے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ترمذی)

اپنے ماتحتوں کی تربیت کی خاطر اجازت طلب نہ کرنے پر تنبیہ

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے (میرے ہاتھ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑیاں بھیجیں اور اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی کنارہ پر (جس کو معلیٰ کہتے ہیں) قیام پذیر تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور داخل ہونے سے پہلے) نہ میں نے سلام کیا، نہ اجازت مانگی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: واپس جاؤ (یعنی یہاں سے نکل کر دروازہ پر جاؤ) اور وہاں کھڑے ہو کر کہو السلام علیکم، کیا اندر آسکتا ہوں؟ (ترمذی، ابوداؤد)

لوگ کہتے ہیں: کہہ کر بات چلتی ہے مرد کی بری سواری ہے

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ سے یا حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ﴿زَعَمُوْا﴾ (لوگ کہتے ہیں) کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ (یہ لفظ) مرد کی بری سواری ہے۔ (کیونکہ 'لوگ کہتے ہیں' یہ بول اکثر و بیشتر انسان جھوٹی بات میں بیان کرتا ہے)۔ (ابوداؤد)

تقریر میں بے فائدہ مبالغہ آرائی کرنے والے کا نہ فرض قبول ہے نہ نفل قبول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص طرح طرح سے بات کرنے کا سلیقہ سیکھے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر قابو پالے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا نہ فرض۔'' (ابوداؤد)

زبان کی خوب حفاظت کریں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کو 'کافر' کہہ کر پکارے یا کسی کو 'خدا کا دشمن' کہے اور

وہ درحقیقت ایسا نہ ہو، تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ جاتا ہے (یعنی کہنے والا خود کافر یا خدا کا دشمن ہو جاتا ہے)۔'' (بخاری، مسلم)

آگ کی دوزبانوں سے بچیں

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں دورُخا ہوگا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔'' (دارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جو (فتنہ انگیزی کی خاطر) دومنہ رکھتا ہے، ایک جماعت کے پاس جاتا ہے تو کچھ کہتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس جاتا ہے تو کچھ اور کہتا ہے۔'' (بخاری، مسلم)

افسوس ہے تم پر! تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو، تو ان کے منہ میں خاک ڈال دو (یعنی ان کا منہ بند کردو اور تعریف کرنے سے روکو)۔'' (مسلم)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے ایک آدمی کی (مبالغہ آمیزی کے ساتھ تعریف کی اور جس کی وہ تعریف کر رہا تھا وہ وہاں موجود تھا) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے (تعریف کرنے والے سے) فرمایا: ''افسوس ہے تم پر تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔'' آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے (پھر فرمایا) ''اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف کرنا ضروری سمجھے، تو یوں کہے: میں فلاں شخص کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اور وہی اس کے اعمال کا حساب لینے والا ہے، اگر تعریف کرنے والا یہ گمان رکھتا ہے کہ اس نے جس شخص کی تعریف کی وہ واقعۃً ایسا ہی ہے اور اللہ پر (لازم کر کے) کسی کی تعریف نہ کرے (یعنی پورے وثوق کے ساتھ کسی کی تعریف نہ کرے ورنہ اللہ پر حکم کرنا لازم آئے گا)۔'' (بخاری و مسلم)

دو چیزیں جنت میں اور دو چیزیں دوزخ میں پہنچاتی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جانتے ہو لوگوں کو عام طور پر کون سی چیز جنت میں داخل کرتی ہے؟'' وہ تقویٰ (یعنی اللہ سے ڈرنا) اور اچھا خلق ہے اور جانتے ہو! لوگوں کو عام طور پر کون سی چیز دوزخ میں لے جاتی ہے؟ وہ دو کھلی چیزیں ہیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

افسوس ہے اس شخص پر! افسوس ہے اس شخص پر!

بہز بن حکیم اپنے والد (حکیم بن معاویہ) سے اور حکیم، بہز کے دادا (حضرت معاویہ بن حیدہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''افسوس ہے اس شخص پر جو بات کرے تو جھوٹ بولے تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہنسائے، افسوس ہے اس شخص پر! افسوس ہے اس شخص پر!۔'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''بیشک بندہ ایک بات کہتا ہے اور صرف اس لیے کہتا ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، تو وہ اس بات کی وجہ سے زمین اور آسمان کے درمیان جتنی دوری ہے اس سے زیادہ دور (دوزخ میں) جا گرتا

ہے اور بلاشبہ بندے کی زبان اس کے قدموں سے زیادہ پھسلتی ہے۔'' (بیہقی)

جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے قابل نہ ہو، تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ جب کوئی بندہ کسی چیز (یعنی کسی انسان یا غیر انسان) پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، تو آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف اُترتی ہے، تو اس لعنت پر زمین کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں بائیں طرف جاتی ہے (مگر ادھر سے بھی دھتکار دی جاتی ہے) چنانچہ جب وہ کسی طرف بھی راستہ نہیں پاتی تو اس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس چیز پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ چیز اس لعنت کی اہل وسزاوار ہوتی ہے، تو اس پر واقع ہو جاتی ہے، ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔'' (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک دن) ایک شخص کی چادر ہوا میں اُڑ گئی، تو اس نے ہوا کو لعنت کی۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہوا کو لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے قابل نہ ہو، تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

اپنے ذمہ دار کے سامنے کسی ساتھی کی شکایت نہ کریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی کے بارے میں مجھ تک کوئی (ایسی) بات نہ پہنچائے جس سے اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو (یعنی میرے پاس آ کر کسی کے بارے میں یہ نہ کہے کہ فلاں آدمی نے یہ برا کام کیا یا یہ بری بات کہی ہے یا وہ اس بری عادت میں مبتلا ہے) کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں جب (گھر سے) نکل کر تمہارے پاس آؤں، تو میرا سینہ صاف ہو (یعنی میرے دل میں تم میں سے کسی کی طرف سے ناراضگی، غصہ اور بغض نہ ہو)۔'' (ابوداؤد)

غیبت دریا کو بھی خراب کر دیتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دن) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ بیٹھی کہ صفیہ کے تئیں بس آپ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں (یعنی پستہ قد ہیں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری یہ بات سن کر ناگواری کے ساتھ) فرمایا: ''تم نے اپنی زبان سے ایسی بات نکالی ہے، کہ اس کو دریا میں ملایا جائے، تو بلاشبہ یہ بات دریا پر غالب آ جائے۔'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

کسی کو گناہ پر عار نہ دلائے

حضرت خالد بن معدان، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے (یعنی ایسے گناہ پر سرزنش کرتا ہے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے) تو وہ عار دلانے والا مرنے سے پہلے اس گناہ میں (کسی نہ کسی طرح ضرور) مبتلا ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کریں

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر خوشی مت ظاہر کرو، ہو سکتا ہے (تمہاری بے جا خوشی سے ناراض ہو کر) اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کر دے (یعنی اس کو مصیبت و آفت سے نجات دے دے) اور تمہیں

اس آفت میں مبتلا کر دے۔'' (ترمذی)

فاسق کی تعریف سے عرش بھی کانپ اُٹھتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ (تعریف کرنے والے پر) غصہ ہوتا ہے اور اس کی تعریف کی وجہ سے عرش الٰہی کانپ اُٹھتا ہے۔'' (بیہقی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بکھرے موتی ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد (خود ابوذر رضی اللہ عنہ نے یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی نے) طویل حدیث بیان کی (جو یہاں نقل نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کے یہ آخری جملے نقل کیے گئے ہیں) پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

موتی نمبر ۱: ''میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ تمہارے تمام (دینی و دنیاوی) امور و اعمال کو بہت زیادہ زینت و آرائش بخشنے والا ہے۔''

موتی نمبر ۲: میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے لیے ضروری سمجھو، کیونکہ (تلاوت قرآن اور ذکر اللہ) تمہارے لیے آسمان میں ذکر کا سبب ہوگا اور زمین پر نور کا سبب ہوگا۔''

موتی نمبر ۳: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طویل خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ خاموشی شیطان کو دور بھگاتی ہے اور دینی امور میں تمہاری مددگار ہوتی ہے۔''

موتی نمبر ٤: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہت زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرے کی رونق کھو دیتا ہے۔''

موتی نمبر ۵: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچی بات کہو، اگرچہ کڑوی ہو۔''

موتی نمبر ٦: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کے دین اور خدا کے پیغام کو ظاہر کرنے اور اس کی تائید و تقویت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔''

موتی نمبر ۷: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ چیز تمہیں لوگوں کے عیوب (ظاہر کرنے) سے روکے، جس کو تم اپنے بارے میں جانتے ہو (یعنی جب تمہیں کسی کے عیب کا خیال آئے تو فوراً اپنے عیوب کی طرف دیکھو اور سوچو کہ خود میری ذات میں عیب ہیں، دوسرے کے عیوب بیان کرنے سے کیا فائدہ؟)۔'' (بیہقی)

غیبت کا کچھ کفارہ ادا کر دیجیے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت کا کچھ کفارہ یہ ہے کہ تم اس شخص کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا مانگو، جس کی تم نے غیبت کی ہے اور اس طرح مانگو

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ﴾

''اے اللہ! ہم کو اور اس شخص کو (جس کی میں نے غیبت کی ہے) بخش دے۔'' (بیہقی)

وعدہ کے پاس ولحاظ کا نادر ترین واقعہ

حضرت عبداللہ بن ابی حمساء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے (ایک مرتبہ) میں نے آپ ﷺ سے ایک چیز خریدی اور کچھ قیمت کی ادائیگی مجھ پر باقی رہ گئی، میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں بقیہ قیمت لے کر اسی جگہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن میں اس وعدہ کو بھول گیا اور تین دن کے بعد یہ بات یاد آئی (تو آپ رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور (مجھے دیکھ کر) فرمایا: کہ تم نے مجھے زحمت میں مبتلا کر دیا، میں تین دن سے اسی جگہ بیٹھا ہوا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

حسن معاشرہ کی مثال

حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ (کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ) سے اجازت طلب کی۔ جبھی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی، جو زور زور سے بول رہی تھیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے ارادہ سے پکڑا اور کہا: (خبردار! آئندہ) میں تمہیں رسولِ خدا ﷺ کی آواز سے اونچی آواز میں بولتے ہوئے نہ دیکھوں۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مارنے سے روکنا شروع کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں باہر نکل کر چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: ''تم نے دیکھا میں نے تمہیں اس آدمی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کس طرح بچالیا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (اس کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مجھ پر خفگی کی بناء پر یا آنحضرت ﷺ سے شرمندگی کی وجہ سے) کئی دن تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہیں آئے، پھر (ایک دن) انہوں نے دروازے پر حاضر ہو کر (اندر آنے کی) اجازت مانگی (اور اندر آئے تو) دیکھا کہ دونوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا) صلح کی حالت میں ہیں۔ پس انہوں نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا: تم دونوں مجھ کو اپنی صلح میں شریک کرلو، جس طرح تم نے مجھ کو اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: ''بیشک ہم نے ایسا ہی کیا، بیشک ہم نے ایسا ہی کیا (یعنی تمہیں اپنی صلح میں شریک کرلیا)۔'' (ابوداؤد)

ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے (یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک (زندہ) ہو (اور اس نے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہے) تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہے (یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ہے) تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک (زندہ) ہو (اور اس نے اس کی نافرمانی کی ہے) تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔'' (یہ ارشاد سن کر) ایک شخص نے عرض کیا: اگرچہ ماں باپ

اس پر ظلم کریں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔'' (بیہقی)

مسلمان بھائی کے حقوق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو دشمن کے حوالہ کرتا ہے (بلکہ دشمن کے مقابلہ پر اس کی مدد کرتا ہے) اور (یادرکھو) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی سعی وکوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔ نیز جو شخص کسی مسلمان بھائی کے غم اور تکلیف کو دور کرتا ہے (خواہ وہ غم اور تکلیف زیادہ ہو یا کم) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے غموں میں سے ایک بڑے غم سے نجات دے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب کو چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔'' (بخاری، مسلم)

جنتی اور جہنمی آدمی

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جنتی تین طرح کے ہیں:

① ایک تو وہ حاکم جو عدل وانصاف کرنے والا اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے اور جس کو نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دی گئی ہے۔

② دوسرا وہ شخص جو (چھوٹوں اور بڑوں پر) مہربان اور قرابت داروں اور مسلمانوں کے لیے رقیق القلب یعنی نرم دل ہے۔

③ اور تیسرا وہ شخص جو (ناجائز چیزوں سے) بچنے والا (کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے سے) پرہیز کرنے والا اور عیال دار (بال بچوں والا) ہے (یعنی محتاج ہونے کے باوجود ناجائز چیزوں سے بچتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا)۔

اور دوزخی پانچ طرح کے ہیں:

① ایک وہ کمزور آدمی جو گناہوں سے بچنے کی ہمت نہیں رکھتا اور تمہارا تابع اور طفیلی ہے، نہ بیوی تلاش کرتا ہے (تاکہ جائز طریقہ پر اپنی خواہش کو پورا کرے) نہ مال کمانے کی فکر کرتا ہے (بلکہ دوسروں کے ٹکڑوں پر زندگی بسر کرتا ہے اور غلط کام کرتا رہتا ہے)۔

② دوسرا وہ خائن وبددیانت آدمی جو پوشیدہ چیز کو ڈھونڈ نکالتا ہے اور اس میں خیانت کرتا ہے چاہے طمع کی چیز معمولی کیوں نہ ہو۔

③ تیسرا وہ آدمی جو صبح وشام تمہیں تمہارے اہل خانہ اور مال میں دھوکہ دینے کے چکر میں رہتا ہے۔

④ اور (چوتھے آدمی کے بارے میں راوی کو اچھی طرح یاد نہ رہا کہ آپ نے اس کا کس طرح تذکرہ کیا اس لیے راوی کہتا ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل یا جھوٹ کا تذکرہ کیا۔

⑤ اور پانچواں آدمی بداخلاق فحش گو ہے۔ (مسلم)

تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی ہے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچانے والا کامل مؤمن نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے خدا کی! وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں ہے، قسم ہے خدا کی! وہ شخص

(کامل) مؤمن نہیں ہے، قسم ہے خدا کی! وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں ہے۔'' (جب آپ نے بار بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور اس شخص کی وضاحت نہیں کی تو) صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ و مامون نہ ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

جنت میں نبی ﷺ کے پڑوس میں رہنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص محض خدا کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی یتیم بچے (لڑکے یا لڑکی) کے سر پر (پیار ومحبت اور شفقت کے ساتھ) ہاتھ پھیرتا ہے اس کے لیے ہر بال کے عوض میں جس پر اس کا ہاتھ لگا ہے، نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ نیز جو شخص اس یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ جو اس کی پرورش وتربیت میں ہو، اچھا سلوک کرتا ہے، وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا (یعنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہوں گے)۔''

(احمد، ترمذی)

جنت واجب کرنے والے کام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جنت واجب کر دیتا ہے، البتہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو بخشے جانے کے قابل نہ ہو (تو اس کے لیے جنت واجب نہیں ہوتی)۔

اور جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے پھر ان کی تربیت کرے اور ان کے ساتھ پیار وشفقت کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے پرواہ بنا دے (یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں) اس پر بھی اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے۔ یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا: کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہ اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں دو پر بھی یہ اجر ملتا ہے۔'' (راوی کہتے ہیں) اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں بھی سوال کرتے، تو آپ یہی جواب دیتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملتا ہے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس شخص کی دو پیاری چیزیں لے لے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' پوچھا گیا: یارسول اللہ! دو پیاری چیزوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی دونوں آنکھیں۔''

بیوہ عورت بچوں کی تربیت پر دھیان دے

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''میں اور وہ عورت جس کے رخسار (اپنی اولاد کی پرورش ودیکھ بھال کی وجہ سے) سیاہ پڑ گئے ہوں، قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔'' اس حدیث کے راوی یزید بن زریع نے یہ الفاظ بیان کرنے کے بعد انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا (جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسری کے قریب قریب ہیں، اسی طرح قیامت کے دن آپ ﷺ اور وہ بیوہ عورت قریب قریب ہوں گے) اور (سیاہ رخسار والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے بتایا: کہ اس سے مراد) وہ عورت ہے، جو اپنے شوہر کے مر جانے یا اس کے طلاق دے دینے کی وجہ سے بیوہ ہو گئی ہو اور وہ حسین وجمیل اور جاہ وعزت والی ہونے کے باوجود محض اپنے یتیم بچوں کی پرورش اور ان کی بھلائی کی خاطر (دوسرا نکاح کرنے سے) اپنے آپ کو باز رکھے یہاں تک کہ وہ بچے جدا ہو جائیں (یعنی بڑے اور بالغ ہو جانے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں) یا مر جائیں۔ (ابوداؤد)

پڑوسی اچھا کہیں تو آپ اچھے، پڑوسی برا کہیں تو آپ برے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کس طرح معلوم کرسکتا ہوں کہ میں اچھا ہوں یا برا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا، تو بلاشبہ تم اچھے ہو۔ اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو! کہ تم نے برا کیا، تو یقیناً تم برے ہو (یعنی پڑوسی تمہیں اچھا کہیں، تو تم اچھے ہو اور پڑوسی تمہیں برا کہیں، تو تم برے ہو)۔'' (ابن ماجہ)

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نہایت پریشان حال کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر (۷۳) بخششیں لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے صرف ایک بخشش سے اس کی تمام (دنیاوی اور اخروی) امور کی اصلاح ہو جاتی ہے اور باقی بہتر (۷۲) بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔'' (بیہقی)

ستر ہزار فرشتوں کو اپنے پیچھے چلانے کا نبوی نسخہ

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''میں تمہیں اس امر کی (یعنی دین کی) جڑ نہ بتادوں، جس کے ذریعہ تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرسکو؟ (پھر آپ نے فرمایا):

① اہل ذکر کی مجالس میں ضرور بیٹھا کرو (تاکہ تمہیں بھی ذکر اللہ کی توفیق وسعادت نصیب ہو)۔

② اور جب تم تنہا ہو، تو جس قدر ممکن ہو اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت میں رکھو (یعنی لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اللہ کا ذکر کرو اور تنہائی میں خدا کی یاد میں مشغول رہو)۔

③ نیز اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے محبت کرو۔ ④ اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے بغض رکھو۔

(اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا) ابورزین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت وملاقات کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے، تو ستر (۷۰) ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور وہ (سب فرشتے) اس کے لیے دعاء واستغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! اس شخص نے محض تیری رضا وخوشنودی کی خاطر (ایک مسلمان بھائی سے) ملاقات کی ہے، تو اس کو اپنی رحمت ومغفرت کے ساتھ منسلک فرما۔ لہٰذا اگر تم ان کاموں کو کرسکتے ہو تو ضرور کرو۔ (بیہقی)

سات بری خصلتیں معاشرہ کو بگاڑ دیتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① (کسی کے بارے میں) بدگمانی قائم کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بدترین جھوٹ ہے۔

② کسی کے احوال کی ٹوہ میں نہ رہو۔ ③ نہ کسی کے احوال کی کھود کرید کرو۔

④ نہ کسی کے سودے پر خریدنے کا اظہار کرو۔ ⑤ نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔

⑥ نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو۔

⑦ نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور تم سب خدا کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری ومسلم)

کینہ نہ رکھئے، صلح وصفائی کر لیجئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندے کی بخشش کی جاتی ہے، جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔ مگر جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے کینہ اور دشمنی رکھتا ہو، ان کے بارے میں فرشتوں سے کہا جاتا ہے: ان دونوں کو (جو آپس میں عداوت و دشمنی رکھتے ہیں) مہلت دو، یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح وصفائی کرلیں۔'' (مسلم)

ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''ہر ہفتہ میں دو بار پیر اور جمعرات کے دن پروردگار کے حضور لوگوں کے عمل پیش کئے جاتے ہیں، پھر ہر مومن بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر جو بندہ اپنے مسلمان بھائی سے کینہ اور دشمنی رکھتا ہے، ان کے بارے میں فرشتوں سے کہا جاتا ہے: ان دونوں کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ (دونوں عداوت و دشمنی سے) باز آجائیں۔'' (مسلم)

طویل مدت تک ترک ملاقات کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے

حضرت خراش ابو سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جس شخص نے (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جلنا چھوڑے رکھا، اس نے گویا اس کا خون کیا (یعنی طویل مدت تک ترک ملاقات کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے)۔'' (ابوداؤد)

صلح کرانے کی فضیلت اور فساد پھیلانے کی مذمت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتادوں، جس کا درجہ (اور ثواب) (نفلی) روزے، (نفلی) صدقے اور (نفلی) نماز کے درجے (اور ثواب) سے زیادہ ہے؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہاں، ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں دشمنی رکھنے والوں کے درمیان صلح کرانا (اس کے بعد فرمایا) اور آپس میں فساد پھیلانا ایسی خصلت ہے، جو دین کو مونڈنے والی اور برباد کرنے والی ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

اس امت کی طرف یہود و نصاریٰ کی ایک بیماری سرک آئی ہے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری طرف تم سے پہلی امتوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کی بیماری حسد اور جلن سرک آئی اور بغض و عداوت مونڈنے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈتی ہے اور برباد کردیتی ہے۔'' (احمد، ترمذی)

جب کسی مؤمن سے حیا کو چھین لیا جاتا ہے تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا جب ان

دونوں میں سے ایک کو اٹھایا جاتا ہے، تو دوسرے کو بھی اٹھا لیا جاتا ہے (یعنی جب کسی مؤمن سے حیا کو چھین لیا جاتا ہے، تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے)۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ہے کہ ”جب ان دونوں میں سے ایک کو چھین لیا جاتا ہے، تو دوسرا اس کے پیچھے چل دیتا ہے۔“ (بیہقی)

تین چیزیں قابل توجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اسکی باتیں سن کر) تعجب فرماتے تھے اور مسکراتے تھے۔ جب اس شخص نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو) بہت برا بھلا کہا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی گئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ وہاں بیٹھے رہے، لیکن میں نے جب اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، تو آپ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے (اس میں کیا حکمت تھی)؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا، جو (تمہاری طرف سے) اس کو جواب دے رہا تھا مگر جب تم نے خود جواب دیا، تو شیطان درمیان میں کود پڑا (اس لیے میں وہاں سے کھڑا ہو گیا)۔

پھر فرمایا، ”ابو بکر! تین باتیں ہیں اور وہ سب حق ہیں:

(۱) جس بندہ پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے، پھر وہ مظلوم بندہ اللہ (کی رضا) کے لیے اس ظلم سے چشم پوشی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس (ظلم سے چشم پوشی) کی وجہ سے اس کی بھرپور مدد کرتا ہے۔

(۲) جو بندہ عطاو بخشش کا دروازہ کھولتا ہے، تاکہ اسکے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرے، تو اللہ تعالیٰ اس (عطاو بخشش) کی وجہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ کرتا ہے۔

(۳) اور جو شخص سوال و گدائی کا دروازہ کھولتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی دولت کو بڑھائے، تو اللہ تعالیٰ اس (گدائی کی وجہ) سے اس کے مال و دولت کو کم کر دیتا ہے۔“ (احمد)

حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا یہ تکبر ہے

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتلا دوں؟ (یعنی یہ بتاؤں کہ کون لوگ جنتی ہیں، سنو!) ہر وہ ضعیف شخص (جنتی ہے) جس کو لوگ ضعیف و حقیر سمجھیں (اور اس کی کمزوری و شکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر و تکبر کا معاملہ کریں۔ مگر وہ کمزور شخص اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ) اگر وہ اللہ پر بھروسہ کر کے کسی بات پر قسم کھا بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے اور کیا میں تمہیں وہ لوگ نہ بتاؤں جو دوزخی ہیں (سنو!) ہر وہ شخص (دوزخی ہے) جو جھگڑالو اور اکھڑ مزاج ہے اور تکبر و عناد کی وجہ سے حق بات کو قبول نہیں کرتا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا۔“ (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا: کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں (اور وہ اپنی اس پسند و خواہش کے تحت اچھا لباس پہنتا ہے اور اچھے جوتے استعمال کرتا ہے تو کیا اس کو بھی تکبر کہیں گے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ

جمیل (یعنی اچھا اور آراستہ ہے) اور جمال (آراستگی) کو پسند کرتا ہے اور تکبر تو حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھنا ہے۔'' (مسلم)

حد سے زیادہ تکبر کرنے کا نتیجہ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے نفس کو برابر بلند کرتا رہتا ہے (یعنی تکبر کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ (اس کا نام) سرکشوں (یعنی ظالم اور متکبر لوگوں کی فہرست) میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر جو آفت وبلا ان سرکشوں کو پہنچتی ہے، وہی اس شخص کو بھی پہنچتی ہے۔'' (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے، وہ رسولِ خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح آدمی کی صورت میں جمع کیا جائے گا (یعنی ان کی شکل وصورت تو آدمیوں کی سی ہوگی، لیکن جسم چیونٹیوں کے برابر ہوگا) اور ہر طرف سے ذلت وخواری ان کو پوری طرح گھیر لے گی۔ پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام ''بولس'' ہے، ہانکا جائے گا۔ وہاں آگوں کی آگ ان پر چھا جائے گی اور ان کو دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون اور پیپ پلایا جائے گا۔'' (ترمذی)

نو (۹) برے بندے

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

① برا ہے وہ بندہ جس نے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانا اور تکبر کیا اور خداوند بزرگ وبرتر کو بھول گیا (یعنی اس نے یہ فراموش کر دیا کہ بزرگی اور بلندی وبرتری صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ یا یہ بھول گیا کہ اس نے دنیا میں احتیاط وتقویٰ کی راہ چھوڑ کر، جس برے راستہ کو اختیار کیا ہے، اس کی جواب دہی اس کو آخرت میں کرنی ہوگی اور وہاں خدا کا عذاب بھگتنا پڑے گا)۔

② برا ہے وہ بندہ جس نے لوگوں پر جبر وظلم کیا اور ظلم وفساد ریزی میں حد سے بڑھ گیا اور خداوند جبار وقہار کو بھول گیا، جس کی قدرت وعزت سب سے بلند ہے۔

③ برا ہے وہ بندہ جو دین کے کاموں کو بھول گیا اور دنیا داری میں مشغول رہا اور اس نے مقبروں کو اور خاک میں مل جانے والے جسم کی بوسیدگی کو فراموش کر دیا (یعنی اس نے اس بات سے کوئی عبرت نہیں پکڑی کہ کیسے کیسے لوگ ہزاروں من مٹی کے نیچے دفن کر دیے گئے اور ان کے جسم کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن گئے)۔

④ برا ہے وہ بندہ جس نے فتنہ وفساد برپا کیا اور حد سے تجاوز کر گیا اور اپنی ابتداء کو بھول گیا (یعنی نہ تو اس کو یہ یاد رہا کہ وہ کتنی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا ہے اور ابتداء میں وہ کس قدر عاجز وناتواں تھا اور نہ اس کو اپنا انجام یاد رہا، آخر کار پیوندِ زمیں ہو جانا ہے)۔

⑤ برا ہے وہ بندہ جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرے (یعنی دنیا کو حاصل کرنے کے لیے دین کو وسیلہ بنائے۔ یا یہ معنی ہیں کہ صلحاء اور بزرگوں کی سی شکل اختیار کر کے اور دین کا لبادہ اوڑھ کر اہل دنیا کو فریب دے، تا کہ وہ اس کے معتقد ومداح ہوں اور ان سے مال وجاہ حاصل کرے)۔

⑥ برا ہے وہ بندہ جس نے شبہات میں مبتلا ہو کر دین کو خراب کر دیا۔

⑦ برا ہے وہ بندہ جس نے مخلوق سے طمع اور امید قائم کی اور حرص وطمع اس کو دنیا داروں کے دروازوں پر کھینچے کھینچے پھرتی ہے اور جدھر

چاہتی ہے لے جاتی ہے۔

(۸) برا ہے وہ بندہ جس کو خواہش نفس، گمراہ کرتی ہے۔

(۹) برا ہے وہ بندہ جسکو دنیا کی رغبت، حصولِ دنیا کی حرص اور کثرت مال و جاہ کی ہوس، ذلیل وخوار کرتی ہے۔ (ترمذی، بیہقی)

غصہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ غصہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے، جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔'' (بیہقی)

عام طور پر ظالم کی عمر دراز نہیں ہوتی

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے (یعنی دنیا میں اس کی عمر دراز کرتا ہے، تاکہ وہ ظلم کرتا رہے اور آخرت میں سخت عذاب میں گرفتار ہو) یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے، تو پھر چھوڑتا نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے (دلیل کے طور پر) یہ آیت پڑھی:

﴿وَكَذَالِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر داروگیر کرتا ہے، جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی داروگیر بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے''۔ (بخاری و مسلم)

برائی کا جواب اچھائی سے دینا چاہیے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''تم ﴿اِمَّعَـہ﴾ نہ بنو یعنی یہ نہ کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے، تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اگر لوگ ہمارے ساتھ ظلم کریں گے، تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کریں گے۔ بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر جماؤ کہ اگر لوگ بھلائی کریں، تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ برائی کریں، تو تم ظلم نہ کرو۔'' (ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے بدترین آدمی وہ بندہ ہوگا، جس نے دوسرے کی دنیا (بنانے) کی وجہ سے اپنی آخرت برباد کر دی (جیسے ظالم حاکم کے مددگار کیا کرتے ہیں)۔'' (ابن ماجہ)

ظالم کی تائید اور موافقت کرنے والا کمال ایمان سے محروم ہو جاتا ہے

حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ ''جو شخص کسی ظالم کی تقویت و تائید کے لیے اس کے ساتھ چلے (یعنی اس کی موافقت و حمایت کرے) اور وہ یہ جانتا ہو کہ (میں جس شخص کی مدد اور تائید کر رہا ہوں) وہ ظالم انسان ہے، تو وہ شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (یعنی وہ کمال دین سے محروم ہو جاتا ہے)۔'' (بیہقی)

ظلم کی نحوست یہ ہے کہ حُباریٰ پرندہ بھی گھونسلے میں دبلا ہو کر مر جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ ظالم حقیقت میں اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے (دوسروں تک اس کے ظلم کے اثرات نہیں پہنچتے)۔ (یہ سن کر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، خدائے پاک کی

قسم (ظالم اپنی ظالمانہ حرکتوں سے دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے) یہاں تک کہ حباری پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے دبلا ہو کر مر جاتا ہے۔'' (بیہقی)

ظالم کو محبت سے سمجھانا چاہئے ورنہ عذاب سب پر آئے گا

اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اس کو ظلم سے نہ روکیں) تو قریب ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔

رسول خدا ﷺ کا ایک اہم بیان اس کو یاد کر لیجیے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ (ایک دن) عصر کے بعد رسولِ خدا ﷺ ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک پیش آنے والی کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی، جس کا آپ نے تذکرہ نہ کیا ہو۔ یاد رکھنے والوں نے ان کو یاد رکھا اور بھولنے والا اس کو بھول گیا۔ آپ ﷺ نے اس وقت جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ ''یہ دنیا بڑی شیریں اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا وہ دیکھتا ہے: کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو؟ پس خبردار! تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے دور رہو۔'' آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا: کہ ''قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک نشان (علامتی جھنڈا) کھڑا کیا جائے گا جو دنیا میں اس کی عہد شکنی کے بقدر ہو گا، اور کوئی عہد شکنی امیر عام کی عہد شکنی سے زیادہ بری نہیں۔ چنانچہ اس کا نشان اس کی سرین کے قریب کھڑا کیا جائے گا (تاکہ اس کی زیادہ فضیحت و رسوائی ہو)۔'' حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تم میں سے کسی کو لوگوں کی ہیبت اور خوف، حق بات کہنے سے باز نہ رکھے، جب کہ وہ حق بات سے واقف ہو۔''

اور ایک روایت میں یوں ہے: کہ ''اگر تم میں سے کوئی شخص کسی خلافِ شرع بات کو دیکھے، تو لوگوں کی ہیبت اس کو خلافِ شرع بات کی اصلاح سے باز نہ رکھے۔'' (یہ بیان کر کے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہنے لگے: کہ ہم نے خلافِ شرع بات کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھا اور لوگوں کے خوف سے ہم اس کے بارے میں کچھ نہ بول سکے۔ (اس کے بعد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جان لو! انسان کو مختلف جماعتوں اور متضاد اقسام و مراتب پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ:

① ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے اور ایمان کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور ایمان پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔
② اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے اور کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔
③ اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے اور ایمان ہی کی حالت میں زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔
④ اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے اور کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔''

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس موقع پر) حضور ﷺ نے غضب و غصہ کی قسموں کو بھی ذکر کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

① بعض آدمی بہت جلد غضب ناک ہو جاتے ہیں، لیکن ان کا غصہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی یہ شخص نہ اچھا ہے نہ برا)۔
② اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں، جن کو غصہ دیر میں آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی یہ شخص نہ اچھا ہے نہ برا)۔

(۳) اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلد ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) اور تم میں سے بدترین شخص وہ ہے، جس کو جلد غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔'' (اس کے بعد) حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم غصہ سے بچو، کیونکہ غصہ ابن آدم کے قلب پر ایک دہکتا ہوا انگارہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (جب کوئی شخص غضب ناک ہوتا ہے تو) اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، لہٰذا جو شخص غصہ کا اثر محسوس کرے، وہ فوراً پہلو پر لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔''

اور حضور ﷺ نے قرض کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

(۱) تم میں سے بعض آدمی (قرض کی) ادائیگی میں اچھے ہوتے ہیں، لیکن اپنا قرض وصول کرنے میں سختی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی دونوں خصلتوں میں سے ایک، دوسری کا بدل ہو جاتی ہے۔

(۲) اور بعض آدمی قرض ادا کرنے میں تو برے ثابت ہوتے ہیں، لیکن کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں اچھے ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ان دونوں خصلتوں میں سے ایک دوسرے کا بدل ہو جاتی ہے۔

(۳) اور تم میں بہترین شخص وہ ہے، جو کسی کا قرض ادا کرنے میں بھی اچھا ہو اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی اچھا ہو۔

(۴) اور تم میں بدترین شخص وہ ہے، جو قرض ادا کرنے میں بھی برا ہو اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی برا ہو۔''

حضور ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں یہ نصیحتیں فرمائیں۔ یہاں تک کہ جب سورج کی روشنی کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں تک آ گئی (یعنی جب دن کا آخر ہو گیا) تو آپ نے فرمایا: ''یاد رکھو! اس دنیا کا جو زمانہ گزر چکا ہے، اس کی بہ نسبت، صرف اتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے، جتنا آج کے دن کے گزرے ہوئے حصہ کی بہ نسبت، یہ آخری وقت (یعنی جس طرح آج کے دن کا قریب قریب پورا حصہ گزر چکا ہے اور تھوڑا سا باقی ہے، اسی طرح اکثر زمانہ گزر گیا اب بہت قلیل عرصہ باقی رہ گیا ہے)۔'' (ترمذی)

آخری زمانہ کے متعلق اہم ہدایات

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کو آخر زمانہ میں ان کے حکمران کی طرف سے سختیاں اور بلائیں پہنچیں گی۔ اس کی سختیوں سے نجات پانے والا ایک تو وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو (اچھی طرح) جانا اور پہچانا، پھر دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے جہاد کیا۔ بس دنیا و آخرت کی سعادتیں اس کی طرف سبقت کریں گی۔ اور دوسرا وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو جانا، پھر زبان اور دل سے اس کی تصدیق کی (یعنی صرف زبان اور دل سے جہاد کیا، قوت سے کام نہیں لیا)۔ اور تیسرا وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو پہچانا، پھر اس پر سکوت اختیار کیا۔ چنانچہ جب کسی کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کو دوست رکھتا ہے اور کسی کو غلط کام کرتے دیکھتا ہے، تو اس سے نفرت کرتا ہے اور یہ شخص بھی نیکی سے محبت اور گناہ سے نفرت کو پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے نجات پائے گا۔ (بیہقی)

لوگوں کے ڈر سے اصلاح کی فکر نہ کرنے والے کی معافی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''اللہ بزرگ و برتر قیامت کے دن بندے سے پوچھے گا: تجھ کو کیا ہوا تھا کہ جب تو نے خلافِ شرع کام کو دیکھا تھا، تو اس سے کیوں نہیں روکا تھا؟ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: پھر اس کو دلیل

سکھائی جائے گی۔ چنانچہ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! میں لوگوں سے ڈرتا تھا اور تیرے عفو و مغفرت کی امید رکھتا تھا۔''

قابل رشک بندہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میرے نزدیک میرے دوستوں (یعنی مومنین) میں نہایت قابل رشک وہ مومن ہے، جو سبک بار ہے، نماز سے بہت زیادہ بہرہ مند ہے اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ کرتا ہے (اور جس طرح ظاہر میں عبادت کرتا ہے اسی طرح) خلوت میں بھی طاعت الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں میں گمنام ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا۔ نیز اس کی روزی بقدر کفایت ہے اور اسی پر صابر و قانع ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے چٹکی بجائی اور ارشاد فرمایا: ''اس کی موت بس یوں (چٹکی بجاتے) اپنا کام جلد پورا کر لیتی ہے اور اس کی موت پر رونے والی عورتیں بھی کم ہیں اور اس کا ترکہ بھی بہت مختصر ہے۔'' (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

مساکین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، ''اے اللہ! مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین ہی کی حالت میں مجھے موت دے اور مسکینوں ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا تو) کہنے لگیں، ''یارسول اللہ! آپ ایسی دعا کیوں کرتے ہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ مساکین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے ناامید نہ جانے دینا۔ اگرچہ اس کو دینے کے لیے تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ عائشہ! (اپنے دل میں) مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنی قربت سے نوازو (یعنی ان کو حقیر و کمتر جان کر اپنے یہاں آنے جانے سے مت روکو) اگر تم ایسا کرو گی، تو اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنی قربت سے نوازے گا۔''

(ترمذی، بیہقی، ابن ماجہ)

سات بکھرے موتی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک حکم تو یہ دیا کہ:

① میں فقراء و مساکین سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔

② دوسرا حکم یہ دیا کہ میں اس شخص کی طرف دیکھوں جو (دنیاوی اعتبار سے) مجھ سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو (جاہ و مال اور منصب میں) مجھ سے بالاتر ہے۔

③ تیسرا حکم یہ دیا کہ میں قرابت داروں سے ناتے داری کو قائم رکھوں اگرچہ کوئی (قرابت دار) ناتے داری کو منقطع کرے۔

④ چوتھا حکم یہ دیا کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں۔

⑤ پانچواں حکم یہ دیا کہ میں (ہر حالت میں) حق بات کہوں اگرچہ وہ (سننے والے کو) تلخ معلوم ہو۔

⑥ چھٹا حکم یہ دیا کہ میں خدا کے دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔

⑦ اور ساتواں حکم یہ دیا کہ میں کثرت کے ساتھ ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہا کروں، کیونکہ یہ کلمات اس خزانہ میں سے ہیں جو عرش

الٰہی کے نیچے ہے۔'' (احمد)

بوڑھے کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، ایک تو مال (جمع کرنے) کی حرص اور درازیٔ عمر کی آرزو۔'' (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، ایک دنیا کی محبت میں اور دوسری آرزو عمر کی درازی میں۔'' (بخاری، مسلم)

حلال کمائی اور آرزوؤں کی کمی کا نام زہد ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) اس کا نام نہیں ہے کہ موٹے اور سخت کپڑے پہن لیے جائیں اور روکھا سوکھا اور بدمزہ کھانا کھایا جائے بلکہ دنیا سے زہد اختیار کرنا حقیقت میں آرزوؤں اور امیدوں کی کمی کا نام ہے۔'' (بغوی)

حضرت زید بن حسین فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ دنیا سے زہد اختیار کرنا کس چیز کا نام ہے؟ تو میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''حلال کمائی اور آرزوؤں کی کمی کا نام زہد ہے۔'' (بیہقی)

یہ دنیا بس چار آدمیوں کے لیے ہے

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''تین باتیں ہیں جن کی حقانیت وصداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کو یاد رکھنا پس وہ تین باتیں جن کی حقانیت وصداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں، یہ ہیں:

① بندہ کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔

② اور جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور اس کا مال ناحق لے لیا جائے اور وہ بندہ اس ظلم وزیادتی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتے ہیں۔

③ اور جس بندہ نے اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر وافلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور رہی وہ بات جس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ اس کو یاد رکھنا وہ یہ ہے کہ:

① ایک تو وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال وزر بھی عطا کیا اور علم کی دولت سے بھی نوازا، پس وہ بندہ اپنے مال ودولت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (یعنی اس کو حرام ونا جائز کاموں میں خرچ نہیں کرتا) اس کے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرتا ہے اور اس مال وزر میں اس کے حق کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرتا ہے (یعنی مال ودولت کے تئیں اللہ تعالیٰ نے جو حقوق متعین کیے ہیں ان کو ادا کرتا ہے) پس یہ بندہ مرتبہ کے اعتبار سے کامل ترین ہے۔

② دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا کیا لیکن اس کو مال عنایت نہیں فرمایا پس وہ بندہ (اپنے علم کے سبب سچی نیت رکھتا ہے اور) کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں شخص جیسے اچھے کام کرتا، پس ان دونوں کا اجر وثواب برابر ہے۔''

③ تیسرا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے لیکن علم نہیں دیا پس وہ بندہ بے علم ہونے کی وجہ سے اپنے مال کے بارے میں بہک جاتا ہے وہ اس مال و دولت کے بارے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا ہے اور اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ مالی احسان وسلوک نہیں کرتا ہے اور نہ ان حقوق کو ادا کرتا ہے جو اس مال و دولت سے متعلق ہیں پس یہ بندہ مرتبہ کے اعتبار سے بدترین ہے۔

④ اور چوتھا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال عطا کیا ہے اور نہ علم دیا ہے، پس وہ بندہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس کو فلاں شخص کی طرح (برے کاموں میں) خرچ کرتا۔ پس یہ بندہ بدنیت ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔'' (ترمذی)

جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت بھی مسلمانوں کی ڈھال ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا لیکن جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے، تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ ''اگر (ہم لوگوں کے پاس) یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتا، تو یہ (آج کل کے) سلاطین و امراء ہمیں ذلیل و پامال کر ڈالتے۔ نیز انہوں نے فرمایا، کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا بہت مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس تھوڑے سے مال کو یوں ہی ضائع نہ ہونے دے، بلکہ تدبیر وغیرہ و ہنر مندی کے ساتھ اس کو کسی تجارت وغیرہ میں لگا کر بڑھانے کی سعی کرے) کیونکہ ہمارا یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج و مفلس ہوگا تو (دنیا کو حاصل کرنے کی خاطر) اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوانے والا سب سے پہلا شخص وہی ہوگا۔'' حضرت سفیان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ''حلال مال، اسراف کو برداشت نہیں کرتا (یعنی حلال مال میں اسراف نہیں کرنا چاہیے)۔'' (بغوی)

قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ ساٹھ سال کی عمر والے لوگ کہاں ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اعلان کرنے والا (فرشتہ) قیامت کے دن (اللہ کے حکم سے) یہ اعلان کرے گا کہ ساٹھ سال کی عمر والے لوگ کہاں ہیں؟ (یعنی دنیا میں جن لوگوں نے ساٹھ سال کی عمر پائی، وہ اپنی عمر کا حساب دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں) اور یہ عمر، وہ عمر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾

''کیا ہم نے تم کو ایسی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے اور تمہارے پاس ڈرانے والا (بڑھاپا) بھی آچکا ہے۔'' (بیہقی)

اللہ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنی عذرہ قبیلہ کے کچھ لوگ جن کی تعداد تین تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا (پھر وہ لوگ حصول دین کی خاطر اور خدا کی راہ میں ریاضت و مجاہدہ کی نیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گئے۔ ان کی مالی حالت چونکہ بہت خستہ تھی اور وہ اپنی ضروریات زندگی کی کفالت خود کرنے پر قادر نہیں تھے اس لیے) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''کون ہے جو ان لوگوں کی خبر گیری کے سلسلے میں مجھے بے فکر کردے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ تینوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے لگے (کچھ دنوں کے بعد) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طرف ایک لشکر بھیجا، تو اس

(لشکر) میں ان تینوں میں سے ایک شخص گیا اور میدانِ جنگ میں (دشمنوں سے لڑتا ہوا) شہید ہو گیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک اور لشکر بھیجا، اس کے ساتھ دوسرا شخص گیا اور وہ بھی شہید ہو گیا اور پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہو گیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ نے بیان کیا کہ (ان تینوں کے انتقال کے بعد ایک دن خواب میں) میں نے دیکھا کہ وہ تینوں جنت میں ہیں، نیز میں نے دیکھا کہ جو شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہوا تھا، وہ تو سب سے آگے ہے اور جو شخص دوسرے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا وہ اس کے پیچھے اور اس کے بالکل قریب ہے اور ان تینوں میں سے جو پہلے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا سب سے آخر میں ہے چنانچہ (ان تینوں کو اس طرح ایک دوسرے کے آگے پیچھے دیکھ کر) میرے دل میں شبہ پیدا ہو گیا، چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا، حضور ﷺ نے (وہ خواب اور اس پر میرا شبہ سن کر) ارشاد فرمایا: ''اس میں شک وشبہ اور انکار کی باعث کون سی چیز ہے؟ (تم نے اپنے خواب میں تینوں کو جس ترتیب کے ساتھ دیکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے) کیوں کہ اللہ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی اور اس کی وجہ سے اس کو خدا کی تسبیح وتکبیر اور تہلیل کا زیادہ موقع ملا۔''

(مسند احمد)

خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کیونکہ جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو اس کی اطاعت وخوشنودی ہی کے ذریعہ پایا جاسکتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، مگر اس (کو اختیار کرنے) کا حکم میں نے تمہیں دیا ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو دوزخ سے قریب کر دے اور جنت سے دور کر دے، مگر اس سے میں نے تمہیں منع کیا ہے اور روح الامین اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ بلاشبہ کوئی شخص اسوقت تک نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا، لہٰذا غور سے سنو! تم خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور حصولِ معاش کی سعی وجدوجہد میں نیک روی اور اعتدال اختیار کرو (تاکہ تمہارا رزق تم تک جائز وحلال وسائل وذرائع سے پہنچے) اور رزق پہنچنے میں تاخیر تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم گناہوں کے ارتکاب کے ذریعہ رزق حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگو کیونکہ جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو اطاعت وخوشنودی ہی کے ذریعہ پایا جاسکتا ہے۔'' (بغوی)

اپنے آپ کو ایک کے حوالے کر دو تو وہ ایک، ایک ایک کو ہمارے حوالے کر دے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے جو نجد کے اطراف میں ہوا تھا اور جب رسول خدا ﷺ جہاد سے فارغ ہوئے، تو جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی واپس ہوئے (اسی سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن) صحابہ رضی اللہ عنہم دوپہر کے وقت ایک ایسے جنگل میں پہنچے جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے، چنانچہ رسولِ خدا ﷺ (صحابہ کے ساتھ) وہیں اتر پڑے اور تمام لوگ درختوں کے سایہ کی تلاش میں ادھر اُدھر پھیل گئے اور رسولِ خدا ﷺ بھی کیکر کے ایک بڑے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی تلوار کو اس درخت کی ٹہنی میں لٹکا دیا۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم لوگ سو چکے تھے کہ اچانک ہم نے سنا کہ رسول خدا ﷺ ہمیں آواز دے رہے ہیں، چنانچہ ہم لوگ (اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر) آپ کے پاس پہنچے، تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی کافر موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے (ہمارے جمع ہونے پر) ارشاد فرمایا ''یہ دیہاتی اس وقت جب میں سو رہا تھا، مجھ پر میری

تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے فوراً جواب دیا: میرا خدا مجھے بچائے گا۔ حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ کہی اور اس دیہاتی کو کوئی سزا نہیں دی، پھر آپ بیٹھ گئے۔'' (بخاری، مسلم)

اور اس روایت میں جس کو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس دیہاتی نے (آنحضرت ﷺ پر تلوار سونت کر) کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ بچائے گا۔ (یہ سنتے ہی) دیہاتی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور ﷺ نے تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا: (اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہوں تو بتاؤ) تمہیں کون مجھ سے بچائے گا۔ دیہاتی نے جواب دیا کہ آپ بہترین (تلوار) پکڑنے والے ہو جائیں (یعنی آپ مجھے معاف کر دیں) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ دیہاتی نے کہا: مسلمان تو نہیں ہوتا البتہ آپ سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ میں نہ خود آپ سے لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑیں گے۔ بہرحال آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اور جب وہ دیہاتی اپنی قوم میں پہنچا تو کہنے لگا کہ میں تمہارے درمیان ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو سب سے بہتر انسان ہے۔

(بخاری)

بلاشبہ انسان کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ انسان کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ ہے (یعنی انسان کے دل میں رزق کے اسباب و ذرائع اور اس کے حصول کے تعلق سے طرح طرح کی فکریں اور غم ہیں) پس جس شخص نے اپنے دل کو ان شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی اس نے اپنے دل کو ان تفکرات اور غموں میں مشغول و منہمک رکھا) تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ اس کو کس جنگل میں ہلاک کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

رزق بندے کو تلاش کرتا ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رزق بندے کو تلاش کرتا ہے، جس طرح انسان کو اسکی موت ڈھونڈتی ہے۔'' (ابونعیم)

آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے نام پر دنیا کے طلب گار ہوں گے ان کا انجام پڑھیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے نام پر دنیا کے طلب گار ہوں گے (یعنی دینی و اخروی اعمال کے ذریعہ دنیا کمائیں گے) اور لوگوں کے سامنے نرمی ظاہر کرنے کے لیے دنبوں کی کھال کا لباس پہنیں گے (تاکہ لوگ انہیں عابد و زاہد، دنیاوی نعمتوں سے بے پرواہ اور آخرت کے طلب گار سمجھ کر ان کے مرید و معتقد ہوں) انکی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے دل کی طرح (سخت) ہوں گے'' اللہ تعالیٰ (ایسے لوگوں کو تنبیہ کرنے کے لیے) فرماتا ہے: ''کیا یہ لوگ میری طرف سے مہلت دئے جانے کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہیں یا یہ لوگ میری مخالفت پر کمربستہ ہیں؟ پس میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً ان لوگوں پر انہیں میں سے کچھ لوگوں کو فتنہ اور بلا کی شکل میں مسلط کر دوں گا جو بڑے

سے بڑے دانشور اور عقلمند شخص کو بھی عاجز وحیران کردیں گے۔'' (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسولِ اکرم ﷺ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہیں اور جس کے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہیں۔ پس میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً ان پر ایسی بلائیں نازل کروں گا جو بڑے سے بڑے دانشور وعقل مند شخص کو بھی حیران وعاجز بنادیں گی۔ کیا وہ لوگ مجھے دھوکہ دیتے ہیں یا مجھ پر جرأت ودلیری دکھاتے ہیں؟'' (ترمذی)

آخر زمانہ میں ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی جو ظاہر میں تو دوست ہوں گی مگر باطن میں دشمن ہوں گی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آخر زمانہ میں ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی جو ظاہر میں تو دوست ہوں گی مگر باطن میں دشمن ہوں گی۔'' عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ! ایسا کیونکر اور کس سبب سے ہوگا؟'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ ان میں سے بعض بعض سے غرض ولالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوف زدہ ہوں گے۔'' (احمد)

شرک خفی مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا ذکر کررہے تھے کہ رسولِ خدا ﷺ آکر ہمارے درمیان تشریف فرما ہوگئے۔ (پھر ہماری بات چیت سن کر) فرمانے لگے کہ ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔؟'' ہم نے عرض کیا: ''ہاں یارسول اللہ۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ چیز شرک خفی ہے۔ (اور شرک خفی یہ ہے کہ مثلاً) ایک آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اپنی نماز میں زیادتی کرتا ہے، محض اس لیے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔'' (ابن ماجہ)

نو باتوں کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے رب نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا ہے:

① ظاہر اور پوشیدہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے کا۔
② غصہ اور ناراضگی کی حالت میں راست ودرست بات کہنے کا۔
③ غریبی اور مال داری کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنے کا۔
④ اور جو میرے ساتھ بدسلوکی کرے اس کے ساتھ میں نیک سلوک کروں۔
⑤ جو مجھے محروم رکھے، اس کو میں داد ودہش سے نوازوں۔
⑥ اور جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس سے درگزر کروں۔
⑦ اور میری خاموشی فکر ہو۔
⑧ میرا بولنا ذکر ہو۔
⑨ اور میرا دیکھنا عبرت ہو، نیز میرے رب نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں نیکی کی تلقین کرتا رہوں۔ (رزین)

قرب قیامت میں شر وفساد کرنے والا عقلمند شمار ہوگا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہ آئیگی یہاں تک کہ دنیا میں سب سے بڑا اقبال مند وہ شخص ہوگا جو کمینہ اور احمق ہے اور کمینہ کا بیٹا ہے۔'' (ترمذی، بیہقی)

کون سے گناہ پر کونسا عذاب آتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جب کوئی قوم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دلوں میں دشمن کا رعب وخوف پیدا کردیتا ہے۔

جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اس میں اموات کی زیادتی ہوجاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس کا رزق اٹھالیا جاتا ہے (یعنی برکت ختم کردی جاتی ہے یا اس قوم کو حلال رزق سے محروم کردیا جاتا ہے)۔

جو قوم ناحق احکام جاری کرنے لگتی ہے، ان کے درمیان خون ریزی پھیل جاتی ہے، اور جو قوم اپنے عہد و پیمان توڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کردیتا ہے۔'' (مالک)

یہودیوں کا درخت کونسا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں گے، چنانچہ (اس لڑائی میں) مسلمان یہودیوں کو بہت قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپتا پھرے گا اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے خدا کے بندے! ادھر آ، میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد کا درخت (ایسا نہ کہے گا) کیوں کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔'' (مسلم)

کعبہ کا خزانہ ایک حبشی نکالے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم حبشیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو تاوقتیکہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں اور تم سے تعرض نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی دونوں پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔'' (ابوداؤد)

سب سے پہلے ختم ہونے والی مخلوق ٹڈی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس سال وفات پائی اس سال ٹڈیاں گم ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹڈیوں کے گم ہونے کی وجہ سے سخت غمگین اور متفکر ہوئے (کہ کہیں ٹڈیوں کا مکمل خاتمہ تو نہیں ہوگیا) پھر انہوں نے ایک سوار یمن کی طرف، ایک سوار عراق کی طرف اور ایک شام کی طرف بھیجا تاکہ وہ لوگوں سے دریافت کریں کہ آیا کسی شخص نے کہیں کچھ ٹڈیاں دیکھی ہیں۔ چنانچہ جس سوار کو یمن بھیجا گیا تھا وہ ایک مٹھی ٹڈیاں لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انکے سامنے وہ ٹڈیاں ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹڈیاں دیکھیں تو (خوشی سے) اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، پھر فرمایا: ''(میں ٹڈیوں کے مکمل خاتمہ سے اس لیے متفکر اور پریشان ہو گیا تھا کہ) میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

خداوند بزرگ وبرتر نے حیوانات کی ہزار قسمیں پیدا کی ہیں۔ ان میں چھ سو (۶۰۰) دریا میں ہیں اور چار سو (۴۰۰) جنگل میں ہیں اور جب قیامت آنے کو ہوگی، تو ان میں سے سب سے پہلے ٹڈیاں ہلاک ہوں گی پھر جب ٹڈیاں ہلاک ہوں گی، تو حیوانات کی دوسری قسمیں بھی اس طرح پے در پے ہلاک ہونا شروع ہوجائیں گی، جس طرح موتیوں کی لڑی ٹوٹنے پر موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔'' (بیہقی)

رکعت چھوٹنے کی چار شکلیں اور ان کے پورا کرنے کے طریقے

سوال: اگر ایک رکعت چھوٹی ہو تو اس کو کس طرح پورا کریں؟

جواب: اگر آپ کی ایک رکعت چھوٹی ہو، تو اس طرح پوری کریں۔ امام کے ساتھ آپ سلام نہ پھیریں۔ جب امام دونوں طرف سلام پھیر چکے، تو آپ کھڑے ہو جائیں۔ یاد رکھیں امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کا کھڑا ہونا ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ امام سجدہ سہو کا سلام پھیر رہا ہو۔ آپ کی جو رکعت چھوٹی ہے وہ پہلی رکعت تھی۔ آپ اس کو پہلی رکعت کی طرح پڑھیں یعنی پہلے ثنا (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ) پڑھیں۔ امام کے پیچھے تو آپ سورۂ فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھتے لیکن چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرتے وقت سورۂ فاتحہ (الحمد) اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآن کی تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھیں۔ باقی نماز عام نماز کی طرح پوری کریں۔

سوال: اگر دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: ان کو پورا کرنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ بس عام نمازوں کی طرح آپ کو دو رکعت پڑھنی ہیں، لیکن یہ رکعتیں آپ تنہا نماز کی طرح پڑھیں گے یعنی آپ پہلی رکعت میں ثنا، الحمد وغیرہ پڑھیں گے اور دوسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھیں گے۔ اگر ظہر، عصر اور عشاء کی نماز ہے، تو آپ نے جو دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہیں وہ تیسری اور چوتھی رکعتیں تھیں، اب آپ کو پہلی اور دوسری رکعت پڑھنی ہے۔ بہت سے لوگ امام کیساتھ ملنے والی آخری دو رکعتوں کو اپنی پہلی دو رکعتیں سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں اور اس وجہ سے چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرتے وقت ان میں سورت نہیں ملاتے جس سے ان کی نماز نہیں ہوتی۔

سوال: اگر تین رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: تین رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں ان کو پورا کرتے وقت عام طور پر لوگ غلطیاں کرتے ہیں، لہٰذا اس کو اہتمام سے سمجھنے کی کوشش کریں تین رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں آپ پہلے چھوٹی ہوئی پہلی رکعت پڑھیں گے یعنی سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے آپ کھڑے ہو جائیں گے اور سب سے پہلے ثنا پڑھیں گے، پھر تعوذ (اعوذ باللہ) اور تسمیہ (بسم اللہ) کے بعد سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھیں گے۔ اور ایک رکعت پوری کر کے قعدہ میں بیٹھیں گے اور صرف التحیات والی دعا پڑھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنی چھوٹی ہوئی دوسری رکعت پڑھیں گے یعنی اس میں الحمد کے ساتھ سورت ملائیں گے۔ اس رکعت کو پوری کر کے آپ اپنی تیسری رکعت پڑھیں گے جس میں صرف الحمد پڑھی جائے گی۔ (امام کے ساتھ آپ کو جو رکعت ملی تھی وہ چوتھی رکعت تھی) لہٰذا اس تیسری رکعت کو پورا کرنے پر آپ کی چاروں رکعت مکمل ہو جائیں گی، اب آپ قعدہ اخیرہ میں بیٹھیں گے جس میں التحیات کے ساتھ آپ دونوں درود شریف (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ) اور دعا (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ــــ) پڑھ کر سلام پھیریں گے، لیجئے آپ کی نماز مکمل ہو گئی۔

سوال: اگر چار رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: چاروں رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں آپ ان کو چار رکعت کی تنہا فرض نماز کی طرح پڑھ کر پوری کریں یعنی پہلی رکعت میں ثنا، سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں گے، دوسری میں سورۂ فاتحہ و سورت اور تیسری اور چوتھی میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھیں گے۔

سوانح .... حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

وطن، ولادت اور زمانۂ طفولیت

آپ کا وطن پالن پور سے پانچ کلومیٹر گاؤں ''گٹھامن'' ہے۔ آپ کے والد کاروبار کی غرض سے بمبئی میں رہتے تھے، نام وزیر الدین تھا۔ آپ کی پیدائش بمبئی میں ۱۵۔ستمبر ۱۹۲۹ء اتوار کا دن گزر کر رات ۱۲ بجے یعنی پیر کی رات میں ہوئی اور نام محمد عمر رکھا گیا۔ آپ نے سات سال کے بعد حنفیہ اسکول بمبئی میں داخلہ لیا۔ اس کے ایک سال کے بعد آپ کے والد وزیر الدین بن نصیر الدین کھر وڈیہ کا انتقال ہوگیا اور آپ یتیم ہوگئے۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ آپ کے گھریلو حالات تنگی ترشی سے گزر رہے تھے۔ مگر جب باری تعالیٰ کسی کو نوازنا چاہتا ہے، تو اس کے اسباب مہیا فرمادیتے ہیں۔ آپ کی تربیت کا سببِ قوی آپ کی والدہ تھیں۔ آپ کے محلّہ میں ایک مریم خالہ رہتی تھیں۔ وہ بھی پارسا تھیں اور مشکوٰۃ شریف تک تعلیم لی ہوئی تھیں۔ مولانا کی والدہ مریم خالہ کی صحبت میں رہتیں اور ان سے دین وایمان کی باتوں کو سنا کرتیں جس سے بدرجہ اتم فکر آخرت اور خوف خدا پیدا ہوگیا تھا۔ اسی فکر آخرت اور خوف خدا سے اپنے بیٹے کو آراستہ کرنے کی تاحین حیات کوشش کرتی رہیں۔ آپ فرماتے ہیں: کہ والدہ اگرچہ پڑھی ہوئی نہ تھیں مگر میرے بارے میں ان کی تمنا تھی کہ میں عالم بنوں۔ اور فرماتے: کہ والدہ کو قرآن تو میں نے پڑھایا مگر مجھے قرآن پر والدہ نے ڈالا۔ ہر دن دین وایمان کی کوئی نہ کوئی بات ذہن نشیں کراتیں۔ بچپن ہی میں انبیاء علیہم السلام کے قصے جو قرآن پاک میں ہیں والدہ سنایا کرتیں اور قیامت کی ہولناکی سے ڈراتیں۔ ایک مرتبہ والدہ نے فرمایا: کہ قبر میں دو فرشتے آئیں گے اور تین سوالات کریں گے۔ تین سوالات بھی بتائے اور اس کے جواب بھی۔ پھر دوسرے موقع پر قبر کے عذاب سے ڈرانا شروع کیا، تو آپ نے والدہ سے فرمایا: کہ مجھے فرشتوں کے سوالات اور جوابات یاد ہوگئے ہیں تو جواب میں والدہ نے فرمایا: کہ قبر میں چمڑے کی زبان کام نہ دے گی، وہاں عمل کی زبان جواب دے گی، پس تم عمل کرو اور حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے؟ مجھے بھی بتاؤ چونکہ میں تو ان پڑھ ہوں اور تم اب پڑھنے لگے ہو۔ اور والدہ فرماتیں: بیٹا! غیبت کرنا چاہو تو میری کرلیا کرنا کہ بات گھر کی گھر میں رہے، تیری نیکیاں مجھ کو ملیں۔ آپ فرماتے کہ منشا غیبت سے ڈرانا اور بچانا تھا۔ اس لیے کہ آدمی بڑا بھولا بھالا ہے، دشمن کی غیبت کر کے اس کو اپنی نیکیاں دے دیتا ہے۔ اور والدہ فرماتیں: کہ صدقہ سے بلا دور ہوتی ہے اور دینے والا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہتا ہے۔ آپ بچپن میں جب والدہ سے دین کی بات سنتے تو سلیم الفطرت ہونے کی بناء پر پورا تاثر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے آپ خود بیان فرماتے ہیں: کہ میری والدہ نے قیامت کا منظر کھینچا کہ آسمان ٹوٹے گا اور زمین ہلے گی وغیرہ وغیرہ۔ رات میں میں فرش پر سویا تھا اور چھوٹا بھائی چارپائی پر، خواب میں میں نے قیامت کا منظر دیکھنا شروع کیا۔ اتفاق سے چھوٹا بھائی چارپائی سے مجھ پر گرا۔ میں نے چلّانا شروع کردیا کہ قیامت آگئی اور حساب دینا پڑے گا۔ والدہ نے چراغ جلایا اور فرمانے لگیں کہ عمر تم کیوں روتے ہو چھوٹا بھائی ہی تو گرا ہے؟ آپ آنکھیں بند کیے روتے ہوئے کہتے جاتے قیامت آگئی، گویا بچپن ہی سے خوف خدا اور خوف قیامت آپ کے رگ وریشہ میں جا

گزیں ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ مریم خالہ سے ایک حدیث سنی جس میں فرمایا گیا ہے: کہ جو قرآن سیکھ لے، تو اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا، جو نور کا ہو گا۔ حدیث سن کر آپ کی والدہ روئیں اور فرمایا: بیٹا! تو تو قرآن پڑھ لے اور بخاری شریف پڑھ لے۔ والد صاحب نے فرمایا: کہ اماں اسکول کی تعلیم کا کیا ہو گا؟ اماں نے کہا کہ کچھ بھی ہو، بس تو علم الٰہی حاصل کر لے۔

اسکول کی تعطیلات اپنے وطن گٹھامن میں

بہر حال آپ کی والدہ اسکول کے زمانہ میں جو بچپن کا زمانہ ہے آپ کی تربیت فرماتی رہیں اور پانچ سال اسکول کے پورے فرما کر ۱۹۴۲ء کو تعطیلات گزارنے کے لیے آپ والدہ کے ہمراہ اپنے وطن گٹھامن میں آئے۔ انہی دنوں میں مولانا عبدالحفیظ صاحب جلال پوری (یوپی) مدرس ہو کر گٹھامن میں آئے۔ نہایت مخلص اور زاہد تھے۔ جب مدرسے میں مولانا کی والدہ نے آپ کو بھیجنا شروع کیا تو استاد نے آپ کی ذہانت وفطانت دیکھ کر آپ کے ساتھ خصوصی محنت کی اور ایک ہی سال میں پچاس کتابیں پڑھ ڈالیں۔ جب سالانہ امتحان کا موقع آیا تو پالن پور سے حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ امتحان کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ کی پڑھی ہوئی کتابوں کا امتحان لیا، تو آپ اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ اس پر مولانا نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعجب ہو کر معلوم کیا کہ کس کا لڑکا ہے؟ والد چونکہ غیر معروف تھے۔ تو آپ کے دادا حاجی نصیر الدین کھر وڈیہ کا نام لیا گیا کہ ان کا پوتا ہے، تو آپ پھڑک اٹھے اور یہ پھڑک کیوں نہ ہو۔ حاجی نصیر الدین کھر وڈیہ وہ ہیں جب مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاقے میں اصلاح کا کام جاری فرمایا، تو ان خطرناک حالات میں حاجی نصیر الدین گٹھامن کے ان چار حضرات میں سے تھے، جنہوں نے دین وایمان کی صحیح راہ کو سب سے پہلے اپنایا تھا اور مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معاونت میں دست راست بنے رہے تھے۔ مولانا نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی نصیر الدین صاحب کی قربانی یاد آ گئی اور اس قربانی کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ زہد واخلاص سے متصف مولانا عبدالحفیظ صاحب جن کی تنخواہ اس وقت بیس روپے تھی، اپنے ہمراہ اپنی دو چھوٹی اولاد بھی لائے تھے۔ ہر جمعہ کو پالن پور پیدل (پانچ کلومیٹر دور) جاتے اور ضروری سامان کے ساتھ چھ عدد مولی بھی لاتے، جو ان کے ہفتہ بھر کے سالن کا کام دیتیں۔ چھ مولی الماری میں قفل لگا کر رکھ دیتے اور ہر روز ایک مولی کا سالن بناتے۔ اس طرح پورا ہفتہ نکالتے۔ آپ کے استاد ایک مرتبہ خارج اوقات میں مسجد میں حوض کے کنارے بیٹھ کر ہدایۃ النحو کا سبق پڑھا رہے تھے کہ استاد زادہ عبدالحسیب جو چھوٹا بچہ تھا، آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا بھوک لگی ہے، ابا گھر جلدی چلو نہیں تو سب سینگلی کھا جاویں گے یعنی مولی سب کی سب کھا جاویں گے۔ استاد بیس روپے لے کر نہ صرف یہ کہ مدرسے کے اوقات کے پابند تھے بلکہ خارج اوقات میں بھی پڑھایا کرتے تھے، شاگرد کے پڑھنے کا شوق وذوق مخلص استاد کو پڑھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پانچ روپے بطور ہدیہ بھیجے، تو رونے لگے اور پانچ روپے واپس کر دیئے اور فرمایا: کہ میں محمد عمر پر اپنی آخرت کے لیے محنت کر رہا ہوں۔ درمیان سال میں مولانا عبدالحفیظ صاحب اپنے وطن جانے لگے تو دادی صاحبہ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کے لڑکے کو اپنے ہمراہ اپنے وطن لے جانا چاہتا ہوں تاکہ اس کی پڑھائی کا نقصان نہ ہو۔ والدہ کی تمنا عالم بنانے کی تھی ہی۔ لہٰذا اس تنگی ترشی کے زمانے میں پچاس روپے بطور قرض لے کر والد صاحب کو عنایت کیے اور آپ اپنے استاذ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔

دنیا قدموں میں آئے گی

انہیں دنوں میں ممبئی سے رشتہ دار آپ کی والدہ کے پاس پہنچ کر ذہن سازی کر رہے تھے کہ اسکول کی تعلیم میں اس کا نتیجہ اچھا ہے۔ ۲۶۔ رانی چھاپ سکہ انعام میں مل چکا ہے، پھر یہ مدرسہ کی تعلیم پڑھا کر مولوی مُلّا بنا کر کیا کرو گی؟ آپ کی والدہ نے فرمایا: کہ تم لوگ دنیا دنیا کیا کرتے ہو، دنیا تو اس کے قدموں میں آئے گی، انشاء اللہ۔ الغرض والدؒ صاحب اپنے استاذ کے ہمراہ ان کے وطن روانہ ہو گئے اور استاذ نے پانچ چھ مہینے پڑھایا اور اس کے بعد آپ کو پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل فرمایا۔ آپ کا امتحان داخلہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیا اور آپ کو مطلوبہ کتابیں کنز الدقائق وغیرہ مل گئیں۔ ان دنوں آپ نے علم دین کی تحصیل میں خوب محنت کی یہاں تک کہ بائیس گھنٹے آپ پڑھتے صرف دو گھنٹے آرام کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی صحت متاثر ہوئی اور آپ کو تپ دق (ٹی بی) کا مرض لاحق ہو گیا۔ سالانہ امتحان سے فراغت کے بعد آپ ممبئی کے لیے واپس ہوئے۔ یہ واپسی ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔ ممبئی میں کچھ مدت کے بعد ایک چلہ کی جماعت میں مرکز دہلی پہنچے۔ اس وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھانپ لیا اور آپ کو مشورہ دیا کہ ممبئی میں رہ کر تعلیم پوری کرو۔ آپ اس سفر میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ آپ نے ممبئی میں اپنے کچھ کاروباری شغل کے ساتھ مدرسے میں تعلیم جاری رکھی۔ ہر موقع پر آپ کے لیے باری تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیا، جو ہر وقت آپ کی رہبری کرتا۔ والد صاحب ابتدا ہی سے اپنے بڑوں کی بات دھیان میں لے کر عمل پیرا ہونے کے خوگر تھے اور اسی میں آپ کی ترقی کا راز مضمر تھا۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ہر آن اسباب و وسائل جاری و ساری ہیں مگر ہر آدمی جدوجہد اور توفیق کے بقدر مستفید ہوتا ہے۔

ممبئی میں دینی تعلیم اور نکاح

آپ کا نکاح ۳ر مئی ۱۹۴۶ء کو ہوا اور رخصتی ۵ر مئی ۱۹۵۰ء جمعہ کو عمل میں آئی۔ بہر حال حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے آپ نے ممبئی میں رہتے ہوئے درسیات کی تعلیم اور مطالعہ جاری رکھا۔ آپ نے جلالین شریف کے سال میں بیان القرآن کا مکمل مطالعہ کر لیا۔ منگلی کندوری مسجد میں ۱۹۵۲ء میں امامت اختیار فرمائی۔ ان دنوں آپ ہفتے میں مسلسل چھ دن پڑھنے میں مشغول رہتے اور ایک دن گھر جاتے۔ والدہ کو گھر میں دین و ایمان کی باتیں سناتے۔ اس وقت والدہ فرماتیں: ''تمہاری بات آج میں اکیلی سن رہی ہوں، مگر ایک وقت ہوگا کہ تم سے لاکھوں انسان دین و ایمان کی باتیں سنیں گے۔'' آپ کی والدہ کی دونوں پیشین گوئیاں باری تعالیٰ نے آپ کے حق میں من و عن پورا کر کے دکھا دیں، پہلی پیشین گوئی یہ تھی کہ دنیا تیرے قدموں میں آئے گی اور دوسری یہ کہ دین و ایمان کی بات تجھ سے لاکھوں انسان سنیں گے۔ حضرت والد صاحب اس سلسلے میں فرمایا کرتے کہ جو بھی دین و ایمان کی محنت اخلاص اور استخلاص سے کرے گا، خدا اس کو دنیا پیر پڑی دیں گے اور جو دین و ایمان کی محنت نہ کرے گا، اس کو بھی دنیا ملے گی مگر سر چڑھی ملے گی (یہ الفاظ بذات خود والد صاحب کے ہیں) اور آپ کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

آپ کا تعلیمی سلسلہ جاری تھا جب کہ آپ کے گھریلو حالات پریشان کن تھے، مگر آپ عزم و ہمت کے پہاڑ بنے ہوئے ہمہ تن پڑھنے میں منہمک رہے۔ آپ نے ''مشکوٰۃ'' کے سال میں ''مظاہر حق'' کا مکمل مطالعہ کیا۔ گاہے گاہے تبلیغی کام میں عملاً شریک ہو کر چلے وغیرہ بھی لگاتے۔

چار ماہ کے لیے تبلیغی جماعت میں

اسی اثناء مرکز دہلی سے ایک جماعت جس کے امیر قاری عبدالرشید خورجوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، بمبئی پہنچی تھی۔ اس نے آپ کی تشکیل چار ماہ کی کی۔ آپ چار ماہ کے لیے تیار ہوگئے اور جماعت کے ہمراہ اپنے بستر کے ساتھ اسٹیشن پہنچے۔ آپ کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا، تو وہ بھی اسٹیشن پہنچ گئے اور والد صاحب کے گھریلو حالات کی تنگی ترشی بتا کر جماعت میں جانے کا ارادہ ملتوی کرنے پر مجبور کیا مگر اس جماعت کے ایک ساتھی (منشی انیس ادارۂ اشاعت دینیات) نے والد صاحب کو ایک طرف لے جا کر فرمایا: کہ نبیوں والا کام کروگے، تو خدا تمہیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ خدا تم کو بھی چمکائے گا اور تمہاری قوم کو بھی چمکائے گا۔

؎ مطلق آں آواز حق از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

''وہ مطلق آواز شاہ حقیقی کی ہوتی ہے اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو''۔

والد صاحب نے بالآخر عزم مصمم کرلیا اور بستر لے کر جماعت کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ والد صاحب فرماتے ہیں: کہ میرے یہ چار مہینے آج تک پورے نہیں ہوئے اور خدا کرے پورے نہ ہوں۔ باری تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور تاحین حیات اسی راہ میں مشغول رہے حتیٰ کہ اللہ ہی کے راستہ میں وقت موعود آپہنچا۔

بہر حال یہ جماعت کام کرتے کرتے جب مرکز دہلی پہنچی، تو یہاں آپ کے مربی اور محسن حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا: کہ اب تو محمد عمر تعلیم پوری کرلو۔ چونکہ آپ کی تعلیم مشکوٰۃ تک ہوئی تھی اور دورۂ حدیث باقی تھا۔ والد صاحب جماعت کا وقت پورا فرما کر بمبئی پہنچے۔ آپ کی اس ساری نقل وحرکت میں بہت سے حوادثات پیش آئے حتیٰ کہ آپ مقروض بھی ہوچکے تھے۔ بال بچوں کا بھی سوال تھا مگر فکر آخرت اور امت کا درد پیدا ہوگیا تھا اور تعلیم کو پورا کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چونکہ یہی تمنا آپ کی مشفقہ والدہ کی تھی اور یہ تمنا آپ کے مربی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی۔ آپ کی والدہ صاحب فراش اور چلت پھرت، بینائی وشنوائی سے معذور ہوچکی تھیں۔ ہر اعتبار سے حالات شدیدہ کا سامنا تھا۔ اس کے باوجود تعلیم کے لیے آپ نے سفر کا ارادہ فرمالیا اور والدہ سے اجازت لی۔ والدہ نے فرمایا: بیٹا! ہم کو چھوڑ کر جاؤ گے؟ فرمایا: اللہ کے دین کو سیکھنے جا رہا ہوں۔ والدہ نے فرمایا: جاؤ بیٹا۔ آپ کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور آپ اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے تکمیل کے لیے دیوبند روانہ ہوگئے۔

دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

ممبئی سے دہلی مرکز کی مسجد میں پورے رمضان کا اعتکاف کرکے آپ دارالعلوم دیوبند میں دوسری مرتبہ ۱۱/جون ۱۹۵۵ء کو داخل ہوئے۔ داخلہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور مطلوبہ درجہ (دورۂ حدیث) مل گیا۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں یگانۂ روزگار اساتذہ موجود تھے۔ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ آپ کے بخاری شریف کے استاذ تھے۔ آپ تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہوگئے مگر اپنے مربی حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پیش نظر رہتی تھی کہ تمہیں تعلیم بھی حاصل کرنا ہے اور تبلیغ بھی کرنا ہے۔ تبلیغ میں اس قدر منہمک نہ ہونا کہ تعلیم کا نقصان ہو اور تعلیم میں بھی اس قدر مشغول نہ ہونا کہ تبلیغ کا نقصان ہو۔ آپ نے اس نصیحت کے پیش نظر اپنے وقت کی ترتیب اس طرح جمائی کہ ہر ہفتہ میں چار گھنٹے تبلیغ کے لیے فارغ کرتے اور ہفتہ بھر کے کام کی ترتیب

ان چار گھنٹوں میں جمادیتے۔اس طرح آپ کے دونوں مشغلے جاری رہتے۔اس وقت دار العلوم کیا، پورے ملک میں تبلیغ کا عمومی ماحول نہ تھا۔اس لیے بعض طلبہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔مگر آپ لومة لائم کی پرواہ کیے بغیر تعلیمی اور تبلیغی دونوں کام انجام دیتے رہے۔طلبہ کا عمومی ذہن یہ تھا کہ تبلیغ میں، غبی لگتے ہیں یا ذہین لگ کر غبی بن جاتے ہیں۔جب سہ ماہی امتحان کے نتائج برآمد ہوئے، تو آپ اعزازی نمبرات کے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں اول نمبر پر کامیاب ہوئے۔طلبہ اس کے بعد آپ کے معتقد ہو گئے۔آپ نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور تبلیغ کا کام خوب لیا۔

والدہ کی وفات

جب آپ کی والدہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئیں، تو رشتے داروں نے کہا کہ دیوبند سے محمد عمر کو بھی بلالیں، تو فرمانے لگی: نہیں نہیں! اسے نہ بلاؤ۔دین کے کام میں گیا ہوا ہے۔میں تو خالی ہاتھ ہوں ہی، وہی ذریعہ آخرت بنے گا اور اگر اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا لائی ہو؟ تو میں کہوں گی ایک چہیتے بیٹے کو تیرے راستے میں چھوڑ آئی ہوں جسے میں نے تیرے لئے جدا کیا ہے۔جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو والدہ نے فرمایا: کہ مجھے خوشبو آرہی ہے حالانکہ ناک کان مدت سے ماؤف ہو چکے تھے۔اس کے بعد والدہ نے سلام کیا اور مسکرائیں پھر بیہوش رہیں۔ہوش آنے پر گھر والوں نے معلوم کیا کہ اماں! آپ نے کس کو سلام کیا تھا اور کیوں مسکرائی تھیں؟ تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے محمد عمر کو دو فرشتوں کے درمیان دیکھا، تو اس نے سلام کیا اور بیٹے کو دیکھ کر مسکرائیں۔اس کے بعد یہ عابدہ، زاہدہ خاتون دنیا کی تنگی ترشی برداشت فرما کر اپنے پیارے بیٹے کو فکر آخرت میں سنوار کر اللہ کے حوالے کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔(رحمها الله رحمةً واسعة)

رحلت کا دن ۱۴۔دسمبر ۱۹۵۵ء ہے۔آپ نے اپنی والدہ کی خواب میں زیارت کی۔آپ نے معلوم کیا کہ اماں! آپ کہاں ہو؟ تو عربی میں جواب دیا "انا في الجنة" میں جنت میں ہوں اور فرمانے لگیں: تم نے مجھے حج نہیں کرایا۔اسکے بعد آپ نے اپنی والدہ کی طرف سے حج کروایا اور ایصال ثواب کیا۔

بعض عورتیں پورے گھرانے میں دین لانے کا سبب بنتی ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ بچپن میں میری والدہ ہر وقت مجھے ساتھ رکھتیں اور رات میں بھی جدا نہ کرتیں اور دین وایمان کی باتوں کو خوب سناتیں اور لمبی نماز پڑھاتیں اور لمبی دعا کرتیں اور خدا کا مالک وخالق ہونا سمجھاتیں۔ایک مرتبہ محلّہ میں ایک گھر فروخت ہوا، تو والدہ نے مجھ سے معلوم کیا کہ کس کا گھر فروخت ہوا ہے؟ جواب میں فرمایا: کہ اس گھر کا مالک پارسی تھا۔میرے منہ سے مالک کا لفظ سن کر والدہ ناراض ہو گئیں کہ مالک تو خدا ہے، تم نے پارسی کو مالک کیوں کہا۔بالآخر مریم خالہ کی سفارش وگذارش سے میری والدہ راضی ہوئیں۔یہ تھا آپ کی والدہ کا زمانہ طفولیت میں انداز تربیت جو ہمارے لیے باعث عبرت ہے۔

جسے تو غم سمجھتا ہے خزانہ ہے مسرت کا
جسے تو چشم تر کہتا ہے سر چشمہ ہے رحمت کا

وقت کی قدر وقیمت

آپ کی طالب علمی کا زمانہ بھی نہایت تنگی ترشی سے گزر رہا تھا۔چراغ جلانے کے لیے تیل نہ ہوتا، تو اس زمانے میں سڑک کی

لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتے۔ اپنا کوئی وقت ضائع نہ ہونے دیتے حتیٰ کہ رشتے دار مدرسے میں آتے، تو آپ کے منہ سے انا اللہ نکل جاتا کہ اب وقت ضائع ہوگا۔ جب کوئی ساتھی مدرسہ دکھانے والا مل جاتا، تو خوشی ہوتی کہ ضیاع وقت سے حفاظت ہوگئی اس قدر دقیمت کی بناء پر ششماہی امتحان میں بھی اعزازی نمبرات حاصل کئے۔ مولانا اس کی وجہ بیان فرماتے تھے۔ کہ پرچوں کے جوابات میں حاشیئے اور شروحات کی بات کو بھی خوب لکھتا۔ اس کے علاوہ ان احادیث کے جوابات میں حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی علمی باتوں کو موقع بموقع جوڑ دیتا اور یہ باتیں ممتحن کے لیے نئی چیزیں ہوتیں۔ اس طرح سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات کے ساتھ نمبر دوم پر دورۂ حدیث میں کامیاب ہوئے اور ۸/اپریل ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل فرمائی۔

لاکھوں انسانوں کو دین وایمان کی بات سنانے کی ایک کامیاب مثال

ہندوستان اور بیرونی ممالک میں ہونے والے بڑے اجتماعات میں تقریباً آپ کا بیان خاص طور پر طے ہوتا اور لاکھوں انسان جم کر دین وایمان کی باتیں سنتے اور آپ کی دین وایمان کی باتیں کامل اخلاص اور درد کے ساتھ ولولہ انگیز ہوتیں۔ ہزاروں انسانوں کی زندگیاں بن جاتیں اور ہزاروں فسق وفجور والے راستے سے تائب ہوتے اور ہزاروں مردہ دلوں کو روح کا سامان مل جاتا اور ہزاروں انسان اپنے جان ومال کو اللہ کے راستے میں لگانے کا عزم مصمم کرتے اور بڑی تعداد میں نقد نکلتے تبلیغی جدوجہد کے لیے بیرونی ممالک میں اکیاسی مرتبہ تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کے لیے بیس مرتبہ۔ آپ کی یہ نقل وحرکت مختلف مقامات کے لیے اور بیانات تقریباً چالیس سال تک پورے عالم اسلام میں ہوتے رہے۔ بعض مرتبہ کئی کئی لاکھ کا مجمع سننے والا ہوتا۔ اس قدر بیانات اور مقامات اور سننے والوں کی تعداد تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، کہ ایک شخص واحد نے بے شمار انسانوں کو دین وایمان کی بات سنائی اور پہنچائی ہو:

﴿ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

یہ اسفار اور انتھک جدوجہد اور اس کے نتیجہ میں دین کی نسبت پر انسانوں کی نقل وحرکت کسی انسان کے بس میں نہیں ہے جب تک کہ خدا کی مدد شامل حال نہ ہو۔ یہ آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی جو باری تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں صادر فرمائی اور خدائی وعدہ ہے:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

جو بھی احیاء دین وایمان کی محنت کرے گا، خدا اس کی مدد کرے گا مگر درد واخلاص کے بقدر فیض یاب ہوگا۔ آپ کی ذات میں امت کا بے پناہ درد، خدا کی طرف سے ودیعت فرمایا گیا تھا۔ دین وایمان کی دعوت کے بغیر آپ کی بے قرار طبیعت کو قرار نہ آتا تھا۔ آپ اکثر وبیشتر بیانات میں یہ شعر ترنم کے ساتھ والہانہ انداز میں پڑھتے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

بھوکوں کو کھانا کھلا دینا اور ننگوں کو کپڑا پہنا دینا اور کسی حاجت مند کی حاجت کو پورا کر دینا یہ بھی درد دل میں داخل ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر درد دل کا عمل جو ہوسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ انسانوں کو جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنت کے راستے پر لایا جائے اور ان کی ابد الآباد کی زندگی کی فکر وکڑھن پیدا کی جائے، یہی درد اور فکر وکڑھن انبیاء علیہم السلام دنیا میں لے کر مبعوث ہوئے تھے اور یہی شیوہ نائبین انبیاء کا رہا ہے۔

یہ درد ِامت آپ میں فزوں تر تھا جس کی بناء پر پورے عالم اسلام میں کئی معذوریوں کے ساتھ چلت پھرت کر کے پوری امت میں دین وایمان کے پیدا کرنے کی جدوجہد فرمائی اور تاحین حیات اس جدوجہد میں کمی گوارا نہ فرمائی۔

اجتماعات میں آپ کے بیانات کی نوعیت

آپ بیان کی ابتداء میں خطبہ مسنونہ پڑھتے۔ خطبہ کے شروع ہوتے ہی مشغول اور منتشر حضرات مانوس آواز سن کر اجتماع گاہ کی طرف پروانہ وار دوڑتے ہوئے جمع ہوجاتے اور بیان کے ختم تک مؤدب بیٹھے رہتے۔ عموماً آپ کے بیانات میں قرآنی قصص جن میں خدا کی مان کر زندگی گزارنے والوں کی کامیابی اور نہ ماننے والوں کی تباہی کا ذکر ہوتا، نیز جنت اور جہنم کا ذکر بھی تفصیلی ہوتا۔ جنت کا ذکر اس طرح فرماتے جیسے جنت پوری آرائش وزیبائش کے ساتھ آپ کے سامنے موجود ہے۔ آپ اس کی نعمتوں کو دیکھتے ہوئے بیان فرمارہے ہیں۔ اثناء بیان میں آیات قرآنیہ اپنے مخصوص خوبصورت الحان کیساتھ تلاوت فرماتے، تو پورے مجمع پر ایک کیف کا سما بندھ جاتا اور ایسا معلوم ہوتا جیسا کہ قرآن دل میں اترتا جارہا ہے۔ اس کے بعد توحید ومعرفت کی باتوں کو محسوس مثالوں سے سمجھاتے اور خدا کی قدرت کو واشگاف بیان کرتے۔ الغرض تمام خوبیوں کا جامع بیان ہوتا، جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید اور محظوظ ہوتے اور گاہے یہ شعر بھی پڑھتے۔

در فیض محمد ﷺ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اجتماع اور آپ کی ذات لازم وملزوم تھے۔ اجتماع کا نام آتے ہی آپ کی ذات کا تصور دل ودماغ میں آجاتا تھا۔ ملک کے کسی گوشے میں بڑا اجتماع ہوتا، تو آپ کا بیان ضرور ہوتا۔ بیان میں حقائق ومعارف کی بڑی باتیں سیدھی سادی محسوس مثالوں سے عام طور پر لاکر بیان کرتے۔ سن کر ہر آدمی اپنے اندر روحانی کیفیت محسوس کرتا۔ ایک نو وارد اس قدر ضرور متاثر ہوتا، کہ وہ کم سے کم دعوت کے کام سے منسلک اور مانوس ہوجاتا۔ آپ کو بیان کا منجانب اللہ خصوصی ملکہ عنایت ہوا تھا۔ آپ ابتدائے بیان میں دین کا شوق وذوق پیدا فرما کر رغبت پیدا فرمادیتے اور اپنی جان ومال کو دین کے کام کے لیے بے قیمت بتلا کر اللہ کی راہ میں کھپانے کو مقصد زندگی ثابت کرتے تھے۔ اس طرح پورے مجمع کی ذہن سازی فرما کر اخیر بیان میں شوق وذوق کے ساتھ جوش بھی دلاتے، جس سے اللہ کی راہ میں نکلنا آسان ہوجاتا اور اجتماعی تشکیل میں ایسا انداز اختیار فرماتے، جیسا فرداً فرداً آپ تشکیل فرمارہے ہیں۔ ہر آدمی اپنی جگہ متفکر ہوجاتا، نام لکھوانے والوں کی ہمت افزائی کرتے اور خصوصی دعاؤں سے نوازتے اور اس وقت پوری بشاشت میں آجاتے۔ جس قدر زیادہ نام آتے اسی قدر آپ کی خوشی میں اضافہ ہوتا رہتا۔ لاکھوں بندگان خدا خدا کی راہ میں نکل کر اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہوتے اور صحیح راہ پر گامزن ہوتے اور آپ کی پوری زندگی کی نقل وحرکت سے صاف محسوس ہوتا، جیسا کہ آپ اسی کام کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے دعوت کے کام کو اپنالیا تھا اور پوری زندگی یہی ایک مشغلہ رہا۔ یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ کے پاس ملنے والے خصوصی حضرات ہوں یا عام لوگ، ضرور ان کو اس کام کی دعوت دیتے۔ حسب موقع کم سے کم تین دین کی تشکیل کرتے۔ اس قدر گنجائش نہ ہوتی، تو ایک رات دن کی اور یہ بھی نہ ہوتا، تو صبح کا بیان سن کر جانے کے لیے آمادہ کرتے۔ شب وروز عمومی اور خصوصی طور پر یہی دعوت دین کا مشغلہ تھا۔ فرماتے: کہ قرون اولیٰ میں یہی دعوت کا کام مہتم بالشان اور اصل اصول کے درجے پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ

رضی اللہ عنہم نے دعوت کے کام کو اپنالیا اور پوری دنیا پر چھا گئے۔ اگر آج بھی امتِ مسلمہ اس کام کو اصولی طور پر اپنا لے، تو خدائی وعدہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا ہوا، آج بھی وہی وعدہ ہے۔ خدا اپنے فضل وکرم سے دینی اور دنیوی سرسبزی اور شادابی پیدا فرما دیں گے۔ آپ کی فکر و کڑھن اور جدوجہد کے نتیجہ میں باری تعالیٰ اس کام کو پھیلانے اور سمجھانے کی نئی نئی راہیں آپ کو ودیعت فرماتا تھا۔ آپ اسی انداز سے امت مسلمہ کی رہبری فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام

آپ کا آخری حج ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا۔ آخری حج بیت اللہ کے سفر سے واپسی ۲۹/اپریل ۱۹۹۷ء کو بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہوئی۔ آپ کی طبیعت عرصہ سے علیل چل رہی تھی۔ کبھی صحت کبھی علالت رہتی تھی، مگر آپ عزم وہمت کے پہاڑ تھے۔ کسی قدر صحت غالب دیکھتے۔ اپنے معمول کے مطابق بیان وغیرہ جاری رکھتے۔ ان دنوں میں حضرت مولانا کے وطن (گٹھامن) کے احباب واعزہ مرکز بستی حضرت نظام الدین میں تشریف لائے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ گٹھامن میں اجتماع جو مشورے سے طے ہوا تھا اس میں آپ کی شرکت ہو جائے۔ انکے اصرار پر حضرت مولانا گٹھامن اجتماع کے لیے روانہ ہوئے۔ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے احمد آباد اور پھر احمد آباد سے بذریعہ کار کاکوسی "مدرسہ نذیریہ" میں پہنچے۔ یہاں آپ کا مختصر بیان ہوا۔ جس میں ابتدائی طالب علمی کے دور کی باتیں بیان فرمائیں۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن گٹھامن پہنچے۔ تین دن کا اجتماع تھا۔ الحمد للہ طبیعت اچھی رہی۔ اعزہ واقرباء سے ملاقات ہوئی۔ گاؤں اور علاقے کے تمام حضرات سے تعارف کے ساتھ ملاقات کی حتی کہ آپ اپنے بچپن کے ہندو ساتھیوں سے بھی ملے اور انہیں دعوت بھی دی۔

آپ کا اہل وطن اور قوم سے آخری خطاب عام

یہ تقریباً ۱۷/مئی ۱۹۹۷ء کی تاریخ تھی۔ آپ کی وفات سے قریب چار روز پہلے اپنے گاؤں گٹھامن میں قوم سے آخری خطاب فرما رہے تھے۔ کسے خبر تھی کہ دین وایمان کی روشنی پھیلانے والا آفتاب عنقریب غروب ہونے والا ہے۔ آپ نے اس بیان میں ابتدائی بیرونی اسفار کی کارگزاری پر روشنی ڈالی تھی اور اسلام اور مسلمانوں پر جو حالات آئے اس کی مثال میں دورِ صدیقی کے حالات دہرائے تھے اور اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح عمل کیا۔ ہمیں بھی ان حالات میں یہ اعمال اختیار کرنے ہیں۔ اس پر مفصل روشنی ڈالی تھی، قوم وملت کا ہمدرد اور غمگسار یہ آخری خطاب فرما کر ہمیشہ کے لیے عنقریب رختِ سفر باندھنے والا ہے۔ سوائے علام الغیوب کے کوئی نہ جانتا تھا۔ بیان کے بعد حسب معمول پورے جوش اور شوق وذوق کے ساتھ پورے مجمع کی تشکیل فرمائی اور اللہ کی راہ میں نکلنے والوں اور ارادہ کرنے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ اور اخیر میں پورے مجمع کو بلند آواز سے تین بار السلام علیکم کہا۔ سب نے بیک زبان، وعلیکم السلام، سے جواب دیا اور دعا میں یہ الفاظ بھی فرمائے: کہ یا اللہ! اب میں ضعیف اور کمزور ہو چکا ہوں۔ یہ مجمع بڑی مشکل سے وجود میں آیا ہے، یا اللہ! تو اس مجمع کی حفاظت فرما، اس بندۂ خدا کو درد تھا اور چاہت تھی، تو یہ کہ ہر حال میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ اللہ کی راہ میں نکلیں اور قوموں اور ملکوں میں چلت پھرت کر کے بے دینوں اور بے طلبوں کو دین کی دعوت دے کر جنت والے راستے پر لے آویں۔ یہی ایک فکر اور کڑھن تھی۔ مرتے مرتے کر گئے اور کرتے کرتے مر گئے۔ بہر حال چار روز کے بعد بذریعہ کار گٹھامن سے احمد آباد آئے اور پھر دہلی کے لیے روانگی ہوئی اور دہلی مرکز (بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ) پہنچے۔ صبح کو یوم عاشورہ پر معمول کے مطابق بیان ہوا۔ ۱۰۔ ۱۱۔ اور ۱۲۔ محرم ۱۴۱۸ھ کو مدراس کے اجتماع کے لیے سفر درپیش تھا۔ پہلے گنگوارہ ضلع ایٹہ میں اجتماع تھا۔ اس میں شرکت کے لیے

بذریعہ کار جانا طے ہوا تھا۔ ۲۱ مئی ۱۹۹۷ء کو صبح کے وقت میں نماز پڑھی اور خادم سے فرمایا؛ کہ اب مجھے گاڑی میں بٹھا دیا جائے تاکہ میری وجہ سے دوسروں کو انتظار کی تکلیف نہ ہو۔ آپ کے ارشاد کے مطابق گاڑی میں سوار کر دیا گیا مگر آپ کی طبیعت میں خاموشی زیادہ تھی۔ بہر حال سفر شروع ہوا۔ آپ کے ہمراہ اس سفر میں دو خادم تھے۔ آپ کی گاڑی خورجہ پہنچی۔ یہاں پہنچ کر دعا کرانا طے تھا۔ یہاں پہنچ کر والد صاحب نے استنجا کیا۔ آپ کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ کچھ کھانے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ فرمایا: مجھے دوا کھلا کر گاڑی میں بٹھا دو۔ جب آپ کو کہا گیا کہ گھنٹہ بھر آرام فرمالیں اور بعد میں آجاویں۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا: کہ میں اکیلا رہنا نہیں چاہتا، قافلے سے الگ کہاں رہوں گا، مجھے تو ساتھ لے چلو۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد خادم نے آپ کی حالت زار دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! میں تو آپ کو مرکز (بستی حضرت نظام الدین) واپس لے چلتا ہوں۔ فرمایا کہ نہیں قافلہ والوں سے بات نہیں ہو سکی ہے۔ حالانکہ آپ کی طبیعت میں بے انتہا کمزوری محسوس ہوتی تھی اس لیے خادم نے کہا کہ قافلہ والوں کو میں اطلاع کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تاکہ انتظار کی تکلیف نہ ہو اور میری وجہ سے پریشانی نہ ہو۔ یہ آپ کی آخری دن سے پہلے والے دن کی باتیں ہیں۔ اس قدر تکلیف اور معذوری میں بھی دوسروں کو معمولی تکلیف دینا بھی گوارہ نہ کیا۔ جب خادم نے کہا کہ علی گڑھ فون کر کے خبر دے دی گئی ہے، تب فرمایا: کہ واپس چلو اور جلدی کرو۔ یہ خورجہ سے آخری سفر کی واپسی ہو رہی ہے۔ جہاں سے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ کا تبلیغی ابتدائی سفر ہوا تھا اور جس جماعت کے امیر نے آپ کے ابتدائی چار ماہ کی تشکیل کی تھی، وہ بھی اسی خورجہ کے رہنے والے تھے یعنی قاری عبد الرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دونوں کی قبریں بھی پاس پاس بنی ہوئی ہیں۔

دین وایمان کا نور اور روشنی پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا

خورجہ سے واپسی میں سیدھا آپ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ علاج و معالجہ کے بعد دوسرے دن افاقہ ہونے کی وجہ سے صبح گیارہ بجے بستی حضرت نظام الدین لایا گیا۔ محبین نے فرط محبت اور دیدار کی خوشی میں آپ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیا اور آپ کے حجرے میں لٹایا گیا۔ کیا معلوم تھا اس دنیا کے جیل خانے سے طائر لاہوتی اپنا قفس چھوڑنے والا ہے۔ سب لوگ آپ کی صحت یابی پر مسرور تھے۔ آپ آرام فرما رہے تھے۔ تقریباً بارہ بجے دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیراً منہ.

۲۲ مئی ۱۹۹۷ء کا دن امت مسلمہ کے لیے یہ عظیم حادثہ تھا۔ بجلی کی مانند خبر اطراف عالم میں پھیل گئی۔ اس حادثے نے بے شمار انسانوں کے دلوں کو تڑپا دیا۔ یہ امت مسلمہ کا عظیم غم خوار راتوں کو اٹھ کر خدائے بے نیاز کے سامنے گھنٹوں رونے والا اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا سچا درد رکھنے والا اور امت کی بے دینی پر کڑھنے والا اور دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب آناً فاناً غروب ہو گیا اور امت اپنے عظیم محسن سے محروم ہو گئی اور پوری دنیا ماتم کدہ بن گئی۔ بازار بے رونق ہو گئے، چہار سو اداسی چھا گئی اور ہر جانب سے معتقدین اور عاشقین جوق در جوق آخری دیدار کے لیے آنے لگے۔ ہر ایک اس مسافر آخرت کا آخری دیدار کر کے ذکر و دعا اور تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ کوئی آہ و فغاں کر رہا تھا کہ آہ ہمارا پرسان حال رہبر اب کون بنے گا۔ ایسا رہبر کامل، جو اللہ کی طرف اس خوش اسلوبی سے لے چلے، جس طرح یہ مرد مجاہد چلتا رہا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب یکے بعد دیگرے رحلت فرما ہوئے، تو غم خواری اور تسلی دینے والا موجود تھا، جس

نے پوری امت کی خیر خواہی کی اور دعوت کے کام کی سطح کو سنبھالا اور بڑھایا بھی۔ آج یہ بھی داغ مفارقت دے گیا۔ ہر ایک مغموم اور حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر قضائے الٰہی پر رضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ عشا کی نماز تک بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گلی کوچے انسانوں سے بھر چکے تھے۔ ازدحام کثیر ہونے کی بناء پر نماز جنازہ ہمایوں کے مقبرہ کے بالمقابل پارک میں ہوئی پھر وہاں سے پنج پیراں قبرستان میں جنازہ پہنچا، جہاں ایک چھوٹے سے حصۂ زمین میں ایک طرف مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے، دوسری جانب قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خورجوی کی اور تیسری جانب منشی بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور درمیان میں پوری دنیا کو بانگ دہل اللہ کی بات پہنچانے والا تھکا ماندہ مسافر خود خاموش ہو کر سو گیا۔ رحمھم اللہ رحمۃً واسعةً.

تعزیت نامے

احبابِ شوریٰ رائے ونڈ کی طرف سے تعزیت نامہ

بقلم جناب عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم

دن کے ڈیڑھ بجے حادثۂ فاجعہ کی خبر مل گئی تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للّٰہ تعالٰی ما اخذ وله ما اعطی، و کل شیء عندہ باجل مسمّٰی۔ ہم سب کو بہت دلی صدمہ ہوا۔ سب اسی وقت اعمال اور دعائے مغفرت میں لگ گئے۔ ظہر کے بعد مدرسہ میں قرآن شریف پڑھے گئے۔ ایک ہی مجلس میں سترہ قرآن ختم ہو گئے۔ اب تک ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کے جانے سے امت مسلمہ کا عموماً اور اہل تبلیغ کا خصوصاً بڑا نقصان ہوا۔ اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا ھذہ واخلف لنا خیرًا منه۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تبلیغی محنت میں شامل ہوئے اور بتدریج قربانی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، پھر اسی محنت کے ہو گئے اور مرکز بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بہار بن گئے اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بیان کی ذمہ داری بھی انہی پر آ گئی اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ جس شوریٰ کے حوالے کام کر کے گئے، اس شوریٰ میں وہ بھی شامل تھے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی محنت کو چلانے اور بڑھانے کے لیے جن حضرات سے کام لیا ہے، وہ ان میں سے ایک تھے۔ ہمارے یہاں سالانہ اجتماع میں وہی رونق تھے۔ مولانا تو اب جا چکے اور ان کے جانے پر صدمہ ہونا ایک طبعی چیز ہے، صبر اور ایسے موقع پر حوصلے اور ہمت سے کام لینا اور رضا بر قضاء مومن کی شان ہے، جب ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت کر رکھی ہے، جن سے ہمیں جان، مال، آل اولاد، عزیز و اقارب، اساتذہ و مشائخ سے بھی زیادہ محبت ہے، تو ہمیں حضرت مولانا کی جدائی کو احسن طریقے سے برداشت کر لینا چاہئے۔ ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خاص لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ بال بال مغفرت فرمائیں، اعلیٰ درجات سے نوازیں اور آپ کے سب پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں۔ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو جن برکتوں اور رحمتوں سے نواز رہے تھے، اب بھی ان سے نوازتے رہیں۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہٗ واغفر لنا وله۔ جس اللہ تعالیٰ نے نبوی محنت کو اس زمانے میں

شروع فرما کر یہاں تک پہنچایا اور اس محنت کی ترقی میں مولانا مرحوم کو ذریعہ بنایا، اسی نے مولانا مرحوم کو صفاتِ مطلوبہ سے نوازا تھا اور وہی مولانا مرحوم جیسے صفات والے ہزاروں، لاکھوں افرادِ امت مسلمہ کو دے سکتا ہے۔ اسی مولائے کریم کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ وہ اپنے خصوصی کرم سے اس تبلیغی محنت کی تکمیل فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ سے سارے دین کو سارے عالم میں زندہ فرمائے اور اس کے لیے ساری امت مسلمہ کو قبول فرما کر صفاتِ تبلیغ سے آراستہ فرمائے اور اہل تبلیغ کو مطلوبہ قربانیوں کے ساتھ تبلیغی محنت میں ظاہراً او باطناً ترقی کرنے والا بنائے۔

حضرات مرکز نظام الدین کی خدمت میں سلام مسنون اور مضمون تعزیت، اس وقت آپ سب کے دل شکستہ ہیں اور آپ کی دعائیں قبولیت کا خاص درجہ رکھتی ہیں، ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کی طرف سے تعزیت

منجانب مولانا مرغوب الرحمان صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کا یہ اجلاس حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں حضرت مرحوم کی مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا گو ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مرحوم دار العلوم دیوبند کے قدیم فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں تھے، زمانۂ طالب علمی ہی سے اپنی نیک سیرت، جدوجہد، مقصد سے لگن اور صالحین سے تعلق کی بناء پر مشہور تھے۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ شدید بیماری کے سبب ترک تعلیم پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن مقصد سے بے پناہ دلچسپی کے سبب کئی سال کی بیماری کے بعد پھر طلب علم میں لگ گئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد موصوف تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے اور پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی۔ ان کی تقریروں سے ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب آیا اور اس طرح وہ اکابر دیوبند کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو صرف فرماتے رہے۔ موصوف کئی سال سے دار العلوم تشریف لا کر اس مادرِ علمی کو خراج عقیدت پیش کرتے تھے اور دعوت وتبلیغ کے لیے طلبہ عزیز کی ذہن سازی فرمایا کرتے تھے۔ مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کے فرزند قدیم اور مسلک دیوبند کے قدیم تبلیغی ترجمان کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور موصوف کے صاحب زادگان، اہل خاندان اور جملہ متعلقین خصوصاً تبلیغی جماعت کے احباب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتی ہے اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہے کہ وہ موصوف کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا کرے۔ (آمین)

تعزیت نامہ

از طرف حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

آج ہی دو پہر کو سفر طویل سے واپسی ہوئی، عصر کے وقت اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی رحلت ہوگئی ہے، بہت ہی صدمہ اور افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے مدارج کو بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں، داعیہ ہوا کہ فوری حاضری دوں مگر تعب اور تکان اتنا ہے کہ قریب کی مسجد میں بھی حاضری نہ دے سکا۔ اس لیے چند کلمات تحصیل ثواب تعزیت کے لیے معروض ہیں۔

تعزیت نامہ

از طرف حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عمر صاحب بے حد مخلص اور امت کا درد رکھنے والے اور عالم ربانی تھے، اللہ پاک نے مولانا مرحوم کو گونا گوں کمالات سے نوازا تھا، خود کو دین کے لیے وقف کردیا تھا۔ رات دن ان کی زندگی کا ہر لمحہ دینی فکروں اور امت کے درد میں گزرتا تھا، متعدد امراض کے شکار تھے، مگر ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر وقت دینی کاموں میں مشغول رہتے، اپنی راحت آرام کو دین کے لیے قربان کردیا تھا۔

مرحوم کو احقر سے للہ فی اللہ بڑی محبت تھی اور بہت ہی اخلاص سے ملتے تھے، حقیقت میں مجسم اخلاص تھے، روحانی طاقت اور تعلق مع اللہ کی قوت کارفرما تھی، ورنہ اتنے امراض کے باوجود اس قدر بڑی ذمہ داریوں کو سنبھالنا، انسانی طاقت سے باہر ہے، بس وہ دین ہی کے لیے زندہ تھے اور بیشک ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کے مصداق تھے، ان کی وفات ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے اور موت العالم موت العالَم کا مصداق ہے۔ اللہ پاک ہم سب کی طرف سے مرحوم کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔ بلند درجات نصیب فرمائیں اور مرحوم جن فکروں کو اور امت کا جو درد اپنے اندر رکھتے تھے، اللہ پاک ہمارے اندر بھی دین کی فکر اور امت کا درد نصیب فرمائے اور ہم سب کو بھی زندگی کے آخری لمحہ تک دین کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین)

آپ سب حضرات سے عرض ہے کہ میرے لیے بھی ضرور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوجائیں اور وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ اسی طرح میرے اہل وعیال واعزا واقربا ومتعلقین، خدام اور احباب سے بھی اللہ پاک راضی ہوجائیں اور سب کو ایمان واعمال صالحہ پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں اور ہم سب کو اور پوری امت کو ایمان ویقین اور ہدایت عطا فرمائیں۔ (آمین)

تعزیت نامہ

ازطرف حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم معہد علمی کنز مرغوب پٹن (گجرات)

بعد تحیۂ مسنونہ! بزرگان نظام الدین کے حالیہ سفر گجرات کے تذکرے ابھی زبانوں پر جاری ہی تھے، کہ اچانک یہ جان گداز اور روح فرسا خبر سنی کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری جنہیں اب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے انتہائی رنج وقلق ہو رہا ہے، اپنے قلب سلیم، روح بیتاب، بے آزار طبیعت اور پاکیزہ شخصیت کے ساتھ خدا کے ہزاروں بندوں کو سوگوار اور اشکبار چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کیا خبر تھی کہ مولانا کے وطن میں ان سے یہ ملاقات اب آخری ملاقات ہوگی اور دعوت وتبلیغ اور ارشاد دین کا یہ چراغ جو عرصہ سے اپنی ناہمواری صحت اور طویل ضعف وعلالت کے سبب چراغ سحری ہو رہا ہے، گل ہونے کے قریب ہے اور یہ سلسلہ خیر وبرکت جلد ہی ختم ہونے والا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص وللّٰہیت، تعلق مع اللہ، دعوت کے کاموں میں انہماک واستغراق، ایثار وقربانی کی کیفیت، تواضع وانکساری اور پھر اسی راہ کی موت برسوں دل کو تڑپاتی اوران کی یاد تازہ کرتی رہے گی۔

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

خبر سنتے ہی معہد میں تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

اللھم اغفر له وارحمه وادخله جنان الفردوس عندك ونور قبرهٗ وبرد مضجعه ووسع مدخله وامطر عليه شابيب رحمتك۔ (آمین)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اظہار الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی پے در پے رحلت کے بعد اس نازک گھڑی میں اب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اٹھ جانا بظاہر ''مرکز دعوت وتبلیغ'' کے لیے ایک ایسا خلا ہے، جو بہت دور تک اور بہت دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ دعا ہے کہ رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے، ان کے درجات بلند فرمائے، تمام اعزا وپسماندگان، تمام مخلصین ومحبین نیز تمام کام کرنے والوں کو اس صدمے پر صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور دین کی محنت کے اس عالمی کام کی مکمل حفاظت فرما کر آپ تمام حضرات کی پوری پوری رہنمائی ودستگیری فرمائے۔ (آمین)

تعزیت نامہ

ازاحباب شوریٰ موریشش السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! اللہ جل شانہ آپ حضرات کے فیوض سے ہمیں مستفید فرمائے اور آپ حضرات کی زندگیوں میں برکت دے، آمین ثم آمین۔

کل صبح بعض احباب نے بذریعہ فون حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سنائی، توثیق کے لیے ہم

نے ادھرادھرفون کے ذریعہ پتہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ خبرصحیح ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ امت کی رہبری میں ایک ایسی کمی واقع ہوئی کہ شاید پر نہ ہو سکے گی۔ حضرت نے ساری زندگی دعوت وتبلیغ میں گزاری اور امت کوایک ایسا راستہ دیا جس پر چل کر امت منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری امت کی طرف سے ان کو بہت بہت جزائے خیر دے اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے (آمین)۔
ساری امت ان کی کمی محسوس کرے گی، خصوصاً ہم موریشش والے کم نصیب ہیں کہ اجتماع کی تاریخ مقرر ہونے کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار واستفادہ کرنے کا شدت سے انتظار کررہے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو جو کہ ساری امت ہے، صبر جمیل کی توفیق دے اور باقی رہنے والے حضرات اکابرین کی قدر اوران سے استفادہ کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔
شوری موریشش کے سارے مسلمانوں بلکہ موریشش کے سارے مسلمانوں کی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان اور اکابرین کی خدمت میں تعزیت وسلام اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام

تعزیت نامہ

ازمسجد وار جماعت چپاٹا زامبیا

محترم ومکرم مولانا محمد یونس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر آج دوپہر کو ٹیلی فون کے ذریعہ ہوئی۔ اور پورا ملک مغموم ہوگیا۔ کس کس کی تعزیت کی جائے۔ لاکھوں دل سوگوار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ وہ جو پوری امت کے سرمایۂ حیات تھے، جو عالم میں روشنی کے مینار تھے، جو لاکھوں دلوں میں بستے تھے، جو روزانہ شیریں بیان سے امت کے ہزاروں انسانوں کو دعوت کے نکات اور اصول بتلایا کرتے تھے، جنہوں نے اپنے لیے اور دوسرے لاکھوں انسانوں کے لیے فی سبیل اللہ سفر کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنایا تھا، وہ زندگی بھر کا تھکا مسافر سارے قافلے کو چھوڑ کر منزل پر جا پہنچا، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا کرے اور ان کے تمام پسماندگان کو خصوصاً اور محبین اور مخلصین کو عموماً اس شدید ترین صدمہ پر اپنی شایان شان صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور باقی ماندہ حضرات اکابر کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے اور ان کا سایہ ہم سب پر اور پوری امت پر تادیر قائم فرما کر ہم سب کو اور تمام کام کرنے والوں کو بلکہ پوری امت کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق ارزانی کرے، آمین وما ذالك على الله بعزيز۔

خصوصیات، صفات اور معمولات

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستاں شرر آمیز

① دعوت دین کی بھرپور لگن کے ساتھ اصولِ دعوت کی پوری پوری رعایت فرماتے، حوصلہ شکن حالات میں نتائج سے بے پرواہ ہوکر دعوت دین کے عمل میں مشغول رہتے۔ تھکن اور اکتاہٹ کی پرواہ کیے بغیر، کسی شخص کو دین کی بات پہنچانے کا جہاں موقع مل جاتا

اسے غنیمت شمار کر کے پہنچا ہی دیتے۔ ساتھ ہی اصول کا بھی لحاظ فرماتے کہ داروغہ بن کر اس کے پیچھے پڑنے کے بجائے اپنی بات مؤثر انداز میں کہہ کر فارغ ہو جاتے۔ پھر جب دیکھتے کہ اس پر عمل نہیں ہوا، تو پھر موقع دیکھ کر خوبصورت انداز میں کہتے لیکن نہ مسلط ہونے کا طریقہ اختیار فرماتے اور نہ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے۔

اور مخاطب کے ساتھ مشفقانہ لہجہ اختیار فرماتے جس میں اپنی برتری اور مخاطب کی تحقیر کا کوئی شائبہ نہ پایا جاتا اور دین کی بات کہنے میں موقع اور ماحول ایسا تلاش کرتے، جو مخاطب کے لیے زیادہ مؤثر ثابت ہو، نیز انداز بیان اور اسلوب ایسا اختیار فرماتے جو نرمی، ہمدردی اور دلسوزی کا آئینہ دار ہو، مخاطب آپ کے کمال اخلاص کی حلاوت محسوس کرتا اور اس کا دل بے اختیار پکار اٹھتا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس سے رضاء الٰہی اور کمال خیر خواہی کے سوا کچھ اور مطلوب و مقصود نہیں، لہٰذا وہ مستفید اور مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا ؎

حکمت و دانائی و عشق ومحبت کا نشاں
پھونک دیتا تھا رگوں میں زندگی جس کا بیاں

(۲) والد صاحب دعوت دین کی نقل وحرکت کے لیے جس طرح دوسروں کی تشکیل کرتے تھے، خود بھی حسب ضرورت مرکز سے باہر رہتے تھے اور مہینوں باہر گزارتے تھے۔ حالانکہ مرکز میں آپ کی موجودگی بے حد ضروری تھی، تب بھی دعوت دین کی اہمیت کے پیش نظر ہندوپاک کے متعدد اجتماعات اور مدارس ومراکز کے خصوصی مجمعوں نیز افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا'' یورپ وغیرہ بیرونی ممالک کے دور دراز اسفار کرتے اور اجتماعات میں شرکت کرتے، حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد نفلی حج اور عمرے کے لیے جماعتیں لے لے کر کئی مرتبہ حجاز مقدس پہونچے اور وہاں مسلمانان عالم کے اجتماع سے بھرپور دینی مقاصد حاصل کئے ملکوں کے لیے وہاں سے جماعتیں روانہ کیں، مقدس مقامات میں دنیا کے مسلمانوں کے لیے عموماً اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصاً فلاح وعافیت اور روحانی ترقی کے لیے دعائیں کیں اپنی فکر کامل اور سعی بلیغ کے ذریعہ عالم اسلامی سے خصوصی ربط پیدا کر کے ملکوں میں دعوت دین کی نت نئی راہیں کھولیں ؎

کون نکلے گا خدا کی راہ میں دیوانہ وار
دیں کی خاطر ٹھوکریں در در کی اب کھائے گا کون
آسمان زہد و تقویٰ پیکر حسن ویقین
اب ہمیں راہ توکل آہ سمجھائے گا کون

(۳) ممالک عرب وعجم میں دعوت دین کی اس قدر اشاعت ہو جانے اور آپ کی شخصیت مشہور اور مقبول ہو جانے کے بعد بھی کبھی آپ نے خود تو کیا کسی دوسرے کو بھی اجازت نہ دی کہ خصوصیت کے ساتھ ان کی شخصیت کی طرف دعوت دی جائے یا اجتماعات میں ان کے بیانات کا اعلان کیا جائے بلکہ ہمہ دم اللہ کی مخلوق کو اس کے خالق اور خالق کے کام کے ساتھ جوڑنے کی جد وجہد فرماتے رہے۔ امت کے مختلف طبقات کو باہم قریب کرنے کی جو تعلیم آپ دیتے تھے۔ خود آپ کی ذات اس کا بہترین نمونہ تھی۔

ایک مرتبہ اہل مجلس نے دیکھا کہ آپ نے حدیث پڑھانے والے اپنے ایک معاصر ساتھی کے ہونٹوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: کہ ان ہونٹوں سے ہر وقت قال اللہ قال الرسول کا وِرد رہتا ہے۔ اس لائق ہیں کہ ان ہونٹوں سے برکت حاصل کی جائے۔

(۴) دعوت دین کی تحریک آپ کے آخری دور میں ہمہ گیر اور عالمگیر ہو جانے کی وجہ سے ہر خطے اور ہر ملک میں مسجد وار جماعت اور مشورہ کی جماعت بن چکی تھی۔ باہم مشورہ میں اختلاف اور انتشار کے نازک مواقع میں اختلافات کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح

رفع کرتے جس سے احباب میں پہلے کی بنسبت زیادہ میل محبت ہوجاتی اور کام کی مقدار بھی بڑھ جاتی۔ اگر کسی علاقے یا فرد میں بے اصولی ہوتی، تو اس پر فوری روک نہ لگاتے بلکہ حسن تدبیر کے ساتھ تدریجی طور پر ان کو اصول پر لے آتے، جس سے علاقے میں دعوت کا کام بھی قائم رہتا اور وہ فرد بھی کام سے جڑا رہتا اور اصول کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا۔ نیز بعض موقعوں پر امت کے فاسد خون کو نکالنے کے لیے نشتر ضرور لگاتے مگر اس کے بعد ان کے مرہم لگانے کا جو انداز ہوتا اس سے نشتر کی تکلیف جاتی رہتی۔

⑤ آپ کو اس بات کا کامل یقین حاصل تھا کہ ایمان ویقین کے بغیر امت مسلمہ میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہیں ہوسکتا ہے، اس کے بغیر کوشش کرنا اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے چونکہ اس امت نے قرن اول میں ایمان کے بل بوتے پر ہی کامیابی حاصل کی ہے اور بحر و بر پر چھا گئی ہے اور ایمان ہی کے کمزور ہونے سے اختلاف وانتشار میں مبتلا ہو کر اپنی جمعیت کھو بیٹھی ہے۔

لہٰذا آپ کے بیان کا موضوع ہی ایمان ویقین تھا اور یہ یقین رگ وریشہ میں پیوست ہو گیا تھا، لاکھوں کے مجمع کو پوری قوت اور دلسوزی کے ساتھ ایمان ویقین کی باتوں کو واشگاف بیان فرماتے۔ نیز آخرت پر یقین خدا کے وعدوں پر اعتماد، توکل، جنت وجہنم کا مؤثر تذکرہ، روح انسان کی حقیقت واہمیت، غیبی حقائق کا اثبات اور مادیت کا انکار، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگی اور ان کے بصیرت افروز نمونے، دعوت کی طاقت اور اس کی تاثیر وتسخیر، انہی باتوں پر آپ کا بیان مشتمل ہوتا تھا اور ہر طبقہ اور ہر حلقہ کو کوئی نہ کوئی پہلو ضرور متاثر کرتا تھا، اس میں آپ کے ایمان ویقین کی بھرپور کیفیت کا بھی دخل تھا۔

حضرت والد صاحب کو امت مسلمہ کے ہر طبقے اور ہر حلقے میں اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، لاکھوں آدمی آپ کے گرویدہ تھے، غیر ممالک کے اہل درد وفکر بھی اس کی تمنا کرتے تھے کہ والد صاحب ان کے ملکوں میں تشریف لائیں اور اپنے انمول وشیریں بیانات سے مستفید اور محظوظ فرمائیں اور آپ سے استفادہ کو باعث فخر واعزاز محسوس کرتے تھے۔

⑥ اپنے تمام اکابر کے ساتھ خادمانہ اور نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ ان بزرگوں کی جدائی سے والد صاحب کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کو حد تحریر میں نہیں لایا جاسکتا ہے۔ آپ ان بزرگوں کے ساتھ کمال ادب واحترام اور تعظیم واکرام کا معاملہ فرماتے تھے۔ آج کے دور میں بزرگوں کے ساتھ یہ محبت، یہ خلوص، یہ جذبۂ تعظیم وتکریم نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہے۔

⑦ آپ ان بزرگوں کے متعلقین کا بھی بڑا احترام اور اعزاز فرماتے نیز مرکز کے تمام رفقاء اور بیرون مرکز کے تمام کام کرنے والوں سے جن میں امیر وغریب، تاجر وکاشت کار اور ملازم، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ اسلامی مدارس کے معلمین اور متعلمین، ڈاکٹر اور انجینیر ہر طبقے کے افراد ہوتے، سب سے درجہ بدرجہ اکرام اور شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ سب کام کرنے والوں کی طرف سے اپنا دل صاف رکھتے تھے اور اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ اگر کسی کی کوتاہی معلوم ہو جاتی، تو حکمت عملی سے اس کا تدارک فرماتے اور اپنی کسی چوک پر بڑی ہو یا چھوٹی معافی طلب کرنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے اور علماء دین سے استفادہ کرنے میں کسی طرح کا تکلف اور حجاب نہ فرماتے تھے۔

⑧ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن حفظ کرنے کے بارے میں استصواب فرمایا، تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: کہ دعوت کی مشغولی کے ساتھ نبھ جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنۃ میں حضرت

جی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے حفظ قرآن کی ابتداء فرمائی اور دعوت کے شغل کے ساتھ چار سال کی مدت میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا تھا اور اس کا ختم بھی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ریاض الجنۃ میں قرآن پاک کی آخری آیتیں سنا کر کیا۔ چونکہ آپ نے بڑی عمر میں حفظ قرآن کیا تھا اس وجہ سے اپنے عام بیانوں میں یہ بات فرماتے تھے کہ اکثر بچپن کے حافظ ہوتے ہیں اور میں پچپن کا حافظ ہوں۔

⑨ حضرت والد صاحب مرحوم کو قرآن پاک سے والہانہ تعلق تھا۔ جہاں موقع ملتا قرآن پاک کی تلاوت شروع فرما دیتے، اسی تعلق کی بناء پر دعوت وتبلیغ کی ہمہ گیر مشغولیت کے باوجود بڑی عمر میں حفظ قرآن پاک کی دولت بھی حاصل کرلی اور اپنے عمومی اور خصوصی بیانات میں خطبۂ مسنونہ کے بعد اور دوران بیان بڑے والہانہ انداز میں کیف وسرور کے ساتھ قرآن پاک کی آیتوں کی تلاوت فرماتے، ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔

قرآن میں ہو، غوطہ زن اے مرد مسلمان

سادگی اور تواضع

آپ کی ذات میں سادگی اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس زمانے میں آپ مرکز دہلی میں بغیر اہل وعیال کے تنہا قیام پذیر تھے، تو ایسے حجرے میں جہاں دو تین حضرات آپ کے ساتھ رہتے تھے آپ بغیر چار پائی کے نیچے فرش پر بستر لگا کر آرام کرتے، عام طالب علموں کی مانند بے تکلف رہتے۔ ملک اور بیرون ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں آتیں، آپ اسی حجرے میں فرش زمین پر بیٹھ کر بے تکلف باتیں کرتے۔ فضل وکمال کے ہوتے ہوئے اس قدر سادگی اور تواضع واردین کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی۔ دنیوی چیزوں سے بے رغبتی کی وجہ سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راقم الحروف بھی اسی مجلس میں تھا آپ نے اہل مجلس سے فرمایا: کہ میرا کرتا الٹا ہے یا سیدھا؟ سبھی نے جواب دیا کہ کرتا سیدھا ہے۔ اس سوال کی وجہ دریافت کی گئی، تو آپ نے فرمایا: سال گذشتہ میرا افریقہ کا سفر ہوا تھا۔ جب میں افریقہ کے ہوائی اڈے پر اترا تو وہاں کے احباب نے بتایا کہ مولانا کا کرتا الٹا ہے تو میں نے ہوائی اڈے پر ہی کرتا سیدھا کیا تھا۔ آج بھی میرا افریقہ کا سفر ہے، اس لیے معلوم کررہا ہوں کہ سال گذشتہ کی طرح نہ ہو چونکہ آج کل کپڑوں کا الٹا سیدھا واضح نہیں ہوتا ہے۔

باوجود کمالات کے آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ملے رہتے تھے۔ کبھی اپنے لیے خصوصی امتیاز کے روادار نہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ

''جس نے اللہ کے لیے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے''۔

آپ اس حدیث کے صحیح مصداق تھے۔ آپ کی سادگی اور تواضع کے طفیل باری تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت وعظمت کے انمٹ نقوش قائم فرمائے اور بے مثال محبوبیت عنایت فرمائی۔ خدائے پاک اس پیکر خلوص کے نقش قدم پر ہمیں بھی چلنے کی توفیق بخشے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شدہ بعشق
ثبت ست برجریدۂ عالم دوام ما

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریامیں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

صبر وتحمل اور شفقت

آپ کی عمر کا اکثر حصہ دعوت دین کے عمل میں مصروف رہا ہے جس میں بہت سی ناہمواریوں اور ناگوار خاطر امور سے واسطہ پڑا مگر صبر وتحمل کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا، کبھی کوئی شکوہ، شکایت زبان پر نہ آئی۔ وقتِ ملاقات ومصافحہ بعض عوام الناس کی جانب سے خلاف طبع طرزِ عمل یا اپنی ضرورت کے اظہار کے لیے آپ کو بے موقع تکلیف دینے کے باوجود آپ نہایت تحمل اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے اور ان کی دلجوئی بھی فرماتے اور اطمینان سے سب کی بات سنتے اور فرماتے ،غرباء اور مساکین کی دعاؤں سے میں چل رہا ہوں۔ کسی کو کیا خبر ان پر کیا گزرتی ہے اور ان کے احوال سن کر رویا کرتے اور اس وقت اپنی ابتدائی زندگی کی حالت بھی بیان فرماتے کہ میری والدہ محترمہ اگر چہ نادار تھیں مگر غرباء اور مساکین سے ہمدردی کرنے کو کہا کرتیں اور جتنا اپنے پاس ہوتا اسی میں سے دے دیا کرتیں۔ آپ بھی مستحق کی امداد کرتے۔ آپ خدمت خلق کو سب سے اعلیٰ عمل سمجھتے اور اس کا خوب خیال فرماتے۔ باقاعدہ مستحقین حضرات کی فہرست اور موقع بموقع ان کی امداد کرتے اور غریب طلبہ کی مدد کرتے۔ نیز علماء کرام کی خدمت میں ہدیہ پہنچانے کا بھی آپ کا معمول تھا۔

ایک مجلس میں ایک طالب علم جو آپ سے قرض کی کچھ رقم لے گیا تھا جب واپس ادا کرنے آیا تو آپ نے وہ رقم طالب علم ہی کو عنایت کردی۔ اس کے بعد اہل مجلس سے فرمایا: نبیوں والا کام کرنا اور بنیوں والا حساب رکھنا مناسب نہیں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
زتسبیح وسجادہ ودلق نیست

''طریقت خدمت خلق کا نام ہے، تسبیح، مصلّٰی اور گدڑی کا نام نہیں ہے''۔

اتباع سنت کا بہت اہتمام فرماتے، آپ کی زندگی سنت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پرتو تھی۔ ہر وقت اور ہر عمل میں ادعیۂ مسنونہ وماثورہ کا خاص اہتمام فرماتے۔ آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہی احیاء سنت تھا۔ اپنے بیانوں میں سنت کی پیروی اور ہر ہر سنت کو زندہ کرنے کی پرزور دعوت دیتے تھے۔ خاص کر یہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کی ایک ایک بات کا پورا کرنا اللہ کی مدد اتروانا ہے اور حضور ﷺ کی کسی ایک بات کا چھوٹ جانا اللہ کی غیبی مدد کا ہٹ جانا ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شب وروز کے اوقات معمولات سے گھرے رہتے۔ کوئی گھڑی ضائع کرنا گوارہ نہ فرماتے۔ صبح ڈھائی گھنٹے کا بیان اور کام سے متعلق امور کا مشورہ اور خطوط کے جوابات اور اوراد ومشاغل کے علاوہ کتابوں کے مطالعہ کے لیے بھی ضرور وقت نکالتے خصوصاً حیاۃ الصحابہ کے لیے فرماتے کہ اس کا کچھ حصہ ضرور مطالعہ کرتا ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے نشیب وفراز اور زندگی کے ہر پہلو پر واضح ہدایات کی وجہ سے تحریک دعوت کے قیمتی اصول مل جاتے ہیں۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات وواقعات بڑی خیر وبرکت کا سبب ہیں۔ پوری امت کے لیے قابل تقلید نمونہ اور ذریعۂ نجات وبرکات ہیں۔ حضرت والد صاحب نے مرض الوفات میں مجھ سے فرمایا: کہ مرکز نظام الدین میں تقریباً پینتیس (۳۵) سال رہا ہوں اور مرکز کی بجلی اور پانی کو استعمال کیا ہے۔

لہٰذا میرے انتقال کے بعد پچاس ہزار روپے مرکز کے حساب میں جمع کرا دینا۔ اللہ کا شکر ہے کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہوئی اور اس مذکورہ رقم کو اسی وقت جمع کروا دیا۔

اپنے مقصد زندگی کی لگن اور دھن میں جہاں دعوت وتبلیغ کے لیے عالمی طور پر فکریں کرتے تھے وہیں اپنے گھرانے کی تربیت کی بھی فکر میں رہتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے جہاں لوگوں کی خروج فی سبیل اللہ کے لیے تشکیل فرماتے رہے وہیں علم دین سے محروم علاقوں میں مکاتب اور مدارس کے زیادہ سے زیادہ قیام کے لیے بھی ہر ممکن کوشش وسعی فرماتے تھے اور اپنے اثر وتائید سے اس کار خیر کو ترقی وتقویت پہنچاتے تھے۔

والد صاحب کی خواہش تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین زندہ ہو اور فرماتے تھے دعوت دین کی جدوجہد کا مقصد بھی یہ ہے کہ امت میں دین کی طلب پیدا ہو، جس سے دین کے تمام شعبے ترقی پذیر ہوں۔ ان جملہ فکروں میں ایک فکر اپنے علاقے اور برادری کے لوگوں کے معاملات صحیح اسلامی نہج پر لانے کے لیے تھی۔ علاقے کے عوام اور عمائد قوم کو برابر توجہ دلاتے رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں اپنے علاقے کے ممتاز علماء اور بڑے کاروباری حضرات کے مستقل مذاکرے ہوئے اور اصلاح معاملات کے لیے فکرمند ہوئے، معاملات کی ظاہری اور باطنی جو کچھ اصلاح ہوئی اس میں والد صاحب کی توجہ اور فکروں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ ؎

آں لطافت پس بدان کز آپ نیست

جز عطاء مبدع وہاب نیست

''یہ مہربانی آب وگل کی نہیں ہے، صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے والے کی بخشش ہے''۔

مرکز نظام الدین میں متواتر تیس سال تک بعد فجر مفصل بیان

مرکز نظام الدین میں بعد فجر ہونے والا یہ طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت وحیثیت کا حامل رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے قبل حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان خود فرماتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور امارت میں یہ بھاری ذمہ داری خود ہی قبول کرتے ہوئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سونپ دی تھی اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رفاقت کا حق بھرپور طریقہ سے ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا اور اس امانت کا حق ادا کیا وہ دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوتی وتبلیغی معاملات وامور میں آپ پر بڑا اعتماد رہا۔ بالخصوص آپ کی تقریروں پر جو دعوت وتبلیغ سے بھرپور ہوتی تھیں، بہت انشراح واطمینان تھا۔ بسا اوقات خواص کے مجمع میں بھی آپ اس کا برملا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات مسجد نبوی سے نکل رہے تھے۔ عرب ممالک میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کا ایک منتخب مجمع سامنے تھا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات سے مصافحہ کرکے اس مجمع سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف هذا شيخ عمر لسان الدعوة والتبليغ کہہ کر کرایا۔

(سوانح مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جلد اول ص ۳۰۵)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد والا طویل بیان جب حضرت

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ آیا، تو اس کی ابتداء میں یہ نوعیت ہوئی کہ مرکز میں مولانا کے بیان کے وقت ایک جانب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہوتے اور دوسری جانب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے۔ دونوں بزرگوں نے پندرہ دن تک بیان سنا، پھر تین دن تک دونوں بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بیان ختم ہونے تک مراقب رہے۔ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لے جانے لگے تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ مولوی محمد عمر کے بیان میں تمہیں چالیس روز تک اہتمام سے بیٹھنا ہے جب چالیس دن پورے ہوئے، تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سہارنپور سے تشریف لے آئے پھر ایک ہفتہ تک دونوں بزرگوں نے مراقب ہو کر بیان سنا۔ اس کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ اب بیان سننے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے بات دنیا میں چلا دی۔

دوسرے موقع پر چند مہینوں کے بعد جب شیخ الحدیث قدس سرہٗ مرکز میں تشریف لائے۔ دورانِ قیام والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا کہ کس سے بیعت ہو؟ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: کہ پہلے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا، اب مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ پیارے میرے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ چنانچہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے خلافت بھی عنایت فرما دی۔

اس واقعہ کے بعد والد صاحب کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ سے والہانہ محبت ہو گئی اور عقیدت وعظمت بڑھ گئی۔ جس کی بناء پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خاص وعام حالات کی اطلاع اور مشورہ لازمی بنالیا تھا حتیٰ کہ اپنے گھریلو مسائل کا بھی مشورہ ضرور لیتے اور سفر وحضر میں اپنے حالات وکیفیات کے خطوط لکھنے کا بھی معمول رکھتے، بیرونی ممالک کے لمبے سفروں کی کارگزاری کے خطوط جس طرح مرکز حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ارسال فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو بھی تحریر فرماتے، نیز مولانا نے کئی مرتبہ اپنے خوابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیارت فرمائی ہے اور دعوت دین کے عمل کے متعلق کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے تو یہ خواب اور اس کی حقیقت حال سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ضرور مطلع فرماتے۔ حضرت شیخ خوش ہوتے اور مبارک بادی کے ساتھ دعائیہ کلمات جواب میں تحریر فرماتے۔ الغرض حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے الطاف وعنایات اور توجہات کے خاص مورد بن گئے تھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی ملفوظات

① ہم اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جو چاہتے ہیں، اللہ کے بندوں کے ساتھ وہی معاملہ اختیار کریں اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے تو ہم دوسروں پر رحم کریں، اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف کر دیں تو ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔

② اگر رنج وتکلیف آئے تو آدمی گھبرائے نہیں اور اگر راحت ونعمت میسر ہو تو آدمی اترائے نہیں، اس لیے کہ اللہ کا دھیان ضروری ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے، قرآن پاک کی تلاوت ہے، دعائیں مانگنا ہے۔

③ بعضے لوگوں سے مناسبت ہوگی اور بعضے لوگوں سے نہیں ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس

سے سبھی لوگ محبت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا تو اس وقت یہ عجیب بات ارشاد فرمائی:

﴿اَحَبَّكَ مُحِبٌّ وَاَبْغَضَكَ مُبْغِضٌ﴾

''بہت سے آدمی آپ سے محبت کریں گے اور بہت سے ناگواری کا اظہار کریں گے''۔

ہر ایک آدمی اپنے مزاج کی مناسبت سے معاملہ کرے گا، تو پھر ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے؟ ہم ایسا کیوں سمجھیں کہ سارے لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملائیں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔

④ عورتیں عام طور پر الٹی باتیں کرتی ہیں، تو ان سے مشورہ کرو، لیکن جو رائے وہ دیں اس کا الٹا کرو، جب الٹی کو الٹ دو گے تو سیدھی ہو جائے گی، نفی کی نفی اثبات کا فائدہ دیتی ہے۔ پس شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے) مشورہ کرو پھر الٹا کر دو، سیدھا ہو جائے گا لیکن یہ مقولہ قاعدہ کلیہ نہیں ہوگا اکثریت کے حکم میں آسکتا ہے۔

⑤ حالات سے متاثر ہونا عیب نہیں ہے، لیکن اس قدر متاثر ہونا کہ اللہ کا حکم ٹوٹ جائے یہ عیب ہے۔

⑥ اپنے گروپ کی ناحق طرف داری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا اس کا نام عصبیت ہے اور یہ عصبیت آدمی کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

⑦ اپنے آپ کو اتنا بھاری بھرکم نہ بناؤ (یعنی دل ودماغ میں بڑائی کا تصور نہ رکھو) کہ کوئی بھی بات یا نصیحت کرنا چاہے، تو نہ کر سکے بلکہ اپنے آپ کو متواضع بنائے رکھو، تاکہ ہر کوئی بے تکلف نصیحت اور بھلی بات کہہ سکے۔

⑧ بعضوں کو حق بات تسلیم کرنے میں اپنی ناک کٹتی نظر آتی ہے، اس لیے ناک اتنی لمبی نہ بناؤ کہ کٹنے کا سوال پیدا ہو۔

⑨ اللہ سے لینے والا بن اور محبوبِ خدا بن اور بندوں کو دینے والا بن اور محبوبِ خلقِ خدا بن تو اللہ کا بھی محبوب ہوگا اور بندوں کا بھی محبوب ہوگا۔

⑩ جو گنہگار توبہ استغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑائے، وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلا ہو۔

⑪ اپنے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو آپس میں توڑ ہوگا۔ اور دوسروں کے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو جوڑ ہوگا۔

⑫ اگر کسی کو تقویٰ یعنی خدا کا خوف اور راتوں کا رونا میسر ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا رعب دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔

⑬ اجتماعی کام میں بھلے اور برے سب کو نبھا کر چلنا ہے۔ یہ کام کسی کو غلط اور برا سمجھ کر چھانٹنے کا نہیں ہے۔ اگر چھانٹنے والا عمل رہے گا تو آہستہ آہستہ لوگ کم ہوتے چلے جائیں گے اور اس چھانٹنے والے میں بھی کوئی کمزوری ہوگی تو دوسرا اس کو بھی چھانٹ دے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی ہی ختم ہو جائیں گے، کام اور اصول کا محل بھی نہیں رہے گا۔

⑭ شیطان اور نفس یہ دونوں انسان کے دشمن ہیں لیکن بڑا دشمن نفس ہے، چونکہ شیطان کو نفس ہی نے گمراہ کیا تھا۔ اس کا دعویٰ ''انا خیر'' نفسیات کی وجہ سے تھا اور بڑائی کا مادہ بچپن ہی سے ہوتا ہے۔ بچے کو کسی معاملہ میں سراہا جائے تو خوش ہوتا ہے اور اس کو نکما اور بیکار کہا جائے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور یہ بڑائی کا شمہ ہے جو بچپن ہی سے ہوتا ہے، یہ بڑائی کا مادہ بڑے مجاہدات کے بعد آدمی میں سے سب سے آخر میں نکلتا ہے۔

۱۵ بعضے دین کا کام کرنے والے آدمی بزرگوں سے قریب ہوتے ہیں، مگر دل سے دور ہوتے ہیں۔ اور بعضے آدمی دین کا کام دور رہ کر کرتے ہیں، مگر وہ بزرگوں کے دل سے قریب ہوتے ہیں۔

۱۶ شادی کو کم خرچ والی اور سستی بناؤ تو زنا کا وجود مہنگا اور مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر شادی زیادہ خرچ والی اور مہنگی بناؤ گے تو زنا سستا اور عام ہو جائے گا۔ مزاج شریعت یہ ہے کہ شادی کو آسان، مختصر اور سادی کرو۔

۱۷ زندگی میں دین کو مقدم کرو اور دنیا کو مؤخر، تو زندگی دین بن جائے گی۔ اور اگر دنیا کو مقدم کیا اور دین کو مؤخر کیا، تو زندگی دنیا بن جائے گی۔

۱۸ آپ کو یہ نہیں کہتا کہ اپنی اولاد کو مولوی بناؤ یا ماسٹر بناؤ، جو چاہے بناؤ، مگر مشورہ یہ دوں گا کہ دیندار بناؤ۔

پھر تشریح فرماتے کہ اگر ماسٹر ہے مگر دیندار ہے، تو گھرانے کو جنت میں لے جائیگا اور اگر مولوی ہے مگر بے دین ہے، تو گھرانے کو جہنم میں پہنچائے گا۔

۱۹ اگر تو آسمان پر مقام کا طالب ہے تو زمین پر لوگوں کے ساتھ محبت و اخلاق کا معاملہ کر، اگر بیجا سختی کرے گا تو تیری برابری والا تجھ سے جھگڑا کرے گا اور اگر وہ تجھ سے چھوٹے اور عاجز ہیں، تو وہ اندر ہی اندر کڑھیں گے اور ان کے اندر کی کڑھن تجھے خدا سے دور کردے گی۔

۲۰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں امیروں (گورنروں) کو لکھا کرتے کہ تم محبوب بننے سے بے رغبت نہ بن جانا یعنی یوں مت سمجھ لینا کہ لوگ مجھ سے محبت کریں یا نہ کریں، میں تو اچھا ہی ہوں۔ بلکہ اپنے اخلاق سے محبوب بننے کی کوشش کرو۔

۲۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اگر کسی کو معلوم کرنا ہو کہ آسمان میں میرا کیا مقام ہے تو وہ اپنے دوستوں اور متعلقین کو دیکھ لے، اگر وہ سب راضی اور خوش ہیں تو تیرا آسمان میں مقام ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ اندر ہی اندر کڑھ رہے ہوں تو تیرا آسمان میں کوئی مقام نہیں ہے۔

۲۲ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو سخت مزاج بنایا ہے اور بعضوں کو نرم مزاج بنایا ہے۔ اس میں نبھاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ سخت مزاج کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ سخت مزاج کے ساتھ سختی کرنا جھگڑے اور انتشار کا باعث بنے گا اور نرمی کرنا میل محبت کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ دانت سخت ہیں مگر زبان اپنی نرمی کی بناء پر بتیس (۳۲) دشمنوں کے درمیان محفوظ رہتی ہے، لیکن نرمی اس قدر بھی مفید نہیں ہے کہ جو چاہے غلط عمل کرائے اور آدمی ہر جگہ استعمال ہو جائے ؎

نہ حلویٰ بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے
نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

۲۳ نعمتوں کا حصول خدا کی رضا کی دلیل نہیں ہے، اسی طرح تکلیفوں کا آنا بھی خدا کے ناراض ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ صرف تحقیق یہ کرنا ہے کہ ہماری زندگی خدا اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔

۲۴ فرمانبردار کو نعمتیں راضی ہو کر دی جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے لیے۔ اور نافرمان کو نعمتیں ناراض ہو کر دی جاتی ہیں، جیسا کہ فرعون اور قارون کے لیے۔ مثلاً طوطے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں خوش ہو کر، دل بہلانے کے لیے اور چوہے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں ناخوش ہو کر، دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے۔

(۲۵) نعمتوں میں شکر گزار کامیاب ہے، اور ﴿فَرِحٌ فَخُورٌ﴾ یعنی اترانے والا ناکام ہے۔ اور تکلیفوں میں صبر کرنے والا کامیاب ہے، اور ﴿يَئُوسٌ كَفُورٌ﴾ ناشکری کرنے والا ناکام ہے۔

(۲۶) آخرت کے امتحان کی کامیابی موقوف ہے دنیا کے امتحان کی کامیابی پر دنیا میں امتحان بھلے برے حالات لاکر کیا جاتا ہے۔ ہر حال میں خدا کے حکم کو پورا کرنا کامیابی کی دلیل ہے۔

(۲۷) انبیاء کا دردوغم آدمی کو کام کے لائق بناتا ہے۔ یہی بے چینی دین کا کام کروائے گی۔ کم صلاحیت والے سے بھی، زیادہ صلاحیت والے سے بھی، کم مال والے سے بھی، زیادہ مال والے سے بھی، کم علم والے سے بھی، زیادہ علم والے سے بھی، چونکہ کام لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲۸) ہر کام طریقے سے تدریجاً ہوتا ہے۔ دین بھی طریقے کی محنت سے حاصل ہوگا اگر دین کا درخت تیار کرنا ہو، تو پہلے دعوت کی زمین ہموار کرو، ایمانیات کی جڑ لگاؤ، تعلیم کے حلقوں کا پانی دو اور قربانی کی کھاد دو اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ لگاؤ اور ذکر و تلاوت اور رونا دھونا، بلبلانا، تلملانا، گرم گرم آنسوؤں کا بہانا، ٹھنڈی آہوں کا بھرنا اس کی فضا ہو اور ارکان اسلام کا تنا ہوا اور معاشرت اور معاملات کو عدل وانصاف کے ساتھ چلانے کا درخت ہو اور اس کے اوپر اخلاق کے پھل ہوں اور اخلاق کے پھلوں میں اخلاص کا رس ہو، تب دین کا درخت تیار ہوگا اور لوگ استفادہ کریں گے۔

(۲۹) دین میں پختگی اور جماؤ حاصل کرنے کے لیے حالات اور رکاوٹوں کا آنا ضروری ہے۔ یہ حالات اور رکاوٹیں انڈے کے چھلکے کی طرح ضروری ہیں، جس طرح انڈے سے چوزہ بننے کے لیے انڈے کا چھلکا ضروری ہے۔ بغیر چھلکے کے صرف زردی اور سفیدی سے بیس سال میں بھی چوزہ نہیں بنے گا، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل کرنے کے لیے حالات اور رکاوٹوں کا چھلکا ضروری ہے، انڈے میں چوزہ بننے کے بعد ہی چھلکا ٹوٹتا ہے، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل ہونے کے بعد ہی حالات کا چھلکا ٹوٹتا ہے۔

(۳۰) جوش کے ساتھ ہوش اور ہوش کے ساتھ جوش ضروری ہے۔ نوجوانوں کو جوش بہت ہوتا ہے ان کو ہوش کی لگام دینی پڑتی ہے۔ اور بڑی عمر والوں میں جوش کا دھکا دینا پڑتا ہے، دونوں ہی کام ضروری ہیں۔

(۳۱) ہر نیک عمل کے اچھے اثرات پورے عالم پر غیر محسوس طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ عمل نہج نبوی پر ہو۔ گویا نیک عمل کا اثر عالمگیر ہوتا ہے۔ جس طرح ایک بڑے حوض میں پانچ ڈول پانی ڈالنے سے اس حوض کی سطح غیر محسوس طریقہ پر چہار جانب کچھ نہ کچھ بڑھتی ہے اور پانچ ڈول نکالنے سے پورے حوض کی چہار جانب سے پانی کم ہوتا ہے، چاہے حوض کی ایک ہی جانب سے ڈول ڈالے یا نکالے گئے ہوں۔

(۳۲) دوسروں کے جان و مال سے مستغنی ہونا اور اپنے جان و مال کو دوسروں کے لیے استعمال کرنا جوڑ اور اجتماعیت کا باعث ہوگا۔

(۳۳) روحانی نعمت جس پر اتراہٹ پیدا ہو جائے، وہ روحانی نعمت نہیں رہتی بلکہ نفسانی بن جاتی ہے۔

(۳۴) راحت ونعمت باعث برکت بھی ہے اور وقفۂ مہلت بھی، اگر راحت ونعمت فرمانبرداری کے ساتھ ہے، تو یہ باعث رحمت و برکت ہے اور اگر نافرمانی کے ساتھ ہے، تو یہ وقفۂ مہلت ہے۔

(۳۵) نماز پڑھنے پر کام بن جانا اور اس وجہ سے اپنے آپ کو بزرگ اور پاک صاف تصور کرنا تنزل کا باعث ہے، چونکہ اس میں آدمی کا کمال نہیں ہے، بلکہ تاثیر عمل کا اظہار اور وعدۂ خداوندی کا اتمام ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾ اپنے آپ

کو پاک صاف نہ سمجھو، جو گنہگار توبہ واستغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑاوے وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلا ہو۔

(۳۶) مجاہدہ بے تکی تکلیفوں کے اٹھانے کا نام نہیں ہے۔ یہ جوگیوں والا مجاہدہ ہے جو شریعت میں مطلوب ومحمود نہیں ہے، جیسے سردی میں بچاؤ کا سامان ہے اور استعمال نہ کرنا، یہ مجاہدہ نہیں ہے، اس میں ثواب بھی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ مجاہدہ وہ بنتا ہے کہ خدا کا حکم اور دین کا تقاضہ سامنے آئے جو نفس کے خلاف ہو تکلیف اٹھا کر اس کو پورا کرے لیکن تکلیف کی حد یہ ہے کہ خدا کا حکم ٹوٹنے نہ پائے، یہ مجاہدہ انسان کے لیے باعث ترقی بنے گا۔

(۳۷) اللہ تعالیٰ نے جس کو نرم بنایا ہے وہ نرم رہے گا، لیکن نرمی کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہیے اور جس کو سخت بنایا ہے وہ سخت رہے گا، مگر اس کی سختی سے دل برداشتہ نہ ہونا چاہئے، بلکہ اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسرے کو نبھانا ضروری ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جمالی تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلالی، مگر ایک دوسرے کو نبھاتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے مقابلہ کا حکم دیا، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ازواج مطہرات اور عورتوں، بچوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جلال میں آ کر سختی کے ساتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام اسلام سے پہلے بڑے جابر اور جری تھے اور اسلام میں بزدل بن رہے ہو، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سختی برداشت کی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم تسلیم کر لیا۔ ایک دوسرے موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے دو اصحاب کو زمین کی دستاویز لکھ دی۔ جب یہ دو صحابی رضی اللہ عنہما فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دستخط کے لیے پہنچے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ دستاویز کو پھاڑ دیا اور کہہ دیا کہ یہ زمین عامۃ المسلمین کی ہے، صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق نہیں ہے۔ جب ان دونوں حضرات نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سختی کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ ہیں یا عمر؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ امیر بننے کا استحقاق تو عمر کا تھا، مگر یہ بار میرے سر پر تھوپ دیا ہے۔ الغرض اللہ نے جس کو سخت مزاج بنایا وہ سخت ہی رہے گا، مگر اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لیے تحمل ضروری ہے۔

(۳۸) سفلی نظام بھی علوی نظام کی طرح ضروری ہے، لیکن عمدہ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ سفلی نظام کے علاوہ علوی نظام میں بھی جڑنے والا بنے، لیکن سفلی نظام کو بھی بیکار نہ سمجھا جائے چونکہ ان کا بندوبست میں لگنا پورے مجمع کے لیے راحت پہنچانے کا قوی ذریعہ ہے، اگر سفلی نظام عمل میں نہ آیا، تو علوی نظام دھرارہ جائے گا اور مجمع پریشانیوں میں مبتلا ہوگا اور اس کے بغیر مجمع جوڑا بھی نہیں جا سکتا ہے (سفلی نظام یعنی مجمع کو راحت پہنچانے والے اسباب میں لگنا، کھانے پینے، لائٹ اور شامیانے وغیرہ کا بندوبست اور علوی نظام، یعنی تعلیم، گشت، بیان جماعت میں نکلنا وغیرہ)۔

دین و دعوت اور
داعی کی دل نشین تشریح

انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات

① جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں میں تاثیر رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اعمال میں بھی تاثیر رکھی ہے، لیکن چیزوں کی تاثیر کا اللہ تعالیٰ نے تجربہ کرادیا اور اعمال کی تاثیر کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی اور سچی بات اللہ کا وعدہ ہے، انسان کے تجربہ کے خلاف ہوسکتا ہے، لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔

اصل کام

② اگر دعوت دین کا کام نہج نبوی کے مطابق ہوگا، تو نبیوں کے ملک میں اولیاء پیدا ہوں گے اور اگر دعوت دین کا عمل نہ ہوگا، تو نبیوں کے ملک میں دہریے پیدا ہوں گے۔

ذکر رسول کے ساتھ فکر رسول

③ ذکر رسول ﷺ کے ساتھ فکر رسول بھی ضروری ہے، ربیع الاول کا مہینہ صرف ذکر ولادت کے لیے نہیں ہے، بلکہ آپ والی فکر کے حصول کے لیے بھی ہے۔ اس لیے ایک ہی مہینہ ذکر کے لیے کافی نہ سمجھا جائے بلکہ قدم قدم پر آپ کا ذکر اور آپ والا فکر ضروری ہے۔

④ محض تبلیغ میں پھرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے اندرون میں اس کی حقیقت کو پھرانا ہے۔ فقط اوقات مطلوب نہیں ہیں، بلکہ اوصاف کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

فتویٰ اور تقویٰ کیا ہے

⑤ فتویٰ حدود شریعت کو بتلاتا ہے اور تقویٰ مزاج شریعت کی نشاندہی کرتا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مزاج شریعت کو بتلایا ہے اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے حدود شریعت کو بتلایا ہے۔

اصول میں لچک ہے

⑥ دعوت وتبلیغ کے مروجہ اصول میں لچک ہے۔ یہ اصول منصوص نہیں ہیں کہ اس میں تبدیلی نہ ہو، حالات اور موقع ومحل کے اعتبار سے اس میں لچک کی گنجائش ہے۔

اصل یہ ہے کہ آدمی اصول پر آجائے

(۷) کسی جگہ پر دعوت کے کام میں بے اصولی ہورہی ہو، تو اس پر ایک دم بریک مت لگاؤ۔ اس سے اصول آتا نہیں ہے اور کام تھوڑا بہت جو ہورہا تھا وہ ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کسی آدمی سے بے اصولی ہورہی ہو، تو اسے بھی خوش اسلوبی سے اصول پر لانے کی کوشش کرو۔ اس کو کام سے کاٹنے اور دور کرنے کا مت سوچو، انفرادی طور پر بے اصولی ہورہی ہو یا اجتماعی طور پر، اس انداز سے بے اصولی کو ختم کرنا ہے کہ ہمارا بھائی اور کام بھی باقی رہے اور دین کا کام اور ہمارا بھائی بھی اصول پر آجائے۔

طریقۂ اجتماعیت

(۸) دینی دعوت کا کام اجتماعی ہے۔ اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ نبھاؤ کے لیے میل محبت اور اخلاق والا معاملہ ضروری ہے، خصوصاً اپنی زبان کی حفاظت کی جائے، چاپلوسی، خوشامد اور مداہنت کر کے محبت حاصل کرنا خدا کو پسند نہیں ہے، چونکہ چاپلوسی سے جو محبت حاصل کی جاتی ہے۔ اس میں اپنے والوں کی طرف داری اور غیروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لیے ان تمام نزاکتوں کی رعایت اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

صرف محنت باقی ہے

(۹) دنیا کی کوئی یونیورسٹی، کالج یا مدرسہ امتحانات کے پرچے ظاہر اور آؤٹ نہیں کرتا ہے اور سوالات کا پرچہ آؤٹ ہوجانے پر بھی کوئی طالب علم فیل ہوجائے تو وہ نہایت پھسڈی اور نا اہل سمجھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے سوالات ظاہر اور آؤٹ کر دئے اور مزید یہ کرم کیا کہ جوابات بھی بتلا دیے، صرف ہمیں اس دنیا میں تیاری کرنی ہے۔

حیات دین کے لیے اہم شئے

(۱۰) خدا کی طاقت کے مقابلہ میں دنیا کی ساری طاقتیں مکڑی کا جالا ہیں اور خدا کے خزانوں کے مقابلے میں دنیا کے خزانے مچھر کا پر ہیں۔ خدا کی طاقت اور خزانوں سے تعلق دین کی وجہ سے ہوگا۔ اس عظیم دین کو زندہ کرنے کے لیے ملک و مال اور عہدہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے انسان کا مجاہدہ، قربانی اور اس کے حوصلے کی ضرورت ہے۔

لیاقت شرط نہیں ہے

(۱۱) دین کے حصول کے لیے مجاہدہ اور تکلیفیں اٹھانے کے عادی بنو۔ بے کس اور بے بس انسان بھی قربانی اور مجاہدہ اختیار کر کے خدا اور اس کے دین سے تعلق پیدا کرے گا، تو خدا اس کے ہاتھوں بھی دین کو زندہ فرمادیں گے۔ خدا کے نزدیک عہدہ، ملک و مال اور لیاقت شرط نہیں ہے، صرف خدا کی رضا اور اس کی نظر کرم شرط ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بادشاہت والی نبوت نہیں چاہتا، بلکہ فقیری والی نبوت چاہتا ہوں۔

شیطان کا دھوکہ

(۱۲) دعوت کا کام کرنے والوں کو بانجھ بن کر نہیں مرنا ہے، بانجھ کے معنی یہ ہیں کہ فلاں آدمی مرگیا، تو دین کا کام بند ہوگیا۔ ایسے انداز

سے کام لیا جائے کہ دوسرے کام کرنے والے بنیں۔ آدمی خوب کام کرے اور اپنے آپ کو تھکا دے، لیکن دوسرے کام کرنے والے آدمی نہ بنائے، تو یہ اس کے لیے شیطان کا دھوکہ ہے۔

(۱۳) خدا اپنی ذات سے چھپا ہوا ہے، مگر دلائل کے اعتبار سے نرالا ہے۔ خدا کے منکر کو خدا کی نشانیاں سمجھا کر قائل کرو۔ پھر خدا کی مرضی بتا کر دین کی طرف مائل کرو، پھر دعوت کے کام پر کھڑا کر کے گھائل کرو۔

(۱۴) آج کا غیب موت پر مشاہد ہوگا اور آج کا مشاہد موت پر چھپ جائے گا، موت کے وقت ایمان و اعمال کی قیمت اور تاثیر کو تسلیم کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خبر کو تسلیم کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنی نظر کو تسلیم کرنا ہے۔

مقصدِ جہاد کیا ہے؟

(۱۵) حضور ﷺ نے پاکیزہ طریقہ عام کرنے کے لیے صحابہ کی جماعتوں کو باہر بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ ہمارا مقصد لڑائی نہیں ہے، دین میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کی مثال جسم کے پھوڑوں کی ہے۔ اس کا اندر سے علاج دعوت کے جوشاندہ سے کرنا ہے اور باہر سے اخلاق کا مرہم لگانا ہے۔ اس کے باوجود پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہوں تو پھر ان کا آپریشن کرنا ہے۔ جس طرح مکی زندگی میں اندر کا علاج دعوت کے جوشاندہ سے اور باہر کا علاج اخلاق کے مرہم سے کیا گیا، مگر پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہونے کی وجہ سے بدر میں ان کا آپریشن کرنا پڑا۔ بہرحال مقصد لڑائی نہیں ہے، پاکیزہ طریقہ پوری دنیا میں عام کرنے کے لیے درمیان میں آنے والی رکاوٹوں کا دفع کرنا مقصود ہے۔

دین کیسے پھیلے گا؟

(۱۶) موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ کہیں جھوٹی نبوت کا دعویٰ ہے، کہیں حدیث کا انکار ہے، کہیں حضرت علی کی محبت میں بے انتہا غلو ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ اسلامی حکومت ہوگی، تو دین پھیلے گا۔ ان کے برخلاف ہم یوں کہتے ہیں کہ حکمت ہوگی، تو دین پھیلے گا اور حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے اصل دعوت دین کو اختیار کیا جائے، جس میں تمام فتنوں اور اختلافات کا حل ہے۔

رات دن کا تجربہ اور مشاہدہ

(۱۷) کائنات کا خالق اور مالک ذات واحد ہے، نیز انسانوں کا دنیا میں آنے کا طریقہ بھی واحد ہے اور اس دنیا سے ہر ایک کے جانے کا بھی طریقہ واحد ہے، دونوں کا دنیا میں امن وراحت حاصل کرنے کا طریقہ بھی واحد ہے جس کو قادرِ مطلق واحد ذات نے تجویز فرمایا ہے، جو انسان اپنی عقل سے طریقۂ حیات تجویز کرتا ہے، اس کے غلط ہونے کا تجربہ اور مشاہدہ رات دن ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے ماورائے عقل باتوں کو سمجھنے کے لیے انبیاء کرام کا سہارا لینا پڑتا ہے، جن کا تعلق وحی سے ہے۔

قربانی کی سیڑھی یا چبوترہ

(۱۸) دین کا کام جس قدر ہو رہا ہے لائق شکر ہے، لیکن زیادہ کام باقی ہے۔ اس کی فکر ضروری ہے۔ لہٰذا دین کی جدوجہد کرنے والوں کے

لیے قربانی کی مقدار بڑھتی رہنی چاہیے۔ قربانی کی سیڑھی بناؤ، چبوترہ نہ بناؤ ورنہ نئے کام کرنے والے رک جائیں گے۔ جس طرح حضور ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر زخم خوردہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور لشکر کفار کا پیچھا کیا۔ دوسرے تازہ دم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ نہیں لیا۔ جب قربانی دینے والوں کی مقدار کو بڑھایا تب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگئی۔

حصول ہدایت کے لیے دعا کے ساتھ محنت بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے اور اعمال کو اعضاء سے اور اعضاء کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے، تو اعمال اللہ کے لیے ہو کر دنیا اور آخرت کے حالات بنیں گے اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہوا، تو اعمال غیر اللہ کے لیے ہو کر حالات خراب ہوں گے حتی کہ سخی، شہید اور قاری بھی ہو، تو دوزخ میں جائے گا۔ لہٰذا دل کا رخ اللہ کی طرف ہوا سے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ جیسے خارجی روشنی چاند سورج کی ہے، اس سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے اور باطنی اعمال کے نفع ونقصان کو بتلانے کے لیے نورِ ہدایت ہے۔ دل میں ہدایت کا نور ہو، تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آتا ہے اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے اور ہدایت خدا کے قبضہ میں ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

خدا سے ہدایت لینے کے لیے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے، اس لیے سب کے لیے مشترکہ دعا سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی، روزانہ نماز میں قریباً پچاس مرتبہ ہدایت کی دعا مانگنا ضروری قرار دیا ہے: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾، لیکن یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس لیے دعا کے ساتھ ہدایت کے حصول کے لیے محنت کرنا بھی ضروری ہے، اگر مجاہدہ کیا جائے، تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾، ایک طرف مجاہدہ، دوسری طرف دعا ہو، تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے ؎

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست
زین تقلب ہر قلب آگاہ نیست

''دعا اور عاجزی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے، اس الٹ پھیر سے ہر دل خبردار نہیں ہے''

تخلیقِ کائنات کی چار مصلحتیں

کائنات کی پیدائش کی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ انسان کا بدن کائنات کی چیزوں سے بنایا گیا ہے، تو کائنات کی پیدائش انسان کے جسم کی تربیت کا ذریعہ ہے۔ دوسری مصلحت خدا کی معرفت کی اس میں نشانیاں ہیں۔ خدا کی ذات دکھائی نہیں دیتی اس کے لیے زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے انسانوں کی آوازوں اور چہروں کا الگ الگ ہونا، رات اور دن کا ہونا ایسی بے شمار نشانیاں مظاہر قدرت ہیں جن سے انسان خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے گویا کائنات کی پیدائش سلسلۂ معرفت خداوندی ہے۔ تیسری مصلحت کائنات کی پیدائش آزمائش کے لیے ہے کہ انسان کائنات کی چیزوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے یا احکام خداوندی کی رعایت میں چیزوں کو قربان کرتا ہے۔ چوتھی مصلحت کائنات کی چیزیں ملک ومال، سونا وچاندی، روپیہ وپیسہ، عہدہ وڈگری، دوکان وکھیت یہ ظرف یعنی برتن

کے قائم مقام ہیں۔اس برتن میں وہ ملے گا جو خدا کی طرف سے ڈالا جائے گا۔فرعون کے ملک و مال کے ظرف میں ناکامی ڈالی گئی اور سلیمان علیہ السلام کے ملک و مال کے ظرف میں کامیابی ڈالی گئی تو عزت و ذلت اور کامیابی اور ناکامی کا معیار برتن کا چھوٹا بڑا ہونا یا کم یا زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ معیار انسان کے بدن سے نکلنے والے اعمال ہیں اس کے مطابق خدا کے فیصلے ہوتے ہیں۔

آج کی سب سے بے قیمت مخلوق

انسان نے پاخانہ سے لے کر چاند تک کا ریسرچ کیا، مگر اپنے آپ کو نظر انداز کیا۔ڈاکٹروں نے پاخانہ کا ریسرچ کیا اور سائنس دانوں نے چاند کا ریسرچ کیا، لیکن انسان نے اپنا ریسرچ نہیں کیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق آج دنیا میں انسان ہے۔مکان، دوکان اور زمین کے ٹکڑوں کے لیے انسانوں کو مارا جائے اور منصوبہ بندی کی اسکیم انسانوں پر تھوپ کر خلق کو آئندہ دنیا میں آنے سے روکنے کی کوشش کی جائے، حالانکہ درخت کے لیے قانون نہیں کہ ایسا درخت لگاؤ جس میں صرف تین پھل ہوں یا ایسا کھیت لگاؤ جس میں پیداوار صرف تین من ہو، لیکن حضرت انسان بے قیمت ہیں کہ تین سے زیادہ دنیا میں نہ آویں، کیونکہ انسان نے اپنی قیمت کو کھو دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا قیمتی بنایا تھا کہ فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ان پر فضیلت دی۔ جب انسانوں نے حیوانوں جیسے کام کیے، تو انسانوں سے انسان کی زندگی اجڑنے لگی اور انسان بے قیمت ہوتا چلا گیا۔

بعث بعد الموت کی پختہ دلیل

روح انسانی دائمی اور ابدی ہے۔محض روح کے مقامات تبدیل ہوتے ہیں۔عالم ارواح سے جسم میں اور جسم سے عالم برزخ میں اور آخری مقام عالم آخرت ہوگا۔اور جسم انسانی کائنات کی چیزوں سے تیار ہوا ہے۔اس کے اجزاء پوری کائنات میں بکھرے ہوئے تھے۔سورج کی کرنوں اور چاند کی روشنی میں، ستاروں کی تاثیر اور ہواؤں کی لہروں میں، بارش کے قطرات اور زمین کے ذرّات میں اور کھاد کی گندگیوں میں باری تعالیٰ کے نظام نے سارے اجزاء کو یکجا کر کے خوراک اور غذا تیار کی۔ مرد و عورت نے استعمال کی اور منی بنی اور اسی سے انسانی بدن تیار کیا اور اس کی روح عالم ارواح سے آئی اور انسان وجود میں آیا، جس کی حد موت ہے۔ پھر جسم فنا کر دیا جائے گا اور بروز قیامت دوبارہ ذرات کو جمع کر کے وجود بخشا جائے گا جو خدا ایک بار کائنات کے ذرات جمع کر کے پیدا کر چکا ہے، اس کے لیے دوسری مرتبہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے، کروڑوں انسان اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور جو باخبر ہیں وہ بھی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں الغرض بعث بعد الموت یقینی ہے۔

چھیننے کا مزاج اور دینے کا مزاج

محمد ﷺ کے پاک طریقہ میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کی تعلیم ہے جس سے انسانوں میں عطا اور بخشش یعنی بانٹنے اور تقسیم کرنے کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور یہ مزاج مابین محبت والفت، ہمدردی، جاں نثاری، وفا و اعتماد میں اضافہ کرتا ہے جو امن و امان اور دارین میں ترقیات کا باعث ہے۔ برخلاف اہل دنیا کے کہ ان کا مزاج مختلف طریقوں سے لوٹنے اور چھیننے کا چوری، ڈکیتی، سود، رشوت، مکر و فریب اور ناپ تول میں کمی کر کے جس سے آپس میں عداوتوں اور زیادتیوں کے ساتھ انتشار اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور دنیا جہنم کدہ بن جاتی ہے مثلاً سود کے بارے میں انسانوں کا خالق فرماتا ہے کہ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، مگر انسان میں جرائم کے جراثیم اور حیوانات کے صفات پیدا ہو جانے کی وجہ سے سود میں مال کا

بڑھنا اور صدقات میں مال کا گھٹنا دکھائی دیتا ہے اگر محنت مجاہدہ کر کے جرائم سے مجتنب ہو کر حیوانات کی صفات دور کی جائیں اور فرشتوں والی صفات پیدا کی جائیں، تو اس وقت وہی دکھائی دے گا جو خالق و مالک فرماتا ہے، یعنی صدقات میں مال کا بڑھنا اور سود میں مال کا گھٹنا صاف طور پر معلوم ہو گا۔

دعا اور محنت میں تطابق ضروری ہے

دعا اور محنت میں موافقت ضروری ہے۔ ڈھائی تولہ کی زبان نبیوں والی دعا میں مصروف ہے۔ کہتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ اور بازار میں ڈھائی من کا بدن ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ والے طریقے پر حرکت کرتا ہے، تو دعا اور محنت میں موافقت کی جائے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ اللہ کے راستے کی محنت کرو، راستہ دور سے بند نظر آتا ہے۔ چلنا شروع کرو کھلتا جائے گا۔ دعا اور محنت میں موافقت ہو جائے گی اور نیک ثمرات مرتب ہوں گے۔

بروز قیامت خدا کا معاملہ فضل کا ہو گا یا عدل کا

قیامت کے دن خدا کا معاملہ فضل کا ہو گا یا عدل کا، رابطہ کا ہو گا یا ضابطہ کا، مہربانی کا ہو گا یا قانون کا۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوا، تو گناہوں کے بقدر جہنم میں رکھا جائے گا تاکہ گناہوں سے پاک صاف کر دیئے جائیں اور اگر فضل کا معاملہ ہوا، تو سیدھا جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ عدل کا تقاضہ ہے کہ نیکیوں کو زیادہ کیا جائے۔ عدل کا حاصل خوف ہے اور فضل کا حاصل امید ہے۔ خوف اس قدر بھی مفید نہیں ہے جو ہلاکت کا باعث بنے اور امید بھی اس قدر مفید نہیں ہے کہ گناہوں پر جری کر دے، بلکہ امید اور خوف کے درمیان کا نام ایمان ہے، الایمان بین الخوف والرجاء۔

راز کی بات علی الاعلان عالم کے سامنے

کوئی آدمی راز اور داؤ کی بات نہیں بتلاتا ہے بلکہ چھپاتا ہے۔ ہم علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ پورے عالم میں بسنے والے انسانوں کو بتلاتے ہیں کہ اگر لوگوں میں دو باتیں پیدا ہو جائیں، تو زمین و آسمان کا خالق فرماتا ہے کہ ہم تمہیں برباد نہیں کریں گے بلکہ آباد کریں گے، ایک اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف دل میں پیدا ہو جائے، دوسرے برے اعمال پر اللہ کی وعیدوں کا ڈر پیدا ہو جائے:

﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾

ذٰلِكَ کا مشار الیہ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ ہے انسانوں میں آخرت کا فکر اور خوف پیدا کرنے کے لیے پورے عالم میں نقل و حرکت کر کے اس کا خوب تذکرہ کیا جائے یہاں تک کہ لوگوں میں فکر آخرت پیدا ہو جائے اور بربادی والی راہ سے بچ کر آباد کرنے والی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

دنیا کی حکومتوں کے پاس طریقۂ راحت و امن نہیں ہے

عالم میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے اس دور کی عدالتیں، کچہریاں اور مختلف محکمے، اسکیمیں اور انتظامات ناکام اور فیل ہیں۔ پورے عالم کی حکومتیں غیر معیاری اور تشویشناک صورت حال میں مبتلا ہیں چونکہ ان کے پاس طریقۂ راحت و امن نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کسی کی جان، عزت اور مال محفوظ نہیں ہے، لیکن امت مسلمہ کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے سرکار محمد ﷺ نے

اس سے زیادہ مایوس کن حالات میں اپنا پاکیزہ طریقہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور عالم کی حکومتیں اس پاکیزہ طریقہ کو اپنا کر امن و امان سے ہمکنار ہوئیں۔ آج بھی محمد ﷺ کا لایا ہوا پاکیزہ طریقہ اپنانے کی اور اس کو دعوت کے ذریعہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی پورا عالم امن و امان سے ہمکنار ہوسکتا ہے اور ابدی راحتوں سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔

جہنم اہل ایمان کے لیے ہسپتال اور شفا خانہ ہے

اہل ایمان کا اصلی ٹھکانہ جنت ہے اور انکے لیے جہنم ہاسپٹل اور شفاخانہ ہے، چونکہ جنت پاک جگہ ہے اور اس کے مکانات پاک ہیں، فرمایا گیا ہے ﴿وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً﴾ اور جنت کی عورتیں بھی پاک ہیں ﴿أَزْوَاجًا مُّطَهَّرَةً﴾ اور جنت کی شراب بھی پاک ہے ﴿شَرَابًا طَهُورًا﴾ ایمان والا جہنم میں گندگیوں اور گناہوں سے پاک ہوجائے گا تب جنت میں داخل ہوگا اور کہا جائے گا ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ لیکن جہنم کا علاج بہت بھاری ہے، اس لیے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کرنے کے لیے بطور علاج تین چیزیں بتلائی ہیں:

① نیکیوں کا کرنا گناہوں کو زائل کرتا ہے۔ ② غیر اختیاری طور پر بیماریوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے سے گناہ زائل ہوتے ہیں۔
③ توبہ سے کبائر گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔

جہنم میں کفر و شرک کا گناہ لاعلاج بیماری ہے، دنیا میں اسّی سال کا مشرک بوڑھا توبہ کرے گا تو معافی مل سکتی ہے۔ سچی توبہ کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

① گناہوں پر ندامت۔ ② آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔
③ گذشتہ گناہوں کی تلافی۔ ④ توبہ کے وقت گناہوں میں مبتلا نہ ہونا۔

دنیا میں ان خوبیوں کو حاصل کرنے کے لیے ماحول شرط ہے اور ماحول دعوت دین کے عمل سے زندہ ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ اخلاق اور محبت کے ساتھ میل جول رکھنا ہے، اخلاق کا بے انتہا دباؤ اور اثر ہوتا ہے، ابتداء اسلام میں جب تک آپس میں انتشار اور جھگڑا تھا، صلح حدیبیہ تک انیس سال میں فقط ڈیڑھ ہزار مسلمان ہوئے، اس کے بعد فتح مکہ تک دو سال میں دس ہزار ہوگئے۔ اس کے بعد ایک ہی سال میں غزوۂ تبوک کے موقع پر تیس ہزار کی تعداد ہوگئی اور اس کے ایک سال کے بعد حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع ہوگیا۔ اس کا راز یہی ہے کہ محبت اور اخلاق کے ساتھ میل جول تھا، لیکن شرط ہے کہ حقیقی اخلاق ہوں، خوشامد نہ ہو ورنہ لوگ سر چڑھ جائیں گے اور فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔

ہر انسان کے لیے چار منزلیں

ہر انسان کو چار منزلوں سے گزرنا ہے، پہلی منزل ماں کا پیٹ ہے، یہ اس کی ذات بننے کی جگہ ہے، جس میں اس کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے، دوسری منزل دنیا کا پیٹ ہے، یہ صفات بنانے کی جگہ ہے، یہاں اس قدر اختیار دیا جاتا ہے کہ نیک و شر میں امتیاز کر کے نیکیوں کو اختیار کر لے، تیسری منزل قبر ہے اور چوتھی منزل قیامت کا دن ہے۔ اس دن اولین اور آخرین کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا:

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ

ہر ایک کے ساتھ اپنے صفات کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ اس اجتماع سے نافرمانوں کی جماعتیں بن بن کر جہنم کی طرف جائیں گی:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ (الآية)

اور فرمانبرداروں کی جماعتیں بن بن کر جنت کی طرف جائیں گی:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾

آئندہ منزلوں میں صفات کے اعتبار سے پیش آنے والی باتیں ماوراء عقل ہیں، خلاف عقل نہیں ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں دو سو سال پہلے بہت سی باتیں ماوراء عقل تھیں، آج وہ عقل میں آگئیں، اسی طرح مابعد الموت کی ماوراء العقل باتیں موت کے وقت عقل میں آجائیں گی۔ یہ تمام باتیں انبیاء علیہم السلام نے خالق و مالک اور حکیم و علیم کی وحی کے ذریعہ بتلائی ہیں جو انمٹ اور اٹل ہیں۔

طاقتِ ایمان کیا ہے؟

اللہ کی ذات کا یقین ایسا ہو کہ دل میں غیر کا یقین نہ رہے۔ اس ایمان کی طاقت کے ذریعہ نماز، دعا اور تمام اعمال صالحہ آسمان پر جائیں گے جس طرح چاند پر بھیجنے کے لیے سائنس والوں کو راکٹ کے دھکے کی ضرورت پڑی۔ اسی طرح اعمال اور دعاؤں کو آسمان پر پہنچانے کے لیے طاقت ایمان کی ضرورت ہے:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾

فقط ایمان کا بول اور الفاظ کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت دل میں اتارنی ضروری ہے اور دل میں ایمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ مومن ہر حال میں خدا کے اوامر پر عمل کرنے والا بنے اور منکر چیزوں سے روکنے والا بنے چاہے اس کو کتنی ہی راحتیں قربان کرنی پڑیں۔ قرآن میں جس قدر بڑے بڑے وعدے ہیں وہ اس ایمان پر ہیں۔ کامیابی اور نصرت کا وعدہ، سربلندی اور عزت کا وعدہ نجات اور امن کا وعدہ، معیتِ خداوندی اور جنت کا وعدہ، فضل کبیر اور محبوبیت کا وعدہ نیز صفات ایمان پر بھی معیتِ خداوندی کا وعدہ ہے اور وہ تقویٰ اور صبر و احسان ہے۔

① ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ایمان والوں کے لیے کامیابی کا وعدہ ہے۔

② ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ ایمان والوں کے لیے نصرت کا وعدہ ہے۔

③ ﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے سربلندی کا وعدہ ہے۔

④ ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے عزت کا وعدہ ہے۔

⑤ ﴿وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے نجات کا وعدہ ہے۔

⑥ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ایمان والوں کے لیے امن کا وعدہ ہے۔

⑦ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے معیت خداوندی کا وعدہ ہے۔

⑧ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ایمان والوں کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

⑨ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ ایمان والوں کے لیے فضل کبیر کا وعدہ ہے۔

⑩ ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ ایمان والوں کے لیے محبوبیت کا وعدہ ہے۔

صفاتِ ایمانی پر معیتِ خداوندی کا وعدہ ہے

① ﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ﴾ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
② ﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
③ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔

ایک یورپین آدمی کے سوالات کا اطمینان بخش جواب

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک یورپین آدمی آیا اور عرض کیا کہ مجھے چند سوالات درپیش ہیں اگر آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، تو میں صاف طور پر پیش کروں؟ آپ نے اس کو اطمینان دلایا اور بے تکلف سوالات کرنے کی اجازت دے دی۔ اس نے کہا کہ آسمانی کتابیں توریت، زبور، انجیل اس دور کے مناسب حال نازل ہوئی تھیں۔ آخر میں نازل ہونے والا قرآن یہ بھی اونٹ اور تلوار کے زمانہ کا ہے، اب راکٹ اور ایٹمیات کا زمانہ ہے، لہٰذا اب محمدی قرآن کے بجائے کوئی ماڈرن کتاب ہونی چاہئے یا یوں سمجھئے کہ توریت میں کوئی کمی تھی وہ زبور میں پوری کی گئی اور زبور کی کمی کو انجیل میں پورا کیا گیا اور انجیل کی کمی کو قرآن میں پورا کیا گیا ہے۔ اب اس دور کے مناسب حال جو کمی محسوس ہو رہی ہے وہ ماڈرن کتاب نکال کر پوری کرنی چاہئے۔ یا تو جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور یہ قرآن قیامت تک کے لیے نازل کیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے ایک ہی کتاب طے کر دیتے۔ یورپین آدمی نے ایک ہی سوال کی کئی شکلیں نکال کر جواب طلب کیا۔ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ میری تیس سال کی عمر ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ آپ کی بھرپور جوانی کا زمانہ ہے۔ اب آپ کا یہ قد وقامت نہ بڑھے گا اور نہ گھٹے گا، جس کی وجہ سے آپ کے لباس کی سائز جو اس وقت ہے یہی سائز موت تک رہے گی۔

جب آپ کی عمر ایک سال کی تھی تو آپ کا کرتا آپ کی والدہ نے بہت چھوٹا بنایا تھا۔ جب دو سال کی عمر ہوئی پھر کرتے کی سائز بدل کر کچھ بڑا بنایا، جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو اور بڑا کرتا بنایا۔ اسی طرح سائز بڑھتے بڑھتے موجودہ سائز تک پہنچی۔ اب آپ کی اس وقت جو عمر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ اب آپ کا قد وقامت موت تک یہی رہے گا اور لباس کی سائز بھی یہی رہے گی۔ تو یہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک سال اور دو سال والا چھوٹا کرتا جو آپ کی والدہ نے بنایا تھا یہ والدہ کی بھول یا چوک تھی بلکہ اس کو آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بچپن کا زمانہ تھا۔ جوں جوں قد وقامت بڑھتا رہا لباس بھی اس اعتبار سے بڑھتا رہا حتیٰ کہ جوانی کا زمانہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اب قد وقامت بڑھنے گھٹنے کا سوال نہ رہا۔ اس لیے یہی سائز موت تک رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً علیم وحکیم ہے، ہر زمانہ میں جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہا ہے، اس میں نہ بھول ہے اور نہ چوک صرف سمجھ کا فرق ہے۔

وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی اور آدمی ہیں، یہ زمانہ انسانیت کے اعتبار سے بچپن کا زمانہ تھا، ان کے مناسب حال احکامات دیے گئے۔ پھر نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ انسانیت کے معیار میں جس قدر تبدیلی آئی اس کے مناسب اوامر دیے گئے۔ اسی طرح توریت، انجیل، زبور اور ان کتابوں میں بھی بقدر ضرورت فروعی احکام میں تبدیلی کی گئی، یہاں تک کہ آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، تو ٹھیک انسانیت کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ کو قرآن میں وہ اصولی چیزیں جن میں تمام انبیاء علیہم السلام متحد اور متفق ہیں مثلاً توحید، رسالت، آخرت وغیرہ۔ ان کے علاوہ فروعات میں ترمیم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ احکامات اور ضابطے دیے گئے جو پورے عالم

کے لیے اور قیامت تک کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے محمد ﷺ کی نبوت پر رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کی مہر ثبت کردی گئی اور اس کے ساتھ قرآن میں بھی اعلان کردیا گیا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (پ:۷)

''آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کرلیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تام کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین بنا کر میں راضی ہوگیا۔''

لہٰذا اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور محمد ﷺ والا طریقہ تا قیامت جاری رہے گا اور یہی طریقہ پورے عالم کے لیے باعث رحمت وبرکت ہوگا۔

اس یورپین آدمی نے مذکورہ بات غور سے سننے کے بعد دوسرا سوال پیش کیا کہ جب نبیوں کا آنا باعث رحمت ہے اور نبیوں کے سلسلے کا بند ہوجانا باعث زحمت ہے، پھر آپ کا خاتم النبیین ہونا باعث فضیلت کیسے ہوسکتا ہے۔ جب آپ کو خاتم النبیین تسلیم کیا جائے، تو رحمۃ للعالمین کیسے ہوسکتے ہیں اور اگر رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کیا جائے تو خاتم النبیین کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بیشک محمد ﷺ نے نبیوں کا سلسلہ بند کردیا، مگر آپ نے نبیوں والا کام بند نہیں کیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام والا کام اپنے مخصوص طریقہ کے ساتھ اس امت کے حوالہ کردیا تاکہ امت محمدیہ تا قیامت تمام انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور ان کی رحمتیں اور برکتیں محمدی مہر کے ساتھ حاصل کرسکیں۔ اسی لیے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾

''اے محمد! تمام انبیاء ہدایت پر تھے اور سیدھی راہ چلے ہیں۔ آپ بھی ان کی چال چلیے۔''

اور جو حکم آپ کو ہوگا امت بھی اس کی مکلف ہے بشرطیکہ آپ کے لیے وہ حکم خاص نہ کردیا گیا ہو، لہٰذا امت محمدیہ تمام انبیاء کی چال چلے گی، محمدی طریقے کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام والا کام بھی کیا اور تیسرا مخصوص کام یہ کیا کہ آپ نے کام کرنے والے داعی تیار کیے، آپ کی اقتداء میں امت دین پر عمل کرے گی اور دوسروں میں اعمال زندہ کرنے کی کوشش کرے گی اور تیسرا اس امت کا مخصوص کام یہ ہوگا کہ دعوت دین کے لیے داعی تیار کرے گی تاکہ پورے عالم میں تا قیامت دین زندہ اور تابندہ رہے۔ انبیاء سابقین میں اسماعیل علیہ السلام اپنے گھرانے کے لیے مبعوث ہوئے، تو یہ امت بھی اپنے گھرانہ میں دعوت دین کا عمل کرکے اسماعیل علیہ السلام والا نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام اپنی قوموں کے لیے مبعوث ہوئے تھے، یہ امت بھی اپنی قوموں میں دعوت دین کا عمل کرکے ان انبیاء علیہم السلام کے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور شعیب علیہ السلام تاجروں میں مبعوث ہوئے اور قوم سبا کے تیرہ انبیاء علیہم السلام کسانوں اور جاگیرداروں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی ان طبقوں میں دعوت کا عمل کرکے ان انبیاء علیہم السلام والے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حکومت والوں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی حکومت والوں میں دعوت دین کا عمل کرے گی۔ موسوی نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ، الغرض عالم کے سب طبقات میں تا قیامت یہ امت دعوت دین کا عمل کرکے سارے انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور رحمتیں برکتیں حاصل کرے گی محمد مہری کے ساتھ۔

لہٰذا آپ کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا شرف اور رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہے اور امت محمدیہ کے لیے طرۂ امتیاز بھی ہے اور باعث فخر واعزاز بھی، نیز محمدی طریقہ موجودہ دور میں بھی امن وامان کا باعث ہے بشرطیکہ دعوت دین کا عمل نہج نبوی پر کیا جائے۔ موجودہ دور کی

پریشانیاں اور شروفساد ان ماڈرن طریقوں کی ایجادات ہیں اور ماڈرن طریقہ امن وامان قائم رکھنے میں ناکام اور فیل ثابت ہو چکا ہے۔

اس یورپین آدمی نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن کر کہا کہ مجھے اپنی زندگی میں کوئی مطمئن نہیں کر سکا تھا، آج آپ نے مجھے کامل مطمئن کر دیا اور آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کرتا ہوں۔ اب صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کیا اس دور میں محمدی طریقہ اپنانے کے بعد چین وسکون اور امن وامان قائم ہونے کا کوئی نمونہ بھی موجود ہے۔

اس کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ اطراف عالم میں جہاں پر دعوت دین کی محنت نہج نبوت پر کی گئی ہے، کئی قوموں اور ملکوں کے سینکڑوں افراد نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ اپنایا جس کے نتیجہ میں ان کو میل محبت اور چین وسکون والی زندگی نصیب ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہماری ایک جماعت کی کارگزاری جو افریقہ گئی ہوئی تھی مختصر طور پر اس کے سنانے پر اکتفا کرتا ہوں اس کے بعد آپ نے افریقہ میں گئی ہوئی جماعت کی کارگذاری سنائی۔

دینی دعوت کی بے شمار مصروفیات کے باوجود فن فلکیات کے متعلق عمیق باتیں

سینہ روشن ہو، تو ہے سوز سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگ دوام اے ساقی

نمازوں کے اوقات کے لیے طلوع وغروب کا علم جس قدر ضروری اور اہم ہے، اس سے کون ناواقف ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فنی حیثیت سے طلوع وغروب کے وقت کی تخریج میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ آپ مختلف علاقوں کے طلوع وغروب اور زوال کے اوقات کی آسانی سے تخریج کر لیتے تھے۔ حالانکہ اس فن سے دلچسپی اس دور میں عنقاء ہوتی جا رہی ہے۔ سعودی عرب کے طلوع وغروب میں آپ کے حساب سے معمولی سا فرق تھا۔ آپ نے اس لائن کے دیگر ماہرین سے اپنے حساب کا استصواب کروایا۔ یہ تو محقق ہو گیا کہ حرمین کے طلوع وغروب کے وقت میں معمولی فرق ہے جس سے نمازوں کے معاملہ میں غلطی کا قوی احتمال تھا۔ اس کی اصلاح کی غرض سے آپ نے امام حرم مکی شیخ عبداللہ السبیل صاحب سے ملاقات کی اور نہایت متانت کے ساتھ اوقات کے مسئلہ کو زیر غور لانے کی طرف متوجہ فرمایا۔ مگر اصلاح اوقات کا معاملہ صرف امام صاحب کے اختیار میں نہ تھا جب تک کہ حرمین کے ماہرین اوقات کو اس طرف متوجہ نہ کرایا جائے۔ اس کے لیے آپ کی جدوجہد جاری رہی۔ بالآخر واسطہ در واسطہ حرمین کے ماہرین اوقات تک یہ بات پہنچائی گئی اور اس سلسلہ کو وہاں کے ماہرین نے غور و فکر کر کے جو بھول تھی اس کی اصلاح فرمائی اور الحمدللہ نماز کے اوقات کی اصلاح کا مسئلہ اس طرح پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

اسی طرح والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا فکر لگا رہتا تھا کہ جس ملک میں بھی مسلمان قیام پذیر ہوں، وہاں رمضان المبارک کی ابتداء عید الفطر، بقر عید صحیح وقت پر ہو۔ ظاہر ہے کہ اسکا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے اور رویت قمر کا مدار شرعاً نص صحیح کے مطابق شہادت پر ہی ہے اور شہادت ہی میں احتیاط نہ ہو، تو مختلف مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک میں افراتفری یا کم از کم انتشار پھیل سکتا ہے اور ایسا کئی بار ہوا بھی ہے۔ اسی لیے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ متعلقین اور ذمہ داروں کو شہادت میں حزم اور احتیاط کی طرف خاص متوجہ کرتے رہتے۔ بالخصوص ایسے ایام کی شہادت میں تو انتہائی کرید کی ضرورت ہے، جنہیں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے مطابق فقہی اصطلاح میں قران شمس وقمر یا تولید قمر جسے انگریزی میں نیومون (New Moon) کہتے ہیں یعنی ہر ماہ کی آخری تاریخوں میں چاند سورج کی محاذات میں آجاتا ہے اور چاند کا وجود چند منٹ کے لیے دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے بعد چاند کا الگ ہونا محسوس ہوتا ہے۔ اس علیحدگی کی ابتدا کے

بعد ماہرین فلکیات کے نزدیک کم سے کم سترہ گھنٹے اور عموماً بیس بائیس گھنٹوں کے بعد چاند رویت کے قابل ہوتا ہے۔

فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق قران یا نیومون کے دن چاند کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے اس روز کی شہادت میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا کہ شہادت میں کوئی وہم وابہام نہ رہ جائے۔ امکان رویت اور اس کے متعلقات کے سلسلہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن سے دلچسپی رکھنے والے بعض حضرات سے خط وکتابت کر کے خصوصی طور پر توجہ دلا کر تاکید فرمائی ہے۔

جناب مولانا برہان الدین صاحب کے نام ایک مکتوب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شہادت کا سلسلہ بلا شبہ شریعت کے متفق علیہ اور نص قطعی پر منحصر مسئلہ ہے اور اس کی بنیاد پر دیے گئے علماء کرام کے فیصلوں کو ہر حال میں قبول کرنا ہے خواہ وہ بداہت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ بداہت کو بالکلیہ نظر انداز کرنے کا موجودہ جورویہ ہے اس میں تبدیلی اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ کی نص قطعی کی طرف اذہان کو متوجہ کر کے اس کی اہمیت کا احساس اور اس کے فقہی وزن کے تعین کی ضرورت ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تو یہ تھی کہ بداہت فن یعنی عملاً رویت قمر کے امکانی اوقات سے قبولیت شہادت کے ذمہ داران بھی اچھی طرح واقف ہوتے تا کہ شہادت کے فقہی احکام اور فن ہیئت کے اعتبار سے قران یا نیومون کے متصلاً بعد رویت قمر کے ممکنہ ایام دونوں کی فقہی اہمیت کے امتزاج کو بروئے کار لا سکے۔

مذکورہ خط میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ دل میں یہ بات آئی کہ کاش ایسی کوئی کتاب، یا رسالہ تصنیف کیا جائے جو آسان زبان میں ہو اور جس میں دنیا کے سبھی ممالک کے اہم مقامات پر امکان رویت کا دن درج ہو اور اس میں ہر ماہ قرانِ شمس وقمر یا تولید قمر اپنی نیومون کا دن اور وقت بھی دکھایا جائے۔ پھر اسے ہر ملک کے اعلان رویت کے ذمہ داران تک پہنچایا جائے تا کہ وہ حضرات جس دن ان کے یہاں مطلع پر امکان رویت ہی نہیں ہے اس دن رویت ہلال کی شہادت قبول کرنے میں حزم واحتیاط کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو سکیں۔

اس معاملہ میں آپ کس قدر متفکر رہتے تھے اس کا اندازہ پروفیسر ملیشیا ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے نام لکھے ہوئے ایک مکتوب میں اس تحریر سے کر سکتے ہیں۔ لکھا ہے: اس وقت میں اس معاملہ میں بہت پریشان ہوں کہ اس سال برطانیہ، دہلی اور امریکہ میں چاند دیکھا گیا جب کہ اس وقت چاند کی عمر کہیں ۷، ۸ گھنٹے تھی اور دہلی میں تو نیومون سے بھی پہلے شہادت ملی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے کہ ۲۰۔۲۴ گھنٹے کے بعد ہی چاند دیکھا جا سکتا ہے حالانکہ اس فن کے ماہرین کے نزدیک یہ بات ضروری ہے۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو ماہرین سے حساب میں کہیں چوک ہوئی یا علماء سے گواہوں کی تحقیق میں کوئی تسامح ہوا۔ آگے اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں یہ چاہتا ہوں کہ مختصری ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ساٹھ سالہ نیومون کا حساب، جو میرے پاس ہے، وہ ہو اور مولانا برہان الدین صاحب کا مضمون ہو۔ پھر آپ ایک قاعدہ اور ضابطہ آسان کر کے ترتیب دے دیں کہ (۱) کتنی عمر میں چاند کا دیکھا جانا ممکن ہے (۲) نیز سورج کے ڈوبنے کے کتنی دیر بعد چاند نظر آ سکتا ہے۔ یہ بھی لکھیں کہ طول البلد اور عرض البلد کے فرق سے کتنا فرق ہو سکتا ہے اور موسم کے اعتبار سے کیا فرق ہوگا۔

میرے علم میں یہ ہے کہ اگر یہ دو باتیں قابو میں آ گئیں تو کام آسان ہوگا اگر چہ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں مگر یہ دونوں زیادہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات آپ لکھنا چاہیں تو مجھے لکھ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سورج کے حساب کی دائمی جنتری تو بن سکتی ہے مگر چاند کے لیے دائمی جنتری نہیں بن سکتی بلکہ ہر سال کے لیے علیحدہ جنتری بنانی پڑے گی کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس مختصر کتاب میں اگر چہ ساٹھ سالہ حساب ہوگا پھر بھی لوگ ہر مہینے کا سن سیٹ اور مون سیٹ اپنے یہاں کے آبزرویٹری سے معلوم کریں۔ اس کے علاوہ اور کون سی بات آپ مناسب سمجھتے ہیں مگر ہاں اس کتاب میں فن بالکل نہ ہو بلکہ صرف آپ کی بڑی کتاب کا حوالہ ہو۔

چونکہ رمضان المبارک کی ابتداء اور عیدین نیز حج میں یوم عرفہ کی تعیین وغیرہ تمام ہی مذکورہ ارکان کا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے۔ اسی شرعی اہمیت کے پیش نظر آپ نے مختلف ذرائع حتی کہ رسائل واخبارات وغیرہ سے بھی کدوکاوش کر کے ساٹھ سالہ ریکارڈ جمع کیا تھا جس سے رویت کے اس ریکارڈ کی ایک مثال مولانا برہان الدین صاحب کے نام مذکورہ گرامی نامہ میں شوال ۱۴۰۷ھ کا قرانِ شمس وقمر یعنی نیومون کے متعلق اوقات ومعلومات حسبِ ذیل تحریر فرمائی ہے:

شوال ۱۴۰۷ھ SHAWWAL 1407 H.

27 MAY 15:13 (3:13)PM.G.M.T.(WEDNES DAY)

27 MAY 20:45 (8:43)PM. INDIAN TIME

SUN SET 27 MAY IN DELHI=)7:11 PM.M.

MOON SET 27 MAY IN DELHI = 7:11 PM.

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کا یہ نیومون مثال کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ اسی سے ساٹھ سالہ ریکارڈ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار را

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل فرمایا ہے، جن میں آپ نے دین کی جد وجہد کرنے والوں کے لیے بشارتیں فرمائیں ہیں، بالخصوص دعوت دین کے عمل کرنے والوں کے لیے بشارتوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کو اس کام کی طرف ہونا بتایا گیا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے کئی خواب ہیں، علاوہ ازیں دوسرے حضرات نے بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیارت فرمائی ہے لیکن ان سب میں سے صرف وہ خواب جو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور آپ نے ان کو قلم بند کیا ہے، اس میں سے چند خواب درج ذیل ذکر کیے جاتے ہیں، جس سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت درجہ محبت کا نیز دعوت دین کے عمل کی عظمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

خواب (۱) - از محمد عمر پالنپوری

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۰ء اتوار کا دن گزر کر آدھی رات کو ڈھاکہ کو کرائیل میں میں نے خواب دیکھا کہ

حضور اکرم ﷺ کو تلاش کر رہا ہوں، لوگ بڑی تعداد میں جا رہے ہیں۔ ایک جگہ چند آدمیوں کے درمیان میں حضور ﷺ ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور مصافحہ کیا اور جنت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو انشاء اللہ جانا ہے، بڑے مزے ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت جی دونوں نے سلام کہا ہے اور آپ ﷺ نے سلام قبول فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث تو ایسے ہیں کہ آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں یعنی خوب نور ہے۔ یہ دل میں آیا، الفاظ چکاچوند کے ہیں پھر آنکھیں کھل گئیں۔

خواب (۲)

ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۹ر دسمبر ۱۹۷۷ء مسجد نور میں حضرت جی مدظلہ کی قیام گاہ پر سویا۔ خواب میں کئی آدمی دیکھے۔ ایک نوجوان سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟ اس نے اشارہ کیا کہ اس کمرہ میں ہیں۔ میں کمرہ میں داخل ہوا، تو دیکھا کہ بہت سے نیک لوگ اس میں ہیں۔ ایک کنارے پر ابراہیم عبدالجبار صاحب بھی ہیں اوروں پر غور نہیں کیا۔ آپ چار پائی پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے مصافحہ کرنا چاہا، تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ یہ فرما کر آپ ﷺ چار پائی سے نیچے اتر آئے اور مصافحہ کیا پھر چار پائی پر پاؤں پھیلا کر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے آپ کے دونوں پاؤں مبارک خوب چومے اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ پھر میں نے زیارت کرنا چاہا۔ آپ دوسرے سے بات کرنے میں مشغول تھے۔ مجھے روکا اور فارغ ہو کر ارشاد فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب اس وقت ہم ایک مہم پر ہیں تم بھی آ جانا۔ میں نے کہا کہ کب؟ فرمایا کہ کل۔ میں نے معلوم کیا، کہاں؟ فرمایا حرم میں (یعنی مدنی حرم مراد ہے)۔ میں نے کہا کس وقت؟ فرمایا: جس وقت چاہو آ جانا۔ پھر میں نے شیخ الحدیث اور حضرت جی مدظلہما کے بارے میں معلوم کرنا چاہا لیکن خواب ختم ہو گیا۔

خواب (۳)

۱۳۸۹ھ سرائے گاؤں جو جوالا پور کے قریب ہے، وہاں سویا تھا کہ خواب میں بڑا مجمع دیکھا جس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ میں جا کر ملا، مصافحہ ہوا۔ میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بات کرنا چاہا کہ کیا نظام رہے، لیکن میری بات سے پہلے آپ ﷺ نے بہت اہتمام سے یہ بات تبلیغ کے بارے میں کہنی شروع فرمائی کہ یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ کچھ نہیں ہو رہا ہے اور تبلیغ والے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ خود یوں کہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہو رہا ہے، تو اضع والی بات اور ہے لیکن ناشکری کی حد تک نہ ہو۔ پانچ دس بار اسی کو فرماتے رہے حتی کہ مجھے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ ملا اور آنکھ کھل گئی۔ میں زبان سے اور تحریر سے اس منظر کو ادا نہیں کر سکتا جو آپ ﷺ کا تھا اور بار بار فکر سے فرما رہے تھے کہ ہو رہا ہے۔

خواب (۴)

پانولی کے اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد نیند آئی تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ کے قریب میں ایک اور صاحب بھی کرسی پر تھے۔ ان سے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ ہیں۔ پھر میں نے آپ سے بھی پوچھا کہ میں نے آپ کو صحیح نہیں پہچانا۔ فرمایا: میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ میں نے کہا: آپ نہ فرماتے تو بھی آپ ہی کی حدیث کی وجہ سے

مجھے پکا یقین تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا۔ مصافحہ، معانقہ خوب اچھی طرح کیا۔ شروع میں دور سے تو حضرت شیخ کی شکل کے مشابہ شکل تھی پھر دوسری شکل ہوگئی، وہی آخر تک رہی۔ فرمایا کہ کیا حضرت دہلی گئے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں۔ فرمایا: حضرت شیخ کا کل سفر ہے؟ میں نے پہلے تو کہا ہاں، پھر کہا ابھی تو کئی دن ہیں۔ میں سوال سے پہلے سمجھا کہ بمبئی کا سفر کل ہے، بعد میں جواب میں ہی احساس ہوا کہ مدینہ منورہ کا سفر مراد ہے، تو عرض کیا کہ اس کو بھی کئی دن باقی ہیں۔ فرمایا: بہت اچھا پھر بہت سی باتیں فرمائیں اور خوب تبلیغ کے کام پر ہمت افزائی فرمائی۔ میں نے کہا کہ حضرت امت بہت پریشان ہے۔ فرمایا: تبلیغ والے بھی تو مجاہدہ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دینی محنت سے خوش ہیں؟ فرمایا: میں بہت خوش ہوں۔ عرض کیا: ہم تبلیغ والوں کے لیے کوئی خاص پیغام ہو تو ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: تبلیغ والے مجاہدوں میں ہیں، بس میں تو اہمیت کے ساتھ دو باتیں کہتا ہوں کہ محنت کرنے والے اغراض سے پاک ہو کر اللہ کی رضا کے لیے کریں، دوسرے یہ کہ استخلاص ہو یعنی جو اس کام میں لگیں وہ اور جھمیلوں میں نہ پڑیں، اس کام پر پوری قوت لگا دیں۔ پوری دنیا کے انسانوں کی پریشانیوں کا حل اس میں ہے۔ میں نے کہا: حضور ﷺ آپ نے خواب میں وہ کہی جو جاگتے میں قرآن وحدیث میں کہی اور کوئی بات فرماتے تو ہمیں تاویل کرنی پڑتی، یہ تو صاف بات ہے۔ میں فجر کی نماز کے بعد تھوڑا سو کر بیرون کے آئے ہوئے احباب سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مولوی موسیٰ صاحب نے کہا تجھے ساڑھے سات بجے اٹھاؤں گا۔ میں نے کہا میاں جی محراب صاحب کا حکم ہے کہ آٹھ بجے بڑے مجمع میں آنا ہے پھر تو مشکل ہوگی، اس لیے فجر کے بعد تم فوراً انہیں جمع کرلو، جب جمع ہو جائیں فوراً بلالو۔ دس پندرہ منٹ کا وقفہ ملے گا اس میں سولوں گا، بے تکلف مجھے جگا دینا۔ تو میں ان دو فکروں کے ساتھ سویا کہ اللہ دونوں کام کروا دے تاکہ حضرت کے بڑے مجمع میں پہنچنے تک بات پوری ہو جائے۔ میں نے سونے سے پہلے حضرت والا سے پوچھا کہ بیرون والوں سے کیا بات کروں؟ ارشاد فرمایا: اخلاص اور استخلاص۔ میں نے اس کے بیان کا ارادہ کرلیا اور سو گیا۔ اس میں یہ خواب آیا اور حضور ﷺ نے بھی یہی دو باتیں مع تشریح ارشاد فرمائیں جو حضرت جی مدظلہ کے دو کلموں کی تفصیل تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ ﷺ سے ملتے ہی میرا مصافحہ، معانقہ ہو چکا ہے، لیکن ایسے موقعے مجھ جیسے ضعیف کو بار بار کہاں ملتے ہیں۔ اس کے بعد اب دوبارہ مصافحہ ومعانقہ کروں اور پیشانی پر بوسہ بھی دوں۔ آمادگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے بہت اچھی طرح مصافحہ کیا، بہت دیر تک معانقہ میں ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش تھی۔ جب فارغ ہوا تو ارشاد فرمایا: اب میں تمہاری پیشانی کو بوسہ دوں گا۔ میں نے شرم کے مارے سر نیچا کرلیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اونچا کر کے پیشانی پر بوسہ دیا، پھر ہونٹ چوما، پھر ہونٹوں پر دم کیا۔ اس وقت میرا منہ معمول کے مطابق کھلا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اور زیادہ ہونٹ کھولو تاکہ میرا تھوک اور میرا لعاب دہن مبارک تمہاری زبان تک پہنچے۔ منہ اتنا ہی کھولا پھر آپ بار بار کچھ پڑھ کر اندر دم فرماتے رہے اور لعاب دہن مبارک میرے منہ کے اندر ہونٹوں پر اور خصوصاً زبان تک پہنچتا رہا۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔

میں کاغذ لے کر یہ خواب لکھنے بیٹھا تاکہ بھول نہ جاؤں۔ اتنے میں مولوی موسیٰ آگئے اور کہا کہ تجھے جگانے میں ڈر لگتا تھا، لیکن ضروری بھی تھا۔ اس لیے ہمت کر کے میں نے کمرے کا دروازہ اس نیت سے کھولا کہ انشاء اللہ آپ جگانے سے خوش ہوں گے، کیونکہ دینی تقاضے پر جگایا جاتا ہے۔ یہ سوچ کر دروازہ کھولا۔ یہ مولوی موسیٰ صاحب کا تھوڑا سا توقف کرنا میرے خاص خواب کا وقت تھا اور وہ ڈرے اور جگانے میں انہیں دیر ہوئی، اس میں خواب پورا ہو گیا۔ میں پھر خواب لکھے بغیر بیرون والوں میں خلاف معمول بلا وضو گیا ورنہ باوضو بیان کرنے کی عادت ہے بشرطیکہ ذیابطیس کا زور نہ ہو اور کان نہ بہتا ہو۔ یہاں وقت کی تنگی کی وجہ سے بلا وضو گیا۔ بیرون والوں سے

فارغ ہو کر بڑے مجمع میں جانے سے پہلے استنجاء زور سے آ رہا تھا اس لیے استنجاء و وضو دونوں چیزیں قابو میں آ گئیں۔ پھر نرم غذا کا ناشتہ جلدی سے کر کے الحمدللہ چل دیا۔ حضرت والا کی تشریف آوری سے پہلے جتنی باتیں کرنے کا ارادہ تھا کر چکا تو حضرت والا تشریف لائے اور بیان فرمایا اور دعا بھی کی۔

حضور ﷺ نے بہت تفصیل سے بات فرمائی اور کام کے حالات پوچھتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ الحمدللہ ہر جواب پر آپ کا انشراح اور انبساط پایا۔ پورے خواب میں تکدر ایک سیکنڈ کے لیے بھی محسوس نہ ہوا اور خواب ہی میں یہ محسوس ہوا کہ آپ تبلیغی کام کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں اور سوالات اس انداز کے تھے جیسے نگرانی کرنے والا پوچھا کرتا ہے۔ اس وقت جو یاد ہیں وہ لکھ لیے ہیں۔

خواب (۵)

۱۳۹۶ھ ۱۷ ارجون ۱۹۷۶ء لنکا میں فجر کی نماز کے بعد خواب میں دیکھا کہ عام اجتماع ہے، کوئی ساتھی بات کر رہے ہیں۔ ایک کمرے میں حضرت جی مدظلہ ہیں اور ایک کمرہ میں چار پائی پر مولانا منظور احمد نعمانی سرہانے بیٹھے ہیں اور مولانا حبیب اللہ صاحب پالنپوری (مصنف حرکت آفاق اور صور اسرافیل مہتمم دارالعلوم چھاپی) پائنتی پر بیٹھے ہیں۔ میں ان دونوں حضرات سے ملنے گیا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کے فلاں بیان کے فلاں عربی شعر میں نحو کے اعتبار سے فلاں غلطی تھی۔ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے ان سے کہا کہ ایسی گرفت نہیں کرنی چاہئے، مضمون دیکھو۔ میں نے مولانا منظور احمد صاحب سے عرض کیا کہ نحو کی غلطی بتائی ہے۔ حضور ﷺ بھی ایک کمرہ میں مقیم ہیں لیکن میں کبھی حضرت جی مدظلہ کے پاس، کبھی عام مجمع میں، کبھی خواص کے پاس ادھر اُدھر جا رہا ہوں تا کہ آپ کے پاس جانے سے پہلے تبلیغی کام ہر اعتبار سے ٹھیک ہو رہا ہو تا کہ آپ سے ملاقات پر ناراضگی نہ ہو۔ میں آپ سے مل نہ سکا اور خواب ہی میں میری آنکھ کھل گئی، حقیقت میں یہ بھی خواب ہی تھا۔ میں نے حضرت جی مدظلہ کو یہ سارا ماجرہ سنایا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ سے ملاقات تو نہ ہوئی، لیکن آپ کی طرف سے دل میں خواب کی تعبیر کی چند باتیں القا ہوئیں ہیں حضرت جی مدظلہ کو سنائیں۔ ایک یہ کہ سفر منظور اور مقبول ہے اور اللہ کی محبت کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے، دوسرے یہ کہ میری امت کے عوام میں محنت کی وجہ سے امت کے خواص بھی عوام کی طرح ہو رہے ہیں یعنی یہ بات علی سبیل المدح آئی، تیسری بات یہ ہے کہ ہندوستان کا تبلیغی کام قابل اطمینان ہے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کا؟ تو دل میں آیا یعنی آپ والا ہی القا ہے کہ پاکستان، سیلون، برما، بنگلہ دیش سب ہندوستان ہی میں داخل ہیں یہ تقسیم تو اعداء کی ہے۔ یہ سب سنا کر میں نے حضرت جی مدظلہ سے عرض کیا کہ ابھی جو عوام آپ کی خدمت کر رہے ہیں انہیں نہ ہٹایا جائے، ہٹانے والے بھی ابھی احتیاط کریں تو چاروں طرف خدمت کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ پھر میں نے حضرت جی سے عرض کیا کہ پھر میں سوتا ہوں تا کہ آپ ﷺ سے ملاقات کرلوں تا کہ حضرت شیخ کا کوئی پیغام ملے یا آپ کے نام کوئی پیغام ملے یا کم از کم زیارت ہی ہو جائے۔ پھر خواب ہی میں سو گیا لیکن زیارت نہ ہوئی۔ پھر سچ مچ آنکھ کھل گئی۔

نوٹ: اس کے علاوہ بہت سے خواب ہیں جو اگلی جلدوں میں آتے رہیں گے انشاءاللہ۔

والد صاحب کی تدفین سے پہلے خواب

تدفین سے پہلے دہلی کے ایک عالم صاحب نے خواب دیکھا جو دہلی کی کسی مسجد میں امام ہیں۔ فرمایا کہ کچھ نورانی اشخاص

جارہے ہیں اوران کے ہاتھوں میں کوئی عجیب سی چیز ہے تو دل میں گمان ہوا کہ ملائکہ ہی ہیں تو آواز آئی کہ یہ فرش ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے،ہم جسے حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر سے لے آئے ہیں اور حضرت مولانا صاحب کی قبر میں بچھانے کے لیے لے جارہے ہیں۔ تو ان کو خیال آیا کہ پھر حضور ﷺ کی قبر میں کیا رہا، تو جواب ملا کہ آپ کے لیے جنت سے لاکر نیا فرش بچھادیا گیا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مدینہ کے مشہور عالم عبدالمنان صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک مجمع ہے جس میں حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ اتنے میں دیکھا گیا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ پیدل چلتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ جب قریب ہوئے تو حضور ﷺ نے بہت اکرام کیا اور ایک جوڑا اٹھایا اور جوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا: تم اس کو پہن لو اور فرمایا کہ تم بہت ہی تھک کر آئے ہو، آرام کرو اور آپ کا بیان میرے صحابہ کو بہت پسند ہے۔ پھر خواب دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اسی کے فوراً بعد ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ ہائے افسوس! آپ کی منزلت کو ہم نہ پاسکے، آپ کی ذات مجمع کمالات اور باعث خیر و برکات تھی۔ آپ کو اپنی حیات میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں کئی مرتبہ نصیب ہوا اور عجیب وارداتیں نصیب ہوئیں۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ۱۹۷۷ء میں مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر اپنا منہ کھولو۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالنا شروع کیا حتی کہ مولانا کے منہ سے لعاب باہر آنا شروع ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر! تمہارا پیٹ بھر گیا۔ والد صاحب نے فرمایا: ہاں پیٹ بھر گیا؟ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے۔ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اس حال میں کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ عمر مدینہ سے چل کر تمہاری عیادت کے لیے آیا ہوں۔

آپ کی وفات کے بعد اطراف عالم سے بے شمار تعزیت کے خطوط آئے جس میں عظیم حادثے کا اظہار افسوس کے ساتھ امت مسلمہ کے لیے پُر نہ ہونے والا خلا محسوس کیا گیا پورے ملک کے رسائل اور جرائد نے آپ کے اوصاف جمیلہ اور خدماتِ مقدسہ کا اعتراف کرتے ہوئے بلند و بالا الفاظ میں مضامین شائع فرمائے۔ روئے زمین پر بسنے والا انسان ولی کامل اور قطب زماں سے محروم ہوگیا، وہ یکتائے زمانہ اور یگانہ روزگار جس سے تمام شعبہائے دین رونق پذیر تھے جس پر مدارس اسلامیہ کو فخر تھا اور علماء دین کو ناز تھا اور جس کے اردگرد عاشقان رسول اور افراد امت محمدیہ جمع ہوکر تذکروں اور مشوروں سے مجلس گرم کیے رہتے تھے آج اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے، وہ پیکر صدق وصفا اور کوہ عزم و وفا اور حامی ایمان و یقین جنت کی فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہے، ایسی امید ہے۔ خدائے پاک ہمیں اس خسارہ عظیم کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عنایت کرے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

اَللّٰهُمَّ اَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَنَقِّهٖ عَنِ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ ۔ (آمین)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا چلہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد صاحب زادۂ محترم حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت دین کو اطراف عالم میں متعارف کرانے اور پھیلانے کے لیے بلند عزائم کے ساتھ جد وجہد شروع کردی۔ سب سے پہلے ہندوستان کی چہار جانب بڑے شہروں کے لیے پیدل جماعتیں روانہ کیں۔ ایک جماعت دہلی سے کلکتہ، دوسری دہلی سے ممبئی، تیسری دہلی سے پشاور، چوتھی

دہلی سے کراچی۔ ان پیدل جماعتوں نے خوب مجاہدوں اور مشقتوں کے ساتھ جنگل اور پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں دعوت دین کی محنتیں کیں۔ اس سے ہندوستان کے چہار جانب دعوت دین کی صدا پہنچی۔

نیز اس کام کے لیے سب سے موزوں مقام حجاز مقدس معلوم ہوا اور ۱۹۴۶ء میں سب سے پہلی جماعت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لے کر حجاز مقدس گئے۔ ۱۹۴۷ء میں دوسری جماعت مولانا سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع مفتی زین العابدین صاحب کے گئی۔ ان سب حضرات نے خوب جم کر کام کیا۔ حکومت کی جانب سے دشواریوں کے باوجود مشکلات کا تحمل کرتے ہوئے خفیہ طور پر حکمت کے ساتھ گھروں میں اور خصوصی جگہوں میں کام کرتے رہے۔ علاوہ ازیں ممبئی سے ہندوستان کے حاجی حجاز مقدس میں پہنچتے ہیں۔ اس لیے ممبئی حاجیوں میں یہ کام بھی ضروری معلوم ہوا۔ دہلی سے ایک جماعت ۱۹۴۸ء میں حاجیوں میں اور شہر میں کام کرنے کے لیے روانہ فرمائی جس میں منشی انیس اور مولوی موسیٰ، مولوی حکمت اللہ، قاری سلیمان ننگل والے، جناب افتخار فریدی وغیرہ حضرات تھے۔ ان کی محنت سے ممبئی میں کام کی ابتداء ہوئی۔ ایک دن کی جماعت کبھی تین دن کی جماعت بنی جو ڈابھیل تک گئی۔ ان میں حاجی علاء الدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے اور دیگر احباب ممبئی کے تھے۔ یہاں تک کہ حاجیوں کی واپسی ہوئی۔ اس موقع پر گھوگھاری محلّہ کے جماعت خانہ میں ایک اجتماع ہوا جس میں مولانا عمران خاں صاحب کا بیان ہوا اور ایک چلہ کی جماعت تیار ہوئی۔ یہ پہلی جماعت تھی جو ممبئی سے دہلی کے لیے روانہ ہوئی۔ اس جماعت میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ ۱۹۴۸ء کا آخری اور ۱۹۴۹ء کا ابتدائی زمانہ تھا۔ آپ کے ہمراہ حاجی علاؤ الدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے، حاجی حبیب نصیر الدین وغیرہ تھے۔ یہ جماعت آنند پھر احمد آباد، سدھپور، چھاپی، پالن پور ان مقامات پر ایک دو دن کام کرتے ہوئے دہلی نظام الدین پہنچی۔ چند دن دہلی میں کام کر کے اس جماعت کو کلکتہ روانہ کر دیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور سے دہلی مرکز میں واپس تشریف لائے چونکہ آپ نے تین چلہ کا ارادہ کر لیا تھا۔ آپ کو جماعت کے ہمراہ میوات بھیجا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہی تین چلہ میں آپ کے دماغ کو خشکی کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اس لیے آپ کو اپنے وطن گٹھامن واپس بھیج دیا گیا۔ آپ نے پالن پور میں ماہر حکیم حضرت مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چند دن علاج کروایا اور افاقہ ہو گیا۔ آپ ممبئی پہنچ کر اپنے تعلیمی شغل میں مصروف ہو گئے۔ اسی سفر میں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد تعلیمی شغل کے ساتھ گاہے گاہے چلہ بیس دن کے لیے نکلتے رہے یہاں تک کہ ایک جماعت ۱۹۵۵ء میں دہلی سے ممبئی پہنچی جس نے آپ کی چار ماہ کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے۔ (اسی چار ماہ کے بارے میں اپنے بیان میں فرماتے تھے کہ میرے چار ماہ پورے نہیں ہوئے اور خدا کرے نہ ہوں) جب آپ نظام الدین پہنچے اور وقت پورا ہو رہا تھا اور تعلیم کا ایک سال باقی تھا۔ اس لیے حضرت جی نے تعلیم مکمل کر لینے کا مشورہ دیا۔ آپ نے دوبارہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل کر کے مرکز نظام الدین واپس پہنچے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد اور نیز فکر اور کڑھن کے اعتبار سے من جانب اللہ اس کام کو پھیلانے، بڑھانے اور جمانے کی نت نئی راہیں ودیعت کی جاتی تھی۔ اسی اعتبار سے رجال کار بھی فراہم ہو رہے تھے۔ آپ کو جس طرح حجاز مقدس کی فکر تھی اسی طرح یورپ کے ممالک کی بھی فکر تھی جہاں انگریزی داں حضرات کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپ نے علی گڈھ یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کو اس کام کے لیے موزوں سمجھا اور اس جانب محنتیں شروع کر دیں اور اجتماع بھی طے کر دیا۔ انہی ایام میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فراغت حاصل کر کے پہنچ چکے تھے۔ آپ کو سب سے پہلے خورجہ اور علی گڑھ کی محنت کے لیے روانہ کیا۔ باری تعالیٰ نے ابتداء ہی سے خلوص، سادگی اور اس راہ کی محنت و مشقت کا عادی بنا دیا تھا۔ اس اعتبار سے آپ نے خوب جم کر کام کیا اور ماہ رمضان کے

اخیر عشرہ کا اعتکاف مرکز کی مسجد میں پورا کیا، دوبارہ اسی جانب جماعت لے کر محنت کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں کے اجتماع تک کام کرتے رہے۔ اجتماع سے فراغت کے بعد واپسی میں دونوں حضرت جی صاحبان مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باہم مشورہ سے آپ کے لیے حجاز مقدس کی پورے ایک سال کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے۔ یہ دعوت دین کے لیے بیرون کا پہلا سفر تھا۔



ایک نصیحت

انتقام لینے والا اپنے دشمنوں ہی کی سطح پر رہتا ہے
اور معاف کرنے والا اس سے بلند ہو جاتا ہے۔

نذرانۂ عقیدت

از سید محمد جامی

برسانحۂ ارتحال لسان التبلیغ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہ منیر ومہر درخشاں چلا گیا
قندیل علم وحکمت وعرفاں چلا گیا
امت کے غم میں ماہیٔ بے تاب تھا جو دل
آتش بجاں وہ سوختہ ساماں چلا گیا
روتے ہیں جن کو منبر ومحراب رات دن
وہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثنا خواں چلا گیا
پیغام دین جس کا وظیفہ تھا عمر بھر
وہ جاں نثار دعوت ایماں چلا گیا
کتنے ہی غم زدہ ہیں تڑپتے ہیں آج بھی
انسانیت کے درد کا درماں چلا گیا
بکھرے ہیں یوں تو علم کے موتی چہار سُو
لیکن وہ ایک لعل بدخشاں چلا گیا
سرشار جن سے ہوتے تھے سب طالبان حق
وہ ساغر نشاطِ خمستاں چلا گیا
تیرہ شبی میں ڈوب چکی تھی تمام قوم
اپنے لہو سے کر کے چراغاں چلا گیا
تیرا وجود رونقِ مرکز تھا اے عمر
تو کیا گیا کہ دید کا ساماں چلا گیا
آتے ہیں یاد اب بھی ترے دل نشیں بیان
لگتا ہے عندلیب گلستاں چلا گیا
کھلتے ہیں یوں تو آج بھی گل ہائے رنگا رنگ
یادش بخیر وہ گل خنداں چلا گیا
سینچا تھا جس کو خون سے اپنے تمام عمر
آج اس چمن کو چھوڑ کے ویران چلا گیا
جانے کو یوں تو روز ہی جاتے ہیں سینکڑوں
تو کیا گیا زمیں سے اک انساں چلا گیا
راتوں کو اٹھ کے روتے ہیں پسماندگاں تیرے
کیوں سب کو چھوڑ چھاڑ کے گریاں چلا گیا
چشمِ فلک بھی خون چکیدہ تھی اس گھڑی
جس دم تو سوئے گور غریباں چلا گیا

جادو سے حفاظت کا بہت ہی مجرب نسخہ

① آگے پیچھے گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ لیجئے۔
② سورۂ فاتحہ - تین مرتبہ۔
③ چاروں قل - تین مرتبہ۔
④ آیۃ الکرسی - تین مرتبہ۔
⑤ ﴿ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ نو مرتبہ۔
⑥ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ تین مرتبہ۔
⑦ ﴿ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ سات مرتبہ۔
اپنے بدن پر اور بچوں کے بدن پر دم کر لیجئے اور پانی پر دم کر کے پی لیجئے اور پلا دیجئے۔

ہر قسم کی پریشانی سے چھٹکارے کا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈال دیجئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ يَا حَيُّ حِيْنَ فِيْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَائِهٖ يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ مِنْ عَقَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ

بکھرے موتی

- غیبت نیک اعمال کو کھا جاتی ہے۔
- توبہ گناہوں کو کھا جاتی ہے۔
- غم عمر کو کھا جاتا ہے۔
- صبر بلاؤں کو کھا جاتا ہے۔
- نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔
- جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔
- غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- عدل ظلم کو کھا جاتا ہے۔
- بہادر وہ ہے، جو مصیبت کے وقت صبر وتحمل سے کام لے اور آڑے وقت میں برے پڑوسی کی مدد کرے۔
- اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ لینے والا ہے۔
- وہ شخص سب سے بہتر ہے جو زندگی بسر کرتا ہے، اپنی ضروریات کے لیے کسی غیر پر بھروسہ نہیں رکھتا۔
- قوانین قدرت سے انحراف کرنے والا کبھی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

- دنیا کی تھکن اُتارنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ذکر ہے۔
- ایک سچا دوست کسی ہیرے سے کم نہیں۔
- موت کا تعلق جسم سے نہیں احساس سے ہوتا ہے۔
- رشتوں میں سے سب سے افضل رشتہ و درجہ ماں کا ہے۔
- سب سے بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے۔
- دوستی کرنے سے پہلے صورت کو نہیں سیرت کو دیکھو۔
- کسی کو حد سے زیادہ چاہو تو وہ مغرور ہو جاتا ہے۔
- دنیا میں اس سے بڑی مصیبت کوئی نہیں کہ تمہارا کوئی دشمن ہو۔
- غصہ ایسا طوفان ہے، جو دماغ کا چراغ بجھا دیتا ہے۔
- ترقی نام ہے غلطیوں کی اصلاح کا۔
- محبت اور عداوت کبھی پوشیدہ نہیں رہتی۔
- نظر نہ آنے والی چیزوں پر یقین کرنا ایمان کہلاتا ہے۔
- ظالم لوگ ایسی زنجیریں ابھی تک تلاش نہیں کر سکے، جو دماغوں کو جکڑ سکے۔
- دنیا والے دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔
- غم آخرت دل کا نور ہے۔
- ایک رات کی نیند میں انسان ساڑھے چھ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔
- انسانی جسم میں ساڑھے تین کروڑ سوراخ ہوتے ہیں جن سے پسینہ خارج ہوتا ہے۔
- جنوبی افریقہ میں اس طرح کی مکڑی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔
- چیل سورج کی طرف ایک گھنٹے تک دیکھ سکتی ہے۔
- چین میں ایک ایسا پھول ہے جس کا رنگ رات میں سفید ہوتا ہے اور سورج نکلتے ہی سرخ ہو جاتا ہے۔
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول کہا گیا اور امیر المؤمنین سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ہے۔
- حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج کے فقیر کا مطلب ہے کہ ف سے فیرنی، ق سے قورمہ، یا سے یخنی اور را سے روٹی، اور پہلے زمانہ کے فقیر کا مطلب ف سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یادالٰہی اور ر سے ریاضت تھی۔
- حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امیر کا مطلب ہم سمجھتے ہیں کہ ہم امر بنے، حالانکہ امیر تو وہ ہے جو چوبیس گھنٹہ اللہ کے اوامر سے مربوط رہے اور ساتھیوں کو ترغیب، شفقت اور خوشامد کر کے اللہ کے اوامر سے مربوط رکھے۔
- دولت دل کی تاریکی بڑھاتی ہے۔
- اگر غلط فہمیوں کو دور نہ کیا جائے، تو وہ نفرتوں میں بدل جاتی ہیں۔
- ہمیشہ سچ بولو تا کہ قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

- مرجھائے ہوئے پھول بہار میں تازہ ہو سکتے ہیں مگر گزرے ہوئے دن بھی لوٹ کر واپس نہیں آتے۔
- خدا کو اگر دل کی نظروں سے دیکھو گے تو خدا تمہیں شہ رگ سے قریب ملے گا۔
- اے اللہ کے بندے تو دنیا میں رہنے کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔
- اگر سکون سے رہنا چاہتے ہو تو لوگوں سے وعدے کم کرو۔
- علم سے محبت اور استاذ کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
- کام کرو کیونکہ کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ اور تجربہ ہی سے عقل آتی ہے۔
- غصے میں کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے بعد میں ندامت ہو۔
- ہر مشکل اور پریشانی میں جوش کے بجائے ہوش سے کام لو۔
- دوسروں میں برائیاں تلاش کرنے کے بجائے اپنی برائیاں دور کرنے کی کوشش کرو۔
- اچھے دوست تلاش کرو اس سے انسان کی عزت بڑھ جاتی ہے۔
- کبھی ایسی چیز کی خواہش نہ کرو جو پوری نہ ہو۔
- اس محفل میں نہ جاؤ جس میں رسوائی کا اندیشہ ہو۔
- اپنی ہار پر مت روؤ کیونکہ تمہاری ہار کسی کی جیت کا سبب بنتی ہے۔
- جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر کبھی اعتبار نہ کرو۔
- جو لوگ آج کا کام کل پر چھوڑتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم نے کیا کیا جو کل کریں گے۔
- عالم اسے کہتے ہیں جو در پردہ خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی رضا مندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت کرے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا۔
- جس نے محفل میں اپنے آپ کو برا کہا اس نے اپنی تعریف کی اور یہ ریا کی علامت ہے۔ (حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)
- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن کی دو آیتیں ہیں ان دو آیتوں کو جس نے پڑھ لیا اس کے بعد اس کو عجب نہیں آ سکتا۔ ایک علم کے بارے میں، دوسرے عمل کے بارے میں، اللہ اپنے محبوب کو فرماتے ہیں: اگر ہم چاہیں ہم سب کچھ لے لیں جو کچھ ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو عطا کیا۔ (پ۱۵/اسرائیل آیت ۸۶) اور دوسری آیت فرمائی عمل کے بارے میں (اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتے ہیں اے محبوب اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔

(پ۱۵/اسرائیل آیت ۷۴)

- اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے فرماتے ہیں، اے دوست جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی اور واقعی گناہوں میں بو ہوتی تو کئی پرہیزگار جو پارسائی میں مشہور ہیں ان کے جسموں سے ایسی بو آتی کہ کوئی ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔
- عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ الہامی کلام فرمایا کرتے تھے عجیب بات کہی فرماتے ہیں ایک دفعہ رب العزت نے الہام فرمایا عطاء! ان لوگوں سے کہہ دو اگر ان کو رزق کی چھوٹی موٹی تنگی اور پریشانی آتی ہے یہ فوراً لوگوں کی محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے شروع کر دیتے

ہیں جب ان کے اعمال نامے گناہوں سے بھرے میرے پاس آتے ہیں میں فرشتوں کی محفل میں ان کی شکایتیں نہیں کرتا۔

❁ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے فرماتے ہیں یہ نہ دیکھنا گناہ چھوٹا ہے یا بڑا بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کی تو نافرمانی کرتا ہے۔

وقت کی قدر

❁ وقت کسی کا میراث نہیں۔

❁ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

❁ لوگ کہتے ہیں وقت گزر جاتا ہے.........جی نہیں ہم گزر جاتے ہیں۔

❁ وقت کو استعمال کرنے کی عادت ڈالو۔

❁ وقت کی اپنی زندگی ہے۔

منتخب اشعار

اپنی پیاس کو لے کر کس کے پاس جاتا میں
جن کے پاس دریا تھے ان سے ہی لڑائی تھی

☆

تیری گالی میرے کانوں تک تو پہنچی بعد میں
پہلے تیرے منہ میں رہ کر تجھ کو گندہ کر گئی

☆

نہ جانے کتنے چراغوں کو مل گئی شہرت
اک آفتاب کے بے وقت ڈوب جانے سے

☆

اک روز کھل ہی جائے گی تیری منافقت
خنجر کو آستین میں کب تک چھپائے گا

☆

نہ جی رہے ہیں نہ مر رہے ہیں مگر بتانے سے ڈر رہے ہیں
کسے پڑی ہے جو جا سنائے ہماری پی کو ہماری بتیاں

☆

غزل کے شعروں پہ اس بار تازگی کم ہے
میرے خیال سے آنکھوں میں کچھ نمی کم ہے

☆

دلوں میں پہلی سی چاہت کہاں ہے
کہ اب انسان کی قیمت کہاں ہے
سامنا تھا مخالف ہوا کا مگر
میں چراغ محبت جلاتا رہا



پھلے پھولے کیسے یہ گونگی محبت
نہ وہ بولتے ہیں نہ ہم بولتے ہیں



ملے غیروں سے وہ ہنس کر چلے دل پر مرے نشتر
خدا ہی جانتا ہے زخم کھائے کس قدر میں نے



ہم کو روکو نہ افزائش نسل سے
ہم کو مرنا بھی تو ہے فسادات میں



انہیں فیشن نے ننگا کر دیا ہے
جنہیں سادہ لبادے کاٹتے ہیں



پرچہ دوا کا پھاڑ کے بولے حکیم جی
لٹھے کا تھان لیجیے بیمار کے لیے



ہماری تشنگی معیار تک پہنچی نہیں ورنہ
یہ دریا کیا سمندر بھی ہمیں کو ڈھونڈتا پھرتا



بے نیازی سے رکھا ہے میں نے غربت کا بھرم
پھر بھی مجھ کو دے دیا لوگوں نے بے گانے کا نام
بس تجھی سے مانگتا ہوں کامیابی کی دعا
اے خدا تیرے علاوہ سرخرو کرتا ہے کون



روزے رکھ کر صرف جو پانی پیئے افطار پر
کیسے بچوں کو کرے خوش عید کے تہوار پر



پیدا ہونے سے ہی پہلے قتل دختر الاماں
پچھلے وقتوں سے گیا گزرا زمانہ آگیا



حکومت کی طرح غربت میں ماں بھی اپنے بچوں کی
ضدوں کو، کر کے کل پرسوں کے وعدے ٹال دیتی ہے



اکیلے پار اُتر کے بہت ہے رنج مجھے
میں اس کا بوجھ اُٹھا کر بھی تیر سکتا تھا



ہم انتظار کریں گے قیامت تک
خدا کرے آج قیامت نہ آئے



کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے



ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے



اعمال کو دیکھوں تو پرواز کی جرأت نہیں ہوتی
رحمت تری دیکھوں تو سرِ عرش کھڑا ہوں



اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ڈھونڈ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

غم دنیا بھی غم یار میں شا مل کر لو
نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں
آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر
کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں
اب نہ وہ میں، نہ وہ تو ہے نہ وہ ماضی ہے فرازؔ
جیسے دو شخص تمنا کے سرابوں میں ملیں



دوست بن کر بھی نہیں ساتھ نبھانے والا
وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا
اب اسے لوگ سمجھتے ہیں گرفتار مرا
سخت نادم ہے مجھے دام میں لانے والا
صبح دَم چھوڑ گیا نکہتِ گل کی صورت
رات کو غنچۂ دل میں سمٹ آنے والا
کیا کہیں کتنے مراسم تھے ہمارے اس سے
وہ جو اک شخص ہے منہ پھیر کے جانے والا
تیرے ہوتے ہوئے آجاتی تھی ساری دنیا
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا
منتظر کس کا ہوں ٹوٹی ہوئی دہلیز پہ میں
کون آئے گا یہاں کون ہے آنے والا
کیا خبر تھی کون مری جاں میں گھلا ہے اتنا
ہے وہی مجھ کو سرِ دار بھی لانے والا
میں نے دیکھا ہے بہاروں میں چمن کو جلتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا
تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فرازؔ
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا



یہ رات دن کی آمد — شام و سحر کا جانا
یہ تیز گام دریا — یہ صاف صاف چشمے
پیدا ہوئے ہیں یونہی — ہرگز نہیں ہے ایسا
ہے کوئی ایک بے شک — جس نے کیا ہے پیدا

سوچو میرے عزیزو!

یہ نرم نرم سبزہ — یہ سبز سبز پتے
موتی کے مثل شبنم — ہلکے لطیف جھونکے
خود ہو گئے ہیں پیدا — ہرگز نہیں ہے ایسا

سوچو میرے عزیزو!

بادِ سحر کے جھونکے — یہ بھینی بھینی خوشبو
یہ مسکراتی کلیاں — یہ چہچہاتی چڑیاں
پیغام دے رہی ہیں — جا گو سحر ہے جاگو
لو نام اس کا اُٹھ کر — جس نے کیا ہے پیدا

سوچو میرے عزیزو!

تخلیق کی بلندی — عقل و دماغ روشن
یہ بولنے کی طاقت — یہ سوچنے کی قوت
ہے کون ان کا خالق — یہ سب اسی کی راہ میں
قربان کیوں نہ کر دیں — آجاؤ اب تو مل کر

سب اس کا گیت گائیں



لطف دنیا کے ہیں چند دن کے لئے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو سب پھر یوں سمجھ
تو نے نادان گل دئے تنکے کے لئے



ہمیں تو آج بھی سورج کا اعتبار نہیں
ہمارے گھر میں ابھی تک چراغ جلتا ہے

۲۷ چیزیں قربِ قیامت کی علامت ہیں!

قصبہ سلمان پاک جسے زمانہ قدیم میں مدائن کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور جو آج بھی عراق میں بدترین تباہی اور بربادی کے باوجود بغداد سے تقریباً چالیس میل کی مسافت پر آباد ہے ایک متحیر اور روح پرور واقعے کے سبب امت مسلمہ کو تا قیامت اللہ کی روشن نشانی کا احساس دلا کر جھنجھوڑتا رہے گا یہ الگ بات ہے کہ ہم سماعت کے باوجود سننے سے محروم، بصارت کے باوجود دیکھنے سے عاری اور ادراک کے باوجود تفکر سے خالی رہیں اور مجھے بھی یہ ایمان افروز واقعہ کسی وجہ سے تحریر کرنا پڑ رہا ہے ورنہ تو اسے لکھنے کے لیے انگلیوں کا وضو، پڑھنے کے لیے طہارتِ چشم اور سننے کے لیے پاکیزہ سماعت کا ہونا بہت ضروری ہے وجہ کیا ہے؟ یہ اگلی سطروں میں واضح ہو جائے گی۔

قصبہ سلمان پاک کی ایک پرشکوہ عمارت میں صحابی رسول سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے اور اب اسی مزار کے گنبد سے متصل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابہ (جن سے متعدد احادیث مروی ہیں) حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی مرقد پرنور موجود ہیں لیکن یہ پہلے یہاں نہیں تھیں بلکہ سلمان پاک سے تقریباً تین یا چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر موجود تھیں جہاں زیر زمین پانی کے آنے کے سبب حضرت حذیفہ بن الیمان نے دو مرتبہ شاہ عراق (فیصل اول) کے خواب میں آ کر اس سے کہا کہ مجھے اور جابر کو یہاں سے منتقل کر دو کیونکہ دریائے دجلہ کا پانی قبر میں رس رہا ہے شاہ عراق نے مسلسل دو راتوں تک یہی خواب دیکھا مگر سمجھ نہیں پایا تاہم جب تیسری رات حضرت حذیفہ نے مفتی اعظم عراق نوری السعید پاشا کے خواب میں آ کر یہی بات دہرائی اور جب مفتی صاحب نے شاہ عراق سے اس کا ذکر کیا تو اس نے فوراً ہی ان سے عرض کی کہ آپ مزارات سے اجساد مبارکہ منتقل کرنے کا فتویٰ جاری کر دیجئے میں بلا کسی تردد عمل کروں گا فتویٰ اور شاہی فرمان عراق کے تمام اخبارات میں شائع ہوا اور بعض خبر رساں اداروں نے اس تاریخی خبر کو پوری دنیا میں پھیلا دیا مقررہ دن اور وقت یعنی ۲۴ ذی الحجہ پیر کے دن (۱۹۳۲ء) لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں یہ مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا حضرت حذیفہ بن الیمان کے قبر مبارک میں پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر بن عبداللہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم ۲ فرلانگ دور تھا تمام ممالک کے سفراء اور عراق کے اراکین حکومت، مذہبی رہنماؤں اور شاہ عراق کی موجوگی میں پہلے حضرت حذیفہ کے جسد مبارک کو کرین کے ذریعہ زمین سے اس طرح اُوپر اُٹھایا گیا کہ مقدس نعش کرین کے ساتھ رکھے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آ گئی اور پھر کرین سے اسٹریچر کو علیحدہ کر کے شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور ولی عہد مصر شہزادہ فاروق نے کاندھا دیا اور یہ جسد مبارک بڑے احترام سے شیشے کے تابوت میں رکھ دیا گیا، پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کے جسد مبارک کو قبر سے نکالا گیا، حدیث لکھنے والے ان عظیم المرتبت صحابہ کرام کے چہروں، کفن اور ریش مبارک دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے انہیں رحلت فرمائے ۱۴۰۰ برس نہیں بس چند گھنٹے ہی گزرے ہیں سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان آنکھوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مگر وہ اس طرح چوندھیا جاتیں کہ ہر شخص دور ہٹ جاتا اور یقیناً وہ دیکھ بھی کیسے سکتے تھے کہ ان مبارک آنکھوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان کی شبیہ کو محفوظ کر رکھا تھا اب جو ان آنکھوں کو دیکھتا تو میرے سرکار کو دیکھتا اور انہیں دیکھنے کے لیے آنکھ کی نہیں طیب نظر کی ضرورت ہے۔ یہی حضرت حذیفہ بن الیمان بتاتے ہیں کہ مجھ سے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۲۷ چیزیں قرب قیامت کی علامت ہیں۔ جب تم دیکھو کہ لوگ نمازیں غارت کرنے

لگیں۔ امانت ضائع کرنے لگیں۔ سود کھانے لگیں۔ جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں معمولی باتوں پر خوں ریزی کرنے لگیں۔ اور اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگیں۔

دین بیچ کر دنیا سمیٹنے لگیں۔ قطع رحمی (یعنی قریبی اعزا اور رشتے داروں سے بدسلوکی) ہونے لگے۔ انصاف کمزور ہو جائے۔ جھوٹ سچ بن جائے۔ لباس ریشم کا ہو جائے۔ ظلم، طلاق اور ناگہانی موت عام ہو جائے۔ خیانت کار کو امین اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے۔ تہمت تراشی عام ہو جائے۔ بارش کے باوجود گرمی ہو۔ اولاد غم و غصے کا موجب ہو۔ کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں اور شریفوں کا ناک میں دم آجائے۔ امیر و وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں۔ امین خیانت کرنے لگیں۔ قوم کے سردار ظالم ہوں۔ عالم اور قاری بدکار ہوں۔ اور جب لوگ بھیڑ کی کھالیں یعنی پوستین پہننے لگیں۔ ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں، اس وقت انہیں اللہ تعالیٰ ایسے فتنے میں ڈال دے گا جس میں یہودی ظالموں کی طرح بھٹکتے پھریں گے۔ اور جب سونا عام ہو جائے گا۔ چاندی کی مانگ ہوگی۔ گناہ زیادہ ہو جائیں گے، امن کم ہو جائے گا۔ مصحف (یعنی قرآن) کو آراستہ کیا جائے گا۔ مساجد میں نقش و نگار بنائے جائیں گے۔ اونچے اونچے مینار بنائے جائیں گے، دل ویران ہوں گے، شرابیں پی جائیں گی، شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا، لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، جو لوگ کسی زمانے میں برہنہ پا اور ننگے بدن رہا کرتے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھیں گے، زندگی کی دوڑ اور تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شریک ہو جائے گی، مرد عورتوں کی نقالی پر فخر کریں گے اور عورتیں مردوں کی شباہت آزادانہ اختیار کریں گی، غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، غیر دین (غیر مسلم) کے لیے شرعی قانون پڑھا جائے گا، آخرت کے عمل سے دنیا کمائی جائے گی، غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت کا مال اور زکوٰۃ کو تاوان قرار دیا جائے گا، سب سے رذیل قوم کا رہنما بن بیٹھے گا۔ آدمی اپنے باپ کا نافرمان ہوگا ماں سے بدسلوکی کرے گا، دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کرے گا اور بیوی کی اطاعت کرے گا، بدکاروں کی آوازیں مساجد میں بلند ہونے لگیں گی، گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی اور گانے کا سامان تحریر کیا جائے گا سرِ راہ شرابیں پی جائیں گی، ظلم کو فخر سمجھا جائے گا، انصاف بکنے لگے گا، درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے اور امت کا پچھلا حصہ پہلے لوگوں کو لعن طعن کرنے لگے گا اس وقت سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے گا۔ احادیث مبارکہ پر اپنی عقل ناقص سے اعتراضات کی لکیریں کھینچنے والے روشن خیال، اعتدال پسند متجددین پہلے حضرت حذیفہ کی قبر کا واقعہ غور سے پڑھ لیں تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ اس صحابی رسول پر شک کرنا اپنے رہے سہے ایمان کو غارت کرنے کے مترادف ہے اور پھر ذرا سوچیے!

اپنے بچوں کے ناموں کے ساتھ داعی الی الخیر بھی لگایا کرو

سوال: مولانا صاحب آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔ سنا ہے کہ ناموں کے اثرات انسان کی زندگی میں پڑتے ہیں اور میرے بچے بہت آوارہ ہیں اور نافرمان ہیں تو کیا میں ان کے نام بدل دوں یا نام لکھ کر آپ کو بھیجوں یا کیا تدبیر اختیار کروں؟

جواب: ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے ہر کام میں دین کا جذبہ غالب ہونا چاہیے مثلاً تجارت بھی کریں تو ایسی کہ اس میں دین کا فائدہ ہو۔ اسی طرح نام بھی ایسے رکھیں کہ اس میں دین کی اشاعت کا جذبہ ہو مثلاً اپنے بچوں کے ناموں کے ساتھ داعی الی الخیر (خیر کی طرف دعوت دینے والا) لگایا کرو کہ اس نام کی برکت سے وہ بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔ مثلاً مقداد داعی الی الخیر، نافل داعی الی الخیر وغیرہ

کہ نام کی برکت سے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے بچے دھیان سے پڑھتے نہیں ہیں تو انہیں پڑھاؤں یا پڑھائی موقوف کرادوں؟ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کم از کم نام کے بھی مولوی بنا دو کہ اس نام سے بھی بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لئے دعا کرو کیونکہ ماں باپ کی دعا اپنے بچوں کے لئے قبول ہوتی ہے۔ تیسری تدبیر یہ ہے کہ بچے اگر چھوٹے اور ضدی ہیں تو ان کے دونوں کانوں میں پوری پوری سورۂ صف پڑھ لیا کرو اور بندہ کی کتاب بکھرے موتی جلد دوم اور سوم میں اور بھی بہت سے روحانی نسخے لکھے ہیں اس کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ فقط والسلام

پانی منہ میں رکھ لینا، اور بیٹھ جانا پانی نگلنا بھی نہیں اور باہر نکالنا بھی نہیں

دو میاں بیوی میں آپس میں اختلاف تھا اور بالکل طلاق کی نوبت آنے کے لئے تیار، وہ بیوی ایک بزرگ کے پاس گئی اور پورا واقعہ بیان کیا، کہ حضرت جی مجھے صبح و شام میں طلاق ہونے والی ہے، بزرگ نے کہا کہ اچھا، ایک تدبیر بتائی کہ تو بوتل میں پانی لیکر آ، میں پڑھ کر دوں گا وہ پانی لیکر آئی بزرگ نے پڑھ کر دیا اور اس سے کہا کہ جب تیرا شوہر گھر میں آئے اور لڑائی کرے، جھگڑا کرے، پانی منہ میں رکھ لینا، اور بیٹھ جانا پانی نگلنا بھی نہیں اور باہر نکالنا بھی نہیں، جب تک شوہر کا غصہ ختم نہ ہو جائے، پانی منہ میں لئے رہنا، چنانچہ اس نے حضرت جی کی بات پر عمل کیا عادت کے مطابق لڑائی شروع کی جھگڑا شروع کیا یہ جلدی سے اٹھی اور بوتل سے پانی منہ میں لیا اور بیٹھ گئی، حکم تھا نگلنا بھی نہیں اور باہر بھی نہیں نکالنا، اب جواب دے گی تو پانی نکل جائے گا، تو اس لئے وہ اب نہیں بولتی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی ہے، پانچ منٹ ہوئے دس منٹ ہوئے، آخر شوہر گالی دیتے ہوئے برا بھلا کہتے ہوئے عاجز آ گیا، اور سوچا کہ یہ تو کوئی جواب نہیں دیتی اب اسے پھر شرمندگی ہوئی کہ یہ جواب نہیں دیتی، اور میں اسے برابر گالیاں دے رہا ہوں'' اب اسے ذرا ندامت ہوئی، لیکن پھر سوچا ممکن ہے، اتفاق سے آج ایسا ہو ورنہ یہ ایسی نہیں تھی، یہ تو بڑی زبان چلاتی تھی، اب میں دوسرے وقت میں پھر دیکھوں گا کہ زبان چلاتی ہے کہ نہیں، پھر دوسرے وقت میں آیا اور پھر اسی طرح گالیاں دینا شروع کیں، اور برا بھلا کہنا شروع کیا، یہ پھر جلدی سے اٹھی اور جلدی سے پانی لیکر منہ میں رکھ کر پھر بیٹھ گئی، شوہر عاجز آ گیا تھک گیا، اس نے کہا بھائی یہ بیوی تو واقعی پہلے جیسی بیوی نہیں رہی، جواب ہی نہیں دیتی اب اُسے اور زیادہ شرمندگی ہوئی، لیکن اس نے سوچا ابھی تو دو مرتبہ ہی ہوا ہے، ہو سکتا ہے یہ اتفاق ہو پھر تیسری مرتبہ دیکھا چوتھی مرتبہ دیکھا اور وہ کوئی جواب نہیں دیتی، جلدی سے پانی منہ میں لیکر بیٹھ جاتی، جواب ہی نہیں دیتی، اب شوہر نے سوچ لیا کہ واقعی اب تو یہ بیوی پہلے جیسی نہیں ہے، اب تو یہ برداشت کرنے والی بن گئی، صبر کرنے والی بن گئی، میری بات کا جواب تک نہیں دیتی، میں بھی اب اُسے کچھ نہیں کہوں گا، اس لئے اب اس نے بھی توبہ کر لی، اور اب الٹا بیوی سے معافی مانگتا ہے، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں میں نے تجھے بہت ستایا ہے تیری کوئی غلطی نہیں، تو تو بہت اچھی بیوی ہے غلطی میری ہے، شوہر الگ سے معافی مانگ رہا ہے، بیوی الگ سے معافی مانگ رہی ہے، یا تو وہ طلاق کی نوبت تھی، اور گھر برباد ہونے کو تھا، اور اب آپس میں معافی تلافی ہو کر ایک ذرا سی تدبیر کرنے کی وجہ سے اور صبر کرنے کی وجہ سے گھر برباد ہونے سے بچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نشانی ''ہوا''

﴿ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾

''اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے، دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں''۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں ہر چیز میں دلیل اس کی توحید و یکتائیت کی پائی جاتی ہے، جسے ایک شاعر نے یوں کہا ہے "فی کل شیء لہٗ آیۃ تدل علی انہ واحد" اس کی منجملہ نشانیوں کے اک نشانی ہواؤں کا اختلاف و انقلاب ہے، کہ ہوا بھی ٹھنڈی ہوتی ہے، تو کبھی گرم کبھی سخت ہوتی ہے، کبھی نرم کبھی تیز ہوتی ہے کبھی آہستہ کبھی پُروا چلتی ہے، کبھی پچھوا، کبھی شمالی چلتی ہے کبھی جنوبی، کبھی رحمت کی خبر و بشارت دیتی ہے تو کبھی عذاب لیکر آتی ہے، غرضیکہ ہواؤں کا یہ تغیر و انقلاب قدرت خداوندی اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے، قاضی شریح فرماتے ہیں کہ ہوا یا تو بیمار کو صحت و تندرستی بخشتی ہے، یا تندرست کو بیمار کرتی ہے، چنانچہ ہوتا بھی ایسا ہے، کہ ہوا کسی کے لئے صحت و شفاء کا باعث بنتی ہے، تو کسی کے لئے بیماری اور کمزوری کا سبب بنتی ہے، علماء نے لکھا کہ ہواؤں کی آٹھ قسمیں ہیں، جنکا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، جن میں چار قسم کی ہوائیں رحمت اور خداوندی عنایت کی پیش گوئی کرتی ہیں، اور چار قسم کی ہوائیں عذاب اور خدا کی پکڑ کو لاتی ہیں، ان رحمتوں کی ہواؤں میں دو کا تعلق خشکی سے ہے، اور دو کا تعلق دریاؤں سے، اسی طرح عذاب والی ہواؤں میں بھی دو کا تعلق خشکی سے اور دو کا تعلق سمندر اور تری سے ہے، رحمت کی ہوا جس کا تعلق خشکی سے ہے ان کو مبشرات کہا جاتا ہے، اور دوسری کو رخاء کہا گیا ہے، اور جن کا تعلق سمندروں سے ہے ان میں ایک کو ناشرات اور دوسری کو مرسلات کہتے ہیں، اسی طرح عذاب والی ہوا جو خشکی پر چلتی ہے ان میں ایک کو عقیم اور دوسری کو صرصر کہتے ہیں اور دریائی اور سمندروں کی جو عذاب والی ہوا چلتی ہے ان میں سے ایک کو عاصف اور دوسری کو قاصف کہتے ہیں۔

یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکروں میں ایک عظیم لشکر ہے، جسکے ذریعہ دین کے دشمنوں کو سزا دی گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سب سے بڑا لشکر ہوا، اور پانی ہیں، چنانچہ اس ہوا کے ذریعہ بڑے بڑے طاقتور لوگوں کو ہلاک و برباد کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اپنے نیک بندوں اور رسولوں کی مدد و نصرت فرمائی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد جسکی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا تھا، اور اس نے ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ان کو اذیت و تکلیف دی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پچھوا ہوا کو مسلط کر دیا اور اس کے ذریعہ ان کو برباد کر دیا، قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے، جس کی مختصر توضیح بنص قرآن اور حسب تفسیر یہ ہے۔

قوم عاد جسے اللہ تعالیٰ نے عاد اولیٰ کے نام سے تعبیر کیا تھا، جس کا شمار قدیم ترین قوموں میں ہوتا ہے، بعض حضرات نے ان کو دو ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح مانا ہے، سامی النسل قوموں میں اس کو سب سے پہلی مقتدر اور حکمران قوم مانا ہے، ان کی آبادی عمان سے حضر موت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی، بڑی طاقتور اور متمدن قوم تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمدن اور معیشت کے ایسے نادر وسائل اور بیش قیمت ذرائع عطا فرمائے تھے کہ دوسری کسی قوم کو ویسے وسائل میسر نہیں تھے، دنیا میں کوئی قوم اس جیسی قوت و جثہ والی نہیں تھی، اور سنگ تراشی اور نقاشی میں بڑی مہارت رکھتی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُھَا فِی الۡبِلَادِ ﴾

ان کو اپنی قوت وطاقت پر بڑا غرور تھا، اور اپنے مقابلہ کے لئے ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ کا نعرہ لگاتے تھے، ان کے ایک ایک فرد کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایسا طاقتور تھا کہ پہاڑ کی چٹان کو اُٹھا کر دشمنوں کے قبائل کے اوپر دے مارتا تھا، ایک ایک آدمی انکا بارہ بارہ گز لمبا تھا، غرض کہ بڑے بڑے ڈیل ڈول کے مالک تھے، ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، اور انہوں نے ان کو کفر وشرک سے روکا، اور بت پرستی سے ہٹا کر توحید الٰہی کی طرف بلایا مگر قوم نہیں مانی، اور پیغمبر کو جھٹلایا اور ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا، حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی سے ڈرایا، بجائے اس کے کہ ان میں خوف ودہشت پیدا ہوتی اُلٹا مطالبہ عذاب کی جلدی کا کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا (الآیۃ)" جب قوم عاد کسی طرح نہ مانی اور انتہائی جرأت کے ساتھ عذاب میں جلدی مچانے لگی، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا یہ سامان ہوا، کہ ایک بادل کو بھیجا گیا جسے دیکھ کر قوم عاد نے کہا کہ یہ بادل ہم پر پانی برسائے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خوش فہمی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی، وہ بادل اپنے اندر ایک تباہ کن طوفان باد کو لئے ہوئے تھا، چنانچہ سخت سردی میں سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل یہ ہوائی طوفان ان پر چلتا رہا، ایسی تیز آندھی چلتی کہ ان دیوہیکل لوگوں کو تنکے کی طرح اوپر اُٹھاتی اور زمین پر پٹخ دیتی جس سے ان کے سر چکنا چور ہو جاتے، ان کے پیٹ پھٹ جاتے، آنتیں باہر نکل کر پھیل جاتیں، اسی طرح ان کے مویشیوں کو اٹھا کر پٹخ دیتی، پچھوائی طوفان باد نے انہیں ایسا تباہ کیا کہ گویا کھجور کے کھوکھلے بے جان تنے ہیں، جن کے سر اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہیں، اور انکا غرور اپنی ایک مخلوق ''ہوا'' کے ذریعہ نکال دیا، یہ ہوا ان کے مکانوں کے اندر داخل ہوتی اور انکی چھتوں کو اُٹھا کر پلٹ دیتی، مکان، درخت، مویشی کوئی چیز نہیں چھوڑی سب کو ہلاک وبرباد کر دیا۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ پر اسکا تذکرہ ہے، ایک جگہ ہے:

﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴾

۵ھ ماہ شوال میں ابوسفیان عرب کے اکثر قبیلوں کو لیکر مدینہ منورہ چڑھ آیا اور وہ سب لوگ متفق اور متحد ہو کر مسلمانوں کی بیخ کنی اور انکا بالکل نام ونشان مٹانے کے لئے اور سب کو فنا کی گھاٹ اتارنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، اور اب ابوسفیان کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے تھے، جن کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور بالخصوص سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے بعد مدینہ طیبہ کے تحفظ کے لئے ایک خندق جو تقریباً ساڑھے تین میل کی تھی، کھدوائی اور ہر دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنا کر چالیس چالیس ہاتھ خندق کھودنے کی انہیں ذمہ داری دیدی اور خود بھی بنفس نفیس اس کے کھدوانے میں شریک رہے، اس خندق کو کفار نے دیکھا تو حیران رہ گئے، اس لئے کہ عرب میں اس طرح خندق کھودنے کا کوئی دستور ہی نہیں تھا، اس لئے کہنے لگے "ان هٰذه مكيدة" (بغوی) اس خندق کی وجہ سے کفار، مدینہ پر چڑھائی نہ کر سکے، اور مسلمانوں سے بڑی لڑائی بھی نہ ہوئی، البتہ ایک مہینہ تک پورے زور وشور کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا، اور ہر طرف سے پوری شدت کے ساتھ نظر رکھی گئی، اس مدت میں باہم کچھ معمولی سی جھڑپیں ہوئیں اور مسلمانوں کو بہت خوف ودہشت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، اسی درمیان کہ سخت سردی کا موسم تھا، ایک روز بہت تیز طوفان، پُروا ہوا کا چلا جس نے ان کے خیمے ڈیرے اکھاڑ پھینکے اور ان کی ہانڈیاں چولہوں سے اوندھا دیں، اور برتن بھانڈے بکھیر دیئے، اس تیز ہوا میں سنگ ریزے اور مٹی نے ان کے چہروں پر ضربیں لگائیں، اور ان کے دلوں میں ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بالکل

سراسیمہ ہوگئے اور کم ہمت اور شکست خوردہ مدہوش ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے اس جم گھٹے کو اس پرواہوا کے ذریعہ منتشر کردیا، جو درحقیقت اہل اسلام کے لئے باعث رحمت بنی اور رسول کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہوا، ''سورۂ احزاب'' میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ (الآیۃ)

حدیث شریف میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

(نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)

''میری پُرواہوا کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور قوم عاد کو پچھواہوا کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا''۔

رسول اللہ ﷺ کی گھبراہٹ

یوں تو ہر وقت ہی رسول اللہ ﷺ کا قلب خوف و دہشت الٰہی سے معمور رہتا تھا، کسی وقت بھی اس سے خالی نہیں رہتا تھا، اور بے فکری کبھی پیدا نہیں ہوتی تھی، لیکن تیز ہوا چلتی اور اس کے جھکڑ چلتے یا آسمان پر گہری گھٹا چھا جاتی اور سیاہ بادل منڈلانے لگتے، تو آپ ﷺ انتہائی فکر مند ہوجاتے، اور اس فکر کا اثر آپ ﷺ کے چہرہ پر نمایاں ہوجاتا تھا، جس کی وجہ یہی تھی کہ کہیں یہ ہوا اور ابر مخلوق کیلئے مصیبت اور پریشانی کا سبب نہ بن جائے، اور اس کے ذریعہ قوموں کو ہلاک و برباد نہ کردیا جائے، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آیا ہو، آپ ﷺ تو صرف مسکراتے تھے اور جب آپ ﷺ بادل یا ہوا کو دیکھتے تو چہرۂ انور پر تغیر صاف نمایاں ہوتا تھا۔

اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے کبھی آپ گھر میں داخل ہوتے کبھی باہر نکلتے، کبھی آگے کو ہوتے، کبھی پیچھے کو ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) آسمان پر چھائے ہوئے اس ابر سے خوف واضطراب کا سبب یہ ہے کہ کہیں یہ بادل اسی طرح کا نہ ہو جسکے متعلق قوم عاد نے کہا تھا ''هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا'' پھر جب قوم عاد نے اس ابر کو دیکھا جو ان کی وادیوں کے سامنے آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ابر ہے جو ہم پر برسے گا۔

تیز ہوا چلے تو یہ دعا پڑھے

جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ).

''اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی (جو طبعی طور پر) انمیں تو نے رکھی ہے، اور وہ بھلائی جو اس میں پوشیدہ ہے، یعنی منافع، اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں رکھی گئی ہے، اور اس چیز کی برائی سے جس کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے۔'' (مشکوٰۃ مظاہری)

ہوا کو برا مت کہو

ہوا کو برا بھلا کہنا اور اس کو لعن طعن کرنا منع ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوا کو برا کہا اور لعنت بھیجی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو برامت کہو اس پر لعنت مت بھیجو اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے، اور حکم الٰہی کی بنا پر چل رہی ہے۔ جس چیز پر لعنت کی جائے اور وہ اس کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (ترمذی شریف)

نیز ایک روایت میں ہے جبکہ ایک عورت نے جب آپ ﷺ کے قافلہ کے ساتھ اپنی اونٹنی کو برا بھلا کہا، آپ ﷺ نے اس کو اپنے لشکر سے الگ کردیا، اور فرمایا کہ "لاینبغی معنا الملعونة" لعنت کی ہوئی چیز ہمارے ساتھ نہیں رہے گی۔

(حاشیہ ترمذی شریف، صاوی، درمنثور، بغوی، بیان القرآن)

قرآنی معلومات

سوال نمبر (۱): وہ کتنے انبیاء ہیں جن کے نام ان کی پیدائش سے پہلے رکھے گئے؟

جواب: قرآن کریم میں پانچ انبیاء کا ذکر ہے جن کے نام ان کی پیدائش سے پہلے رکھے گئے ہیں۔ ① حضرت اسحاق علیہ السلام ② حضرت یعقوب علیہ السلام ارشاد باری ہے "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" سو ہم نے ان کو بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی ③ حضرت یحییٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِاسْمُهٗ يَحْيٰى" ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا ④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چنانچہ حضرت مریم کو خطاب کیا گیا ہے "اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ" اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا اس کا نام (لقب) مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا ⑤ حضرت نبی کریم ﷺ چنانچہ ارشاد ہے "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جنکا نام احمد ہوگا، ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

سوال نمبر (۲): قرآن کریم میں کتنے فرشتوں کے نام مذکور ہیں اور کیا کیا ہیں؟

جواب: قرآن شریف میں متعدد فرشتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، جو ذیل میں درج ہیں: ① جبرئیل علیہ السلام ② میکائیل علیہ السلام ③ ہاروت ④ ماروت ⑤ رعد ⑥ برق ⑦ مالک ⑧ سجل شرح الالفاظ قعید۔

سوال نمبر (۳): جبرئیل اور میکائیل کے معنی کیا ہیں؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر وہ نام جس میں ایل کا لفظ ہو اسکے معنی عبداللہ کے ہونگے جیسے اسرافیل بمعنی عبداللہ، اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب) بمعنی عبداللہ جبرئیل بمعنی عبداللہ اور میکائیل بمعنی عبداللہ۔

دربار خداوندی کا انعقاد

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ہفتہ میں .... وہاں ہفتے تو نہیں ہوں گے مگر ایک ہفتے کی جتنی مسافت اور مقدار ہوتی ہے .... اس میں دربار خداوندی ہوگا۔ اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے ان سو کے اوپر پھر کرسی ہے، اس کے اوپر سمندر ہے۔ اس کے اوپر پھر عرش خداوندی ہے۔ تو کرسی گویا جنتیوں کی چھت کے اوپر ہے۔ اس میں دربار ہوگا۔

آخرت میں رؤیت خداوندی کا مقام

وہ دربار کہاں ہوگا..................؟

تو حدیث میں اس کی شرح یہ فرمائی گئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دفعہ حاضر ہوئے تو ایک آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ آئینے کے بیچ میں ایک نکتہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نکتہ کیسا ہے.............؟

عرض کیا کہ اس کا نام مزید ہے۔

فرمایا ''مزید'' کیا چیز ہے؟

عرض کیا یا رسول اللہ! جنت میں ایک میدان ہے جس کا نام مزید ہے۔ اور وہ اتنا بڑا ہے کہ لاکھوں برس سے میں گھوم رہا ہوں اور اب تک مجھے اس کے کناروں کا پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہیں اس کی ہر چیز سفید ہے۔ زمین سفید ہے۔ کنکریاں سفید ہیں گھاس بھی سفید غرض ہر چیز سفید ہے تو جب جمعہ کا دن آئے اس وقت اس دربار کے لئے تیاری کی جائے گی۔ اس کے تمام میدان میں بیچوں بیچ تو اللہ تعالیٰ کی کرسی بچھائی جائے گی، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا ﴾

آسمانوں اور زمینوں سے کہیں زیادہ کرسی بڑی ہے۔ لیکن اس میدان میں جب کرسی بچھے گی تو وہ ایسی معلوم ہوگی جیسے ایک بڑے میدان میں ایک چھوٹا سا چھلہ ڈال دیا جائے۔ وہ بیچوں بیچ بچھائی جائے گی..... اس کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کے منبر ہوں گے۔ وہ نور کے منبر ہوں گے۔ ہر منبر کے پیچھے امتیوں کی کرسیاں ہوں گی۔ پھر جو عمل میں انبیاء سے زیادہ قریب ہیں ان کی کرسیاں منبر کے قریب، اور جو عمل میں بعید تھے کوتاہ عمل تھے ان سے ان کی بعید۔ درجہ بدرجہ۔

دربار خداوندی میں اہل جنت کی شرکت

جب یہ دربار کا دن آئے گا تو تمام اہل جنت دربار کی شرکت کے لئے چلیں گے اب یہ لاکھوں میل کا فاصلہ ہوگا مگر سواریوں پر جائیں گے، تخت ہوا ہوں گے وہاں کوئی مشین نہیں ہے۔ جیٹ طیارے نہیں ہوں گے کہ ان کی مرمت کی ضرورت پیش آئے۔ بلکہ قوت متخیلہ کے تابع ہوں گے تخت پر بیٹھ کر آپ نے ارادہ کیا کہ چلے۔ اب وہ تخت چلنا شروع ہوا۔ اور لاکھوں میل کا فاصلہ وہاں کی سواریاں پل بھر میں طے کریں گی، کوئی براق پر سوار ہے کوئی تخت ہوا پر سوار ہے۔ درجہ بدرجہ مختلف سواریاں ہوں گی اس میدان میں آکر بیٹھیں گے۔ جہاں کرسیاں ہوں گی۔

پھر کرسیوں میں یہ نہیں کہ وہاں نظم کرنے والے کھڑے ہوں کہ بھئی! یہ کرسی تمہاری ہے۔ یہ سیٹ تمہاری ہے۔ وہاں نہ بیٹھ جانا۔ یہ نہیں ہوگا، ہر شخص اپنی قلبی شہادت سے اپنے مقام کو پہچانے گا۔ ٹھیک اسی کرسی پر جا کر بیٹھے گا جو اس کے نام زد ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ دوسری کرسی پر بیٹھ جائے۔ تو تمام لوگ جمع ہو جائیں گے اور میدان بھر جائے گا۔ اس میں جو بالکل عوام ہوں گے، جن میں عملی کوتاہیاں زیادہ تھیں، تو کرسیوں کے پیچھے چبوترے ہوں گے، ان پر مشک وعنبر کے غالیچے ہوں گے، وہ اس پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اب یہ پورا دربار شروع ہوگا۔ جیسے احادیث میں فرمایا گیا ہے یہ محسوس ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی تجلیات اتریں گی تو کرسی اس طرح چرچرائے گی جیسے اب ٹوٹ کے دی۔ اب ٹوٹ کے دی وہاں بوجھ بدن کا نہیں ہوگا۔ حق تعالیٰ بدن سے پاک ہیں وہ بدن کے بھی خالق ہیں اور روح کے

بھی ہیں۔ وہ عظمت کا بوجھ ہوگا جس کو ارواح محسوس کریں گی وہ حسی اور جسمانی بوجھ نہیں ہوگا تو کرسی گویا ایسے چر چرائے گی جیسے تحمل کی طاقت نہیں ہے۔

اب گویا تجلیات اُتر چکی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ موجود ہیں اور انبیاء ﷺ اردگرد نورانی منبروں پر ہیں اور ان کے پیچھے امتیں اربوں کھربوں اولین وآخرین جمع ہیں۔

دربار خداوندی میں شراب طہور کا دور

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ ملائکہ ﷺ کو فرمائیں گے کہ وہ جو ہم نے قرآن کریم میں وعدہ کیا تھا: ﴿ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ایک پاک قسم کا شربت ہم پلائیں گے، وہ ان بندوں کو تقسیم کرو۔ ملائکہ تقسیم شروع کریں گے۔ گویا شاہی دربار کی طرف سے ایک ضیافت ہوگی۔ اس کو پئیں گے اس سے ایسا سرور پیدا ہوگا، اس کو نشہ تو نہیں کہہ سکتے روحانی نشہ ضرور ہوگا یعنی دنیا کی شراب میں تو یہ نشہ ہے کہ عقل جاتی رہتی ہے۔ آدمی مجنون ہو جاتا ہے، خبطی بن جاتا ہے۔

اس شراب کے پینے سے عقل میں اور تیزی پیدا ہوگی۔ اور معارف الٰہیہ اور علوم ربانیہ اور زیادہ کھلنے شروع ہو جائیں گے، انوار وبرکات بڑھ جائیں گے۔ تو یہ شراب طہور تقسیم ہوگی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی تلاوت ومناجات

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام، جن کو آواز کا معجزہ دیا گیا تھا اتنی پاکیزہ۔ پاک اور خوشنما آواز تھی کہ جب وہ حمد وثنا کی مناجاتیں پڑھتے تھے تو چرند وپرند سب ان کے اردگرد جمع ہو کر سر دھنتے تھے اور مست ہو جاتے تھے۔

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ: ''اے داؤد! ان اہل دربار کو وہ مناجاتیں سناؤ جو تم دنیا میں پڑھتے تھے۔ اور اسی اعجازی آواز سے سناؤ''۔

داؤد علیہ السلام حمد وثنا کی وہ مناجاتیں پڑھنا شروع کریں گے، تو آواز تو معجزہ تھی ہی اور وہاں میدان میں سارے اللہ والے جمع ہیں سارے انبیاء ﷺ جمع ہیں، اربوں کھربوں ملائکہ جمع ہیں اور خود حق تعالیٰ شانہٗ موجود تو اس کی تاثیر کی کیا انتہا ہوگی جب وہ مناجاتیں پڑھی جائیں گی تو عجیب قسم کے آثار نمایاں ہوں گے، سب بندے اس کے اندر محو ہو جائیں گے۔

جمال خداوندی کے دیدار کا سوال

اس کے بعد حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ سَلُوْنِیْ مَا شِئْتُمْ جس کا جی چاہے، ہم سے مانگے۔ اور ہم سے سوال کرے۔ بندے عرض کریں گے کونسی نعمت ہے جو آپ نے ہمیں عطا نہیں کی جنت ساری نعمتوں کا مجموعہ ہے، وہاں نقص کا نشان نہیں۔ ہر چیز میں کمال ہے۔ جب آپ نے ہمیں سب کچھ دے دیا تو اب ہم کیا مانگیں ہمارے تو خیال سے بھی زیادہ بلند چیزیں ہمیں مل چکی ہیں۔ اب کیا مانگیں ہمارا تخیل بھی نہیں جا سکتا۔

ارشاد ہوگا نہیں! مانگو جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو سب مل کر علماء کی طرف رجوع کریں گے کہ تم فتویٰ دو اور مشورہ دو کہ کیا مانگیں ہمیں تو سب مل چکا ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ لوگ دنیا میں علماء سے کنارہ کشی چاہتے ہیں کہ چھوڑ دیں یہ وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہاں بھی فتوے کی ضرورت پڑے گی وہاں بھی علماء کی حاجت پڑے گی۔ علم خداوندی کے بغیر نہ دنیا میں کام چل سکتا ہے نہ

آخرت میں کام چل سکتا ہے۔

علماء فتویٰ دیں گے کہ ایک چیز نہیں ملی، وہ مانگو، بے شک ساری نعمتیں مل گئیں مگر ایک چیز ابھی تک نہیں ملی، اور وہ یہ کہ جمال خداوندی کا دیدار ابھی تک نہیں ہوا۔ وہ طلب کر و اس وقت بندے عرض کریں گے کہ ''اے اللہ! اپنا جمالِ مبارک دکھلا دیجئے'' آپ نے سب نعمتیں دیں مگر یہ نعمت ابھی تک باقی ہے۔ یہ درخواست منظور کی جائے گی۔

نعمت مزید

اور حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَنْ کَمَا اَنْتُمْ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے۔ اگر یہ نہ فرمادیں تو لَاحْرَقَ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ مَا بَیْنَ یَدَیْہِ اس کے چہرے کی پاکیزگیاں ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیں۔ خود فرمادیں گے کہ ہر چیز تھمی رہے۔

اس کے بعد حجابات اُٹھنے شروع ہو جائیں گے حجابات اُٹھ کر ایک حجاب کبریائی کا باقی رہ جائے گا۔

اس وقت بندوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ ایک تو شراب طہور سے روحانی نشہ چڑھا تھا۔ داؤد علیہ السلام کے مضمونوں سے معرفت کا نشہ بڑھا۔ حق تعالیٰ کا جمال دیکھ کر اتنے محو ہوں گے کہ ایک دوسرے کی خبر نہیں رہے گی۔ یہ سمجھیں گے کہ کوئی نعمت ہی ہمیں اب تک نہیں ملی تھی۔ آج ہمیں نعمت ملی ہے۔ اس نعمت کا نام شریعت کی اصطلاح میں ''مزید'' ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ میدان مزید ہے۔ اس میں وہ نعمت ملے گی جو سب کے اوپر مزید ہے، جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ہم ضابطے کا اجر تو سب کو دیں گے، اور کچھ مزید بھی ہے جو ہم بعد میں کریں گے وہ مزید نعمت ہوگی۔

امارت قبول کرنے سے انکار کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کا امیر بنایا جب یہ واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے اُٹھاتے اور بٹھاتے تھے یعنی میرا خوب اکرام کرتے تھے جس سے اب مجھے یوں لگ رہا ہے کہ وہ پہلے جیسا مقداد نہیں رہا (میری تواضع والی کیفیت میں کمی آ گئی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی امارت ایسی ہی چیز ہے۔

حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں بنوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد ان سے لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ آگے تشریف لا کر ہمیں نماز پڑھا دیں تو یہ صاف انکار کر دیتے تھے (کیونکہ نماز میں امام بننا امارت صغریٰ ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے سواری پر بٹھایا جاتا اور سواری سے اُتارا جاتا جس سے مجھے یوں نظر آنے لگا کہ مجھے ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امارت تو ایسی ہی چیز ہے (اب تمہیں اختیار ہے) چاہے اسے آئندہ قبول کر و یا چھوڑ دو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے کسی جگہ (امیر بنا کر) بھیجا، جب میں واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا آہستہ آہستہ میری کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ مجھے اپنے تمام ساتھی اپنے خادم نظر آنے لگے اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی بھی دو آدمیوں کا امیر بھی نہیں بنوں گا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو ایک جماعت کا امیر بنایا وہ کام کر کے واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا میں جماعت کے بعض افراد کی طرح تھا جب میں سوار ہوتا تو ساتھی بھی سوار ہو جاتے اور جب میں سواری سے اُترتا تو وہ بھی اُتر جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عام طور پر ہر مسلمان ایسے (ظالمانہ) کام کرتا ہے جس سے وہ اللہ کی ناراضگی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جس سلطان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لیں وہ اس سے بچ جاتا ہے (بلکہ وہ تو اللہ کے عرش کا سایہ پاتا ہے) اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اب میں نہ آپ کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے امیر بنوں گا۔ اس پر آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگ گئے۔

حضرت رافع طائی کہتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ہم واپس آنے لگے تو میں نے کہا اے ابوبکر! مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے۔ انہوں نے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پڑھا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو، اللہ کا حج ادا کیا کرو، اور اس بات کا یقین رکھو کہ اسلام میں ہجرت بہت اچھا عمل ہے اور ہجرت میں جہاد بہت اچھا عمل ہے اور تم امیر نہ بننا۔ پھر فرمایا کہ یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی اور مزیدار نظر آرہی ہے۔ عنقریب یہ پھیل کر اتنی بڑھے گی کہ نااہل لوگ بھی اسے حاصل کرلیں گے (اور یہ یاد رہے کہ جو امیر بنے گا۔ اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ لمبا ہوگا اور اس پر عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا اور جو امیر نہیں بنے گا اس کا حساب سب سے زیادہ آسان ہوگا اور اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ کیونکہ امراء کو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جو مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے اس لئے کہ یہ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اللہ کے بندے ہیں اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر کوئی مصیبت آتی ہے (وہ بکری یا اونٹ چوری ہو جاتا ہے یا کوئی اسے مار دے یا ستائے تو اس پڑوسی کی ہمدردی اور حمایت میں) غصہ کی وجہ سے ساری رات اس کے پٹھے پھولے رہتے ہیں اور کہتا رہتا ہے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر فلاں مصیبت آئی ہے (جب انسان اپنے پڑوسی کی وجہ سے اتنا غصہ میں آتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسی کی خاطر غصہ میں آنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

آپ کی کتاب ''مومن کا ہتھیار'' حیض کی حالت میں پڑھ سکتی ہوں یا نہیں

سوال (۱): حالت حیض میں دعاؤں کی ایسی کتاب پڑھنا (جس میں قرآن پاک کی آیتیں ہوں یا سورتیں ہوں) جائز ہے یا نہیں؟

مثلاً ''مومن کا ہتھیار'' یا ''مناجات مقبول'' یا ''الحزب الاعظم'' یا ''منزل'' ان کتابوں میں آیۃ الکرسی، سورۂ فاتحہ، چار قل، وغیرہ بہت سی قرآنی دعائیں ہوتی ہیں، کیا ان کو عورتیں حالت حیض میں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں پڑھ سکتیں؟

الجواب حامدًا و مصليًا ومسلمًا:

جواب (۱): دعا کی نیت سے اُن آیات وسورتوں کو حالت حیض میں پڑھنا جائز ہے، کسی قسم کی کراہت نہیں ہے، تلاوت قرآن کی نیت سے ان کو پڑھنا جائز نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ اِن کتابوں کو وظائف واوراد کے طور پر ہی پڑھا جاتا ہے۔ تلاوت قرآن کے طور پر نہیں پڑھا جاتا ہے، ہاں چھبیس سورتیں بطور تلاوت پڑھی جاتی ہیں اس لئے ان کو حالت حیض میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد از امداد الفتاویٰ ۱/۱۹۳ احسن الفتاویٰ ۲/۷۱)

سوال (۲): دعاؤں کی ان کتابوں کو بغیر وضو کے یا حیض کی حالت میں پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۲): ان کتابوں کو بغیر وضو کے یا حیض کی حالت میں پکڑنا جائز ہے، البتہ خاص اس جگہ جہاں قرآن کی آیت ہو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، باقی دوسرے حصوں کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۱/۹۳)

فقط والسلام واللہ اعلم (مفتی) آدم صاحب پالنپوری ۶ رشوال ۱۴۳۰ھ

نوٹ: مذکورہ فتویٰ صحیح ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

(اللہ کی رضا کا طالب: محمد یونس پالنپوری)

بے عقلی بھی نعمت ہے

ان منافع اور حیوانات کے ان خلقی مقاصد پر غور کرو۔ تو ان کے لئے فہم و عقل کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ عقل ان میں حارج ہوتی کیونکہ اگر ان میں عقل ہوتی تو جب انسان ان پر سوار ہوتا زین رکھتا بوجھ لادتا تو عقل مند جانور کہہ اٹھتا کہ ذرا ٹھہریئے پہلے ثابت کیجئے کہ آپ کو مجھ پر سواری کرنے یا بوجھ لادنے کا حق ہے یا نہیں؟ اب آپ دلائل بیان کرتے وہ اپنی عقل کے مطابق آپ سے بحث کرتا، تو سواری اور بوجھ تو رہ جاتا بحث چھڑ جاتی۔ اور اگر کہیں بحث میں جانور غالب آجاتا تو آپ کھڑے منہ تکتے رہ جاتے۔ بلکہ ممکن ہو جاتا کہ وہی آپ پر سواری کرتا۔ ظاہر ہے یہ بڑی مشکل بات ہوتی۔ ہر حیوان سے کام لیتے وقت یہی مناظرہ بازی کا بازار گرم رہتا نہ بیل کھیت جوت سکتا۔ نہ گھوڑے سواری لے جا سکتے نہ حلال جانور کا گوشت کھایا جا سکتا۔ سارے کام تجارت وغیرہ کے معطل ہو جاتے اور انسان کو ان حیوانوں کے مناظروں سے کبھی بھی فرصت نہ ملتی اور یہ ساری خرابی حیوانوں کو عقل وفہم ملنے سے ہوتی پھر آپ کی تعلیم گاہوں میں بھی جو علم حاصل کرنے جمع ہوتے اور ایک ہی کلاس میں گھوڑے گدھے کتے سب جمع رہتے بلکہ جنگلوں سے شیر، بھیڑیئے، ریچھ، گیدڑ، بھی جمع ہوتے تو آپ کو علم حاصل کرنا وبال جان بن جاتا۔ غرض علمی اور عملی کارخانے سب کے سب درہم برہم ہو جاتے۔ اس لئے شکر کیجئے کہ اللہ نے انہیں عقل وفہم نہیں دیا۔ جن سے آپ کے کام کاج چل رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عقل نعمت ہے۔ اسی طرح بے عقلی بھی نعمت ہے۔ حیوانات کی بے عقلی ہی سے انسان فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ حتیٰ کہ جو انسان بے عقل اور بے وقوف ہیں وہ عقل مندوں کے محکوم ہیں۔ جس سے لیڈروں کی حکمرانی چل رہی ہے بے وقوف نہ ہوتے تو لیڈروں کو غذا نہ ملتی۔ اگر بے فہم نہ ہوتے تو لیڈری کی دوکان نہ چل سکتی۔ پس کہیں عقل نعمت ہے تو کہیں بے عقلی نعمت ہے۔ اس لئے جانوروں میں مادۂ عقل نہ ہونا ہی نعمت ہے جس سے ان سے مختلف قسم کے کام بلا بحث ومجادلہ نکال لئے جاتے ہیں ورنہ اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ تمام منافع جو انسان ان سے لیتا ہے۔ پامال ہو جاتے، حاصل یہ نکلا کہ جانور کی پیدائش سے جو مقاصد متعلق ہیں ان میں عقل کی ضرورت نہ تھی اس لئے ان کو ان کے فرائض کی وجہ سے بے سمجھ رکھا گیا، تا کہ وہ انسان کی اطاعت سے منہ نہ موڑیں اور جب عقل وفہم ان کو نہیں دیا گیا تو ان سے خطاب کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کہ ان کے لئے کوئی شرعی قانون اُتارا جاتا، اور وہ مخاطب اور مکلف بنائے جاتے۔ پس ان کے لئے نہ امر ہے نہ نہی نہ شریعت آئی نہ کوئی تشریعی قانون صرف لاٹھی اور ڈنڈا ہے، جس سے وہ کام پر لگے رہتے ہیں اور روز وشب مشغول ومنہمک رہتے ہیں۔

دنیا کی بہترین نعمت، نیک اور دیندار بیوی ہے

تاریخ انسانی میں محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس ہی وہ واحد ذات ہے جس نے اپنی تعلیمات اور احکام کے ذریعے صنف نازک اور جنس لطیف کو ذلت ونکبت کے عمیق غار سے نکال کر عزت وعظمت کے بلند مقام پر پہنچایا اور انسانی معاشرے میں عورت کو وقار واحترام کا وہ درجہ عطا کیا جو فطرت اور انسانیت کا متقاضی تھا۔ اسلام سے پہلے عورت کی تاریخ مظلومیت ومحکومیت پر مشتمل تھی۔ عورت کو ساری قوموں اور ملتوں میں کمتر اور فروتر مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نہ کوئی مستقل مقام تھا اور نہ اس کو کوئی زندہ رہنے کا حق دینے کو تیار تھا۔ دین اسلام ان کے لئے باران رحمت بن کر آیا اور اس نے عورت کی محکومیت ومظلومیت کے خلاف اس قدر زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ ساری دنیا لرز اُٹھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں''۔ (النساء، ۱) دوسری جگہ ارشاد ہے ''ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں کوئی بڑی بھلائی رکھ دے''۔ (النساء، ۱۹)

اسلام نے اسے دامن عافیت کے سائے میں جگہ دی۔ ناموس نسواں کی قدر وقیمت کو اجاگر کیا۔ بدکاری وبے حیائی اور بے آبروئی کے جتنے سر چشمے تھے ایک ایک کر کے سب کو بند کیا اور اس طرح انسانی تہذیب وتمدن کی ترقی اور استحکام کے لئے ایک ایسی پائدار، مضبوط اور ٹھوس بنیاد قائم کر دی جس کے بغیر ایک صالح معاشرے کا وجود ناممکن ہے۔ اب اسے میراث وجائداد میں شریک کیا جانے لگا۔ وہ معاشرے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی بلکہ اسے ایمان کی تکمیل قرار دیا جانے لگا۔ قرآن مجید نے عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس قرار دیا ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے'' (البقرہ ۱۸۷) اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس طرح لباس پہن کر سردی گرمی کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے اور زیب وزینت اختیار کرتا ہے اسی طرح مرد جائز طریقے سے ازدواجی تعلقات قائم کر کے ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ عورت مرد کی رفیق حیات بھی ہے اور دل ودماغ کے لئے راحت وسکون کا ذریعہ بھی۔ اس کے وجود کے بغیر مرد کی زندگی بے کار اور بے سرور ہے۔ وہی مرد کی ویران زندگی میں خوشیاں بکھیرتی ہے اور اس کے گلستان حیات کو انواع واقسام کے حسین وخوبصورت پھولوں سے لالہ زار بناتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے راحت وسکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت ورحمت پیدا کر دی۔ بلاشبہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں''۔ (الروم ۲۱)

بہت سے معاشروں میں عورتوں کو خلع کا حق حاصل نہیں تھا۔ اسلام نے عورتوں کو خلع کا حق دیا۔ ان معاشروں میں شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شادی نہیں کر سکتی تھی اور پوری زندگی سوگ اور رنج وملال کی حالت میں گزار دیتی تھی۔ مطلقہ عورت کا دوسری مرتبہ عقد نکاح سے منسلک ہونا سخت عیب سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے ان سب باطل افکار وخیالات پر کاری ضرب لگائی اور کہا کہ موت وحیات کی مالک اللہ کی ذات ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے مارتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے شوہر کی وفات سے عورت ہمیشہ کے لئے مسرت وشادمانی سے محروم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی مخصوص ایام عدت گزارنے کے بعد ازدواجی تعلقات قائم کر سکتی ہے اور کسی مرد کے گلشن حیات کی خوشبودار کلی بن سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور اپنے میں سے بیوہ عورتوں کا نکاح کرو''۔ (النور ۳۲)

اسلام نے اس کو معاشی تمدنی اور تعلیمی حقوق دیئے۔ اس نے مرد وزن کے درمیان فرق وامتیاز کو ختم کیا اور معیار بزرگی تقویٰ اور خشیت الٰہی کو قرار دیا۔ اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح بزرگی اور کمتری کا معیار جنس کو قرار نہیں دیا بلکہ یہاں عزت وشرافت اور بڑائی کا معیار ایمان واعمال کی درستگی، فکر کی سلامتی، خداترسی، خوش اخلاقی، خلوص اور حسن سیرت ہے۔ جو آدمی خواہ وہ مرد ہو یا عورت جتنا زیادہ وہ خداترس اور خداشناس ہوگا، احکام الٰہی پر عمل پیرا ہوگا اور سنت کے مطابق زندگی گزارے گا وہ اللہ کے یہاں اتنا ہی زیادہ معزز ومحترم اور برگزیدہ سمجھا جائے گا۔

چنانچہ اسلام کے اس اساسی دستور کو یوں واضح کیا گیا ہے ''اللہ کے یہاں تم میں سے بزرگ ترین شخص وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے'' (الحجرات ۱۳) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو مساوی قرار دیا ہے اور بتایا کہ ایک عورت اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی اور تقرب کو انہی شرائط کی پابندی کر کے حاصل کرسکتی ہے جو مردوں کے لئے مقرر ہے۔ مرد کو اگر اچھے اعمال کی بدولت جنت ملے گی تو عورت بھی اپنی نیکیوں کے بدلے جنت کی مستحق ہوگی۔

اسلام نے زندگی کی تعمیر وترقی کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا تعلق طاعات وعبادات سے ہو یا باہمی معاملات اور لین دین سے ہو۔ خاندانی انتظام وانصرام سے ہو یا معاشرتی آداب واقدار سے ہو۔ اس نے ہر شعبہ زندگی میں عورت کا صحیح منصب ومقام متعین کیا اور اسکا ذکر خیر ومدح کے ساتھ کیا اور اسے معاشرے اور سوسائٹی کے لئے موجب ننگ وعار نہیں سمجھا بلکہ اس کے لئے لازمی جزو قرار دیا۔

اسلام نے عورت کو بجائے لعنت وملامت کرنے کے اسے رحمت وسکینت کا مظہر ٹھہرایا۔ محسن انسانیت ﷺ نے عورتوں کے متعلق مردوں کو دلوں میں نفرت وکدورت نہ رکھنے اور پیار ومحبت اور شفقت وہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کی متعدد حدیثوں میں نصیحت فرمائی ہے۔ درج ذیل چند حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''دنیا کی چیزوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوشبو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے''۔ (نسائی)

''تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آتا ہو''۔ (ترمذی)

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہترین ثابت ہو اور خود میں اپنے اہل وعیال کے لئے تم سب سے بہتر ہوں''۔ (مشکوٰۃ)

''نیک اور دیندار بیوی دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں کوئی چیز نیک بیوی سے بہترین نہیں''۔ (ابن ماجہ)

''دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے''۔ (نسائی)

حقیقت حسن

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تونے لازوال کیا

ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شب درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی
کہیں قریب تھا، یہ گفتگو قمر نے سنی
فلک پہ عام ہوئی، اختر سحر نے سنی
سحر نے تارے سے سن کر سنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
بھر آئے پھول کے آنسو پیام شبنم سے
کلی کا ننھا سا دل خون ہوگیا غم سے
چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

حضرت قتادہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے۔ جتنے میں سرکشی، لاابالی پن نہ آئے۔

دل کا زنگ دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بنی آدم کے قلب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ: حضور (ﷺ) دلوں کے اس زنگ کو دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: موت کو زیادہ یاد کرنا، اور قرآن مجید کی تلاوت۔ (شعب الایمان للبیھقی)

دوسروں کی اولاد کو برا کہنا بھی گناہ ہے!

اسماعیل صاحب اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن انتہائی دین دار اور تہجد گزار، نماز باجماعت تکبیر اولیٰ تک کے پابند تھے۔ ان کے کل چھ بچے تھے، انتقال سے پہلے وہ جس اذیت ناک کرب والم میں تھے وہ بچوں کے تئیں فکرمندی تھی۔ ان کی تین بچیوں کی شادی ہوچکی تھی لیکن لڑکے ابھی غیر شادی شدہ تھے اور ان میں سے دو چھوٹے فرزند، ان کے لئے بدنامی کا سبب بن گئے تھے۔ وہ ناخلف اور آوارہ ہو گئے تھے اور پورے محلے اور گاؤں کے لوگ ان سے تنگ آگئے تھے۔ دوسرا بچہ بدنام ترین شخص بن گیا تھا۔

ان بچوں کے والد آخر تک رو رو کر کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زندگی میں کون سا ایسا گناہ کیا، جس کی وجہ سے مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ ان کے ہم عمر بھی یہ کہتے تھے کہ وہ بچپن ہی سے نیک اور صالح تھے۔ حرام وحلال کی ہمیشہ تمیز رہی، کبھی شراب وزنا وجوئے کے قریب بھی نہیں گیا۔ ایک طرف سے ان کے یہ مثبت حالات تھے تو دوسری طرف ان کی اولاد کی منفی کیفیات، مشکل

سلجھ نہیں رہی تھی۔ کئی لوگوں نے اس پر بہت غور کیا۔ اس سلسلہ میں ایک معاصر بزرگ نے مدد کی اور بات جلد ہی سمجھ میں آ گئی۔ ان کے بزرگ ساتھی کا کہنا تھا کہ جوانی میں مسجد میں جاتے ہوئے راستے میں جب شریر لڑکوں سے اسماعیل صاحب کا سامنا ہوتا تھا تو ان کو وہ طعنہ دیتے تھے کہ تمہیں کس بدمعاش باپ نے جنا ہے؟ کیا تمہارا باپ حرام کماتا ہے اور وہی کھلاتا ہے، جس کی وجہ سے تم لوگوں کی یہ حالت ہو گئی ہے؟

کسی کے متعلق کوئی منفی، ناپسندیدہ اور ناقابل یقین بات سننے میں آتی تو وہ سب کے سامنے تبصرہ کرتے کہ کمینوں کی اولاد بھی کمینی ہوتی ہے ان بچوں کے والد نے بھی اپنی جوانی میں اس طرح کی حرکت کی ہوگی، تبھی تو ان کی اولاد کی یہ حالت ہوگئی ہے۔

غرض یہ کہ کسی کو طعنہ دینے اور کسی کے گناہ پر عار دلانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث یاد آتی ہے کہ کوئی شخص کسی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے تو مرنے سے پہلے خود اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ اس کا عیب چھپائے گا اور تمہیں اس مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اولاد کا یہ برا انجام جوانی میں ان کی اس بدزبانی اور دوسروں کو عار دلانے کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ ان کے اسی بزرگ دوست نے یہ بھی کہا کہ اپنی اولاد کے سلسلہ میں وہ بہت سخت واقع ہوئے تھے۔ ان کے کسی نازیبا فعل کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے، ڈانٹتے، مارتے اور کبھی غصہ میں ان کو شیطان، ابلیس اور ملعون و مردود بھی کہہ دیتے تھے۔ ہوسکتا ہے وہ قبولیت کی گھڑی ہو، تبھی تو اللہ نے ان کی اولادوں کو شیطان صفت بنا دیا، اس لئے کہ جس طرح اولاد کے حق میں والدین کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اسی طرح بددعا بھی والدین کی اپنی اولادوں کے حق میں جلد اپنا اثر کر دکھاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھول کر غلطی سے بھی، غصہ و جوش میں بھی اپنی اولاد کو ڈانٹنے میں غلط ناموں سے نہیں پکارنا چاہئے، مبادا قبولیت کا وقت ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو۔ انہوں نے اپنے اولاد کے حق میں پابندی سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں اور دعاؤں سے اپنے بچوں کی تربیت کی ہوتی اور کسی دوسرے کے بچوں کو برا نہ کہا ہوتا تو شاید انہیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ "اے اللہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنیں اور ہمیں تقویٰ والوں کا امام بنا۔

حضور اکرم ﷺ کی مبارک مجلس کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم یہ بزرگ حضرات صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف لے گئے تو اس مبارک مجلس میں سرور کونین حضور اقدس ﷺ اور چاروں خلفاء راشدین موجود ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجۂ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان معزز مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کے لئے ان کے پاس جو سب سے بہترین چیز تھی وہ پیش کی ایک شہد کا پیالہ وہ خوبصورت اور چمکدار پیالہ تھا، اتفاق سے شہد کے پیالہ میں ایک بال گر گیا حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک میں جب وہ پیالہ آیا تو آپ نے ان حضرات کے سامنے وہ پیالہ پیش فرمایا اور ارشاد فرمایا دیکھو خوبصورت پیالہ۔ اس میں شیریں شہد ہے۔ اس میں ایک بال پڑا ہوا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر زور ڈال کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس پیالہ اور بال کے متعلق اپنی رائے پیش کرے (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ میرے نزدیک مومن کا دل طشت سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے اور اس کے دل میں جو ایمان ہے وہ شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن ایمان کو موت تک حفاظت کر کے لے جانا

بال سے زیادہ باریک ہے (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ پیالہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ حکومت اس طشت سے زیادہ چمکدار اور روشن ہے حکمرانی کرنا یہ شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن حکومت میں عدل و انصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میرے نزدیک علم دین طشت سے زیادہ روشن ہے اور علم دین سیکھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن اس پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ میرے نزدیک معزز مہمان طشت سے زیادہ روشن ہے اور ان کی مہمان نوازی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور ان کو خوش کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عورت کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے اور اس کے چہرے پر پردہ اس شہد سے زیادہ شیریں ہے اور ایک غیر مرد پر نگاہ نہ پڑے اور غیر مرد کی اس پر نگاہ نہ پڑے یہ بال سے بھی زیادہ باریک ہے (۶) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ کی معرفت طشت سے زیادہ روشن ہے اس کے بعد فرمایا معرفت الٰہی سے آگاہ ہو جانا اور معرفت الٰہی حاصل ہو جانا اس شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اللہ کی معرفت کے بعد اس پر عمل کرنا یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۷) حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا میرے نزدیک راہ خدا یعنی اللہ کی راہ طشت سے زیادہ روشن ہے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنا، جہاد کرنا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے بعد فرمایا اس پر استقامت یعنی موت تک راہ خدا میں چلتے رہنا بال سے زیادہ باریک ہے (۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جنت اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور جنت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں لیکن جنت تک پہنچنے کے لئے پل صراط سے گذرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

دین فطرت اور ہماری زندگی

پورے عالم میں اس وقت امت مسلمہ کے افراد ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی پوری آبادی کا ایک بٹہ چھ حصہ ہیں اس طرح مسلمان دوسرے مذاہب اور تہذیبوں کے ماننے والوں کے مقابلے میں ایک عظیم قوم شمار کئے جاتے ہیں اور برابر اس میں اضافہ ہو رہا ہے صرف امریکہ میں تقریباً ایک کروڑ مسلمان موجود ہیں اور ان کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے اس طرح یورپ کے تمام ممالک اور دنیا کے مشرقی حصے میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مادی تہذیبوں کے سائے میں جن لوگوں نے وقت گزارے اور عیش و عشرت سے پوری طرح فائدہ اٹھایا، وہ سب کچھ حاصل کرنے کے باوجود جو ہر نایاب سے محروم رہے اور اس کو دور کرنے کے لئے انہوں نے تمام فارمولوں کو آزما کر دیکھ لیا لیکن ان کو وہ سکون نہیں مل سکا جس کے بغیر زندگی میں کوئی لذت یا اس کی کوئی قیمت باقی رہے آخر کار ان کو اسلام کا مطالعہ کرنے اور اس کے بنائے ہوئے نظام زندگی کو بہ نظر غائر دیکھنے کی توفیق ہوئی اور ان کو وہ متاع گمشدہ مل گئی جس سے ان کی زندگی کا رخ بدل گیا ان کو خالق کائنات کا یقین حاصل ہوا اور اس کے بنائے ہوئے اصول زندگی کو انہوں نے آزمایا تو اچانک ان کے اندر ایک انقلاب برپا ہوا۔ یہ اسلام کے دین فطرت ہونے اور انسانی مزاج سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی وضاحت فرماتے ہیں کہ "پس سیدھا رکھ اپنا رخ دین کے لئے یکسو ہو کر۔ وہی اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔" (سورۂ روم: ۳۰) البتہ جن لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی وہ اس کو اپنانے اور اس کو اپنی زندگی کا رہنما بنانے پر متفق ہو گئے اور دنیا کی عظیم سے عظیم تر متاع ان کی نظروں میں بے قیمت بن کر رہ گئی، وہ اس دریافت پر نہ

صرف یہ کہ بے حد مسرور و مطمئن ہیں بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام سمجھ کر اس پر نازاں ہیں اور اسے اپنی زندگی کا اصل سرمایہ سمجھتے ہیں۔ ایک نومسلم نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب انتہائی مسرت کا اظہار کیا تو مسلمان رہنما نے اس کو مبارکباد دی۔ اس وقت اس نے جواب دیا کہ مبارکباد کس بات کی؟ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے فطرت کو پا لیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا اور وہ فطرت اسلام ہے۔ لہٰذا میں نے گویا اپنے آپ کو دریافت کیا ہے اور اس کے قبل میں گمراہی میں مبتلا تھا اور خود اپنی ذات سے ناآشنا تھا۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنی فطرت کے خلاف زندگی کی گاڑی چلا رکھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہم کو مٹانے کی کوشش تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے اور کامیابی سے ہم کنار ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ اس سراپا رحمت کا نمونہ آپ کی سیرت طیبہ میں موجود ہوتے ہوئے بھی ہم اس سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے ہیں اور ہم تہذیبوں کی بے رحمانہ بندشوں میں اپنے آپ کو مقید کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے۔ مشرق و مغرب میں ہر جگہ ہم یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اب اسلامی نظام عدل و مساوات اور عالمی اخوت کا تصور ایک خواب بن کر رہ گیا ہے اور مادہ پرست نظام زندگی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عورتوں کو اس نے ایک طویل غلامی اور بے رحمانہ زندگی سے نجات دلا کر عزت و عظمت کا بلند مرتبہ عطا کیا اور اسلامی معاشرے کی تعمیر میں ان کے کرداروں کو دنیاوی اہمیت دی۔ آج ہم اپنے صراط مستقیم سے ہٹ کر دیگر اقوام کی طرح بے سمت مادہ پرستی کے علم بردار بن کر رہ گئے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہ ایسا سنگین خطرہ ہے کہ ہم اس کا مقابلہ سنجیدگی کے ساتھ اس وقت کر سکتے ہیں جب ہم مکمل طور پر اسلامی تہذیب کی نمائندگی کر سکیں۔ یہی تہذیب زندہ و جاوید ہے اور ہر زمان و مکان میں اس کی قیادت انسان کی عظمت کو تسلیم کرانے میں مشعل راہ ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت آج دوراہے پر کھڑی ہے اور اپنے کردار کو رحمت کے آئینے میں پیش کرنے سے دور ہے۔

ایک آنسو کا مقام

حضرت رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس بندے کی آنکھیں خوف خدا سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں پھر اگر وہ اس کے رخسار پر بہہ پڑے تو اس کے چہرے کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت۔

اور اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے رونے کے خاطر اسے جہنم سے نجات دے دیں گے ہر عمل کا وزن اور ثواب ہے لیکن آنسو کے ثواب کا کوئی بھی حساب نہیں یہ تو جہنم کے آگ کے پہاڑوں کو بجھا کر رکھ دیتا ہے۔ (ابن ابی دنیا)

والدین کے ساتھ میدان حشر میں سلوک کرنے والے کا عجیب قصہ

حدیث میں ایک شخص کے میزان عمل کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جنت والوں میں سے نہیں اور نہ ہی دوزخ والوں میں سے ہو تو اس وقت ایک فرشتہ ایک کاغذ لے کر آئے گا اور اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے گا اس کاغذ میں ''اف لکھی ہوگی تو یہ ٹکڑا نیکیوں پر بھاری ہو جائیگا کیونکہ یہ والدین کی نافرمانی کا ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں سے بھی بھاری ہو جائے گا چنانچہ اسے دوزخ میں لے جانے کا حکم کیا جائے گا کہتے ہیں وہ شخص مطالبہ کرے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس واپس لے چلیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسے لوٹا لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے اے نافرمان بندے کس وجہ سے تم میرے پاس واپس آنے کا مطالبہ کر رہے

تھے؟ وہ کہے گا الٰہی آپ نے دیکھ لیا میں دوزخ کی طرف جا رہا ہوں اور مجھے کوئی جائے فرار نہیں میں اپنے والدین کا نافرمان تھا حالانکہ وہ بھی میری طرح دوزخ میں جا رہے ہیں آپ ان کی وجہ سے میرے عذاب کو بڑھا دیں اور ان کو دوزخ سے نجات دے دیں۔

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے تو نے دنیا میں تو ان کی نافرمانی کی اور آخرت میں ان کے ساتھ نیک سلوک کیا، جا اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ اور دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (جنت کے حسین مناظر)

اللہ کی رحمت پر یقین رکھنے والا نوجوان

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ملک شام میں آتا جاتا رہتا تھا۔ ایک دن میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نوجوان کے پاس گیا جو بیمار ہو رہا تھا اس کے پاس اس کا چچا بھی موجود تھا وہ اس نوجوان سے کہہ رہا تھا اے خدا کے دشمن، میں نے تمہیں یہ کام کرنے کو نہیں کہا تھا، میں نے تجھے اس کام سے نہیں روکا تھا؟ تو اس نوجوان لڑکے نے کہا اے چچا جان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیں تو وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گی؟ چچا نے کہا وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی، تو لڑکے نے کہا، اللہ تعالیٰ میری ماں سے زیادہ شفیق ہے۔ اس سے زیادہ مجھ پر مہربان ہے۔ بس یہی بات کہی اور اس کی جان نکل گئی۔ تب اس کے چچا نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھ لی اور ارادہ کیا کہ اس کو قبر میں اُتارے تو میں بھی اس کے چچا کے ساتھ قبر میں اُترا جب اس نے لحد کو درست کیا تو اس کی چیخ نکل گئی اور گھبرا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا اس نے بتایا کہ اس کی قبر بہت وسیع ہوگئی اور نور سے بھر گئی ہے میں اسی سے دہشت زدہ ہوگیا۔ (جنت کے حسین مناظر)

ایک ملک ایسا بھی ہے جو ویران نہ ہو اور نہ اس کا مالک مرے

گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ نے ایک شہر بسایا اور نہایت خوبصورت بنوایا، اور اس کی زیبائش اور زینت میں بہت سامال خرچ کیا پھر اسنے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کی اور کچھ آدمی دروازے پر بٹھلائے کہ جو نکلے اس سے پوچھا جائے کہ اس مکان میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔ چنانچہ سب نے جواب دیا کوئی عیب نہیں ہے، آخر میں کچھ لوگ کمبل پوش آئے ان سے بھی سوال کیا گیا کہ تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا؟ کہا دو عیب ہیں، پاسبانوں نے انہیں روک لیا اور بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے کہا میں ایک عیب پر بھی راضی نہیں ہوں انہیں حاضر کرو پاسبانوں نے ان کمبل پوشوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ دو عیب کیا ہیں؟ کہنے لگے کہ یہ مکان اُجڑ جائے گا اور اس کا مالک مر جائے گا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ ایسا بھی کوئی مکان ہے کہ کبھی ویران نہ ہو اور نہ اس کا مالک مرے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ اور انہوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو ذکر کیا اور شوق دلایا اور دوزخ اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ اور حق تعالیٰ کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اس نے ان کی دعوت قبول کی اور اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔

بے تکلف ہونے کے باوجود بھی اجازت ضروری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند اصحاب رفقاء کا گزر ایک خاتون کی طرف ہوا تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ لیا مگر اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلق سے اُتار نہیں سکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر لی گئی ہے اس خاتون نے عرض کیا کہ ہم لوگ معاذ (اپنے پڑوسی) کے گھر والوں سے کوئی تکلف نہیں کرتے ہم ان کی چیز لے لیتے ہیں اسی طرح وہ ہماری چیز لے لیتے ہیں۔ (مسند احمد)

اس واقعہ میں یہ بات خاص قابل غور ہے کہ بکری نہ چرائی گئی تھی نہ غصب کی گئی تھی بلکہ باہمی تعلقات اور رواج وچلن کی وجہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور ذبح کر لی گئی۔ اس کے باوجود اس میں ایسی خباثت اور خرابی پیدا ہوگئی۔

علم کی اہمیت

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا دروازہ جس سے ابلیس لوگوں کے پاس آتا ہے وہ جہالت کا دروازہ ہے۔ پس ابلیس جاہلوں کے یہاں بے کھٹکے داخل ہوتا ہے اور عالم کے یہاں سوائے چوری کے کسی طرح نہیں آسکتا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس حال میں ہوا کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ فرمایا اے سعد یہ کیا اسراف ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی پانی کا اسراف معتبر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ تو بہتے دریا سے وضو کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو میں وساوس کے واسطے ایک شیطان مقرر ہے اس کا نام ولہان ہے تم اس سے بچو وہ وضو میں لوگوں سے مضحکہ فرماتا ہے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی ایک ''مظلوم'' غزل

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
مرا رنگ وروپ بگڑ گیا، مرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا، میں اس کی فصل بہار ہوں
نہ تو میں کسی کا حبیب ہوں، نہ تو میں کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں، جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں
پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں، کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی آکے شمع جلائے کیوں، میں وہ بے کسی کا مزار ہوں
میں نہیں ہوں نغمہ جانفزا، مجھے سن کے کوئی کرے گا کیا
میں بڑے روگ کی ہوں صدا، میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

پڑھتا محشر میں جب صلِّ علیٰ آیا
رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوئے بیگانے
ہاں کام اگر آیا تو نام ترا آیا

پرسش تھی گناہوں کی اور پاس کا تھا عالم
بے کس کی خبر لینے محبوب ﷺ خدا آیا

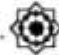
یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر میں ہوا فاسق ابدال کا ہم پایا

چرچے ہیں فرشتوں میں اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت میں شیدائے نبی ﷺ آیا

کیوں نزع کی دشواری آسان نہ ہوجاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایا

حکمت کا سبق چھوڑا عزت کی طلب چھوڑی
دنیا سے نظر پھیری سب کھوکے تجھے پایا

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزوں حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا



زندگی جس جگہ بھی گزرے یادخدامیں گزرنی چاہئے

جیل جانے سے چند ماہ پہلے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے اوپر ایک بلا نازل ہوگی، جو میرے لئے مقامات اور ولایت کی ترقیات کا ذریعہ ہوگی اس بلا کے بغیر ان ترقیات کا حصول ممکن نہیں، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانۂ قید میں بھی کبھی بادشاہ کو بد دعا نہیں دی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ اگر مجھ کو جیل خانے میں نہ بھیجتے تو اتنے ہزار نفوس کو دینی فوائد کیسے ملتے، اور ہمارے مراتب کی ترقی جو اسی مصیبت کے نزول پر منحصر تھی کیسے حاصل ہوتی، آپ کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ آپ بد دعا کر کے بادشاہ کو نقصان پہنچائیں، انکو آپ منع فرماتے رہتے چونکہ آپ حتی الوسع انبیاء کرام کی سنت کو نہیں چھوڑتے تھے تو تقدیر الٰہی کا تقاضہ ہوا کہ جیل کے خانے کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت کو بھی ادا کرایا جائے۔

آپ نے جیل خانے سے اپنے فرزند خواجہ معصوم صاحب کو لکھا کہ آزمائش اگر چہ تلخ اور بے مزہ ہے اگر توفیق ہو تو بسا غنیمت ہے آج کل آپ کو فرصت میسر ہے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں مشغول رہو ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔

تین چیزیں پہلی تلاوت قرآن، دوسری طویل قراءت کے ساتھ ادائے نماز، تیسرا کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد، ان میں سے کسی ایک کا ورد ہر وقت رکھو کلمۂ لا سے نفس کے معبودوں کی نفی کرو، اپنے مقاصد اور مرادوں کو دفع کرو، اپنی مراد مانگنا یہی اپنی معبودیت کا دعویٰ ہے، سینے میں اپنی کوئی مراد و ہم وخیال میں بھی اپنی کوئی ہوس باقی نہ رہے، بندہ کی شان اس وقت ظاہر ہوتی ہے، اپنی مراد مانگنے میں اپنے

مولیٰ کی مراد کی تردید ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کے ارادے کا مقابلہ ہے۔ گویا اپنے آقا کے حکم کو رد کر کے خود کو آقا قرار دیا جارہا ہے اس کی قباحت کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے نفسانی معبود کے دعوئ معبودیت کی تردید کرے، اس ابتلا اور آزمائش کے دور میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ بات پوری طرح میسر ہو جائے گی، زمانۂ ابتلا کے سوا دیگر اوقات میں اپنی مرادیں اور خواہشات سد سکندری بنی رہی ہیں، خدا خیریت رکھے ملاقات ہو یا نہ ہو ہماری نصیحت یہ ہے کہ اپنی مراد یا ہوس باقی نہ رہے، جو کچھ ہو رضائے الٰہی اور ارادۂ خداوندی ہو حتیٰ کہ میری رہائی جو آج کل تمہارا بہت بڑا مقصد بنا ہوا ہے، وہ بھی مقصود اور مراد نہ ہو اور حضرت حق جل مجدہ کی مقرر فرمودہ تقدیر پر اس کے ارادے اور اس کی مرضی پر پوری طرح راضی ہو جاؤ۔

حویلی کنواں باغ اور کتابوں کا غم بہت معمولی بات ہے اگر ہم مرجاتے تب بھی جاتی رہتی اب زندگی میں جاتی رہی تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے، اولیاء اللہ ان چیزوں کو خود چھوڑ دیتے ہیں اب شکر ادا کرو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑا دیا، چند روز زندگی ہے جہاں بیٹھے ہو اس کو وطن خیال کرو، زندگی جس جگہ بھی گزرے یاد خدا میں گزرنی چاہئے، دنیا کا معاملہ آسان ہے آخرت کی طرف متوجہ رہو، اپنی والدہ کو تسلی دیتے رہو، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہماری ملاقات ہوگی ورنہ حکم خدا پر راضی رہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایک جگہ رکھے اور ملاقات دنیا کی تلافی کرے۔

وفائے محبوب سے جفائے محبوب زیادہ لذت بخش ہوا کرتی ہے

ایک دوسرا خط حضرت مجدد صاحب کا شیخ بدرالدین صاحب کے نام ہے لکھتے ہیں: تمہارے خط میں مخلوق کے ظلم وتعدی کی شکایت تحریر تھی، یہ چیزیں درحقیقت جماعت اولیاء کا جمال ہے، اور ان کے زنگ کے لئے صیقل، لہٰذا تنگ دلی اور کدورت کا سبب کیوں ہو، اول جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ لوگوں کی ملامت کے نور شہر اور دیہاتوں سے بلند ہو کر نورانی بادلوں کی صورت میں میرے پاس پے در پے پہنچ رہے ہیں۔ اور میرے معاملے کو پستی سے بلندی پر پہنچا رہے ہیں۔

تربیت جمالی سے سالہا اس مسافت کو طے کیا ہے اب تربیت جلالی سے ان مراحل کو طے کیا جارہا ہے، صبر ورضا کے مقام میں رہو، جمالی اور جلالی کو مساوی سمجھو، تحریر فرمایا تھا کہ ظہور فتنہ سے نہ ذوق رہا ہے نہ حال، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ذوق اور حال میں اور زیادتی ہو کیونکہ وفائے محبوب سے جفائے محبوب زیادہ لذت بخش ہوا کرتی ہے، کیا ہو گیا ہے عوام کی طرح بات کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے بہت دور ہو گئے ہو، بہر حال گذشتہ کے خلاف آئندہ جلال کو جمال سے بڑھا ہوا سمجھو اور انعام کے مقابلے میں تکلیف کو بہتر تصور کرو، کیونکہ جمال اور انعام میں محبوب کی مراد کے ساتھ اپنی مراد کی بھی آمیزش ہے، اور جلال وتکلیف میں صرف محبوب کی مراد سامنے ہے اور اپنی مراد کی مخالفت ہے۔

محبوب کی ہر ادا محبوب ہی ہے

ایک دوسرے خط میں میر لقمان صاحب کو تحریر فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ میری رہائی کے متعلق خیر اندیش احباب کی جدوجہد کامیاب نہیں ہوئی الخیر فیما صنع اللہ تعالیٰ بمقتضائے بشریت کسی قدر افسوس ضرور ہوا مگر تھوڑی دیر کے بعد خداوند عالم کے فضل وکرم سے وہ تمام حزن، افسوس مسرت اور خوشی میں بدل گیا اور خاص طور پر اس کا یقین ہو گیا کہ یہ جماعت جو ہماری ایذا رسانی کے درپے ہے، اس کی مراد جبکہ حضرت حق جل مجدہ کے ارادے کے مطابق ہے، تو تنگ دلی اور حزن وملال بے معنیٰ اور دعوئ محبت کے سراسر مخالف،

محبوب کی ہر ادا محبوب ہی ہے عاشق جس طرح انعام سے خوش ہوتا ہے اسی طرح تکلیف وایذا سے بھی لذت حاصل کرتا ہے بلکہ تکلیف و ایذاء میں لذت زیادہ ہوتی ہے وہ حظ نفس اور اپنی خواہش ومراد کے شائبے سے بھی مبرا ہے، حضرت حق جل سلطانہ جمیل مطلق ہے اس بندۂ ناچیز کی آزار وپریشانی منظور ہے ان کی عنایت سے یہ بندۂ ناچیز خوش ہے، بلکہ لذت محسوس کررہا ہے لہٰذا اس شخص کی برائی چاہنا اور اس کی برائی کے درپے رہنا منافی محبت ہے، یہ شخص کیا اور اس کی حقیقت کیا وہ صرف فعل محبوب کا آئینہ دار ہے، جو لوگ درپے آزار ہیں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے معلوم ہوتے ہیں احباب سے فرمائیں کہ تنگیٔ دل دور کریں اور اس جماعت کی تکلیف دہی کا خیال بھی چھوڑ دیں بلکہ چاہئے کہ ان کے افعال سے لذت اندوز ہوں، ہاں چونکہ دعا کے لئے مامور ہے لہٰذا حضرت حق جل سلطانہ سے عاجزی اور تضرع کے ساتھ دفعیۂ بلا کی دعا کریں، یہ حکم دعاء کی تعمیل ہی ہے، آرزوئے دل نہیں، کیونکہ تمنائے دل تو وہ ہے جو مراد محبوب ہو۔

یہ یاد رکھو غضب حقیقی، دشمنان خدا کا حصہ ہے اور عاشقان خدا کے لئے تو صرف صورت غضب ہے جو حقیقت میں آئینۂ رحمت ہے۔ اور اس قدر منافع کے حامل ہیں کہ اس کی تفصیل ناممکن ہے۔ نیز اس صورت غضب میں منکروں کی خرابی مضمر ہے۔ اور ان کی ابتلاء کا باعث وسبب۔

